

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ضیاء الہدی

پیر محمد کرم شاہ الازہری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ، لاہور



رضی اللہ عنہ
رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



حکومت پاکستان
وزارت مذہبی امور
اسلام آباد

سند امتیاز

نہایت محنت سے تصدیق کی جاتی ہے کہ محمد مہدی علیہ السلام شہداء الازہری
کی تالیف کردہ کتاب ضیاء النبیؐ بزبان اردو مقابلہ کتب سیرت
برائے سال ۱۹۹۳ء میں اول مقام کی مستحق قرار پائی اور مؤلف کو جو نقد وصول ہو
حکومت پاکستان کی طرف سے مبلغ پچیس ہزار روپے بطور انعام دیئے گئے۔

سیکرٹری
وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان
اسلام آباد

نمبر ۳ (۱) اڈس - ۹۳/۱

تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
۲۱ اگست ۱۹۹۳ء



ضیاء النبی

جلد سوم

یثرب کی طرف حضور کی ہجرت ، مدینہ طیبہ میں ورودِ مسعود
غزواتِ رسالتِ مآب ﷺ ، غزوہ بدر ، غزوہ احد
غزوہ بنو نضیر ، واقعہ اُحک

پیر محمد کرم شاہ الازہری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ ، لاہور

جملہ حقوق محفوظ

| | |
|--|-------------|
| ضیاء النبی ﷺ (جلد سوم) | نام کتاب |
| پیر محمد کرم شاہ الازہری | مصنفہ |
| سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیریہ، بھیرہ شریف | |
| پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف | |
| جسٹس پریم کورٹ آف پاکستان | |
| الفاروق کمپیوٹرز، لاہور | کمپوزنگ |
| پانچ ہزار | تعداد |
| ربیع الاول ۱۴۲۰ھ | تاریخ اشاعت |
| بار چہارم | ایڈیشن |
| تحلیق مرکز پرنٹرز، لاہور۔ | طابع |
| محمد حفیظ البرکات شاہ | ناشر |
| ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ، لاہور | |

فہرست مضامین

| | |
|----|--|
| ۲۷ | یثرب کی طرف ہجرت کا آغاز |
| ۲۷ | اولین مہاجر ابو سلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ |
| ۲۹ | عامر بن ربیعہ اور عبداللہ بن جحش کی ہجرت |
| ۳۰ | ہجرت ابو احمد بن جحش |
| ۳۱ | ہجرت فاروق اعظم |
| ۳۲ | حضرت عیاش کو ابو جہل کی کوشش سے واپس مکہ لے جایا گیا |
| ۳۳ | حضرت عیاش سے فریب اور ان کو اذیت ناک سزائیں |
| ۳۴ | ولید بن ولید کا اعلان اسلام |
| ۳۵ | المی مکہ کی قید میں عیاش بن ربیعہ اور ہشام بن العاص |
| ۳۵ | ان کو رہا کرانے کے لئے حضور کا ولید کو مکہ بھجوانا |
| ۳۶ | حضرت فاروق اعظم کے بھائی حضرت زید کی ہجرت |
| ۳۷ | دیگر مہاجرین اولین |
| ۳۷ | ہجرت صہیب |
| ۳۹ | صحابہ کرام کی ہجرت کے عوامل و محرکات |
| ۴۰ | نجاشی کی ترغیب پر عمرو بن العاص کا مکمل باسلام ہونا |
| ۴۲ | رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کی وجوہات اور برکتیں |
| ۴۵ | نبی رحمت کی ہجرت کے فوری محرکات |
| ۴۶ | دار الندوہ میں شیخ نجد کی شمولیت |
| ۴۸ | ابو جہل کی رائے حضور کو شہید کر دیا جائے سب کا اتفاق |
| ۵۱ | سفر ہجرت اور صدیق اکبر |
| ۵۷ | شب ہجرت |
| ۵۸ | حضور کا محاصرہ کرنے والے کفار کا حلقہ توڑ کر لگانا |
| ۵۹ | دعائے نبوت بوقت ہجرت |

- ۶۲ حرم کعبہ کے فضائل
- ۶۳ غارِ ثور
- ۶۵ غارِ ثور کے منہ پر اُمّ غیلان نامی درخت کا گرتا اور عنکبوت (مکڑی) کا گھٹنا جالاتن دیتا اور دو کیوتروں کا اس کے دروازہ پر گھونسلہ بناتا
- ان روایات کی تصدیق علامہ ابن کثیر، شیخ محمد ابو زہرہ اور علامہ ابراہیم العرجون نے کی ہے
- ۶۷-۶۸ حضرت صدیق کی بے قراری اور رحمت عالم کی دلجوئی
- ۷۰ اس موقع پر شانِ صدیق اکبر کے منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات
- ۷۱ ثانی الثمین، صاحبِ اور مَعْنَا کے الفاظ میں دعوت غور و فکر
- ۷۹ مکہ سے فخر الانبیاء کے روانہ ہونے کے بعد اہل مکہ کی سرگرمیاں
- ۷۹ حضرت اسماء کو ابو جہل کا طمانچہ رسید کرنا
- ۸۱ غارِ ثور میں قیام
- ۸۳ شاہراہِ ہجرت
- ۸۳-۸ نقشہ راستہ ہجرت
- ۸۴ مقاماتِ ہجرت کی تشریحات
- ۸۶ اثنائے سفر کے واقعات
- ۸۷ اُمّ معبد
- ۹۲ حدیثِ سراقہ
- ۹۹ حضرت زبیر کے قافلہ سے ملاقات
- ۱۰۰ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے قافلہ سے ملاقات اور ان کا دو جوڑے پیش کرنا
- ۱۰۰ حضرت بُرَیدہ الاسلمی کا اسلام لانا
- ۱۰۱ دو چوروں کا اسلام قبول کرنا
- ۱۰۲ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبائیں تشریف آوری
- ۱۰۷ قبائیں قیام
- ۱۰۷-۸ نقشہ راستہ قبا سے حضرت ابو ایوب انصاری کی قیام گاہ تک
- ۱۱۰ قبائیں مدتِ قیام
- ۱۱۱ قبا سے روانگی

جلوس نبوی کا مدینہ کے مختلف محلوں سے گزرنا ہر ایک قبیلہ کی یہ آرزو کہ
حضور ان کے ہاں قیام فرمائیں سب کو ایک ہی جواب فرمایا کہ
اونٹنی حکم الہی کے مطابق ٹھہرے گی

۱۲۲

۱۲۵

۱۲۹

۱۳۰

۱۳۲

۱۳۳

۱۳۴

۱۳۵

۱۳۷

۱۴۰

۱۴۰

۱۴۱

۱۴۲

۱۴۶

۱۴۸

۱۴۸

۱۵۳

۱۵۷

۱۶۱

۱۶۲

۱۶۳

۱۶۵

۱۶۶

۱۶۸

۱۶۹

انتخاب دارِ ابی ایوب انصاری

حضرت ابو ایوب کا کاشانہٴ سعادت

حضور کی میزبانی

شوقِ دید کے لئے ہجرت

مہاجرین کی متروکہ جائیداد پر کفار کا قبضہ

شہرِ شاہِ خواں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مدینہ منورہ کے اسماء

بے پایاں محبت

دجال اور طاعون سے اس شہر کی حفاظت

مدینہ میں اقامت کی فضیلت

اہلِ مدینہ کو اذیت پہنچانے والوں کے لئے بددعا

مدینہ طیبہ کی فضیلت

سنِ ہجری کا تعین

سالِ اولِ ہجری کے اہم واقعات

تعمیر مسجدِ نبوی - عمرہ اللہ تعالیٰ الی یومِ القیامہ

مسجدِ نبوی میں حضور کا پہلا خطاب

تعمیر حجرات

اہلِ بیتِ نبوت کی مدینہ طیبہ میں آمد

اذان کی ابتداء

کلماتِ اذان کی تشریح

مطالبِ اذان

مکہ اور یثرب کے حالات کا تقابلی جائزہ

یسود کی مخالفت کی وجہ

عبداللہ بن ابی کی تاجپوشی کی تیاریاں

| | |
|-----|--|
| ۱۷۰ | منافقین کا ایک نیا گروہ |
| ۱۷۰ | مؤاخات (اسلامی بھائی چارہ) |
| ۱۷۳ | اسلامی بھائی چارہ کے قیام کے لئے دوسرا عملی قدم |
| ۱۷۵ | ان صحابہ کے اسماء مدینہ طیبہ میں جن صحابہ میں رشتہ اخوت قائم کیا گیا |
| ۱۷۷ | عہد مؤاخات کی تاریخ |
| ۱۷۷ | شبہات اور ان کا ازالہ |
| ۱۸۰ | نظام مؤاخات کے خوش کن نتائج |
| ۱۸۳ | اسلامی قومیت کی محمدی بنیاد |
| ۱۸۵ | اجتماعی اقتصادی سیاسی اور دفاعی تنظیم |
| ۲۰۱ | مستشرقین کا ایک شبہ |
| ۲۰۳ | حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ کی وفات |
| ۲۰۴ | حضرت کلثوم بن الہدم کی وفات |
| ۲۰۴ | پہلے مولود مسعود حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ |
| ۲۰۵ | ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی رخصتی |
| ۲۰۵ | یہود کا معاندانہ طرز عمل |
| ۲۰۷ | ان کے تجبٹ باطن کی چند مثالیں |
| ۲۱۱ | عبداللہ بن سلام کا مشرف باسلام ہونا |
| ۲۱۳ | حدیث تخریق |
| ۲۱۵ | یہود کی فتنہ انگیزی |
| ۲۱۸ | اسلام قبول کرنے والوں پر افتراء |
| ۲۱۹ | بارگاہ الوہیت میں ان کی گستاخیاں |
| ۲۲۰ | ایک اور شرارت |
| ۲۲۱ | سفید جھوٹ |
| ۲۲۲ | ایک اور سفید جھوٹ |
| ۲۲۳ | ایک غلط بیانی |
| ۲۲۴ | قتل کی گھناؤنی سازش |

- ۲۲۵ اپنے بارے میں خوش فہمیاں
 ۲۲۵ ایک اور جھوٹ
 ۲۲۶ احکام الہی میں کھلی تحریف
 ۲۲۷ رجم کی تجبیہ کی رسم میں تحریف
 ۲۲۹ دیگر احکام میں تحریف
 ۲۲۹ دھوکہ دہی کی ایک خطرناک سازش
 ۲۳۱ سازش کا دوسرا رنگ
 ۲۳۲ قرآن پاک کے بارے میں ان کی لاف زنی
 ۲۳۳ بارگاہ الہی میں گستاخیاں
 ۲۳۶ کروہ منافقین
 ۲۳۶ اونٹنی گم ہونے پر منافقین کا حضور پر اعتراض
 ۲۳۷ منافقین کے بارے میں حضور کا علم
 ۲۳۷ صحابہ نے انہیں دھکے مار مار کر مسجد سے نکال دیا
 ۲۳۹ اوس و خزرج کے منافقین
 ۲۴۱ ابو عامر قاسق
 ۲۴۲ خزرج
 ۲۴۷ کاروانِ عشق و ایثار
 ۲۴۷ سرفروشی اور جاں سپاری کی کٹھن وادی میں
 ۲۴۷ حضرت عثمان کے چچا کے آپ پر مظالم
 ۲۴۷ جور و ستم کا یہ جائگاہ سلسلہ تیرہ سال تک جاری رہا
 ۲۴۸ حضرت عبدالرحمن وغیرہ صحابہ نے کفار سے جنگ کرنے
 ۲۴۸ کی اجازت طلب کی
 ۲۴۹ حضور نے صبر کا حکم فرمایا
 ۲۴۹ مسلمان ہجرت پر مجبور ہو گئے
 ۲۴۹ کفار مکہ کا دھمکی آمیز خط عبداللہ بن ابی کے نام

رحمتِ عالم کی تدبیر سے عبداللہ بن ابی اور اس کے حواریوں
کا منصوبہ خاک میں مل گیا

۲۵۰

کفار مکہ نے یثرب کے یہودیوں کو اسی طرح کا

۲۵۱

ایک دھمکی آمیز خط لکھا اس کا نتیجہ

یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف صفِ آرا

۲۵۲

کرنے کی سازش کی ناکامی

۲۵۲

آخر میں کفار مکہ کا مسلمانوں کو برا اور است دھمکی آمیز خط

حضرت سعد بن معاذ کا اپنے دوست امیہ کے پاس بطور مہمان

۲۵۳

ٹھہرنا اٹھائے طوافِ ابو جہل سے مڈ بھڑیا ہم تلخ کلامی

۲۵۳

مسلمانوں کو جنگ کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا گیا

اہل مکہ کے طوفانی حملوں سے اس بہتی کو

۲۵۳

بچانے کے لئے تدابیر کا آغاز

ایک دستور کا نفاذ جس کی پابندی کی یثرب کے مختلف العقیدہ

۲۵۳

قبائل کو دعوت دی گئی

۲۵۳

دوسرا اقدام یہ فرمایا کہ ان کی تجارتی شاہراہ پر قبضہ کر لیا

۲۵۳ - A

نقشہ قریش کا تجارتی راستہ قبل از اسلام

نیز اس شاہراہ کے ارد گرد آباد قبائل کے

۲۵۵

ساتھ دوستی کے معاہدے

اہل مکہ کو مرعوب کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے فوجی

۲۵۵

دستے روانہ کرنے کا سلسلہ

۲۵۵

غزوہ اور سریہ میں فرق

۲۵۵

اسلامی فوجی مہموں کے پیش نظر مقاصد

مقصدِ اول: مسلمان اپنے دشمن کو بھول نہ

جائیں بلکہ ہمیشہ ہنگامی حالات میں ان کا

۲۵۵

دندانِ شکن جواب دینے کے لئے مستعد رہیں

۲۵۵

مقصدِ دوم

۲۵۵

مقصدِ سوم

مقصد چہارم
مقصد پنجم

۲۵۶

۲۵۶

۲۵۹

۲۵۹

غزوات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
مسلمانوں کے نزدیک مغازی رسول کی اہمیت
صحابہ اپنی اولادوں کو مغازی کا درس آیات
قرآنی کی طرح یاد کراتے

۲۵۹

۲۵۹

۲۶۰

۲۶۰

۲۶۱

۲۶۲

۲۶۲

۲۶۳

۲۶۳

۲۶۵

مغازی کے بارے میں حضرت سعد بن وقاص کے پوتے کی رائے
مغازی کے موضوع پر تصنیفات کا طویل سلسلہ
غزوہ اور سریہ میں فرق
غزوات کی تعداد

سریہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ابتدائی جنگی مہموں میں صرف مہاجرین کے شریک ہونے کی وجہ
اس سریہ میں محمد بن عمرو الجہنی کا کردار
سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۶۹

۲۶۹

۲۷۰

۲۷۱

۲۷۲

۲۷۳

۲۷۴

۲۷۴

۲۷۷

سلسلہ غزوات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بنو ضمرہ کے ساتھ معاہدہ
غزوہ بواط
غزوہ صفوان
غزوہ ذی العشیرہ
بنو مدینہ سے صلح کا معاہدہ اور اس کی اہمیت
حضور کی سجدہ گاہ کو مسجد بنادیا گیا وہ چولہا جس پر سالن
پکایا گیا اس کے پتھر تادیر محفوظ رکھے گئے
سریہ عبداللہ بن جحش الاسدی
اسلامی جہاد اور اس کی امتیازی خصوصیات

- ۲۷۸ اسلامی جہاد پر لوٹ مار کی تہمت دروغ بے فروغ ہے
- ۲۷۸ علم توحید کو بلند رکھنے کے لئے یہ کارروائیاں ناگزیر تھیں
- ۲۷۹ اسلامی جہاد کی برکات
- ۲۸۰ جزیرہ عرب میں ایک حیراں کن انقلاب
- ۲۸۰ عہد رسالت میں میدان جہاد میں فریقین کے مقتولوں کی تفصیل
- ۲۸۰ ذیل کے غزوات میں فریقین کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا
- ۲۸۰ (غزوۃ الابداع - سیف البحر - یواط - ذوالعشیرہ - بدر اولیٰ)
- اسلامی جنگوں اور عہد حاضر کی جنگوں میں
- ۲۸۰ انسانی جانوں کے ضیاع کا موازنہ
- ۲۸۳ آداب جہاد قرآنی آیات میں
- ۲۸۵ آداب جہاد ارشادات نبوی میں
- حق کو بلند کرنے کے لئے انبیاء سابقین نے بھی
- ۲۸۸ اپنی امتوں کو جہاد کا حکم دیا
- ۲۸۸ حضرت مسیح علیہ السلام کا فرمان جہاد (لوقا اور دیگر اناجیل)
- ۲۹۳ یوم الفرقان غزوۃ بدر الکبریٰ
- ۲۹۳ - A نقشہ غزوہ بدر
- ۲۹۵ مجاہدین کی سواری کے لئے اونٹوں کی تقسیم
- ۲۹۵ حضور نے اپنے اونٹ کے لئے بھی تین افراد مقرر فرمائے
- ۲۹۷ ارشاد نبوی
- ۳۰۰ مسلمانوں سے جنگ کے لئے اہل مکہ کا مالی تعاون
- ۳۰۱ لشکر کفار اور ان کا ساز و سامان
- ۳۰۲ لشکر قریش کے ساتھ مغنیات اور راقصات کا طائفہ
- ۳۰۲ ابلیس سراقدہ بن مالک کی شکل میں
- ۳۰۳ ابلیس کا سراقدہ کی شکل میں کفار کو مطمئن کرنا
- ۳۰۳ ابو سفیان راستہ بدل کر مسلمانوں کی زد سے محفوظ ہو گیا

- ۳۰۳ اس نے اہل مکہ کو پیغام بھیجا کہ اب لشکر کشی کی ضرورت نہیں
- ۳۰۴ ابو جہل کا اہتمام روزِ عمل
- ۳۰۴ بنی زہرہ کا لشکر کفار سے علیحدگی اور مکہ واپسی
- ۳۰۵ ابو جہل کی عداوت کا راز
- ۳۰۵ بنو عدی نے بھی علیحدگی اختیار کی
- ۳۰۵ طالب بن ابی طالب کی واپسی
- ۳۰۵ لشکر اسلام کی مدینہ طیبہ سے روانگی
- ۳۰۶ بارہ رمضان کو لشکر اسلام کی روانگی
- راستہ میں ایک اعرابی کا حضور سے یہ پوچھنا کہ میرے اونٹ کے حکم میں کیا ہے۔ اس کا جواب
- ۳۰۷ حضور کی مدینہ طیبہ کے لئے دعا
- ۳۰۸ حضور کا ایک کافر جنگجو کو ساتھ لے جانے سے انکار
- ۳۱۰ سفر جنگ میں روزہ نہ رکھنے کا حکم
- ۳۱۰ ذفران کے مقام پر لشکر کفار کی آمد کی اطلاع
- ۳۱۰ اس بدلی ہوئی صورتِ حال کے بارے میں مجلس مشاورت
- ۳۱۰ حضور کے استفسار پر مہاجرین کا سرفروشانہ جواب
- ۳۱۱ حضور کے استفسار پر انصار کا جواب
- ۳۱۲ انصار کے جواب پر حضور کا اظہار مسرت اور مژدہ فتح
- ۳۱۴ بدر کا محل وقوع
- ۳۱۴ آبادی کی کیفیت
- ۳۱۵ میدان بدر میں حضور کی قیام گاہ
- ۳۱۶ لشکر اسلام کے قیام کے لئے حباب بن منذر کی رائے
- ۳۱۸ لشکر کفار کے بارے میں حضور کی بددعا
- ۳۲۲ سوز و گداز اور ادب و نیاز میں ڈوبی ہوئی حضور کی دعائیں
- ۳۲۳ میدان بدر میں حضور انور کی چند دعائیں
- ۳۲۸ شبِ اسری کا شہسوارِ بیکراں براق جنگاہ بدر میں

- ۳۳۶ جنگ کا آغاز
- ۳۳۳ ابو جہل کی بد بختی
- ۳۳۳ میدان بدر میں ابو جہل کی دعا
- ۳۳۳ مکہ سے روانگی کے وقت غلاف کعبہ کو پکڑ کر کفار کی دعا
- ۳۳۴ دشمن خدا اور سول امیہ بن خلف کا مقتول ہونا
- ۳۳۸ لشکر قریش کو ابو جہل کا برا بیگناہ کرنا
- ۳۳۹ حضور کا چند افراد کو قتل نہ کرنے کا حکم
- ۳۳۹ ابو حذیفہ کی برہمی اور اس پر ندامت
- ۳۵۰ اس امت کے فرعون ابو جہل کی ہلاکت
- ۳۵۵ معوذ کا کٹا ہوا ہاتھ حضور کے لعاب دہن کی برکت سے جڑ گیا
- ۳۵۶ فرعون موسیٰ اور فرعون محمدی میں تفاوت
- ۳۵۷ ابو جہل نے مرتے وقت عبداللہ بن مسعود کو جو پیغام دیا
- ۳۵۸ مقتل ابو ذات الکرش
- ۳۵۹ ابوالبختری بن ہشام کا قتل
- ۳۶۰ عکاشہ بن محسن اور سلمہ بن اسلم کی لکڑی
- ۳۶۱ کی تلواریں اور حضور کا معجزہ
- ۳۶۱ حضرت قتادہ کی آنکھ حضور کا معجزہ
- ۳۶۳ کافر مقتولوں کی قتل گاہوں کی نشاندہی
- ۳۶۴ کفار مقتولین کی لاشوں سے خطاب
- ۳۶۵ کیا مردے سنتے ہیں؟
- ۳۶۶ سماع موتی کی بحث
- ۳۶۶ علماء امت کا اجماع کہ میت اپنی قبروں میں سنتی ہے
- ۳۶۷ حضرت ابو حذیفہ کے جذبہ ایمان کی آزمائش
- ۳۶۸ غزوہ بدر میں آپ کی دو مزید آزمائشیں
- ۳۷۲ مکہ میں کھرام جج گیا
- ۳۷۵ مقتولین بدر پر اہل مکہ کا نوحہ اور ماتم

- ۳۷۵ اپنے مقتولین پر ماتم کا انداز
 ۳۷۷ انتقام خداوندی اور ابولسب کی ہلاکت
 ۳۷۸ اہل مدینہ کو فتح کا مژدہ جاں فزا
 حضور نے فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے زید بن حارثہ اور
 ۳۷۸ عبداللہ بن رواحہ کو مدینہ طیبہ بھیجا
 ۳۸۰ بدر فلک رسالت کی مطلع طیبہ پر ضوفشانی
 ۳۸۳ اسیران جنگ سے حسن سلوک
 ۳۸۵ اسیران جنگ کا مسئلہ
 ۳۸۹ ابو العاص داماد فخر کائنات
 ۳۹۳ ابو العاص کا ایمان
 ۳۹۵ اسیران جنگ کا فدیہ
 ۳۹۷ شہداء بدر کے اسماء گرامی
 ۳۹۸ اموال غنیمت کی تقسیم
 ۴۰۱ اس فتح مبین کے اثرات
 ۴۰۲ سُکّانِ مدینہ پر اسلام کی اس فتح مبین کا اثر
 ۴۰۴ مسجد سے منافقین کو نکال دینے کا حکم نبوی
 ۴۰۶ سارے یہودی ایک جیسے نہ تھے
 ۴۰۶ ان سے محتاط رہنے کا حکم
 ۴۰۷ مشرکین مکہ کی ایک خطرناک سازش
 عمیر کا حضور کو شہید کرنے کے ارادہ سے آنا
 اور اس کا اسلام قبول کرنا
 ۴۰۷ ۲ ہجری میں احکام شرعی کا نفاذ
 ۴۱۱ (۱) تحویل قبلہ
 ۴۱۲ (۲) ماہِ رمضان کے روزے
 ۴۱۵ (۳) صدقہ عید الفطر
 ۴۱۷ (۴) نماز عید

| | |
|---------|--|
| ۴۱۷ | (۵) فریضہ زکوٰۃ |
| ۴۲۰ | (۶) قانون قصاص و دیت |
| ۴۲۲ | (۷) سیدۃ النساء العالمین کا عقد کھدائی |
| ۴۲۲ | حضور کی صاحبزادیوں کی تعداد |
| ۴۲۹ | سیدۃ النساء کے جیز میں |
| ۴۲۹ | غزوہ بنی سلیم |
| ۴۳۰ | غزوہ سویق |
| ۴۳۳ | غزوہ ذی امریہ غطفان |
| ۴۳۵ | سریہ سالم بن عمیر |
| ۴۳۶ | غصماء |
| ۴۳۶ | غزوہ الفرج |
| ۴۳۶ | غزوہ بنو قینقلع |
| ۴۴۱ | کعب بن اشرف یہودی کا قتل |
| ۴۴۸ | ایک شبہ کا ازالہ |
| ۴۵۱ | سریہ زید بن حارثہ |
| ۴۵۱ | صفوان بن امیہ کا اپنی قوم سے مشورہ |
| ۴۵۷ | غزوہ احد |
| ۴۵۷ - A | نقشہ میدان احد |
| ۴۵۷ - B | نقشہ غزوہ احد |
| ۴۵۷ | بدر کی شکست مرتب ہونے والے ہولناک نتائج |
| ۴۵۸ | عملی اقدام |
| ۴۵۸ | ابو سفیان کو لشکر قریش کا سالار اعلیٰ مقرر کیا گیا |
| ۴۵۸ | جگہ کے اخراجات فراہم کرنے کے لئے تجویز |
| ۴۵۹ | لشکر کے لئے سپاہیوں کی فراہمی |
| ۴۶۰ | لشکر کفار کی تعداد |
| ۴۶۱ | لشکر کفار کی روانگی |
| ۴۶۲ | ابو عامر قاسق کا انجام |

- حضرت سیدہ آمنہ کی مرقد منور کے بارے میں ہندہ کا برا منصوبہ ۴۶۳
- لشکر کفار کا جائزہ ۴۶۳
- لشکر کفار کا پڑاؤ ۴۶۴
- لشکر اسلام کی احد کے لئے تیاری ۴۶۴
- مجلس مشاورت ۴۶۴
- مجلس شوریٰ میں صحابہ کرام کے ایمان افروز بیانات ۴۶۵
- نماز جمعہ کی ادائیگی اور حضور کا خطاب ۴۶۶
- حضور کا اسلحہ سے لیس ہو کر باہر تشریف لانا ۴۶۷
- اسوۂ حسنہ میں امت کے قائدین کے لئے دو قیمتی سبق ۴۶۷
- پرچموں کی تقسیم ۴۶۷
- انبیاء و رسل کے قائد اعظم کی احد کی طرف روانگی ۴۶۸
- ہم اہل شرک سے جنگ کرتے ہوئے کسی ۴۶۸
- مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے ۴۶۸
- حضور کی ابنِ جنتہ کے لئے دعائے برکت اور اس کے اثرات ۴۶۸
- احد کی طرف پیش قدمی ۴۶۸
- عبداللہ بن ابی بنی لشکر اسلام سے علیحدگی اور واپسی ۴۷۰
- یہودیوں کو لشکر اسلام میں شامل کرنے سے انکار ۴۷۰
- اور اس کی حکمت ۴۷۲
- نماز جمعہ کے بعد مجاہدین کو خطاب ۴۷۳
- تیر اندازوں کے ایک دستہ کو جبلِ عینین پر ۴۷۷
- متعین کرنا اور واضح ہدایات ۴۷۸
- مشرکین کی صف آرائی ۴۷۹
- لشکر کفار کی تقسیم ۴۷۹
- ابوسفیان کی اوس و خزرج کو اپنا ہم نوا بنانے کی سازش ۴۸۰
- حضرت ابو دجانہ اور حضور کی تلوار ۴۸۰

- ۴۸۰ جنگ کا آغاز اور اس کی محشر سامانیاں
- ۴۸۱ ابو عامر منافق کا بنواؤس کو دعوت دینا اور ان کا دندان شکن جواب
- ۴۸۱ ابو سفیان کی بیوی ہندہ شعر کا کر اپنے لشکر کو جوش دلانے لگی
- ۴۸۴ علیہ دارِ اسلام حضرت مصعب کی شہادت
- ۴۸۵ سیدنا علی مرتضیٰ کا علیہ دار بننا یا جانا
- کفار کے گیارہ جوانوں کا یکے بعد دیگرے اپنے پرچم کے نیچے
- ۴۸۶ جان دے دینا
- علیہ داروں کے پیہم قتل سے کفار کے حوصلے پست
- ۴۸۷ ہو گئے اور بھاگنا شروع کر دیا
- ۴۸۷ کفار کے فرار کا عبرت انگیز منظر
- ۴۸۸ عمرہ بنت علقمہ کی جرأت و بیباکی نے جنگ کا نقشہ بدل دیا
- ۴۸۸ جبلِ رماۃ کو خالی پا کر خالد بن ولید کا مسلمانوں پر حملہ
- ۴۸۹ شہادت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۸۹ وحشی کا بیان
- ۴۹۱ وحشی کا اسلام قبول کرنا
- ۴۹۲ وحشی کا میلہ کذاب کو قتل کرنا
- ۴۹۲ زندہ جاوید سرفروشاں
- ۴۹۳ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت
- عبداللہ بن جحش کو ان کی تلوار ٹوٹنے کے بعد حضور نے
- ۴۹۳ کھجور کی شاخ دی جو تلوار کا کام دیتی تھی
- ۴۹۴ ابو سعد خیشمہ بن ابو خیشمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۹۵ حضرت عمرو بن جموح کی شہادت
- ۴۹۵ حضرت حنظلہ کی شہادت
- ۴۹۷ حَسِیل اور ثابت بن وقش کا شوق شہادت
- ۴۹۸ اُمَیْرُوم عمرو بن ثابت بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

- مخیر بق الضری الاسرائیلی
قرمان
ایک خطرناک لغزش
تیرا گلن دستہ کا اپنے مورچہ کو خالی کر دینا
مشرکین کا محبوب رب العالمین پر فیصلہ کن حملہ
دندان مبارک کا شہید ہونا
جان نثاری کے دل افروز مظاہر
عثمان بن عبداللہ المخزومی کا حملہ اور قتل
ابی بن خلف کی ہلاکت
ابوسفیان حضور کی تلاش میں
مسلم خواتین
حضرت ام عمارہ کی جان نثاری اور شجاعت
حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مسلم خواتین میدانِ احد میں
پہاڑ کی چوٹی پر جانے کی سعی
خوف و دہشت کے عالم میں نعمتِ طہینان
ہراس و سراسیمگی کے عالم میں جانفروشی کے زندہ جاوید نقوش
حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عباس بن عبادہ، خارجہ بن زید اور اوس بن ارقم رضی اللہ عنہم
مژدہ باد! جانِ عالم بھیریت ہیں
زخموں پر مزہم پٹی
بارگاہِ خداوندی میں دعا
کینہ توڑی۔ سنگدلی اور کینگی کی انتہا
لشکرِ کفار کی مکہ واپسی سے پہلے نعرہ بازی
مدینہ منورہ پر کفار کی ممکنہ یلغار کی پیش قدمی

- ۵۳۱ شہیدانِ حسن ازل کی خبر گیری
- ۵۳۲ سید الشہداء حضرت حمزہ کی لاش پاک کی تلاش
- ۵۳۳ حضرت صفیہ خواہر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہم
- ۵۳۵ شہداء احد کی تدفین
- ۵۳۵ احد سے واپسی کے وقت دعائے نبوت
- ۵۳۸ فیضانِ نگاہِ نبوت کا دوسرا تہنک کرشمہ
- ۵۳۴ یہود اور منافقین کے گھروں میں گھس کے چراغ جلنے لگے
- ۵۴۵ چند توجہ طلب اہم امور
- ۵۴۵ فقہی احکام
- ۵۴۷ زہرہ گداز حالات میں مضر حکمتیں
- ۵۵۰ شانِ شہداء
- ۵۵۳ زیارتِ مزاراتِ شہداء
- ۵۵۶ شہداء کے اجسام کا صحیح و سلامت رہنا
- ۵۵۸ غزوہ حراء الاسد
- ۵۷۲ سالِ سوم میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات
- ۵۷۲ حضرت حفصہ کا شانہ نبوت میں
- ۵۷۳ عقد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا
- ۵۷۵ حضرت زینب بنت خرمہہ کا شرف زوجیت
- ۵۷۵ حضرت امام حسن کا میلاد مبارک
- ۵۷۸ ۳ ہجری
- ۵۷۹ سریہ ابی سلمہ
- ۵۸۰ ربیع الثانی
- ۵۹۸ حضرت نجیب کے اشعار جو آپ نے تختہ دار پر کہے
- ۵۹۰ ابو سفیان کی ایک اور سازش
- ۵۹۲ غداری اور دھوکا بازی کا ایک اور خونچکاں واقعہ

| | |
|-----|--|
| ۵۹۲ | بہرِ معونہ |
| ۵۹۶ | غزوہ بن النضیر |
| ۶۰۲ | عبداللہ بن ابی کا پیغام |
| ۶۰۵ | سرورِ عالم کی بنو نضیر کی طرف روانگی اور محاصرہ |
| ۶۰۶ | بنی نضیر کے نخلستان کاٹنے کا حکم |
| ۶۰۷ | سلام بن مشکم کا مشورہ جو مسترد کر دیا گیا |
| ۶۰۷ | یامین اور ابو سعد یہودیوں کا ایمان لانا |
| ۶۰۸ | بنو نضیر کی جلا وطنی کا منظر |
| ۶۱۰ | بنو نضیر کے اموال کی تقسیم |
| ۶۱۳ | غزوہ ذات الرقاع |
| ۶۱۳ | غوث کا برے ارادہ سے بارگاہِ رسالت |
| ۶۱۳ | میں حاضر ہونا اور اس کا انجام |
| ۶۱۵ | حضرت عباد اور عمار کا پہرہ دینا اور حضرت عباد کا |
| ۶۱۵ | ادائے فرض میں جان دے دینا |
| ۶۱۶ | حضرت جابر کے اونٹ کا واقعہ |
| ۶۱۶ | حضور انور اور جابر کی گفتگو |
| ۶۱۷ | غزوہ بدر الصغریٰ |
| ۶۲۲ | اس سال میں وقوع پذیر ہونے والے دیگر اہم واقعات |
| ۶۲۳ | زید بن ثابت کو سریانی زبان سیکھنے کا فرمان |
| ۶۲۳ | اس حکم سے پہلے ان کی ذہانت کا امتحان لیا گیا |
| ۶۲۵ | حضرت ام سلمیٰ میں شرف زوجیت |
| ۶۲۸ | سیدنا علی کی والدہ ماجدہ کی وفات |
| ۶۲۸ | وہ شرعی احکام جن کا نزول اس سال ہوا |
| ۶۲۸ | صلوۃ الخوف |
| ۶۳۰ | حرمت خمر کا قطعی حکم |

۶۳۲

۶۳۳

۶۳۳

۶۳۴

۶۳۲

۶۳۳

۶۳۴

۶۳۵

ہجرت کا پانچواں سال

حضرت سلمان انصاری کی آزادی

غزوہ دومتہ الجمل

غزوہ مرہ سیح

شدید آندھی

ناتقہ کی گمشدگی

حادثہ بن ضرار کی آمد اور اس کا اسلام

واقعہ اکب



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَعَلَىٰ اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ
 وَمَا تَعْلَمُ مِنْ شَرِّ قَوْمٍ
 وَكَلِمَةٍ اَوْ اَعْمَالٍ اَوْ اَسْمَاءٍ
 اَوْ اَسْمَاءٍ اَوْ اَعْمَالٍ اَوْ اَسْمَاءٍ

اگر تم مدد نہ کرو گے رسول کریم کی تو (کیا ہوا) اُن کی مدد فرمائی ہے خود اللہ نے جب نکالا تھا اُن کو
 کفار نے آپ سے تھے دوسے جب دونوں غار (تور) میں تھے جب فرمایا ہے تھے
 اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر نازل کی اللہ نے اپنی مکیں
 اُن پر اللہ مدد فرمائی ان کی ایسے شکروں جنہیں تم نے نہ دیکھا اور کر دیا کافروں کی بات
 کو سب گھوٹا، اور اللہ کی بات ہی جو حقیقہ سربلند ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، حکمت والا ہے۔
 (سورۃ توبہ آیت ترجمہ جلال القرآن)



شیریں کی طرف ہجرت
کا اعجاز

یثرب کی طرف ہجرت کا آغاز

اولین مہاجر: ابو سلمہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یثرب کی طرف سب سے پہلے ہجرت کرنے کی جس کو سعادت نصیب ہوئی۔ وہ حضرت ابو سلمہ مخزومی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انہوں نے یہ ہجرت بیعت عقبہ کے انعقاد سے بھی ایک سال پہلے کی۔ ان کا پورا نام: ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔ (۱) انہوں نے اس سے پیشتر اپنے کنبہ سمیت حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ کئی سال کی جلاوطنی کے بعد جب مکہ واپس آئے تو قریش نے ان پر دوبارہ مشق جوڑ و ستم شروع کر دی ابو سلمہ کو پتہ چل گیا کہ یہاں سے کئی سو میل دور یثرب شہر میں مسلمانوں کی کافی تعداد آباد ہے۔ اس لئے اہل مکہ کے مظالم سے بچنے کے لئے انہوں نے یثرب جانے کا پروگرام بنالیا۔ حضرت سلمہ نے اپنی دادی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اپنے دادا ابو سلمہ کی ہجرت کا واقعہ یوں روایت کیا ہے۔

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میرے شوہر ابو سلمہ نے جب ہجرت کا ہمتہ عزم کر لیا تو وہ اپنی اونٹنی لے آئے۔ مجھے اس پر سوار کیا اور اپنے بیٹے سلمہ کو میری گود میں بٹھا دیا۔ اونٹنی کی نگیل پکڑی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ جب بنو مغیرہ بن عبداللہ نے انہیں ہجرت کرتے دیکھا تو ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ اور کہا اے ابو سلمہ! اگر تم ہماری مرضی کے خلاف اپنا وطن چھوڑ کر چلے جانے پر مصر ہو تو تمہاری مرضی ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے۔ لیکن ہماری بیٹی ام سلمہ کو لے جانے کی ہم تمہیں اجازت نہیں دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ابو سلمہ کے ہاتھ سے اونٹنی کی نگیل چھین لی اور مجھے اپنے ساتھ واپس لے چلے۔ ابو سلمہ کے خاندان کو جب اس بات کا علم

ہوا تو وہ غصہ سے برافروختہ ہو گئے۔ انہوں نے بنو مغیرہ کو آکر کہا کہ اگر تم ہمارے بھائی ابو سلمہ کے ساتھ اپنی بیٹی کو بھیجنے پر رضامند نہیں تو پھر ہم بھی تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ تم ہمارا بیٹا (شیر خوار سلمہ) اپنے ساتھ لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے میری گود سے میرا لخت جگر چھین لیا۔ اس کھینچا تانی میں میرے ننھے بیٹے کا بازو اتر گیا۔

میرے شوہر ابو سلمہ کا فراق ہی میرے لئے جانکاہ تھا۔ اب بیٹا بھی مجھ سے چھین لیا گیا اور اس کی جدائی کا زخم بھی مجھے سہا پڑا۔ میرے خاندان والے مجھے لے گئے۔ اور مجھے محبوس کر دیا اس طرح میرا سدا اکنبہ بکھر گیا اور میرا سدا سکون غارت ہو گیا۔ میں الگ، میرا بیٹا الگ اور میرا خلوند سب ایک دوسرے سے جدا کر دیئے گئے۔

میں ہر صبح ابلح کے مقام پر پہنچتی۔ جہاں میرا سدا اکنبہ بکھرا تھا وہاں بیٹھ کر دن بھر اپنے خلوند، اپنے لخت جگر کے فراق میں آنسو بہاتی رہتی اور شام کو واپس آ جلتی اس طرح تقریباً ایک سال گزر گیا۔

ایک روز میں وہاں بیٹھی رو رہی تھی۔ کہ بنی مغیرہ میں سے میرا ایک چچا زاد میرے قریب سے گزرا۔ اس نے جب میری یہ حالت زار دیکھی تو اس کا دل پہنچ گیا۔ واپس آکر اس نے اپنے قبیلہ والوں کو ملامت کی کہ تمہیں اس مسکینہ پر رحم نہیں آتا۔ تم نے اس کو اس کے خلوند کو اور اس کے بچے کو جدا کر دیا۔ میرے خاندان والوں نے مجھے کہا۔ اگر تم اپنے خلوند کے پاس جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ۔ ہماری طرف سے اجازت ہے۔ میرے خلوند کے رشتہ داروں کو اس اجازت کا پتہ چلا تو انہوں نے میرا بیٹا مجھے واپس کر دیا۔ میں نے اپنے اونٹ پر کجاوا ڈالا۔ اس پر سوار ہو گئی۔ پھر اپنے بیٹے کو اپنی گود میں بٹھالیا اور یکہ و تہامدینہ طیبہ روانہ ہو گئی۔ مکہ سے باہر جب میں تنغیم کے مقام پر پہنچی تو وہاں مجھے عثمان بن طلحہ مل گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا اے ابو امیہ کی بیٹی! کدھر کا قصد ہے۔ میں نے کہا میں اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ اس نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور آدمی بھی ہے۔ میں نے بتایا خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کے سوا اور اس ننھے بچے کے سوا میرے ساتھ اور کوئی نہیں۔ اس نے کہا۔ میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے میرے اونٹ کی ٹکیل پکڑ لی اور مجھے لے کر چل پڑا۔ بخدا! میں نے آج تک ایسا کریم النفس رفیق سفر کوئی نہیں دیکھا۔ جب وہ پڑاؤ پر پہنچا تو اونٹ کو بٹھاتا پھر دور ہٹ کر کھڑا ہو جاتا۔ جب میں اونٹ سے اتر جلتی تو وہ اونٹ کو پکڑ کر لے جاتا۔ اس سے پالان اتارتا اور اسے باندھ دیتا پھر دور کسی درخت کے سایہ میں آرام کرنے کے لئے لیٹ

جاتا۔ جب دوبارہ سفر شروع کرنے کا وقت آتا تو وہ اونٹ پر کباوہ کس کر لے آتا۔ اسے میرے قریب لا کر بٹھا دیتا۔ مجھے کتلاب سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہونے لگتی تو وہ پرے ہٹ جاتا جب سوار ہو کر بیٹھ جاتی تو وہ آکر نکیل پکڑ لیتا اور چلنے لگتا۔ سارے سفر میں اس کا یہی معمول رہا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے مدینہ پہنچا دیا۔ جب قبائلی بستی دکھائی دینے لگی۔ جہاں بنو عمرو بن عوف آباد تھے اور وہاں ہی میرے شوہر قیام پذیر تھے تو اس نے کہا کہ تمہارا خاوند اس گاؤں میں ہے وہاں چلی جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں برکتیں عطا فرمائے۔

مجھے وہاں پہنچا کر وہ مکہ واپس چلا آیا۔ آپ فرماتی ہیں۔

وَاللّٰهُ مَا أَعْلَمُ أَهْلَ بَيْتٍ فِي الْإِسْلَامِ أَصَابَهُمْ مَا أَصَابَ
أَبِي سَلَمَةَ وَمَا رَأَيْتُ صَاحِبًا قَطُّ أَكْرَمَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ

”بخدا! میں اسلام میں کسی خاندان کو نہیں جانتی جسے ابو سلمہ کے خاندان

سے زیادہ مصیبتیں جھیلنی پڑی ہوں اور نہ میں نے کوئی ایسا ساتھی دیکھا ہے

جو عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف النفس ہو۔“ (۱)

آپ غور فرمائیے! اہل ایمان کی اس استقامت اور عزیمت پر، ابو سلمہ سے اس کی بیوی چھین لی جاتی ہے، ان کے لخت جگر کو اس سے جدا کر دیا جاتا ہے لیکن ابو سلمہ، اپنی منزل محبت سے رخ نہیں پھیرتے۔ سب کو اللہ کے حوالے کر کے مدینہ کی طرف والہانہ انداز میں قدم بڑھاتے جاتے ہیں۔ معصوم بچے کو ماں اور باپ دونوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ام سلمہ کو بیک وقت دو صدمے برداشت کرنے پڑ رہے ہیں اپنے شوہر کا فراق اور اپنے نور نظر کی جدائی۔ لیکن کیا مجال کہ پائے استقامت میں ذرا سی جنبش بھی آئی ہو۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے بعد عامر بن ربیعہ مع اپنی رفیقہ حیات لیلیٰ بنت ابی حیثمہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے یہ عدی بن کعب کے حلیف تھے۔ انہیں کے پاس اقامت اختیار کی۔ پھر عبد اللہ بن جحش، اپنے وطن اور اہل وطن کو، اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں چھوڑ کر اپنی دولت ایمانی کو اپنے سینہ میں سمیٹے مدینہ طیبہ پہنچتے ہیں۔ انہوں نے تنہا ہجرت نہیں کی بلکہ اپنے ساتھ اپنا سارا خاندان لے کر روانہ ہوئے ان کی زوجہ محترمہ، ان کے بھائی عبید اللہ بن جحش بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ نابینا تھے۔ بائیس ہمہ مکہ کی اونچی نیچی گلیوں اور گھاٹیوں میں بغیر کسی قائد کے

آزادانہ گھومتے پھرتے تھے۔ یہ بڑے فصیح و بلیغ شاعر تھے ان کی بیوی ابو سفیان بن حرب کی بیٹی تھی۔ اس کا نام ”الفارغہ“ تھا۔ ان کی والدہ کا نام ”امیمہ“ تھا جو سردار بنی ہاشم حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھی۔ اتنے بڑے نانا کا دوہتا، ابو سفیان جیسے رئیس مکہ کا داماد، اور قادر الکلام شاعر، جب میخانہ توحید کے سلق کے دست مبارک سے مئے توحید کا جام پیتا ہے تو اپنے خالق کے سوا سب کو بھول جاتا ہے اپنے سداے تعلقات کو توڑ دیتا ہے اور اپنی معذوریوں کے باوجود ذوق و شوق کی پر خار وادیوں کو روندتا ہوا منزل جلتاں کی طرف مستانہ وار بڑھتا چلا جاتا ہے علامہ ابن کثیر نے اس مہاجر کارواں کے بیس مردوں اور آٹھ خواتین کے نام گنائے ہیں۔ (۱)

ان سب کے وہاں سے چلے آنے سے ان کا گھر جہاں ہر وقت گما گھی رہتی تھی اجڑ کر رہ گیا۔ ایک روز عقبہ بن ربیعہ، حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ابو جہل کا اس طرف سے گزر ہوا۔ عقبہ کی نظر اس گھر پر پڑی جو سونا پڑا تھا۔ اور اس میں بسنے والے اسے یوں دیر ان چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس نے لمبی آہ بھری۔ اور یہ شعر پڑھا۔

وَكُلُّ دَارٍ دَرَانٌ طَالَتْ سَلَامَتُهَا يَوْمَاسْتَدْرَكَهَا التَّكْبَاءُ وَالْحَوْبُ
”ہر گھر خواہ وہ طویل عرصہ تک آباد اور سلامت رہا ہو ایک نہ ایک دن اس پر بربادی آئے گی اور وہ اجاز ہو جائے گا۔“

وہ لوگ جو اپنے آباد گھروں کو سونا چھوڑ کر چلے گئے تھے انہیں ان کے اجڑنے کا ذرا دکھ نہ تھا کیونکہ انہوں نے معرفت الہی کے چراغ روشن کر کے اپنے حرم دل کو آباد کر لیا تھا۔ انہوں نے فانی دنیا کے عوض آخرت کی ابدی نعمتیں اور حقیقی مسرتیں حاصل کر لی تھیں۔ وہ اس سودے پر سرخوش تھے اور از حد مسرور۔

ابو احمد، وہ نابینا شاعر اس ہجرت کی روح پرور کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے۔

فَلَمَّا رَأَيْتُنِي أَمَّا أَحْمَدَ غَادِيًا بِذِي قَعٍّ مِّنْ أَخَشَىٰ يَغِيْبُ أَزْهَبُ

”جب میری بیوی ام احمد نے مجھے سویرے سفر پر آمادہ دیکھا، اس ذات کی رضا کے لئے جس سے میں حالت غیب میں بھی ڈرتا ہوں اور خائف رہتا ہوں۔“

تَقُولُ: فَمَا كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَيَمَحُّ بِنَا الْبُلْدَانَ وَلَثْنًا يَثْرَبُ
 ”وہ کہنے لگی: اے میرے سر تاج! اگر تم نے یہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو کسی اچھے شہر کا رخ کرنا اور یثرب جانے سے بچنا۔“
 وَقُلْتُ لَهَا بَلْ يَثْرَبُ الْيَوْمَ فَجِئْنَا وَمَا يَشَاءُ الرَّحْمَنُ فَالْعَبْدُ يَرْكَبُ
 ”میں نے اسے کہا۔ آج تو ہماری منزل مقصود یثرب ہی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے بندہ اس پر سوار ہو جاتا ہے۔“

إِلَى اللَّهِ وَجِئْنَا فَالْعَبْدُ يَرْكَبُ إِلَى اللَّهِ يَوْمًا وَجْهًا لَا يَخْتِيبُ
 ”میرا رخ، اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جو اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کر لیتا ہے وہ ٹھکانہ نہیں رہتا۔“
 فَكَمْ قَدْ تَرَكْنَا مِنْ أَهْلِيهِ وَكُلَّهِمْ وَنَا صَحَّةً تَبْكِي بِدَامِهِ وَتَسْتَدْبُ
 ”ہم نے منزل جانوں کی طرف ہجرت کرتے ہوئے اپنے کتنے مخلص دوستوں کی جدائی اختیار کی ہے اور کتنی ایسی نصیحت کرنے والیوں کو آنسو بہاتے ہوئے اور آہ و فغان کرتے ہوئے پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔“

ہجرت فدا و ق اعظم

حضرت نافع، حضرت عبداللہ بن عمر کے واسطے سے حضرت عمر بن خطاب کی زبانی آپ کی ہجرت کا واقعہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمر نے بتایا کہ میں نے اور عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن العاص نے اکٹھا ہجرت کرنے کا پروگرام بنایا اور طے یہ کیا کہ بنی غفلہ کے تالاب کے پاس ”مناصب“ کے مقام پر صبح سویرے اکٹھے ہوں گے۔ اور وہاں سے ایک ساتھ یثرب روانہ ہوں گے۔ اور یہ بھی طے کیا کہ اگر ہم تین میں سے کسی شخص کو کوئی مجبوری پیش آئے اور وہ وقت مقررہ پر وہاں نہ پہنچے تو باقی دو ساتھی مزید انتظار کئے بغیر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں۔ عیاش تو چھپ چھپا کر اس مخصوص مقام تک پہنچ گئے۔ ہشام سرے سے وہاں پہنچ نہ سکے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی کا واقعہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے یوں بیان فرمایا۔

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ”جہاں تک مجھے علم ہے حضرت عمر کے علاوہ جملہ مہاجرین نے خفیہ طور پر ہجرت کی۔ لیکن حضرت عمر نے جس روز ہجرت کا عزم کیا انہوں

نے اپنی تلوار گلے میں حائل کی۔ اپنی کمان کندھے پر رکھی تیر، اپنی مٹھی میں لے لئے چھوٹا نیزہ اپنی کمر کے ساتھ آویزاں کیا بایں کروفر طواف کعبہ کے لئے حرم شریف میں پہنچے سارے قریش یہ منظر دیکھ رہے تھے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوئی۔ آپ نے کعبہ شریف کے سات چکر لگائے اور طواف مکمل کیا مقام ابراہیم کے پاس دو نفل پڑھے قریش کے رئیسوں نے حسب دستور جگہ جگہ اپنی اپنی مجلسیں جملی ہوئی تھیں ان کی ہر مجلس میں گئے اور بلند آواز سے اعلان کیا۔

شَاهَتِ الْوُجُوهُ لَا يَرَعُهُ اللهُ إِلَّا هَذِهِ الْمَعَاطِسُ آيَ الْأَنْفُ
مَنْ أَرَادَ أَنْ تَشْكَلَهُ أُمَةٌ وَيُؤْتَمَّ وَلَدُهُ أَوْ تَرْمَلَ مَرْوَجَتُهُ
فَلْيَلْقِنِي دَرَاءَ هَذَا الْوَادِي - قَالَ عَلَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَمَا
تَبِعَهُ أَحَدٌ ثُمَّ مَضَى لَوَجْهِهِ -

”تمہارے چہروں پر پھٹکار ہو۔ اللہ تعالیٰ ان ناکوں کو خاک آلود کرے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس کو روئے اس کی اولاد یتیم ہو۔ اس کی بیوی بیوہ بنے، تو وہ اس وادی کے دوسری طرف آئے اور مجھ سے مقابلہ کرے۔ حضرت علی فرماتے ہیں حضرت عمر نے یہ اعلان کیا کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے چیلنج کو قبول کرتا۔ چنانچہ آپ یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔“

حضرت عمر فرماتے ہیں۔ مقام مقررہ پر میں اور عیاش بن ابی ربیعہ پہنچ گئے لیکن ہشام نہیں پہنچے۔ ہم نے اندازہ لگالیا کہ کفار کو ان کی ہجرت کا علم ہو گیا ہے اور انہوں نے ہشام کو روک لیا ہے۔

ہم روانہ ہو گئے۔ اور قبائیں بنی عمرو بن عوف کے ہاں جا کر قیام کیا۔ ابو جہل اور حارث کو جب پتہ چلا کہ عیاش بن ربیعہ، ہجرت کر کے یثرب چلا گیا ہے۔ تو وہ دونوں اس کے تعاقب میں یثرب پہنچے۔ عیاش، ان دونوں کے چچا کا لڑکا بھی تھا۔ اور ماں کی طرف سے ان کا بھائی بھی تھا۔ جب ابو جہل اور حارث وہاں پہنچے تو انہوں نے عیاش سے ملاقات کی اور اسے کہا جب تیری ماں کو تیری ہجرت کا علم ہوا تو اس نے نذر مانی ہے کہ جب تک تجھے دیکھے گی نہیں اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کرے گی اور نہ سائے میں بیٹھے گی۔ اپنی ماں کا حال سن کر عیاش کا دل پہنچ گیا اور وہ واپس جانے پر تیار ہو گیا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے اسے کہا اے عیاش! بخدا! یہ تیرے رشتہ دار تیرے ساتھ

دھوکا کر رہے ہیں اور تجھے اپنے دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے ہوشیار رہو۔ بخدا جس وقت تیری ماں کو جوئیں کاٹیں گی تو وہ خود بخود کٹکھس کرے گی اور جب مکہ کی کڑکتی دھوپ اس پر آگ بر سائے گی تو خود ہی سایہ میں جا کر بیٹھ جائے گی۔ عیاش نے کہا کہ میں ایک دفعہ جاؤں گا۔ تاکہ ماں کی قسم کو پورا کروں نیز میں وہاں اپنا کافی مال چھوڑ کر آیا ہوں وہ بھی لے آؤں گا۔ حضرت عمر نے اسے کہا اے عیاش! تو جانتا ہے کہ میں مکہ کے بڑے رئیسوں میں سے ایک ہوں میں اپنا نصف مال تجھے پیش کرتا ہوں تو وہ لے لے اور اپنے اوپر رحم کر اور ان لوگوں کے دام فریب میں نہ پھنس لیکن اس نے میری بات نہ مانی اور واپس جانے پر آمادہ ہو گیا۔ آخر میں میں نے اسے کہا کہ اگر تم میری کوئی بات نہیں مانتے تو ایسا کرو میری یہ اونٹنی لے جاؤ۔ یہ بڑی تیز رفتور اور فرمانبردار ہے اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤ اٹھائے سفر اگر ان مشرکین کی طرف سے تمہیں کوئی شک و شبہ گزرے تو اس کو ایڑی لگاتا۔ وہ تمہیں ان کے چنگل سے نکال لے جائے گی۔ اس نے آپ کی اونٹنی لے لی اور اس پر سوار ہو کر ابو جہل اور حارث کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔

جب کچھ سفر طے کر چکے تو ابو جہل نے کہا۔ میرے بھائی۔ میں نے اپنے اونٹ کو بڑی مشقت میں ڈالا ہے اب یہ تھک گیا ہے کیا تم اپنی ناقہ پر مجھے اپنے پیچھے نہیں بٹھالیتے تاکہ میرا اونٹ کچھ سستالے اور تازہ دم ہو جائے۔ عیاش نے کہا ہاں! پس تینوں نے اپنے اپنے اونٹوں کو بٹھایا تاکہ ابو جہل، عیاش کے پیچھے اس کی اونٹنی پر سوار ہو جائے۔ جب وہ زمین پر اتر گئے تو ان دونوں نے طے شدہ منصوبے کے مطابق اس کو پکڑ لیا اور اس کے پاؤں اور ہاتھوں کو مضبوط رسی سے جکڑ دیا اور اسی حالت میں اسے لے کر دن کے اجالے میں مکہ میں داخل ہوئے۔ جہاں سے گزرتے لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے وہ ان کو کہتے۔

يَا أَهْلَ مَكَّةَ! هَكَذَا فَا فَعَلُوا بِسُفَهَاءِكُمْ كَمَا فَعَلْنَا بِسَفِيهِنَا
هَذَا۔

”اے مکہ والو! تم بھی اپنے احمقوں کے ساتھ یہی سلوک کرو جو ہم نے اپنے اس احمق کے ساتھ کیا ہے۔“

دونوں نے باری باری حضرت عیاش کو سوسودرے لگائے اور جب وہ مکہ پہنچے تو انہیں باندھ کر چالچلتی دھوپ میں ڈال دیا گیا۔ ان کی ماں نے قسم کھائی کہ جب تک یہ دین اسلام کو ترک نہیں کرے گا اس کی رسیاں نہیں کھولی جائیں گی اور یوں ہی تڑپ تڑپ کر جان دے دے گا۔

کیا عیاش اور ہشام نے دین اسلام کو ترک کر کے پھر کفر اختیار کر لیا۔ اگرچہ بعض روایات میں اس رائے کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن اس سے قوی دلائل ایسے ہیں جو اسلام پر ان کی ثابت قدمی کی شہادت دیتے ہیں کفار مکہ انہیں مسلسل طرح طرح کی سزائیں دیتے رہے۔ اگر انہوں نے دوبارہ کفر قبول کر لیا ہوتا تو پھر ان کو سزا دینے کا کوئی جواز نہ تھا۔ نیز سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ پہنچے تو چالیس دنوں تک ہر صبح کی نماز میں ان کی نجات کے لئے دعائیں مانگتے۔ عرض کرتے

اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَعِيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَهَشَامَ
بْنَ الْعَاصِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَكَّةَ الَّذِينَ
لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا

”اے اللہ! کفار کے پنجہ استبداد سے نجات دے ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، ہشام بن العاص کو۔ نیز ان کمزور اہل ایمان کو بھی نجات دے جو مکہ میں ہیں اور جو کسی حیلہ سے ہجرت کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ انہیں کوئی راہ فرار دکھائی دیتی ہے۔“ (۱)

ان دونوں کا نام لے کر حضور ان کی نجات کے لئے دعا فرماتے رہے۔ خدا نخواستہ اگر انہوں نے اسلام سے رخ موڑ لیا ہوتا تو وہ قطعاً اس دعا کے مستحق نہ تھے۔ کفار کا انہیں مسلسل عذاب دیتے رہنا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے یہ دعائیں مانگنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انہوں نے اسلام سے اپنا رشتہ منقطع نہیں کیا تھا۔

قریش نے ان دونوں کو محبوس کر دیا اور کئی سال وہ ان کی قید میں رہے۔ ۲ ہجری میں جنگ بدر ہوئی۔ مسلمانوں نے کفار مکہ کے ستر آدمیوں کو جنگی قیدی بنالیا۔ ولید بن ولید حضرت خالد کے بھائی بھی ان جنگی قیدیوں میں تھے۔ خالد اور ہشام نے اپنے بھائی ولید کا فدیہ ادا کیا اور انہیں رہا کر کے واپس مکہ لے آئے۔ مکہ پہنچ کر ولید نے اسلام کا اعلان کر دیا۔ ان کے دونوں بھائی بہت برہم ہوئے اور ولید کو کہا کہ اگر تم مسلمان ہو گئے تھے تو پہلے اعلان کر دیا ہوتا۔ ہم زرفدیہ دینے سے توفیق جاتے۔ ولید نے کہا کہ اگر میں اس وقت اپنے ایمان لانے کا اعلان کرتا تو ممکن ہے کچھ لوگ یہ گمان کرتے کہ میں فدیہ سے بچنے کے لئے ایسا کر رہا ہوں میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ لوگ میرے بارے میں اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔ کچھ روز بعد وہ مکہ سے

ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے۔ (۱)

علامہ ابن ہشام اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ
ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ لِي بِعِيَاشِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ وَهَشَامِ بْنِ الْعَاصِ
”کون ہے جو عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن العاص کو میرے پاس
لے آئے؟“

ولید نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ خدمت میں انجام دوں گا۔ اسی وقت تعمیل ارشاد کے
لئے مکہ روانہ ہو گئے اور چھپتے چھپاتے مکہ میں داخل ہو گئے۔ راستہ میں ایک عورت ملی جو کھانا
لے جا رہی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا اللہ کی بندی! تم کدھر جا رہی ہو اس نے جواب دیا ان
دو قیدیوں کو کھانا پہنچانے جا رہی ہوں۔ آپ اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے اور اس مکان کا پتہ چلا
لیا جہاں ان کے دو دینی بھائی محبوس تھے۔ یہ ایک چل دیواری تھی جس پر چھت نہ تھی۔ جب
رات کی تاریکی پھیل گئی تو وہ آہستہ سے وہاں پہنچے اور دیوار کو پھاند کر نیچے اتر گئے۔ جہاں انہیں
ہتھکڑیاں لگا کر قید کر دیا گیا تھا۔ ولید نے ان کی ہتھکڑیوں کو ایک پتھر کے اوپر رکھا اور تلوار کا وار
کر کے ان ہتھکڑیوں کو کاٹ ڈالا۔ پھر انہیں باہر نکالا۔ اپنے اونٹ پر سوار کیا خود تکیل پکڑی اور
انہیں لے کر اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پہنچا دیا۔ راستہ میں ان کا پاؤں
پھسلا۔ ایک انگلی زخمی ہوئی اس سے خون بہنے لگا۔ فوراً انگلی کو کھا

هَلْ أَنْتِ إِلَّا ضَبْعٌ دُمِيتَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيتِ

”کیا ہے ایک انگلی ہی ہے جس سے خون بہنے لگا ہے۔ مجھے یہ تکلیف اللہ

کے راستہ میں ہوئی ہے۔“ (۲)

ان تینوں میں سے ہشام کو سفر سے پہلے ہی اہل مکہ نے اپنے قابو میں کر لیا تھا عیاش کو مکہ و
فریب سے پھر پکڑ کر مکہ میں واپس لے آئے۔ (۳)

مواہب اللدنیہ اور اس کی شرح زر قافی میں ہے کہ حضرت عمر کے ساتھ آپ کے بھائی زید
بن خطاب نے بھی ہجرت کی حضرت زید، حضرت عمر سے عمر میں بڑے تھے اور ان سے پہلے

۱۔ سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۱۶

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۸۸، ۸۷

۳۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲

مشرف باسلام ہوئے تھے نیز عہد صدیقی میں جب مکرین ختم نبوت کے خلاف خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق نے علم جہاد بلند کیا تو حضرت زید نے یمامہ کے مقام پر میلہ کذاب کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت عمر فرمایا کرتے۔

اِنْجِ سَبَقْنِي اِلَى الْحُسَيْنِ اَسْلَمَ قَبْلِي وَاسْتَشْهَدَ قَبْلِي وَ
حَزَنَ عَلَيَّ حُزْنًا شَدِيدًا

”میرا بھائی دو نیکیوں میں مجھ سے سبقت لے گیا مجھ سے پہلے اس نے اسلام قبول کیا اور مجھ سے پہلے شرف شہادت حاصل کیا آپ کو ان کی وفات پر سخت دکھ ہوا۔“

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ حضرت عمر جب قبائلیوں کو ان کے خاندان کے دوسرے افراد بھی ہجرت کر کے ان کے پاس پہنچ گئے۔ ان میں ان کے بھائی زید بن خطاب، عمرو و عبد اللہ فرزندان سراقہ بن معمر، آپ کے داماد خنیش بن حذافہ سہمی آپ کے بہنوئی سعید بن زید نیز واقد بن عبد اللہ تیمی (آپ کے حلیف) خولی ابن خولی و مالک بن ابی خولی رضی اللہ عنہم (۱)

دیگر مہاجرین اولین

ان حضرات کی ہجرت کے بعد مہاجرین کی آمد کا تانا باندھ گیا جس وقت کسی کو موقع ملا۔ وہ مکہ چھوڑ کر یثرب روانہ ہو جاتا۔ امام بخاری، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَ
كَانَا يَقْرَأُانِ النَّاسَ فَقَدِمَ بِلَالٌ وَسَعْدٌ وَعَمَّادُ بْنُ يَاسِرٍ،
ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

”سب سے پہلے ہمارے پاس مصعب بن عمیر اور عبد اللہ بن ام مکتوم تشریف لائے وہ لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے تھے پھر حضرت بلال، سعد، عمر بن خطاب کے ہمارے ہاں پہنچے پھر حضرت عمر بن الخطاب

میں صحابہ کرام کی معیت میں وہاں تشریف لے آئے۔“ (۱)
 اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی مہاجرین
 سابقین میں سے تھے جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میثرب تشریف آوری سے پہلے
 یہاں پہنچ گئے تھے۔

ہجرت صہیب

صہیب کا اصلی وطن دریائے دجلہ یا فرات کے ساحل پر واقع ایک گاؤں تھا جب رومی لشکر
 نے اس علاقہ پر چڑھائی کی تو انہیں جنگی قیدی بنالیا اس وقت یہ کسمن تھے رومیوں نے انہیں بنو
 کلب کے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا وہ انہیں لے کر مکہ آیا عبد اللہ بن جدعان نے انہیں
 اس شخص سے خرید اور آزاد کر دیا۔ آپ نے مکہ میں ہی رہائش اختیار کر لی اور جب نبی کریم علیہ
 الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو حضور کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی اور مسلمان ہو گئے
 عمار بن یاسر اور صہیب دونوں نے ایک روز اسلام قبول کیا۔ ایک دن حضرت فلروق اعظم نے
 اس سے پوچھا کہ صہیب تمہارا لڑکا تو ہے نہیں پھر تم نے اپنی کنیت کیوں رکھ لی ہے۔ آپ نے
 جواب دیا کہ میرے آقا کا کرم ہے۔ میرے آقا نے خود میری کنیت ابو یحییٰ رکھی ہے۔ ان کی
 زبان میں بہت زیادہ بحیثیت تھی عربی لہجہ میں عربی الفاظ کا صحیح تلفظ نہیں کر سکتے تھے طبیعت میں
 بلا کی ظرافت تھی۔ ان کی ظریفانہ باتوں سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت محظوظ
 ہوتے ایک روز ان کی ایک آنکھ دکھتی تھی کہتے ہیں میں اس حالت میں خدمت اقدس میں حاضر
 ہوا حضور نے کھجوریں اور روٹی میرے سامنے رکھی میں کھجوریں کھانے لگا۔ سرکار نے فرمایا
 کہ صہیب تمہاری آنکھ بھی دکھتی ہے اور پھر تم کھجوریں کھا رہے ہو۔ عرض کی میں دوسری صحیح
 آنکھ کی طرف سے انہیں کھا رہا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سن کر بہت محظوظ ہوئے
 اور تبسم فرمایا۔ (۲)

صہیب نے مکہ میں ہی کاروبار شروع کیا جو بہت چمکا۔ اور ان کا شمار مکہ کے مالدار تاجروں
 میں ہونے لگا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے چلے گئے تو دل
 بے چین ہو گیا طبیعت بے قرار رہنے لگی کسی پہلو آرام نہیں آتا تھا۔ آخر ارادہ کیا کہ وہیں جا کر

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲

۲۔ سیرت طبری، جلد ۱، صفحہ ۴۱۷، ۴۱۸

بیس جہاں سرور عالم کا مہر جمال، جہاں افروز رہتا ہے مکہ سے رخصت ہونے لگے تو اہل مکہ کو پتہ چل گیا۔ چند نوجوانوں نے آکر ان کا گھیراؤ کر لیا اور انہیں کہا۔

اَتَيْتَنَا صُعْلُوكًا حَقِيرًا فَكَثُرَ مَالُكَ عِنْدَنَا وَبَلَغَتْ الدَّيْءُ بَلَغَتْ
ثُمَّ تُرِيدُ لِتُخْرِجَ بِمَالِكَ وَنَفْسِكَ وَاللّٰهُ لَا يَكُونُ ذٰلِكَ۔

”اے صہیب! جب تم یہاں آئے تھے تو مفلس و فلاش تھے اور ایک حقیر انسان تھے یہاں رہ کر تم نے یہ بیشمار دولت کمائی ہے اور معاشرہ میں بلند مقام حاصل کیا ہے اب تم یہاں سے نکلنا چاہتے ہو اور اپنا مال و متاع بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو، بخدا! ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔“

حضرت صہیب نے جواب دیا۔

اَرَايْتُمْ اِنْ جَعَلْتُ لَكُمْ مَالِي وَتُخْلَوْنَ سَيِّئِي؟

”اگر میں اپنا سارا مال تمہارے حوالے کر دوں تو کیا پھر تم مجھے جانے دو گے۔“

انہوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا یہ لو میرا سارا مال و متاع۔ تمہیں یہ مبدک ہو۔ مجھے منزل جاناں کی طرف جانے سے نہ روکو۔

حضور سرور عالم کو جب اپنے جاں نثار صہیب کے اس بے مثال ایمان کی اطلاع ملی۔ تو اس ذرہ پرور اور دل نواز آقا نے یہ فرما کر اپنے غلام کو داد دی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

رَبِّحْ صُهَيْبُ، رَبِّحْ صُهَيْبُ

”بڑا نفع کمایا صہیب نے بڑا نفع کمایا صہیب نے۔“ (۱)

حضرات حمزہ، زید بن حارثہ، ابو مرثد اور ان کا بیٹا مرثد، قبائیں کلثوم بن ہدم کے مہمان بنے جو عمرو بن عوف کا بھائی تھا۔ (۲)

حضرت زبیر بن عوام، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قبائیں عصبہ کے مقام پر منذر بن محمد بن عقبہ کے ہاں آکر ٹھہرے حضرت طلحہ اور صہیب ہجرت کر کے مدینہ کی ایک اضلانی بستی اسخ میں خبیب بن اساف کے ہاں آکر اترے۔ خبیب، بلحارث بن خزرج کے بھائی تھے۔ (۳)

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۸۹

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۰

۳۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۰

حضرت عثمان بن عفان نے حضرت حسان بن ثابت شاعرِ مدینہ گاہِ نبوت کے بھائی اوس بن ثابت کے ہاں رہائش اختیار کی۔

وہ مہاجرین جو تنہا تھے یعنی اہل و عیال کے بغیر ہجرت کر کے آئے تھے وہ سب سعد بن خنیسہ کے پاس آ کر فروکش ہوتے کیونکہ وہ خود بھی اہل و عیال کے جنجال سے آزاد تھے۔ (۱)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ہجرت کے عوامل و محرکات

کئی سال تک رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیوں میں مکہ تک محدود رہیں۔ یہاں کے اصلی باشندے یا باہر سے یہاں آنے والے لوگ ہی حضور کے مخاطب تھے لیکن وہ دین، جو صرف اہل مکہ یا جزیرہ عرب کے مکینوں کی تقدیر بدلنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ جس نے سارے عالمِ انسانیت کو عقیدے اور عمل کی گمراہیوں سے نکل کر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کرنا تھا۔ زندگی کے فکری، نظری اور عملی گوشوں کو نور حق سے منور کرنا تھا۔ وہ کیونکر ایک تنگ گوشہ میں محدود رکھا جاسکتا تھا۔ اس کی فطرت اپنے ظہور کے لئے وسیع آفاق کی متلاشی تھی۔ اسے اپنی گونا گوں برکات کے اظہار کے لئے بہت کشادہ میدانوں کی ضرورت تھی۔

مکہ کے رئیسوں نے اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر نہ پہچانی۔ بجائے اس کے کہ وہ اس ہادی برحق کے قدموں میں اپنے دیدہ و دل فرس راہ کرتے اور اس دعوت کو قبول کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ عقل کے ان اندھوں نے بڑی بے دردی سے اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور اس داعیِ صادق کی راہ میں چٹان بن کر کھڑے ہو گئے۔ وہ سلیم الفطرت افراد جنہوں نے اس کلمہ توحید کو قبول کیا۔ اہل مکہ نے ان پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی۔ ان کی ستم کشیوں نے جادۂ حق کے ان خوش بخت مسافروں پر جینا حرام کر دیا۔ ان کے ترکش جہاں میں ظلم و ستم کے جتنے تیر تھے۔ انہوں نے ان بندگانِ خدا پر خوب دل کھول کر آزمائے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات بلوچہ اپنے ذاتی کمالات اور بلوچہ اپنی خاندانی وجاہت و سیادت کے ان کی دست درازیوں سے مستثنیٰ نہ تھی۔ ان کا اندھا تعصب تبلیغِ اسلام کی راہ میں ایک سنگین چٹان بن کر حائل ہو گیا۔ حبیبِ عالمین صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم نے اللہ کے ان پاکباز بندوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ جس کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ ان مظلوموں کو ایک ایسا گوشہ عافیت مل گیا جہاں وہ آزادی سے اپنے خالق و مالک کی عبادت کا شوق پورا کر سکتے تھے اور عزت کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔ نیز انہیں یہ موقع مل گیا کہ جزیرہ عرب سے باہر حبشہ کے ملک میں اپنے دین کی تبلیغ کر سکیں اور بھکی ہوئی مخلوق کو راہ راست دکھا سکیں نیز اپنے اخلاق حسنہ، طرز عمل، بلند نظریات اور پاکیزہ کردار سے اسلام کی حقانیت پر گواہی دے سکیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جب نجاشی کے دربار میں اس بابرکت انقلاب کے خدو خال وضاحت سے بیان کئے جس سے نبی اکرم کی غلامی نے انہیں مالا مال کر دیا تھا۔ تو ان کی تقریر کی اثر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ دربار میں حاضر رئیسوں اور پادریوں کے علاوہ خود بادشاہ کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں۔ نہ صرف نجاشی اور اس کے متعدد درباری حلقہ بگوش اسلام ہو گئے بلکہ اہل مکہ کا جو وفد مسلمان مہاجرین کو حبشہ سے نکال باہر کرنے کا مشن لے کر وہاں گیا تھا۔ اس کا سربراہ عمرو بن عاص بھی حضرت جعفر کے دلادیز حسن بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ گیا تھا مسلمان درویشوں کو شکار کرنے کے لئے۔ لیکن مرد حق کی زبان کی کمان سے کلمہ حق کا ایک تیر اس کو بھی گھائل کر گیا۔

علامہ ابن عبد البر ”الاستیعاب“ میں لکھتے ہیں۔

إِنَّهُ لَمْ يَأْتِ مِنْ آدَمِ الْحَبَشَةِ إِلَّا مُعْتَقِدًا إِلَّا سَلَامًا

”یعنی عمرو بن عاص، جب حبشہ کی سرزمین سے واپس آئے۔ تو ان کا دل

اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر چکا تھا۔“

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز نجاشی نے عمرو بن العاص کو اپنے پاس بلایا اور انہیں کہا۔

يَا عَمْرُو، كَيْفَ يَعْزُبُ عَنْكَ أَمْرَاؤُنِ عِمَّكَ؟ قَوْلَ اللَّهِ إِنَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ حَقٌّ۔

”اے عمرو! تجھ سے اپنے چچا زاد کی حقیقت کیسے مخفی رہی بخدا وہ اللہ کے

سچے رسول ہیں۔“

عمرو نے ازراہ حیرت نجاشی سے پوچھا۔

أَنْتَ تَقُولُ ذَلِكَ

”اے نجاشی! تم بھی ان کی نبوت کو تسلیم کرتے ہو۔“

قَالَ النَّجَاشِيُّ إِيَّيْ وَاللَّهُ! فَأَطْعَمَنِي

”نجاشی نے کہا ہاں بخدا! میں ان کو اللہ کا رسول مانتا ہوں تم بھی اس بات میں میری پیروی کرو۔“

علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

فَخَزَجَ مِنْ عِنْدِهِ مُهَاجِرًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَسْلَمَ قَبْلَ خَيْبَرَ وَالصَّحَابَةُ إِذْ قَدِمَ مُسْلِمًا عَلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَفَرٍ سَنَةِ ثَمَانٍ قَبْلَ الْفَتْحِ
بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ وَهُوَ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ
وَكَانَ هَمًّا بِالْأَقْبَالِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي حِينَ انْصِرَافِهِ مِنَ الْحَبَشَةِ ثُمَّ لَعَنُوا عَزْمًا إِلَى الْوَقْتِ
الَّذِي ذَكَرْنَا. وَاللَّهُ أَعْلَمُ

”پس عمرو بن عاص، نجاشی کے پاس سے نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہونے کی نیت سے روانہ ہوئے فتح خیبر سے چھ مہینہ پہلے آکر مسلمان ہوئے لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ وہ ۸ ہجری ماہ صفر میں فتح مکہ سے پہلے چھ ماہ، حضرت خالد، حضرت عثمان بن طلحہ کے ہمراہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ جب وہ حبشہ سے روانہ ہوئے تھے تو ان کا ارادہ فوراً بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کا تھا۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ اور اس وقت حاضر ہوئے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم (۱) حافظ ابن حجر الاصابہ، میں زبیر بن بکر مشہور ماہر علم انساب سے نقل کرتے ہیں۔
إِنَّ إِسْلَامَهُ - عَمْرُو بْنُ عَاصٍ كَانَ عَلَى يَدِ النَّجَاشِيِّ وَهُوَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ -

”کہ عمرو بن عاص نے نجاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا جب کہ وہ حبشہ میں تھے۔“

مہاجرین حبشہ کی ہجرت کی جو گونا گوں برکات ظاہر ہوئیں ان کا خلاصہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اور اگر ان کی ہجرت کی صرف یہی ایک برکت ہوتی کہ عمرو بن العاص جیسی نابغہ روزگار

شخصیت نے اسلام قبول کر لیا تو یہ بھی کچھ کم نہ تھی۔

جب اللہ تعالیٰ نے مکہ سے اڑھائی تین سو میل دور یثرب نامی ایک بستی کے مکینوں کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ اور ستر سے زائد اہل وفائے ایام تشریق میں منیٰ کی ایک گھاٹی کے دامن میں نصف شب کے بعد اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی اور ہر دشمن سے اپنے آقا کا دفاع کرنے کے لئے جان و مال کی بازی لگا دینے کا عہد کیا تو مکہ کے ستم رسیدہ مسلمانوں کو ایک نئی پناہ گاہ مل گئی۔ جہاں وہ عزت و آرام سے اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق زندگی بسر کر سکتے تھے۔ اہل مکہ کو جب یثرب والوں کے مسلمان ہونے کا علم ہوا تو یہ خبر ان پر بجلی بن کر گری اور مسلمانوں پر انہوں نے جبر و تشدد کی مہم از سر نو بڑی تیزی سے شروع کر دی۔ تو حضور سے صحابہ نے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے چند روز سکوت اختیار فرمایا۔ ایک روز حضور مسکراتے ہوئے صحابہ کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارا مقام ہجرت یثرب ہے جو شخص ہجرت کا ارادہ رکھتا ہو۔ وہ یثرب چلا جائے۔

یوں مدینہ کی طرف صحابہ کی ہجرت کا آغاز ہوا۔ جس کی تفصیلات آپ پہلے ملاحظہ کر چکے ہیں۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی وجوہات اور حکمتیں حضرت علامہ اقبال، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے اسباب و علل بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

عقدہ قومیت مسلم کشود
از وطن آقائے ما ہجرت نمود
ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وطن سے ہجرت فرما کر
مسلمان قومیت کے عقدہ کی گرہ کھول دی۔

حکمتش یک ملت گیتی نورد
بر اساس کلمہ تعمیر کرد
حضور کی حکمت نے کلمہ توحید کی بنیاد پر ایک ایسی ملت تعمیر فرمائی جو عالمگیر تھی۔

تاز بخشش ہائے آن سلطان دیں
 مسجد ما شد ہمہ روئے زمین
 یہاں تک کہ دین کے اس بادشاہ کی جو دو سقا کے طفیل ساری روئے زمین
 ہماری مسجد بنادی گئی۔

آنکہ در قرآن خدا او را ستود
 آنکہ حفظ جان او موعود بود
 وہ ذات اقدس جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائی ہے اور
 اس کی جان کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔

دشمنان بے دست و پا از ہستیش
 لرزہ برتن از شکوہ فطرتش
 اس کی ہیبت سے دشمن ہر وقت بے دست و پا رہتے تھے۔ اور جس کی
 فطرت کے دبدبہ سے ان پر لرزہ طاری رہتا تھا۔
 پس چرا از مسکن آبا گریخت؟
 تو گمان داری کہ از اعداء گریخت
 بایں ہمہ حضور نے اپنے آبائی وطن سے کیوں رخت سرباندا۔ تیرا یہ
 گمان ہے کہ حضور دشمنوں کے خوف سے ڈر کر بھاگ گئے۔

قصہ گویاں حق زما پوشیدہ اند
 معنی ہجرت غلط فہمیدہ اند
 ہجرت کا واقعہ بیان کرنے والوں نے حق کو ہم سے چھپالیا ہے اور ہجرت کا
 غلط معنی سمجھا ہے۔ (۱)

اس لئے یہ گمان کرنا سراسر غلط ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے
 دشمنوں کے خوف اور ڈر سے مکے کو چھوڑا اور وہاں سے بہت دور یثرب کی ایک بستی میں
 اقامت گزیر ہو گئے۔ جس کا اللہ محافظ ہو۔ جس کا اللہ مددگار ہو۔ اس کو کسی دشمن کا کیا
 خوف ہو سکتا ہے اور بڑے سے بڑا دشمن اسے کیا گزند پہنچا سکتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیرہ سالہ مکی زندگی کا ہر دن حضور کی بہادری اور شجاعت پر شاہد عادل ہے۔ اس عرصہ میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں حضور نے ہزاروں زہرہ گداز مشکلات کا سامنا کیا۔ لیکن ہر موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی شجاعت و استقامت کا مظاہرہ کیا کہ دشمن بھی انگشت بدنداں رہ جاتے۔ ان کے بغض و عناد کے اسلحہ خانہ میں کون سا ایسا مملک ہتھیار تھا جو انہوں نے ہادی برحق کے خلاف نہ آزمایا ہو۔ مکہ کی سنگلاخ وادیاں ہوں یا طائف کے کوچہ و بازار، شعب ابی طالب میں محصوری کے تین سال ہوں یا حرم کعبہ کا کوئی گوشہ۔ راہ حق کے اس مسافر کا قدم کبھی نہیں پھسلا منزل توحید کا یہ راہی مشکل ترین حالات میں بھی اپنی منزل سے کبھی بدظن نہیں ہوا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی وجہ یہ تھی کہ مکہ کے ماحول میں جہاں کفر و شرک کے تنگ دل اور سنگدل پرستاروں کو بلادستی حاصل تھی وہاں دعوت توحید کا شجر بار آور نہیں ہو سکتا تھا۔ خاندانی برتری کا بھوت جہاں سروں پر سوار تھا وہاں اسلامی مساوات کا نظریہ کیونکر نشوونما پاسکتا تھا۔ جہاں دولت اور طاقت کی نخوت کے باعث عظمت انسانی کی ساری قدریں پامال ہوتی رہتی تھیں وہاں اسلامی عدل و احسان کے اصولوں کو کیونکر پذیرائی حاصل ہو سکتی تھی۔ جہاں سرمایہ دارانہ نظام کی چیرہ دستیوں نے سارے معاشرہ کو غریب و امیر دو طبقوں میں تقسیم کر دیا ہو۔ وہاں اسلام کے کریمانہ اور فیاضانہ نظام معیشت پر عمل کیونکر ممکن تھا۔ جہاں ہر شخص اپنے قبیلہ کی قوت و طاقت کے بل بوتے پر ہر ظلم روار کھتا ہو۔ وہاں اسلامی انصاف کے نازک نظام کو کیونکر عملی جامہ پہنایا جاسکتا تھا۔ جہاں غریبوں اور زیر دستوں کو ستلا اور لوٹا، سیادت کی نشانی ہو، جہاں مے خواری اور قمار بازی، دولت و ثروت کی علامت ہو، جہاں فسق و فجور کا ارتکاب متمول خاندانوں کے نوجوانوں کا محبوب ترین مشغلہ ہو، جہاں فحشہ گر عورتوں کے گھروں پر جھنڈے جھولتے ہوں وہاں اسلام کے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور انسانیت پرور نظام حیات کا نفاذ کیونکر ممکن تھا۔

اس لئے ضروری تھا کہ رہبر نوع انسانی ایک ایسے مقام کو اپنی رہائش کے لئے اختیار کرے جہاں کی آزاد فضا میں اسلام اپنے تمام عقائد، قوانین، اخلاقی ضوابط اور سیاسی عادلانہ اصولوں کو بآسانی نافذ کر سکے۔

نبی رحمت کی ہجرت کے فوری محرکات

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو اجازت عطا فرمائی کہ وہ ہجرت کر کے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہ مخلص بندے وطن، اہل وطن، اپنے مکانات، اپنی حویلیاں، اپنی عمر بھر کھائی ہوئی دولت کے انباروں کو نظر انداز کر کے سوئے یثرب ہجرت کر کے جانے لگے یہاں تک کہ ان نفوس قدسیہ سے مکہ خالی ہو گیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ صرف حضرت ابو بکر اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما باقی رہ گئے یہ دونوں حضور کی خاص ہدایت کے مطابق رک گئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر ہجرت کرنے کی اجازت طلب کرتے تو حضور فرما دیتے۔

لَا تَجْعَلْ لَعَلَّ اللّٰهُ يَجْعَلْ لَكَ صَاحِبًا

”اے ابو بکر! جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی رفیق سفر

بنادے۔“

یہ ارشاد سن کر آپ کے دل میں یہ امید پیدا ہوئی کہ شاید وہ رفیق سفر سرکارِ دو عالم خود ہوں۔ یا وہ غریب و بے نوا مسلمان جو کفہ کے چنگل میں پھنسے ہوئے تھے۔ اس لئے ہجرت سے محذور تھے۔

مسلمانوں کی اس اجتماعی ہجرت سے کفار مکہ کو طرح طرح کے شدید خطرات کا احساس ہونے لگا۔ انہیں یہ خیال بھی ستانے لگا کہ کہیں نبی کریم بھی یہاں سے ترک وطن کر کے اپنے ساتھیوں کے پاس نہ پہنچ جائیں اگر ایسا ہوا تو عین ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد وہ مکہ پر دھاوا بول دیں اور ان کا کچھ مر نکال دیں اس سے پیشتر کہ حالات ان کے قابو سے باہر ہو جائیں انہیں کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہئے۔ باہمی مشاورت کے لئے انہوں نے تمام قبیلوں کے سربراہ اور وہ اور زیرک لوگوں کو دارالندوہ میں جمع ہونے کی دعوت دی اس مجلس مشاورت میں شریک ہونے والوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ کسی قریبی قبیلہ کے فرد ہوں اور ان کی عمریں چالیس سال سے تجاوز ہوں۔ ان قیود سے صرف ابو جہل کو مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔ کیونکہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی عدالت سب سے بڑھی ہوئی تھی اور وہ اپنے قبیلہ میں عقلمند شمار ہوتا تھا۔ اس لئے وہ ابوالحکم کی کنیت سے معروف تھا۔ وہ اگرچہ اس وقت کمسن تھا۔ ابھی اس کی ڈاڑھی بھی پوری طرح نہیں اتری تھی۔ لیکن اسے اس مجلس میں شرکت کی اجازت دے دی گئی۔

علامہ ابن ہشام نے اس مجلس شوریٰ میں شریک ہونے والوں کے اسماء اور ان کے قبائل کے نام تفصیل سے تحریر کئے ہیں۔

| | |
|------------------------|---|
| نام قبیلہ | شرکت کرنے والوں کے نام |
| بنی عبد شمس = | عتبہ بن ربیعہ - شیبہ بن ربیعہ، ابو سفیان بن حرب |
| بنو نوفل بن عبد مناف = | طعیمہ بن عدی - جبیر بن مطعم - حارث بن عامر بن نوفل |
| بنی عبد الدار بن قصی = | نضر بن حذافہ بن کلدہ |
| بنی اسد بن عبد العزی = | ابو بختری بن ہشام - زمعہ بن اسود بن مطلب اور حکیم بن حزام |
| بنی مخزوم = | ابو جہل بن ہشام |
| بنی سہم = | نبیہ و منبہ پسران حبلج |
| بنی جمح = | امیہ بن خلف |

ان کے علاوہ بھی چند آدمی تھے۔ (۱)

مکہ کے گرگان بارہاں دیدہ اور زیرک لوگوں کی ایک کثیر تعداد اس مجلس میں شریک ہوئی تھی۔ اس لئے یہ دن ”یوم الزحمہ“ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

جب یہ لوگ دار الندوہ میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے دروازہ پر ایک اجنبی کو دیکھا جس نے ریشمی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ شکل و صورت وضع قطع اور لباس سے کسی قبیلہ کا رئیس معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا ”من الشیخ“۔ اے بزرگ آپ کس قبیلہ کے سردار ہیں۔ حقیقت میں وہ اطمیس تھا جو انسانی شکل میں وہاں آ موجود ہوا تھا۔ اس نے جواب دیا۔

شَيْخٌ مِّنْ أَهْلِ نَجْدٍ - سَمِعَ بِالَّذِي اِنْعَدْتُ لَهُ فُحْصَةً مَّعَكُمْ
لِيَسْمَعَ مَا تَقُولُونَ وَعَسَى اَنْ لَا يُعِدَّ مَعَكُمْ هَذِهِ رَأْيًا وَنُصْحًا
”میں اہل نجد کا سردار ہوں۔ میں نے اس امر کے بارے میں سنا جس کو
طے کرنے کے لئے تم یہاں اکٹھے ہوئے ہو۔ میں بھی حاضر ہو گیا تاکہ
تمہاری گفتگو سنوں اور مجھے امید ہے کہ میں تمہیں کوئی بہتر مشورہ اور
رائے دے سکوں گا۔“ (۲)

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۳ و سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۷۷

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۳ و سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۷۷

انہوں نے کہا۔ آئیے۔ تشریف لے آئیے۔ چنانچہ وہ ان کے ہمراہ ان کے پارلیمنٹ ہاؤس میں داخل ہو گیا جب سب معززین مکہ جمع ہو گئے تو اصل موضوع پر گفتگو شروع ہوئی وہ کہنے لگے۔

اس شخص (حضور) کے حالات تمہارے سامنے ہیں۔ ان کے سارے ساتھی یثرب میں اکٹھے ہو گئے ہیں عین ممکن ہے کہ یہ خود بھی کسی روز یہاں سے چلے جائیں اور اپنے ساتھیوں سے جا ملیں۔ اگر یہ ہمارے قبضہ سے نکل گئے تو کوئی بعید نہیں کہ وہ اپنی قوت مجتمع کر کے ہم پر حملہ کر دیں اس وقت ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں آج ہی اس خطرہ کے سدباب کے لئے کوئی تدبیر کرنی چاہئے۔ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور مشورے ہونے لگے۔ ابو لہٰث بن ہشام گویا ہوا۔ میری رائے یہ ہے کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر ایک مکان میں بند کر دیا جائے۔ اس کا دروازہ مقفل کر دیا جائے پھر صبر سے اس دن کا انتظار کیا جائے جس روز زمانہ ماضی کے شعراء زہیر، نابغہ وغیرہ کی طرح ان کی زندگی کی شمع بھی گل ہو جائے۔

یہ سن کر وہ نجدی رئیس بولا لَا وَاللّٰہِ مَا هَذَا الْکُفْرُ بِرَأْسِیْ یہ رائے بالکل لغو اور بے معنی ہے اگر تم اسے کسی مکان میں قید کر کے دروازہ مقفل کر دو گے تو اس کے عقیدت مندوں کو اس کے قید ہونے کی اطلاع پہنچ جائے گی وہ اپنی جان کی بازی لگا دیں گے۔ تم پر حملہ کر کے وہ انہیں نکال کر لے جائیں گے اور تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔ اس لئے یہ رائے قطعاً قابل غور نہیں۔

مزید غور و خوض ہونے لگا۔ ابوالاسود ربیعہ بن عمرو الحامری، کہنے لگا۔

میری رائے یہ ہے کہ ہم انہیں شہر بدر کر دیں اور اپنے علاقہ سے انہیں باہر نکال دیں پھر وہ جہاں چاہے جائیں۔ ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ اور ہم امن و سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے۔

اس سے پیشتر کہ کوئی اور آدمی اس رائے کے بدلے میں اپنا رد عمل ظاہر کرتا۔ شیخ نجدی سے چپ نہ رہا جاسکا۔ وہ فوراً بول اٹھا۔ کہ پہلی رائے کی طرح یہ رائے بھی لایعنی ہے۔ تم لوگ ان کی شیریں کلامی اور دلنشین انداز تکلم سے باخبر ہو۔ اگر تم انہیں یہاں سے نکال دو گے تو وہ کسی دوسرے قبیلہ کے پاس جا کر رہائش پذیر ہو جائیں گے۔ اور اپنی دل موہ لینے والی گفتگو سے ان لوگوں کو اپنا شیدائی اور گردیدہ بنالیں گے۔ پھر ان کا لشکر جرار لے کر تم پر حملہ آور ہوں گے کیا اس وقت تم ان کا راستہ روک سکو گے۔ ہرگز نہیں کوئی اور تجویز سوچو جو اس فتنہ کا

قلع قمع کر دے۔ تمہارا مذہب، تمہارے شہر کا تقدس اور تمہارے علاقہ کا امن ان کی یلغار سے محفوظ ہو جائے۔ سب لوگوں نے ابلیس کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے ربیعہ کی اس رائے کو مسترد کر دیا۔ کچھ دیر پھر بحث جاری رہی آخر میں ابو جہل اٹھا، اور کہنے لگا میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے اس پر غور کرو۔ ساری محفل پر سناٹا چھا گیا۔ سب حاضرین اس کی تجویز سننے کے لئے سراپا گوش بن گئے۔ ابو جہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ۔

أَنْ تَأْخُذَ مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ شَابًا فَتَيَّ جَلِيدًا نَسِيبًا وَسَيْطًا
فِيْنَا. ثُمَّ نَعْطِي كُلَّ قَبِيلَةٍ مِنْهُمْ سَيْفًا صَارِمًا ثُمَّ نَجِدُ وَالِدَهُ
فَيَضْرِبُوهُ بِهَا ضَرْبَةً رَجُلٍ وَاحِدٍ. فَيَقْتُلُوهُ فَتَسْتَرِيحُ مِنْهُ

”ہم ہر قبیلہ سے ایک جوان چنیں جو بہادر ہو، عالی نسب ہو، اپنے قبیلہ کا سردار ہو، پھر ان میں سے ہر ایک کو ایک تیز تلوار دیں، پھر وہ سب مل کر یکبارگی شخص واحد کی طرح ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیں اور اس طرح اس مصیبت سے ہمیں راحت مل جائے گی۔“

اس کی حکمت اس نے یہ بیان کی کہ جب ہر قبیلہ قریش کا ایک نامی گرامی جوان ان کے قتل میں شریک ہو گا تو ان کا خون تمام قبائل میں منتشر ہو جائے گا۔ بنو ہاشم سارے قبیلوں سے تو بیک وقت قصاص نہیں لے سکیں گے۔ آخر کار وہ دیت لینے پر رضامند ہو جائیں گے۔ اور ہم سب مل کر بڑی آسانی سے ان کی دیت ادا کر دیں گے۔ یہ سن کر شیخ نجدی کا چہرہ خوشی سے تہمتا اٹھا اور کہنے لگا۔

الْقَوْلُ مَا قَالَ الرَّجُلُ هَذَا الرَّأْيُ لَا رَأْيَ غَيْرُهُ۔

”یعنی تجویز وہ ہے جو اس شخص نے کہی اس کے علاوہ اور کسی رائے کی ضرورت نہیں۔“ (۱)

سب حاضرین نے اس کی تائید کی اور سب اس تجویز پر متفق ہو گئے یوں یہ طے کر کے یہ مجلس درخواست ہو گئی۔ ادھر لات و ہبل کے پرستار محبوب خدا کو قتل کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ ادھر رب محمد (فداہ روجی و قلبی) اپنے محبوب کا بل بھی بیکانہ ہونے کا ارادہ فرما رہا تھا۔ کائنات کے خالق اور شئون کائنات کے مدبر نے اپنا فیصلہ صادر فرما دیا اور بذریعہ

جبرئیل امین اس کی اطلاع اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچادی۔
علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اسی روز یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وَإِذْ يَنْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ
وَيَنْكُرُونَ دِينَكَ وَاللَّهُ خَيْرٌ الْمُنْكَرِينَ۔

”اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ
جنہوں نے کفر کیا تھا تاکہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو
جلا وطن کر دیں وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما
رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔“

(سورۃ الانفال: ۳۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آج رات یہاں سے ہجرت کرنے
کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت جبرئیل نے یہ عرض بھی کی کہ آج رات حضور اپنے بستر پر
آرام نہ فرمائیں۔

اہل مکہ اگرچہ حضور انور کے خون کے پیاسے تھے اپنے باطنی بغض و عناد سے مجبور ہو کر
انہوں نے یہ حتمی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس شمع کو بجھا کے دم لیں گے۔ جس کی روپہلی کرنیں ان
تیرگیوں سے برسرِ پیکر تھیں جن کے وہ صدیوں سے خوگر تھے۔ اس کے باوجود اپنے قیمتی
زیورات اور جواہرات وغیرہ کی حفاظت کے لئے اگر کوئی امین ان کی نگاہوں میں چٹا تھا تو وہ بھی
یہی ذات کریم تھی جو ان کی ہدایت کے لئے اور عذاب الہی سے ان کو بچانے کے لئے رات
رات بھر جاگ کر اور آنسوؤں کے دریا بہا بہا کر ان کی ہدایت اور مغفرت کے لئے دعائیں
مانگتی رہتی تھی۔ ادھر مکہ کو آج رات چھوڑ کر چلے جانے کی اجازت مل گئی ہے۔ ادھر ان خون
کے پیاسوں کی امانتوں کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں۔ ان امانتوں سے بھی عمدہ برآ ہونا ضروری
ہے۔ ہجرت کر کے جانا بھی ہے۔ اس سربستہ راز کو افشا ہونے سے بچانا بھی ہے۔ اور امانتوں کو
ان کے مالکوں تک پہنچانا بھی ہے۔ اس گراں بار ذمہ داری کو کس طرح نبھایا جائے۔ ہر ایک
کی امانت صحیح و سلامت اس کو واپس مل جائے تاکہ یہ دامن پہلے کی طرح دشمنوں کی نگاہوں میں
بھی پاکیزہ اور اجلار ہے۔ اس انتہائی مجبوری اور معذوری کے باوجود بھی اس دامن پر معمولی
سادہ بھی نہ لگنے پائے۔ ورنہ مطلع ہدایت کے اس نیر اعظم کی روشنی کے بدلے میں ناروا شکوک
پیدا ہو جائیں گے۔ اگر یہ منہج رشد و ہدایت گدلا ہو جائے تو اللہ کی بھکی ہوئی مخلوق ہدایت کی

روشنی تلاش کرنے پھر کہاں جائے گی۔ اس لئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ایک شدید خطرہ کا سامنا کرنے کا عزم کر لیا۔ اپنے محترم چچا کے تحت جگر، نور نظر اپنے پیارے بھائی اپنے راز دان اور مستقبل میں اسلام کے بازوئے خیر شکن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور فرمایا۔

اے علی! آج مجھے مکہ چھوڑ کر چلے جانے کا حکم ملا ہے آج میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر تمہیں سونا ہو گا ذرا اندیشہ نہ کرنا تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔

لَا تَشْحَرْ بِؤَدَىٰ هَذَا الْحَضَرِ هِيَ الْأَخْضَرُ فَتَهْ فِيهِ فَإِنَّهُ لَنْ يَخْلَصَ إِلَيْكَ شَيْءٌ تَكُونُهُ مِنْهُمْ۔

”میری یہ سبز حضری چادر اوڑھ لو اور آرام سے سو جاؤ تمہارے قریب

کوئی ایسی چیز نہیں آ سکے گی جو تمہیں ناپسند ہو۔“ (۱)

سیدنا علی مرتضیٰ نے کسی ادنیٰ تردد کے بغیر تعمیل ارشاد کے لئے سر تسلیم خم کر دیا اس واقعہ کے بارے میں سیدنا علی ارشاد فرماتے ہیں۔

وَقَبِلْتُ بِنَفْسِي خَيْرَ مَنْ وَطِئَ لَثْمِي وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعَرَبِيِّ وَيَا مَجْرٍ

”میں نے اپنے نفس کی قربانی دے کر اس ہستی کی حفاظت کی جو ان تمام

لوگوں سے افضل ہے جنہوں نے زمین کو پاؤں سے روند اور جنہوں نے

اللہ کے پرانے گھر اور حطیم کا طواف کیا۔“

رَسُولُ اللَّهِ خَافَ أَنْ يَتَكَبَّرُوا بِهِ فَقَبَّحَا ذُو الطَّوْلِ إِلَّا لَهُ مِنَ التَّكْبَرِ

”وہ اللہ کا رسول ہے جس کے خلاف انہوں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے جو

بڑی قدرت والا ہے اپنے رسول کو ان کے مکر سے نجات دی۔“

اس سارے پروگرام کا مقصد یہ تھا کہ جب رات کو اللہ تعالیٰ کا محبوب اپنے کریم و قدیر

رب کی حفاظت میں اپنے یار و قاصد صدیق اکبر کی معیت میں مکہ سے ہجرت کر جائے تو سیدنا

علی مرتضیٰ وہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچا دیں تاکہ قیامت تک آنے والے اپنوں اور بیگانوں

پر واضح ہو جائے کہ سیدنا محمد، الصادق الامین کے لقب سے اسی لئے ملقب ہوا کہ وہ نازک ترین

لمحات میں بھی اپنی شان امانت کا حق یوں ادا کرتا ہے۔

سفر ہجرت اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اولین سیرت نگار امام ابن اسحاق لکھتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر مکہ کے متمول تاجر تھے انہوں نے بارگاہ رسالت میں ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا تَعْجَلْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَجْعَلَ لَكَ صَاحِبًا۔

”اے ابو بکر! اس معاملہ میں جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی رفیق سفر بنادے۔“

حضور کے اس ارشاد سے آپ کے دل میں یہ امید پیدا ہو گئی کہ شاید اس سفر میں سرکار کی معیت نصیب ہو جائے۔ آپ نے دو اونٹنیاں فوراً خریدیں ان کو چرنے کے لئے دوسری اونٹنیوں کے ساتھ جنگل میں نہ بھیجتے بلکہ انہیں گھر باندھ لیا وہیں ان کے چارے وغیرہ کا بندوبست فرماتے۔ کیا معلوم کس وقت ہجرت کرنے کا حکم ملے۔ اس وقت یہ اونٹنیاں پاس ہوں تاکہ فوراً تعمیل ارشاد ہو اونٹنیوں کو باہر سے منگوانے میں بھی تاخیر نہ ہو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور پر نور کا یہ معمول تھا کہ دن میں ایک بار ہمارے گھر ضرور تشریف لاتے کبھی صبح سویرے اور کبھی شام کے وقت۔ جس روز حضور کو ہجرت کا اذن ملا۔ اس روز خلاف معمول دوپہر کے وقت تشریف لے آئے حضرت ابو بکر نے دوپہر کے وقت حضور کو آتے دیکھا تو کہنے لگے آج کوئی خاص بات ہے۔ حضور اس وقت تشریف لا رہے ہیں۔ حضور نے ہمارے گھر میں قدم رنجہ فرمایا صدیق اکبر اپنی چادر پائی سے پیچھے ہٹ گئے۔ رحمت عالم اس پر استراحت فرما ہوئے۔ حضور نے فرمایا سب کو باہر نکل دو۔ ایک راز کی بات کرنا ہے۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ یہاں صرف آپ کی دونوں غلام زادیاں عائشہ اور اسماء ہیں اور کوئی نہیں۔ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں کیا معاملہ ہے۔ حضور نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آج مجھے یہاں سے نکلنے اور ہجرت کرنے کا اذن دے دیا ہے۔ حضرت صدیق نے بھدا دے گزارش کی۔ ”الصُّحْبَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ“ اے اللہ کے پیارے رسول! اس نیاز مند کو بھی معیت کا شرف عطا ہو۔ ”قَالَ الصُّحْبَةُ“ ابو بکر تم یقیناً اس سفر میں میرے ساتھی ہو گے۔

یہ مژدہ سن کر حضرت صدیق کی آنکھوں سے فرط مسرت سے آنسو ٹپک پڑے حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

فَوَاللّٰهِ مَا شَعَرْتُ قَطُّ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمَ اَنَّ اَحَدًا يَنْبِكِيْ مِنْ
الْفَرَحِ حَتّٰى رَاَيْتُ اَبَا بَكْرٍ يَنْبِكِيْ يَوْمَئِذٍ

”بخدا! مجھے آج کے دن سے پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ خوشی کے موقع پر بھی کوئی روتا ہے یہاں تک کہ میں نے اس دن حضرت ابو بکر کو روتے ہوئے دیکھا جب سرکار نے انہیں اپنے ہمراہ لے جانے کی خوش خبری سے نوازا۔“ (۱)

پھر عرض کی یا نبی اللہ۔ اس سفر کے لئے یہ دو اونٹنیں میں نے تیار کر رکھی ہیں۔“ سفر میں راہ دکھانے کے لئے عبد اللہ بن ارقط کو اجرت پر مقرر کیا گیا یہ بنی الدیل بن بکر کے خاندان کا فرد تھا۔ اس کی ماں بنی سم بن عمرو کے قبیلہ سے تھی۔ یہ دونوں سواریاں اس کے حوالے کر دی گئیں اور اسے بتادیا گیا کہ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں جگہ ان کو لے کر حاضر ہو جائے۔

خلوت خاص میں جو گفتگو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور اپنے یار و فاشعار حضرت صدیق کے ساتھ کی اور ان نیاز مند ان ازیلی نے جو جواب عرض کیا یہ جواب سن کر ہادی کونین نے انہیں جن کلمات طیبات سے نوازا اس سر نماں سے اس ہستی نے پردہ اٹھایا جو خانوادہ رسالت کے اسرار کاراز داں اور امین تھا۔ یعنی حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ۔

آپ نے اپنی تفسیر میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے قلم بند فرمایا ہے۔ حضرت امام کی عبادت جوں کی توں ہدیہ قارئین کرتا ہوں اس کے بعد اس کا سلیس ترجمہ پیش کروں گا۔ اگر کوئی طالب حق ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر خلوص نیت سے اس کا مطالعہ کرے گا تو یقیناً آئینہ دل پر جمی ہوئی غلط فہمیوں کی گرد و غبار چھٹ جائے گی اور حقیقت کا رخ زیبائے نقاب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

امام مذکور کی تفسیر کے جس نسخہ سے یہ اقتباس نقل کر رہا ہوں وہ نسخہ سلطان ناصر الدین

قاہل والی ایران کے عہد حکومت میں تہران میں چھپا اور شائع ہوا اس کے آخری صفحہ پر سال طباعت ۱۲۳۸ھ رقم ہے۔

اگرچہ اس اقتباس میں قدرے طوالت ہے لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر امید ہے قارئین کرام بطیب خاطر اس کا مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا کریں گے۔ میں اس کا ہر جملہ الگ الگ لکھوں گا۔ پھر اس کے نیچے اس کا سلیس ترجمہ تحریر کروں گا۔ تاکہ ہر پڑھنے والا آسانی سے اس کا مطلب سمجھ سکے۔

فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَيْهِ

”اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کی طرف یہ وحی فرمائی۔“

يَا مُحَمَّدُ إِنَّ الْعَلَىَّ الْأَعْلَىَّ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ

”جبرئیل نے عرض کی۔ یا محمد۔ اللہ تعالیٰ جو سب سے اعلیٰ و برتر ہے وہ آپ کو سلام فرماتا ہے۔“

وَيَقُولُ لَكَ إِنَّ أَبَا جَهْلٍ وَمَلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ
قَدْ دَبَرُوا يُرِيدُونَ قَتْلَكَ

”اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے کہ ابو جہل اور قریش کے رئیسوں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش کی ہے۔“

وَأَمَرَكَ أَنْ تُبَيِّنَ عَلَيَّاقِي مَوْضِعَكَ
وَقَالَ لَكَ إِنَّ مَنَزِلَتَهُ مَنَزِلَةُ إِسْحَاقَ
الَّذِي يُعْرِضُ مِنْ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ يَجْعَلُ نَفْسَهُ
لِنَفْسِكَ فِدَاءً وَرُوحَهُ لِرُوحِكَ وَقَاءً

”اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آج رات اپنے بستر پر حضرت علی کو سلامیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ ان کا تعلق آپ کے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے حضرت اسحاق ذبیح کا تعلق حضرت ابراہیم خلیل سے تھا علی نے اپنے نفس کو آپ کی ذات پر فدا کر دیا ہے اور اپنی روح سے آپ کی حفاظت کی ہے

وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْتَصْحَبَ أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهُ إِنْ أَسَاكَ
وَسَاعَدَكَ وَأَدْرَكَ وَتَبَتَ عَلَى تَعَاهِدِكَ

۱۔ ذبیح کون تھا اسماعیل یا اسحاق؟ یہ بحث اپنے مقام پر ملاحظہ کریں۔

وَتَعَاقِدِكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ

وَفِي غُرَفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ

نیز آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس سفر میں ابو بکر کو آپ اپنے ساتھ لے جائیں اگر اس نے آپ کی دلجوئی کی۔ آپ کی مدد کی۔ آپ کی تقویت کا باعث بنا۔ اپنے وعدے اور اپنے عقد پر جو اس نے آپ کے ساتھ کیا ہے ثابت قدم رہا تو وہ جنت میں آپ کے رفقاء میں سے ہو گا اور جنت کے کمرؤں میں آپ کے پُر خلوص احباب سے ہو گا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ لِعَلِيِّ أَرْضَيْتَ أَنْ أُطْلَبَ

فَلَا أَوْجَدُ وَتُوجَدُ فَلَعَلَّهُ أَنْ يُبَادِرَ إِلَيْكَ

الْجَهَنَّمَ فَيَقْتُلُوكَ

”پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا۔ اے علی! تم اس بات پر رضامند ہو کہ دشمن مجھے تلاش کرے اور نہ پاسکے اور تجھے پالے اور شاید جاہل جلدی میں تمہاری طرف دوڑ کر آئیں اور تمہیں قتل کر دیں۔“

قَالَ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ رَضَيْتُ أَنْ يَكُونُ

رُوحِي لِرُوحِكَ وَقَاءً وَلِقَائِي لِنَفْسِكَ فِدَاءً

”ہاں یا رسول اللہ! میں اس بات پر راضی ہوں کہ میری روح حضور کی روح مبارک کی حفاظت میں کام آئے میرا نفس حضور کی ذات پر قربان ہو

وَهَلْ أَحِبُّ الْحَيَاةَ إِلَّا لِخِدْمَتِكَ وَالنَّصْرَةِ

بَيْنَ أَمْرِكَ وَنَهْيِكَ وَلِمَحَبَّةِ أَوْلِيَاءِكَ

وَنُصْرَةِ أَصْفِيَائِكَ وَفُجَاهَةِ أَعْدَائِكَ

وَكَوْلَا ذَلِكَ لَمَّا أَحْبَبْتُ أَنْ أَعِيشَ فِي هَذِهِ

الدُّنْيَا سَاعَةً وَاحِدَةً

کیا میں زندگی سے بجز اس کے محبت کر سکتا ہوں کہ وہ حضور کی خدمت میں گزرے حضور کے اوامر و نواہی کی بجا آوری میں صرف ہو حضور کے دوستوں کی محبت، احباب کی نصرت، اور آپ کے دشمنوں سے جہاد کرنے

میں بیت جائے۔ اگر یہ امور نہ ہوتے تو میں ایک لمحہ کے لئے بھی اس دنیا میں زندہ رہنا پسند نہ کرتا۔“

فَاقْبَلْ رَسُولُ اللَّهِ عَلَى عَلِيٍّ وَقَالَ لَهُ يَا أَبَا حَسَنِ
قَدْ كَرَّ عَلَى كَلَامِكَ هَذَا الْمَوْكُلُونَ بِاللَّوْجِ الْمُحْفُوظِ
وَكَرَّ وَاعْلَى مَا أَعَدَّ اللَّهُ لَكَ مِنْ ثَوَابٍ فِي دَارِ الْقَرَارِ
مَا لَمْ يَسْمَعْ بِمِثْلِهِ الشَّامِعُونَ وَلَا رَأَى مِثْلَهُ
الزَّائِدُونَ وَلَا خَطَرَ مِثْلَهُ بِبَالِ الْمُتَفَكِّرِينَ۔

”پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا علی کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا۔ اے ابوالحسن! تیرے اس کلام کی تصدیق لوح محفوظ کے مؤکلمین نے کی ہے اور انہوں نے اس بات کی بھی تصدیق کی ہے جو ثواب دارالقرار میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے اس کی مثل نہ کسی نے سنی اور نہ دیکھی نہ کسی کے ذہن میں اس کا تصور آیا۔“

یہاں تک وہ گفتگو بیان کی گئی ہے جو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے درمیان ہوئی۔ اس کے بعد حضرت امام حسن عسکری، حضرت امام باقر کے واسطے سے وہ کلام بلاغت نظام نقل فرماتے ہیں۔ جو محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے مخلص اور پیارے دوست حضرت ابوبکر کے درمیان ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ
أَرْضَيْتَ أَنْ تَكُونَ مَعِيَ يَا أَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا أُطْلَبُ
وَتَعْرِفُ بِأَنَّكَ أَنْتَ الَّذِي تَحْمِلُنِي عَلَى مَا
أَدْعِيهِ وَتَحْمِلُ عَنِّي أَنْوَاعَ الْعَذَابِ

”پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو کہا۔ اے ابوبکر! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم میرے ساتھ ہو۔ جس طرح میری تلاش کی جاتی ہے اسی طرح تمہاری تلاش بھی کی جائے۔ اور تم اس بات سے پہچانے جاؤ کہ جس دین کی میں تبلیغ کر رہا ہوں۔ اس پر تم نے مجھے برا نیکیختہ کیا ہے۔ پھر میری وجہ سے تمہیں طرح طرح کے عذاب دیئے جائیں۔“

قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا أَنَا لَوْ عَشْتُ

عَمَّا الدُّنْيَا وَاعْزِبْ فِي جَمِيعِهَا أَشَدَّ عَذَابٍ
لَّا يَنْزِلُ عَلَى مَوْتٍ مُرِيحٌ وَلَا فَرْجٌ مُنِيحٌ
وَكُلُّ ذَلِكَ فِي مَحَبَّتِكَ وَكَانَ ذَلِكَ أَحَبَّ
إِلَى مَنْ أَنْ اسْتَعْمَفَ فِيهَا وَأَنَا مَالِكٌ لَجَمِيعِ
مَمَالِكِ مُلُوكِهَا فِي فُحَاكَفَتِكَ مَا أَهْلِي وَوَلَدِي
إِلَّا فِدَاؤَكَ -

”حضرت ابو بکر نے عرض کی! یا رسول اللہ اگر میں اتنی مدت زندہ رہوں
جتنی دنیا کی عمر ہے۔ اس طویل زندگی میں مجھے سخت ترین عذاب دیے
جائیں نہ مجھ پر وہ موت نازل ہو جو مبتلائے عذاب کو راحت پہنچاتی ہے اور
نہ مجھے ان مصائب سے نجات دی جائے۔ اور یہ سب اذیتیں حضور کی
محبت کے باعث مجھے دی جائیں۔ تو یہ ساری اذیتیں اور عذاب مجھے اس
بات سے محبوب تر ہیں، کہ میں آپ کی مخالفت میں نعمت و مسرت کی زندگی
بسر کروں۔ اور دنیا کے سارے بادشاہوں کے ملکوں کا مالک ہوں
میرے بیوی بچے سب حضور پر قربان ہوں۔“

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عقیدت کیش اور عاشق و لفظگار غلام کے اس
جواب کو سن کر کیا ارشاد فرمایا۔ سنئے اور اپنے کشت ایمان کو تروتازہ کیجئے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَا جَرَمَ أَنْ أَطْلَعَ اللَّهُ عَلَى
قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِيهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرَى
عَلَى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِثْقَى بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ
وَالزَّائِسِ مِنَ الْجَنَسِ وَبِمَنْزِلَةِ الرُّوحِ مِنَ الْبَدَنِ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! یقیناً اللہ تعالیٰ
تمہارے دل پر آگاہ ہو گیا ہے۔ اور تیری زبان پر جو کلام جاری ہوا
ہے۔ اس کو تیرے دل سے بالکل مطابق، اور ہم آہنگ پایا ہے اور تجھے
میرے لئے بمنزلہ کان اور آنکھوں کے کر دیا ہے۔ نیز جسم سے سر کا اور
بدن سے روح کا جو تعلق ہے وہ تیرا میرا تعلق ہے۔“ (۱)

شب ہجرت

سفر کے جملہ انتظامات کی تفصیلات طے پا گئیں۔ سورج آہستہ آہستہ مغربی افق کی اوٹ میں رات بسر کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ آنے والی تاریخ سازرات نے اسے اپنے آغوش میں چھپالیا اور اپنے تاریک پر ساری کائنات پر پھیلا دیئے۔ جب اندھیرا گہرا ہو گیا تو قرشی قبائل کے منتخب نوجوان ابلیسی منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے عزم سے سرشار ہو کر اس سادہ سے مکان کی طرف بڑھنے لگے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا محبوب اور کلدوان انسانیت کا خوش بخت قائد، اہلواء آزمائش سے لبریز زندگی بسر کر رہا تھا۔ انہوں نے کسی مزاحمت کے بغیر بہت جلد اس مرکز رشد و ہدایت کو اپنے حصار میں لے لیا خون آشام بے نیام تلواریں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔ وہ اب اس لمحہ کا انتظار کرنے لگے جب اللہ کا حبیب اپنے کاشفہ اقدس سے قدم باہر رکھے وہ بجلی کی سرعت کے ساتھ اس پر یکبارگی حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیں۔ کفر و شرک کے ان جیالوں کے ناموں کو تاریخ نے فراموش نہیں کیا۔ بلکہ ان کو اپنے صفحات پر ثبت کر دیا ہے۔ تاکہ روز قیامت تک جب بھی مہر و وفا اور اس کے مقابلہ میں جو رو جھلکی یہ داستان بیان کی جائے۔ تو ابو بکر و علی جیسے جاں نثاران حق کے اسماء گرامی کے ساتھ ساتھ ان ناموں کا بھی ذکر ہوتا رہے جو طرح طرح کی غلط فہمیوں کا صید زیوں بن کر عالم انسانیت کے مقدر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ظلمتوں اور تیرگیوں کے حوالے کرنے کے لئے میدان میں نکل آئے تھے۔ میں ان کے نام علامہ زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت سے نقل کر رہا ہوں۔

الحکم بن ابی العاص

عقبہ بن ابی معیط

نضر بن حارث

امیہ بن خلف

زعمہ بن اسود

ابو جہل

یہ تھے مکہ کے وہ بہادر جنگ آزما، دولت مند اور ہارسوخ خاندانوں کے چشم و چراغ۔ جو برہنہ تلواریں اپنے فولادی ہاتھوں میں تھامے اس غلط فہمی کا شکار ہو کر میدان میں نکلے تھے کہ وہ اس آفتاب عالیشان کو بے نور کر دیں گے۔ جس کو اس کے خالق نے تاابد مطلع حیات پر ضیاء بدر رہنے کے لئے طلوع ہونے کا حکم دیا ہے قدرت کا یہ اعلان سننے سے ان کے کان بہرے تھے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ

(۸:۶۱)

كَرَّةَ الْكَفْرِ وَنَ

”یہ (نادان) چاہتے ہیں کہ بھگادیں اللہ کے نور کو اپنی پھوکوں سے
لیکن اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا خواہ سخت ناپسند کریں
اس کو کافر۔“

یہ لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ ابو جہل کہنے لگا کہ محمد (فداہ روحی و قلبی) یہ
گمان کرتے ہیں کہ اگر ہم ان کی اطاعت اختیار کر لیں تو ہم عرب و عجم کے بادشاہ بن جائیں گے
اور مرنے کے بعد جب ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ہمیں ایسے باغات ملیں گے جو اردن کے
باغات کی طرح سرسبز و شاداب ہوں گے۔ اور اگر ہم نے ان کی اطاعت قبول نہ کی تو ہمیں بے
دفع قتل کر دیا جائے گا اور مرنے کے بعد جب ہم زندہ کئے جائیں گے تو ہمیں جہنم کے بھڑکتے
ہوئے شعلوں میں پھینک دیا جائے گا۔ اس طرح کی باتیں کر کے وہ اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑا
رہے تھے۔ عین اسی وقت نبی معظم، رسول مکرم دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے اور فرمایا۔

أَنَا أَقُولُ ذَلِكَ أَنْتَ أَحَدُهُمْ

”ہاں میں نے ایسا ہی کہا ہے اے ابو جہل ان میں سے ایک تم ہو۔“

حضور اس وقت سورہ یاسین کی تلاوت فرما رہے تھے جب اس آیت کی تلاوت کی۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا ۖ وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ۖ فَأَغْشَيْنَاهُمْ
فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ

”ہم نے بنادی ہے ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار

اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔“

(سورہ یاسین: ۹)

تو ان پر پھونک دیا فوراً بیٹائی سلب ہو گئی نیند غالب آ گئی اور اونگھنے لگے۔ انہیں لمحوں
میں ان کے نرغے کو توڑتے ہوئے اپنے رب قدیر کی امان میں حضور بخیر و عافیت تشریف لے گئے
گزرتے ہوئے سب کے سروں پر ایک ایک چٹکی مٹی کی لے کر ڈالتے گئے وہاں سے سیدھے
حضرت ابو بکر کے گھر کا رخ کیا وہ چشم براہ بیٹھے تھے۔ اٹھ کر اپنے آقا کو مرحبا اور خوش آمدید
کہا اور دونوں حضرت صدیق کے مکان کے عقب میں چھوٹے دروازے سے نکل کر غار ثور کی
طرف روانہ ہو گئے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

وَخَرَجَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مِنْ خَوْخَةٍ إِلَى بَكْرِ لَيْلًا وَ
أَتَى النَّعَّارَ

”حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کے گھر کے
عقبی دروازہ سے رات کے وقت نکلے اور دونوں غار ثور کی طرف تشریف
لے گئے۔“ (۱)

حضرت صدیق اکبر نے روانہ ہونے سے پہلے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ دن بھر کفار
کی دوڑ دھوپ اور تھے منصوبوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے شام کے وقت غار میں
آکر سب حالات سے آگاہ کرے۔

آپ نے اپنے چرواہے عامر بن قہیرہ کو ہدایت کی کہ دن بھر غار کے گرد و نواح میں بکریاں
چرائے اور شام کو انہیں غار کے دہانے پر لے آئے تازہ دودھ دودھ کر اور اسے گرم کر کے
بدگاہ رسالت میں پیش کرے اور اپنی صاحبزادی حضرت اسماء کو ارشاد فرمایا کہ ہر روز کھانا پکا کر
شام کے وقت غار میں پہنچا آیا کرے۔ (۲)

مکہ مکرمہ سے نکلتے ہوئے محبوب رب العالمین نے بڑے درد بھرے دل سے بعد ادب و
نیاز اپنے خالق و مالک کی بدگاہ اقدس میں ان کلمات سے دامن دعا پھیلا یا۔

دعائے نبوت بوقت ہجرت

”سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَنِي ذَلِمَا أَكُنُ شَيْئًا

مجھے پیدا کیا جب کہ میں کوئی شے نہ تھا۔“

اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى هَوْلِ الدُّنْيَا وَبَوَائِقِ الدَّهْرِ
وَمَصَائِبِ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ

”اے اللہ! دنیا کی ہولناکیوں، زمانہ کی تباہ
کلیوں شب و روز کے مصائب برداشت
کرنے پر میری مدد فرما۔“

اللَّهُمَّ اصْحَبْنِي فِي سَفَرِي

”اے اللہ میرے سفر میں تو میرا ساتھ ہی ہو۔“

وَاخْلُفْنِي فِي أَهْلِي

”میرے اہل و عیال میں تو میرا قائم مقام ہو۔“

وَبَارِكْ لِي فِيمَا دَرَرَتْ مِنِّي

”اور جو رزق تو نے مجھے دیا ہے اس میں میرے

۱۔ تاریخ ابن خلدون، جلد ۲، صفحہ ۷۳۸

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۸ و دیگر کتب حدیث

| | |
|--|--|
| ”اور اپنی جناب میں مجھے بحر و نیاز کی توفیق دے۔“ | وَلَا فَاذَلَّلْنِي |
| ”اور بہترین اخلاق پر میری تربیت فرما۔“ | وَعَلَى صَالِحِ خُلُقِي فَقَوْمِي |
| ”اے میرے رب! مجھے اپنا محبوب بنالے۔“ | وَالَيْكَ رَبِّ تَحِيَّتِي |
| ”اور مجھے لوگوں کے حوالے نہ کر۔“ | وَالِى النَّاسِ فَلَا تَكِلْنِي |
| ”اے کمزوروں کے پروردگار اور تو میرا بھی پروردگار ہے۔“ | رَبِّ الْمُسْتَضْعِفِينَ وَأَنْتَ رَبِّي |
| ”میں تیری ذات کریم کے طفیل جس کی روشنی سے آسمان اور زمین چمک رہے ہیں۔“ | أَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ الَّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ |
| ”اور جس کی برکت سے اندھیرے دور ہو رہے ہیں۔“ | وَكُشِفَتْ بِهِ الظُّلُمَاتُ |
| ”اور اولین و آخرین کے کام درست ہو گئے ہیں۔“ | وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ |
| ”میں تیری ذات کریم کے طفیل اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے۔“ | أَنْ يُحِلَّ عَلَيَّ غَضَبَكَ |
| ”یا نازل کرے تو مجھ پر اپنی ندامت لگی۔“ | أَوْ تُنْزِلَ فِي سَخَطِكَ |
| ”میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تیری نعمت زائل ہو جائے۔“ | أَعُوذُ بِكَ مِنْ رَوَالِ نِعْمَتِكَ |
| ”اور تیرا غضب اچانک اتر پڑے۔“ | وَفَجَاءَةِ نِقْمَتِكَ |
| ”اور تیری سلامتی کا رخ مجھ سے پھر جائے۔“ | وَتَحْوِيلِ عَافِيَتِكَ |
| ”تیری رضا میرے نزدیک ہر چیز سے بہتر ہے۔“ | لَكَ الْعُثْبَىٰ عِنْدِي خَيْرٌ مَّا اسْتَطَعْتُ |
| ”میرے پاس کوئی طاقت نہیں کوئی قوت نہیں بحر تیرے۔“ (۱) | لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ |

اس اثناء میں کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والے قریشی فوجوان کھڑے پہرہ دیتے رہے یہاں تک کہ ایک آدمی ان کے پاس سے گزر اس نے ان سے پوچھا یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو انہوں نے بتایا کہ ہم اپنی قوم کے طے شدہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہاں کھڑے ہیں جو نئی وہ قدم باہر رکھیں گے ہماری تلواریں یکبارگی بجلی کی سرعت سے ان پر کوندیں گی اور ان کے پر خچے اڑ جائیں گے اس شخص نے کہا تمہارا خانہ خراب ہو وہ تو کافی عرصہ پہلے تمہارے حصار سے نکل کر چلے بھی گئے ہیں اور جاتے ہوئے تمہارے سروں پر مٹی ڈالتے گئے ہیں انہوں نے جھٹ اپنے ہاتھ اپنے سر کے بالوں کو ٹٹولنے کے لئے بلند کئے تو ان کی انگلیاں خاک آلود ہو کر واپس ہوئیں۔ وہ بھونچکا ہو کر رہ گئے لیکن انہوں نے اس شخص کی اس بات کو سچ تسلیم نہ کیا انہیں سامنے حضور کا بستر نظر آ رہا تھا اس پر حضور کی سبز چادر میں لپٹا ہوا کوئی شخص سو رہا تھا انہوں نے یقین کر لیا ہے کہ وہ آپ ہی ہیں انہوں نے سوچا کہ جس طرح چو کنا ہو کر وہ پہرہ دیتے رہے ہیں چڑیا بھی یہاں پھٹک نہیں سکتی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جیسے ہوشیار اور چلاک فوجوانوں کے زرخے سے وہ نکل گئے ہوں اور انہیں کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی ہو یقیناً یہ شخص جھوٹ کہتا ہے شاید ہمیں دھوکا دینے کی یہ کوئی چال ہو کہ ہم یہاں سے تتر بتر ہو جائیں اور وہ موقع پا کر یہاں سے نکل جائیں انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ اس محلہ پر ڈٹے رہیں گے چنانچہ وہ صبح تک وہاں ہی چاق و چوبند کھڑے پہرہ دیتے رہے صبح صادق طلوع ہوئی تو سونے والا سبز چادر سمیٹتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا یہ تو علی ہے محمد کہاں گئے (صلی اللہ علیہ وسلم) ان پر منوں پانی پڑ گیا۔ اس آدمی نے واقعی سچ کہا تھا۔ (۱)

اس اثناء میں راہ حق کے دونوں مسافر مکہ کی پر پیچ گلیوں سے گزرتے ہوئے غار ثور کی طرف روانہ ہوئے شہر سے باہر نکل کر محبوب رب العالمین نے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر مکہ شہر پر نگاہ ڈالی۔ در دو سوز میں ڈوبے ہوئے ان کلمات سے مکہ کو الوداع کہا۔
 وَاللّٰهُ اِنَّكَ لَاحِبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلٰی وَ اِنَّكَ لَاحِبُّ اَرْضِ اللّٰهِ
 اِلٰی اللّٰهِ وَلَوْ لَا اَنَّ اَهْلَكَ اَخْرَجُوْنِيْ مَا خَرَجْتُ مِنْكَ۔
 (رَوَاهُ الْاِمَامُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

”بخدا! اے مکہ کی سرزمین تو مجھے اللہ کی ساری زمینوں سے زیادہ محبوب ہے اور بے شک اللہ کی تمام زمینوں سے اللہ کو زیادہ پیاری ہے اگر

تیرے رہنے والوں نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی تجھ سے نہ نکلتا۔“ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ جملے یوں روایت کئے ہیں۔
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ - مَا أَطْيَبَ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّ إِلَيَّ وَلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكَ مَا سَكَنْتُ عَيْزِكَ -

”آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے مکہ کے شہر! تو کتنا پاکیزہ ہے اور تو مجھے کتنا پیارا ہے۔ اگر میری قوم نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں ہرگز کسی اور شہر میں سکونت اختیار نہ کرتا۔“
حرم مکہ کی فضیلت دیگر احادیث میں بھی بیان کی گئی ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔
إِنَّ صَلَاةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِي مَآسَوَاةٍ -

”مسجد حرام میں ادا کی ہوئی ایک نماز اس کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں ادا کی ہوئی ایک لاکھ نماز سے بہتر ہے۔“ (۲)
جب نماز کی یہ شان ہے تو دیگر اعمال حسنہ جو مسجد حرام میں ادا کئے جائیں گے وہ دیگر مقامات پر ادا کئے جانے والے اعمال سے ایک لاکھ گنا زیادہ بہتر ہوں گے۔
رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ حَبَّ مَا شِئْنَا كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَبْعِمِائَةِ حَسَنَةٍ مِنْ
حَسَنَاتِ الْحَرَمِ قِيلَ: مَا حَسَنَاتُ الْحَرَمِ؟ قَالَ الْحَسَنَةُ فِيهِ
بِمِائَةِ أَلْفِ حَسَنَةٍ أَسَدَدَةُ الْبَرَائِءِ -

”ابن عباس سے مروی ہے کہ جو شخص پیدل حج ادا کرتا ہے ہر قدم کے عوض اسے حرم میں ادا کی ہوئی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ عرض کی گئی یا نبی اللہ! حرم کی نیکیاں کیا ہوتی ہیں فرمایا

حرم میں ادا کی ہوئی ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔“ (۱)

اندھیری رات ہے سو کا عالم ہے۔ اللہ کا حبیب اور اس کا عاشق دلفگار دونوں ایک ایسی غار کی طرف جارہے ہیں۔ جواز حد دشوار گزار پہاڑیوں کے درمیان میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے۔ یہ غار، غار ثور کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت کے مکہ شہر سے تقریباً تین میل کی مسافت پر جنوبی سمت میں واقع تھی۔ اب یہ شہر بہت پھیل گیا ہے اور مکانات کا سلسلہ ان پہاڑوں تک پہنچ گیا ہے۔ جہاں غار ثور واقع ہے۔

ابو بکر صدیق چلتے چلتے کبھی حضور سے آگے نکل جاتے ہیں پھر پیچھے چلے جاتے ہیں کبھی حضور کی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔ حضور نے پوچھا اے ابو بکر! یہ کیا مجرا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ کبھی خیال آتا ہے کہ مبادا دشمن پیچھے سے تعاقب میں آرہے ہوں۔ تو پیچھے چلا جاتا ہوں۔ پھر خیال آتا ہے کہ وہ لوگ آگے کسی کین گاہ میں نہ بیٹھے ہوں تو بھاگ کر آگے چلا جاتا ہوں۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں چلا جاتا ہوں۔ تاکہ آگے یا پیچھے سے دائیں یا بائیں سے اگر بداندیش حملہ کرنے کی ناپاک کوشش کریں تو سب سے پہلے آپ کا یہ غلام ان کے ناگمانی حملہ میں سد سکندری بن کر کھڑا ہو جائے۔ تاکہ حضور کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ جہاں راستہ بہت کٹھن ہوتا حضرت صدیق، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے۔ (۲)

چلتے چلتے جب غار کے دہانہ تک پہنچ گئے تو حضرت صدیق اکبر نے گزارش کی۔

وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تَذْخُلُهُ حَتَّىٰ أَذْخُلَ قَبْلَكَ وَإِنْ
كَانَ فِيهِ شَيْءٌ نَزَلَنِي قَبْلَكَ۔

”میں اس خدا کا واسطہ دے کر جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا
عرض کرتا ہوں کہ آپ غار میں تشریف نہ لے جائیے پہلے میں داخل ہوں
گا اگر وہاں کوئی موذی چیز ہو تو پہلے وہ مجھے ازیت پہنچائے۔“

آپ اندر تشریف لے گئے۔ تاریک رات۔ پھر غار کا اندھیرا۔ کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا
پہلے جھاڑو دیا پھر غار کے چپے چپے کو ہاتھوں سے ٹٹولا۔ جہاں کوئی سوراخ معلوم ہوا اپنی چادر
پھاڑ پھاڑ کر اسے بند کیا۔ چادر ختم ہو گئی لیکن ایک سوراخ پھر بھی باقی رہ گیا۔ دل میں سوچا اس
پر اپنی ایڑی رکھ کر بند کر لوں گا۔ ہر طرح مطمئن ہونے کے بعد عرض کی۔ آقا تشریف لے

آئیے خود اس سوراخ پر ایڑی رکھ کر بیٹھ گئے۔ محبوب کائنات نے اپنا سر مبارک آپ کی گود میں رکھا اور استراحت فرما ہو گئے۔

کہ حضور اندر قدم رنجہ فرمائیں۔ حضور تشریف لائے۔ صدیق کے زانو پر سر مبارک رکھا اور استراحت فرما ہو گئے۔ صدیق کے بخت کی یادری کا کیا کہنا بیتاب نگاہیں اور بے قرار دل اپنے محبوب کے روئے زیبا کے مشاہدہ میں مستغرق ہے نہ دل سیر ہوتا ہے اور نہ آنکھیں۔ وہ حسن سردی وہ جمال حقیقی جس کی دل آویزیوں نے چشم فطرت کو تصویر حیرت بنادیا تھا۔ آج صدیق کے آغوش میں جلوہ فرما ہے۔ اے بخت صدیق کی رفعتو! تم پر یہ خاک پریشان قربان اور یہ قلب حزیں غم! اسی اثناء میں حضرت صدیق کی ایڑی میں سانپ نے ڈس لیا۔ زہر سارے جسم میں سرایت کر گیا لیکن کیا مجمل کہ پاؤں میں جنبش تک ہوئی ہو۔ حضور بیدار ہوئے، اپنے یار غار کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وجہ دریافت فرمائی۔ پھر جہاں سانپ نے ڈسا تھا وہاں اپنا لعاب دہن لگایا جس سے درد اور تکلیف کافور ہو گئی۔ اہل مکہ تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھر رہے تھے۔ ایک ماہر کھوجی کے ہمراہ پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے اس غار کے دہانے تک پہنچ گئے۔ جب قدموں کی آہٹ سنائی دی تو حضرت ابو بکر نے جھک کر دیکھا تو معلوم ہوا کفار کی ایک جماعت غار کے منہ پر کھڑی ہے۔ اپنے محبوب کو یوں خطرہ میں گھرا دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! اگر انہوں نے جھک کر دیکھا تو ہمیں پالیں گے۔ حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

يَا اَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِرَأْسَيْنِ اللّٰهُ تَالِهُمَا

”اے ابو بکر! ان دو کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔“

اس سوراخ میں سانپ تھا۔ اس نے ایک بار نہیں کئی بار ڈسا۔ لیکن کیا مجمل کہ حضرت صدیق نے ذرا سی جنبش کی ہو یا اضطراب کا مظاہرہ کیا ہو۔ حضور کے آرام میں خلل انداز ہونا آپ کو کسی قیمت پر گوارا نہ تھا۔

علامہ زہبی دحلان نے تحریر کیا ہے۔ کہ حضرت صدیق نے عرض کی۔

أَدْخَلَ قَوَاتِي سَوِيَّتُكَ لَكَ مَكَانًا قَدْ خَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ رَأْسَهُ فِي حَجْرِي بِكَرْبِي رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَنَامَ وَسَدَّ أَبُو بَكْرٍ مَا بَقِيَ مِنْ ثَقُوبِ الْغَارِ بِرِجْلَيْهِ فَلَدَّ عَرْفِي رَجُلُهُ مِنَ الْجَحْرِ وَلَمْ يَتَحَرَّكَ لِثَلَاثِ يَوْمٍ قَطَّ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

”یارِ رسول اللہ! تشریف لے آئے میں نے جگہ کو درست کر دیا ہے۔
حضور تشریف لے گئے اپنا سر مبارک صدیق اکبر کی گود میں رکھا اور
سو گئے۔ جو سوراخ بند نہیں ہو سکے تھے ان پر اپنے پاؤں کی ایڑیاں رکھ
لیں۔ سانپ نے ڈسا آپ نے ذرا حرکت نہ کی مبادا حضور کی نیند میں خلل
واقع ہو۔“

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو طلوع صبح سے پہلے غار ثور میں
پہنچ گئے۔ ادھر مکہ میں جب صبح کا اجالا ہوا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بجائے بستر سے علی
مرتضیٰ اٹھے یہ دیکھ کر رات بھر محاصرہ کرنے والوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ جنگل کی آگ کی
طرح یہ خبر مکہ کے گھر گھر پہنچ گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کی تاریکی میں خاموشی سے
ان کا گھیرا توڑ کر نکل گئے ہیں اس سازش کی ناکامی پر کرام مچ گیا۔ مشرکین کی ٹولیاں حضور کی
تلاش میں ہر طرف پھیل گئیں ان کا غالب گمان یہ تھا کہ حضور یشرب کی طرف چلے گئے ہوں
گے۔ جہاں مہاجرین کا ایک طاقتور گروہ حضور کے لئے چشمِ براہ ہے۔ اس خیال سے وہ اس
راہ پر دور تک گئے لیکن کہیں سراغ نہ ملا۔ پھر دوسری سمتوں میں تلاش شروع کی ان راستوں
پر بھی خاک چھاننے کے بعد خائب و خاسر ہو کر خاک بسر لوٹے۔ غار ثور مکہ کے جنوبی سمت
میں اس شاہراہ کے قریب ہے جو یمن کو جاتی ہے۔ انہیں یہ گمان تک بھی نہ تھا کہ حضور ادھر
بھی جاسکتے ہیں جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو ناچار ادھر کا رخ کیا۔ جب غار کے قریب پہنچے تو
ان کے ماہر کھوجی نے ایک نقش پا کو دیکھ کر کہا یہ تو ابو بکر کے پاؤں کا نشان ہے۔ لیکن اس کے
ساتھ ہی دوسرا نقش پا ہے۔ میں اسے نہیں پہچان سکا۔ یہ اس پاؤں کے نشان سے بڑی
مشابہت رکھتا ہے جو مقام ابراہیم پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم تھا کہ کفار ادھر ادھر سے مایوس ہو کر نبی اکرم کی تلاش میں اس
طرف بھی ضرور آئیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ
وہ تلاش کرتے کرتے غار کے دہانہ تک تو پہنچ جاتے لیکن نہ اس کے اندر داخل ہوتے اور نہ
اس کے اندر جھانکتے۔ یوں ہی اٹے پاؤں واپس چلے آتے۔ ہوا یہ کہ غار کے دہانہ کے قریب
ایک خاردار درخت آگ آیا اس درخت کو اہل عرب ”ام غیلان“ کہتے ہیں۔ اس کی بلندی

انسانی قد کے برابر ہوتی ہے اس کی شاخیں بڑی گنجان اور خلد دار ہوتی ہیں۔ اس درخت کی موجودگی میں کسی شخص کا غار کے اندر جانا بہت مشکل ہے۔ نیز اس غار کے دہانے کے قریب جنگلی کبوتروں کے ایک جوڑے نے گھونسلا بنالیا وہاں انڈے بھی دے دیئے اور ان انڈوں کو سینے کے لئے ایک کبوتری ان پر ڈیرا جما کر بیٹھ گئی۔
مواہب اللدنیہ کے شارح علامہ زر قانی رقمطراز ہیں۔

إِنَّ حَمَامَ الْحَرَمِ مِنْ نَسْلِ تَيْدِكَ الْحَمَامَتَيْنِ جَزَاءً وَفَاقًا لِمَا
حَصَلَ بِهَا الْحِمَايَةُ جُوزِيَا بِالنَّسْلِ وَحِمَايَتِهِ بِالْحَرَمِ فَلَا
يُتَعَرَّضُ لَهُ وَفِي الْمَثَلِ أَمِنْ مِنْ حَمَامِ الْحَرَمِ

”حرم مکہ میں جو کبوتر ہیں یہ کبوتروں کے اس جوڑے کی نسل سے ہیں۔
اس خدمت جلیلہ کا انہیں یہ صلہ دیا گیا ہے کہ ان کی نسل بھی منقطع نہیں
ہوئی چودہ صدیوں سے باقی ہے اور حرم شریف میں انہیں پناہ ملی ہوئی
ہے۔ کوئی انہیں چھیڑ نہیں سکتا۔ اسی لئے لغت عرب میں یہ مثل زبان زد
خاص و عام ہے کہ فلاں شخص کو حرم کے کبوتروں سے بھی زیادہ امن و
امان میسر ہے۔“ (۱)

ساتھ ہی غار کے منہ پر عنکبوت (مکڑی) نے ایک گھنا جال اتن دیا۔ دیکھنے سے یوں معلوم
ہوتا تھا کہ یہ جالا آج کل میں نہیں تاجا بلکہ سالہا سال پہلے کا ہے یہ سب انتظامات اس عظیم
طاقت والے مالک الملک کی بے پایاں قدرت کا کرشمہ تھے۔ جس کے ایک کلمہ کن کہنے سے یہ
سارا عالم بلند و پست معرض وجود میں آگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کوئی ماہر کھوجی پاؤں کے
نشانوں کو دیکھ کر سراغ لگاتے ہوئے یہاں پہنچتا۔ تو کبوتروں کو اپنے گھونسلا میں انڈوں کو بیٹے
ہوئے دیکھ کر یقین کر لیتا کہ اس غار میں عرصہ دراز سے انسان داخل نہیں ہوا۔ امیہ بن خلف
جیسا دشمن جب غار کے دہانے پر پہنچا تو اس کے ایک ساتھی نے اسے کہا کہ اندر داخل ہو کر تسلی
کر لو۔ امیہ بن خلف کہنے لگا۔

مَا أَرَاكُمْ أَنِّي حَاجَتُكُمْ إِلَى الْغَارِ - إِنَّ فِيهِ لَعَنَكُمُوتًا أَقْدَمَ مِنْ
مَيْلَادِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

”غار کے اندر جانے کی ضرورت نہیں اس کے دروازے پر ایک مکڑی کا
جالا ہے جو محمد کی پیدائش سے بھی پہلے کا تھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔“

بعض لوگوں نے ان روایات کو ضعیف، اور پایہ اعتبار سے ساقط کہا ہے اور ان امور کا انکار کیا ہے۔

جس روایت کے راویوں پر انہوں نے اعتراض کیا ہے وہ وہ حدیث ہے جس میں ابو مصعب عبد السلام بن حفص راوی ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس سند میں بعض راوی ان کی تحقیق کے مطابق ضعیف ہیں اس لئے یہ روایت قابل اعتماد نہیں۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کبوتروں نے غار کے منہ پر آشیانہ بنا کر انڈے دے دیئے یا مکڑی نے جلاتن دیا تھا وغیرہ یہ سب واقعات قابل تسلیم نہیں۔

گزارش ہے کہ اگر یہ ایک روایت ہوتی جس میں یہ واقعہ مذکور ہے اور یہ سند ضعیف ہوتی تو ان امور کے انکار کرنے کی کوئی وجہ سمجھ آ سکتی تھی۔ لیکن یہ امور صرف ایک روایت میں نہیں بلکہ متعدد دوسری روایتوں میں بھی مذکور ہیں اور ان روایتوں کو حافظ ابن کثیر جیسے نقاد حدیث نے ”حسن“ کہا ہے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے ان انتظامات میں شمار کیا ہے جو اس نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کے مکرو فریب سے بچانے کے لئے فرمائے تھے۔ اس روایت کو امام احمد نے حضرت ابن عباس سے دَاذِیْمَکُربِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ اس میں عون بن عمرو یا ابو مصعب جن پر ان صاحبان نے جرح کی ہے ان میں سے کوئی بھی نہیں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَهَذَا الرَّسَدُ حَسَنٌ وَهُوَ مِنْ أَجْوَدِ مَا رَوَى فِي قِصَّةِ نَسِجِ
الْعَنْكَبُوتِ عَلَى فِجَةِ الْغَارِ وَذَلِكَ مِنْ حِمَايَةِ اللَّهِ رَسُولَهُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

”یہ سند حسن ہے اور مکڑی کے جلاتن کے بارے میں جو روایات ہیں

ان تمام میں یہ سب سے زیادہ اجود ہے۔ اور درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کے

انتظامات ہیں جو اس نے اپنے رسول کی حفاظت کے لئے فرمائے۔ (۱)

عصر حاضر کے محقق علامہ امام محمد ابو زہرہ یہ واقعہ لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

حَتَّى وَصَلَ بِهِمُ الْأَمْرُ إِلَى جَبَلِ الثَّوْرِ الَّذِي بِغَارِهِ الصَّالِحِينَ
وَلَكِنْ آيَةُ اللَّهِ تَعَالَى أَنْ جَعَلَتِ الْعَنْكَبُوتُ يَنْسِجُ نَسِجًا وَ

كَانَ مِنْ سِنِينَ وَإِنْ حَمَامَتَيْنِ عَشَّشَتَا عَلَى بَابِهِ وَكَانَتْ
آيَةً حَسِيَّةً مِّنْ خَوَارِقِ الْعَادَاتِ -

”کفار حضور کو تلاش کرتے ہوئے اس عمارت تک پہنچ گئے جو جبل ثور میں تھی اور اس میں دونوں صاحبان اس وقت موجود تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانی یوں ظاہر کی کہ عکبوت نے عمار کے منہ پر اتنا دبیز جلاتن دیا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا تھا کہ اسے تنے ہوئے کئی سل بیت چکے ہیں۔ نیز دو کبوتروں نے اس کے دروازے پر گھونسلہ بنا دیا تھا۔ یہ چیزیں ان معجزات میں سے ہیں جو حواس سے محسوس کئے جاسکتے ہیں۔“ (۲) گویا امام مذکور نے بھی ان روایات کو صحیح سمجھا ہے اور ان سے استنباط کیا ہے۔

علامہ محمد صادق ابراہیم العرجون اپنی تحقیقی تصنیف ”محمد رسول اللہ“ میں اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں ان کی عبارت مع ترجمہ ہدیہ قارئین ہے۔

هَذَا التَّعْلِيلُ مِنْ هَذَا الْإِمَامِ النَّاقِذِ الْعَلِيمِ الَّذِي يَجْمَعُ
بَيْنَ الْعِلْمِ الْمُصْطَفَى وَالْإِيمَانِ الزَّكِيِّ هُوَ مَا يَجِبُ أَنْ يَقِفَ
عِنْدَهُ النَّاطِرُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ وَأَعَاذِيهِ الَّتِي يَجْرِيهَا
عَلَى يَدِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُلَّ مَا يَثْبُتُ مِنْهَا
بِسَنَدٍ صَحِيحٍ أَوْ حَسَنٍ يَجِبُ الْإِيمَانُ بِهِ وَلَا عِتْقَادُهَا وَمَا
لَمْ يَثْبُتْ كَذَلِكَ يُوقَفُ فِيهِ وَلَا يُرَدُّ وَلَا يَقْبَلُ مَا لَمْ يَكُنْ
مَرْوِيًّا عَنْ كَذَّابٍ يَضَعُ الْأَحَادِيثَ وَيَخْتَرَعُ الرِّوَايَاتِ وَ
هَذَا يَجِبُ رَدُّهُ وَبَهْرُ جُتْهُ وَلَا ظَهْرَ دُرِّ نَيْفِهِ -

”علامہ ابن کثیر جیسے امام، نقاد، اور عالم جو صاف و پاک علم اور پاکیزہ ایمان کی صفات سے متصف ہیں۔ ان کی یہ تعلیق ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی قدرت کی نشانیاں جو اس کے نبی کے دست مبارک پر ظاہر ہوتی ہیں ان کے سلسلہ میں قارئین یہاں رک جابا کریں۔ پس ہر وہ روایت جو سند صحیح یا سند حسن سے مروی ہو۔ اس پر ایمان لانا اور اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور جو اس طرح ظلت نہ ہو۔ وہاں سکوت اختیار کرنا پڑتا ہے نہ اس کو رد کرے نہ قبول۔ اور اگر اس روایت میں کوئی رلوی کذاب یا وضلع

(جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا ہو) تو پھر ایسی روایت کو مسترد کر دیا جاتا ہے اور اس کے عیب کو آشکارا کیا جاتا ہے۔“

جب کفہ کی ٹولیاں یکے بعد دیگرے عتر کے دروازہ پر پہنچتیں تو اپنے محبوب مکرم کو یوں خطرہ میں دیکھ کر حضرت صدیق بے قرار ہو جاتے۔ عرض کرتے یا رسول اللہ! اگر ان لوگوں نے جھک کر اندر جھاٹکا تو یہ ہمیں دیکھ لیں گے۔ حبیب کبریا فرماتے ہیں۔ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا اے ابو بکر! حزن و ملال مت کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ ایک بار پھر ایسی ہی صورت پیدا ہو گئی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق سخت بے چین ہو گئے اور عرض کی۔

لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ إِلَيَّ قَدْ هَمَّيْتُ لَرَأَانَا فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا ظَنَنْتُكَ بِإِثْنَيْنِ اللَّهُ تَالِيَهُمَا ”یا رسول اللہ! اگر انہوں نے جھک کر اپنے قدموں کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! ان دو کے بدلے میں تمہارا کیا گننہ ہے جن کے ساتھ تیرا اللہ تعالیٰ ہو۔“

نبی کی قوت یقین ملاحظہ ہو۔ یہ ہے توکل علی اللہ کا وہ مقام جو شان رسالت کے شایاں ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اطمینان و تسکین کی ایک مخصوص کیفیت اپنے حبیب مکرم پر نازل فرمائی اور حضور کے صدقے ابو بکر پر بھی اس کا ورد ہوا۔ جس سے ان کی ہر طرح کی پریشانی دور ہو گئی۔ حضور تین دن تک وہاں قیام فرما رہے۔ حضرت اسماء حضرت صدیق کی بڑی صاحبزادی آکر کھانا پہنچا جاتیں۔ آپ کے صاحبزادے ہر روز کی نئی خبریں دے جاتے اور آپ کا چرواہا عامر بن فہیرہ رات کو ریوڑ لے کر آتا اور تازہ دودھ پیش کرتا۔ حضرت صدیق کے کنبہ کا ہر فرد بلکہ غلام تک اتنے مخلص اور قابل اعتماد تھے کہ کسی نے راز کو افشاء نہ کیا اور گراں قدر انعام کا لالچ ان کے غلام کے دل کو بھی نہ لپکا سکا۔ کفار مکہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی جو سازش کی تھی اس طرح ناکام ہوئی اور اللہ کی بات جو ہمیشہ بلند رہتی ہے اس موقع پر بھی بلند ہو گئی۔

سطور بالا کے مطالعہ کے بعد اس آیت کی تشریح کے لئے مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ ایک طالب حق کے لئے اس آیت کا ہر کلمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کا آئینہ دار ہے اور حضور کے یار عار کے لازوال صدق اور بے مثال وفا کا شہد عادل ہے۔ لیکن ستیاناس ہو تعصب اور ہٹ دھرمی کا کہ یہ دل سے خلوص، عقل سے فہم، زبان سے

اعتراف حق اور قلم سے اظہار صداقت کی جرات سلب کر لیتی ہے اور انسان علم و دانش کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود ایسی ہسکی ہسکی باتیں کرنے لگتا ہے کہ سننے والے مدے شرم کے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر بلکہ تحریف کرتے ہوئے بعض شیعہ علماء نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس کی ایک دردناک مثال ہے مناسب تو یہ تھا کہ ضیاء النبی کے صفحات ایسے بے معنی مباحث سے پاک رہتے لیکن محبت اہل بیت کی آڑ میں قصر اسلام کو منہدم کرنے کی جو ناپاک کوششیں ہو رہی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ ان باتوں کو بھی زیر بحث لایا جائے تاکہ سادہ لوح عوام کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر متاع ایمان کو گم نہ کر بیٹھیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

بعض شیعہ مصنفین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو دغا دار کرنے کے جنون میں آیت طیبہ پر اس طرح طبع آزمائی کی ہے کہ دل لرز اٹھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے تم اس آیت طیبہ کو پیش کرتے ہو اور کہتے ہو کہ آپ کو سفر ہجرت میں رفاقت کی سعادت حاصل ہوئی لیکن تمہارا یہ قول بے بنیاد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابو بکر نے رفاقت کی ہوتی تو اسے وجہ شرف کہا جاسکتا۔ لیکن یہ تو از خود ساتھ ہو لئے تھے اور حضور نے اس لئے ان کو ساتھ چلنے سے نہیں روکا کہ مبادا وہ کفار کو مطلع کریں اور اس طرح گرفتار کرادیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی توفیق ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو انسان ایسی ہی بے سرو پا باتیں کرنے لگتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کا پروگرام بڑی راز داری سے طے پایا۔ جب کفار قبائل کے نوجوان حضور کے کاشانہ اقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو حضور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ان کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس راز سے حضرت ابو بکر کو کس نے آگاہ کیا۔ یا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگاہ کیا ہو گا اور یا علی مرتضیٰ نے۔ اگر حضور نے آگاہ فرمایا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضور کو حضرت صدیق پر کامل اعتماد تھا۔ ورنہ اپنے دشمن کو ایسے رازوں سے آگاہ کرنا قطعاً قرین دانش مندی نہیں۔ اور اگر حضرت علی نے آگاہ کیا تو مٹنا پڑے گا کہ آپ کو بھی صدیق اکبر کے صدق و وفا پر پورا بھروسہ تھا اس لئے آگاہ کیا اور اگر ان کو منافق سمجھتے ہوئے (العیاذ باللہ) آگاہ کیا تو پھر حضرت علی کی وفاداری بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔ یعنی آپ نے اس راز کو افشاء کر کے حضور کو مشکلات میں مبتلا کرنے کا آغاز کر دیا اور اس لایعنی بات کو کوئی ایماندار قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صدیق کا ایمان وہ ایمان ہے جس پر خدا کو،

رسول خدا کو اور شیر خدا کو مکمل اعتماد ہے۔ اسی لئے ان کو اس راز سے آگاہ بھی کیا گیا اور شریک سفر ہونے کی سعادت بھی ارزانی فرمائی گئی۔ جب حضرت صدیق کے ایمان کی گواہی علیم بذات الصدور خدا نے دی اور نبی کریم نے دی اور علی مرتضیٰ نے تصدیق کی۔ اگر آج کا بے عمل مسلمان صدیق اکبر پر زبان طعن دراز کرنے کی جرأت کرتا ہے تو وہ اپنا ہی کچھ بگاڑتا ہے، صدیق اکبر کی شان میں کمی نہیں ہو سکتی۔ خود اس فرقہ کے علماء نے ان کے اس زعم باطل کی تردید کی ہے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیے:-

علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج الصلوٰۃ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

پس پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شب پنج شنبہ در شرمکہ امیر المؤمنین را بر جائے خود میخواست بایند، و خود از خانہ ابو بکر در رفاقت او بیرون آمدہ بدال غار توجہ نمود۔

”رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پنج شنبہ کی رات مکہ مکرمہ میں امیر المؤمنین کو اپنی جگہ پر سونے کا حکم دیا اور خود ابو بکر کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں ہمراہ لے کر باہر آئے اور اس غار کا قصد فرمایا۔“

اس سے واضح ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکبر کو سفر ہجرت میں اپنے ہمراہ لے گئے۔

مصنف حملہ حیدری، علامہ باذل نے واقعہ ہجرت کے بارے میں جو لکھا ہے وہ درج ذیل ہے۔ شاید ان دوستوں کے لئے سرمہ چشم بصیرت کا کام دے۔

چنیں گفت راوی کہ سلار دیں
چوں سالم بحفظ جمل آفریں
ز نزدیک آں قوم پُر مکر رفت
بسوئے سرائے ابو بکر رفت

راوی کہتا ہے کہ دین کے سلار اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں اس مکار قوم کے محاصرے سے باہر نکلے اور حضرت ابو بکر کے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔

پئے ہجرت اونیز آمادہ بُود

کہ سابق رسولش خبر دادہ بُود

حضور نے انہیں پہلے ہی سفر ہجرت کی خبر دے دی تھی اس لئے وہ سازو سامان کے ساتھ تیار بیٹھے تھے۔

نبی بردر خانہ اش چوں رسید
 بگوشش ندائے سفر در کشید
 نبی کریم جب ان کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے سفر کرنے کی
 ندا سنی۔

چوں بو بکر زان حال آگاہ شد
 ز خانہ برون رفت ہمراہ شد
 حضرت ابو بکر جب اس حال سے خبردار ہوئے تو اپنے گھر سے روانہ ہو کر
 حضور کے ہمراہ ہو گئے۔

ان دونوں حوالوں سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت
 صدیق کو اپنے ہجرت کے ارادہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور انہیں بھی حکم ہوا تھا کہ وہ بھی اس سفر
 میں ہمرکاب ہونے کے لئے تیار رہیں۔ حضور کفار کے محاصرہ سے بخیریت نکل کر سیدھے
 حضرت صدیق کے گھر آئے اور انہیں ہمراہ لے کر مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔
 آخر میں حضرت امام حسن عسکری کی روایت پیش خدمت ہے امید ہے آپ کے اس ارشاد
 سے اس تاویل باطل کا طلسم ٹوٹ کر رہ جائے گا۔

تفسیر حسن عسکری میں مروی ہے کہ جب کفار نے حضور کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو جبریل
 حاضر خدمت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا۔ کفار کی ریشہ دوانیوں کی اطلاع دی اور یہ پیغام
 الہی بھی گزار کیا وَآمَرَكَ أَنْ تَسْتَصْحَبَ أَبَا بَكْرٍ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اس
 پر خطر سفر میں ابو بکر کو اپنے ہمراہ لے جائیں۔

کیا اب آپ قاضی نور اللہ شوستری کی بات مانیں گے یا گیارہویں امام معصوم حضرت حسن
 عسکری کے ارشاد کو تسلیم کریں گے۔

معتزین کی کج ادائی کے کرشمے اسی پر ختم نہیں ہوتے بلکہ ایک قدم آگے
 بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مان لیا ابو بکر کو حضور ساتھ لے گئے تھے اور انہوں نے راستے کی
 صعوبتیں بھی برداشت کیں لیکن ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ ان
 کی نیت بھی خالص تھی اور جب تک خلوص نیت نہ ہو کوئی بڑے سے بڑا عمل بھی مقبول نہیں
 ہوتا اس لئے حضرت ابو بکر کا سفر ہجرت میں ہمرکاب ہونا ان کے لئے ہرگز باعث فضیلت
 نہیں۔ یا سبحان اللہ اس ندرت فکر کی بلائیں لینے کو جی چاہتا ہے۔

دوپہر کے وقت اگر کوئی شخص طلوع آفتاب کی دلیل طلب کرے تو اس میں اتنا اچنبھا نہیں جتنا ہمارے ان دوستوں کے اس ارشاد میں ہے۔ وہ شخص جو ایک کامیاب تاجر ہے جس کے پاس مال و ثروت کی فراوانی ہے جسے ہر قسم کی عزت و آسائش میسر ہے۔ بچے ہیں بچیاں ہیں وہ ان سب چیزوں کو ٹھکرا کر ایک ایسی ہستی کا ساتھ دیتا ہے جس کو شہید کرنے کے منصوبے بن چکے ہیں۔ عرب کا بچہ بچہ اس کے خون کا پیا سا ہے، خطرات کے مہیب بادل ہر طرف سے بڑھتے چلے آ رہے ہیں جو شخص ان سنگین حالات میں جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے محبوب کی سنگت اختیار کرتا ہے اس کے خلوص نیت پر شک کرنے سے انسان کو شرم آنی چاہئے۔

حزید برائے غلام میں تین چار روز قیام رہتا ہے۔ اس عرصہ میں حضرت ابو بکر کا بیٹا عبداللہ ہر روز سرشام حاضر ہوتا ہے اور اہل مکہ کے ارادوں سے آگاہ کرتا ہے۔ ان کی صاحبزادی اسماء ہر روز کھانا لے کر آتی ہیں ان کا غلام عامر بن فہیرہ دن بھر ریوڑ چراتا ہے۔ شام کے وقت اسے ہانکتا ہوا غار کے قریب آ کر ڈیرا جھاتا ہے دودھ دھوتا ہے اسے گرم کرتا ہے اور خدمت اقدس میں پیش کرتا ہے۔ ابو بکر کا سدا خانوادہ اس جاں نثاری اور خدمت گزاری کا مظاہرہ اس وقت کر رہا ہے جب مکہ والوں نے حضور کو زندہ پکڑ کر لانے یا شہید کر دینے کے لئے ایک سو سرخ اونٹوں کے انعام کا اعلان کر دیا ہے۔ عرب کے کئی طالع آزمائش سوار اس انعام کے لالچ میں اپنے سبک رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر حضور کی تلاش میں اس علاقہ کے چپہ چپہ کو چھان رہے ہیں۔ ادھر یہ خاندان ہے جس کا صرف ایک فرد نہیں بلکہ تمام افراد بچے، بچیاں، حتیٰ کہ زر خرید غلام سب کے دل میں ایک ہی سودا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حبیب اور ان کا محبوب بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچ جائے۔ انسانیت اور اس کے اخلاقی قدروں پر اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایسے شخص کی حسن نیت پر شک کیا جائے اور شک کرنے والے ایسے لوگ ہوں جنہیں راہ حق میں کبھی کائنات تک چھینے کی سعادت بھی نصیب نہ ہوئی ہو۔

پھر کہتے ہیں کہ لغت عرب میں صاحب کا معنی ہے ساتھی، رفیق، ہم نشین۔ اس لفظ میں شرف و فضیلت کی کوئی وجہ نہیں۔ ایک کافر ایک مومن کا، ایک فاسق ایک پارسا کا ساتھی اور ہم نشین ہو سکتا ہے جیسے اس آیت میں ہے۔

قَالَ لَهُ مَاجِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ

(۳۷:۱۸)

تُرَابٍ۔

”یعنی جب اس نے اپنے صاحب (ساتھی) کو کہا جب وہ اس سے گفتگو

کر رہا تھا کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔“

اس آیت میں صاحب کالفظ ہے اور اس سے مراد کافر ہے۔

سورہ یوسف میں یَصَاحِبِی السِّجْنِ اے قید خانہ کے دو ساتھیو۔ “ (۱۲: ۴۲)
اور وہ دونوں بھی کافر تھے بلکہ اہل عرب تو حیوان کو بھی انسان کا صاحب (ساتھی) کہہ دیا کرتے۔

إِنَّ الْبَنَاءَ مَعَ الْبَنَاءِ مَطِيَّةٌ وَإِذَا اخْلَوْتَ بِهِ فَبُئْسَ الصَّاحِبُ

اگر ان دوستوں کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو پھر صرف ”صاحب“ کالفظ ہی نہیں بلکہ بہت سے الفاظ اپنی عظمت و شرف سے محروم ہو جائیں گے۔ ایمان کے لفظ کو ہی لیجئے اس کا معنی تصدیق کرنا ہے یہ تصدیق اللہ تعالیٰ کی توحید کی بھی ہو سکتی ہے اور طاغوت و جت کی بھی آیت ملاحظہ ہو۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أَوْتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجَبْتِ وَ
الْكَافُوتِ۔

”کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے
(وہ اب) ایمان لائے ہیں جت اور طاغوت پر۔“ (۵۱: ۴)

اسی طرح ہجرت کالغوی معنی ہے کسی شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں چلے جانا یہ ترک وطن
اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کی رضا کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور کسی دنیوی منفعت کے لئے، کسی
عورت سے شادی رچانے کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح عبادت اللہ تعالیٰ کی بھی ہو سکتی
ہے اور معبودان باطل کی بھی۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

”وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کی پوجا کرتے ہیں جو نہ ضرر پہنچا سکتے ہیں
اور نہ نفع۔“ (۱۸: ۱۰)

اگر لفظ صاحب، اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے باعث شرف نہیں تو پھر ایمان، ہجرت،
عبادت اور دیگر اسلامی مصطلحات بھی شرف و فضیلت سے بے بہرہ ہوں گے اور کسی کو
مومن، مہاجر، عابد کہنے سے اس کی قطعاً عزت افزائی نہیں ہوگی۔ درحقیقت ان الفاظ میں
عزت و شرف ان کے لغوی معنوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ ان کے متعلقات سے ہے۔ ایمان

جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ہوگا، ہجرت جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی۔ عبادت جب اللہ تعالیٰ کی ہوگی تو یہ کلمات معزز و ذیشان ہوں گے۔ اسی طرح صاحب کے لفظ میں فضیلت نہیں بلکہ جس کا وہ صاحب ہے یعنی سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات اسی نسبت نے اس لفظ کو بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اور جو صاحب کے لفظ کا مصداق ہے یعنی صدیق اکبر، اس کو بھی وہ رفعتیں اور سرفرازیں بخشی ہیں جن کے سامنے فلک الافلاک کی بلندیاں بھی ادب سے سر جھکائے ہوئے ہیں۔

ازراہ انصاف آپ ہی بتائیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے محبوب کی صحبت و معیت اور ایک کافر و فاسق کی صحبت و معیت یکساں ہے؟ کوئی صاحب ایمان ایسا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ نیز حضرت صدیق کی اس سنگت اور رفاقت کو جس انداز سے بیان کیا گیا ہے وہ بھی اپنے اندر ایک خصوصی شان رکھتی ہے۔

ثانی اشین کے دو لفظوں میں غور فرمائیے۔ اس قسم کے عدد کا ذکر لغت عرب میں دو طرح سے کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں ثانی اشین، ثالث ثلاثہ، رابع اربعہ وغیرہ ہا، یعنی دو میں سے دوسرا، تین میں سے تیسرا، چار میں سے چوتھا، اس صورت میں پہلا عدد دوسرے عدد کا جزو اور حصہ ہوتا ہے اور اس میں داخل ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں یہ ہے کہ ثالث اشین، رابع ثلاثہ، خامس اربعہ۔ یعنی دو کو تین بنانے والا، تین کو چار اور چار کو پانچ بنانے والا۔ اس صورت میں یہ عدد پہلے عدد میں داخل نہیں ہوتا۔ اب اسے اس میں داخل کیا جا رہا ہے پہلے صرف دو تھے۔ اس عدد کے اضافہ سے اب وہ تین ہو گئے، پہلے صرف تین تھے۔ بعد میں اضافہ ہوا، اب وہ تین چار بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ثانی اشین فرمایا یعنی پہلے جو دو موجود تھے ان دونوں میں سے دوسرا۔ یہ یگانگت، یہ رفاقت، یہ صحبت خدا شہید ہے حضرت صدیق اکبر کا ہی حصہ ہے۔ ان کلمات کے مفہوم کو خود زبان رسالت نے یوں بیان فرمایا ہے۔ اور اس کے بعد شاید کسی قسم کی ہرزہ سرائی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اسی فرقہ کے ایک فاضل علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج الصادقین میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:-

”چوں ابو بکر در غار کفار ابدید، مضطرب شد و سیر خائف گشت و گفت
یار رسول اللہ! اگر کے از مشرکان در زیر قدم خود نگہ کند ہر آئینہ
مرا ببیند۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فرمود۔“

مَا ظَنَنْتُكَ يَا ثَنَيْنِ اَللّٰهُ تَالِثُهُمَا

”جب ابو بکر نے غار میں سے کفار کو دیکھا تو انہیں بڑا اضطراب لاحق ہوا اور اندیشہ پیدا ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہ! اگر مشرکین میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی جگہ کو دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ابو بکر! ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔“

اس سے بڑی عزت افزائی کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔

یہ نصیب اللہ اکبر کوٹنے کی جائے ہے

ہمارے یہ کرم فرما ’لَا تَحْزَنْ‘ کے لفظ سے حضرت صدیق پر الزامات و مطاعن کی بوچھاڑ شروع کر دیتے ہیں۔ آپ بھی سنئے اور ان کی روش بیداد کی داد دیجئے۔

کہتے ہیں کہ ”یہ حزن جس سے حضرت ابو بکر کو منع کیا جا رہا ہے یہ طاعت تھا یا معصیت، طاعت تو ہو نہیں سکتا۔ ورنہ اس سے منع نہ کیا جاتا۔ اللہ اور اس کا رسول نیک کاموں سے نہیں روکا کرتے۔ لازماً یہ حزن معصیت ہو گا۔ اس آیت سے ابو بکر کا عاصی اور گنہگار ہونا ثابت ہے نہ کہ آپ کی فضیلت۔“

جواباً عرض ہے کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل کو حزن اور خوف سے روکا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

”اے موسیٰ خوف نہ کرو تم ہی سر بلند ہو گے۔“ (۶۹:۲۰)

حضرت لوط کو فرشتوں نے کہا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجِّوْكَ وَاَهْلَكَ (۳۳:۲۹)

”اے لوط! حزن نہ کرو ہم تمہیں اور تمہارے اہل و عیال کو نجات دینے والے ہیں۔“

لَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ (۶۵:۱۰)

”اے حبیب! کفار کی باتیں آپ کو حزن و غمگین نہ کریں۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

قَدْ عَلِمْنَا اِنَّهٗ لَيَحْزُنْكَ الَّذِیْ يَقُوْلُوْنَ - الْاٰیۃ (۳۳:۶)

”اے حبیب! ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو کفار کی باتیں غمزہ کر دیتی ہیں۔“

کیا ہم ان محققین سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ ان آیات کی روشنی میں انبیاء بلکہ سید الانبیاء والرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ان کا فتویٰ کیا ہے۔ یہ خوف اور حزن جس سے انبیاء کو روکا جا رہا ہے طاعت تھا یا معصیت، طاعت تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکی سے نہیں روکتا اور یہاں خوف و حزن سے روکا جا رہا ہے لازماً معصیت ہو گا۔ اب فرمائیے انبیاء کرام کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حزن اور خوف امور طبعیہ میں سے ہیں۔ بڑے سے بڑا آدمی بھی ان سے دوچار ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دلجوئی لَا تَخَفْ اور لَا تَحْزَنْ کہہ کر فرماتا ہے۔ نیز حضرت صدیق کو حزن و ملال اپنی ذات کے لئے ہرگز نہ تھا۔ اگر انہیں اپنی جان پیاری ہوتی اور اپنا آرام عزیز ہوتا تو وہ اس پر خطر سفر میں سنگت ہی نہ کرتے انہیں اگر کوئی غم تھا یا کوئی حزن تھا، اگر کوئی اندیشہ تھا تو فقط یہ کہ ان کے ہادی و مرشد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبادا کوئی گزند پہنچے ورنہ یہ بزم عالم درہم برہم ہو جائے گی۔ گلشن ہستی میں خاک اڑنے لگے گی، عروس گیتی کا سہاگ لٹ جائے گا۔ ارض و سما کی یہ رونقیں، یہ روشنیاں، یہ بہاریں ہمیشہ کے لئے ناپید ہو جائیں گی۔ اپنے محبوب کو خطرے میں گھرا دیکھ کر صدیق کے حزن و ملال کی حد نہ رہی۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے میرے یار بلوفا! غم نہ کر بے شک اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ جب ہمارے ساتھ ہمارا خدا ہے تو یہ کفار ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

’مَعَنَا‘ کا لفظ بھی غور طلب ہے۔ معیت الہی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک معیت علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اور اپنے علم کے ذریعہ ہر چیز کے ساتھ ہے، جیسے اس آیت میں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ فَاَیَكُوْنُ
مَنْ یُّجَادِیْ ثَلٰثَیْنًا اِلَّا هُوَ رَاٰی عَنْهُمْ وَاَلَا خَمْسَیْنًا اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ
وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرًا لَا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا

”کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، کوئی تین آدمی مشورہ کرنے والے نہیں ہوتے جب کہ وہ ان کا چوتھا نہ ہو اور نہ پانچ مشورہ کرنے والے ہوتے ہیں جب کہ وہ

ان کا چھٹا نہ ہو اور نہ اس تعداد سے کم ہوتے ہیں نہ زیادہ، وہ ہر صورت میں ان کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں بھی مشورہ کر رہے ہوں۔“

(سورہ مجادلہ: ۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ساتھ ہوتا ہے ایسی معیت میں کوئی فضیلت نہیں بلکہ اس میں تہدید اور سرزنش ہے۔ خبردار اگر تم نے نافرمانی کی تو ہماری گرفت سے تم بچ نہیں سکتے۔ معیت الہی کی دوسری قسم وہ ہے جو متقین اور محسنین کو حاصل ہوتی ہے ارشاد باری ہے۔

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ (۱۶: ۱۲۸)

”بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو نیکو کار ہیں۔“

اس معیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے ان کی دیکھیری کرتا رہتا ہے اور اپنے لطف سے ان کو نوازتا رہتا ہے۔

معیّت الہی کی تیسری قسم وہ ہے جو انبیاء و رسل کو میسر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دشمن کے مقابلہ میں ان کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔ ہر میدان میں وہ کامیاب و سرفراز ہوتے ہیں اور کفر و باطل کے سرغنہ ذلیل و رسوا ہوتے ہیں اور ان تمام اقسام سے اعلیٰ و ارفع معیت الہی کی وہ قسم ہے جو سید الانبیاء و الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے یار و قواد کو إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فرما کر اس خصوصی معیت میں شرکت کی سعادت ارزانی فرمائی۔

فَدَاكَ آتِي وَآمِي يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَكْرَمَكَ وَمَا أَجْوَدَكَ
جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا أَوْفَاكَ
وَمَا أَسْعَدَكَ حَقْلَكَ -

ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاعر دربار نبوت حضرت حسان سے پوچھا کہ اے حسان! کیا تم نے شان صدیق میں بھی کچھ اشعار کہے ہیں؟ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! میں نے آپ کے یار غلہ کی مدحت سرائی بھی کی ہے۔ فرمایا سناؤ میں سننا چاہتا ہوں۔ حسان نے عرض کیا۔

وَتَأْنِي الثَّنِينَ فِي الْعَادِ الثَّنِيفِ وَقَدْ طَافَ الْعَادُؤُ بِهِ إِذْ صَعِدَ الْمَجْبَلَا

”آپ دو میں سے دوسرے تھے اس باہر کت عار میں اور دشمن نے اس کے ارد گرد چکر لگایا جب وہ پہاڑ پر چڑھا۔“

وَكَانَ حُبَّ رَسُولِ اللَّهِ قَدْ عَلِمُوا مِنَ الْبَرِّيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ الرَّجُلُ
”ابو بکر اللہ تعالیٰ کے رسل کے محبوب تھے اور لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری مخلوق میں سے کسی کو آپ کا ہم پلہ نہیں سمجھتے۔“

حسان کے یہ شعر سن کر حضور ہنس پڑے۔ فرمایا اے حسان تم نے سچ کہا ہے۔ ابو بکر ایسے ہی ہیں۔
(ابن عساکر، ابن زہری عن انس)
اللہ تعالیٰ راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور شمع جمل مصطفوی کے پروانوں کی عزت و احترام اور پیروی کی سعادت سے ہمہ اندوز کرے۔ آمین بجلہ طہ وئیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ (اقتباس از ضیاء القرآن سورۃ توبہ صفحات ۲۰۶ تا ۲۱۳ جلد دوم)

مکہ سے فخر الانبیاء علیہ التیمین والثناء کے روانہ ہونے کے بعد اہل مکہ کی سرگرمیاں رات بھر کا شانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والوں کو طلوع صبح کے بعد جب معلوم ہوا کہ حضور تشریف لے گئے ہیں تو ان پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ مایوسی اور محرومی کے باعث ان کے اوسان خطا ہو گئے دوسرے رؤساء قریش کو جب اس کا علم ہوا تو ان کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ انہوں نے اعلان عام کر دیا کہ جو شخص انہیں زندہ یا مردہ پکڑ کر لے آئے گا اسے سوانٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ مشرکین مکہ تو پہلے ہی حضور کے خون کے پیاسے تھے اب جب اس گراں قدر انعام کا اعلان سنا تو دیوانہ وار اپنے برق رفتار گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر ہر طرف پھیل گئے۔

اس اثناء میں رؤساء قریش کا ایک گروہ دندنا تا ہوا حضرت صدیق کے گھر پہنچا ابو جہل اس گروہ کی قیادت کر رہا تھا۔ وہاں پہنچے تو دروازہ بند پایا بڑے زور سے اسے کھٹکھٹایا۔ حضرت اسماء باہر تشریف لائیں انہوں نے دریافت کیا۔ اے ابو بکر کی بیٹی! تیرا باپ کہاں ہے۔ حضرت اسماء نے جواب دیا مجھے کیا خبر کہ وہ کہاں ہیں۔ ابو جہل غصہ سے بے قابو ہو گیا اور بڑے زور سے طمانچہ آپ کے چہرے پر رسید کیا جس سے آپ کے رخسار سرخ ہو گئے۔ اور ان کے کان کا آویزہ ٹوٹ کر نیچے گر پڑا۔ کچھ دیر کے بعد ایک اور واقعہ پیش آیا اس واقعہ کے

راوی حضرت یحییٰ بن عباد ہیں جو اپنے والد عباد سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ان کی دادی حضرت اسماء بنت ابی بکر نے بتایا۔

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ تو حضرت ابو بکر بھی حضور کے ساتھ تھے گھر سے جاتے ہوئے گھر میں جو نقدی تھی وہ بھی ساتھ لے لی۔ یہ پانچ یا چھ ہزار درہم تھے۔ علامہ بلاذری انساب الاشراف میں لکھتے ہیں۔

کہ جس روز حضرت صدیق اکبر مشرف باسلام ہوئے اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار نقد درہم تھے جس دن مدینہ طیبہ کی طرف اپنے محبوب کی معیت میں سفر ہجرت پر روانہ ہوئے اس وقت ان کے پاس صرف چار پانچ ہزار درہم تھے اپنے بیٹے عبد اللہ کو بھیجا کہ وہ رقم بھی گھر سے لے آئے چنانچہ حضرت عبد اللہ نے یہ نقدی بھی غار ثور میں آپ کو پہنچادی۔ (۱)

حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میرے دادا ابو قحافہ جن کی بیٹلی جلتی رہی تھی ہمارے پاس آئے اور کہا مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے باپ نے تمہیں بے آسرا چھوڑ کر از حد تکلیف پہنچائی ہے اور ساتھ ہی اپنا سرمایہ بھی ساتھ لے گیا ہے اور تمہیں غربت و افلاس کے حوالے کر گیا ہے میں نے انہیں تسلی دینے کیلئے کہا۔

كَلَّيَا أَبَتِ إِنَّهُ قَدْ تَرَكَ لَنَا خَيْرًا كَثِيرًا

”ابا جان! ایسا ہر گز نہیں وہ تو ہمارے لئے خیر کثیر چھوڑ گئے ہیں۔“

آپ فرماتی ہیں کہ دیوار میں جو مخزن تھا جہاں آپ نقدی رکھا کرتے تھے وہاں میں نے پتھر رکھ دیئے اور ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا۔ پھر میں اپنے دادا کے ہاتھ کو پکڑ کر لے گئی اور کہا ابا جان! یہ مال رکھا ہوا ہے اس پر ہاتھ رکھ کر آپ ٹٹول لیجئے۔ انہوں نے اس کپڑے پر ہاتھ رکھ کر ٹٹولا اور مطمئن ہو کر کہنے لگے کوئی حرج نہیں۔ اگر اس نے اتنا مال تمہارے لئے پیچھے چھوڑا ہے اس نے بہت اچھا کیا ہے۔ میں تو صرف اپنے دادا کو مطمئن کرنا چاہتی تھی ورنہ میرے والد ماجد ایک درہم تک بھی گھر چھوڑ کر نہیں گئے تھے۔ (۲)

غار میں قیام

تین روز غار میں قیام رہا حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما دن بھر مکہ میں رہتے قریش کے باہمی مشوروں اور پروگراموں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے۔ شام کے بعد غار میں حاضر خدمت ہو کر مکہ اور اہل مکہ کے حالات گوش گزار کرتے۔ عامر بن فہیرہ دن بھر ریوڑ چراتے اور شام کے وقت بکریاں ہانک کر غار کے قریب لاتے پھر عامر اور حضرت صدیق بکریوں کو دوہتے دودھ گرم کرتے اور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔ حضرت عبداللہ رات وہاں بسر کرنے کے بعد منہ اندھیرے ہی مکہ واپس پہنچ جاتے عامر بھی اپنی بکریاں چرانے کے لئے انہیں لے کر جنگل میں چلے جاتے۔ جہاں جہاں حضرت عبداللہ کے پاؤں کے نشان ہوتے وہاں سے بکریاں گزارتے تاکہ ان کے نشان بقی نہ رہیں اور کفہ کا کوئی کھوجی ان نشانوں کے ذریعہ حضور کا سراغ نہ لگا لے تین دن گزرنے کے بعد کفار کی دوڑ دھوپ برائے نام رہ گئی ان تین دنوں میں انہوں نے اس سارے علاقہ کی خاک چھان ماری۔ کوئی راستہ، کوئی جنگل اور کوئی غار ایسی نہ چھوڑی جس کو اچھی طرح انہوں نے کھنگال نہ لیا ہو۔ اپنی پیہم ناکامیوں کے باعث ان کی ترک تازیوں میں وہ دم ختم نہ رہا۔ مسلسل مایوسیوں نے ان کے دلوں کو سرد کر دیا۔

تیسرے روز حسب وعدہ عبداللہ بن ابریقہ جسے راہبری کیلئے مقرر کیا گیا تھا۔ اونٹنیاں لے کر پہنچ گیا۔ حضرت اسماء بھی کھانا پکا کر لے آئیں۔ لیکن توشہ دان باندھنے کیلئے کوئی ڈوری ساتھ لانا بھول گئیں۔ جب توشہ دان کو اونٹ کے کجلوہ کے ساتھ باندھنے لگیں تو رسی ندارد اس وقت آپ نے اپنا کمر بند کھولا پھاڑ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کو اپنا کمر بند بنالیا اور دوسرے حصہ سے توشہ دان کو باندھا۔ اسی وجہ وہ ذات النطاقین (دو کمر بندوں والی) کے لقب سے مشہور ہو گئیں۔ (۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یثرب کی طرف روانہ ہونے کیلئے غار سے باہر تشریف لے آئے ان دو اونٹنیوں میں سے جو بہترین اونٹنی تھی۔ حضرت ابو بکر نے حضور کی خدمت میں پیش کی اور عرض کی۔ اِذْ كُنْتُ فِدَاكَ اَبْنٰی وَ اُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں

سواری فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنِّي لَا أَذْكَبُ بَعِيرًا لَيْسَ لِي

یعنی میں اس اونٹ پر سوار نہیں ہوں گا جو میرا نہ ہو۔

آپ نے عرض کی۔

هِيَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا أَبَا أَنْتَ دَارِجِي

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ حضور کا ہی ہے۔

حضور نے فرمایا نہیں۔ پہلے بتاؤ تم نے اس کی کتنی قیمت ادا کی ہے۔

آپ نے عرض کیا۔ میں نے اسکے اتنے درہم ادا کئے ہیں۔

فرمایا اس قیمت کے عوض میں یہ اونٹنی خریدتا ہوں۔ چنانچہ حضور اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت صدیق دوسری اونٹنی پر سوار ہوئے۔

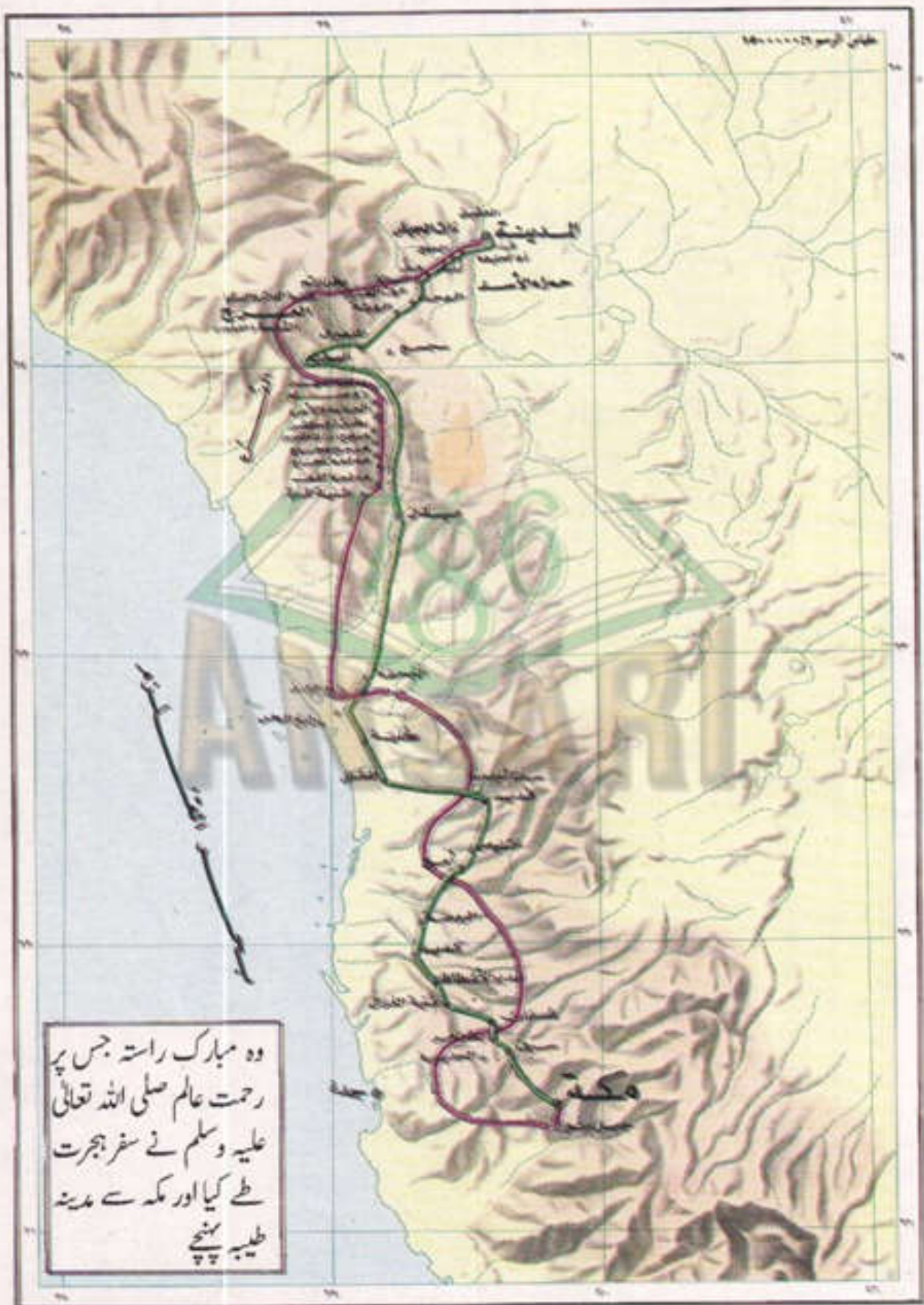
انہوں نے حضرت عامر بن فہیرہ کو اپنے پیچھے بٹھایا ان کو اس لئے ہمراہ لیا تاکہ اثنائے سفر وہ حضور کی خدمت بجالا سکیں۔ (۱)

حضور جس اونٹنی پر سوار ہوئے اس کا نام الجداء تھا۔ اس کے علاوہ حضور کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام العضاء تھا۔ اس دوسری اونٹنی کا ذکر اس حدیث میں ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ قیامت کے روز اسے بھی زندہ کیا جائے گا۔ حضرت صالح اس پر سوار ہوں گے۔ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا حضور بھی اس روز اپنی ناقہ العضاء پر سوار ہوں گے فرمایا نہیں عضباء پر میری لخت جگر فاطمہ سوار ہوگی میری سواری کیلئے اس روز براق پیش کیا جائے گا۔ وہاں قریب ہی حضرت بلال کھڑے ہوئے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

دَيِّحْشُرْ هَذَا عَلَى نَاقَةٍ مِنْ نَوَاقِ الْجَنَّةِ

اور یہ شخص اس روز جنت کی اونٹیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوگا۔ (۲)

یہ بابر کت قافلہ چلا افراد پر مشتمل تھا۔ سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت صدیق اکبر، عامر بن فہیرہ (چرواہا) رضی اللہ عنہما۔ عبد اللہ بن ارقیط جسے بطور راہبر مقرر کیا گیا تھا۔ راستہ میں اگر کوئی آدمی ملتا اور حضرت صدیق اکبر سے حضور کے بارے میں پوچھتا کہ یہ کون



صاحب ہیں آپ جواب میں فرمانے۔ رَجُلٌ يَهْدِيَنِى الطَّرِيقَ یہ مجھے راستہ بتانے والے ہیں۔

شاہراہ ہجرت

مکہ اور یثرب کے مکینوں کی ایک دوسرے کے ہاں آمدورفت عام تھی باہمی رشتہ داریاں بھی تھیں تجارتی تعلقات بھی تھے اہل مکہ یثرب کی بہترین کھجوریں خریدنے کیلئے عام طور پر وہاں جایا کرتے اور اہل یثرب مراسم حج ادا کرنے کے لئے مکہ آیا کرتے۔ اس لئے ایسے راستے معروف تھے جو دونوں شہروں کو ملاتے تھے لیکن اس مبدک کارواں کیلئے ان راستوں میں سے کسی کو اختیار کرنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ کیونکہ قوی اندیشہ تھا کہ مشرکین ان کے تعاقب میں ضرور نکلیں گے اس لئے ماہر راہبر عبد اللہ بن ارقط نے اس پر خطر سفر کیلئے ایک غیر معروف راستہ اختیار کیا جس راستہ سے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ لے گیا اس کی تفصیل علامہ ابن ہشام نے علامہ ابن اسحاق سے اپنی کتاب سیرت میں نقل کی ہے انہیں کی عبادت کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ علامہ ابن اسحاق نے بتایا۔ کہ

حضور اور حضور کے یار غار کاراہبر عبد اللہ انہیں لے کر جب غار سے چلا تو پہلے مکہ کے نشیبی علاقہ سے گزر کر ساحل سمندر کا رخ کیا۔ اور عسفان کے نیچے سے گزرتے ہوئے عمومی راستہ پر آگیا۔ وہاں سے اُنْج گاؤں کے نیچے سے گزرا پھر قدید سے گزرتا ہوا عام راستہ پر آگیا۔ وہاں سے چلتے چلتے خزار وہاں سے المرة کے موڑ پر پہنچا وہاں سے لغت آیا۔ وہاں سے چل کر مَذَاجَہ لَقْف پہنچا۔ بیچ بیچ سے گزرتا ہوا مدلبہ مجلج، پھر وہاں سے مزج مجلج پھر وہاں سے مزج ذی العُصُون پہنچا۔ وہاں سے ذی کثر وہاں سے جداجد سے گزرتا ہوا اجد آ یا پھر ذاسلم سے ہوتے ہوئے مدلبہ تعہن اور وہاں سے عباہید پہنچا۔

اسے عباہید بھی کہا گیا ہے وہاں سے فاجہ پہنچا وہاں سے نیچے اتر کر عرج آیا۔ یہاں پہنچ کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی اسلم کے ایک آدمی جس کا نام اوس بن حجر تھا کو ایک اونٹ پر سوار کیا اور مدینہ کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ ایک غلام جس کا نام مسعود بن ہنیدہ تھا روانہ کیا تاکہ یہ لوگ اہل یثرب کو سرور عالم کی آمد کی اطلاع دیں۔

عرج سے وہ عائر کے موڑ تک پہنچا اور رکوبہ کے موڑ کی دائیں طرف سے گزرتا ہوا ریم کی وادی میں اترا۔ اور یہاں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر کو لے کر قبا پہنچا جہاں حضور کے غلام حضور کے لئے چشم براہ تھے۔

یہ سفر بارہ دن میں طے ہوا۔ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی اور سوموار کا دن تھا۔ حضور اس وقت پہنچے جب سورج ڈھلنے کے بالکل قریب تھا اور دھوپ بڑی شدت سے چمک رہی تھی۔

تشریحات

اس مبارک سفر میں جن جن مقامات سے گزر ہوا ان کے نام سیرت ابن ہشام سے نقل کر کے پیش کر دیئے گئے ہیں یہ گاؤں، یہ پڑاؤ، یہ موڑ بہت غیر معروف ہیں۔ اگر اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرب جغرافیہ دانوں نے ان کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ذکر کر دیا جائے تو قارئین کیلئے خالی از فائدہ نہ ہو گا۔

عُسْفَان :- یہ مکہ سے دو منزل کے فاصلے پر ہے اور محفہ اور مکہ کے درمیان بارشی پانی کی گزر گاہ کے کنارے پر یہ بستی آباد ہے۔ یاقوت حموی نے کہا ہے کہ محفہ مکہ سے تین منزل کے فاصلے پر ہے۔

اَنْج :- ابو منذر کہتے ہیں کہ اَنْج اور ہران دو وادیاں ہیں جو بنی سلیم کے حرہ سے نکلتی ہیں اور سمندر میں آکر گرتی ہیں۔ قالہ الیاقوت۔

قَدَیْد :- مکہ اور مدینہ کے درمیان یہ ایک موضع ہے جہاں پانی کا ایک چشمہ ہے یاقوت کہتے ہیں کہ یہ موضع مکہ سے قریب ہے۔ ابن الکلبی کا قول ہے کہ جب تبع بادشاہ اہل مدینہ کے ساتھ لڑائی کرنے کے بعد یہاں پہنچا تو یہاں آکر خیمہ زن ہوا یہاں سخت آندھی چلی جس نے اس کے ہمراہیوں کے خیموں کو الٹ دیا۔ اسی وجہ سے یہ موضع قَدَیْد کے نام سے مشہور ہے۔

اَلْفَرَار :- یہ جگہ حجاز میں محفہ کے قریب ہے اور مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔

شَنِيَّةُ الْمَرْءِ :- سہیل کہتے ہیں کہ اس کی رائے پر شد نہیں۔

لَقْفَا :- ابن اسحاق نے اسے لَقْفَا کہا ہے اور ابن ہشام نے اسے لَقْفَا کہا ہے۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان یہ بھی ایک موڑ کا نام ہے۔ اور النجفی کہتے ہیں کہ قدید کے پہاڑ میں ایک موڑ کا نام ہے۔

مَدْلَجُ مَجْلَج :- ایک گاؤں کا نام ہے۔

ذِي كَثْر :- ایک گاؤں کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔

جَدَّاجِد :- یہ جمع ہے اس کا واحد جَدَّ جَدُّ ہے پرانے کنوئیں کو کہتے ہیں یا قوت کہتے ہیں کہ یہاں پرانے زمانے کے بت سے کنوئیں تھے اور انہیں جَدَّاجِد کہا جاتا تھا۔

أَجْرَد :- یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں بنو جُہینہ قبیلہ آباد تھا۔ یہ مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے۔

تَعْمِئِن :- یہ ایک چشمہ کا نام ہے۔ یہاں جو شہر آباد ہوا وہ بھی اس نام سے معروف ہوا یہ الشقیہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔

الْعَبَابِيد :- اسے العبابیب بھی پڑھا گیا ہے۔

الْقَاح :- اسے القاجہ بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ مدینہ طیبہ سے ستھ کی سمت میں تین منزل پر واقع ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جس میں دو کنوئیں ہیں جن کا پانی بہت میٹھا اور بکثرت ہے۔

الْعَرَج :- یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گھاٹی ہے اور حاجیوں کے راستہ پر واقع ہے۔

شَنِيَّةُ الْعَارِ :- یہ بھی ایک پہاڑی موڑ کا نام ہے۔

رُکُوبَہ :- مکہ اور مدینہ کے درمیان العرج کے قریب ایک پہاڑی گھاٹی کا نام ہے۔

رِئَم :- مدینہ طیبہ سے چار منزل کی مسافت پر ایک موضع کا نام ہے۔

قبا :- ایک مشہور بستی ہے جس کے بارے میں کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔
طریق الحجۃ کا نقشہ اطلس تاریخ اسلام کے صفحہ ۶۳ کے نقشہ سے لیا جائے

نوٹ :- یہ تمام تفصیلات سیرت ابن ہشام جلد دوم کے حاشیہ سے منقول ہیں جو صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۸ پر درج ہیں۔

انشائے سفر و واقعات

یہ بابر کت قافلہ لق و دق ریگستانوں، کنھن پہاڑی راستوں، دشوار گزار وادیوں کو عبور کرتا ہوا اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ بغیر آرام کئے وہ پورا دن آنے والی پوری رات اور دوسرے دن دوپہر تک یہ ناقہ سوار کہیں نہ رکے۔ مسلسل سفر کی تھکاوٹ، رات کی بے خوابی، سنگلاخ وادیاں اور ریگستان طے کرنے کے باوجود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تھکاوٹ اور در ماندگی کا اظہار کیا نہ رات بھر جاگتے رہنے کا شکوہ کیا بڑی ہمت و عزیمت کے ساتھ حضور نے یہ پر خطر سفر جاری رکھا۔ دوسرے دن جب دوپہر ہو گئی تیز دھوپ، گرم لو اور چمٹی ہوئی زمین کے باعث حضرت ابو بکر صدیق نے یہ طے کیا کہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آرام فرمانے کی کوئی جگہ تلاش کریں۔ آپ نے چاروں طرف نظر دوڑائی تاکہ کہیں کوئی سایہ دار درخت نظر آجائے۔ تاکہ اس کے نیچے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر استراحت فرمائیں۔ دور دور تک درخت تو کوئی نظر نہ آیا البتہ ایک چٹان دکھائی دی جس کا کچھ سایہ عین دوپہر کے وقت بھی موجود تھا۔ آپ وہاں گئے جھاڑو یا پتھریلی چٹانوں کے نوک دار کونوں کو ہموار کیا۔ ان پر چادر بچھا دی۔ پھر عرض کی میرے آقا! تشریف لائیے اور تھوڑی دیر آرام فرمائیے۔ حضور تشریف لائے اور آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔

حضرت ابو بکر اپنے آقا کو صلا کر پہرے کا فریضہ ادا کرنے کے لئے چٹان پر چڑھ گئے اور دور دور تک نگاہ دوڑانے لگے یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی تعاقب کرنے والا اہلے پیچھے تو نہیں آ رہا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چرواہا اپنے ریوڑ کو لے کر اس چٹان کی طرف آ رہا ہے۔ اور شائد

اس کے سائے میں خود بھی آرام کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنی بکریوں کو بھی اس چلچلاتی دھوپ سے کچھ دیر کے لئے محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ ریوڑ کس کا ہے جس کو تم چرا رہے ہو۔ اس نے اپنا نام بھی بتایا اور اپنے مالک کا نام بھی۔ آپ اس کے مالک کو پہلے سے جانتے تھے آپ نے بڑی نرمی سے اس چرواہے کو کہا کہ کوئی بکری دودھ دو۔ جب وہ دودھ دوہنے لگا تو آپ نے فرمایا پہلے بکری کے تھن صاف کر لو۔ پھر اپنے ہاتھ جھاڑ لو تاکہ گرد و غبار اتر جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا آپ نے اسے ایک برتن دیا اور اس برتن کے منہ پر ایک کپڑا رکھ دیا تاکہ دودھ چھن کر اس برتن میں جائے۔ دودھ لے کر اسے پانی میں رکھا تاکہ وہ ٹھنڈا ہو جائے پھر اس ٹھنڈے دودھ کو لے کر اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اس وقت تک بیدار ہو چکے تھے۔ عرض کی یا رسول اللہ حضور کے لئے میں تازہ دودھ ٹھنڈا کر کے لایا ہوں۔ نوش فرمائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا یہاں تک کہ حضرت صدیق خوش ہو گئے۔ پھر دونوں رفیق اللہ کی حفاظت میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ (۱)

امّ معبد

چٹان کے سائے میں دوپہر گزارنے کے بعد پھر دونوں روانہ ہو گئے۔ اثنائے سفر راستہ میں ایک خیمہ کے پاس سے گزر ہوا۔ خیمہ کے باہر ایک باوقار خاتون بیٹھی ہوئی تھی اس کا تعلق بنی خزاعہ کے قبیلہ سے تھا اس کا نام عاتکہ بنت خلف بن معبد بن ربیعہ تھا اور امّ معبد کی کنیت سے مشہور تھی۔ صدیق اکبر نے اس سے دریافت کیا کیا اس کے پاس فروخت کرنے کے لئے گوشت اور کھجوریں ہیں۔ اس نے کہا لَوْ كَانَ عِنْدَنَا شَيْءٌ مَّا اَعُوْذُكَ الْفِرْيَ اگر ہمارے پاس کوئی چیز ہوتی تو ہم تمہاری میزبانی میں کبھی کوتاہی نہ کرتے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ طویل خشک سالی نے اس علاقہ کو قحط زدہ کر دیا تھا۔ کوئی چیز دستیاب نہیں ہوتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کے خیمے کے ایک کونے میں ایک بکری کھڑی ہے۔ حضور نے پوچھا۔ اے امّ معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا یہ وہ بکری ہے جو کمزوری کی وجہ سے دوسرے ریوڑ کے ساتھ چرنے کے لئے نہیں جاسکی اور یہیں کھڑی رہ گئی۔

حضور نے پوچھا کیا اس کی کھیری میں کچھ دودھ ہے اس نے عرض کی یہ بڑی لاغر ہے اس میں

دودھ کہاں۔ حضور نے فرمایا کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دیتی ہو کہ میں اس کو دودھ لوں اس نے کہا اگر اس میں کوئی دودھ ہے تو بڑی خوشی سے دودھ لیجئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر اس پر ہاتھ پھیرا اور اس کی کھیری کو اپنے ہاتھوں سے مَس کیا۔ فوراً اس میں دودھ اتر آیا۔ حضور نے فرمایا بڑا برتن لے آؤ۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دودھنا شروع کیا اس میں جھاگ اٹھنے لگی یہاں تک کہ وہ برتن بھر گیا۔ حضور نے باصرار پہلے ام معبد کو دودھ پلایا پھر اپنے ساتھیوں کو دودھ پلایا جب سب نے خوب سیر ہو کر پی لیا تو آخر میں اس ساقی کوثر نے خود دودھ نوش فرمایا اور فرمایا 'سَاقِي الْقَوَدِ اخْذْهُمْ' کہ قوم کو پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے۔ حضور پُر نور نے ایک بار پھر اس بکری کو دودھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ برتن پھر بھر گیا اور اسے ام معبد کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد حضور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد اس بوڑھی کا خلود ابو معبد اپنی لاغر دہلی پتلی بکریوں کو ہاتھتے ہوئے گھر لے آیا۔ جو لاغری کی وجہ سے جھول رہی تھیں اور ان کی ہڈیوں میں گودہ تک بھی خشک ہو گیا تھا۔ اس نے جب دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھا تو حیران ہو کر پوچھنے لگا اے ام معبد! یہ دودھ کی نہر کہاں سے جاری ہو گئی گھر میں تو کوئی شیردار جانور نہیں تھا اور جو بکری تھی اس کے تو تھنوں میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔

ام معبد نے کہا۔ ایسا نہیں، بخدا ہمارے پاس سے ایک مبارک آدمی گزرا ہے اور پھر اس نے سدا ماجرا کہہ سنایا اس کے شوہر نے کہا اس کا حلیہ تو بیان کرو۔ خدا کی قسم مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کی تلاش میں قریشی مارے مارے پھر رہے ہیں۔

اس وقت ام معبد نے اس پیکر نور کی جودل آور تصویر کشی کی آپ بھی اس کا مطالعہ فرمائیے اور لطف اٹھائیے اور دیکھئے کہ عرب کی اس بادہ نشین خاتون کو اللہ تعالیٰ نے کیسی حقیقت شناس آنکھ اور کیسی حقیقت تر جمان زبان عطا فرمائی تھی۔

”ام معبد کہنے لگی۔“

فَقَالَتْ

”میں نے ایک ایسا مرد دیکھا جس کا حسن

رَأَيْتُ رَجُلًا ظَاهِرًا أَوْصَانًا حَسَنَ الْخُلُقِ

نمایاں تھا۔“

”جس کی ساخت بڑی خوبصورت اور چہرہ

مَلِيحَ الْوَجْهِ

ملیح تھا۔“

لَمْ تَعْبَهُ ثَجَلَةً وَلَمْ تُزِرْ بِهِ صَعْلَةً

”نہ بڑھی ہوئی تو نہ اسے معیوب بنا رہی تھی،
نہ پتلی گردن اور چھوٹا سر اس میں نقص پیدا
کر رہا تھا۔“

قَسِيمٌ وَسِيمٌ

”بڑا حسین، بہت خیر و۔“

فِي عَيْنَيْهِ دَعَجٌ وَفِي أَشْفَارِهِ وَطْفٌ

”آنکھیں سیاہ اور بڑی، اور پلکیں لانی۔“

”اس کی آواز گونج دار تھی۔“

وَفِي صَوْتِهِ صَعْلٌ

”سیاہ چشم، سرگیں۔“

أَحُولٌ - أَحْلَى

”دونوں ابرو باریک اور لمبے ہوئے۔“

أَزَجٌ - أَقْرَنُ

”گردن چمکدار تھی۔“

وَفِي عُنُقِهِ سَطَعٌ

”ریش مبارک گھنی تھی۔“

وَفِي لِحْيَتِهِ كَثَائَةٌ

”جب وہ خاموش ہوتے تو پروقار ہوتے۔“

إِذَا صَمَتَ فَعَلَيْهِ انْوِقَارٌ

”جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پر نور اور بارونق
ہوتا۔“

وَلَا ذَا أَتَكَلَّمَ سَمَا وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ

”شیریں گفتار۔“

حُلُوُّ الْمَنْطِقِ

”گفتگو واضح ہوتی نہ بے فائدہ ہوتی اور نہ
بیہودہ۔“

فَصْلٌ لَا تُزْرَى وَلَا هَذَرٌ

”گفتگو موتیوں کی لڑی ہوتی جس سے موتی
جھڑ رہے ہوتے۔“

كَانَ مَنْطِقُهُ حَرَمَاتٍ نَظْمٌ يَتَحَدَّرُنْ

”دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور
جہیل نظر آتے۔“

أَبْهَى النَّاسِ وَأَجْمَلُهُ مِنْ بَعِيدٍ

”اور قریب سے دیکھا جائے تو سب سے

وَأَحْسَنُهُ مِنْ قَرِيبٍ

زیادہ خیر و اور حسین دکھائی دیتے۔“

رَبْعَةٌ

”قد درمیانہ تھا

لَا تَشْنَأُ عَيْنٌ مِنْ طَوِيلٍ

”نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے۔“

لَا تَقْصِمُهُ عَيْنٌ مِنْ قَصِيرٍ

”نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں۔“

غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَ انْضَرُّ الشَّلَاثَةِ
 مَنْظَرًا وَأَحْسَنُهُمْ قَدَرًا
 ”آپ دو شاخوں کے درمیان ایک شلخ کی
 مانند تھے جو سب سے زیادہ سر سبز و شاداب
 اور قد آور ہو۔“

لَهُ رُقَقَاءُ يَحْفُونَ بِهِ
 ”ان کے ایسے ساتھی تھے جو ان کے گرد حلقہ
 بنائے ہوئے تھے۔“

إِذَا قَالَ اسْتَمِعُوا لِقَوْلِهِ
 ”اگر آپ انہیں کچھ کہتے تو فوراً اس کی تعمیل
 کرتے۔“

وَلِنْ أَمَرَ تَبَادُرُوا إِلَى أَمْرِهِ
 ”اگر آپ انہیں حکم دیتے تو وہ فوراً اس کو
 بجالاتے۔“

مَحْفُودٌ مَحْشُودٌ
 لَا عَابِسٌ وَلَا مُفْتَنٌ
 ”نہ وہ ترش رو تھے نہ ان کے فرمان کی مخالفت
 کی جاتی تھی۔“ (۱)

ابو معبد نے اپنی زوجہ ام معبد سے جب سرورِ خواباں شاہِ حسیناں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
 یہ دلکش اور دل آویز حلیہ سنا تو وہ کہنے لگا۔ بخدا یہ وہی شخص ہے جس کی جستجو میں قریش مارے
 مارے پھر رہے ہیں اگر مجھے زیارت کی سعادت نصیب ہوتی تو میں یقیناً حضور کی
 ہمراہی کا شرف حاصل کرتا۔ کچھ عرصہ بعد دونوں میاں بیوی نعمتِ ایمان سے مشرف
 ہوئے۔ دونوں اپنی صحرائی خیمہ گاہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے۔ اور پھر وہیں رہائش پذیر
 ہو گئے۔

فَبَلَّغَنِي أَنَّ أَبَا مَعْبِدٍ أَسْلَمَ وَهَاجَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ۔

”مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ابو معبد نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کر کے نبی
 کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔“ (۱)

قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بَلَّغَنِي أَنَّ أُمَّ مَعْبِدٍ هَاجَرَتْ وَأَسْلَمَتْ
 وَبَلَغَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”عبدالملک کہتے ہیں کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ ام معبد نے بھی ہجرت کی

اسلام قبول کیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئی۔“ (۱)

ابن سعد طبقات میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں ام معبد کو روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں۔

وہ بکری جسے رحمت عالمیان نے اپنے دست مبارک سے چھوا تھا اور اس کی خشک کھیری سے دودھ کی ندیاں بہنے لگی تھیں وہ بکری عام رمادہ ۱۸ھ تک ہمارے پاس رہی۔ خشک سالی کے اس زمانہ میں بھی ہم اسے صبح و شام دو بار دوہا کرتے تھے حالانکہ اس علاقہ کی دوسری بکریوں میں دودھ کا قطرہ تک نہ تھا۔

ہشام بن مجیش کہتے ہیں کہ میں نے اس بکری کو دیکھا اس چشمہ کے قرب میں ام معبد کے ساتھ جتنے لوگ سکونت پذیر تھے سارے اس کے دودھ سے کھانا کھاتے تھے۔ (۲)

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کو جب پہلی دفعہ ام معبد نے دیکھا تو وہ حضور کو مبارک کے نام سے یاد کرتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے ریوڑ میں بڑی برکت دی۔ اس کی چند ضعیف و زار بکریاں بہت بڑے ریوڑ میں تبدیل ہو گئیں۔ ایک مرتبہ ام معبد اپنے بچے سمیت اپنے ریوڑ کو ہانک کر مدینہ طیبہ آئی اس کے پاس سے حضرت ابو بکر کا گزر ہوا۔ اس کے لڑکے نے آپ کو پہچان لیا اور اپنی ماں کو بتایا۔

يَا أُمَّةَ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ مَعَ الْمُبَارَكِ

”ماں یہ وہ شخص ہے جو اس دن مبارک کے ساتھ تھا۔“

وہ اٹھ کر آپ کی طرف لپکی اور پوچھا اے اللہ کے بندے! وہ ہستی کون تھی جو اس روز تمہارے ساتھ تھی آپ نے پوچھا کیا تم انہیں نہیں جانتی۔ بولی نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ نبی اللہ ہیں۔ اس نے عرض کی مجھے آپ کی خدمت میں لے جائیں۔ حضرت صدیق اسے لے کر نبی رحمت کی بارگاہ میں پہنچے حضور سرور عالم اس کے ساتھ کمال شفقت اور مہربانی سے پیش آئے۔ اسے کھانا کھلایا۔ انعام و اکرام سے نوازا اور نیا لباس پہنایا۔ (۳)

۱۔ ایضاً، جلد ۲، صفحہ ۲۶۳

۲۔ سبل الہدی، جلد ۳، صفحہ ۳۴۷

۳۔ ایضاً، جلد ۳، صفحہ ۳۵۰

حدیث سراقہ

کفار مکہ نے ان دونوں ذکیہ کی جستجو میں ناکامی کے بعد اعلان عام کر دیا کہ جو شخص ان دو میں سے کسی ایک کو زندہ یا مردہ حالت میں ہمارے سامنے پیش کرے گا اسے فی کس ایک سو اونٹنیں بطور انعام دی جائیں گی۔ عرب کے افلاس زدہ لوگوں کے لئے یہ بہت بڑا انعام تھا۔ کئی طالع آزما اس انعام کے لالچ میں برق رفتار گھوڑوں پر زین کس کر اور اونٹنیوں پر پالان جما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے یار غار کی تلاش میں ہر طرف بکھر گئے۔ انہیں معلوم تھا کہ ان دو صاحبان کے ساتھ محافظوں کا کوئی دستہ نہیں اور نہ ان کے پاس کوئی خطرناک اسلحہ ہے۔ انہیں اطمینان تھا کہ وہ بڑی آسانی سے ان کو اپنے قابو میں لاسکتے ہیں اس لئے بلا خوف و خطر اپنی قسمت آزمائی کے لئے حضور کی تلاش میں چار سو دور دور تک نکل گئے۔ بنو مدیج قبیلہ کے نوجوان بھی اس مہم کو سر کرنے کے لئے کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اسی قبیلہ کا ایک نوجوان جو ایک ماہر شمشیر زن اور تیراقلن تھا۔ اس کا نام سراقہ بن مالک جعشمی تھا۔ وہ بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے بہت بے تاب تھا۔ انہیں اپنی مہم جوئی کی داستان اس نے خود بیان کی ہے۔ اسی کی زبانی آپ یہ دلچسپ حکایت سنئے۔

سراقہ بن مالک جعشمی کہتا ہے:-

ہمارے پاس بھی قریش مکہ کے قاصد یہ پیغام لے کر آئے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کو قتل کرے گا۔ یا انہیں زندہ گرفتار کر کے لے آئے گا۔ اسے فی کس ایک سو اونٹنیں بطور انعام دی جائیں گی۔ میں اپنی قوم کی ایک مجلس میں موجود تھا جہاں یہ اعلان سنایا گیا۔ اسی اثنا میں ایک آدمی آیا اور مجھے کہنے لگا: سراقہ! میں نے ابھی ابھی تین شترسواروں کی پرچھائیں دیکھی ہیں جو ساحل سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پرچھائیں انہیں لوگوں کی ہیں۔ سراقہ کہتے ہیں میں جان گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں میں نے اسے گن انگلیوں سے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ وہ چپ ہو گیا پھر میں نے کہا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ وہ لوگ نہیں بلکہ فلاں فلاں شخص ہیں اور ابھی تھوڑی دیر ہوئی یہ میرے سامنے سے روانہ ہوئے۔ شاید ان کا کوئی اونٹ گم ہو گیا ہے۔ وہ اس کو ڈھونڈنے کے لئے گھروں سے نکلے ہیں۔ میں کچھ دیر وہاں بے تعلق ہو کر بیٹھا رہا۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مجھے ان کو پکڑنے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ پھر آہستہ سے وہاں سے اٹھا۔ اپنے گھر آیا اور اپنی کنیز کو کہا میرا گھوڑا لے کر

اس ٹیلے کے پیچھے جا کر کھڑی ہو جائے۔ اور میرا انتظار کرے میں ابھی آتا ہوں۔ میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور گھر کے عقبی دروازہ سے باہر نکل گیا۔ وہاں گھوڑا موجود تھا۔ میں اس پر سوار ہو کر بڑی تیز رفتاری سے اس سمت میں روانہ ہو گیا۔ بہت جلد مجھے حضور کی پرچائیں نظر آنے لگیں۔ میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

جب میں ان کے بالکل قریب پہنچا تو اچانک میرے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور میں چکر اکر زمین پر آگرا۔ میں فوراً اٹھا اور اپنے ترکش سے فال کے تیر نکالنے لگا۔ اتفاق سے فال میں وہ تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا۔ اس پر لکھا تھا کہ تم جن کا تعاقب کرو گے ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن مجھے سواونٹیوں کے لالچ نے ایسا بدحواس کر رکھا تھا۔ کہ میں نے اس تیر کی ذرا پروا نہ کی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگائی۔ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ میں اس قدر قریب پہنچ گیا کہ حضور کی تلاوت کی آواز مجھے سنائی دینے لگی۔ حضور کلام الہی کی تلاوت کر رہے تھے بڑے سکون اور طمانیت کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ میرے گھوڑے کے سموں کی آہٹ سن کر بھی حضور میری طرف متوجہ نہ ہوئے۔ لیکن ابو بکر بار بار میری طرف دیکھتے تھے جب میں اور نزدیک ہوا تو اس سنگلاخ زمین میں میرے گھوڑے کی ٹانگیں گھٹنوں تک دھنس گئیں۔ میں قلابازی کھاتا ہوا نیچے آگرا۔ میں نے گھوڑے کو جھڑکا وہ جھٹ کود کر باہر نکل آیا۔ میں نے پھر فال کا تیر نکالا۔ لیکن اس مرتبہ بھی ناپسندیدہ تیر فال میں نکلا۔ یعنی تم انہیں ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ یہ تیر دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس مہم میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا۔ میں انہیں گرفتار نہیں کر سکوں گا میں نے فریاد کرتے ہوئے عرض کی۔

اَنْظُرُوا اِلَیَّ فَاِنَّهُ لَا اَذِیْتُكُمْ وَلَا یَاْتِیْکُمْ مِیْقَی شَئٍ تُکْرَهُوْنَ

”مہربانی کر کے مجھ پر نظر کرم کرو بخدا! میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا اور نہ میری طرف سے تم کوئی ایسی بات سنو گے جسے آپ لوگ پسند نہیں کرتے۔“

زمانہ جمالت میں ان کا دستور تھا کہ جب وہ کوئی اہم کام کرنے لگتے سفر، شادی، تجارت وغیرہ تو وہ اپنے تھیلے میں رکھے ہوئے تیروں سے فال نکالتے اور اس کے مطابق عمل کرتے اور ایک تیر پر لکھا ہوتا ’اَمَرْتِیْ بِیْ‘ (میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے) دوسرے پر لکھا ہوتا ’نَهَاٰی بِیْ‘ (میرے رب نے مجھے منع کیا ہے) ان کے علاوہ خلی تیر ہوتے اگر پہلا تیر نکلتا تو

وہ کام کرتے دو سرائق تہہ ک جاتے تیسری قسم کا کھتا تو پھر از سر نو فال نکالتے یہاں تک کہ پہلا
یا دو سرائق نکلتا۔ (۱)

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو فرمایا اس سے پوچھو وہ کیا چاہتا ہے۔
سراقہ کہتے ہیں میں نے عرض کی آپ کی قوم نے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے بڑا انعام مقرر کیا
ہے۔ اور آپ کے بدلے میں ان کے ارادے بڑے خطرناک ہیں آپ کو طویل سفر درپیش
ہے۔ اس کے لئے میں زاد راہ اور سواری کے جانور پیش کرتا ہوں۔ از راہ نوازش قبول فرما
لیں۔ لیکن ان دونوں حضرات نے میری اس پیشکش کو ٹھکرا دیا صرف اتنا فرمایا 'اُخْفِ عَنَّا'
ہمارا راز فاش نہ کرنا۔ پھر میں نے عرض کی مجھے ایک نوازش نامہ لکھ دیجئے جس میں تحریر ہو کہ
حضور نے اس مجرم کا قصور معاف کر دیا ہے۔ اور اس کو امان دے دی ہے۔ سرکارِ دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو امان نامہ لکھ کر دینے کا حکم دیا۔ آپ نے تعمیل ارشاد
کرتے ہوئے چڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر دے دیا پھر رحمتِ عالم اپنی منزل کی طرف روانہ
ہو گئے۔

علامہ ابن اثیر الکامل میں رقمطراز ہیں۔

فَلَمَّا آذَانُ يَعُودُ عَنْهُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكَ يَا سُرَاقَةُ إِذَا سَوَّرْتَ بِسَوَازِي كِسْرَى؟
قَالَ كِسْرَى ابْنُ هَرَمَزٍ - قَالَ نَعَمْ

”جب سراقہ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے اسے فرمایا اے سراقہ! اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب کسریٰ کے
کٹن تجھے پہنائے جائیں گے۔ اس نے سراپا حیرت ہو کر عرض کی کسریٰ
ابن ہرمز کے کٹن حضور نے فرمایا ہاں!“

سراقہ کہتے ہیں میں واپس آ گیا لیکن اس واقعہ کا کسی سے تذکرہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ آٹھ
ہجری میں، مکہ مکرمہ میں حضور فاتحانہ جہ و جلال کے ساتھ داخل ہوئے بیت اللہ شریف کو
انعام و اودھان کی نجاستوں سے پاک کیا تقریباً سب اہل مکہ مشرف باسلام ہو گئے۔ اس کے بعد
حنین اور طائف کے معرکے سر ہوئے اس وقت مجھے خیال آیا۔ میں نے بہت دیر کر دی اب
مجھے فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہئے میں وہ گرامی نامہ لے کر حضور کی خدمت میں اس

وقت حاضر ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ میں انصار کے شاہ سواروں کے دستے کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ مجھے اجنبی سمجھتے ہوئے انصاری سواروں نے نیزوں کی انیوں سے مجھے کچوکے دینے شروع کئے۔ مجھے کہتے دور ہٹو۔ دور ہٹو۔ یہاں تک کہ میں نور مجسم پیکرِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ حضور اپنی ناقہ پر سوار تھے پنڈلی مبدک سے چادر ہٹی ہوئی تھی میں نے ہاتھ میں نوازش نامہ پکڑ کر ہاتھ بلند کیا عرض کی یا رسول اللہ! حضور کا یہ گرامی نامہ میرے پاس ہے۔ میں سراقہ بن مالک ہوں۔ اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

يَوْمَ وَقَاءٍ وَيَوْمَ اُذُنَهُ

”آج وعدہ پورا کرنے اور احسان کرنے کا دن ہے اس کو میرے نزدیک آنے دو۔“

میں قریب ہوا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس بابرکت گھڑی میں مجھے کچھ فیض حاصل کرنا چاہئے بہت سوچا۔ کیا عرض کروں۔ کچھ نہ سوچا۔ صرف اتنا پوچھ سکا۔ یا رسول اللہ! میں اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے حوض بھرتا ہوں کئی گمشدہ اونٹ پانی پینے کے لئے وہاں آجاتے ہیں اگر میں ایسے اونٹوں کو اپنے حوض سے پانی پینے دوں تو اس کا کچھ اجر مجھے بھی ملے گا۔ سرکارِ دو عالم نے ارشاد فرمایا۔

لَعَنَ فِي كُلِّ ذَاتٍ كَيْدٍ حَرِيَّتِي اَجْرُ

”ہر زندہ جانور کو جس کا جگر تر ہو پانی پلانا باعثِ اجر ہے۔“ (۱)

یہ واقعہ میں نے حضرت سراقہ کی زبانی سنایا ہے۔ اب یہی واقعہ رفیقِ نبوت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبانِ حق تر جملان سے بھی سماعت فرمائیے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سراقہ نے ہمارا تعاقب شروع کیا اس وقت ہم پتھریلی زمین میں سفر کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارا تعاقب کرنے والا اب بالکل ہمارے نزدیک پہنچ گیا ہے سرکار نے فرمایا۔

لَا تَحْزَنَنَّ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

”غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔“

پھر وہ حریف ہمارے نزدیک ہو گیا۔ اب ہمارے درمیان اور اس کے درمیان صرف ایک دو نیزوں کا فاصلہ رہ گیا تھا میں نے پھر وہی عرض کی اور مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضور نے پوچھا ابو بکر! کیوں روتے ہو۔ میں نے عرض کی۔ خداوند ذوالجلال کی قسم! میں اپنے لئے نہیں رو رہا۔ بلکہ حضور کے لئے یہ گریہ طاری ہے اللہ کے پیارے رسول نے اپنے رب کے حضور عرض کی۔

اللَّهُمَّ اكْفِنَا بِمَا شِئْتَ

”اے اللہ! جس طرح تیری مشیت ہو اس طرح اس دشمن کے شر سے ہمیں بچا۔“

حضور کے دست مبارک دعا کے اٹھنے کی دیر تھی کہ اس پتھریلی زمین میں گھوڑے کے پاؤں دھنس گئے۔ چھلانگ لگا کر نیچے آ گیا۔ عرض کرنے لگا یا محمد آپ کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ اللہ سے عرض کریں کہ وہ مجھے معاف کر دے میں حلفیہ وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے تعاقب میں آنے والا جو شخص مجھے ملا میں اس کو لوٹا دوں گا۔ یہ میرا ترکش ہے اس میں سے آپ کچھ تیر لے لیں راستہ میں میری جاگیر سے آپ کا گزر ہو گا وہاں میرے اونٹ اور ریوڑ چر رہے ہوں گے۔ میرے یہ تیر میرے کارندوں کو دکھا کر آپ جو کچھ لینا چاہیں گے وہ پیش کر دیں گے۔ اس سختی اور غمی رسول نے ارشاد فرمایا۔

لَا حَاجَةَ لَنَا فِي إِبْلِكَ وَعَنْيِكَ

”کہ مجھے نہ تمہارے اونٹوں کی ضرورت ہے اور نہ بھیڑ بکریوں کی اور اس

کو دعائیں دے کر واپس جانے کی اجازت دے دی۔“ (۱)

سراقہ، کچھ عرصہ خاموش رہا۔ جب قریش کی کوششیں نامرادی کے آغوش میں دم توڑ گئیں تو سراقہ نے سفر میں پیش آنے والے محیر العقول واقعات لوگوں کو بتانے شروع کئے یہ باتیں پھیل گئیں رؤساء قریش کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ ان باتوں سے متاثر ہو کر لوگ اسلام کو ہی نہ قبول کر لیں۔ چنانچہ ابو جہل نے سراقہ کے قبیلہ کو ایک خط لکھا جس میں یہ شعر تحریر کئے۔

بَنِي مُدَلِّجٍ إِنِّي أَخَافُ سَيْفَهُمْ سَرَاةً مَسْتَعْوٍ لِنَصْرِ مُحَمَّدٍ

”اے بنی مدلج! مجھے تمہارے احمق سراقہ کی باتوں سے بہت اندیشہ ہے

کہ وہ لوگوں کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اعانت پر برا لگیختہ نہ کر دے۔“

عَلَيْكُمْ بِهِ إِلَّا يُفَرِّقَ جَمْعَكُمْ فَيُصْبِحَ شَيْءٌ بَعْدَ عِزِّ وَسُودٍ

”تم اس پر قابو پاؤ۔ تاکہ وہ تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ نہ کر دے اور اس افتراق سے تم لوگ عزت و سیادت کے بعد منتشر نہ ہو جاؤ۔“

سراقہ نے جب ابو جہل کے یہ شعر سنے تو اس نے جواب میں یہ اشعار لکھ کر ابو جہل کی طرف روانہ کئے۔

أَبَا حَكِّمٍ وَاللَّهِ لَوْ كُنْتَ شَاهِدًا لِأَمْرِ جَوَادِي إِذْ سَوَّخُ قَوَائِمُهُ

”اے ابو الحکم! بخدا اگر تم اس وقت موجود ہوتے جب میرے گھوڑے کے پاؤں اس پتھر ملی زمین میں دھنس رہے تھے۔“

عَجِبْتُ وَلَمْ تَشْكُ بِأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولٌ وَبُرْهَانٌ فَمَنْ ذَا يَقَاوِمُهُ

”یہ دیکھ کر تم حیرت زدہ ہو جاتے اور اس بارے میں تمہیں کوئی شک نہ رہتا کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں اس کی دلیل ہیں ان کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔“

عَلَيْكَ فَكُفَّ الْقَوْمَ عَنْ قِيَانِي أَخَالُ لَنَا يَوْمًا سَتَبْدُو مَعَالِمُهُ

”مجھ پر لازم ہے کہ تو اپنی قوم کو اس کا مقابلہ کرنے سے روکے کیونکہ میرا خیال ہے کہ وہ دن جلد آنے والا ہے جب ان کی عزت و کامیابی کے نشانات بلند ہو جائیں گے۔“ (۱)

علامہ ابو القاسم اسلمی رحمۃ اللہ علیہ ”الروض الانف“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہم نے اس کتاب میں جہاں کسریٰ کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسریٰ کا تاج، اس کے سونے کے کنگن، اس کا مرصع کمر بند پیش کیا گیا۔ تو آپ نے سراقہ کو یاد فرمایا۔ اور اسے کسریٰ شاہ ایران کے یہ زیورات عنایت فرمائے اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ بلند کرے اور ان کلمات سے اپنے خداوند قدیر کی حمد و ثنا کرے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي سَلَبَ هَذَا كِسْرَى الْمَلِكِ الَّذِي كَانَ يَرْغُمُ

اِنَّهٗ رَبُّ النَّاسِ وَكَسَاهَا اَعْرَابِيًّا مِنْ بَنِي مُدَلِّجٍ

”سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے یہ زیورات کسریٰ سے چھین لئے جو یہ گمان کرتا تھا کہ وہ لوگوں کا رب ہے، اور بنودلج کے ایک بدو کو پہنائے۔“

سراقہ نے انہیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔

علامہ سیلی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ زیور اس لئے سراقہ کو پہنائے تھے کہ سراقہ، جب مسلمان ہوا تھا تو حضور نے اس کو یہ خوشخبری دی تھی۔ اور اس کو بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ قدس کا ملک ان کے لئے فتح کرے گا۔ اور کسریٰ بادشاہ کے یہ زیورات اور تاج انہیں بطور غنیمت ملیں گے۔

سراقہ کو یہ ارشاد عجیب و غریب معلوم ہوا وہ کہنے لگا کسریٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے آپ اس کا ذکر کر رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی کسریٰ کی بات ہے حضور کے اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے اسے یہ نکلن پہنائے۔ علامہ سیلی لکھتے ہیں۔

فَلَنْ كَانَ اَعْرَابِيًّا بَوَّالًا عَلٰى عَقْبِيَّهِ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يُعِزُّ

بِالْاِسْلَامِ اَهْلَكَ يُسَبِّحُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اُمَّتِهِ نِعْمَتَهُ وَفَضْلَهُ

”اگرچہ سراقہ ایک بدو تھا۔ جسے پیشاب کرنے کا بھی سلیقہ نہ آتا تھا۔

لیکن اللہ تعالیٰ اسلام کی برکت سے اسلام قبول کرنے والوں کو عزتیں عطا

فرماتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور حضور کی امت پر

اپنی نعمتوں اور فضل و کرم کے مینہ برساتا ہے۔“ (۱)

اس واقعہ کو علامہ احمد بن زینی دحلان نے السیرۃ النبویہ میں بھی تحریر کیا ہے۔ (۲)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حفاظت و تمکینی میں اپنی منزل کی طرف

اپنے یار وفا شعار کے ساتھ رواں دواں تھے کہ راستہ میں ایک چرواہے کو دیکھا جو اپنا ریوڑ چارہ

تھا۔ دونوں حضرات نے اسے کہا کہ تمہارے پاس دودھ ہے تو ہمیں پلاؤ۔ اس نے کہا میرے

پاس کوئی شیردار بکری نہیں البتہ وہ دور ایک بھیڑ کی پٹھی ہے جو سال کی ابتدا میں ہلدار ہوئی اب

اس کے تھنوں میں کوئی دودھ نہیں رہا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے لے آؤ وہ لے آیا حضور نے اس کی ٹانگوں کو باندھا۔ اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔ اس کی کھیری دودھ سے بھر گئی۔ حضرت ابو بکر ایک برتن لے آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسے دوبا۔ پہلے حضرت ابو بکر کو پلایا۔ پھر دوبا۔ اور چرواہے کو پلایا۔ تیسری مرتبہ پھر دوبا اور خود نوش فرمایا۔ چرواہا یہ کرشمہ دیکھ کر تصویر حیرت بن گیا کہنے لگا خدا ارہمنا! آپ کون ہیں بخدا آج تک میں نے آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ہمارے راز کو فاش نہیں کرو گے اس نے کہا ہاں۔ حضور نے فرمایا۔ فَرَأَيْتَ مَتَدَّ رَسُولُ اللَّهِ فِي مَعْدِنِ اللَّهِ مَا يَكُونُ لَكَ مِنْ شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ فَاعْلَمْ أَنَّكَ نَبِيٌّ وَآلَ مَا جِئْتَ بِهِ حَقٌّ

”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے نبی ہیں اور جو دین لے کر آپ آئے ہیں وہ حق ہے۔“

کیونکہ جو آپ نے کیا ہے نبی کے بغیر اور کوئی نہیں کر سکتا میں آپ کا فرمانبردار اور اطاعت گزار ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا ابھی صبر کرو موجودہ حالات میں تم ان چیزوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ جب تمہیں یہ اطلاع ملے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غلبہ اور فتح عطا فرمائی ہے تو اس وقت ہمارے پاس چلے آنا۔

اللہ کا محبوب نبی، اپنے رب کریم کی بے پایاں رحمتوں اور برکتوں کے خزانے لٹاتا ہوا اختہ بختوں کو بیدار کرتا ہوا، مردہ دلوں کو زندگی جلوید عطا کرتا ہوا، کوہ و دمن کو انوار الہی سے رشک طور میں بتاتا ہوا جو ملتا ہے اپنی نظر کرم سے اس کے گندے دل کو پاک کرتا ہوا۔ نفوس المردہ کو نفوس مطمئنہ کے زمرہ میں شامل کرتا ہوا، اجاڑ اور سنسان صحراؤں کو آباد کرتا ہوا خراشاں خراشاں کی طرف بڑھ رہا ہے۔

مکہ مکرمہ سے مسلمانوں کا ایک قافلہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تہجدی سفر پر گیا ہوا تھا۔ شام سے واپسی پر ان کی ملاقات رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی۔ حضرت زبیر نے سفید رنگ کا ایک جوڑا بدرگاہ اقدس میں پیش کیا۔ جسے حضور نے قبول فرمایا اور زیب تن کیا۔

اسی سفر میں اہل اسلام کا ایک دوسرا تجلّی کادواں مکہ واپس جاتے ہوئے ملا۔ اس کی سربراہی حضرت طلحہ بن عبید اللہ تعالیٰ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی پارچات کے دو جوڑے پیش خدمت کئے۔ ایک سرور عالم کے لئے اور دوسرا حضرت صدیق اکبر کے لئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ارمغانِ خلوص و محبت کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔ (۱)

حضرت بَریدہ بن حُصیب الاسلمی اپنا قصہ سناتے ہیں۔

کہ جب میں نے سنا کہ قریش نے حضور کو گرفتار کرنے کے لئے ایک سواونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے تو اتنے بڑے انعام کے لالچ میں میں بھی حضور کے تعاقب میں روانہ ہوا میرے ساتھ میری قوم بنی سہم کے ۷۰ شہسوار بھی تھے اتفاق سے میری ملاقات حضور سے ہو گئی۔

حضور نے پوچھا مَنَ اَنْتَ؟ ”تم کون ہو۔“

میں نے عرض کیا، میرا نام بَریدہ ہے۔

یہ سن کر حضور، حضرت ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بَرِّدَا اَمْرُکَا وَصَلْکَا ”ہماری مہم کی پیش ٹھنڈی ہو گئی اور حالات درست ہو گئے ہیں۔“

پھر پوچھا مَتَنَ اَنْتَ؟ ”تم کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔“

میں نے عرض کی، میں اسلم قبیلہ کا فرد ہوں۔

یہ سن کر فرمایا سَلَمْنَا ”ہم محفوظ ہو گئے۔“

پھر پوچھا مَتَنَ ”بنی اسلم کی کون سی شاخ۔“

میں نے عرض کی مَنَ بَنِي سَهْمٍ ”میں بنی سہم خاندان سے ہوں۔“

حضور نے ابو بکر کو فرمایا حَدِّثْ سَهْمُکَ یَا اَبَا بَکْرٍ ”اے ابو بکر! تیرا تیرا کل آیا ہے۔“

بریدہ کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا مَنَ اَنْتَ؟ ”آپ کون ہیں۔“

حضور نے فرمایا (انا محمد بن عبد اللہ رسول اللہ) ”میں محمد بن عبد اللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔“

اس پیکر نور کی ایک جھلک دیکھتے ہی بَریدہ کی آنکھیں روشن ہو گئیں سارے نقاب حقیقت کے

روئے زیبا سے اٹھ گئے بیتابی سے جواب دیا (اشھدان لا اله الا اللہ وان محمدًا عبده ورسوله)

بَریدہ اور اس کے ہمراہی تمام کے تمام مشرف باسلام ہو گئے دست اقدس پر اسلام قبول

کرنے کے بعد بریدہ نے اپنے جذباتِ تشکر و اتمان کا یوں اظہار کیا۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَسْلَمَ بَنُوْهُمْ كَاٰثِمِيْنَ غَيْرَ مُكْرِهِيْنَ

”اس اللہ کے لئے ساری تعریفیں ہیں جس کی مہربانی سے بنو سہم قبیلہ کے

لوگ اپنی خوشی سے اسلام لے آئے کسی مجبوری سے نہیں۔“

رات گزری اور صبح ہوئی تو حضرت بریدہ نے عرض کی۔

لَا تَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ اِلَّا وَمَعَكَ لَوَاءٌ

”اے اللہ کے محبوب رسول! آپ پر چم لہراتے ہوئے مدینہ طیبہ میں قدم

رنجہ فرمائیے۔“

انہوں نے اپنا عمامہ کھولا۔ اور نیزے کی آئی کے اوپر اسے باندھا۔ اور یوں جھنڈا لہراتے

ہوئے حضور کے آگے آگے جا رہے تھے۔ جب کہ مدینہ طیبہ کے در و دیوار اور اس کی فضائیں

ایسے معزز مہمان اور بلند اقبال قائد اور برحق نبی کے راہ میں اپنے دیدہ و دل فرس راہ کئے

ہوئے تھے۔ (اخرجہ البیہقی) (۱)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

قائد، جو عبادل کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس نے بتایا کہ میں، ابراہیم بن عبد الرحمن بن

سعد کی معیت میں سفر پر نکلا جب ہم عرج کے مقام پر پہنچے تو سعد کے بیٹے عبد الرحمن بھی پہنچ گئے

یہ سعد، وہ شخص ہے جس نے سفر ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رکوبہ کا راستہ

بتایا تھا۔ ابراہیم نے عبد الرحمن سے پوچھا کہ آپ کے والد نے آپ کو کیسا واقعہ بتایا تھا بن سعد نے

کہا میرے والد سعد نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر کی معیت

میں ان کے پاس آئے حضرت ابو بکر کی ایک بیٹی رضاعت کے لئے ہم اپنے پاس لے آئے تھے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف مختص راستہ سے سفر کرنے کا ارادہ

ظاہر کیا سعد نے عرض کی۔ هَذَا النَّعَامُ مِنْ رَّكُوبَةٍ ”آپ رکوبہ سے غامر کے راستہ سے

تشریف لے جائیں۔“ لیکن وہاں بنی اسلم قبیلہ کے دو چور رہتے ہیں جنہیں المہانان کہا جاتا

ہے اگر حضور کی مرضی ہو تو ہم ان کے پاس سے حضور کو لے چلیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا خُذْ بَنَاتِنَا عَلَيْهِمَا ”بے شک ہمیں ان کے پاس سے لے چلو۔“ سعد کہتے

ہیں جب ہم روانہ ہوئے تو وہ دونوں چور راستہ میں کھڑے تھے ایک نے حضور کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے دوسرے کو کہا۔ هَذَا الْيَتَامَى (یہ یتیم ہے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے پاس بلایا اور ان پر اسلام پیش کیا۔ ان کی بگڑی ہوئی تقدیر کو بتانے والا تشریف لے آیا تھا۔ انہوں نے بغیر کسی حیل و حجت کے اسلام قبول کر لیا حضور نے ان سے پوچھا تمہارے نام کیا ہیں انہوں نے کہا (يَحْنُ الْمُهَاقِنَانِ) ”مہان کا لغوی معنی ذلیل ہے۔ یعنی ہم دونوں ذلیل ہیں۔ فَقَالَ بَلْ اَنْتُمَا الْمَكْرَمَانِ“ حضور نے فرمایا اسلام لانے کے بعد اب تم ذلیل نہیں رہے بلکہ تم عزت و شرف کے مالک بن گئے ہو۔ اور تم دونوں محترم و مکرم ہو گئے ہو۔“

حضور نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس قافلے کے آگے آگے چلیں اور ہمیں مدینہ تک چھوڑ آئیں۔ (۱)

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبائیں تشریف آوری

اہل مدینہ کو جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ سے روانگی کی اطلاع ملی۔ اسی دن سے ان کی آتش شوق بھڑک اٹھی۔ انتظار کے یہ لمحات انہیں قیامت سے زیادہ طویل نظر آنے لگے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کا فاصلہ عام طور پر بارہ دنوں میں طے ہو جاتا ہے۔ یہ بارہ دن تو انہوں نے بے قرار دلوں کو تسلی دیتے ہوئے گزار لئے۔ لیکن اب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا وہ اجتماعی شکل میں اپنے آقا کے استقبال کے لئے مدینہ طیبہ سے باہر ایک پتھر پر میدان میں جمع ہو جاتے اور سورج کے ڈھلنے تک انتظار کرتے پھر مایوس ہو کر گھروں کو لوٹ جاتے دن کے وقت کیونکہ سورج کی تپش ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ گرم لو، جسم کو جلائے دیتی ہے اس لئے اہل عرب صحراؤں کو عبور کرنے کے لئے راتوں کو سفر کرتے ہیں تاکہ چاشت کے وقت تک اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر دوپہر سے پہلے کسی سایہ دار درخت کے نیچے دن گزارتے ہیں۔ پھر جب رات آتی ہے تو سفر شروع کرتے ہیں انصار مدینہ کا یہ معمول تھا کہ صبح سویرے استقبال کے لئے جمع ہو جاتے اور چاشت کے وقت تک انتظار کرتے جب حضور کی تشریف آوری کا متوقع وقت گزر جاتا تو گھروں کو لوٹ آتے انتظار کا پہلا دن کرب میں اور آنے والی رات پہلو بدلتے بے چینی کی نذر ہو جاتی۔

دوسرے دن علی الصبح وہ پھر اپنے محبوب کریم کے دیدار کے شوق میں نئے عزم کے ساتھ

سراپاشوق بن کر استقبال کے لئے اسی پتھریلے میدان میں جمع ہو گئے جوق در جوق، گر وہ در گر وہ فرزندان اسلام وہاں انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ موسم گرما کے آفتاب نے دھوپ میں ٹھہرنا محال بنا دیا اور انہیں مجبوراً واپس آنا پڑا نیم ور جاکی اس کیفیت میں دو دن گزر گئے۔ لیکن وہ حبیب دلربا بھی تک تشریف نہ لایا تھا۔ (۱)

تیسرے دن پھر وہ صبح کے وقت اپنے آقا کی راہ میں دل و نگاہ کو فرش راہ بنانے کے لئے اس میدان میں انتظار کرنے لگے سورج ڈھلنے کے قریب ہو گیا دیواروں کے سائے بھی سمٹ کر ختم ہو گئے انہیں یقین ہو گیا کہ اس ماہ مبین کے طلوع ہونے کا بظاہر اب کوئی امکان نہیں رہا تو وہ آہستہ آہستہ گھروں کو لوٹنے لگے یہاں تک کہ وہ میدان خالی ہو گیا عین اس وقت ایک مختصر قافلہ ادھر آ رہا تھا رحمت الہی اور عنایت ربانی اس پر سایہ قلن تھی تقدس کا نورانی ہالہ ان کے گرد حلقہ زن تھا لطف خداوندی کی رم جم بر سر رہی تھی۔ اس وقت ایک یہودی اپنے کسی کام کے سلسلہ میں ایک اونچے نیچے پر کھڑا تھا۔ اس نے اس نور افشاں کھرواں کو دیکھا تو پہچان گیا۔ جھٹ اس نے بلند آواز سے نعرہ لگایا۔ جس سے شرب کی سدری وادیاں گونج اٹھیں۔ اور فضا میں خوشی و مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس نے بلند آواز سے کہا۔

يَا بَنِي قَيْلَةَ - هَذَا جَدُّكُمْ قَدْ جَاءَ

”اے قیلہ کے فرزندو! یہ ہے تمہارا بخت بیدار، دیکھو یہ تمہارے پاس آ گیا ہے۔“

(قیلہ انصار کی ایک وادی کا نام تھا) جس کسی کے کان میں یہ آواز پہنچی وہ اپنے آقا کے دیدار اور استقبال کے لئے بھاگا ہوا چلا آ رہا تھا اس اثناء میں حضور سرور کائنات اور حضرت صدیق کجور کے ایک درخت کے سائے میں پہنچ گئے۔ اپنی اونٹنیوں کو بٹھایا اور ان سے اتر کر اس کجور کے سایہ میں تشریف فرما ہو گئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضور کی آمد کے موقع پر انصار و فاشعلہ کی مسرت و شادمانی کا بایں الفاظ ذکر کرتے ہیں۔

یہودی گفت ایک مقصد و مقصود شاد در رسید مسلماناں صلاح ہائے خود را
بر داشتہ با استقبال اجلال آں سرور بر آمدند و بالائے حرہ ملاقات
کردند و مبدک باد گفتند و شاد یہا نمودند و جواناں و کودکاں و زناں و

مرداں خورد و بزرگ میگفتند جاء رسول الله جاء نبی الله
 ”جب ٹیلہ پر کھڑے ہو کر یہودی نے اعلان کیا اے مسلمانو! تمہارا مقصد
 و مقصود تشریف لے آیا ہے مسلمانوں میں مسرت و شادمانی کی ایک لہر دوڑ
 گئی اپنے ہتھیاروں کو لئے ہوئے، سرور کائنات کے استقبال کے لئے
 بھاگے چلے آ رہے تھے حرہ کے میدان میں ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔
 ایک دوسرے کو مبارک بادیں دے رہے تھے طرح طرح سے خوشیوں
 کا اظہار کر رہے تھے جوان اور بچے عورتیں اور مرد چھوٹے اور بڑے
 سب نعرہ لگا رہے تھے جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَ نَبِيُّ اللَّهِ کہ اللہ کے رسول
 تشریف لے آئے ہیں اللہ کے نبی تشریف لے آئے ہیں۔“ (۱)

حضرت انس فرماتے ہیں میری عمر اس وقت آٹھ نو سال کی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ
 ہمارے در و دیوار حضور کی طلعتِ زیبا کے انوار سے چمک رہے ہیں گویا کہ سورج طلوع ہو گیا۔
 حضرت ابو بکر، حضور کریم کے ہم عمر تھے بہت کم فرق تھا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے
 اکثر نے حضور کو پہلے دیکھا نہ تھا۔ اس لئے پہچاننے میں دقت ہو رہی تھی۔ چند لمحوں میں
 زائرین کی بھیڑ لگ گئی حضرت ابو بکر نے لوگوں کی اس پریشانی کو بھانپ لیا انہوں نے اٹھ کر
 حضور سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنی چادر تان کر سایہ کر دیا۔ اس سے سب کو معلوم
 ہو گیا کہ مخدوم کون ہے اور خادم کون۔ آقا کون ہے اور غلام کون۔ (۲)

جس بستی میں حضور نے نزولِ اجلال فرمایا اس کا نام قبا تھا۔ مدینہ طیبہ کے قریب ایک
 چھوٹی سی آبادی تھی جہاں عمرو بن عوف کا قبیلہ آباد تھا یہی وہ خوش بخت لوگ تھے جن کو اللہ کی
 راہ میں ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی میزبانی کا شرف نصیب ہوا تھا۔ یہی وہ بلند اقبال
 قبیلہ تھا۔ جسے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر ہجرت کی طویل اور پر خطر مسافت
 طے کرنے کے بعد استراحت فرمانے کے لئے منتخب فرمایا تھا پل بھر میں پانچ سو کے قریب جان
 نثار انصار کا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ سب نے عرض کی۔ (اِنْطَلَقَا اٰمِنَيْنِ مُطَاعَيْنِ) ”اپنی اونٹنیوں پر
 سوار ہو جائے۔ بڑے اطمینان سے ہمارے ہاں تشریف لے چلے۔“ آپ یہاں امن وامان
 میں ہوں گے ہم سب غلام آپ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے رہیں گے۔ (۳)

۱۔ مدارج النبوة، جلد دوم، صفحہ ۶۳

۲۔ سبل الہدی، جلد ۳، صفحہ ۷۷

۳۔ سیرۃ ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۶۹

قبائیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلثوم بن ہدم جو قبیلہ عمرو بن عوف کا ایک سردار تھا، کے گھر میں قیام فرمایا بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ قبائیں حضور کا میزبان سعد بن خبیثہ تھے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ قبائیں حضور کا قیام تو کلثوم بن ہدم کے ہاں تھا لیکن جب لوگ ملاقات کے لئے جمع ہو جاتے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلثوم کے مکان سے نکل کر حضرت سعد کی حویلی میں تشریف لے جاتے وہ کھلی حویلی تھی نیز حضرت سعد کے بیوی بچے بھی نہ تھے یہاں بے تکلفی اور آسانی سے سب زائرین سے ملاقات ہو سکتی تھی پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ مہاجرین جن کے ساتھ ان کے اہل و عیال نہیں ہوتے تھے وہ سب انہیں سعد کے مہمان بنا کرتے اسی وجہ سے ان کا گھر **بَيْتُ الْعَزَابِ** کے نام سے مشہور تھا۔ (۱)

(عزب یا اعزاب جمع ہے اس کا واحد عزب ہے وہ مرد جس کے ساتھ اس کی بیوی نہ ہو اس کو ر جل عزب کہتے ہیں وہ عورت جس کے ساتھ اس کا خلو نہ ہو اس کو امراة عزب کہتے ہیں)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خبیث بن اساف کے گھر میں رہائش پذیر ہوئے۔ (۲)

یہ خبیث، بنو حلاث بن خزرج کے خاندان سے تھے ان کی سکونت قبائلیک نواحی بستی لُحْخ میں تھی۔ (۳)

ابن ہشام کے حاشیہ میں مرقوم ہے **السُّنْحُ اخَذَیْ مُحَمَّدًا الْمَدِيْنَةَ طَيْبَةً** کے محلوں میں سے ایک کا نام لُحْخ ہے۔ " (۴)

نبی صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیارے بھائی سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مکہ میں چھوڑ آئے تھے ان کو دو ذمہ داریاں سپرد کی گئی تھیں اس رات کو انہوں نے حضور کی چادر اوڑھ کر حضور کے بستر پر سونا تھا تاکہ کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والے مشرک نوجوانوں کو یہ گمان رہے کہ حضور ابھی اپنے بستر پر آرام فرماہیں ابھی جاگیں گے۔ پھر باہر آئیں گے۔ اس وقت وہ اپنی اس سازش کو عملی جامہ پہنائیں گے جس کے بارے میں دارالندوہ کی خصوصی مینٹنگ میں فیصلہ کیا گیا تھا۔

دوسرا حکم حضرت علی نے یہ بجالانا تھا کہ جن لوگوں کی قیمتی امانتیں اللہ کے حبیب کے پاس

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۷۰

۲۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۷

۳۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۷

۴۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۲۱۰

تھیں انہیں ان کے مالکوں تک بحفاظت پہنچادیں۔
اس حکم کی تعمیل میں آپ کے تین دن لگ گئے آپ کا یہ معمول تھا کہ کھلی وادی میں کھڑے
ہو کر اعلان فرماتے۔

مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِيعَةٌ
فَلْيَأْتِ نُؤْدِي إِلَيْهِ أَمَانَتَهُ۔

”لوگو! سن لو۔ جس کسی نے اپنی کوئی امانت رسول کریم صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کے پاس رکھی ہوئی تھی وہ آئے اور اپنی امانت لے جائے۔“

اس حکم کی تعمیل سے فراغت پانے کے بعد سیدنا علی مرتضیٰ مکہ سے روانہ ہوئے آپ رات کو
سفر کرتے تھے اور دن کے وقت چھپ کر کہیں وقت گزارتے تھے۔ آپ نے یہ سفر پیدل طے
کیا یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک پھول گئے ان میں آبلے پڑ گئے اور آبلوں سے خون بنے
لگ جب آپ قبائلیں پہنچے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو حضور نے انہیں
اپنے پاس بلا بھیجا عرض کی یا رسول اللہ وہ چلنے سے معذور ہیں ان کے پاؤں سو بجے ہوئے ہیں
اور ان سے خون رس رہا ہے۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود حضرت علی کے
پاس تشریف لے گئے ان کو اپنے گلے سے لگایا ان کی تکلیف دہ حالت دیکھ کر حضور کی چشم
مبارک سے آنسو ٹپکنے لگے۔ پھر اپنے دونوں مبارک ہاتھوں پر اپنا العلاب دہن ڈالا۔ پھر اپنے
ہاتھوں کو ان کے زخموں پر پھیر دیا اس کی یہ برکت ہوئی کہ اس کے بعد پھر شہادت تک کبھی آپ
کے پاؤں کو ذرا تکلیف نہ ہوئی۔ (۱)

علامہ ابن ہشام لکھتے ہیں۔ کہ سیدنا علی مرتضیٰ قبائلیں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے اور
حضور کے ساتھ ہی کلثوم بن ہدم کے مکان پر اقامت گزریں ہوئے۔ جمہور علماء سیرت کا یہی
قول ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ مکہ مکرمہ میں تین دن رہے اس اثناء میں آپ نے امانتیں ان کے
مالکوں تک پہنچائیں۔ پھر پیدل چل کر قبائلیں پہنچے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
کے ساتھ کلثوم بن ہدم کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ (۲)

۱۔ سیرت ابن اشیر، جلد ۲، صفحہ ۱۰۶

۲۔ ابن خلدون، جلد ۲، صفحہ ۷۳۹، ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۷۷۰، سیل الہدی، جلد ۳، صفحہ ۷۹، ۳

ابن اشیر، جلد ۲، صفحہ ۲۰۶، مدارج النبوة، جلد ۲، صفحہ ۶۳، ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۱۱

انسب الاشراف، جلد ۱، صفحہ ۲۶۵

”تو میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور پتھر خود اٹھاتے تھے۔ اور اس پتھر سے گرنے والی مٹی حضور کے چپکتے ہوئے شکم مبارک پر پڑتی تھی۔ حضور کی خدمت میں کوئی صحابی حاضر ہوتا اور عرض کرتا یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں یہ پتھر مجھے عطا فرمائیے کہ میں آپ کی طرف سے اٹھا کر لے جاؤں۔ تو حضور فرماتے ”لاخذ مثله“ ”اسے رہنے دو تم اس جیسا کوئی اور پتھر اٹھا کر لے جاؤ۔“ یہاں تک کہ وہ مسجد پایہ تکمیل تک پہنچی۔“

یہ مسجد ایک ایسے میدان میں تعمیر کی گئی جہاں پہلے کھجوریں خشک کی جاتی تھیں اور یہ کلثوم بن ہدم، حضور کے میزبان کی ملکیت تھی۔ انہوں نے زمین کا یہ ٹکڑا مسجد تعمیر کرنے کے لئے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ (۱)

یہ پہلی مسجد تھی جسے ہجرت کے بعد سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعمیر کیا اور اس میں بھاری بھر کم پتھر اٹھا کر لے آئے اور اس کی تعمیر میں شریک ہوئے۔ یہی وہ مسجد ہے جس کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

لَمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ
فِيهِ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُنَّ وَلَوْ كُنَّ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَكَبَّرُوا فِيهَا وَهُنَّ لَمَنْظُورٌ

”البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے۔“ (۱۰۸:۹)

اس آیت کا یہ مقصد نہیں کہ صرف یہ مسجد ہی ایسی ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس کے علاوہ اور کوئی مسجد نہیں جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہو۔ بلکہ اس مسجد کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کے علاوہ بھی بے شمار مسجدیں ہیں جو اس کے بعد تعمیر ہوئیں اور ان کی بنیاد بھی تقویٰ پر رکھی گئی تھی جیسے مسجد نبوی اور دیگر مساجد۔

احادیث میں مسجد قبل کی بڑی شان مذکور ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے روز

پیدل یا سوار ہو کر تشریف لے آیا کرتے۔ حضور نے فرمایا۔

مَنْ تَوَضَّأَ وَاسْتَبْعَ الْوُضُوءَ ثُمَّ جَاءَ مَسْجِدَ قُبَا فَصَلَّى فِيهِ
كَانَ لَهُ أَجْرُ عُمْرَةٍ

”جو شخص وضو کرتا ہے۔ اور وضو بڑی عمدگی سے کرتا ہے پھر بلوضو ہو کر مسجد قبائیں آتا ہے اور اس میں نماز پڑھتا ہے تو اس کو عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔“

امام ترمذی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے اور اس کی صحیح بھی کی ہے۔

عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ
قَالَ صَلَوَةٌ فِي مَسْجِدِ قُبَا كَعُمْرَةٍ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا حضور نے فرمایا۔ ”مسجد قبائیں نماز کا ثواب عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ آپ سوموار اور جمعرات کو مسجد قبائیں ضرور تشریف لاتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ہیں جن سے اس مسجد کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربیع الاول شریف کی بارہ تاریخ کو بروز دو شنبہ اس وقت تشریف فرما ہوئے جب سورج نصف النہار پر چمک رہا تھا۔

سوموار کے دن کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک اور حیات طیبہ کے ساتھ ایک خصوصی تعلق ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَاسْتَبْنَى يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَرَفَعَ الْحَجَرَ
الْاَسْوَدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَهَاجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَقَبِضَ يَوْمَ
الْاِثْنَيْنِ -

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سوموار کو ہوئی تاج نبوت بھی سوموار کے روز پہنایا گیا۔ خانہ کعبہ کی دیوار کے کونہ میں حضور نے حجر اسود بھی

سوموار کے روز رکھا۔ ہجرت بھی سوموار کے روز ہوئی اور سوموار کے

روز ہی اس عالم قانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ (۱)

یہ امر توجہ طلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس عالم رنگ و بو میں تشریف آوری سے پہلے بھی کئی مہینے اور کئی دن خصوصی شان اور عظمت کے ملک تھے۔ سارے عرب میں اشہر حرم کی عزت کی جاتی تھی۔ ہفتہ کا دن یہود کے نزدیک اور اتوار کا دن نصاریٰ کے نزدیک بہت محترم تھا۔ محرم کی دسویں تاریخ کو بڑے بڑے واقعات رو پڑے تھے جن کے ذریعہ حق کا بول بالا ہوا تھا اور باطل کو دائمی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے لئے نہ ان متبرک مہینوں سے کوئی مہینہ منتخب کیا اور نہ ان عظیم الشان دنوں میں سے کسی دن کا انتخاب فرمایا بلکہ ماہ ربیع الاول اور یوم دو شنبہ کو یہ شرف ارزانی فرمایا جن کی اس سے پہلے کوئی خصوصیت اور اہمیت نہ تھی غور طلب بات یہ ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا۔

حکماء اسلام نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ اگر کسی متبرک مہینہ میں یا باہر کت دن میں حضور کی ولادت ہوتی تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ عبد اللہ کا یہ فرزند کیونکر مصدر برکات و سعادات نہ ہوتا جب کہ یہ فلاں برکت والے مہینے میں فلاں برکت والے دن میں پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کے محبوب کے کسی کمال کو کسی زمان و مکان کا کرشمہ سمجھا جائے۔ بلکہ یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ زمانہ کی جس ساعت کو، مکان کے جس خطہ کو جو عزت و سرفرازی اور برکت و سعادت نصیب ہوئی ہے یہ میرے محبوب کے وجود مسعود کا فیضان ہے اس کو صرف میں نے جو اس کا خالق اور رب ہوں۔ یہ عزتیں اور سرفرازیں ارزانی فرمائی ہیں۔

قباء میں مدت قیام

سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے روز قبا میں قیام فرمایا۔ اس کے بارے میں علماء سیرت و حدیث کے چار اقوال ہیں۔

۱۔ اولین سیرت نگار امام ابن اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوموار کے دن دوپہر کے فوراً بعد قبا میں تشریف فرما ہوئے۔ منگل، بدھ، جمعرات کو

یہاں قیام فرمایا اور چوتھے روز جمعہ کے دن چاشت کے وقت یہاں سے عازم یثرب ہوئے۔

۲۔ موسیٰ بن عقبہ نے قبا میں مدت قیام بائیس شب بتلی ہے۔

۳۔ واقدی کے نزدیک یہ عرصہ چودہ روز ہے۔

۴۔ لیکن سید المحمّدین امام محمد بن اسماعیل البخاری نے اس کے بارے میں اپنی صحیح میں امام زہری اور حضرت عروہ کے واسطے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

أَقَامَ فِيهَا بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَأَسَسَ مَسْجِدًا قُبَا فِي تِلْكَ
الْأَيَّامِ۔

”یعنی سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دس شب سے چند روز زیادہ

یہاں قیام فرمایا اور انیس ایام میں مسجد قبا کی تعمیر پایہ تکمیل تک
پہنچی۔“ (۱)

مندرجہ بالا روایات میں سے سند کے اعتبار سے یہی روایت زیادہ قابل اعتماد ہے حالات اور واقعات بھی اس کی تائید کرتے ہیں مسجد تعمیر کرنے کے لئے جگہ کا تعین، عمارت کے لئے پتھروں کی فراہمی، پھر اس کی تعمیر کی تکمیل۔ ان تمام کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اتنے دنوں کا صرف ہونا اقْدَرُ إِلَى الصَّوَابِ معلوم ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

قبا سے روانگی

نور دیدہ عاشقان، راحت قلوب مشتاقان، حبیب الرحمن، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جتنے روز بھی قبا میں قیام فرما رہے یثرب کے فرزند ان اسلام صبح و شام، ہر وقت شمع جمل مصطفویٰ پر پروانوں کی طرح تصدق ہوتے رہتے تھے۔ اللہ کے محبوب کے دیدار کا شوق کشاں کشاں انہیں یہاں لاتا۔ بے قرار دل اور بے چین آنکھیں اس جمل جہاں آراء کی زیارت میں ہمہ وقت محور تھیں یہ سب لوگ اس لمحہ کی انتظار میں ملے بے آب کی طرح تڑپا کرتے جب ان کا ہادی و راہبر اپنے ورد و مسعود سے ان کے گلہ ہائے احزان کو منور فرمائے گا۔ ان کے مضطرب دلوں اور بے چین روحوں کی جھولیوں کو چچی اور ابدی مسرتوں سے معمور کرے گا۔ صرف انصار ہی اس ساعت ہمایوں کے لئے مضطرب نہ تھے بلکہ یثرب کے مکانوں کے در و دیوار اس روئے انور کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اس بستی کے کوچہ و بازار، ان کے قدم ناز کو بوسہ دینے کے لئے بے چین تھے۔ طیبہ کے نخلستانوں کی بلند قامت کھجوریں جھوم جھوم کر اس شاہ و الاہبار کی

بلائیں لے رہی تھیں۔

آخر جمعۃ المبارک کی وہ صبح صادق طلوع ہوئی ہر طرف نور ہی نور پھیل رہا تھا، ہر طرف اجالا ہی اجالا انسانیت کی شبِ تاریک روزِ روشن میں بدل رہا تھا، اندھیروں کا طلسم ٹوٹ رہا تھا، ظلمتوں کے دبیز پردے چاک ہو رہے تھے، اس نیرِ اعظم کی نورانی شعاعوں کی ہیبت سے ہر نوع کی تاریکیوں پر لرزہ طاری تھا۔ ویسے تو ہر رات کے بعد ہمیشہ صبح طلوع ہوتی ہے۔ اور ہر صبح کی روشنی زمین کے گوشہ گوشہ کو منور کرتی رہتی ہے لیکن آج کی صبح نزلی صبح تھی اس کے اجالوں میں اتنی شوخی اور تابانی تھی کہ کوئی تاب نہیں لاسکتا تھا۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ

الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ

سَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَصْنَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس روز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں نزولِ اجلال فرمایا مدینہ کی ہر شے جگمگانے لگی تھی۔“

وَدَوَّى ابْنُ أَبِي حَيْثَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُ

يَوْمَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

الْمَدِينَةَ فَلَمْ أَرَ يَوْمًا أَحْسَنَ مِنْهُ وَلَا أَضْوَأَ

”حضرت ابو نعیمہ کے فرزند فرماتے ہیں کہ میں اس روز وہاں موجود تھا جس روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہر مدینہ میں قدم رنجہ فرمایا۔ میں نے آج تک کوئی ایسا دن نہیں دیکھا جو اس روزِ سعید سے زیادہ حسین ہو یا زیادہ روشن ہو۔“ (۱)

چند روز قبل ہی بستی کو بقیعہ نور بنائے رکھنے کے بعد یمن و سعادت کا پیکر ہمایوں، خیرات و برکات کا قاسم کریم، نوعِ انسانی کا بخت بیدار، کائنات کی بارات کا من موہنا اور سجیلا دولہا، آج اس سرزمین کو عرشِ پایہ بنانے کے لئے روانہ ہو رہا تھا جس کی خاک کے ذرے، ازل سے اس کے پائے ناز کو بو سے دینے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ جس کی نسیمِ سحر کے جھونکے، اس کی زلفِ غبرن کو چومنے کے لئے دیوانہ وار سرگرداں رہا کرتے تھے۔

ان کچے مکانوں، کھجوروں کی شاخوں سے بنے ہوئے چھپروں، جن کو آج تک غربت و

افلاس سے جنم لینے والی محرومیوں نے اپنا گھر بنایا ہوا تھا۔ وہ فخر و دودہ آدم آج انہیں ایسی رونقیں بخشنے کے لئے تشریف لارہا تھا جن پر شاہِ ایران کا قصرِ ابیض، اور قیصرِ روم کے مرمیس محلاتِ سوجان سے فدا ہونے والے تھے۔ چاشت کا وقت ہو گیا ہے عرب کا سورج اپنی جملہ تمازتوں کے ساتھ جلوہ فشاں ہے۔ یثرب کے سداے کلمہ گو اپنے آقا، اپنے ہادی اور اپنے نبی کو اپنے ہمراہ اپنی بستی میں لے جانے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ جشنِ استقبال میں شرکت کرنے والے تمام حضرات نے بہترین لباسِ زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ ہتھیار اپنے جسم پر سجائے ہوئے ہیں۔ خارہ شکاف شمشیروں کی چمک سے سورج شرمارہا ہے اور نیزوں کی سنائیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی ہیں ان کی چمک اور تیزی سے اہل باطل کے جگر گداز ہو رہے ہیں۔ حبشہ کے سیاہ رنگ حبشی بھی اظہارِ مسرت میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ وہ اپنے آقا کے جلو میں سرخوش و سرشار ہو کر اپنے ہتھیاروں سے جنگی کرتب دکھا رہے تھے آج وہ کیونکر خوش نہ ہوتے آج وہ تشریف لارہا ہے۔ جس کے قدموں کی خاک نے ان کی کلی رنگت کو وہ ملاحتیں بخش دی تھیں۔ جن پر فردوس بریں کی خوریں بھی سوجان سے قربان ہونے لگی تھیں۔ اب انہیں کوئی ان کی سیاہ روئی کا طعنہ نہ دے سکے گا۔ ان کے موٹے ہونٹوں اور چھوٹے ناکوں کے باعث کوئی انہیں حقیر اور ذلیل نہ سمجھ سکے گا۔ بلکہ امتِ مسلمہ کا امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق انہیں سیدنا بلال کہہ کر پکارے گا۔ جب مکہ فتح ہو گا، جب بیت اللہ شریف بتوں کی نجاستوں سے پاک کر دیا جائے گا۔ اس روز کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید کبریائی اور اس کے محبوب بندے کی رسالت اور شانِ مصطفائی کا اعلان کرنے کے لئے کسی عرب کو، کسی قریشی کو کسی ہاشمی کو منتخب نہیں کیا جائے گا بلکہ اہل حبش کے ایک فرد کو نگاہِ رسالت منتخب فرمائے گی۔ اور اسے حکم دے گی اے بلال! چڑھ جا کعبہ کی چھت پر اور اذان دے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ لَعِبَتِ الْجَنَّةُ بِحُرَابِهَا
فَرَحًا بِقُدُومِهِ (رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس روز حضور کی یہاں آمد پر مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے حبشیوں نے اپنے ہتھیاروں کے ساتھ جنگی کرتب دکھائے۔“

مبداء فیاض نے بڑی فیاضی سے اہل یثرب کو حسن و جمال کی نعمت ارزانی فرمائی ہے لیکن آج تو ان کے شباب اور ان کی رعنائیوں کا رنگ ہی نرالا ہے۔ چاند، ان کی طلعتِ زیبا کو دیکھ کر ماند پڑ گیا ہے اور شکفتہ پھول، ان کے رخساروں کی رنگت کے سامنے شرمسار ہو رہے ہیں۔ وہ خوش نصیب آج اللہ تعالیٰ کی شانِ تخلیق کے شاہکار کے حسن کے جلووں کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں دلوں کے جام اس نازنین ازلی کی محبت کے شرابِ طہور سے لبالب بھرے ہیں۔ انہوں نے اپنے سینوں کو ہر قسم کی آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک کر دیا ہے تاکہ ان کے کریم آقا کے دل آویز انوار کی جلوہ گاہ بن سکیں۔

آخر کار وہ سعید لمحہ آتا ہے۔ جس کے انتظار میں عرصہ سے وہ دیدہ و دل فرس راہ کئے ہوئے ہیں قصویٰ نامی ناقہ پیش کی جاتی ہے جس پر ایک سادہ سا پالان کسا ہوا ہے مرکب کون و مکان کا یکتا شہسوار، رکاب میں قدم مبارک رکھ کر اس پالان پر جلوہ فرما ہے۔ گلشن ہستی پر بہار آ جاتی ہے ہر طرف عید کا سماں ہے، نبض ہستی کو نئی جولانیاں بخش دی گئی ہیں۔ نسیم رحمت کے جھونکے دلوں کے غنچوں کو شکفتہ پھول بنا رہے ہیں۔ اپنے آقا کو یوں سوار دیکھ کر دل و جاں ٹنڈ کرنے والے غلاموں پر کیف و مستی کا ایک عجیب سماں طاری ہو جاتا ہے اچانک نعرے بلند ہونے لگتے ہیں۔

اللَّهُ أَكْبَرُ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ
اللَّهُ أَكْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ اللَّهُ أَكْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ
اللَّهُ أَكْبَرُ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ

ان پر جوش نعروں سے ساری فضا گونج اٹھتی ہے باطل و طاغوت کے پرستاروں کے دل پھٹنے لگتے ہیں اصنام و اوٹان کے پجاریوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے محبوب نبی کی رسالت کے نعروں سے حق کا پرچم بلند ہو جاتا ہے۔ جاں نثاروں کا بے پناہ ہجوم ہے۔ گلیوں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ ارد گرد کے مکان اور ان کی چھتیں شوقِ دیدار میں بے خود اور بے قابو ہونے والوں سے بھری ہوئی ہیں۔ بچے، جوان، بوڑھے، کسں بچیاں اور پردہ دار خواتین کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے ہیں۔ معصوم بچیاں اور اوس و خزر ج کی عفت شعار دوشیزائیں، دھیس بجا بجا کر دل و جان سے محبوب تراور عزیز تراپے مہمان کو ان اشعار سے خوش آمدید کہہ رہی ہیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ تَنْبِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْكَ مَا دَعَا إِلَهُ دَاعٍ
أَيْهَا الْمُبْعُوثُ فَيَنْتَ جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمَطَاعِ

”ثنات الوداع (وہ چوٹی جہاں مہمانوں کو الوداع کہی جاتی ہے) سے چودھویں کے چاند نے ہم پر طلوع فرمایا ہے۔

جب تک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا اس کو پکارتا رہے گا ہم پر لازم ہے کہ ہم اس نعمت کا شکر ادا کرتے رہیں۔

اے ہمارے پاس نبی بن کر تشریف لانے والے؟ آپ اس طرح تشریف لے آئے ہیں کہ آپ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے گی۔“

علامہ ابن قیم کی رائے یہ ہے کہ یہ اشعار حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے موقع پر نہیں پڑھے گئے تھے۔ کیونکہ ان میں ثنات الوداع کا ذکر ہے یہ ٹیلہ ہے اس پہاڑی راستہ پر واقع ہے جہاں اہل مدینہ، شام کی طرف سفر کرنے والے دوستوں اور عزیزوں کو الوداع کہا کرتے تھے کیونکہ حضور مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے اور اس راہ پر کوئی ایسا ٹیلہ نہیں جو ثنات الوداع کے نام سے مشہور ہو۔ ابن قیم کا خیال ہے کہ حضور جب غزوہ تبوک سے مراجعت فرمائے مدینہ طیبہ ہوئے تھے اس وقت مدینہ کی بچیوں نے ان اشعار سے حضور کا استقبال کیا تھا۔

علامہ ابن قیم کا یہ خیال درست معلوم نہیں ہوتا۔ معروف جغرافیہ دان علامہ یاقوت الحموی نے اپنی مشہور کتاب ”معجم البلدان“ میں اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا ہے وہ ثنات الوداع کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

بِفَتْحِ الْوَاوِ - هُوَ اسْمٌ مِنَ التَّوْدِيْعِ عِنْدَ الرَّحِيلِ وَهِيَ ثَنِيَّةٌ
مُشْتَرَفَةٌ عَلَى الْمَدِيْنَةِ يَطْوُهَا مَنْ يُرِيدُ مَكَّةَ ... وَقِيلَ
لَا تَهْمًا مَوْضِعُ وِدَاعِ الْمُسَافِرِينَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى مَكَّةَ -

”یعنی لفظ وداع کی واؤ پر زبر ہے اور یہ تودیع مصدر کا اسم ہے۔ یہ ایک ابھرا ہوا ٹیلہ ہے جو مدینہ منورہ پر جھکا ہوا ہے جو لوگ مکہ جاتے تھے اس جگہ سے گزر کر جاتے تھے پھر کہا گیا ہے کیونکہ مدینہ سے مکہ جانے والے مسافروں کو اس مقام پر الوداع کہی جاتی تھی اس لئے اس مقام کا نام

ثبات الوداع مشہور ہو گیا۔ (۱)

علامہ محمد الدین فیروز آبادی نے بھی مندرجہ بالا رائے سے اتفاق کیا ہے۔
مزید وضاحت کے لئے سبل الہدی والرشا امام محمد بن یوسف الصالحی کی تیسری جلد کے
صفحات ۳۹۶ تا ۳۹۸ ملاحظہ فرمائیے۔

ہر لحظہ ہجوم بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ قصویٰ کے لئے چلنا دشوار ہو رہا ہے گویا اس کے
کانوں میں کوئی یہ کہہ رہا ہے۔

قدم اے راہرو آہستہ تر نہ
چومہ ہر ذرہ او درد مند است

اس مؤکب ہمایونی کو حرکت میں آئے کافی وقت گزر گیا ہے لیکن بمشکل چند فرلانگ کا فاصلہ
طے ہوا اہل صدق و صفا، ارباب عشق و وفا، کا یہ قافلہ اپنے مرشد و راہبر، اپنے محبوب و دلبر صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں بنی سالم بن عمرو بن عوف کے محلہ میں جب پہنچا۔ تو سورج
ڈھل گیا تھا اور نماز جمعہ ادا کرنے کا وقت ہو گیا تھا۔ وہیں ایک کھلے میدان میں نماز جمعہ ادا
کرنے کا حکم صادر ہوا چند لمحوں میں صحابہ کرام نے اپنی صفیں درست کر لیں اور بصد ادب اور
ہزار خضوع اپنے رب قدیر و کریم کی بارگاہِ صمدیت میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے بیٹھ گئے افسح
العرب و البجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس کی فصاحت و بلاغت نے
سامعین پر وجد و محویت کی ایک عجیب کیفیت طاری کر دی مجھے موتیوں سے زیادہ آبدار کلمات
میں معانی و معارف کے جو سمندر موجزن تھے۔ انہوں نے دلوں کی دنیا بدل کر رکھ دی۔
اذہان کی سوچیں بدل گئیں۔ سود و زیاں، فنا و بقا کے نئے معیاروں کی نقاب کشائی کر دی گئی۔
یہ پہلی نماز جمعہ تھی جو تمام انبیاء و رسل کے امام کی قیادت میں اوس و خزرج کے اہل ایمان اور
جملہ مہاجرین کو ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی یہ جمعہ کا پہلا خطبہ تھا جو یثرب کے آزاد ماحول
میں محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کو بادیہ ضلالت سے نکال کر راہ
راست پر گامزن کرنے اور انہیں منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔

ہم اس خطبہ کا متن اور اس کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ أَحْمَدُهُ وَاسْتَعِيْنُهُ، وَاسْتَغْفِرُهُ وَاسْتَهْدِيْهِ وَ

أَوْ مِنْ بِهِ وَلَا الْكُفْرَ وَأَعَادَى مَنْ يَكْفُرُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ وَالنُّورِ وَالْمَوْعِظَةِ
عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وَقَلَّةٍ مِنَ الْعَالَمِ ضَلَالَةٍ مِنَ
النَّاسِ، وَلَا نُقْطَعُ مِنَ الزَّمَانِ وَدُنُوقٍ مِنَ السَّاعَةِ وَقُرْبٍ
مِنَ الْأَجَلِ -

مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ، وَمَنْ يَعُصِهَا فَقَدْ
غَوَى وَفَرَطَ وَضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا وَأَوْصِيَكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ،
فَإِنَّهُ خَيْرٌ مِمَّا أَوْصَى بِهِ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمُ أَنْ يَحْضَهُ عَلَى
الْآخِرَةِ وَأَنْ يَأْمُرَهُ بِتَقْوَى اللَّهِ، فَاحْذَرُوا مَا حَذَرَكُمْ
اللَّهُ مِنْ نَفْسِهِ وَلَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ نَصِيحَةً وَلَا أَفْضَلَ
مِنْ ذَلِكَ ذِكْرًا، وَإِنَّهُ تَقْوَى لِمَنْ عَمِلَ بِهِ عَلَى وَجْهِ
خَافَةٍ وَعَوْنٍ صَدَقَ عَلَى مَا تَبْتَغُونَ مِنْ أَمْرِ الْآخِرَةِ -
وَمَنْ يُصْلِحِ الدِّينَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ مِنْ أَمْرِ السِّرِّ وَالْعِلَانِيَةِ
لَا يَنْوِي بِذَلِكَ إِلَّا وَجْهَ اللَّهِ يَكُنْ لَهُ ذِكْرًا فِي عَاجِلِ أَمْرِهِ
وَدُخْرًا فِي مَا بَعْدَ الْمَوْتِ حِينَ يَفْتَقَرُ الْمَرْءُ إِلَى مَا قَدَّمَ وَ
مَا كَانَ مِنْ سِوَى ذَلِكَ يَوْذُلُ أَنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ أَمَدًا
بَعِيدًا، وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ -
وَالَّذِي صَدَقَ قَوْلُهُ، وَأَنْجَزَ وَعْدَهُ، لَا خُلْفَ ذَلِكَ
فَإِنَّهُ يَقُولُ تَعَالَى مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلَ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَالِمٍ
لِلْعَالَمِينَ -

وَاتَّقُوا اللَّهَ فِي عَاجِلِ أَمْرِكُمْ وَأَجَلِهِ فِي السِّرِّ وَالْعِلَانِيَةِ
فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفُرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا،
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا، وَإِنْ تَقْوَى اللَّهَ
تَوْقِي مَقْتَهُ وَتَوْقِي عُقُوبَتَهُ، وَتَوْقِي سُخْطَهُ، وَإِنْ تَقْوَى
اللَّهُ تُبَيِّضِ الْوَجْهَ وَتُرْفِي الرَّبَّ وَتَرْفَعِ الدَّرَجَةَ -
خُذُوا بِحَظِّكُمْ وَلَا تُفْرِطُوا فِي جَنْبِ اللَّهِ، قَدْ عَلَّمَكُمْ اللَّهُ

كِتَابَهُ، وَرَهَبَ لَكُمْ سَبِيلَهُ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلِيَعْلَمَ
 الْكَاذِبِينَ، فَاحْسِنُوا كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ، وَعَادُوا أَعْدَاءَهُ
 وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ، هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَسَمَّيَكُمُ
 الْمُسْلِمِينَ، لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَا مَنْ حَتَّ
 عَنْ بَيِّنَةٍ، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، فَالْكَثْرُوا ذَكَرَ اللَّهُ، وَاعْمَلُوا
 لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، فَإِنَّهُ مَنْ أَصْلَحَ مَا بَيَّنَّهَ وَبَيَّنَ اللَّهُ يَكْفِيهِ
 مَا بَيَّنَّهَ وَبَيَّنَ النَّاسَ، ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ يَقْضِي عَلَى النَّاسِ
 وَلَا يَقْضُونَ عَلَيْهِ وَيَمْلِكُ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَهْلِكُونَ مِنْهُ
 اللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

”سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ میں اسی کی حمد کرتا ہوں۔ اور اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ اسی سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں۔ میں اس پر ایمان لے آیا ہوں اور اس کے ساتھ کفر نہیں کرتا، جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے، میں اس کا دشمن ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ وحدہ کے۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بیشک محمد، (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس کے بندے اور رسول ہیں بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت، دین حق، نور اور موعظت کے ساتھ اس وقت جب کافی مدت سے رسولوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ جب کہ علم بہت قلیل ہو گیا تھا۔ اور لوگ گمراہ ہو رہے تھے۔ اور اس وقت زمانہ ختم ہونے والا ہے قیامت قریب آگئی ہے اور موت کا وقت نزدیک پہنچ گیا ہے۔

جو اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی، تو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی۔ وہی گمراہ ہوا، وہی حد سے بڑھا اور وہی گمراہی میں دور نکل گیا۔

اور میں وصیت کرتا ہوں تمہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کیونکہ بہترین وصیت، جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کر سکتا ہے، یہ ہے کہ وہ اسے اپنی آخرت بہتر کرنے کے لئے برا نگینہ کرے اور اسے اللہ

سے ڈرنے کا حکم دے۔ ڈرتے رہو، جیسے ڈرایا تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب سے، اس سے افضل کوئی نصیحت نہیں، اور اس سے بہتر کوئی یاد دہانی نہیں، یہی تقویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اور خوفزدہ ہو کر نیک عمل کرتا ہے اور یہی سچی مدد ہے اس چیز پر جس کی تم خواہش رکھتے ہو۔ قیامت کے دن کے لئے اور جو شخص اصلاح کرتا ہے اپنے باطنی اور ظاہری حالات کی، جو اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں، اور وہ نہیں ارادہ کرتا اس سے بجز اللہ تعالیٰ کی رضا کے تو یہ بات اس دنیا میں اس کے ذکر کو بلند کر دے گی اور موت کے بعد اس کے لئے سرمایہ ہوگی جب انسان محتاج ہو گا ان اعمالِ حسنہ کی طرف جو اس نے پہلے بھیجے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے وہ اس روز دوست رکھے گا کہ اس کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان بہت لمبا فاصلہ ہو اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اور اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے اپنے بندوں کے ساتھ، جس شخص نے اپنی بات کو سچا کر دکھایا اور اپنے وعدہ کو پورا کیا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے میرے نزدیک میرا قول نہیں بدلتا اور میں اپنے بندوں کے ساتھ ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے، اپنے ان کاموں کے بارے میں جواب ہو رہے ہیں اور ان کاموں میں جو بعد میں ہوں گے پوشیدہ اور علانیہ۔ کیونکہ جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور قیامت کے دن اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اور جو ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے، وہی عظیم کامیابی حاصل کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا، بچاتا ہے اس کے غضب سے اور بچاتا ہے اس کے عذاب سے، اور بچاتا ہے اس کی ناراضگی سے، اور بے شک اللہ تعالیٰ کا خوف چہرے کو روشن کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو راضی اور اس کے درجوں کو بلند کرتا ہے۔ اپنا حصہ لے لو، اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی تباہی نہ کرو اللہ تعالیٰ نے سکھا دی ہے تمہیں اپنی کتاب اور واضح کر دیا ہے تمہارے لئے اپنا راستہ تاکہ

وہ جان لے ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور جان لے جھوٹوں کو اور تم بھی بھلائی کرو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے احسان فرمایا ہے اور اس کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھو، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کرو اسی نے تم کو چنا ہے اور اسی نے تمہیں مسلم کے لقب سے موسوم کیا ہے تاکہ ہلاک ہو جس نے ہلاک ہونا ہے دلیل سے اور زندہ ہو جس نے زندہ رہنا ہے دلیل سے اور کوئی قوت نہیں اللہ کی مدد کے بغیر۔ پس کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو۔ اور موت کے بعد زندگی کیلئے عمل کیا کرو۔ پس جو شخص اپنے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور لوگوں کے درمیان خود معاملہ درست فرماتا ہے یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر مرضی نافذ کر سکتا ہے اور لوگ اس پر اپنی مرضی نافذ نہیں کر سکتے وہ لوگوں کے تمام احوال کا مالک ہے اور لوگ اس کے مالک نہیں بن سکتے۔ اللہ بہت بڑا ہے اور کوئی قوت نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کے جو بہت اعلیٰ اور بڑی عظمت والا ہے۔“ (۱)

علامہ ابن کثیر نے یہ روایت امام ابن جریر طبری سے نقل کی ہے۔ اگرچہ بعض کتب میں دو اور خطبے بھی مذکور ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضور نے مدینہ طیبہ میں پہلے جمعہ کے موقع پر ارشاد فرمائے لیکن درست قول یہ ہے کہ یہی وہ ایمان افروز اور روح پرور خطاب کریم ہے جو رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنے قدم مہینت لزوم کے موقع پر نماز جمعہ ادا کرنے سے پہلے ارشاد فرمایا۔

دوسرے جو خطبے بعض کتب میں درج ہیں اور انہیں اولین خطبے کہا گیا ہے یہ وہ خطبے ہیں جو مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد حضور نے ابتدا میں ایک پرانی کھجور کے ٹڈھ کے ساتھ ٹیک لگا کر ارشاد فرمائے تھے۔

علامہ محمد الصادق ابراہیم العرجون اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

إِنَّ هَاتَيْنِ الْخُطْبَتَيْنِ اللَّتَيْنِ ذَكَرَهُمَا ابْنُ إِسْحَاقَ ثُمَّ الْبَيْهَقِيُّ
بِسَنَدٍ عَنْ شَيْخِهِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْحَكَمِيِّ كَانَتَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم بِالْمَدِیْنَةِ لَا فِی مَسْجِدِ
 غُبِیْبٍ فِی بَنی سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ۔ وَلَٰنَ الْخُطْبَةِ الَّتِی رَوَاهَا
 ابْنُ جَرِیرٍ وَهِيَ الْاَوَّلٰی مِنَ الْخُطْبِ الثَّلَاثِ فِی کِتَابِنَا کَانَتْ
 فِی الْخُطْبَةِ الَّتِی خُطِبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ
 سَلَّم فِی مَسْجِدِ وَادِی رَانُوْنَاءَ فِی دِیَارِ بَنی سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ
 الْمُسَمَّی مَسْجِدُ غُبِیْبٍ وَهِيَ اَوَّلُ خُطْبَةٍ جُمُعَةٍ خُطِبَهَا رَسُوْلُ
 اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم فِی الْاِسْلَامِ بَعْدَ نُبُوَّتِهِ کَمَا
 صَرَّحَ ابْنُ جَرِیرٍ فِی سَنَدِهِ وَتَكُوْنُ الْاَوَّلِیَّةُ فِی هَذِهِ الْخُطْبَةِ
 اَوَّلِیَّةً مُّطْلَقَةً وَفِی الْخُطْبَتَیْنِ اللَّتَیْنِ رَوَاهُمَا ابْنُ اِسْمَاعَاقَ
 ثُمَّ الْبَیْهَقِیُّ بَعْدَهُ اَوَّلِیَّةً نَسَبِیَّةً اٰی بِالنِّسْبَةِ لِمَسْجِدِهِ
 صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم فِی الْمَدِیْنَةِ۔

”یہ دو خطبے جنہیں ابن اسحاق نے ذکر کیا تھا اور پھر امام بیہقی نے اپنی سند
 کے ساتھ اپنے شیخ ابو عبد اللہ الحاکم سے روایت کیا ہے یہ وہ خطبے ہیں جو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی مسجد میں پہلے ارشاد
 فرمائے۔ نہ کہ بنی سالم بن عوف کی مسجد غیبیہ میں، وہ خطبہ جو ابن جریر
 نے روایت کیا ہے ان تین خطبوں میں سے وہی اولین خطبہ ہے جو وادی
 رانوناہ میں بنی سالم بن عوف کے محلہ میں اس مسجد میں ارشاد فرمایا جو مسجد
 غیبیہ کے نام سے معروف ہے حقیقتاً مطلق اولیت اسی خطبہ کو حاصل
 ہے۔ دوسرے دو خطبے ان کی اولیت اضافی ہے۔ یعنی مسجد نبوی میں سب
 سے پہلے یہ خطبے دیئے گئے۔“ (۱)

جس علاقہ میں بنی سالم کا محلہ تھا۔ اس کا نام وادی رانوناہ تھا۔ یہاں کھلے میدان میں حضور
 سرور کائنات علیہ الطیب الصلوات وازکی التسلیمات نے پہلی نماز جمعہ ادا کی۔ وہاں بعد میں مسجد
 تعمیر ہوئی وہ مسجد ”غیبیہ“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد نبی اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہوئے تو قبیلہ بنی سالم کے چند حضرات خدمت
 اقدس میں حاضر ہوئے جن کی قیادت ان کے دو سردار حضرت عثمان بن مالک اور عباس بن

نصلہ کر رہے تھے۔ (رضی اللہ عنہما) اور آکر گزارش کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقْبَهُ عِنْدَنَا فِي الْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ وَالْمَنْعَةِ
 ”یا رسول اللہ! ہمارے ہاں قیام فرمائیے ہمارے قبیلہ کی تعداد بھی کافی
 ہے۔ ساز و سامان اور اسلحہ بھی وافر مقدار میں ہے اور ہم حضور کے دقلع
 کی بھی پوری طاقت رکھتے ہیں۔“

حضور نے ارشاد فرمایا۔

خَلُّوا سَبِيلَهَا فَإِنَّهَا مَا مَوْرَةٌ
 ”میری اونٹنی کا راستہ خلی کر دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حکم مل چکا
 ہے۔ یہ حکم الہی کے مطابق ٹھہرے گی۔“

اپنے آقا کا رشاد سن کر دلوں میں خلوص و محبت کے جو طوفان اُمڈ رہے تھے، سہم گئے کسی کو
 مزید اصرار کی ہمت نہ ہو سکی۔ سب نے سر تسلیم خم کر دیا اور اونٹنی کے لئے راستہ صاف کر دیا
 وہ خوش بخت اونٹنی، شہسوار میدان نبوت و رسالت کو اپنے اوپر اٹھائے خراہاں خراہاں اس
 منزل کی طرف روانہ ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کی مستقل قیام گاہ بننے کے
 لئے چنا تھا۔

کیا سہانا منظر ہو گا۔ غریب پرور اور دلنواز آقلی سواری آگے بڑھ رہی ہے۔ سراپا خلوص و
 ایثار غلاموں کا جم غفیر اپنے آقا کے گرد حلقہ باندھے ہے۔ سارے راستے اور گلیاں بھری ہوئی
 ہیں مکانوں کے صحن اور ان کی ساری چھتوں پر خواتین سراپا انتظار بنے وارفتگی شوق میں ایک
 دوسرے سے پوچھ رہی ہیں آئیں ہمارے آئیں ہمارے آئیں ہمارے آئیں ہمارے آئیں ہمارے آئیں ہمارے
 سا ہے چلتے چلتے یہ موکب ہمایوں نبی بیاضہ کے محلہ کے نواح میں پہنچتا ہے تو زیادین لبید اور فروہ
 بن عمرو اپنے قبیلہ کے چند چیدہ افراد کی معیت میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں

يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلُمَّ إِلَيْنَا إِلَى الْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ وَالْمَنْعَةِ
 ”یا رسول اللہ! ہمارے ہاں تشریف رکھئے۔ ہمارے قبیلہ کی تعداد بھی
 کافی ہے جنگی ساز و سامان بھی وافر مقدار میں ہے اور ہم حضور کے دقلع کی
 بھی پوری طاقت رکھتے ہیں۔“

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی یہی ارشاد فرمایا۔

خَلُّوا سَبِيلَهَا فَإِنَّهَا مَا مَوْرَةٌ

”اس کا راستہ خالی کر دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حکم مل چکا ہے یہ حکم الہی کے مطابق قیام کرے گی۔“

یہ لوگ بھی فرمان نبوت کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور اونٹنی کے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں، اس کے بعد یہ جلوس دار بنی ساعدہ کے پاس پہنچتا ہے قبیلہ بنو ساعدہ کے دور رئیس سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو چند ہمراہیوں کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر عرض کرتے ہیں۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكُوا إِلَيْنَا إِلَى الْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ وَالْمَنْعَةِ قَالَ
خَلُّوا سَبِيلَهَا فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ

”یا رسول اللہ! ہمارے پاس تشریف رکھئے۔ ہمارے قبیلہ کے افراد کی تعداد بھی کافی ہے جنگی ساز و سامان بھی بکثرت ہے اور ہم حضور کا دفاع کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔“

نبی اکرم نے ان کو بھی وہی جواب دیا کہ میری اونٹنی کا راستہ خالی کر دو وہ اللہ کے حکم کے مطابق ٹھہرے گی۔

وہ بھی سامنے سے ہٹ گئے اور اونٹنی نے چلنا شروع کیا۔

جب حضور بنو حارث بن خزرج کے علاقہ میں پہنچے تو سعد بن ربیع، خالد بن زید، عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم بنو حارث کے دیگر افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكُوا إِلَيْنَا إِلَى الْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ وَالْمَنْعَةِ

حضور علیہ السلام نے اپنا پہلا جواب دہرایا۔

خَلُّوا سَبِيلَهَا فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ

انہوں نے بھی اپنے عقیدت و محبت کے شدید تقاضوں کو حکم رسالت پر قربان کر دیا اور راستہ خالی کر دیا۔

یہ قافلہ چلتے چلتے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نمل کے محلہ دار بنی عدی بن نجار میں پہنچا جہاں بنو عدی بن نجار سکونت پذیر تھے۔ حضور کے جد امجد حضرت عبد المطلب کی والدہ ماجدہ سلمیٰ بنت عمرو اسی خانوادہ کی خاتون تھیں۔ ان کی شادی حضرت ہاشم کے ساتھ ہوئی تھی انہیں کے شکم طاہر سے حضرت عبد المطلب کی ولادت ہوئی تھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں پہنچے تو سلیط بن قیس اور اسیرہ بن ابی خلدجہ، اپنی قوم کے افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر عرض پرداز ہوئے۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكُوا إِلَى أَخَوَالِكَ إِلَى الْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ وَالْمَنْعَةِ
 ”یا رسول اللہ اپنے نہال کے پاس تشریف لائیے ان کی تعداد بہت زیادہ

ہے ساز و سامان سے لیس ہے قوت و قلع بھی زیادہ ہے۔“
 حضور نے ارشاد فرمایا۔

خَلُّوا سَبِيلَهَا فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ

”اس کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔“

وہ راستہ سے ہٹ گئے ناقد آگے رواں ہوئی۔ جب نبی مالک بن نجر کے محلہ میں پہنچی تو وہ اونٹنی اس جگہ بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی ہے اس وقت وہ کھلا میدان تھا۔ جہاں لوگ اپنی بھجوریں دھوپ میں خشک کیا کرتے تھے یہ میدان بنی نجر کے دو قسیموں سہل اور سہیل فرزند ان عمرو کی ملکیت تھا جب اونٹنی یہاں بیٹھی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیچے نہیں اترے اس کے اوپر ہی بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اونٹنی پھر کھڑی ہو گئی اور آگے چل دی۔ حضور نے اس کی مہار اس کی گردن پر ڈالی ہوئی تھی حضور اسے کسی طرف موڑتے نہیں تھے چند قدم آگے چل کر اونٹنی خود بخود واپس مڑی اور جہاں پہلے بیٹھی تھی وہاں آکر بیٹھ گئی۔

فَرَجَعْتُ إِلَى مَبْرَكِهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ فَبَرَكَتُ فِيهِ ثُمَّ تَحَلَّحْتُ وَ

زَدَمْتُ وَوَضَعْتُ حِجْرَانَهَا

”پھر اس نے جھرجھری لی، در ماندہ ہو کر بیٹھ گئی اور گردن زمین پر ڈالی

دی۔“ (۱)

پل بھر میں بنو نجر کی بچیاں دفیں لئے ہوئے یہ شعر گاتی ہوئی اپنے محبوب نبی اور جلیل القدر مہمان کو مرحبا اور خوش آمدید کہنے کے لئے اکٹھی ہو گئیں۔

يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٍ مِنْ جَارِ

”ہم بنو نجر کی بچیاں ہیں۔ یا محمد (فداک امی والی) آپ کتنے بہترین

پڑوسی ہیں۔“

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان بچیوں کا یہ محبت آگیز شعر سن کر ان سے پوچھا؟

أَتُعَيِّنُنِي

”کیا واقعی تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔“

قُلْنَا نَعْمَ

”ہاں بیشک یا رسول اللہ! ہم محبت کرتی ہیں۔“

تورحت عالم نے ارشاد فرمایا۔

وَإِنَّا وَاللّٰهُ أَحِبُّكُمْ. وَإِنَّا وَاللّٰهُ أَحِبُّكُمْ. وَإِنَّا وَاللّٰهُ أَحِبُّكُمْ

”بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا

ہوں۔ بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔“ (۱)

فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں اپنی ناقہ سے اترے، اور حضور نے چار مرتبہ یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَقُلْ رَبِّ انْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبَرَّكًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ

”اور یہ بھی عرض کرنا اے میرے رب! اتار مجھے بابرکت منزل پر اور تو

ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔“

اس وقت حضور پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوئی کچھ دیر کے بعد یہ کیفیت ختم ہو گئی حضور

نے فرمایا۔ ”یہ ہماری قیام گاہ ہے۔ انشاء اللہ

یہاں سب سے قریب حضرت ابویوب انصاری کا گھر تھا۔ وہ آئے اور نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلمان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ حضور نے اپنی رہائش کے لئے ان کے گھر کو ہی پسند فرمایا اس طرح ارض و سما کے خالق و مالک کا حبیب و محبوب۔ احمد مجتبیٰ عمر مصطفیٰ علیہ التحیت و التسلیم بڑے بڑے محلات، کشادہ حویلیوں اور شاندار مکانات سے صرف نظر کرتا ہوا، اپنے ایک درویش صفت غلام کے گھر کو اپنے قیام سے مشرف و مکرم فرماتا ہے۔

مبارک منزله کاں خانہ رامہ چنیں باشد

ہمایوں کشورے کاں عرصہ راشا ہے چنیں باشد

مختلف قبائل کے علاقوں سے گزرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر عبداللہ بن ابی بن سلول کے مکان کے پاس سے ہوا۔ وہ کیونکہ قبیلہ خزرج کا سردار تھا۔ حضور نے اس کے پاس اترنے کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن اس کی بد بختی نے اسے اجازت نہ دی کہ وہ اس ابدی سعادت سے اپنے آپ کو بہرہ ور کر سکے۔ اس بد نصیب نے کہا۔

اِذْهَبْ اِلَى الَّذِيْنَ دَعَوْكَ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِمْ

”ان کے پاس جائے جنہوں نے آپ کو بلا بھیجا ہے اور ان کے ہاں قیام کیجئے۔“

اس کے اس جواب سے حضور کو بہت تکلیف ہوئی تو سعد بن عبادہ نے عرض کی یا رسول اللہ! اس کی ہمت سے حضور غمزہ نہ ہوں اس کی ایک خاص وجہ ہے کہ ہم نے اسے اپنا بادشاہ بنانے کا پروگرام بنایا تھا زگر کے پاس اس کے لئے سنہری تاج بن رہا تھا۔ اچانک ان پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا اور حضور نے یہاں نزول اجلال فرمایا اس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں اس لئے بچہ غم و غصہ سے بچ و تاب کھا رہا ہے اور ایسی نازیبا گفتگو اس کی زبان سے صادر ہو رہی ہے۔ (۱)

جہاں قصواء ناقہ آکر رکی تھی اور پھر بیٹھ گئی تھی وہ ایک کھلا قطعہ زمین تھا۔ جسے مرید کہتے تھے اہل یثرب یہاں اپنی کھجوریں دھوپ میں ڈال دیتے یہاں تک کہ وہ خشک ہو جاتیں اس طرح انہیں ذخیرہ کرنا آسان ہو جاتا۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ قطعہ زمین پسند آ گیا پوچھا اس کا مالک کون ہے معاذ بن عفراء نے عرض کی اے جان عالم! یہ سہل اور سہیل کی ملکیت ہے یہ دونوں یتیم بچے ہیں ان کا میں کفیل ہوں، میں ان کو مناسب معاوضہ دے کر راضی کر لوں گا۔ چنانچہ یہ جگہ خرید کر مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے مخصوص کر دی گئی۔

انتخاب دارِ ابی ایوب انصاری کی وجہ

محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قیام کے لئے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کو کیوں پسند فرمایا۔ اس کے بارے میں اولین سیرت نگار ابن اسحاق نے اپنی تالیف ”المبتدا“ میں اور امام ابن ہشام نے ”التیجان“ میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ دمشق میں اور دیگر متعدد علماء نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ایک واقعہ نقل کیا ہے میں تاریخ ابن عساکر کے حوالہ سے اس کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

تبع مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ شریف کی زیارت کرنے کے بعد اور اسے غلاف پہنانے کے بعد اپنے لشکر جرار سمیت یثرب کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت یثرب ایک پانی کے چشمے کا نام تھا۔ جہاں کھیتی باڑی کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ تبع کے ہمراہ لشکر کے علاوہ صاحب کمال علماء و حکماء کا بھی ایک جم غفیر تھا۔ جو اس نے مختلف علاقوں سے جن جن کر اکٹھے کئے تھے۔ یثرب

پہنچ کر اس نے وہاں قیام کیا۔ ایک روز چار سو علماء بادشاہ کے دروازہ پر آکھڑے ہوئے اور گزارش کی کہ ہم اپنے شہروں کو چھوڑ کر ایک طویل عرصہ تک جہاں پناہ کے ساتھ سفر کرتے رہے ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہم یہاں سکونت اختیار کریں۔ یہاں تک کہ ہمیں موت آجائے۔ بادشاہ نے وزیر کو بلایا اور کہا۔ کہ ان کے حالات میں غور کرے اور وہ وجہ معلوم کرے جس کے باعث ان لوگوں نے میرے ساتھ چلنے کا عزم ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ مجھے ان کی سخت ضرورت ہے۔ وزیر ان کے پاس گیا ان سب کو ایک جگہ جمع کیا اور بادشاہ نے اسے جو کہا تھا۔ اس سے انہیں آگاہ کیا انہوں نے وزیر کو کہا۔ کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ کعبہ کی عزت اور اس شہر کا شرف اس ہستی کی وجہ سے ہے جو یہاں ظہور پذیر ہوگی ان کا نام نامی ”محمد“ ہو گا وہ حق کے امام ہوں گے وہ صاحب قرآن، صاحب قبلہ اور صاحب لواء و منبر ہوں گے۔ وہ یہ اعلان کریں گے لا الہ الا اللہ ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی۔ ان کی ہجرت گاہ یہ شہر بنے گا۔ پس خوشخبری ہے اس کے لئے جو ان کو پالے گا اور ان پر ایمان لے آئے گا۔ ہماری یہ آرزو ہے کہ ہم ان کی زیارت سے مشرف ہوں یا ہماری آنے والی نسلوں میں سے ہمارا کوئی بچہ ان کے زمانے کو پالے اور ان پر ایمان لے آئے۔ وزیر نے جب یہ بات سنی تو اس کے دل میں بھی یہاں رہائش پذیر ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ جب بادشاہ نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو ان سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ کہ ہم یہاں سے ہرگز نہیں جائیں گے۔ ہم نے اس کی وجہ آپ کے وزیر کو تفصیل سے بتادی ہے۔ بادشاہ نے وزیر کو بلا کر دریافت کیا اس نے سدا ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ سوچ میں پڑ گیا اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک سال حضور کی آمد کی انتظار میں یہاں ٹھہرے گا بادشاہ نے حکم دیا کہ ان چار سو علماء کے لئے چار سو رہائشی مکانات تعمیر کئے جائیں اس نے چار سو کنیریں خریدیں، انہیں آزاد کیا۔ پھر ان کا نکاح ایک ایک عالم سے کر دیا انہیں زر کثیر بخشا تاکہ وہ یہاں کے اخراجات آسانی سے برداشت کر سکیں ایک خط لکھا جسے سونے کے ساتھ سر بھر کر دیا اور ان علماء میں سے جو سب سے بڑا عالم تھا اس کے سپرد کیا اور اس سے التماس کی کہ اگر اس کو حضور کی زیارت نصیب ہو تو یہ عریضہ وہ خود حضور کی بارگاہ میں پیش کرے ورنہ اپنی اولاد در اولاد کو وصیت کرتا جائے کہ جس کو وہ عہد سعید دیکھنا نصیب ہو اور رحمت عالم کی زیارت کا شرف میسر آئے تو وہ اس کا عریضہ بارگاہ رسالت میں پیش کرے۔ اس کے عریضہ کے چند اہم فقرے یوں بیان کئے گئے ہیں۔

اَمَّا بَعْدُ يَا حَمْدُ رَبِّي اَمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ الَّذِي نَزَّلَهُ

اللَّهُ عَلَيْكَ وَأَنَا عَلَى دِينِكَ وَأَمْنْتُ بِرَبِّكَ وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ
وَلَا أَدْرِكُ رَفِيقَهَا وَلَعَمْرُتُ فَلَا أَدْرِكُكَ فَاشْفَعْ لِي
يَوْمَ الْقِيَامَةِ - الخ

”اس عریضہ میں اس نے یہ لکھا ہے اللہ کے رسول (محمد) میں آپ پر اور
آپ کی کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ تعالیٰ آپ پر نازل فرمائے گا۔“
”میں نے حضور کا دین قبول کیا ہے اور آپ کی سنت پر عمل کروں گا آپ
کے رب پر اور کائنات کے پروردگار پر ایمان لایا ہوں اور جو احکام شریعت
آپ اللہ کی طرف سے لے آئیں گے ان پر محکم یقین رکھتا ہوں اگر مجھے
حضور کی زیارت نصیب ہو جائے تو یہ میری انتہائی خوش بخشی ہوگی اور اگر میں
زیارت کی سعادت سے بہرہ ور نہ ہو سکوں تو قیامت کے روز میری شفاعت
فرمائیے اور مجھے فراموش نہ کیجئے میں حضور کے ان فرماں بردار اور اطاعت گزار
امتوں سے ہوں جو حضور کی آمد سے پہلے حضور پر ایمان لائے تھے۔“

تبع کی وفات کے بعد پورے ایک ہزار سال گزر گئے تو حضور کی ولادت باسعادت ہوئی۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مکہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کی اور اہل یثرب کو پتہ چلا تو انہوں
نے مشورہ کیا کہ اس خط کو حضور کی خدمت میں کیسے پہنچایا جائے حضرت عبدالرحمن بن عوف،
جو مکہ سے ہجرت کر کے یثرب پہنچ گئے تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ ایک قابل اعتبار شخص کا
انتخاب کریں اور یہ خط دے کر حضور کی خدمت اقدس میں روانہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے
ایک زیرک آدمی جس کا نام ابو لیلیٰ تھا اور انصار کے قبیلہ میں سے تھا۔ اسے یہ خط دے کر بھیجا
اسے پر زور تاکید کی کہ اس خط کو بڑی حفاظت سے رکھے اور حضور کی خدمت میں پیش کرے۔
وہ روانہ ہو گیا جب اثنائے سفر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ سلیم کے ایک شخص کے پاس
ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھتے ہی پہچان
لیا۔ فرمایا۔ اَنْتَ اَبُو لَيْلَىٰ تم ابو لیلیٰ ہو۔ اس نے عرض کی ہاں! پھر حضور نے پوچھا تبع اول
شاہ یمن کا خط تمہارے پاس ہے وہ یہ سن کر ششدر ہو گیا۔ اور سراپا حیرت بن کر پوچھنے لگا۔
آپ کون ہیں، آپ جلدو گر تو نہیں۔ حضور نے فرمایا نہیں بلکہ میں محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) هَاتِي الْكِتَابَ وہ خط پیش کرو۔ اس نے اپنا سامان کھولا جس میں اس نے وہ خط چھپا
کر رکھا ہوا تھا۔ اس کو حضور کی خدمت میں پیش کیا حضرت ابو بکر نے یہ خط پڑھ کر سنایا حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا خط سن کر تین بار فرمایا۔ مَرْحَبًا يَا لَاحِظَ الصَّالِحِ ”کہ میں اپنے نیک بھائی کو مرحبا کہتا ہوں۔“

پھر حضور نے ابو لیلیٰ کو حکم دیا کہ وہ واپس بیٹھ چلا جائے اور وہاں کے لوگوں کو حضور کی آمد کے بارے میں آگاہ کرے۔ ”(۱)

امام محمد بن یوسف الصامی نے سبل الہدیٰ میں اس واقعہ کو متعدد حوالوں سے نقل کیا ہے اور وہ اشعار بھی لکھے ہیں جو اس نے اپنے عریفہ میں تحریر کئے تھے۔

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ أَنَّهُ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ بَارِئِ النَّسَمِ

”میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اللہ کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔“

وَكُوْمَدَ عُمَرَىٰ إِلَىٰ عُمَرَ ۖ لَكُنْتُ وَزِيرًا لَّهُ وَابْنَ عَهْدٍ

”اگر میری زندگی نے وفا کی اور میں نے حضور کا زمانہ پایا تو میں حضور کا وزیر بنوں گا اور چچا زاد بھائی کی طرح ہر موقع پر امداد کروں گا۔“

وَجَاهَدْتُ بِالتَّيْفِ أَعْدَاءَهُ ۖ وَفَرَجْتُ عَنْ صَدْرِي كُلَّ هَمٍّ

”میں تلواریں کے ساتھ آپ کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور حضور کے سینہ میں جو فکر و اندیشہ ہو گا اس کو دور کروں گا۔“

علامہ احمد بن زینی دحلان نے بھی السیۃ النبویہ میں بعینہ یہ واقعہ لکھا ہے۔ (۲)

حضرت ابو ایوب کا کاشانہ سعادت

امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابو ایوب انصاری سے یہ روایت نقل کی ہے آپ نے کہا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں قیام پذیر ہوئے تو حضور نے نیچے والے حصہ میں رہائش اختیار کی۔ میں اور میری زوجہ ام ایوب بالا خانے میں تھے میں نے عرض کی۔ یا نبی اللہ۔ میرا باپ اور میری ماں آپ پر قربان ہوں۔ مجھے یہ بات از حد ناگوار ہے کہ میں آپ کے اوپر والے مکان میں رہوں اور حضور نیچے والے مکان میں مہربانی فرما کر آپ بالا خانے

۱۔ التمدید تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، جلد ۳، صفحہ ۳۳۳-۳۳۵

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۹۰-۳۹۱، سیرت نبوی زینی دحلان، جلد ۱، صفحہ ۳۲۶-۳۲۷

میں تشریف لے جائیے ہم نیچے والے حصہ میں آجائیں گے۔

حضور نے فرمایا۔

أَنْ أَدْفُقَ بِنَاوِيْمَنْ يَغْشَانَا أَنْ نَكُوْنَ فِي سَفْلِ الْبَيْتِ

”میرے لئے اور ملاقات کے لئے آنے والوں کے لئے یہ امر آرام دہ ہے

کہ ہم نیچے والے حصہ میں رہیں۔“

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیچے والے حصہ میں سکونت پذیر رہے اور ہم اوپر والی منزل میں، ایک دفعہ ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ میں اور ام ایوب ایک لحاف لے کر اس پانی کو اس کے ساتھ جذب کرنے لگے مبادا یہ پانی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ٹپکے اور حضور کو تکلیف پہنچے ہمارے پاس اس لحاف کے بغیر اور کوئی لحاف نہ تھا۔ حضرت ایوب بار بار بصد عجز و نیاز عرض کرتے رہے یا رسول اللہ! حضور بالا خانے میں تشریف لے جائیں ہمارا دل گوارا نہیں کرنا کہ ہم اوپر ہوں اور حضور نیچے ہوں۔ چنانچہ ان کے شدید اصرار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر والے حصہ میں فہل ہو گئے اور حضرت ابو ایوب اپنے کنبہ کے ساتھ نیچے تشریف لے آئے۔ (۱)

حضور کی میزبانیاں

حضرت ابو ایوب بتاتے ہیں کہ ہم رات کا کھانا تیار کر کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کرتے۔ جب حضور کا پس خور وہ ہمارے پاس پہنچتا تو ہم حصول تبرک کے لئے حضور کی مبارک انگلیوں کے نشانات تلاش کرتے اور جہاں ہمیں وہ نشان معلوم ہوتے ہم وہاں سے کھاتے ایک روز ہم نے رات کا کھانا پکا کر بھیجا اس میں پیاز یا لسن تھا۔ حضور نے اسے ہماری طرف لوٹا دیا ہم نے دیکھا کہ حضور کی مبارک انگلیوں کا کہیں نشان نہ تھا۔ میں گھبرایا ہوا حاضر خدمت ہوا عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر تصدق ہوں۔ حضور نے ہمارا کھانا واپس کر دیا۔ میں نے کہیں حضور کے دست مبارک کے نشان نہیں دیکھے۔ حضور نے فرمایا مجھے اس کھانے میں اس بوٹی کی بو آگئی تھی۔ اور میں وہ شخص ہوں جو اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے لیکن تم اسے کھاؤ تمہارے لئے جائز ہے۔ حضرت

ابو ایوب کہتے ہیں اس روز کے بعد ہم نے کبھی کھانے میں پیاز یا لہسن استعمال نہیں کیا۔
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم نے جب کاشانہ ابو ایوب کو رونق بخشی تو سب سے پہلا تحفہ میں لے کر حضور کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ یہ ایک پیالہ تھا جس میں شہید تھی جو گندم کے آٹے، گھی اور دودھ سے تیار کی گئی
تھی میں نے یہ پیالہ حضور کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ شہید کا پیالہ میری
ماں نے حضور کی خدمت میں بھیجا ہے۔ حضور نے فرمایا بِأَذْنِكَ اللَّهُمَّ قَبِّهَا اللہ تعالیٰ اس میں
برکت عطا فرمائے۔ حضور نے اپنے اصحاب کو بلا یا سب نے مل کر اسے کھایا۔

میں ابھی واپس دروازہ تک پہنچا تھا کہ سعد بن عبادہ کی طرف سے ان کا ایک غلام بھرا ہوا
پیالہ سر پر اٹھائے ہوئے آپنچا یہ پیالہ کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں اسے دیکھ کر دروازہ پر رک
گیا اور وہ کپڑا اٹھا کر دیکھا تو مجھے اس میں بھی شہید نظر آئی۔ جس کے اوپر گوشت والی ہڈیاں
رکھی تھیں حضرت سعد کا غلام اس پیالہ کو لے کر حضور کی خدمت میں پہنچ گیا۔ حضرت زید
کہتے ہیں کہ ہم بنی مالک بن نجید کے محلہ میں تھے۔ ہر رات تین چار آدمی رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی ڈیوڑھی پر کھانا اٹھائے ہوئے حاضر ہو جاتے۔ ان لوگوں نے
بدایاں مقرر کی ہوئی تھیں ہر آدمی اپنی بادی پر کھانا پکوا کر لے آتا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سات ماہ بعد اپنے نو تعمیر شدہ حجروں میں منتقل ہو گئے۔

یہاں بھی سعد بن عبادہ کی طرف سے ایک بڑا پیالہ دن کے وقت اور اسعد بن زرارہ کی
طرف سے ایک بڑا پیالہ ہر رات کو بھیجا جاتا۔ (۱)

حضرت ام ایوب سے کسی نے پوچھا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون سا کھانا
زیادہ پسند تھا تمہیں اس کا بخوبی علم ہو گا کیونکہ حضور کلنی عرصہ تمہارے ہاں قیام پذیر رہے ہیں
حضرت ام ایوب نے جواب دیا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور نے کوئی خاص کھانا پکانے کا
حکم دیا ہو اور نہ کبھی میں نے یہ دیکھا کہ جو کھانا حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا اس میں حضور نے
کبھی کوئی عیب نکالا ہو البتہ میرے شوہر حضرت ابو ایوب نے مجھے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم نے ایک رات اس بڑے پیالے سے رات کا کھانا تناول فرمایا جو سعد بن عبادہ نے
بھیجا تھا۔ اور جس میں شوربا تھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے
بڑی رغبت سے اسے تناول فرمایا اسی لئے ہم حضور کے لئے اسی قسم کا شوربے والا سالن تیار

کرتے۔ ہم حضور کے لئے ہر سہ بھی تیار کرتے (یہ کھانا جس میں گندم کے دانوں کو کوٹ کر انہیں قیمہ میں ملا کر پکایا جاتا ہے) حضور اس کو بھی پسند فرماتے۔ حضور جب رات کو کھانا تناول فرماتے تو کھانے کی مقدار کم ہو یا زیادہ ہر حالت میں پانچ سے سولہ افراد تک اس کھانے میں شریک ہوتے۔

شوقِ دید کے لئے ہجرت

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے آئے تو باقی ماندہ صحابہ کے لئے وہاں فضا تاریک ہو گئی اور جینا مشکل ہو گیا وہ بھی ہجرت کر کے اپنے آقا کے قدموں میں حاضر ہونے لگے۔ اپنے ہادی و مرشد کے قدموں میں حاضر ہونے کے شوق کی یہ کیفیت تھی کہ وہ جاں بلب مریض جن کے زندہ رہنے کی بظاہر کوئی امید نہ ہوتی تھی وہ بھی اپنے بچوں کو کہتے کہ ہماری چار پائی اٹھا کر مدینہ کی طرف لے چلو، ہمیں موت بھی آئے تو منزل جاناں کی راہ میں آئے۔

حضور کے ایک صحابی جن کا نام جندع بن ضمرہ تھا۔ وہاں مکہ میں رہ گئے وہیں بیمار ہو گئے انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا مجھے یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔ بچوں نے پوچھا اِلٰی اَیْنَ؟ ”یعنی ہم اس حالت میں آپ کو کہاں لے جائیں؟“ اَوَّمَا بَیِّنًا؟ نَعُوْا اَلْمَدِیْنَةَ زَبَانَ میں تو بولنے کی سکت نہ تھی اپنے ہاتھوں سے مدینہ کی طرف اشارہ کیا۔ ”سعادت مند بیٹوں نے اپنے بیمار باپ کی چار پائی اٹھائی ابھی وہ بنی غفلہ کے تالاب تک پہنچے تھے جو مکہ سے صرف دس میل کی مسافت پر ہے تو طائرِ روح قفسِ عصری سے پرواز کر گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کے اس جاں نثار کی یہ ادالسی پسند آئی کہ یہ آیت نازل کر کے اس کے جذبہ عشق و محبت کی لاج رکھ لی۔ جبرئیل امین یہ فرمان الٰہی لے کر مدینہ میں حاضر ہوئے۔

مَنْ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ

اَلْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ (۱۰۰:۴)

”یعنی جو شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے تاکہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف

ہجرت کر کے جائے پھر آلے اس کو (راستہ میں) موت، تو اس کا اجر اللہ

تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے۔“ (۱)

اس طرح ایک دوسرے صحابی جو قبیلہ بنو خزاعہ کے ایک فرد تھے جن کا نام ضمرہ بن عیسٰ یا

العیص بن ضرہ بن زباع بتایا گیا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہجرت کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ چار پائی پر بستر بچھاؤ اور مجھے اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب یہ مریض درد محبت، تنگیم کے مقام پر پہنچا جو مکہ سے صرف تین چار میل کے فاصلہ پر ہے تو اس نے جان دے دی۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ (۱)

مہاجرین کی متروکہ جائیداد پر کفار مکہ کا قبضہ

سرور کائنات عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوٰتِ وَاَطْيَبُ التَّحِيَّاتِ جب ہجرت کر کے بنس نفیس مدینہ طیبہ آ گئے۔ تو بچے کچھے مسلمان بھی اپنے گھر بار اور مال و منال کو وہیں چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچنے لگے۔ صرف وہ لوگ باقی رہ گئے جنہوں نے اپنے رشتہ داروں اور قوم کے سرداروں کی انگلیخت اور تشدد کے باعث اپنے دین کو ترک کر دیا تھا یا وہ جو مجبور تھے۔ بڑے بڑے خاندانوں کے لوگ بھی اپنا سب کچھ چھوڑ کر یہاں چلے آئے تھے۔ بنو مطعون بن جمع اور بنو جحش بن راب جو بنو امیہ کے حلیف تھے۔ بنی سعد بن لیث کا قبیلہ، بنو بکیر جو بنو عدی بن کعب کے حلیف تھے یہ بھی اپنے شاندار مکانات اور وسیع و عریض حویلیوں کو قفل لگا کر چلے آئے تھے کفار نے ان کے مکانات پر قبضہ کر لیا بنو جحش بن راب کے محل نما مکان پر ابو سفیان نے قبضہ کرنے کے بعد اس کو عمرو بن علقم کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور اس کی قیمت سے اپنا قرضہ اتارا۔ حضرت عبداللہ بن جحش کو اس کا علم ہوا تو انہیں بہت صدمہ پہنچا۔ بطور شکایت بارگاہ رسالت میں یہ واقعہ بیان کیا اللہ تعالیٰ کے اس کریم رسول نے اپنے جان نثار کی دلجوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اَلَا تَرْضٰی یَا عَبْدَ اللّٰہِ اَنْ یُعْطِیْکَ اللّٰہُ بِمَا دَاخِلًا خَیْرًا مِنْهَا
فِی الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰی۔ وَقَالَ فَاِنَّ لَکَ لَکَ۔

”اے عبداللہ کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ اس مکان کے بدلے اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں اس سے بہتر مکان عطا فرمائے عرض کی بیشک، حضور نے فرمایا تو وہ مکان جنت میں تجھے دے دیا گیا۔“

جب مکہ فتح ہوا تو اس خاندان کے ایک فرد ابو احمد نے اپنے مکان کی واپسی کے لئے حضور کی

خدمت میں درخواست کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکوت اختیار فرمایا۔ جب انتظار نے طول کھینچا تو ابو احمد نے اس کا تذکرہ کسی مسلمان بھائی سے کیا۔ انہوں نے انہیں مشورہ دیا کہ اے اباحمد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ وہ اموال جو اللہ کی راہ میں تم سے چھین لئے گئے پھر تم ان کی طرف رجوع کرو۔ اس کے بعد کسی مہاجر نے اپنی جائیداد کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔ البتہ ابو احمد نے ابوسفیان کو خطاب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

أَبْلَغُ أَبَا سُفْيَانَ عَدُوٍّ أَمِيرٍ عَوَاقِبُهُ نَدَامَةٌ
دَارُ ابْنِ عِمْرَانَ بِعَتَهَا تَقْضِي بِهَا عَنْكَ الْفَرَامَةَ
إِذْ هَبَّ بِهَا إِذْ هَبَّ بِهَا طَوَّقَهَا طَوَّقَ الْحِمَامَةَ

”اس بات کے بارے میں ابوسفیان کو پیغام پہنچا دو جس کا انجام ندامت ہے تو نے اپنے چچا زاد بھائی کا مکان فروخت کر دیا اور اس کی قیمت سے اپنا قرض ادا کیا ہے تو لے جا اس مکان کو، تو لے جا اس مکان کو۔ یہ تمہاری گردن میں حلقہ بنا کر ڈال دیا گیا ہے جس طرح کیوتری کی گردن میں حلقہ ہوتا ہے۔“ (۱)

شہر شاہِ خوباں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

شہر کا محل وقوع، اس کا نقشہ، اس کی آبادی کی ابتدا، اوس و خزرج یہاں، کہاں سے آئے کب آئے اور کیونکر آئے۔ یہودی قبائل یہاں کس طرح پہنچے اور آباد ہوئے۔ ان امور کا تفصیلی بیان آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

اب یہ عرض کرنا ہے کہ رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہاں تشریف آوری سے اس شہر کو کیا عظمتیں بخشی گئیں۔ اس کی آب و ہوا میں کیا تغیر و نما ہوا، اس کے معاشی حالات میں کن برکات کا ظہور ہوا۔ محبوب رب العالمین نے اس خطہ زمین کو کن دعوں سے نواز اور ان دعوں کے صدقے مدینہ کو کیا شہرت دوام نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب کی قیام گاہ اور آخری آرام گاہ بننے کے باعث اس کے درجات میں کیا بلندی ہوئی، کس طرح اس سرزمین کی خاک، جس کو مظہر جمال و جلال الہی کے قدم ناز کو بوسہ دینے کی سعادت

میسر آئی عشق باصفائی آنکھوں کا سرمہ بنی گلستانِ مدینہ سے گزر کر جانے والا باد نسیم کا ہر جھونکا، کس طرح مردہ دلوں کو حیات نو، پر مردہ روحوں کو تازگی اور نشاط بانٹا چلا گیا۔

علماء کرام نے مدینہ طیبہ کی عظمت و شان کی تفصیلات بیان کرنے کے لئے بمسوط کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں ان گلی کوچوں، بازاروں اور تہجدی منڈیوں، جہاں سے سرکارِ دو عالم گزرا کرتے تھے وہ باغات اور نخلستان، جہاں حضور تشریف لے جایا کرتے تھے، وہ کنوئیں اور چشے، جن سے نبی مکرم پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ وہ مکھڑے اور بستیاں جہاں حضور، اپنے جہاں ثندوں کی دلجوئی اور عزت افزائی کے لئے قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے، وہ وادیاں اور آبی گزر گاہیں جہاں سے حضور کا گزر ہوا کرتا تھا۔ ایک ایک چیز کا ذکر بڑے محبت آگیز انداز میں کیا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ محبوب کریم کے اس مقدس شہر کی تفصیلات بیان کی جاتیں۔ لیکن اس تالیف کے موضوع کے کچھ اپنے تقاضے ہیں جن کی پابندی ضروری ہے۔ اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے چند اہم امور کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

مدینہ منورہ کے اسماء

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں تشریف لانے سے پہلے اس بستی کی آب و ہوا صحت کے لحاظ سے بڑی مضر تھی۔ بخار اور دیگر متعدی بیماریاں وبائی صورت میں یہاں پھوٹی رہتی تھیں۔ پانی خوش ذائقہ نہ تھا۔ ان امور کی وجہ سے اس بستی کو یثرب کے نام سے، (جس میں شدت اور فساد کا مفہوم پایا جاتا ہے) یاد کیا جاتا تھا۔ رحمت کائنات نے یہاں قدم رنجہ فرمایا تو اس بستی کے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا۔ یہ بستی یثرب کے بجائے مدینۃ الرسول کے معزز نام سے موسوم ہوئی صرف نام ہی تبدیل نہیں ہوا بلکہ اس کی آب و ہوا میں بھی خوشگوار تغیر و پذیر ہو گیا چنانچہ نبی کریم نے اس شہر کو یثرب کے پرانے نام سے یاد کرنے سے منع فرما دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا تَدْعُوَهَا يَثْرِبَ قَالَتْهَا طَيْبَةٌ (ابن مودودی) اس شہر کو یثرب نہ کہا کرو، کیونکہ یہ طیبہ ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَى الْمَدِينَةَ
يَثْرِبَ فَلَيْسَتْ غَفِيرَ اللَّهِ هِيَ طَابَتْ هِيَ طَابَتْ

(رَوَاكَ اَهَامُ اَحْمَد)

”جو شخص مدینہ کو یثرب کے اسے چاہئے کہ وہ اپنی اس غلطی پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔ یہ توطاہ ہے یہ توطاہ ہے یہ توطاہ ہے۔“

(طابہ کا معنی پاکیزہ) (۱)

علماء محققین نے اس کے پچانوے نام بتائے ہیں۔ ان میں سے چند نام جو نسبتاً زیادہ مشہور ہیں، لکھے جاتے ہیں۔

الْحَبِيبَةُ، حَرَمُ رَسُولِ اللَّهِ، قُبَّةُ الْإِسْلَامِ، الشَّافِيَّةُ، طَابَةُ
طَيْبَةُ، طَيْبَةُ، الْعَاصِمَةُ، الْغَزَاءُ، الْمُبَارَكَةُ، الْمُحِبَّةُ،
الْمُحَبَّبَةُ، الْمَحْبُوبَةُ، الْمَدِينَةُ - (۲)

بے پایاں محبت

سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس شہر سے بے پایاں محبت تھی جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ کے مکانات کی دیواریں دکھائی دیتیں تو حضور اپنی سواری کو تیز کر دیتے اور یوں دعائیں گتے ہوئے اس میں داخل ہوتے۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِهَا قَرَارًا وَرِزْقًا حَسَنًا (رَوَاكَ الشَّيْخَانِ)

”اے اللہ! اس شہر کو ہمارے لئے قرار گاہ بنادے اور ہمیں خوبصورت رزق عطا فرما۔“

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں۔ کہ حضور کی یہاں تشریف آوری سے پہلے یہ شہر مختلف وبائی بیماریوں کی آماجگاہ تھا۔ اس کا پانی بد مزہ اور بدبودار تھا جس سے صحابہ کرام مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ آپ کہتی ہیں کہ حضرت ابو بکر، عامر بن فہیرہ اور بلال ایک ہی مکان میں تھے، تو انہیں بخلا آنے لگا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی عیادت کرنے کے لئے اجازت طلب کی۔ حضور نے اجازت فرمائی میں ان کی عیادت کے لئے ان کے پاس گئی۔ (یہ واقعہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔) میں نے دیکھا کہ وہ شدید قسم کے بخلا میں مبتلا ہیں پہلے میں حضرت ابو بکر کے پاس

گئی۔ میں نے پوچھا اباجان! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا۔

كُلُّ امْرِئٍ مُّصِيبٌ فِي اهْلِهِ وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ تَعْلَمُ

”ہر آدمی اپنے اہل خانہ کے پاس صبح کرتا ہے اور اس کی جوتی کے تسمہ

سے زیادہ موت اس کے قریب ہے۔“

یہ سن کر میں نے کہا کہ والد ماجد پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ پھر میں عامر بن قہیرہ کے

قریب گئی میں نے پوچھا۔ عامر کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا۔

لَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ اِنَّ الْجَبَانَ حَتَفُوْهُ مِنْ فَوْقِهِ

كُلُّ امْرِئٍ مُّجَاهِدٌ بِطَوَقِهِ كَالْتَوْرِ يَحْبِي جِلْدًا بِرَوْقِهِ

”میں نے موت چکھنے سے پہلے ہی موت کو پالیا۔ بزدل کی موت اس کے

اوپر سے آتی ہے۔

ہر آدمی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرتا ہے اور تیل اپنے سینک سے

اپنے جلد کی حفاظت کرتا ہے۔“

میں نے کہا، عامر بھی بے ہوشی میں بول رہے ہیں۔

آپ کہتی ہیں حضرت بلال کا بخلد جب اترتا تو وہ مکان کے صحن میں آکر لیٹ جاتے پھر بلند

آواز سے یہ شعر پڑھتے۔

اَلَا لَيْتَ شَعْرِيْ هَلْ اَسْبَقَنَ لَيْلَةً بِوَادٍ وَحَوْلِيْ اِذْ خَرُّوْا جَلِيْلٌ

وَهَلْ اَرْدَنَ يَوْمًا مِّمَّا كَا فَجَعَنِيْ هَلْ يَبْدُنْ لِيْ شَامَةً وَطُفَيْلٌ

”اے کاش کبھی وہ وقت بھی آئے کہ میں وادی میں رات بسر کروں گا اور

میرے ارد گرد ازخراور جلیل کے خوشبودار گھاس ہوں گے۔

کیا کبھی ایسا ہو گا کہ میں مجنہ کے چشمے پر وارد ہوں گا کیا میں ایسی جگہ اتروں

گا جہاں شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں نظر آرہی ہوں گی۔“

اُم المؤمنین کہتی ہیں کہ میں نے سدا ماجرا بارگاہ رسالت میں عرض کیا حضور نے دعا

مانگی۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَبْتَ اِلَيْنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ

وَصَيِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِيْهَا وَمِدَّهَا ثُمَّ اَنْقُلْ دِيَّارَهَا

اِلَى مَهْبِيْعَةٍ وَهِيَ الْجَحْفَةُ۔

”اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے اس طرح محبوب بنا دے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی آب و ہوا کو صحت بخش بنا دے اور ہمیں اس کے پیمانوں اور وزنوں میں برکت عطا فرما۔ اور اس کی وبا کو محفہ کی طرف منتقل کر دے۔“
(صیحین) (۱)

امام بخاری۔ ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے۔
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَابِرَةً الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى نَزَلَتْ مَعِيَهَةً فَأَوَّلَتْهَا إِنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَى مَعِيَهَةٍ۔
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک سیاہ رنگت والی عورت کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں وہ مدینہ سے نکل کر معیہہ میں جا کر اتری۔ پھر فرمایا میں نے اس خواب کی یہ تاویل کی ہے کہ مدینہ کی وبا محفہ میں منتقل کر دی گئی۔“
امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضَعْفَى مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبُرْكََةِ۔
”اے اللہ! جو برکت تو نے مکہ کو دی اس سے دگنی برکت مدینہ کو عطا فرما۔“
حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مَدِينَةٍ وَصَلَوْتُهَا بِمِثْلِ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ لِمَكَّةَ۔

”ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا۔ میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اور اس کے پیمانوں اور وزنوں کے لئے برکت کی دعا کرتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم نے مکہ کے لئے دعا فرمائی۔“

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ

دَعَا لِأَهْلِ مَكَّةَ بِالْبَرَكَةِ وَأَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ
 أَنَا أَدْعُوا لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ أَنْ تُبَارِكَ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَ
 مُدَاهِمُ مِثْلَ مَا بَارَكْتَ لِأَهْلِ مَكَّةَ وَاجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ
 بَرَكَتَيْنِ - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

”اے اللہ! تیرے بندے اور تیرے غلیل ابراہیم نے اہل مکہ کے لئے
 برکت کی دعا کی تھی اور میں تیرا بندہ اور تیرا رسول محمد اہل مدینہ کے لئے
 دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے پیالوں اور وزنوں میں برکت عطا فرما۔ جس قدر
 برکت تو نے اہل مکہ کو عطا فرمائی اور اس برکت کے ساتھ دو مزید برکتوں
 کا اضافہ فرما۔“ (۱)

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔
 اہل مدینہ کا یہ معمول تھا کہ جب ان کے باغوں میں پہلا پھل پکتا تو اسے لے کر نبی کریم صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس پھل
 کو لے کر اپنی مبارک آنکھوں پر رکھتے اور یوں دعا کرتے۔

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا وَبَارِكْ
 لَنَا فِي صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، اللَّهُمَّ إِنَّ ابْنَهُنَّ
 عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ فَإِنَّكَ دَعَاكَ لِمَكَّةَ - وَإِنَّ
 أَدْعَاكَ لِلْمَدِينَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ
 قَالَ ثُمَّ يَدْعُو أَصْغَرَ وَلَيْدٍ وَيُعْطِيهِ ذَلِكَ الثَّمَرُ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْطَّبْرَانِيُّ)

”اے اللہ! ہمارے پھلوں میں بھی برکت دے اور ہمارے مدینہ میں بھی
 برکت دے۔ ہمارے صاعوں میں بھی برکت دے اور ہمارے مد میں
 بھی برکت دے اے اللہ! بیشک ابراہیم تیرا بندہ، تیرا غلیل اور تیرا نبی
 تھا۔ اور اس نے مکہ کے لئے دعا کی تھی اور میں مدینہ کے لئے تیری بارگاہ
 میں التجا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم نے مکہ کے لئے دعا کی تھی اور اس کی
 مش اس کے ساتھ اور۔“

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں پھر حضور سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور وہ پھل اس بچے کو عطا فرماتے۔

دَجَال اور طاعون سے اس شہر کی حفاظت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ يَحْرُسُونَهَا لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَالُ.
(رَوَاهُ الشَّيْخَانِ)

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ میں داخل ہونے والے راستوں پر اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو ان کی نگہبانی کرتے ہیں نہ اس میں طاعون داخل ہوگی اور نہ دَجَال۔“

مدینہ میں اقامت کی فضیلت

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر ہونے کی رغبت دلائی حضور نے اپنے متعدد ارشادات میں فرمایا کہ یمن فتح ہو گا۔ عراق فتح ہو گا دیگر ممالک فتح ہوں گے لوگ بکثرت ان مفتوحہ علاقوں میں جا کر آباد ہوں گے لیکن درحقیقت ان کامدینہ میں قیام ان کے لئے بہتر ہو گا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صحابیہ صُمَيْتَةُ اللَّيْثِيَّةُ کہتی ہیں۔
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ لَا يَمُوتَ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا
فَإِنَّ مَنْ يَمُتْ يُشْفَعُ أَوْ يُشْهَدُ لَهُ۔

”جس کے لئے ممکن ہو کہ وہ مدینہ کے سوا کسی جگہ نہ مرے تو اسے ایسا کرنا چاہئے کہ کیونکہ جو شخص مدینہ میں وفات پائے گا اس کی شفاعت کی جائے گی اور اس کے ایمان کی گواہی دی جائے گی۔“ (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ
يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلَيْسَتْ بِهَا قَرْيَاتِي أَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوتُ بِهَا۔
”جس شخص کے لئے ممکن ہو کہ وہ مدینہ میں مرے تو اسے مدینہ میں مرنا
چاہئے کیونکہ جو شخص مدینہ میں وفات پائے گا میں اس کی شفاعت
کروں گا۔“

حضرت فلدوق اعظم رضی اللہ عنہ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ اِرْزُقْنِي قِتَالًا فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ
رَسُولِكَ۔ (رواہ البخاری)
”یا اللہ! مجھ کو اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے
رسول کے شہر میں کر۔“

اہل مدینہ کو اذیت پہنچانے والوں کے لئے بد دعا

حضرت سائب بن خالد سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَافَ أَهْلَ
الْمَدِينَةِ ظُلْمًا أَخَافَ اللَّهُ عَذْرًا وَجَلَّ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَ
الْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
صَرَفًا وَلَا عَدْلًا۔ (رواہ الإمام أحمد)

”جس نے اہل مدینہ کو ازراہ ظلم خوفزدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو خوفزدہ کرے
گا، اس پر اللہ کی فرشتوں اور سب لوگوں کی پھٹکار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس
شخص سے قیامت کے دن نہ عذاب پھیرے گا اور نہ کوئی معروضہ قبول
کرے گا۔“

معقل بن یسار روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةُ مَهَاجِرِي
وَفِيهَا مَضْجَعِي وَمِنْهَا مَبْعَثِي۔ حَقِيقٌ عَلَى أُمَّتِي حِفْظُ
حَيْرَاتِي مَا اجْتَنَبُوا الْكِبَارَ وَمَنْ حَفِظَهُمْ كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا

وَشَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْهُمْ سُقِيَ مِنْ طِينَةِ
الْخَبَالِ -

”حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اسی میں میرا حزار ہو گا۔ میں سے میں قیامت کے روز انھوں گا۔ میری امت پر لازم ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کریں جب تک وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب نہ ہوں۔ جو شخص ان کی حفاظت کرے گا قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا اور جو ان کی حفاظت نہیں کرے گا اس کو دوزخیوں کی پیپ اور خون پلایا جائے گا۔“ (۱)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”ترتیب الدارک“ میں بیان کیا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے کہا۔

سَمِعْتُ مَا لِكَا يَقُولُ دَخَلْتُ عَلَى الْمَهْدِيِّ فَقَالَ أَوْصِيَنِي
”امام مالک نے کہا کہ میں خلیفہ مہدی کی ملاقات کے لئے گیا اس نے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے میں نے کہا۔“

فَقَالَ أَوْصِيَكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَحَدَاةٍ وَالْعُطْفِ عَلَى أَهْلِ بَلَدِي
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِيرَانِهِ فَإِنَّهُ بَلَقْنَا أَنْتَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِينَةُ مُهَاجِرَتِي
وَمِنْهَا مَبْعَثِي وَبِهَا قَبْرِي وَأَهْلُهَا جِيرَانِي وَحَقِيقٌ عَلَى
أُمَّتِي حِفْظُ جِيرَانِي فَمَنْ حَفِظَهُمْ فِي كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ
شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْ وَصِيَّتِي فِي جِيرَانِي
سَقَاةُ اللَّهِ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ -

”میں نے مہدی کو کہا۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کے باشندوں، حضور کے پڑوسیوں کے ساتھ لطف و عنایت سے پیش آؤ کیونکہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ میری ہجرت گاہ ہے قیامت کے روز میں سے میں اٹھایا جاؤں

گا۔ یہاں ہی میری قبر ہوگی۔ اس کے باشندے میرے پڑوسی ہیں اور میری امت پر لازم ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کرے جو میری وجہ سے ان کی حفاظت کرے گا میں قیامت کے روز اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا اور جو میرے پڑوسیوں کے بارے میں میری وصیت کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخیوں کا بچہ ٹھہرائے گا۔“
مصعب روایت کرتے ہیں۔

کہ جب خلیفہ ممدی مدینہ طیبہ آیا تو حضرت امام مالک اور دوسرے اشراف نے کئی میل باہر جا کر اس کا استقبال کیا خلیفہ نے جب امام مالک کو دیکھا تو وہ لوگوں سے ہٹ کر امام مالک کی طرف متوجہ ہوا اور آپ کو گلے لگایا اور سلام عرض کیا اور کچھ دیر آپ کے ساتھ چلتا رہا امام مالک اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّكَ تَدْخُلُ الْإِذْنَ الْمَدِينَةَ فَتَمُرُ بِقَوْمٍ
عَنْ يَمِينِكَ وَيَسَارِكَ وَهُمْ أَوْلَادُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
فَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ فَإِنَّ مَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ قَوْمٌ خَيْرٌ مِنْ أَهْلِ
الْمَدِينَةِ وَلَا خَيْرٌ مِنْ الْمَدِينَةِ قَالَ مَنْ أَيْنَ قُلْتَ ذَلِكَ
يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ لِأَنَّهُ لَا يُعْرَفُ قَبْرُ نَبِيِّ الْيَوْمِ عَلَى وَجْهِ
الْأَرْضِ غَيْرَ قَبْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ قَبْرُ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُمْ فَيَنْبَغِي أَنْ يُعْرَفَ فَضْلُهُمْ
عَلَى غَيْرِهِمْ وَفَعَلَ الْمُهَدِّي مَا أَمَرَ بِهِ -

”اے امیر المؤمنین! اب آپ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے والے ہیں آپ گزریں گے اور آپ کے دائیں بائیں وہ لوگ ہوں گے جو مہاجرین اور انصار کی اولاد ہیں پس آپ ان سب کو سلام عرض کریں کیونکہ روئے زمین پر اہل مدینہ سے بہتر کوئی قوم نہیں اور مدینہ سے بہتر کوئی اور شہر نہیں۔

ممدی نے کہا اے ابابعد اللہ! آپ کے اس قول کی دلیل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ روئے زمین پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار پر انوار کے علاوہ کسی نبی کی قبر معلوم نہیں ہے وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کے درمیان محمد عربی کا مزار شریف ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم ان کی فضیلت

شان کا اقرار کریں۔“
چنانچہ خلیفہ مہدی نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ (۱)

مدینہ طیبہ کی فضیلت

ابو الولید الباجی، قاضی عیاض اور دیگر علماء نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ قبر مبارک، جو جسد اطہر کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے وہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔

نَقَلَ أَبُو الْوَلِيدِ الْبَاجِي وَالْقَاضِي عِيَّاضُ وَعَيْرُهُمَا الْإِجْمَاعُ
عَلَى تَفْضِيلِ مَا ضَمَّ الْأَعْضَاءَ الشَّرِيفَةَ حَتَّى عَلَى الْكَعْبَةِ

”ابو الولید الباجی، قاضی عیاض اور دیگر علماء نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ قبر مبارک جو جسد اطہر کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے وہ کعبہ سے افضل ہے۔“

ابو محمد عبد اللہ بن ابی عمر البشکری نے اس کی توثیق کی ہے وہ اپنے قصیدہ میں لکھتے ہیں۔

جَزَمَ الْجَمِيعُ بِأَنَّ خَيْرَ الْأَرْضِ مَا قَدَّحَا طَذَاتِ الْمُصْطَفَى وَحَوَاهَا

”سب علماء نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ زمین کا وہ حصہ سب سے افضل ہے جو ذات پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والسلام کا حاطہ کئے ہوئے ہے۔“

وَلَعَمْرُكَ قَدْ صَدَقُوا بِمَا كُنْهَاعَلَتْ كَالنَّفْسِ حِينَ زَكَّتْ زَكَاةً وَأَدَاهَا

”بیشک ایسا ہی ہے۔ اور ان لوگوں نے سچ کہا ہے اپنے سکونت کرنے والے سے ہی اس قطعہ زمین کا درجہ بلند ہوا ہے جس طرح نفس جب پاکیزہ ہوتا ہے تو اس کا مسکن بھی پاکیزہ ہوتا ہے۔“

علامہ الصالحی الشامی لکھتے ہیں۔

بَلْ نَقَلَ الْقَاضِي تَابِعُ الدِّينِ الشُّبْكِيُّ عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ الْحَنْبَلِيِّ

أَنَّهَا أَفْضَلُ مِنَ الْعَرْشِ وَجَزَمَ بِذَلِكَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ

زَيْنِ بْنِ الْبَحَيْرِيِّ الشَّافِعِيُّ أَحَدُ السَّادَةِ الْعُلَمَاءِ الْأَوَّلِيَاءِ

فَقَالَ فِي قَصِيدَتِهِ -

”بلکہ تاج الدین اسکی نے ابن عقیل الحنبلی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن رزین البھیری الشافعی نے اس کی تائید و توثیق کی ہے۔ یہ ابو عبد اللہ زمرہ علماء اور اولیاء کے سرداروں میں سے تھے۔

وَلَا شَكَّ أَنَّ الْقَبْرَ أَشْرَفُ مَوْضِعٍ مِنَ الْأَرْضِ وَالتَّبَعِ التَّمَوِّتِ طَرَّةً
وَأَشْرَفُ مَنْ عَرِشٍ لِمَلِكٍ وَلَيْسَ فِي مَقَالِي خِلَافٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِيقَةِ

”اس میں کوئی شک نہیں کہ قبر مبارک کی جگہ ساری زمین اور سات آسمانوں سے اشرف ہے بلکہ ملک الملک کے عرش سے بھی یہ جگہ افضل ہے اور جو میں نے کہا ہے امیں ال حقیقت کا کوئی اختلاف نہیں۔“

بعض صحابہ کرام جب حج کیلئے مکہ مکرمہ جاتے تھے تو پہلے مدینہ طیبہ میں حاضری دیتے تھے۔ پھر وہاں سے احرام باندھ کر جہاں سے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھنا فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے روانہ ہوتے تھے۔

وَعَنِ الْعَبْدِيِّ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ أَنَّ الْمَشْهُوَ لَزِيَارَةِ قَبْرِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنَ الْكَعْبَةِ وَسَيَأْتِي أَنَّ مَنْ
نَزَدَ زِيَارَةَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَزِمَهُ الْوَفَاءُ قَوْلًا
وَاحِدًا۔

”علماء مالکیہ کے ایک عالم العبدی فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حزار پر انوار کی زیارت کیلئے پیدل چل کر جانا افضل ہے کعبہ کی زیارت کیلئے پیدل چل کر جانے سے۔

جو شخص نذر ماننا ہے کہ میں نبی رحمت کے مرقد مجید کی زیارت کروں گا۔ اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اس مسئلہ پر سارے علماء متفق ہیں، کوئی دوسرا قول نہیں۔“ (۱)

سن ہجری کا تعین

واقعہ ہجرت کے بعد رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے حالات اور روپذیر ہونے والے واقعات کے بیان کیلئے ضروری ہے کہ انہیں ان سالوں کی ترتیب سے بیان کیا جائے جن میں وہ وقوع پذیر ہوئے تاکہ ان کے تسلسل میں جو ربط و ضبط ہے اس پر بھی نظر رہے۔ اور ان کو ذہن نشین کرنا بھی آسان ہو جائے۔

اسلام سے پہلے مختلف اقوام نے اپنے تاریخی واقعات اور کاروباری امور وغیرہ کے سرانجام دینے کیلئے مختلف قسم کے کیلنڈر مقرر کر رکھے تھے۔ اہل ایران، ہر بادشاہ کی تخت نشینی کی تاریخ سے اپنی نئی جنمزی کا آغاز کیا کرتے تھے، رومیوں نے سکندر مقدونی کی تخت نشینی کے سال سے اپنا کیلنڈر بنایا ہوا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اپنے سینن کا شمار حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو آتش کدہ نمرود میں پھینکے جانے کے واقعہ سے کرتی تھی۔ پھر تعمیر کعبہ کے سال سے اپنی جنمزی کا آغاز کرتے تھے بعد ازاں کعب بن لوی کی وفات سے اپنے سالوں کا شمار کرنے لگے۔ پھر جب ابرہہ نے کعبہ مقدسہ کو گرانے کا عزم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیل کے ذریعہ ان پر سنگباری کر کے انہیں تس تس کر دیا۔ اس وقت سے اہل عرب نے اس واقعہ سے اپنے سالوں کا شمار کرنا شروع کیا۔

مسلمانوں نے ابتداء میں کوئی مخصوص نظام اختیار نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت فلروق اعظم رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ ہجرت کا سولہواں تا سترہواں سال تھا کہ امیر المؤمنین عمر کی خدمت میں ایک رسید پیش کی گئی جس میں لکھا تھا۔ کہ فلاں شخص ماہ شعبان میں فلاں شخص کو اس کے ذمہ واجب الادا رقم واپس کرے گا۔ حضرت عمر نے اس رسید کو پڑھا اور دریافت کیا کہ کون سا شعبان، اس سال میں آنے والا شعبان یا گزشتہ سال کا شعبان یا آئندہ سال کا شعبان۔ آپ نے محسوس کیا کہ جب تک سال کا تعین نہ ہو تو اس وقت تک لوگ اپنے کاروبار میں اور لین دین میں طرح طرح کی پریشانیوں کا شکار ہوتے رہیں گے۔ اس گتھی کو سلجھانے کیلئے آپ نے اپنی مجلس مشاورت کا اجلاس طلب کیا۔ فرمایا کہ ہمیں اپنا ایک سن مقرر کرنا چاہئے جس کے مطابق لین دین وغیرہ کے سلسلہ میں حتمی تاریخوں کا تعین کیا جاسکے۔ اس کے بارے میں اپنا مشورہ دو۔ ایک صاحب نے مشورہ دیا کہ ہم اہل فارس کے کیلنڈر کو اپنے ملک میں نافذ کر دیں۔ حضرت فلروق اعظم کو یہ رائے پسند نہ آئی۔ کسی دوسرے صاحب نے

رومیوں کے کیلنڈر کو اپنانے کی تجویز پیش کی آپ نے اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔ کسی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوم ولادت کو اپنی تاریخ کے آغاز کیلئے اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعثت کے سال کو اور کسی نے حضور کے سال وفات کو، کسی صاحب نے واقعہ ہجرت سے، اسلامی سن کی ابتدا مقرر کرنے کا مشورہ دیا۔ امیر المؤمنین فداوق اعظم رضی اللہ عنہ کو واقعہ ہجرت سے اسلامی سن کی ابتدا کرنے کی تجویز پسند آئی۔ کیونکہ واقعہ ہجرت سے ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت اور دین اسلام کی ترقی و سر بلندی کے عہد کا آغاز ہوا تمام حاضرین نے اتفاق رائے سے اس تجویز کو منظور کر لیا۔

قَالَ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ: التَّارِيخُ وَمَتَى اتَّخَذُوا التَّارِيخَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَاعَدُ وَامِنْ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ وَقَاتِهِ، مَاعَدُ وَلَا مِنْ مَقْدَمِهِ
الْمَدِينَةِ.

”امام بخاری، سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے نہ حضور کی بعثت کے سال سے اور نہ وفات کے سال سے اپنے سن کا آغاز کیا بلکہ حضور کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے اپنے سن کا آغاز کیا۔“ (۱)

کیونکہ اہل عرب سال کا آغاز ماہ محرم سے کیا کرتے تھے۔ اس لئے ہجری سال کا آغاز بھی یکم محرم الحرام سے طے پایا علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَذَلِكَ لِأَنَّ أَوَّلَ شَهْرِ الْعَرَبِ، الْمُحَرَّمُ. وَجَعَلُوا السَّنَةَ
الْأُولَى، سَنَةَ الْهِجْرَةِ وَجَعَلُوا أَوَّلَهَا الْمُحَرَّمُ كَمَا هُوَ
الْمَعْرُوفُ لِيُزِيلَ يَخْتَلَطُ النِّظَامُ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ

”اہل عرب کے نزدیک مہینوں میں سے پہلا مہینہ محرم شمار ہوتا تھا اس لئے انہوں نے ہجری سال کا آغاز ماہ محرم سے کیا تاکہ ان کے ہاں مروج طریقہ کے مطابق سال کی ابتداء ہو تاکہ کار و بار اور لین دین میں کسی قسم کا خلل واقعہ نہ ہو۔“ واللہ تعالیٰ اعلم (۲)

سال اول ہجری کے اہم واقعات

تعمیر مسجد نبوی ﷺ عَمَرَهُ اللهُ تَعَالَى إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واطیب التحیات. قصواء
اونٹنی پر سوار تھے وہ مختلف محلوں سے گزرتی ہوئی آخر کار حسب امر الہی بنی
نجر کے محلہ میں پہنچی اور ایک کھلے میدان (مرید) میں اس ناقہ نے گھٹنے
فیک دیئے۔ نبی اکرم نے فرمایا۔ هَذَا الْمَنْزِلُ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى مشیت
الہی کے مطابق یہی ہماری منزل ہے۔ جب حضور اترنے لگے تو یہ آیت
ورد زبان اقدس تھی۔

رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (۲۳: ۲۹)

”اے میرے رب! مجھے بابرکت منزل میں اتار، اور تو ہی بہترین منزل
میں اتارنے والا ہے۔“

یہ مرید، (کھلامیدان) جہاں لوگ کھجوریں خشک کرنے کے لئے دھوپ میں بچھایا کرتے
تھے دو یتیم بچوں کی ملکیت تھا۔ جن کے نام سہل اور سہیل تھے۔ ان کے والد کا نام رافع بن ابی
عمرو بن عازد تھا جو فوت ہو چکا تھا۔ اب وہ دونوں اسعد بن زرارہ کی کفالت میں تھے۔ کیونکہ یہ
دونوں بچے بنو نجر کے قبیلہ سے تھے۔ اس لئے رحمت عالم نے بنی نجر کو بلایا اور انہیں فرمایا
يَا بَنِي نَجْرٍ ثَامِنُونِي بِمَا بَطِلْتُكُمْ هَذَا امِيرٌ سَاحِدٌ اس زمین کا سودا کرو۔ ”انہوں نے عرض
کی وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ شَيْئًا مِنَ الْاَمْرِ اِلَّا مِنْ اللّٰهِ“ بخدا اہم اسکی قیمت کا مطالبہ اللہ تعالیٰ سے کریں گے۔“
دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے ان دونوں یتیم بچوں کو بلا بھیجا اور ان سے یہ جگہ
خریدنے کے لئے گفتگو فرمائی ان دونوں نے عرض کی۔ بَلَى نَهَبْنَا لَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ”اے
اللہ کے پیارے رسول! ہم اس قطعہ زمین کو حضور کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں۔“
حضور نے بلا عوض قبول کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ دس مثقال قیمت طے پائی حضرت
صدیق اکبر نے یہ قیمت ادا کی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وبده مثقال آخر بخريده از مال ابو بكر كه در وقت هجرت همراه برده بود

”یہ قطعہ زمین دس مثقال کے عوض خریدا گیا یہ قیمت اس مال سے ادا کی
گئی جو حضرت ابو بکر صدیق ہجرت کرتے وقت اپنے ہمراہ لائے

تھے۔ ” (۱)

صاحب سبل الہدی، اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَاكَ مِنْ بَنِي عَفْرَاءٍ بِعَشْرَةِ

دَنَانِيرَ ذَهَبًا فَقَعَهَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

”سہل اور سہیل نے بلا معاوضہ یہ قطعہ زمین پیش کرنا چاہا لیکن حضور نے

انکار کر دیا چنانچہ اس کی قیمت سونے کے دس دینار طے ہوئی اور یہ دس

سہری دینار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ادا کئے۔ ” (۲)

علامہ زینی دحلان نے اس واقعہ کو اس طرح تحریر فرمایا۔

لَمَّا أَرَادَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ الشَّرِيفِ قَالَ:

يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي بِمَا يُطِئُكُمْ أَمْ بِيُسْتَانِكُمْ أَمْ أَدْكُرُوا لِي

ثَمَنًا لَا شَرِيَّةَ مِنْكُمْ قَالُوا لَا نَطْلُبُ ثَمَنًا إِلَّا إِلَى اللَّهِ فَإِنِّي

ذَلِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْتِئَاعَ ذَلِكَ مِنْهُمْ بِعَشْرَةِ دَنَانِيرَ

أَذَاهَا مِنْ مَالِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔

”جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد شریف تعمیر کرنے کا ارادہ

کیا تو فرمایا اے بنی نجار! میرے ساتھ اس قطعہ زمین کا سودا کرو یعنی اس کی

قیمت بتاؤ تاکہ میں اس کے عوض تم سے خرید لوں انہوں نے عرض کی ہم

اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لینا چاہتے ہیں نبی اکرم نے بلا معاوضہ یہ

زمین لینے سے انکار کر دیا اور دس دینار کے عوض اسے خرید اور یہ دس

دینار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے ادا فرمائے۔ ” (۳)

اس جگہ کو خریدنے کے بعد یہاں مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے مدینہ طیبہ میں آمد سے پہلے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، مسلمانوں کے امام تھے اور اسی

میدان کے ایک حصہ میں سب مسلمان مل کر باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔

اس میدان کی حالت یہ تھی کہ کہیں گڑھے تھے جہاں بدش وغیرہ کا پانی کھڑا رہتا تھا کہیں

۱۔ مدارج النبوة، صفحہ ۶۸

۲۔ سبل الہدی، جلد ۳، صفحہ ۵۰۱

۳۔ ایسواء النبویہ از زینی دحلان، جلد ۱، صفحہ ۳۲۹-۳۳۰

پرانے مکانات کے کھنڈرات تھے اس کے ایک حصہ میں مشرکین کی قبریں تھیں اور کہیں کھجور کے درخت تھے۔ کچھ سرسبز تھے اور کچھ سوکھے تھے۔ چنانچہ گڑھوں کو بھر دیا گیا کھنڈرات ہموار کر دیئے گئے کھجوروں کے درخت کاٹ دیئے گئے مشرکین کی قبروں کو گرا دیا گیا اور ان کی ہڈیوں کو ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا اور ان پر مٹی ڈال دی گئی۔ جب اس میدان کو ہموار کرنے کا کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ تو سلطان عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِبْنُو ابْنِ عَرِيْثًا كَعَرِيْثِ مُؤَسَّى کہ میرے لئے موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی طرح ایک چھپر تعمیر کر دو عرض کی گئی۔ وہ چھپر کیسا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے پوچھا مَا عَرِيْثُ مُؤَسَّى موسیٰ علیہ السلام کا چھپر کیسے تھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ حضرت موسیٰ جب اپنا ہاتھ بلند کرتے تو وہ اس چھپر کو چھو جاتا۔ (۱)

حضرت عبادہ سے مروی ہے کہ کچھ عرصہ بعد انصار نے مال جمع کیا اور اسے لے کر نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ! حضور مسجد بنائیے اور اس کو مزین و آراستہ فرمائیے ہم کب تک کھجور کی ٹہنیوں کے نیچے نماز پڑھتے رہیں گے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا بَيْنَ رَغَبَةٍ عَنْ آخِيْ مُؤَسَّى - عَرِيْثِ كَعَرِيْثِ مُؤَسَّى
”میں اپنے بھائی موسیٰ کے طرز عمل سے روگردانی نہیں کرنا چاہتا ایسا چھپر کافی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی مانند ہو۔“ (۲)

جب اس جلیل الشان مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم بنفس نفیس اس کی تعمیر میں اپنے صحابہ کے ساتھ شریک کار رہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اینٹیں اٹھا کر لاتے تھے مسجد کی تعمیر کے لئے کچھ اینٹیں، بقیع کی جانب ایک جگہ سے مٹی کھود کر بتائی گئی تھیں۔ علامہ نور الدین السمهودی وفاء الوفاء میں لکھتے ہیں۔

جہاں سے مٹی لے کر کچی اینٹیں بنائی گئیں اس جگہ کا نام بقیع النخبہ تھا اور یہ جگہ حضرت ابو ایوب انصاری کے کنویں کے ایک جانب تھی۔ (۳)

۱۔ وفاء الوفاء، جلد ۱، صفحہ ۳۲۳ تا ۳۲۸

۲۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۰۶

۳۔ وفاء الوفاء، جلد ۱، صفحہ ۳۳۳

جب مسجد کی تعمیر کا کام شروع تھا۔ تو حضرموت کا ایک شخص طلق بن علی وہاں آیا وہ مٹی گوندھنے اور گھرا بنانے کے فن میں بڑا ماہر تھا۔ حضور اس کی کارکردگی پر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَحْسَنَ صَنَعَتَهُ اللَّهُ تَعَالَى** اس شخص پر رحم کرے جو جس کام کو کرتا ہے بڑی حسن و خوبی سے کرتا ہے۔

پھر اسے فرمایا کہ تم یہی کام کیا کرو کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اسے بڑے حسن و خوبی سے کرتے ہو طلق کہتا ہے کہ میں نے کسی پکڑی اور میں گھرا بنانے میں مصروف ہو گیا۔ حضور میرے کام کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے فرمایا۔

دَعُوا الْحَنَفِيَّةَ وَالظَّيْنَ فَإِنَّهُ مِنْ أَصْنَعِكُمُ لِلظَّيْنِ

”اس حنفی کو گھرا بنانے پر ہی رہنے دو کیونکہ یہ اس کام کو تم سب سے زیادہ عمدگی سے کر رہا ہے۔“ (۱)

پہلے اینٹیں پتھر ایک جگہ جمع کئے گئے جب سامان فراہم ہو گیا سرکار دو عالم اٹھے اور اپنی چادر مبارک اتار کر رکھ دی اور خود اینٹیں اٹھانے لگے۔ مہاجرین اور انصار نے جب اپنے آقا کو اس حال میں دیکھا تو سب اٹھ کھڑے ہوئے اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں اور سامان اٹھا کر لانے لگے وہ اینٹیں اور گھرا بھی اٹھا اٹھا کر لارہے تھے اور ساتھ ہی یہ شعر گنگارہے تھے۔

لَبْنٌ قَعَدْنَا وَالنَّبِيُّ يَحْمَلُ لَكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّ

”اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی کریم کام کرتے رہیں تو ہمارا یہ فعل ایک گمراہ کن فعل ہو گا۔“

سرکار دو عالم اینٹیں پتھر اٹھا اٹھا کر لارہے تھے ان کی گرد سے شکم مبارک پر مٹی کی تہ جم گئی تھی صحابہ کرام پر وجد و کیف کی عجیب حالت طاری تھی۔ سب مل کر خوش آوازی سے یہ رجز پڑھتے۔

لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ اللَّهُمَّ ارْحِمْنَا أَنْ نَصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

”کوئی زندگی نہیں ہے مگر آخرت کی زندگی۔ اے اللہ! انصار پر بھی رحم فرما اور مہاجرین پر بھی۔“

ان کے پر جوش اور پر خلوص رجز کو سن کر رحمت عالم بھی جواب میں فرماتے۔

لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ اللَّهُمَّ انصُرِ الْانصَارَ وَاللَّهُمَّ اجِرْ
 ”کوئی زندگی نہیں بجز آخرت کی زندگی کے۔ اے اللہ! مدد فرما انصار کی
 اور مہاجرین کی۔“

اللَّهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْآخِرَةِ فَأَرْجُو الْانصَارَ وَاللَّهُمَّ اجِرْ
 ”اے اللہ! اجر تو وہی ہے جو تیری بدگاہ سے روز آخرت میں ملے گا۔
 پس اے اللہ! رحم فرما انصار پر اور مہاجرین پر۔“

اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک پتھر اٹھا کر لا رہے
 تھے کہ راستہ میں اسید بن خضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے آگئے عرض کی یا رسول اللہ! یہ
 ہماری پتھر مجھے دے دیجئے۔ فرمایا

اَذْهَبْ فَاحْتَمِلْ غَيْرَكَ فَإِنَّكَ لَسْتَ بِأَفْقَرَ إِلَى اللَّهِ مِنِّي
 ”فرمایا جاؤ۔ کوئی اور پتھر اٹھا لاؤ تم مجھ سے زیادہ اللہ کی رحمت کے محتاج
 نہیں ہو۔“

ہر صحابی پر ایک خاص کیفیت طاری تھی لیکن حضرت عمر ایک نرالی کیفیت سے دوچار تھے۔
 دوسرے حضرات ایک ایک اینٹ اٹھاتے تو حضرت عمر، دو دو اینٹیں اٹھاتے فرماتے ایک اینٹ
 میں اپنی طرف سے اٹھا کر لاتا ہوں اور دوسری اپنے آقا کے حصہ کی اٹھاتا ہوں۔ ایک دفعہ
 صحابہ نے ان پر زیادہ اینٹیں لا دیں۔ موقع کو غنیمت سمجھا اور اسی حالت میں حضور کی خدمت
 میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! حضور کے صحابہ مجھے قتل کرنے کے درپے ہیں حضور
 نے پوچھا کیسے، عرض کی خود ایک ایک اینٹ اٹھاتے ہیں اور مجھ پر اتنی اینٹیں لا دی ہیں حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازراہ شفقت ان کے بالوں پر گری ہوئی مٹی کو اپنے دست مبارک
 سے جھاڑا اور ساتھ ہی مستقبل بعید میں وقوع پذیر ہونے والے ایک واقعہ سے پردہ بھی اٹھا دیا
 ارشاد فرمایا۔

يَا ابْنَ سُمَيَّةَ لَيْسُوا بِالَّذِينَ يَقْتُلُونَكَ - تَقْتُلُكَ الْفِتْنَةُ
 الْبَاغِيَّةُ۔

”اے سمیہ کے فرزند! یہ لوگ تجھے قتل نہیں کریں گے تجھے ایک باغی
 گروہ قتل کرے گا۔“

دوسری روایت میں ہے۔ حضور نے فرمایا

يَا ابْنَ سُمَيَّةَ لِلنَّاسِ أَجْرٌ وَلَكَ أَجْرَانِ - وَاخْزُذَا ذِكَّ شَرْبَةٍ
مَنْ لَبِنٍ وَتَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَّةُ

”اے پرسمیہ! لوگوں کو ایک اجر ملے گا اور تمہیں دو اجر ملیں گے اور

آخری مرتبہ دودھ پو گے اور ایک باغی گروہ تمہیں قتل کرے گا۔“

عبد الرزاق نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں۔

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے اصحابہ مسجد کی تعمیر کر رہے تھے تو صحابہ کرام ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمر دودھ اینٹیں، ایک اینٹ اپنے حصہ کی اور دوسری اینٹ نبی کریم کے لئے۔ حضور نے دیکھا تو ازراہ شفقت ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔

يَا ابْنَ سُمَيَّةَ لِلنَّاسِ أَجْرٌ وَلَكَ أَجْرَانِ - وَاخْزُذَا ذِكَّ شَرْبَةٍ
مَنْ الْمَلِكِ وَتَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَّةُ وَهَذَا السَّيِّئُ عَلَى
شَرْطِ الصَّحِيحَيْنِ -

”پرسمیہ! لوگوں کو ایک اجر ملے گا اور تمہیں دو اجر ملیں گے اور تمہاری

آخری زاد دودھ ہو گا اور تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے

گا۔“ (۱)

حضرت نافع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ عمارت میں مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھیں اس کے ستون کھجوروں کے تنوں کے تھے اور کھجور کی شاخوں سے چھت بنائی گئی تھی جب یہ عمارت بوسیدہ ہو گئی تو حضرت صدیق اکبر نے اسی طرح اپنے زمانہ خلافت میں نئی عمارت بنادی۔ مسجد کا رقبہ بھی اتنا ہی رکھا اور عمارت بھی ویسے ہی سادہ سی بنائی حضرت فلوق اعظم نے اپنے عہد خلافت میں اس کے رقبہ میں اضافہ کیا۔ لیکن عمارت کے لئے وہی ساز و سامان استعمال کیا۔ کچی اینٹیں کھجور کے ستون۔ کھجور کی شاخوں کی چھت لیکن عہد عثمانی میں جب مسجد کی تعمیر از سر نو کی گئی۔ تو رقبہ بھی کافی بڑھا دیا گیا۔ دیواریں کچی اینٹوں کے بجائے پتھروں کی چنی گئیں جن پر خوبصورت نیل بوٹے بنائے گئے تھے اور دیواریں چھت کے لئے مٹی کے گارے کی بجائے چونہ استعمال کیا گیا ستون پتھر سے تراشے گئے اور ان پر نقش و نگار کئے گئے اور چھت ساگوان کی بنائی گئی۔ (۲)

طبرانی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قطعہ زمین کے مالک کو فرمایا کہ یہ قطعہ زمین مسجد میں اضافہ کے لئے دیدو۔ لَكَ بِهَا بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ اس کے بدلے جنت میں ایک محل تم لے لو۔ اس نے غربت اور عیال دار ہونے کی وجہ سے معذرت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے اس سے وہ قطعہ زمین دس ہزار درہم دے کر خرید لیا۔ پھر حضرت عثمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ!

اَشْتَرِي مِنَ الْبُقْعَةِ الَّتِي اَشْتَرَيْتُهَا مِنْ الْاَنْصَارِيِّ

”یا رسول اللہ! وہ قطعہ زمین جو میں نے انصاری سے خریدا ہے حضور وہ مجھ سے خرید لیں۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں محل کے بدلے حضرت عثمان کے ساتھ اس زمین کا سودا کر لیا۔“ (۱)

مسجد نبوی میں سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا خطاب
علامہ ابن ہشام لکھتے ہیں۔

وَكَانَتْ اَوَّلُ خُطْبَةٍ خَطَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِيمَا بَلَغَنِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ - نَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ نَقُولَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ - إِنَّهُ قَامَ فِيهِمْ فَعَمِدَ اللَّهُ وَاشْتَبَى عَلَيْهِ مَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ، فَقَدْ مَوَّالَ أَنْفُسِكُمْ - تَعْلَمُونَ وَاللَّهِ لَيُصْعَقَنَّ أَحَدُكُمْ ثُمَّ لَيَدَّعَى عَنْهُ لَيْسَ لَهَا رَأْيٌ ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ رَبُّهُ وَلَيْسَ لَهُ تَرْجُمَانٌ وَلَا حَاجِبٌ يَحْجُبُهُ دُونَهُ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رَسُولِي فَبَلَغَكُمْ وَأَتَيْتُكُمْ مَا لَا وَأَفْضَلْتُ عَلَيْكُمْ فَمَا قَدَّمْتُمْ لِنَفْسِكُمْ فَلْيَنْظُرَنَّ يَمِينًا وَشِمَالًا فَلَا يَرَى شَيْئًا ثُمَّ لَيَنْظُرَنَّ قَدَامَهُ فَلَا يَرَى غَيْرَ جَهَنَّمَ فَمَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَقِيَّ وَجْهَهُ

مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ مَن تَنَمَّرَةٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ لَّمْ تَجِدْهُ
فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ فَإِنَّ بِهَا تُجْزَى الْحَسَنَةُ عَشْرًا مِّثْلَهَا إِلَى
سَبْعِمِائَةٍ ضَعْفٍ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَرَحْمَةُ
اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

”پہلے آپ نے اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا کی ایسی حمد و ثنا جس کا وہ اللہ ہے اس کے بعد فرمایا۔

لوگو! مرنے سے پہلے سلمان سفر تیار کر لو۔ اللہ کی قسم! ایک روز تم پر موت کی بے ہوشی ضرور طاری ہوگی اور پھر تم اپنی بھیڑوں کو بغیر کسی تمکبان کے چھوڑ کر چلے جاؤ گے پھر اللہ سوال کرے گا۔ وہ اللہ جس کو نہ کسی تر جملان کی ضرورت ہے اور نہ کسی دربان کی حاجت ہے۔ کہ کیا تمہارے پاس میرا رسول نہیں آیا تھا جس نے میرا پیغام تمہیں پہنچایا اور کیا میں نے تم کو مال و دولت سے نہیں نوازا تھا؟ پس اب تم بتاؤ کہ تم نے اپنے فائدہ کے لئے کیا کچھ کیا ہے؟ اس وقت انسان حیران و پریشان دامن بائیں دیکھے گا لیکن اسے کچھ بھی بھلائی نہ دے گا پھر وہ سامنے کی طرف نظر دوڑائے گا تو اسے دوزخ کے شعلوں کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آئے گا جان لو! جو شخص آگ سے بچتا چاہتا ہے اور وہ ایک کھجور کا ٹکڑا دینے کی قدرت رکھتا ہے تو وہ کھجور کا ٹکڑا اللہ کی راہ میں دے کر اپنے آپ کو بچالے اور جو اس کی گنجائش نہ رکھتا ہو تو وہ لوگوں سے اچھی بات (نیکی کی بات) کہہ کر ہی اپنے آپ کو محفوظ کر لے کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائے گا۔“ (۱)

ایک دوسرا خطبہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ أَحَدُهُ وَاسْتَعِينُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ الْفَسَنَةِ
وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّ
فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ
لَهُ۔ إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ أَفْلَحَ

مَنْ رَزَقَهُ اللَّهُ فِي قَلْبِهِ وَأَدْخَلَهُ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَ الْكُفْرِ
 اخْتَارَهُ عَلَى مَا سِوَاهُ مِنْ أَحَادِيثِ النَّاسِ إِنَّهُ أَحْسَنُ
 الْحَدِيثِ وَأَبْلَغُهُ أَحَبُّ مَا أَحَبَّ اللَّهُ أَحَبُّوا اللَّهَ مِنْ كُلِّ
 قُلُوبِكُمْ وَلَا تَمْلُوا كَلَامَ اللَّهِ وَذِكْرَهُ وَلَا تَقْسُ عَنْهُ قُلُوبُكُمْ
 فَإِنَّهُ مِنْ كُلِّ مَا يَخْلُقُ اللَّهُ يُخْتَارُ وَيُصْطَفَى قَدْ سَمَّاَهُ اللَّهُ
 خَيْرَتَهُ مِنَ الْأَعْمَالِ وَمُصْطَفَاهُ مِنَ الْعِبَادِ وَالصَّالِحِينَ مِنَ
 الْحَدِيثِ وَمِنْ كُلِّ مَا أُوتِيَ النَّاسُ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ
 فَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَاتَّقُوهُ حَقَّ تُقَاتِهِ وَ
 اصْدُقُوا اللَّهَ صَالِحَ مَا تَقُولُونَ يَا فَوَاهِكُمْ وَتَحَابُّوا بِرُوحِ
 اللَّهِ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ يَغْضِبُ أَنْ يُنْكَثَ عَهْدُهُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ
 وَرَحْمَةُ اللَّهِ-

”تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی
 سے مدد چاہتا ہوں اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی
 پناہ مانگتا ہوں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ
 راستہ سے بھٹکا دے اسے کوئی سیدھی راہ دکھانے والا نہیں میں گواہی دیتا
 ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں سب
 سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے جس کے دل میں اللہ نے اس کتاب کو اتارا
 وہ اس کے ذہن نشین ہو گئی اور جس کو اللہ نے کفر کے بعد دین اسلام میں
 داخل کر دیا اور جس نے اس کتاب کو لوگوں کی (بیہودہ) باتیں چھوڑ کر
 (اپنا راہنما) قرار دیا وہ شخص ضرور کامیاب و باہر اور نجات یافتہ ہو گیا
 اللہ کی کتاب بہترین اور بلیغ کتاب ہے تم ان چیزوں کو اپنا محبوب بناؤ جن کو
 اللہ نے پسند کیا تم دل سے اللہ کی محبت اختیار کرو اللہ کے کلام اور اس کی یاد
 سے تھکومت اور اپنے دلوں کو (بھول اور غفلت میں پڑ کر) سیاہ نہ
 کر لو۔ کیونکہ اللہ نے سب چیزوں سے جو اس نے پیدا کی ہیں اور پسند کی ہیں
 نیک باتوں یا حلال و حرام یا اور بہترین عبادتوں میں سب سے اچھا اور
 برگزیدہ اور نیک اعمال میں سب سے افضل اپنا ذکر قرار دیا (دیکھو) اللہ

کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جہاں تک ہو سکے اس سے ڈرتے رہو اور جو اچھی بات منہ سے نکالو وہ اللہ کے سامنے پوری کر دکھاؤ۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے باہم ایک دوسرے کے دوست اور مددگار بن جاؤ اللہ اس سے بہت ناراض ہوتا ہے جو اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے تم سب پر (اللہ کی طرف سے) امن اور سلامتی ہو۔“ (۱)

تعمیر حجرات

اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر سے فراغت ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کے لئے حجروں کی تعمیر کی جانب توجہ فرمائی امہات المؤمنین کے لئے جو حجرے تعمیر ہوئے ان کی تعداد نو تھی۔ لیکن یہ سب ایک ساتھ تعمیر نہیں ہوئے۔ حسب ضرورت تعمیر ہوتے رہے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ ہجرت سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی نکاح ہو گیا تھا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ پہلے ایک حجرہ تعمیر ہوا جس میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رہائش پذیر ہوئیں ہجرت کے سات یا آٹھ ماہ بعد شوال یا ذیقعد میں حضرت عائشہ صدیقہ کی رخصتی ہوئی۔ اس سے پہلے دوسرا حجرہ تعمیر ہوا۔ یہ حجرے مسجد نبوی کے ارد گرد ساتھ ساتھ تعمیر کئے گئے تھے۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَبَنَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ مَسْجِدِهِ الشَّرِيفِ
مُحْجَرًا لِيَكُونَ مَسَاكِينُ لَهُ وَلِأَهْلِيهِ وَكَانَتْ مَسَاكِينُ قَصِيرَةً
الْبَنَاءِ قَرِيبَةً الْقَنَاءِ۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے ارد گرد اپنی اور اپنے اہل و عیال کی رہائش کے لئے حجرات تعمیر کئے جن کی اونچائی بہت کم تھی اور وہ ایسے مسلمان سے تیار کئے گئے جو دیر پا نہ تھا۔“ (۲)

۱۔ سل المدی، جلد ۳، صفحہ ۴۹۰، سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۱۹

۲۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۳۱۳

اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ مکانات جہاں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول نے اور مہاجرین و انصار کے محبوب مرشد و راہبر نے رہائش اختیار کرنا تھی ان کی شان و شوکت کا کیا عالم تھا۔

تمام مؤرخین اور علماء سیرت اس بات پر متفق ہیں کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رہائش گاہوں کی بعض دیواریں پتھروں کو ایک دوسرے کے اوپر جوڑ کر اٹھائی گئی تھیں۔ اور بعض کھجور کی شاخوں کو جوڑ کر کھڑا کیا گیا اور ان پر کچھڑ سے لپائی کر دی گئی تھی۔ کھجور کے تنوں کو بطور شہتیر استعمال کیا گیا تھا۔ ان کے ساتھ کھجور کی ٹہنیاں جوڑ دی گئی تھیں اور ان پر مٹی کا گھرا بنا کر پلستر کر دیا گیا تھا۔ یہ مکانات تھے جہاں شہنشاہ کونین، اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ اپنی مشغول اور سراپا برکت زندگی بسر فرمایا کرتے تھے۔ کچھ مکانات کی بیرونی دیواریں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھیں اور کچھ مکانات کی بیرونی دیواریں بھی کھجوروں کی شاخوں کو جوڑ کر اور اوپر گارے کی لپائی کر کے بنائی گئی تھیں۔ اندرونی حجرے تو سب کے سب کھجوروں کی شاخوں سے بنائے گئے تھے۔ باہر دروازے پر نہ کوئی مسلح سپہ دار نہ چوکیدار نہ کمروں میں ایرانی قالین نہ سنہری پٹنگ، نہ زر نگار کرسیاں، نہ مرصع میزیں۔ اس کاشانہ اقدس میں زینت و آرائش کا سامان تو کجا، ضرورت کی اشیاء بھی ناپید تھیں۔ اکثر اہمات المؤمنین اپنے اپنے خاندان کے سرداروں کی بیٹیاں تھیں ان کا بچپن اور عنقوان شباب ان شاندار محلوں اور کشادہ حویلیوں میں گزرا جہاں راحت و آرام کا ہر سہولت بکثرت موجود تھا۔ یہاں آکر اللہ کے محبوب کی زوجیت کا جو طوق نصیب ہوا ان کی ساری حسرتیں پوری ہو گئیں۔ اس شاہ والا کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے ساری تمنائیں بر آ گئیں۔ تسلیم و رضا کا پیکر بنے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول کی رضا جوئی کے لئے شب و روز مصروف رہتیں۔ یہ حجرے بظاہر دیکھنے والوں کی نظر میں تو بالکل سادہ تھے لیکن اللہ کے انوار و تجلیات کا یہاں ہمہ وقت نزول ہوتا رہتا تھا۔ رحمتوں کا سیلاب کرم ان کچے کوٹھوں پر سوجان سے تصدق ہوتا رہتا تھا۔

اس کوچہ کے طواف کے لئے حضرت جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ کی بلند یوں کو چھوڑ کر یہاں حاضر ہوا کرتے تھے۔ خلفاء راشدین راہبران کاروان انسانیت اس در کی خاک کو اپنی چشم بصیرت کا سرمہ سمجھتے تھے۔ انہیں کچی دیواروں کے باہر کت سائے میں دعوت حق دینے والوں کی ایک ایسی نجستہ خصال جماعت تیار ہوئی۔ جنہوں نے جس طرف رخ کیا کفر و شرک کے اندھیرے جگمگاٹھے۔ جہاں قدم رنجہ فرمایا وہاں گلشن انسانیت میں بہار آگئی۔ درندہ صفت انسانوں کو انسانی مکارم اخلاق سے مزین کر دیا۔

ایک روز مرقد اقدس اور منبر مبارک کے درمیان عمران بن ابی انس کی محفل لگی تھی۔ اس مبارک مجلس میں میں نے عطاء خراسانی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ میں نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرات دیکھے ہیں ان کی دیواریں کھجور کی شاخوں سے بٹلی گئی تھیں دروازوں پر کالے بالوں سے بنے ہوئے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں ولید بن عبد الملک کا خط آیا اور وہ ہمیں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں اس نے حکم دیا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرات کو گرا دیا جائے۔

فَمَا رَأَيْتُ يَوْمًا كَانَ أَكْثَرُ بَاكِيًا مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمِ

”یعنی اس دن سے زیادہ میں نے لوگوں کو روتے ہوئے اور گریہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔“

قَالَ عَطَاءُ قَسِمْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيْبِ يَقُولُ يَوْمَئِذٍ
وَاللَّهِ لَوَدِدْتُ أَنَّهُمْ تَرَكُوهَا عَلَى حَالِهَا، يَنْشَأُ نَاشِئُ قَرْنِ
أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَيَقْدُمُ الْقَادِمُ مِنَ الْأَفَاقِ وَيَزِي مَا
الْتَفَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَيَاتِهِ وَ
يَكُونُ ذَلِكَ مِمَّا يَرْهَدُ النَّاسُ فِي التَّفَاخُرِ وَالتَّكَاثُرِ۔

”عطاء کہتے ہیں میں نے اس دن سعید بن مسیب کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا! مجھے یہ بات بڑی پسند تھی کہ ان حجروں کو اسی حالت پر رکھا جاتا۔ تاکہ مدینہ طیبہ کی نوخیز نسل اور اطراف و اکناف سے آنے والے لوگ دیکھتے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں کس قناعت سے کام لیا۔ اس طرح لوگوں کے دلوں میں دوسروں پر اپنی بڑائی جتانے اور مال کی کثرت میں بازی لے جانے کا شوق دم توڑ دیتا اور لوگ ان چیزوں کی طرف راغب نہ ہوتے۔“ (۱)

حضرت معاذ بن محمد الانصاری کہتے ہیں کہ جب عطاء خراسانی اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے تو عمران بن ابی انس یوں گویا ہوئے کہ

حضور کے مکانات میں چار مکانات ایسے تھے جن کی بیرونی دیواریں کچی اینٹوں سے اٹھائی گئی تھیں اور اندرونی کمروں کی دیواریں کھجور کی ٹہنیوں کو جوڑ کر بٹلی گئی تھیں۔ اور پانچ

مکانات ایسے تھے جن کی بیرونی دیواریں کمرے سب کے سب کھجور کی شاخوں کو جوڑ کر بنائے گئے تھے۔ دروازوں پر بالوں سے بنے ہوئے ٹاٹ آویزاں تھے۔ اور جس دن ولید کا خط آیا اس وقت مسجد میں کئی جلیل القدر صحابہ کرام کے صاحبزادگان موجود تھیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کے صاحبزادے ابو سلمہ۔

سہل بن مخنف کے صاحبزادے ابو امامہ۔

زید بن ثابت کے صاحبزادے خارجہ۔

جب ان حضرات کو ولید کے اس حکم نامے کا پتہ چلا جو اس نے ان بابرکت حجرات کے منہدم کرنے کے سلسلہ میں تحریر کیا میں نے ان کو دیکھا کہ وہ ان محبوب یاد گاروں کے مٹائے جانے پر اتنا روئے اتنا روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔ ابو امامہ نے کہا۔

لَيْتَهَا تُرِكَتْ فَلَمْ تُهْدَمْ حَتَّى يَفْصَلَ النَّاسُ عَنِ الْبِنَاءِ وَ
يُرَوَّأ مَا رَفَى اللَّهُ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَارِئِهِمْ
حَزَّائِنَ الدُّنْيَا بَيْدَا -

”کاش! ان حجرات کو اپنی حالت پر چھوڑا جاتا اور ان کو گرایا نہ جاتا۔ تاکہ لوگ دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی کے لئے جس کے ہاتھ میں دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی تھیں کیا چیز پسند فرمائی۔“

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔

كُنْتُ وَأَنَا مُرَاهِقٌ أَدْخُلُ بُيُوتَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَأَتْنَا وَلُ سَقَفَهَا بَيْدَا -

”میں جب بالغ ہونے کے قریب تھا تو حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ان حجروں میں داخل ہوا کرتا میں ہاتھ اونچا کرتا تو میری انگلیاں ان کی چھتوں کو چھونے لگتیں۔“ (۱)

علامہ سہلی لکھتے ہیں۔ جب ازواج مطہرات انتقال فرما گئیں تو ان کے مکانات مسجد کے ساتھ ملا دیئے گئے۔

فَلَمَّا وَرَدَ كِتَابُهُ بِذَلِكَ ضَمَّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ بِالْبُكَاءِ يَوْمَ وَقَايَةِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

”جب خلیفہ وقت کا حکم آیا کہ ان حجرات کو منہدم کر دیا جائے تو مدینہ کی
ساری فضا لوگوں کی گریہ و زاری سے اس طرح لبریز ہو گئی جس طرح
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصل کے دن۔“

پھر لکھتے ہیں۔

وَكَانَ سَرِيرُهُ خَشَبَاتٍ مَشْدُودَةً بِاللَّيْفِ بِيَعْتَ رَمَنَ بَنِي
أُمَيَّةَ فَاشْتَرَاهَا رَجُلٌ بِأَرْبَعَةِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ قَالَ ابْنُ قُتَيْبَةَ
”ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ حضور کی ایک چادر پائی تھی جس کے بازوؤں کو کھجور
کے پتوں سے بنی ہوئی رسی سے باندھا گیا تھا۔ بنی امیہ کے زمانہ میں اسے
فروخت کیا گیا اور ایک شخص نے چار ہزار درہم ادا کر کے خرید لیا تاکہ اپنے
حبیب کی یاد گار کو بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھے۔“ (۱)

اہل بیت نبوت کی مدینہ طیبہ میں آمد

مدینہ طیبہ میں چند روز قیام پذیر رہنے کے بعد رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے
اپنے اہل بیت کو مکہ سے لانے کے لئے حضرت زید بن حارث اور حضرت ابورافع کو مکہ بھیجا
حضور نے انہیں دو اونٹ سواری کے لئے اور پانچ سو درہم بطور زاد سفر عطا فرمائے۔ حضرت
ابوبکر صدیق نے عبداللہ بن اریقظ کو جو سفر ہجرت میں قافلہ کا دلیل راہ تھا۔ دو اونٹ دے کر
حضرت زید اور ابورافع کی معیت میں بھیجا کہ آپ کے صاحبزادہ عبداللہ کو پیغام دیں کہ وہ اپنی
والدہ اور اپنی ہمشیر گان کو ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ پہنچ جائے۔ چنانچہ حضرت زید اور ابورافع
سیدہ فاطمہ الزہراء سیدہ ام کلثوم حضور پر نور کی دونوں صاحبزادیاں۔ ام المؤمنین حضرت
سودہ، حضور کی دائی ام ایمن، جو حضرت زید کی زوجہ تھیں اور ان کے بیٹے اسامہ کو لے کر
بجیرت واپس پہنچ گئے۔ ان کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر، اپنی والدہ ماجدہ ام رومان،
حضرت صدیق کی والدہ، اور آپ کی دو صاحبزادیاں، حضرت عائشہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہم
اجمعین کو لے کر پہنچ گئے۔ سرور کائنات کی تیسری صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ، جو حضرت

عثمان کی زوجہ محترمہ تھیں وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے پہلے ہی حبشہ چلی گئی تھیں۔ حضور کی چوتھی صاحبزادی حضرت زینب، جو عمر میں سب بہنوں سے بڑی تھیں جن کی شادی ابو العاص بن ربیع، جو ان کا خالہ زادہ تھا۔ کے ساتھ ہوئی تھی اس نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اس نے آپ کو مدینہ جانے کی اجازت نہ دی اس لئے آپ وہیں رک گئیں۔ غزوہ بدر میں ابو العاص لشکر کفار کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا اور گرفتار ہوا حضور نے اس کو آزاد کر دیا تب

اس نے حضرت زینب کو حضور کے پاس مدینہ طیبہ آنے کی اجازت دی۔ (۱)
اسامہ، حضرت ام ایمن اور زید بن حارث کے صاحبزادے تھے۔ انہیں ان کے باپ کی طرح حبیب رسول اللہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا یعنی اللہ کے رسول کا محبوب۔ ام المؤمنین حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک روز دروازہ کی دہلیز کے ساتھ اسامہ کو ٹھوکر لگی وہ گر پڑے ان کا چہرہ زخمی ہو گیا خون بہنے لگا۔ حضور نے مجھے فرمایا اس کے چہرے سے خون صاف کروان کی رنگت سیاہ اور ناک چھٹی تھی مجھے کچھ کراہت سی محسوس ہوئی۔ رحمت عالم نے خود آگے بڑھ کر اس کے زخم کو صاف کیا۔ (۲)

یہ دونوں قافلے یعنی خاندان نبوت کے افراد اور خاندان صدیق اکبر کے افراد اکٹھے پہنچے سب حضرت ابو بکر کے ہاں ٹھہرے۔ ان دنوں سرکارِ دو عالم مسجد اور حجرے تعمیر کر رہے تھے۔ ان زیر تعمیر مکانات میں سے ایک مکان مکمل ہو گیا تھا ام المؤمنین حضرت سودہ نے اس مکان میں رہائش اختیار کی۔

اذان کی ابتدا

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ جب نماز کا وقت آتا تو صحابہ کرام از خود جمع ہو جاتے اور امام الانبیاء کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ادائیگی نماز کے لئے کسی اعلان وغیرہ کا کوئی رواج نہ تھا۔ جب نمازیوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا تو اب کوئی ایسی نشانی مقرر کرنے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی جسے سن کر یاد دیکھ کر سارے نمازی مسجد میں جمع ہو جائیں اور باجماعت نماز ادا کریں۔ نبی الانبیاء نے مشورہ کے لئے اپنے صحابہ کو بلایا ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا۔ اور تمام شرکاء کو اظہارِ رائے کی دعوت دی گئی ایک

صاحب نے تجویز پیش کی کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا اونچا کر کے لہرایا جائے۔ سب لوگ اسے دیکھ کر بروقت مسجد میں پہنچ جائیں۔ دوسرے نے مشورہ دیا کہ ہم بھی۔ یہودیوں کی طرح بگل بجایا کریں جسے سن کر لوگ نماز کے لئے جمع ہو جائیں۔ رحمت عالم نے اس رائے کو ناپسند کیا۔ فرمایا۔ **هُوَ مِنْ أَمْرِ آلِ يَهُوذَا** یہ یہودیوں کا طریقہ کار ہے یعنی ہمیں یہ زیب نہیں دیتا۔ ایک اور صاحب بولے۔ ناقوس پھونکا کریں۔ نبی مکرم نے اس تجویز کو مسترد کر دیا فرمایا **هُوَ مِنْ أَمْرِ النَّصَارَى** ناقوس پھونکنا عیسائیوں کا معمول ہے۔ کسی نے رائے دی کہ کسی اونچی جگہ پر آگ روشن کر دی جائے۔ اس کے شعلوں کو دیکھ کر لوگوں کو نماز کے وقت کا علم ہو جائے گا۔ حضور نے فرمایا **ذَلِكَ لِلْمَجُوسِ** یہ مجوسیوں کا شیوہ ہے ہمارے لئے یہ موزوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سب تجویزیں سنتے رہے آخر میں عرض کی **أَوَلَا تَسْمَعُونَ رَجُلًا يَنَادِي بِالصَّلَاةِ** کیا یہ مناسب نہیں کہ نماز کا وقت ہو تو ایک شخص بلند آواز سے اس کا اعلان کر دے۔ مرشد برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور بلال کو حکم دیا۔ **يَا بَلَالُ تَمِّ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ** اے بلال! اٹھو اور لوگوں میں نماز کے وقت کا اعلان کرو۔ اس مجلس مشاورت میں عبداللہ بن زید بھی حاضر تھے۔ اس معاملہ کے بارے میں انہوں نے سرکارِ دو عالم کی بے چینی ملاحظہ کی تھی۔ یہ بھی بہت مضطرب اور بے چین ہو گئے دن بھر قلق و اضطراب میں گزر رات کو بے چینی سے بستر پر کروٹیں بدلتے رہے۔ آخر آنکھ لگ گئی خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ہے اس نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی ہیں اور ہاتھ میں ناقوس پکڑا ہوا ہے انہوں نے اسے کہا **يَا عَبْدَ اللَّهِ اتَّبِعْ هَذَا النَّاقُوسَ** اے بندہ خدا! کیا یہ ناقوس پیچو گے۔ اس نے پوچھا۔ تم اسے لے کر کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کی دعوت دیں گے اس نے کہا کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں انہوں نے کہا۔ بڑی نوازش ہوگی اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کرو۔ کہ آپ لوگوں کو نماز کی طرف دعوت اس طرح دیا کریں۔

اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
 حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ
 حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ

اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میری آنکھ کھل گئی۔ جب صبح ہوئی تو میں اللہ کے پیارے رسول کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنا خواب سنایا۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ کی جب آنکھ کھلی تو وہ زیادہ ضبط نہ کر سکے رات کو ہی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے سارا خواب عرض کیا۔ خواب سن کر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **إِنَّهَا لَكُرْدٌ يَا حَقِّقْ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى** یہ سچا خواب ہے انشاء اللہ۔

حضرت فداوق اعظم نے بھی اسی رات کو ایسی خواب دیکھا تھا۔ لیکن آدمی رات کو حضور کو بے آرام کرنے کی جسارت نہ کر سکے۔ سو صبح ہوگی تو عرض خدمت کروں گا۔ جب صبح صادق طلوع ہوئی تو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبداللہ کو فرمایا کہ بلال کو ساتھ لے جاؤ تم اسے اذان کے کلمات بتاتے جاؤ وہ اذان کتا جائے گا۔ حضرت بلال کی اذان جب مدینہ طیبہ کی فضا میں گونجی تو حضرت عمرؓ نے بھی سن لی۔ یارائے ضبط نہ رہا۔ اپنی چادر کھینٹتے ہوئے دوڑے۔ حاضر خدمت ہو کر عرض کیا۔

وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي رَأَى۔

”اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے۔“ (۱)

اذان

اذان کا لغوی معنی اعلام ہے۔ یعنی کسی چیز کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرنا۔ خبردار کرنا۔ مندرجہ ذیل آیہ کریمہ میں لفظ اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

وَإِذْ أَنْقَضَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

”یعنی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اس امر کا اعلان کیا جاتا ہے کہ مشرکین کا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔“

(التوبہ: ۳)

اصطلاح شریعت میں اذان کا معنی ہے۔

الْإِعْلَامُ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ الْمَفْرُوضَةِ بِالْعَلَاظِ الْمُخْصُوصَةِ
 ”یعنی مخصوص کلمات کے ساتھ فرض نماز کے وقت کے بارے میں اعلان
 کرنا۔“

ہر قوم اپنے مذہبی اجتماعات کے انعقاد کے وقت کسی نہ کسی انداز سے اعلان کرتی ہے تاکہ اس کے ہم مذہبوں کو پتہ چل جائے کہ اب ان کی مذہبی رسوم ادا کرنے کا وقت ہو گیا ہے۔ سب لوگ پہنچ جائیں عیسائیوں نے اپنے گرجوں میں اونچی جگہ پر بڑی بڑی گھنٹیاں آویزاں کر رکھی ہوتی ہیں۔ اور جب ان کی مذہبی رسوم ادا کرنے کا وقت آتا ہے خصوصاً التوار کے روز، تو انہیں زور زور سے بجایا جاتا ہے ان کی آواز کی گونج دور دور تک سنائی دیتی ہے۔ مجھے جب روس جانے کا اتفاق ہوا تو ماسکو میں کریمین میں جانے اور اس کو دیکھنے کا موقع ملا۔ وہاں زلروں کے زمانہ کا ایک کلیسا دیکھا۔ جس کے باہر ایک بہت بڑا گھریال ٹوٹا ہوا پڑا تھا جو ہاشیوکیوں نے توڑا تھا انہوں نے بتایا کہ اس گھریال کا وزن چالیس من تھا۔ اسی طرح یہودی اپنے اجتماعات کے لئے ناقوس بجاتے ہیں پارسی آگ جلاتے ہیں اور ہندو بھی گھنٹیاں بجا کر اعلان کرتے ہیں لیکن نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیخ گانہ نمازوں کے اوقات کے اعلان کے لئے جو طریقہ اختیار کیا وہ بڑا انوکھا اور معنی خیز ہے۔ یہ ان خصوصی خوبیوں کا حامل ہے جو اسلام کے دین حق ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے جملے ہیں جو معنویت سے لبریز ہیں۔ اور اتنے دل آویز ہیں کہ فوراً دل کی گہرائیوں میں اترتے جاتے ہیں۔

مطالب اذان

پہلے جملے میں ہی اس روشن حقیقت کا اعلان فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ سیاسی، مذہبی اور علمی معبودان باطل میں سے کوئی بھی نہیں جو علم حکمت اور قدرت میں اس کی ہمسری کا دم بھر سکے۔ اس حقیقت کو چار بار دہرایا تاکہ سننے والوں کی لوح دل پر یہ نقش ثبت ہو جائے۔ اس کے بعد وہی اعلان کرنے والا یقین و ایمان سے سرشار ہو کر یہ گواہی دیتا ہے۔ کہ اس سب سے بڑے کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ یہ جملہ وہ دوبار دہراتا ہے تاکہ سننے والوں کو اس اعلان کرنے والے کے عقیدہ کے بارے میں کوئی شک نہ رہے۔ بعد ازاں اعلان کرنے والا ایک دوسری حقیقت کی صداقت کی گواہی

دیتا ہے جس سے طرح طرح کی غلط فہمیاں کانور ہو جاتی ہیں وہ کہتا ہے۔
 جس ہستی نے ہمیں یہ راہ دکھائی ہے۔ جس نے ہمیں یہ سبق یاد کرایا ہے اور جس کا نام
 نامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔
 ان دو حقیقتوں کے دل آویز اعلان کے بعد اب وہ مقصد بیان کیا جا رہا ہے جس کے لئے یہ
 سارا اہتمام کیا گیا ہے۔

آ جاؤ نماز کی طرف۔ آ جاؤ نماز کی طرف۔
 یعنی اپنے رب کریم و قدیر کی بارگاہ عالی میں سجدہ ریز ہونے کے لئے حاضر ہو جاؤ۔
 کیوں؟

اس کا جواب اس کے بعد آنے والے دو جملوں میں دیا۔
 کہ یہی نماز دونوں جہانوں میں سرفراز ہونے کا ذریعہ ہے۔ اسی حاضری میں تمہاری فلاح
 دارین کا راز مضمر ہے۔ دنیا و آخرت میں اگر سرخرو اور سرفراز ہونے کی امنگ ہے تو سارے
 کام چھوڑ کر اپنے مولا کریم کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔
 اذان کی ابتداء میں بیان کردہ حقیقت کو ایک بار پھر دہرایا جا رہا ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ
 تاکہ یہ سبق ازیر ہو جائے۔
 آخر میں دین اسلام کے اعلیٰ ترین مقصد کے ذکر کے ساتھ اس اذان کو ختم کر دیا اَللّٰہُ اَكْبَرُ
 اِلَّا اللّٰہُ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

یہ چھوٹے چھوٹے اور پیارے پیارے جملے چودہ صدیوں سے فضا میں گونج رہے ہیں اور
 سننے والے ہر روز پانچ بار اس کو سنتے ہیں پھر بھی طبیعت ان سے سیر نہیں ہوتی۔ دل چاہتا ہے کہ
 ہر وقت یہ کلمات دہرائے جاتے رہیں ہم انہیں سنتے رہیں اور سن سن کر اپنے ایمان کو تقویت
 پہنچاتے رہیں۔ دنیا کے دوسرے مذاہب کے پیرو بھی اپنی پوجا پاٹ کے اعلان کے لئے مختلف
 ذرائع اپنائے ہوئے ہیں لیکن دین حنیف نے اپنے ماننے والوں کو بارگاہ رب العزت میں
 حاضری کی دعوت دینے کے لئے ایک اچھوتا اور دلنشین طریقہ اپنایا ہے۔ اسی میں غور کرنے
 سے اسلام کے نظام عبادت کی عظمت کا احساس ہونے لگتا ہے۔

مکہ اور یثرب کے حالات کا تقابلی جائزہ

مکہ مکرمہ اگرچہ مذہبی اور کاروباری لحاظ سے سارے جزیرہ عرب میں مرکزی حیثیت کا

حامل تھا۔ لیکن یہاں کی زمام اقتدار قبیلہ قریش کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے علاوہ جو قبائل مکہ میں سکونت پذیر تھے سیاسی امور میں ان کا کوئی دخل نہ تھا۔ یہاں کے باشندوں کی غالب اکثریت بت پرست تھی۔ ارد گرد کا سارا علاقہ بنجر اور ریگستان تھا آپاشی کے ذرائع بالکل مفقود تھے۔ لوگ مزدوری کرتے یا تجارت کیا کرتے۔

اس کے برعکس یثرب میں مختلف قبائل آباد تھے ان کے مذہبی عقائد بھی متضاد اور مختلف تھے۔ اوس اور خزرج قبیلے، اہل مکہ کی طرح بت پرست تھے۔ یہاں یہودی بھی کافی تعداد میں آباد تھے ان میں ان تین قبیلوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ بنو نضیر، بنو قینقار، اور بنو قریظہ، ہر قبیلہ کی الگ بستی تھی۔ اور اپنے اپنے قلعے تھے۔ ان کا پیشہ تجارت، اور سود خوری تھا۔ مالی لحاظ سے یہ بڑے خوش حال تھے۔ ان کے علاوہ یہاں عیسائی بھی تھے، لیکن ان کی تعداد بہت قلیل تھی۔

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل القدر رسول اور تورات جیسی آسمانی کتاب عطا فرمائی تھی اس قوم نے ان کی قدر نہ پہچانی اور اپنی کٹ جھتی کے باعث آپ کو ہمیشہ پریشان کرتے رہے۔ ان کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی ان کا سلوک غیر شریفانہ اور بڑا ظالمانہ رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کا غضب بخت نصر کی شکل میں نمودار ہوا جس نے ان کی مرکزی عبادت گاہ ہیکل سلیمانی کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ بے شمار مرد و زن کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیا گیا باقی ماندہ لاکھوں افراد کو جنگی قیدی بنا کر اپنے ساتھ بائبل لے گیا۔ اسی طرح یہودی سلطنت اور سطوت کا خاتمہ ہوا۔ یہ لوگ منتشر ہو کر دنیا کے مختلف ممالک میں ذلت اور غربت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ آلام و مصائب کی ان آندھیوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک ارشاد ان کے لئے امید کی ایک کرن تھا۔ جو مایوسی کے گھپ اندھیروں میں بھی ان میں زندہ رہنے کی امنگ کو تازہ رکھتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا۔

”اور خداوند نے مجھ سے کہا میں ان کے لئے انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔“ (۱)

انحطاط وادبار کے اس طویل عرصہ میں جب بھی وہ ان آیات کا مطالعہ کرتے تو ان کو یقین ہو جاتا کہ ان کے رسول کی یہ پیش گوئی ضرور پوری ہوگی۔ بنی اسماعیل میں سے ایک نبی تشریف لائے گا جس کی برکت سے ان کی شوکت رفتہ بحال ہو جائے گی اس نبی کی ہجرت گاہ کی نشانیاں ان کے صحیفہ آسمانی میں درج تھیں۔ وہ اس ہجرت گاہ کی تلاش میں مدتوں سرگرداں رہے آخر کاریودیوں کے یہ قبائل جب یہاں پہنچے اور مذکورہ نشانیاں دیکھیں تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہی وہ مقام ہے جو اس نبی مکرم کی ہجرت گاہ بنے گا۔ اس لئے انہوں نے اس امید پر یہاں اپنے خیمے گاڑ دیئے کہ جب وہ نبی محتشم یہاں تشریف لائے گا تو یہ لوگ اس کے دامن رحمت سے لپٹ جائیں گے۔ اس کی اطاعت اور غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر کھوئی ہوئی عظمتوں کے وہ پھر سے مستحق بن جائیں گے۔ اس درمیانی عرصہ میں جب بھی کفار و مشرکین سے ان کی جنگیں ہوتیں تو وہ اس نبی موعود کے وسیلہ سے بدرگاہ الہی میں فتح و نصرت کی دعا مانگتے جو قبول ہوتی۔ جب رحمت عالمیان مدینہ طیبہ میں تشریف لے آئے تو یہود نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے نبی کی پیش گوئی پوری ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ یہ نبی مسیح علیہ السلام کو راست باز ٹھہراتا ہے اس کی تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے اور اپنے دین کو قبول کرنے والوں کے لئے یہ لازمی قرار دیتا ہے کہ وہ حضرت مسیح کی نبوت پر بھی ایمان لے آئیں تو ان کے تیور بدل گئے۔ حضور پر نور کے بارے میں عقیدت کے جو جذبات ان کے سینوں میں متلاطم تھے وہ حسد عناد اور عداوت میں تبدیل ہو گئے۔

اسی طرح عیسائیوں کے پاس جو آسمانی صحائف تھے ان میں بھی متعدد مقامات پر اس نبی مکرم کی آمد کی خوشخبری درج تھی۔ اس لئے وہ بھی ایسے رسول کی آمد کے لئے سراپا انتظار بنے رہتے تھے۔ مثل کے طور پر انجیل یوحنا کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیے۔

”لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔“

(یوحنا باب ۱۶، آیت ۷-۸)

اسی باب کی ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیے۔

”لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔“

اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کے گا جو کچھ نے گا وہی کے گا اور ہمیں
آئندہ کی خبریں دے گا۔ ” (یوحنا باب ۱۶، آیت ۱۳)

لیکن عیسائیوں نے دیکھا کہ اس نبی پر ایمان لانے اور اس کے دین کو قبول کرنے کا نتیجہ تو یہ
ہو گا۔ کہ وہ اپنے بنیادی عقائد سے دست کش ہو جائیں۔ حضرت مسیح کو اللہ کا بیٹا ماننے کے
بجائے انہیں اللہ کا بندہ تسلیم کریں۔ بتلینٹ کے بجائے اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں
کفار کے عقیدہ کو ترک کر کے حسن عمل پر اپنی نجات کی بنیاد رکھیں۔ وہ پوپ کو، فوق الانسان
اور خداوندی اختیارات کا مالک نہ سمجھیں۔

یہ عقائد اگرچہ ان کی آسمانی کتب کے سراسر خلاف تھے۔ لیکن پادریوں کی صدیوں کی
کاوشوں سے وہ ان کے قلوب و اذہان میں اس طرح پیوست ہو چکے تھے۔ کہ ان سے دست
کش ہونا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ اس لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے
وہ لوگ آمادہ نہ ہوئے۔ یہود و نصاریٰ کے علاوہ اوس و خزرج کے قبائل یہاں آباد تھے یہ
لوگ بت پرست تھے ان کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ علم و ثقافت سے بے بہرہ تھے۔ ان کی مالی حالت
بھی یہودیوں کی طرح قابل رشک نہ تھی وہ یہودی قبائل سے خوفزدہ رہتے تھے۔ یہود کا مفاد
اس میں تھا کہ وہ متحد نہ ہونے پائیں۔ وہ اپنی دسیہ کاریوں سے ان میں فتنہ و فساد کی آگ
بھڑکاتے رہتے تھے۔ واقعہ ہجرت سے چند سال قبل اوس و خزرج میں بحث کے مقام پر
ہولناک جنگ ہوئی تھی جس میں ان کے سینکڑوں نوجوان مارے گئے تھے۔ اس جنگ میں
اگرچہ خزرج کا پلڑا بھاری رہا تھا۔ لیکن درحقیقت دونوں قبیلوں فتح اور مفتوح کا کچھ مر نکل گیا
تھا۔ مگر گھر صرف ماتم پچھی تھی ہر طرف سے آہ و فغاں، نالہ و بکا کی آوازیں بلند ہوتی رہتی
تھیں۔ اس جہلی نے دونوں قبیلوں کے بزرگوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ کسی موزوں
مفوض کو اپنا حاکم مقرر کریں تاکہ وہ ان کے درمیان امن و سلامتی کی فضا قائم کرے اور ان میں
جو جھگڑے سر اٹھائیں عدل و انصاف سے وہ ان کا تصفیہ کرے۔ ان کی نظر انتخاب عبد اللہ بن
ابی پر پڑی۔ متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ ایک تقریب منعقد کی جائے جس میں اس کی بادشاہت کا
باتقاعدہ اعلان ہو اور اس کی تاج پوشی کی رسم باضابطہ طور پر ادا کی جائے چنانچہ ایک زرگر کو
عبد اللہ کے لئے سنہری تاج تیار کرنے کا انہوں نے حکم دے دیا تھا۔

اسی اثناء میں مکہ کے افق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بادل نمودار ہوا۔ ان خاندانوں کے چند
افراد نے حضور پر نور کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ یثرب واپس آکر ہر ایک نے بڑی سرگرمی سے

اپنے اپنے حلقہ اثر میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ اور چند مہینوں میں سدرے شہر کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ ابن ابی کی تاج پوشی کی جملہ تجویزیں گلدستہ طاق نسیان بن کر رہ گئیں۔ اس اچانک تبدیلی پر عبد اللہ بہت شہنشاہی۔ جب حضور کی آمد کا اسے علم ہوا تو انگڑوں پر لوٹنے لگا۔ جب اوس و خزرج کے تقریباً تمام مرد و زن نے اسلام قبول کر لیا تو اس کے لئے بھی کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ بظاہر اسلام قبول کر لے۔ یوں ایک اور گروہ جو عبد اللہ بن ابی اور اس کے حواریوں پر مشتمل تھا وجود میں آ گیا جن کو قرآن کریم میں منافق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ انہوں نے ہر موقع پر اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کئے اور امت مسلمہ کو طرح طرح کی پریشانیوں سے دوچار کرتے رہے ان امور کی تفصیل اپنے اپنے موقع پر بیان کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مندرجہ بالا سطور کے مطالعہ سے آپ بآسانی ان مشکلات کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام کو مدینہ طیبہ میں درپیش تھیں۔ اسلام کی سچائی کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام ان تمام رکاوٹوں کو جو چٹانوں کی طرح مضبوط اور پہاڑوں کی طرح بلند تھیں ان سب کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔

مواخات (اسلامی بھائی چارہ)

جیسے آپ پڑھ آئے ہیں کہ اہل مکہ میں قبائلی عصبیت کا جنون زوروں پر تھا باقاعدہ حکومتی نظام کے فقدان کی وجہ سے ہر فرد مشکل اوقات میں اپنے قبیلہ کی پناہ لینے پر مجبور تھا۔ اگر کسی کا قبیلہ اس کی امداد سے دست کش ہو جاتا تو وہ مظلوم اپنی دادرسی کے لئے کسی کا دروازہ نہ کھٹکھٹا سکتا۔ اپنے بیٹے، بھائی اور باپ کے قاتل سے بھی وہ انتقام نہ لے سکتا۔ اس سماجی ضرورت نے ہر قبیلہ کے افراد میں اپنے قبیلہ کی عصبیت کے جذبہ کو ناقابل شکست بنا دیا تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ اس جلتی معاشرہ میں باعزت زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تَوَلَّوْا اِلَآئِہَ اِلَّا اللّٰہُ تَفْلِحُوْا کا نعرہ بلند کیا کئی سعید روحیں لبیک لبیک کہتی ہوئی لپکیں اور اس دعوت کو قبول کر لیا۔ اس کارِ عمل یہ ہوا کہ ان کے قبیلہ والوں نے ان لوگوں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے یہ نو مسلم اپنے خاندانوں سے کٹ کر تنہا رہ گئے وہ اپنے شہر میں رہتے ہوئے غریب الوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے

جہاں نذر ساتھیوں کی یہ بے بسی اور بے کسی دیکھی نہ جاسکی۔ نبوت کی دور رس نگاہوں نے ایک نئی برادری کی تشکیل کی اہمیت کو محسوس کیا جس کی بنیاد اس دین توحید پر استوار ہو۔ اس میں قرشی غیر قرشی، عربی عجمی، فقیر اور امیر، اسود و احمر کے تمام امتیازات مٹا دیئے گئے۔ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آتا وہ اس برادری میں شامل ہو سکتا تھا چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو اس اسلامی اخوت کے رشتہ میں پرونے کے لئے دو مرتبہ عملی قدم اٹھایا ایک بار ہجرت سے پہلے مکہ میں، دوسری بار ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں۔ (۱)

مکہ مکرمہ میں جتنے لوگ اسلام قبول کر چکے تھے ان میں سے دو دو کو آپس میں بھائی بنادیا۔ اس طرح وہ شیر و شکر ہو گئے باہمی محبت کا جذبہ یوں اٹھ کر آیا کہ غیریت کی ساری بنیادیں منہدم ہو گئیں جو لوگ اسلام قبول کرنے کے باعث اپنی برادری سے کٹ گئے تھے اور اپنے آپ کو تنہا تنہا اور بے سہارا محسوس کرتے تھے۔ اب وہ اپنے آپ کو عالمی برادری کا ایک معزز رکن تصور کرنے لگے۔ ان تمام اراکین میں اپنائیت کا وہ جذبہ پیدا ہو گیا کہ تمہائی اور بے بسی کا خیال پھر کبھی انہیں پریشان نہ کر سکا۔ یہ اسلامی بھائی چارہ ایسا بھائی چارہ تھا جس کی بنیاد، خون، رنگ، نسل و زبان اور علاقائیت جیسی انسانی وحدت کو پارہ پارہ کر دینے والی عصبیتوں پر نہ رکھی گئی تھی بلکہ اس کی اساس عقیدہ توحید تھا ایک خدا ایک رسول، ایک کتاب، ایک قبیلہ اور ایک کلمہ، اس بھائی چارہ کے دروازے بلا امتیاز ہر انسان کے لئے ہر وقت کھلے تھے جس کا جی چاہے، جس وقت جی چاہے ”اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ“ دل کے یقین کے ساتھ زبان سے کہے اور اس برادری میں شامل ہو جائے۔ اس میں شامل ہونے والوں سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تم کس قبیلہ کے فرد ہو۔ تم کس ملک کے باشندے ہو تمہاری مادری زبان کون سی ہے؟ تمہاری مالی حالت کیسی ہے؟ یہ سب امتیازات مصنوعی ہیں انسانیت کی عزت و شرف کی قبا کو تار تار کر دینے والے ہیں۔ ہادی برحق نے بے شمار عصبیتوں کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی اور تڑپتی ہوئی انسانیت کو دعوت دی کہ اٹھو ان مصنوعی امتیازات کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے آگے بڑھو۔ اَللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَہٗ کی وحدانیت کا اقرار کرو جو رب العالمین ہے۔ اور اس نبی مکرم کا دامن پکڑ لو جو رحمت للعالمین ہے اور اس اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ۔

جن حضرات صحابہ کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں

اسلامی رشتہ اخوت میں پرودیا ان سب کے نام تو مجھے دستیاب نہیں ہو سکے جن حضرات کے اسماء گرامی کتب سیرت و تاریخ میں محفوظ رہ گئے ہیں ان کی فہرست پیش خدمت ہے۔
ابو یعلیٰ نے صحیح سند سے عبدالرحمن بن صالح الاسدی کے واسطے سے زید بن حارثہ سے روایت کیا ہے۔

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل حضرات کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا۔“ (۱)

| | |
|---|------------------------------------|
| حضرت حمزہ بن عبدالمطلب | حضرت زید بن حارثہ |
| حضرت عثمان بن عفان | حضرت عبدالرحمن بن عوف |
| حضرت زبیر بن العوام | حضرت ابن مسعود |
| حضرت عبیدہ بن الحارث | حضرت بلال |
| حضرت مصعب بن عمیر | حضرت سعد بن ابی وقاص |
| حضرت ابو عبیدہ بن جراح | حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ |
| حضرت سعید بن ابی زید | حضرت طلحہ بن عبید اللہ |
| حضرت ابو بکر صدیق | حضرت عمر فاروق |
| حضرت سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ |
| رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین | |

یہ بھائی چارہ بڑی برکتوں کا باعث بنا۔ پہلی برکت تو یہ ہوئی کہ جن حضرات سے اسلام قبول کرنے کے باعث ان کے بھائی بندوں نے سلام و کلام تک ختم کر دیا تھا اور احساس تنہائی جنہیں بار بار ڈستار ہوتا تھا۔ انہیں اس سے نجات مل گئی۔ وہ اب اپنے محدود خاندانوں کے بجائے اپنے آپ کو ایک عظیم پاکیزہ اور ترقی پذیر برادری کا رکن سمجھنے لگے۔ قرشی غیر قرشی، ہاشمی، اموی، مخزومی و عدوی وغیرہ چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں بٹ جانے سے اس معاشرہ میں جو رقابتیں پیدا ہو گئی تھیں جن کی جڑیں دن بدن گہری ہوتی چلی جاتی تھیں ان سب کا قلع قمع ہو گیا اور ان کی جمعیت ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند مستحکم ہو گئی جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا بن گئی۔

اسلامی بھائی چارہ کے قیام کے لئے دوسرا عملی قدم

سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مدینہ طیبہ میں ورود مسعود فرمایا تو یہاں کے مخصوص ماحول کے اپنے مسائل تھے جن کا حکیمانہ اور بروقت حل ضروری تھا یہاں جن حضرات نے اسلام قبول کیا تھا وہ کسی ایک قبیلہ کے افراد نہیں تھے ان کا تعلق مختلف قبائل سے تھا۔ ایسے قبائل جو صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ خونریز جنگیں لڑتے چلے آئے تھے بعض کا تعلق بنو خزرج سے تھا اور کچھ بنو اس کے افراد تھے۔ دونوں قبائل کی دیرینہ عداوت محتاج بیان نہیں ان کے علاوہ چند لوگ یہودیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوئے تھے۔ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے فرزندان اسلام ایک ایسا انسانی جم غفیر تھا جن میں مختلف قسم کے اختلافات کے جراثیم موجود تھے کسی وقت بھی کوئی طالع آزما اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کر سکتا تھا کیونکہ اسلام اللہ کا آخری دین تھا اس لئے ضروری تھا کہ اس فقید المثال انسانی معاشرہ کو ان عوامل کی عداوت گری سے بچایا جائے جو اس کے شیرازہ کو پراگندہ کر سکتے ہیں نیز ضروری تھا۔ کہ مغائرت اور منافرت کے امکانی اسباب و علل کو قبل از وقت غیر موثر بنادیا جائے تاکہ یہ امت کتاب الہی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھے حالات کتنے ہی اشتعل انگیز ہوں یہ رسی ان سے چھوٹنے نہ پائے۔

نیز لئے پٹے مہاجرین کے قافلوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ ان کی آبرو مندانی آباد کاری کے لئے ایسا ماحول تیار کرنا لازمی تھا جس میں انصار کو جو میزبان تھے اس بوجھ کی گراں باری کا احساس نہ ہو اور مہمانوں کو بھی ممکنہ آرام و راحت پہنچائی جاسکے ان کے علاوہ مستقبل قریب میں ملت اسلامیہ کو متعدد شدید چیلنجوں کا سامنا کرنا تھا۔ اس کے لئے اسلامی معاشرہ جو متعدد مختلف النوع طبقات سے عبارت تھا اس میں ایسی یک رنگی اور یکا رنگت پیدا کر دی جائے کہ جو طاغوتی قوت ان سے ٹکرائے مسلمانوں کی اتحاد کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ ایک اہم اور فوری وجہ یہ بھی تھی کہ مہاجرین اپنے وطن اپنے اہل و عیال، اپنے حلقہ احباب اور اپنے اموال و اسباب سب چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ یہاں کے رہنے والوں سے ان کی کوئی جان پہچان نہ تھی سوائے چند ایک کے ان میں باہم رشتہ داریاں بھی نہ تھیں وہ یہاں آکر اپنے آپ کو بے یار و مددگار خیال کرتے تھے وطن کی جدائی اہل و عیال کا فراق اس پر بے یار و مددگار

ہونے کا احساس ان کے لئے بڑا روح فرساتھا۔
ان تمام مقاصد کے حصول کے لئے نبی رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہاجرین اور
انصار کے درمیان اسلامی مواخات (بھائی چارہ) کا نظام قائم کیا علامہ سہلی لکھتے ہیں۔

لِيُذْهِبَ عَنْهُمْ وَحْشَةَ الْغُرَبَاءِ وَيُؤْاِنَّسَهُمْ مِنْ مُفَارَقَةِ
الْأَهْلِ وَالْعَشِيرَةِ وَيَشُدَّ إِذْرَأَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

”تاکہ ان کے غریب الوطنی کے احساس کو دور کیا جائے اور اپنے اہل و
عیال سے جدائی کے وقت ان کی دلجوئی کی جائے اور ایک دوسرے سے ان
کو تقویت پہنچائی جائے۔“ (۱)

اب ہم ان انصار و مہاجرین کے اسماء گرامی درج کرتے ہیں جو مستند کتب سیرت میں تحریر
کئے گئے ہیں۔ علامہ ابن ہشام اولین سیرت نگار ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں جس کا
اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا وہ
کہتے ہیں کہ ہمیں یوں پہنچا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کریں جو حضور نے ارشاد نہیں فرمائی۔

تَاَخَوَانِي اللَّهُ أَخَوَيْنِ أَخَوَيْنِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ
وَقَالَ هَذَا أَخِي وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَإِمَامَ الْمُتَّقِينَ وَرَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ
الَّذِي لَيْسَ لَهُ خَطِيرٌ وَلَا نَظِيرٌ مِنَ الْعِبَادِ وَعَلِيُّ ابْنُ أَبِي
طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخَوَيْنِ۔

”نبی کریم نے فرمایا دو دو آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ۔ پھر سرکارِ دو عالم
نے سیدنا علی ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ میرا بھائی ہے۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار، تمام متقیوں کے امام، اور
رب العالمین کے رسول تھے بندوں میں نہ حضور کا کوئی ٹیل تھا اور نہ
نظیر۔ حضور نے سیدنا علی کو اپنا بھائی تجویز فرمایا۔“

- ۱- حمزہ بن عبدالمطلب
(جوانہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے شیر تھے اور حضور کے آزاد کردہ غلام تھے۔
حضور کے چچا تھے)
ان دونوں میں سابقہ اخوت کو برقرار رکھا
- اسماء مہاجرین
۲- جعفر بن ابی طالب
۳- ابو بکر الصدیق
۴- عمر بن الخطاب
۵- ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن جراح
۶- عبدالرحمن بن عوف
۷- زبیر بن العوام
۸- عثمان بن عفان
۹- طلحہ بن عبید اللہ
۱۰- سعید بن زید بن عمرو بن نفیل
۱۱- مصعب بن عمیر
۱۲- ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ
۱۳- عمار بن یاسر
اور بعض نے عمار بن یاسر
۱۴- ابوذر الغفاری
۱۵- حاطب بن ابی بلتعہ
۱۶- سلمان الفارسی
۱۷- بلال (موزن رسول اللہ)
۱۸- سعد بن ابی وقاص
۱۹- عبد اللہ بن مسعود
- اسماء انصار
معاذ بن جبل
خارجہ بن زید
عتبان بن ملک
سعد بن معاذ۔ قیل ابی طلحہ زید بن سل
سعد بن ربیع
سلمہ بن سلامہ
اوس بن ثابت بن المنذر
کعب بن ملک
ابی بن کعب
ابو ایوب خالد بن زید
عباد بن بشر بن وقش
حذیفہ بن یمان
ثابت بن قیس بن شمس
المنذر بن عمر المہنقی
عویم بن سلحہ
ابو الدرداء
ابو ریحہ عبد اللہ بن عبدالرحمن الحثمی (۱)
محمد بن مسلمہ
سہل بن حنیف (۲)

- ۲۰۔ عبد اللہ بن جحش
 ۲۱۔ عبیدہ بن حارث بن مطلب
 ۲۲۔ طفیل بن حارث اخی عبیدہ
 ۲۳۔ حصین بن حارث
 ۲۴۔ عثمان بن مظعون
 ۲۵۔ عتبہ بن غزوہ
 ۲۶۔ صفوان بن وہب
 ۲۷۔ مقداد بن عمرو
 ۲۸۔ ذی الشمالین
 ۲۹۔ ابو سلمہ بن عبد الاسد
 ۳۰۔ عامر بن ابی وقاص
 ۳۱۔ عبد اللہ بن مظعون
 ۳۲۔ شماس بن عثمان
 ۳۳۔ ارقم بن ابی الارقم
 ۳۴۔ زید بن الخطاب
 ۳۵۔ عمرو بن سراقہ
 ۳۶۔ عاتل بن بکیر
 ۳۷۔ عبد اللہ بن مخرمہ
 ۳۸۔ خنیس ابن خذافہ
 ۳۹۔ ابی سبرہ بن ابی رہم
 ۴۰۔ مسطح بن اثاثہ
 ۴۱۔ ابی مرثد الغنوی
 ۴۲۔ عکاشہ بن محصن
- عاصم بن ثابت
 عمیر بن ہمام
 سفیان بن نسر
 عبد اللہ بن جحیر
 عباس بن عبادہ بن نضلہ
 معاذ بن ماعص
 رافع بن معلی
 عبد اللہ بن رواحہ
 یزید بن حارث
 سعد بن خیشمہ
 نجیب بن عدی
 قتیبہ
 حنظلہ بن ابی عامر
 طلحہ بن زید الانصاری
 معن بن عدی
 سعد بن زید الاشہلی
 ہشیر بن عبد المطلب
 فروہ بن عمرو البیاضی
 منذر ابن محمد
 عبادہ بن خشاش
 زید بن الحارث
 عبادہ بن صامت
 المحذر بن زیاد

پہلے سترہ اسلام سیرت ابن ہشام سے نقل کئے گئے ہیں یہ اسلام دیگر کتب سیرت میں بھی موجود ہیں۔
 بقیہ اسلام سبل الہدی والرشاد کے جلد سوم صفحات ۵۲۹ تا ۵۳۳ سے نقل کئے گئے ہیں۔
 سبل الہدی کے مصنف نے ان کتب کے حوالے دیئے ہیں جن سے انہوں نے یہ اسلام اخذ کئے ہیں۔

۳۳۔ عامر بن قہیرہ

۴۴ - مجموع

حارث بن صمٹہ

سراقہ بن عمرو بن عطیہ (۱)

عقد مؤاخات کی تاریخ

باہمی مؤاخات کے نظام پر عمل کا آغاز کب ہوا۔ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ہجرت کے یا نچ ماہ بعد۔

(۲) ہجرت کے نو ماہ بعد۔

(۳) ہجرت کے ایک سال بعد۔

(۴) ہجرت کے تین ماہ بعد۔

(۵) جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی تعمیر فرما رہے تھے۔

ان اقوال میں اصح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین اور انصار میں مؤاخات اس وقت قائم کی گئی جب کہ مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی کیونکہ اس اہم کام کا طویل مدت تک التوا حکمت نبوت سے مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

شبهات اور ان کا ازالہ

یہاں دو امور تحقیق طلب ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا علی مرتضیٰ کو اپنا بھائی بنایا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مؤاخات کا مقصد یہ تھا کہ دونوں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں اور مشکلات میں ہاتھ بٹا سکیں تاکہ دلوں میں مزید الفت پیدا ہو یہ مقصد اس مؤاخات سے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ حضور کی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی مہاجر تھے اور مالی لحاظ سے بھی ان کی حالت قابل رشک نہ تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی کو اپنا بھائی قرار دینا اس لحاظ سے قطعاً مفید نہ تھا۔

لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے اس قول کی تردید کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

هَذَا رَدُّ لِلنَّصِّ بِالْقِيَاسِ ایک چیز جو نص سے ثابت ہے علامہ ابن تیمیہ اس کو اپنے قیاس

سے رد کر رہے ہیں اور یہ درست نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ اس مواخات سے وہ مقصد نہیں پایا جاتا جس مقصد کے حصول کے لئے یہ مواخات کا نظام قائم کیا گیا تھا یہ درست نہیں۔ انہوں نے خود اس حکمت کو نظر انداز کر دیا ہے فرماتے ہیں۔

وَاعْقَالُ عَنْ حِكْمَةِ الْمَوَاخَاةِ لِأَنَّ بَعْضَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ
أَقْوَى مِنْ بَعْضٍ بِالْمَالِ وَالْعَشِيرَةِ وَالْقُوَّةِ قَوَاحِي بَيْنَ
الْأَعْلَى وَالْأَدْنَى. لِيَرْتَفِقَ الْأَدْنَى بِالْأَعْلَى وَيَسْتَعِينَ
الْأَعْلَى بِالْأَدْنَى وَبِهَذَا تَظْهَرُ حِكْمَةُ مَوَاخَاةِهِمْ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِّي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَنَّهُ هُوَ الَّذِي كَانَ
يَقُومُ بِعَلِيِّ مِنْ عَهْدِ الصَّبَا وَقَبْلَ الْبُعْثَةِ وَاسْتَمَرَ كَذَلِكَ
مَوَاخَاةَ حَمَزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَزَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ لِأَنَّ
زَيْدًا أَمْوَلًا هُوَ وَقَدْ تَبَيَّنَتْ أَخُوَّتُهُمَا وَهُمَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ

”نیز انہوں نے اس حکمت کو فراموش کر دیا جو دو مہاجروں میں اخوت قائم کرنے میں تھی کیونکہ سارے مہاجر مال، قبیلہ اور قوت میں یکساں نہ تھے بعض کی مالی حالت دوسرے مہاجرین سے بہتر تھی ان کے قبیلہ کی کافی تعداد ہجرت کر کے آگئی تھی وہ دوسرے مہاجروں سے زیادہ بااثر اور بارسوخ تھے اس لئے نسبتاً غریب، کمزور اور بے سہارا مہاجر کی اخوت کا رشتہ ایسے مہاجر سے قائم کر دیا گیا جو اس سے فائق تھا اس طرح وہ اپنے بھائی کی مالی امداد کے ساتھ سماجی تعاون کر کے اس کے لئے باعث تقویت بن سکتا تھا حضرت علی کے ساتھ مواخات قائم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ حضور بچپن سے ہی آپ کی سرپرستی فرما رہے تھے جو باہمی انس تھا اس کے باعث حضور نے ان کو اپنا بھائی بنایا اور حضرت علی کو اپنا بھائی بنانے سے جو تقویت نصیب ہوئی اگر کسی بڑے سے بڑے انصاری کے ساتھ یہ رشتہ مواخات قائم کیا جاتا تو وہ انہیں نصیب نہ ہوتا۔ اس لئے یہ اعتراض کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا

تھا حالانکہ وہ دونوں مہاجر تھے۔ (۱)

صحیح بخاری میں ہے کہ عمرہ القضا کے موقع پر حضرت زید نے کہا اِنَّ اَبْنَےَ حَمْزَةَ اَبْنَےَ اَخِي کہ حضرت حمزہ کی بیٹی میرے بھائی کی بیٹی یعنی بھتیجی ہے۔ اس لئے ابن تیمیہ کے اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں۔

دوسری بات جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ چند اسماء پر واقدی نے اعتراض کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہجرت کے فوراً بعد قائم کی گئی اس فرست میں بعض ایسے صحابہ کے نام بھی ہیں جو کلنی عرصہ بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے یا مشرف باسلام ہوئے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت حبشہ میں تشریف فرما تھے۔ غزوہ خیبر کے وقت تشریف لائے اس لئے اس وقت قائم کئے جانے والے بھائی چارہ میں ان کا شامل ہونا درست معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت سلمان فارسی، غزوہ احد کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور سب سے پہلے انہوں نے غزوہ خندق میں شرکت کی اسی طرح حضرت ابوذر غفاری، بدر اور احد کے غزوات کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ ان حضرات کا مؤاخاة میں شریک ہونا درست معلوم نہیں ہوتا۔

واقدی کے اس شبہ کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ دیا ہے کہ اس مؤاخات کا سلسلہ اگرچہ ہجرت کے فوراً بعد شروع ہو گیا تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ اس وقت ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے ان کی اخوت کا رشتہ تو کسی انصاری کے ساتھ قائم کر دیا گیا لیکن بعد میں حاضر ہونے والے مہاجرین کے لئے اس نظام مؤاخات کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ جاری رہا جب بھی کوئی مہاجر ہجرت کر کے آتا تو ایک انصاری کے ساتھ اس کا رشتہ اخوت قائم کر دیا جاتا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

بَانَ التَّارِخُ الْمَذْكُورُ هُوَ لِأَخَوَةِ الثَّانِيَةِ وَهُوَ ابْتِدَاءُ
الْأَخَوَةِ وَاسْتَمَرَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَبِّدُهَا بِحَسَبِ
مَنْ يَدْخُلُ فِي الْإِسْلَامِ وَيَحْضُرُ إِلَى الْمَدِينَةِ - وَلَيْسَ
بِالْزَّاهِرِ أَنْ تَكُونَ الْمُؤَاخَاةُ وَقَعَتْ وَقَعَةً وَاحِدَةً (۱)

”یہ تاریخ دوسرے بھائی چارے کے لئے ہے اور اس تاریخ سے اس

بھائی چارے کی ابتدا ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی کوئی اسلام قبول کرتا یا ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوتا اس کی اخوت کا رشتہ کسی انصاری سے مستحکم فرما دیتے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مؤاخات کا عمل صرف ایک دن میں تکمیل پذیر ہوا ہو اور اس کے بعد اس کا سلسلہ ختم ہو گیا ہو بلکہ اس کا سلسلہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔

نظام مؤاخات کے خوش کن نتائج

اس حکیمانہ حکمت عملی سے مسلم جماعت جو مختلف عناصر اور احزاب کا مجموعہ تھی جن میں تفرقہ اور انتشار کے بیسوں عوامل موجود تھے۔ مؤاخات کے اس نظام نے ان سب کو ایک امت میں تبدیل کر دیا جن کا نفع اور نقصان، عزت و ذلت، فتح و شکست کو ایک کر دیا گیا۔ اور محبت و پیار کے ایسے رشتہ میں پرو دیا کہ ان میں مغائرت کا کوئی جرثومہ تک باقی نہ رہا اس نظام کی برکت سے اجنبیت کی جو دیواریں مہاجرین و انصار میں حائل تھیں وہ پیوند خاک ہو گئیں اور یہ سب یوں یکجان ہو گئے کہ انصار اپنے خونی رشتہ داروں اور سگے بھائیوں سے بھی زیادہ اپنے مہاجر بھائیوں پر اپنا سب کچھ نثار کرنے کے لئے بے چین ہو گئے ایثار و قربانی کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ دنیا کی کوئی قوم ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے۔ جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اور سعد بن الربیع انصاری کو بھائی بھائی بنا دیا۔

حضرت سعد نے اپنے اسلامی بھائی عبدالرحمن بن عوف کو کہا کہ تم میرے بھائی ہو۔ میں سب اہل مدینہ سے زیادہ مال دار ہوں۔ آپ میری ہر چیز کو نصف نصف کر دیں۔ ایک نصف خود لے لیں اور دوسرا نصف مجھے دے دیں۔ نیز میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جو آپ کو پسند ہوتا ہے تاکہ میں اس کو طلاق دے دوں عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔ حضرت عبدالرحمن اپنے انصاری بھائی کے اس جذبہ ایثار سے بڑے متاثر ہوئے انہیں دعائیں دیتے ہوئے بولے اے میرے بھائی! اللہ تعالیٰ تیرے مال اور اہل و عیال میں بڑی برکتیں دے مجھے تم بازار کا راستہ دکھا دو۔ چنانچہ انہوں نے انہیں بازار کا راستہ بتا دیا آپ وہاں گئے خرید و فروخت کی نفع کمایا۔ کچھ پیڑ اور گھی ساتھ بھی لائے بازار جانا اور کلرو بار کرنا ان کا معمول

بن گیا چند روز بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے حضور نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کے کپڑوں پر زعفران کے رنگ کے چھینٹے پڑے ہوئے ہیں۔ حضور نے پوچھا 'مَهْيِيْجٌ' یعنی یہ رنگ کیسے چھڑکا ہے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے ایک خاتون سے شادی کی ہے۔ حضور نے دریافت کیا۔ اس کو مر کیا دیا ہے عرض کی کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے۔ رحمت عالم نے ارشاد فرمایا کہ ولیمہ کرو خواہ ایک بھیڑ سے۔ (۱)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک دوسری روایت نقل فرمائی ہے جس سے انصار کے جذبہ ایثار کا پتہ چلتا ہے۔

ایک روز انصار نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی یا رسول اللہ ہمارے نخلستانوں کو ہمارے درمیان اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان برابر بانٹ دیجئے مرشد برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ گزارش قبول نہ فرمائی بلکہ جواب دیا وہ پھل میں تمہارے ساتھ حصہ دار ہوں گے۔ ملکیت میں نہیں۔ انصار نے عرض کی سَمِعْنَا وَاطَعْنَا ہم نے حضور کے فرمان کو سنا۔ ہم اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ (۲)

انصار کا دل چاہتا تھا کہ اپنی منقولہ اور غیر منقولہ ہر جائیداد میں اپنے مہاجر بھائیوں کو حصہ دار بنادیں لیکن مہاجرین کی عزت نفس انہیں اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ ان مخلصانہ پیش کشوں کو قبول کریں۔ انصار اپنے مہمانوں کی روزمرہ کی ضرورتوں کو جس خوشی اور فراخ دلی سے پورا کر رہے تھے اپنے مکانوں میں انہوں نے ان کی رہائش کا بندوبست کر دیا تھا۔ اسی کو مہاجرین اپنے انصار بھائیوں کا بڑا احسان سمجھتے تھے اور اس سے زیادہ ان کو تکلیف دینا ان کی فطری غیرت کو گوارا نہ تھا۔ نیز اپنے ہادی برحق کے جمال جہاں آراء کی عنایت کی ہوئی سیر چشمی اس پر رضامند نہ تھی۔ اپنے انصار بھائیوں کے احسان و مروت پر اپنے قلبی جذبات تشکر کا اظہار کرتے ہوئے ایک روز انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا رَأَيْنَا مِثْلَ قَوْمٍ قَدِمْنَا عَلَيْهِمْ أَحْسَنَ
مُؤَاسَاةً فِي قَلِيلٍ وَلَا أَحْسَنَ بَدَلًا مِّنْ كَثِيرٍ لَّقَدْ كَفَوْنَا
الْمُؤَنَةَ وَاشْرَكُونَا فِي الْمَهْنَةِ حَتَّى لَقَدْ خَشِينَا أَنْ يَذْهَبُوا

يَا لَاجِرُ كُلِّهِ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا مَا أَشَيْتُمْ عَلَيْهِمْ
وَدَعَوْتُمْ اللَّهَ تَعَالَى لَهُمْ۔

”یا رسول اللہ! یہ قوم جن کے مہمان بننے کا ہمیں موقع ملا ہے چھوٹی
چھوٹی باتوں میں ہماری دلجوئی کرتے ہیں اور ہماری بڑی ضروریات کو پورا
کرنے کے لئے اپنے اموال فیاضی سے خرچ کرتے ہیں ہم نے ان جیسی
کوئی قوم نہیں دیکھی۔ ہمیں کسی قسم کی مشقت بھی نہیں کرنے دیتے اور
اپنی آمدنی سے ہمیں پورا حصہ دیتے ہیں اب تو ہمیں یہ کھٹکا لگ رہا ہے کہ
کیسے سارے کا سارا اجر و ثواب یہی نہ لوٹ لیں اور (ہم خالی رہ جائیں)
حضور نے فرمایا ایسا نہیں ہو گا جب تک تم ان کی اس فیاضی اور ایثار پر ان کی
ستائش کرتے رہو گے اور ان کے لئے بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے
رہو گے۔“ (۱)

انصار نے اپنے باغات اور مزرعہ زمینیں اپنے مہاجر بھائیوں کو دینے کی کئی بار پیش کش کی۔
لیکن نبی کریم جانتے تھے کہ مہاجرین تجارت پیشہ لوگ ہیں فن زراعت سے انہیں برائے نام
واقفیت ہے اس لئے مہاجرین کی طرف سے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا
کرتے۔ انصار نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم باغبانی اور کاشتکاری کے سارے فرائض خود
انجام دیں گے۔ اس سے جو پھل اور اناج حاصل ہو اس کو حضور ہمارے درمیان اور ہمارے
مہاجر بھائیوں کے درمیان نصف نصف بانٹ دیا کیجئے۔

جب بنی نضیر کو جلاوطن کر دیا گیا تو ان کی مزرعہ زمینیں حضور کے قبضہ میں آئیں رسول
کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا کہ تمہارے مہاجر بھائیوں کے لئے کوئی مال نہیں
ہے اگر تم چاہو تو میں بنی نضیر کی زمینوں کو اور تمہارے اموال کو تمہارے درمیان اور ان کے
درمیان تقسیم کر دوں اور اگر تم چاہو تو تمہارے اموال تمہیں واپس کر دیئے جائیں اور یہ
مفتوحہ زمین صرف مہاجرین میں تقسیم کر دی جائے۔

ان سرفروشان اسلام نے اپنے آقا کی بارگاہ میں بعد خلوص یہ عرض کی۔

بَلْ قَسَمَ هَٰذَا فِيهِمْ وَأَقْسَمَ لَهُمْ مِّنْ أَمْوَالِنَا مَا شِئْتُمْ۔
يَا رَسُولَ اللَّهِ

”یا رسول اللہ! یہ بنو نضیر کی حرروہ زمینیں تو حضور سب کی سب ہمارے
مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرمائیں اور ہماری زمینوں کو بھی ان کے درمیان
اور ہمارے درمیان جس طرح حضور چاہیں بانٹ دیں۔“

اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وَيُؤْتُونَكَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

”اور ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنے آپ پر اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید
حاجت ہو۔“

ان پیشکشوں کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن مہاجرین نے اپنے انصار بھائیوں پر اپنا بوجھ ڈالنا
مناسب نہ سمجھا اور ہر ایک نے اپنے ذوق کے مطابق کاروبار کرنا شروع کر دیا۔ حضرت
عبدالرحمن بن عوف کے بارے میں ہم آپ کو پہلے بتا آئے ہیں کہ انہوں نے اپنے انصار بھائی سے
بازار کا راستہ دریافت کیا اور وہاں خرید و فروخت شروع کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
دعوتوں کی برکت سے آپ کو اتنی ترقی ہوئی کہ کچھ عرصہ بعد جب ان کے قافلے سلمان تجارت
سے لدے ہوئے مدینہ طیبہ پہنچتے تھے تو دھوم مچ جاتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی
اللہ عنہا گھر بیٹھی ہوئی تھیں کہ اچانک شور و شغب سنائی دیا آپ نے پوچھا یہ کیسا شور ہے بتایا گیا کہ
حضرت عبدالرحمن بن عوف کے پانچ سواونٹ سلمان تجارت سے لدے ہوئے مدینہ طیبہ کی
منڈی میں پہنچے ہیں۔ اور لوگ سلمان خریدنے کے لئے بھاگے چلے جا رہے ہیں حضرت
عبدالرحمن نے اس سارے سلمان تجارت کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

بنی نضیر قبیلہ کی متروکہ اراضی سے جو قطعہ زمین حصہ میں آپ کو ملا وہ آپ نے چالیس ہزار
دینار میں فروخت کیا اور یہ ساری رقم ازواج مطہرات میں تقسیم کر دی۔ (۱)

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کی خرید و فروخت کا کاروبار شروع کیا۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ سَمِعْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ يَخْطُبُ عَلَى الْمَنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ كُنْتُ أَبْتَاعُ التَّمْرَ مِنْ
بَطْنِ مَنْ أَلِيَهُودُ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو قَيْنِقَاءَ فَأَبِيعُهُ بِدِرْجٍ وَ
بَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا عُمَانُ
إِذَا اشْتَرَيْتَ فَأَكْتِلْ وَلَا ذَايِعْتَ فِكِلْ -

”حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ فرمادے تھے کہ میں یہودیوں کے ایک قبیلہ بنو قینقاع سے کھجوریں خرید کیا کرتا تھا اور نفع پر اسے بیچ دیا کرتا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب یہ خبر پہنچی تو مجھے فرمایا اے عثمان! جب کھجوریں خرید و ماپ کر خرید کر و اور جب بیچو تو ماپ کر دیا کرو۔“ (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھجوروں کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کی نواحی بستی منیٰ میں اقامت پذیر ہوئے آپ وہاں کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔

مدینہ طیبہ کا یہ معاشرہ جس کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حکیمانہ حکمت عملی سے وجود بخشا۔ دو عناصر پر مشتمل تھا۔ ایک طرف انصار تھے جو سراپا خلوص و ایثار تھے۔ اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیدادیں اپنے مہاجر بھائیوں میں نصف نصف تقسیم کرنے کی صدق دل سے پیشکشیں کر رہے تھے۔ دوسری طرف جسور و غیور مہاجر تھے۔ جو اپنے کریم النفس میزبانوں پر بوجھ بننا پسند نہیں کرتے تھے۔ خود اپنی ہمت مردانہ اور محنت شاقہ سے اپنے لئے رزق حلال تلاش کرنا چاہتے تھے۔ یہ دونوں طبقے اپنی اپنی جگہ عدم المثل تھے اور یہ سب نگاہ مصطفوی کا فیض تھا جس نے انہیں شہر و شکر کر دیا تھا۔ اجنبیت اور مغایرت کے سارے عوامل کی بیخ کنی کر کے رکھ دی تھی۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَصَفِیْہٖ وَنَبِیْہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ مِنْ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ۔

اسلامی قومیت کی محمدی بنیاد

حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس انقلابی اقدام سے پہلے بے شمار قومیں کرہ ارض پر آباد تھیں لیکن ان کے سیاسی اور معاشرتی اتحاد کی اساس، زبان، رنگ، نسل یا وطن تھی۔ ان جملہ بنیادوں میں انسانی معاشرہ کی بربادی کے جو عوامل مضمر تھے۔ ان کی حشر سامانیوں کے تلخ تجربے بارہا ہو چکے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی

معاشرہ کی تشکیل کے لئے ان بنیادوں میں سے کسی بنیاد کو استعمال نہیں کیا بلکہ رنگ، نسل، زبان، اور وطن کے تمام امتیازات اور ان سے پیدا ہونے والی ہر نوع کی عصبیتوں کو باطل قرار دے دیا اور اپنی امت کے اتحاد کی بنیاد فقط دین اور عقیدہ کو قرار دیا۔ ہر وہ شخص جو دین اسلام کو قبول کرتا ہے وہ عربی ہو یا عجمی، شرقی ہو یا غربی، اسود ہو یا احمر، امیر ہو یا فقیر، کوئی زبان بولتا ہو وہ اس معاشرہ کا فرد بن سکتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی ایک خطہ، کسی ایک قوم، کسی ایک زمانہ کے لئے راہنما بنا کر نہیں بھیجا تھا بلکہ سارے جہانوں کے لئے تاقیام قیامت سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ حضور ایک عالمگیر پیغام کے علمبردار تھے۔ حضور کا مقصد، تمام امتیازات کو بلائے طاق رکھ کر نوع انسانی کو ایک رشتہ میں پروتا، انہیں ایک امت بنانا اور ایک عالمی اخوت میں منسلک کرنا تھا۔ مواخات کے اس عمل سے اس مقصد کی تکمیل ہوئی۔ اور تمام مختلف النوع عناصر میں دین اسلام کی بنیاد پر بھلائی چل رہی تھی۔ انہیں ایک قوم بنادیا اور انہیں توحید کی شراب طہور پلا کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مستحکم اور مضبوط کر دیا۔ تاکہ کوئی تخریبی عنصر اس میں رخنہ اندازی نہ کر سکے۔

اجتماعی، اقتصادی، سیاسی اور دفاعی تنظیم

جس طرح پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے علاوہ یہودیوں کی ایک طاقتور جمعیت موجود تھی۔ وہ معاشی لحاظ سے بھی خوش حال تھے اور صاحب کتاب ہونے کے باعث علمی طور پر بھی اوس و خزانج پر فوقیت رکھتے تھے۔ یہاں کے معاشرہ میں اس وقت تک اتحاد اور یک رنگی پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ جب تک ان یہودیوں کو بھی اپنے ساتھ نہ ملایا جائے نیز اسلام کے اولین دشمن رؤساء مکہ ابھی تک مسلمانوں کی بیخ کنی کے درپے تھے اور کسی وقت بھی وہ اس چھوٹی سی بستی پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ ان تمام اندرونی اور بیرونی مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لئے ایک وسیع بنیاد منشور کی ضرورت تھی اس لئے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسی دستاویز تیار کی جس میں مہاجرین و انصار کے علاوہ یہاں کے یہودیوں کو بھی شامل کیا گیا۔ اس دستاویز کے ذریعہ مدینہ طیبہ کے جملہ باشندوں بلا امتیاز مذہب و قومیت، اندرونی و بیرونی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک اتحاد عمل میں لایا گیا اس دستاویز کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کا عربی متن **اَلْوَثَاقُ السِّيَاسِيَّةُ لِلْعَهْدِ النَّبَوِيِّ** مولفہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے حوالہ سے لکھ رہے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

١- هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ (رَسُولِ اللَّهِ) بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ قُرَيْشٍ (وَأَهْلِ) يَثْرِبَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ
فَلِحَقِّ بِهِمْ دَجَاهِدًا مَعَهُمْ -

٢- إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النَّاسِ

٣- أَلَمْ يَأْجُرُونِ مِنْ قُرَيْشٍ عَلَى رُبْعِهِمْ يَتَعَاقِلُونَ بَيْنَهُمْ
وَهُمْ يَفْعُدُونَ عَنْهُمْ يَالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ
٤- وَبَنُو عَوْفٍ عَلَى رُبْعِهِمْ يَتَعَاقِلُونَ مَعَاqِلَهُمُ الْأُولَى وَ

كُلُّ طَائِفَةٍ تَقْدِي عَنْيَهَا يَالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ
٥- وَبَنُو الْحَارِثِ (بْنِ الْحَزْرَجِ) عَلَى رُبْعِهِمْ يَتَعَاقِلُونَ
مَعَاqِلَهُمُ الْأُولَى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَقْدِي عَنْيَهَا يَالْمَعْرُوفِ
وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ -

٦- وَبَنُو سَاعِدَةَ، عَلَى رُبْعِهِمْ يَتَعَاقِلُونَ مَعَاqِلَهُمُ الْأُولَى
وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَقْدِي عَنْيَهَا يَالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ
الْمُؤْمِنِينَ -

٧- وَبَنُو جُشَمٍ، عَلَى رُبْعِهِمْ يَتَعَاقِلُونَ مَعَاqِلَهُمُ الْأُولَى وَ
كُلُّ طَائِفَةٍ تَقْدِي عَنْيَهَا يَالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ
٨- وَبَنُو النُّجَارِ، عَلَى رُبْعِهِمْ يَتَعَاقِلُونَ مَعَاqِلَهُمُ الْأُولَى
وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَقْدِي عَنْيَهَا يَالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ
الْمُؤْمِنِينَ -

٩- وَبَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، عَلَى رُبْعِهِمْ يَتَعَاقِلُونَ مَعَاqِلَهُمُ
الْأُولَى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَقْدِي عَنْيَهَا يَالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ
بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ -

١٠- وَبَنُو النَّبَيْتِ عَلَى رُبْعِهِمْ يَتَعَاقِلُونَ مَعَاqِلَهُمُ الْأُولَى
وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَقْدِي عَنْيَهَا يَالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ
الْمُؤْمِنِينَ -

١١- وَبَنُوا الْأَوَّلِينَ عَلَى رُبْعِهِمْ يَتَعَاقِلُونَ مَعَا قَلَهُمُ الْأَوَّلَى وَ
كُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدَى عَنِهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ
الْمُؤْمِنِينَ -

١٢- وَلَئِنَّ الْمُؤْمِنِينَ لَا يَتْرُكُونَ مَضْرَحًا بَيْنَهُمْ أَنْ يُعْطَوْا
بِالْمَعْرُوفِ فِي فِدَائِهِ أَوْ عَقْلٍ -

١٣ب- وَأَنْ لَا يُخَالِفَ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا دُونَهُ
١٣- وَلَئِنَّ الْمُؤْمِنِينَ الْمُتَّقِينَ أَيْدِيَهُمْ عَلَى كُلِّ مَنْ بَغَى مِنْهُمْ
أَوْ لَبَسَ وَبِشْعَةٍ ظُلِمَ أَفْئِدَتًا، أَوْ عُدُوًّا، أَوْ قَسَادًا
بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَئِنْ أَيْدِيَهُمْ عَلَيْهِ جَمِيعًا وَلَوْ كَانَ وَلَدٌ
أَحَدِهِمْ -

١٤- وَلَا يَقْتُلُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا فِي كَافِرٍ - وَلَا يَنْصُرُ كَافِرًا عَلَى
مُؤْمِنٍ -

١٥- وَلَئِنَّ ذِمَّةَ اللَّهِ وَاحِدَةً يُجْبِرُ عَلَيْهِمْ أَدْنَاهُمْ وَلَئِنَّ
الْمُؤْمِنِينَ بَعْضُهُمْ مَوَالِيٌّ لِبَعْضٍ دُونَ النَّاسِ -
١٦- وَلَئِنَّهُ مَنْ تَبِعْنَا مَنْ يَهْدِيهِمْ فَإِنَّ لَهُ النَّصْرَ وَالْأُسُوءَةَ غَيْرَ
مَظْلُومِينَ وَلَا مُتَنَاصِرِينَ عَلَيْهِمْ -

١٧- وَلَئِنَّ سَلَامَ الْمُؤْمِنِينَ وَاحِدَةً لَا يُسَالِمُ مُؤْمِنٌ دُونَ مُؤْمِنٍ
فِي قِتَالٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا عَلَى سَوَاءٍ وَعَدْلٍ بَيْنَهُمْ -
١٨- وَلَئِنَّ كُلَّ غَازِيَةٍ عَزَتْ مَعَنَا يَعْقِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا
١٩- وَلَئِنَّ الْمُؤْمِنِينَ يُبَيِّتُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ بِمَا نَالُوا
وَمَاءَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ -

٢٠- وَلَئِنَّ الْمُؤْمِنِينَ الْمُتَّقِينَ عَلَى أَحْسَنِ هُدًى وَأَقْوَمِهِ
٢٠ب- وَلَئِنَّهُ لَا يُجِيرُ مُشْرِكٌ مَا لَا لِقَائِي وَلَا نَفْسًا وَلَا يُحُولُ
دُونَهُ عَلَى مُؤْمِنٍ -

٢١- وَلَئِنَّهُ مَنْ إِعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتَلًا عَنْ بَيْتِهِ وَلَئِنَّهُ قَوْدٌ بِهِ
إِلَّا أَنْ يَرْضَى وَلِيُّ الْمَقْتُولِ (بِالْعَقْلِ) وَلَئِنَّ الْمُؤْمِنِينَ

عَلَيْهِ كَافَّةً وَلَا يُحِلُّ لَهُمْ إِلَّا قِيَامُ عَلَيْهِ -

٢٢- وَلَئِنَّهُ لَا يُحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَقْرَبُهَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ وَأَمَنْ
بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَنْصَرَ مُحَمَّدًا أَوْ يُؤْوِيَهُ وَأَنْ مَنْ
نَصَرَهُ أَوَادَاهُ فَإِنَّ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَغَضَبُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ -

٢٣- وَلَكُمْ مِنْهُمْ إِنْ خَلَقْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ مَرَدَّهُ إِلَى
اللهِ وَاللَّهُ مُخْتَصِرٌ عَلَى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٢٤- وَلَئِنْ الْيَهُودُ يَتَّبِعُونَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ مَا دَامُوا مُخَارِبِينَ
٢٥- وَلَئِنْ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ
وَالْمُسْلِمِينَ دِينُهُمْ مَوَالِيَهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ وَلَا مَنْ ظَلَمَ
وَأَرْثَمَ فَإِنَّهُ لَا يُؤْتِيهِ إِلَّا نَفْسَهُ وَأَهْلُ بَيْتِهِ -

٢٦- وَلَئِنْ لِيَهُودَ بَنِي الْحَارِثِ مِثْلَ مَا لِيَهُودَ بَنِي عَوْفٍ
٢٧- وَلَئِنْ لِيَهُودَ بَنِي الْحَارِثِ مِثْلَ مَا لِيَهُودَ بَنِي عَوْفٍ
٢٨- وَلَئِنْ لِيَهُودَ بَنِي سَاعِدَةَ مِثْلَ مَا لِيَهُودَ بَنِي عَوْفٍ
٢٩- وَلَئِنْ لِيَهُودَ بَنِي جُشَمٍ مِثْلَ مَا لِيَهُودَ بَنِي عَوْفٍ
٣٠- وَلَئِنْ لِيَهُودَ بَنِي الْأَدَسِ مِثْلَ مَا لِيَهُودَ بَنِي عَوْفٍ
٣١- وَلَئِنْ لِيَهُودَ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِثْلَ مَا لِيَهُودَ بَنِي عَوْفٍ إِلَّا مَنْ
ظَلَمَ وَأَرْثَمَ - فَإِنَّهُ لَا يُؤْتِيهِ إِلَّا نَفْسَهُ وَأَهْلُ بَيْتِهِ

٣٢- وَلَئِنْ جَفَنَ بَطْنٌ مِنْ ثَعْلَبَةَ كَأَنْفُسِهِمْ
٣٣- وَلَئِنْ لِيَبْنِي الشَّطِيبَةِ مِثْلَ مَا لِيَهُودَ بَنِي عَوْفٍ وَلَئِنْ
الْبَرْدُونَ إِلَّا لَكُمْ -

٣٤- وَلَئِنْ مَوَالِي ثَعْلَبَةَ كَأَنْفُسِهِمْ
٣٥- وَلَئِنْ بَطْنَانَهُ يَهُودٍ كَأَنْفُسِهِمْ
٣٦- وَلَئِنَّهُ لَا يُخْرِجُ مِنْهُمْ أَحَدًا إِلَّا بِإِذْنِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

ب- وَلَئِنَّهُ لَا يَنْحَازُ عَلَى ثَأْرِ جُرْحٍ وَلَئِنَّهُ مَنْ فَتَكَ فَبَنْفَسِهِ

- وَأَهْلُ بَيْتِهِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَإِنِ اتَّخَذَ اللَّهُ عَلَىٰ آبَرِ هَذَا -
- ٣٤ - وَإِنِ اتَّخَذَ اللَّهُ عَلَىٰ الْيَهُودِ نَفَقَةً هُمْ وَعَلَى الْمُسْلِمِينَ نَفَقَةً هُمْ وَإِنِ
بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلَى مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ وَإِنِ
بَيْنَهُمُ النَّصْرَ وَالنَّصِيحَةَ وَالْيَرَدُونَ إِلَّا تَمَّ -
- ٣٥ ب - وَلَئِنَّهُ لَا يَأْتِيكُمْ أَمْرٌ بِحَلِيفَةٍ وَإِنِ النَّصْرَ لِلْمَظْلُومِ -
- ٣٦ - وَإِنِ اتَّخَذَ اللَّهُ عَلَى الْيَهُودِ يَنْفَقُونَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ مَا دَامُوا مُخَارِبِينَ -
- ٣٧ - وَإِنِ يَثْرَبَ حَرَامُ جَوْفِهَا لِأَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ -
- ٣٨ - وَإِنِ اتَّخَذَ اللَّهُ عَلَى النَّفْسِ غَيْرَ مُضَارٍ وَلَا أَثِمٍ -
- ٣٩ - وَلَئِنَّهُ لَا تُجَارُ حُرْمَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ أَهْلِهَا -
- ٤٠ - وَلَئِنَّهُ مَا كَانَ بَيْنَ أَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ مِنْ حَدِيثٍ أَوْ
إِسْتِجَارٍ يُخَافُ فُسَادَهُ فَإِنَّ مَرَدَّهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى مُحَمَّدٍ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَإِنِ اتَّخَذَ اللَّهُ عَلَى النَّفْسِ
فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ وَابَرَهُ -
- ٤١ - وَلَئِنَّهُ لَا تُجَارُ قُرَيْشٌ وَلَا مَنْ نَصَرَهَا -
- ٤٢ - وَإِنِ اتَّخَذَ اللَّهُ عَلَى النَّصْرَ عَلَى مَنْ دَهَمَ يَثْرَبُ -
- ٤٣ - وَإِذَا دُعُوا إِلَى صُلْحٍ يُصَالِحُونَهُ وَيَلْبَسُونَهُ فَإِنَّهُمْ
يُصَالِحُونَهُ وَيَلْبَسُونَهُ وَإِنَّهُمْ إِذَا دُعُوا إِلَى مِثْلِ ذَلِكَ
فَإِنَّ لَهُمْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِلَّا مَنْ حَارَبَ فِي الدِّينِ -
- ٤٤ ب - وَعَلَى كُلِّ نَاسٍ حِصَّةٌ هُمْ مِنْ جَانِبِهِمُ الَّذِي قَبْلَهُمْ
- ٤٥ - وَإِنِ اتَّخَذَ اللَّهُ عَلَى الْيَهُودِ الْآدِينَ مَوَالِيَهُمْ وَأَنْفُسَهُمْ عَلَى مِثْلِ مَا لِأَهْلِ
هَذِهِ الصَّحِيفَةِ مَعَ الْبِرِّ الْمُحْضِ مِنْ أَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ
وَإِنِ الْيَرَدُونَ إِلَّا تَمَّ وَلَا يَكْسِبُ كَاسِبٌ إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ
وَإِنِ اتَّخَذَ اللَّهُ عَلَى أَصْدَقِ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ وَابَرَهُ
- ٤٦ - وَلَئِنَّهُ لَا يَمُوتُ هَذَا الْكِتَابُ دُونَ ظَالِمٍ أَوْ أَثِمٍ وَلَئِنَّهُ مَنْ
خَرَجَ أَمِنٌ وَمَنْ قَعَدَ أَمِنٌ بِالْمَدِينَةِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَأَثِمَ
وَإِنِ اتَّخَذَ اللَّهُ جَارًا لِمَنْ بَرَّ وَاتَّقَى وَحَمَّدَ رَسُولُ اللَّهِ (صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) الوثائق الیاسیہ، ص ۲۲۵۹

اس منشور کے تراجم مختلف مصنفین اور ماہرین نے کئے ہیں۔ مجھے ان سب میں سے وہ ترجمہ زیادہ پسند ہے جو ڈاکٹر فدا احمد صاحب کراچی یونیورسٹی نے کیا ہے اس لئے اس منشور کا وہی ترجمہ ہیہ ناظرین ہے۔ جو ان کے تحقیقی مقالہ ”عمد نبوی میں ریاست کا نشو و نما“ میں درج ہے۔ اور نقوش کے رسول نمبر جلد پانچ میں شائع ہوا ہے۔
ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا منشور کو سمجھنے کے لئے اور آئندہ حوالوں میں آسانی کے لئے مناسب یہ ہے کہ مندرجہ بالا دستاویز کا مطلب حسب سابق قوسین میں دینے کے بجائے دفعات کی صورت میں لکھا جائے چنانچہ اسے ہم یوں ترتیب دے سکتے ہیں۔

۱۔ یہ تحریری دستاویز ہے اللہ کے نبی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی قریش، یثرب کے اہل ایمان اور ان لوگوں کے باب میں جو ان کے اتباع میں ان کے ساتھ شامل ہوں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

۲۔ یہ (تمام گروہ) دنیا کے (دوسرے) لوگوں سے ممتاز و متمیز ایک علیحدہ (سیاسی) وحدت متصور ہوں گے۔

۳۔ مہاجرین جو قریش میں سے ہیں علیٰ حالہ دیتوں اور خون بہا وغیرہ کے معاملات میں اپنے قبیلہ کے طے شدہ رواج پر عمل کریں گے اپنے قیدیوں کو مناسب فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں گے۔

۴۔ اور بنو عوف بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا وغیرہ کا طریقہ ان میں حسب سابق قائم رہے گا ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۵۔ اور بنو حذافہ بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے۔ اور خون بہا کا طریقہ ان میں حسب دستور سابق رہے گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۶۔ اور بنو ساعدہ بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے۔ اور خون بہا کا طریقہ ان میں حسب دستور سابق رہے گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے

ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۷۔ اور بنو جثم، اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۸۔ اور بنو نجار اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور حسب دستور سابق اپنا خون بہا مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۹۔ اور بنو عمرو بن عوف، اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا وغیرہ کا طریقہ ان میں حسب سابق جاری رہے گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۱۰۔ اور بنو النبیس، اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا حسب سابق مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۱۱۔ بنو الاوس، اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا وغیرہ کا طریقہ ان میں حسب سابق قائم رہے گا ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۱۲۔ اور اہل ایمان اپنے کسی زیر بد قرض دار کو بے یار و مدد گار نہیں چھوڑیں گے بلکہ قاعدہ کے مطابق فدیہ دیت اور تاوان ادا کرنے میں اس کی مدد کریں گے۔

۱۲ب۔ اور کسی مومن کے آزاد کردہ غلام کو کوئی مومن حلیف نہ بنائے گا۔

۱۳۔ اور یہ کہ تمام تقویٰ شعار مومنین، متحد ہو کر ہر اس شخص کی مخالفت کریں گے جو سرکشی کرے ظلم، گناہ اور تعدی کے جسکندوں سے کام لے۔ اور ایمان والوں کے درمیان فساد پھیلانے ایسے شخص کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے اگرچہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹائی کیوں نہ ہو۔

۱۴۔ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو کافر کے عوض قتل نہیں کرے گا اور نہ مومن کے خلاف وہ کسی کافر کی مدد کرے گا۔

۱۵۔ اور اللہ کا زمہ (اور پناہ سب کے لئے یکساں) ایک ہے ادنیٰ ترین مسلمان بھی

کافر کو پناہ دے سکتا ہے اہل ایمان دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں باہم بھائی بھائی اور مددگار و کار ساز ہیں۔

۱۶۔ یہودیوں میں سے جو بھی ہمارا اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی اور ان یہود پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد کی جائے گی۔

۱۷۔ تمام اہل ایمان کی صلح یکساں اور برابر کی حیثیت رکھتی ہے کوئی مومن قتل فی سبیل اللہ میں دوسرے مومن کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا اور اسے مسلمانوں کے درمیان عدل و مساوات کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

۱۸۔ جو لشکر ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہو گا اس کے افراد آپس میں باری باری ایک دوسرے کی جانشینی کریں گے۔

۱۹۔ اہل ایمان، کفار سے انتقام لینے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۲۰۔ تمام تقویٰ شعار مسلمان، اسلام کے احسن اور اقوم طریق پر ملت قدم رہیں گے۔
۲۰ب۔ اور مدینہ کا کوئی مشرک (غیر مسلم اقلیت) قریش کے کسی شخص کو مالی یا جانی کسی طرح کا پناہ نہ دے گا اور نہ مسلمان کے مقابلہ پر اس (قریشی) کی حمایت و مدد کرے گا۔

۲۱۔ اور جو شخص ناحق کسی مومن کا خون کرے گا اسے مقتول کے عوض بطور قصاص قتل کیا جائے گا۔ الا یہ کہ اس مقتول کا ولی اس کے عوض خون بہا لینے پر رضامند ہو جائے اور تمام اہل ایمان قاتل کے خلاف رہیں گے۔

۲۲۔ کسی ایمان والے کے لئے جو اس دستور العمل کے مندرجات کی تعمیل کا اقرار کر چکا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ ہر گز جائز نہ ہو گا کہ وہ کوئی نئی بات نکال کر فتنہ انگیزی کے ذمہ دار کی حمایت کرے۔ یا اسے پناہ دے۔ جو ایسے کسی (مجرم) کی حمایت و نصرت کرے گا یا اسے پناہ دے گا۔ تو وہ قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا مستوجب ٹھہرے گا اور جہاں اس کی نہ تو توبہ قبول کی جائے گی نہ (عذاب کے بدلہ) کوئی فدیہ لیا جائے گا۔
۲۳۔ جب تم مسلمانوں میں کسی قسم کا تنازعہ ہو گا تو اسے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

۲۴۔ اور یہ کہ جب تک جنگ رہے یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ مل کر مصارف اٹھائیں گے۔

۲۵۔ اور یہودی بنی عوف، اور ان کے اپنے حلقاء و موالی، سب مل کر مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت (فریق) متصور ہوں گے یہودی اپنے دین پر (رہنے کے مجاز) ہوں گے اور مومن اپنے دین پر کلمہ بند رہیں گے۔ البتہ جس نے ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کیا تو وہ محض اپنے آپ کو اور اپنے گھروالوں کو مصیبت میں ڈالے گا۔

۲۶۔ اور بنی نجر کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ مراعات ہیں جو بنی عوف کے یہودیوں کے لئے ہیں۔

۲۷۔ اور بنی حارث کے یہودیوں کے لئے بھی کچھ ہے جو بنی عوف کے یہودیوں کے لئے ہے۔

۲۸۔ اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو بنی عوف کے یہودیوں کے لئے ہے۔

۲۹۔ بنی جشم کے یہودیوں کے لئے بھی وہی ہے جو یہودی بنی عوف کے لئے ہے۔

۳۰۔ بنی الاوس کے یہودیوں کے لئے بھی کچھ ہے جو یہودی بنی عوف کے لئے ہے۔

۳۱۔ بنی ثعلبہ کے یہودیوں کے لئے بھی کچھ ہے جو یہودی بنی عوف کے لئے ہے۔ البتہ جو ظلم اور عہد شکنی کا مرتکب ہو تو خود اس کی ذات اور اس کے گھرانے کے سوا کوئی دوسرا مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

۳۲۔ اور جفنه (جو قبیلہ) ثعلبہ کی شاخ ہے اسے بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو حاصل ہیں۔

۳۳۔ اور بنی الشطیبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو یہودی بنی عوف کے لئے ہیں۔

اور ہر ایک پر اس دستاویز کی وفا شعاری لازم ہے نہ کہ عہد شکنی۔

۳۴۔ اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کے لئے ہیں۔

۳۵۔ اور یہودی قبائل کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کے ہیں۔
 ۳۶۔ اور یہ کہ ان قبائل میں سے کوئی فرد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نہیں نکلے گا۔

۳۶ب۔ اور کسی ماریاز خیم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور ان میں جو فرد یا جماعت قتل ناحق اور خونریزی کا ارتکاب کرے تو اس کا وبال اور ذمہ داری اس کی ذات اور اس کے اہل و عیال پر ہوگی۔ ورنہ ظلم ہو گا اور اللہ اس کے ساتھ ہے جو اس سے بری الذمہ ہے۔

۳۷۔ اور یہودیوں پر ان کے مصارف کا بدلہ ہو گا اور مسلمانوں پر ان کے مصارف کا۔
 ۳۷ب۔ اور اس صحیفہ والوں کے خلاف جو بھی جنگ کرے گا تو تمام فریق (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ نیز خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے اور ان کا شیوہ و قیاداری ہو گا نہ کہ عہد شکنی اور ہر مظلوم کی بہر حال حمایت و مدد کی جائے گی۔

۳۸۔ اور یہ کہ جب تک جنگ رہے۔ یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ مل کر مصارف اٹھائیں گے۔

۳۹۔ اور اس صحیفہ والوں کے لئے حدود یثرب (مدینہ) کا داخلی علاقہ (جوف) حرم کی حیثیت رکھے گا۔

۴۰۔ پناہ گزین، پناہ دہندہ کی مانند ہے نہ کوئی اس کو ضرر پہنچائے گا اور نہ وہ خود عہد شکنی کر کے گناہ گار بنے۔

۴۱۔ اور کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۴۲۔ اور اس صحیفہ کے ماننے والوں میں اگر کوئی نئی بات پیدا ہو (جس کا ذکر اس دستاویز میں نہیں) یا کوئی اور جھگڑا جس سے کسی نقصان اور فساد کا اندیشہ ہو تو اس متنازعہ فیہ امر میں فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ اور اللہ کی تائید اس شخص کے ساتھ ہے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وقار شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

۴۳۔ اور قریش (مکہ) اور اس کے حامیوں کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی۔

۴۴۔ اور یثرب (مدینہ) پر جو بھی حملہ آور ہو تو اس کے مقابلہ میں یہ سب (یہودی

اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۳۵۔ ان مسلمانوں میں جو اپنے حلیف کے ساتھ صلح کرنے کے لئے یہود کو دعوت دے تو یہود اس سے صلح کر لیں گے۔ اسی طرح اگر وہ (یہود) کسی ایسی صلح کی دعوت دیں تو مومنین بھی اس دعوت کو قبول کر لیں گے۔ الا یہ کہ کوئی دین و مذہب کے لئے جنگ کرے۔

۳۵۔ اور تمام لوگ (فریق) اپنی اپنی جانب کے علاقہ کی مدافعت کے ذمہ دار ہوں گے۔

۳۶۔ اور قبیلہ اوس کے یہود کو، خواہ موالی ہوں یا اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس تحریر کے ماننے والوں کو حاصل ہیں۔ اور وہ بھی اس صحیفہ والوں کے ساتھ خالص و فاشعلری کا برتاؤ کریں۔ نیز قرار داد کی پابندی کی جائے گی۔ نہ کہ عہد شکنی۔ ہر کام کرنے والا اپنے عمل کا ذمہ دار ہو گا۔ زیادتی کرنے والا اپنے نفس پر زیادتی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صداقت اور فاشعلری کے ساتھ تعمیل کرے۔

۳۷۔ یہ نوشتہ، کسی ظالم یا مجرم (کو اس کے جرم کے عواقب سے بچانے کے لئے) آڑے نہ آئے گا۔ جو جنگ کے لئے نکلے (کسی اور جگہ نقل مکانی کرے) وہ بھی اور جو گھر (مدینہ) میں بیٹھا ہے (سکونت رکھے) وہ بھی امن کا حقدار ہو گا۔ اس پر کوئی مواخذہ نہیں البتہ اس سے صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے جو ظلم یا جرم کے مرتکب ہوں اور جو اس نوشتہ کی و فاشعلری اور احتیاط سے تعمیل کرے گا۔ تو اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے نگہبان اور خیر اندیش ہیں۔

مندرجہ بالا تحریر کے بارے میں چند امور غور طلب ہیں۔

۱۔ کیا یہ دستاویز مدینہ میں بسنے والے مختلف عناصر کے درمیان ایک معاہدہ تھا جو تمام فریقوں کے درمیان اتفاق رائے سے طے پایا یا یہ ایک آئین اور دستور تھا جسے ریاست مدینہ کے مقتدر اعلیٰ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نافذ فرمایا اور مدینہ کے تمام قبائل اور افراد پر اس کی پابندی لازمی تھی اور جو فرد یا قبیلہ اس کے خلاف بغاوت کرے گا وہ ریاست مدینہ کی شہریت کے حقوق سے محروم کر دیا جائے گا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے جب اس دستاویز پر بحث کی ہے تو اس کا عنوان ”دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور“ تجویز کیا اور اس رائے کو ترجیح دی کہ یہ دستاویز معاہدہ نہیں بلکہ مدنی ریاست کا دستور ہے جس کی پابندی اس کے ہر

شری پر لازم تھی۔

اس دستاویز کے پہلے جملہ پر ہی نظر ڈالی جائے تو یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے کہ یہ چند جماعتوں میں طے پانے والا معاہدہ نہیں۔ بلکہ قوت حاکمہ کی طرف سے جاری کردہ فرمان ہے جس کی پابندی ہر شخص پر طوعاً و کرہاً لازم ہے۔

اس کا پہلا جملہ ہے۔ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ“ اس جملہ پر غور کرنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ وہ فرمان ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول اور ریاست مدینہ کے حاکم اعلیٰ نے جاری کیا ہے۔ نیز اس کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مدینہ کے تمام باشندوں اور تمام جماعتوں پر یکساں طور پر عائد ہوتا ہے۔ مہاجرین، انصار، مشرکین، یہود وغیرہ سب اس کے پابند ہیں اپنی مرضی سے کوئی اس سے اپنے آپ کو مستثنیٰ نہیں کر سکتا۔

لیکن اگر اسے معاہدہ ہی کہا جائے تب بھی معاہدہ میں شرکت کرنے والے افراد اور جماعتوں پر اس کی ہر شق کی پابندی لازم ہے۔ اگر کوئی اس طے شدہ معاہدہ سے اپنے آپ کو لا تعلق کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کا مجاز ہے۔ لیکن اس پر ضروری ہے کہ وہ علی الاعلان اس معاہدہ سے قطع تعلق کرے اس معاہدہ کا فریق رہتے ہوئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے۔ اور اگر کرے گا تو اسے عہد شکنی اور غداری کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

یہودی قبائل کے خلاف جو اقدامات کئے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مدینہ کی ریاست کے دستور کی خلاف ورزی کی تھی یا انہوں نے اس معاہدہ کا فریق بننے کے باوجود کفار مکہ کے ساتھ خفیہ طور پر مسلمانوں کے خلاف سازش کی تھی۔ یا وہ دستور کی متعلقہ دفعات کے خلاف بغاوت کرنے کے مجرم قرار پائے یا معاہدہ شکنی کے مرتکب ہوئے۔ اور حالات کے مطابق رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو سلوک ان کے ساتھ روار کھا وہ اس کے مستحق تھے۔ جس کی تفصیلات اپنے اپنے مقام پر پیش کی جائیں گی۔

۲۔ اس دستاویز کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے کا حکم ہے۔ اور اگر کوئی اختلاف معاہدہ کے شرکاء میں رونما ہو جائے تو اس کے حل کا یہ طریقہ طے پایا ہے کہ اس متنازعہ معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا اور سرور عالم کا فیصلہ حتمی اور قطعی ہو گا۔ نیز اس میں ثواب و عقاب کا بھی ذکر موجود ہے کہ تمام عوامل اسے ایک ایسا دستور قرار دیتے

ہیں جو سرتاپا اسلامی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔

۳۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ ساری دستاویز از اول تا آخر ایک دفعہ ہی ضبط تحریر میں لائی گئی اور تافذ کی گئی یا مختلف اوقات میں یہ امور طے کئے گئے اور پھر ان کو یکجا کر دیا گیا۔

سیرت نبوی کے قدیم و جدید جتنے مراجع ہیں ان کے مطالعہ سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ساری دستاویز ابجری میں بیک وقت مرتب کی گئی۔ اور اس کا نفاذ عمل میں آیا لیکن عہد حاضر کے بعض محققین کی یہ رائے ہے۔ کہ اس دستاویز کا پہلا حصہ جو تین دفعات پر مشتمل ہے جس میں مہاجر و انصار اور ان کے متبعین کو مخاطب کیا گیا ہے یہ ابجری میں ضبط تحریر میں لایا گیا۔ اور وہ دفعات جن کا تعلق یہود و غیرہ سے ہے وہ غزوہ بدر کے بعد تحریر کی گئیں۔

یہ حضرات اپنی رائے کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہود کے سارے قبائل علمی لحاظ سے معاشی اعتبار سے اور اپنے اثر و رسوخ کے باعث بڑے منظم اور طاقتور تھے یہ بات قرن قیاس نہیں کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان اسلامی بھائی چارہ قائم کرنے سے مسلمان اتنے طاقتور ہو گئے ہوں کہ یہود جیسی منظم اور مالدار قوم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تافذ کردہ آئین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گئی ہو۔

لیکن جب بدر کے میدان میں کفر و اسلام کی پہلی جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے اپنی تعداد کی قلت اور سلمان جنگ کے فائدہ ان کے باوجود دشمن کو شکست فاش دی ان کے ستر ہمارہ تہ تیغ ہوئے اور ستر کو جنگی قیدی بنا کر زنجیروں میں جکڑ کر مدینہ لایا گیا تو اسلام کے اس غیر متوقع غلبہ نے یہودیوں کی کمر توڑ دی اور اسلام کے بدلے میں جن خوش فہمیوں میں وہ مبتلا تھے وہ دور ہو گئیں۔ اب انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ بدر کے میدان میں فتح مبین کے ساتھ ساتھ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد و نواح میں آباد قبیلوں، بنو ضمرہ، جہنہ وغیرہ سے بھی دوستی کے معاہدے کر کے اپنے آپ کو بے حد مستحکم اور مضبوط بنالیا تھا۔ ان حالات نے یہودیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کر کے اس دستور کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ اس طرح اور ان حالات میں اس دستاویز کا دوسرا حصہ ترتیب دیا گیا جس میں یہودیوں اور عیسائیوں کے باہمی تعلقات کے بدلے میں تصریحات بیان کی گئیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ اور پروفیسر ٹھٹھری واٹ نے اس رائے کو ترجیح دی ہے۔ لیکن مسلم مؤرخین اور ارباب سیر کی روایات اس کی تائید نہیں کرتیں۔ نیز اگر یہودی قبائل حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ساتھ کسی معاہدہ میں شریک نہیں تھے تو غزوہ بدر کے زمانہ میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں کی تھیں ان کی بنا پر انہیں عہد شکن نہیں کہا جائے گا۔ جب کوئی معاہدہ طے ہی نہیں پایا تھا تو اس کی خلاف ورزی کا کیا معنی۔ اور اگر کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی تھی تو بنو قینقاع کو سزا کس جرم کی دی گئی اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ دستلوڑ غزوہ بدر سے کافی عرصہ پہلے مرتب ہو چکی تھی۔ پھر بنو قینقاع نے کفار کے ساتھ ساز باز کی ان کو حملہ کرنے پر رانگیختہ کیا اور اسی کی سزا انہیں بھگتنی پڑی۔

۴۔ اس دستاویز کا وہ حصہ جس میں یہود کے بارے میں متعدد دفعات ہیں۔ ان میں اگرچہ شہری حقوق و فرائض کی تشریح کر دی گئی ہے جو مدینہ میں بسنے والے تمام باشندوں کو حاصل تھے لیکن بہت سی ایسی دفعات بھی ہیں جن میں جنگی اور دفاعی معاملات کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے ان دفعات کا خلاصہ یہ تھا کہ یہود اپنے مذہبی عقائد پر برقرار رہیں گے ان کی عبادات اور رسم و رواج میں قطعاً کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ ان کی تمدنی، سیاسی ہیئتوں کو تحفظ میسر رہے گا البتہ ایک فریق پر اگر کوئی حملہ کرے گا تو دونوں فریق مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ ہر فریق اپنے جنگی اخراجات خود برداشت کرے گا۔ **لِلْهُودِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ** اس منشور میں یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ مدینہ کے کسی شہری کے لئے جائز نہیں کہ وہ قریش کی امداد و اعانت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے داخلی امن و امان کو برقرار رکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ کفار مکہ کے متوقع حملوں کے وقت دفاع کا بھی پورا اہتمام فرمایا۔ اس منشور کی متعدد دفعات کے ذریعہ اہل یثرب کے لئے یہ ممنوع قرار دے دیا کہ وہ قریش کے حلیف بنیں یا ان سے دوستانہ روابط قائم کریں بلکہ قریش کو حملہ لٹل یثرب کے مشترکہ دشمن کی حیثیت دے دی گئی کوئی شخص کسی کافر قریشی کو کسی قسم کی پناہ دینے کا مجاز نہ تھا اور نہ اس کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار بن سکتا تھا۔

۵۔ اس منشور کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نہ تو کسی شخص اور قبیلہ کے کسی حق کو غصب کیا گیا ہے اور نہ کسی پر مذہبی عقیدہ میں کوئی جبر کیا گیا ہے۔ نہ ان کے معاشرہ میں رواج پذیر رسوم و رواج کو چھیڑا گیا ہے اور نہ ان کے نجی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت بے جا کی گئی ہے۔ مدینہ کے لوگ جو مدت دراز سے جنگ کی بھٹی میں جل رہے تھے ان کو باہمی امن و صلح کی ضمانت دی جا رہی ہے۔ اسی لئے تمام اہل یثرب نے، قبائلی اور مذہبی اختلافات کے باوجود اس منشور کو صدق دل سے قبول کر لیا۔

عرب کے جاہلی معاشرہ میں یہ اتنا تعجب انگیز انقلاب تھا جسے ہیل (HELL) سیاست نبوی کا اعجاز قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

“Hitherto the individual Arab had no other protection than that of his family or that of his patron. Muhammad rid himself, at one stroke, of the old Arab conception which had kept the Mekkans themselves back from adopting a drastic policy of suppression & repression against him. And with it he dissolved the old ties, broke down old barriers; and placed every Muslim under the protection of the entire community of the faithful.”

”ایک عرب باشندہ کو پہلے اپنے خاندان یا سرپرست کے علاوہ کسی اور کی پناہ یا تحفظ حاصل نہ تھا۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیک جنبش اپنے آپ کو اس دائرہ سے نکال لیا۔ اور اس قدیم جاہلی تصور سے بھی نجات پالی۔ جس کے زیر اثر اہل مکہ ان کے خلاف جبر و تشدد کی انتہائی پالیسی اختیار کرنے سے ہچکچاتے رہے۔ اور اس طرح انہوں نے پرانے رشتوں کو معطل کر دیا، قدیم خلیجوں کو پاٹ دیا اور ہر مسلمان کو پوری امت مسلمہ کا اجتماعی تحفظ عطا کیا۔“

اس منشور سے پہلے عرب حد درجہ انفرادیت کا شکار تھے وہ نہ کسی قانون کے پابند تھے اور نہ کسی قوت حاکمہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے عادی تھے۔ ان میں سے اگر کوئی قتل ہو جاتا تو اس کا انتقام لینا ان کی اپنی قوت بازو پر منحصر تھا۔ وہ اپنی حق تلفی کا دوا اپنے زور سے کیا کرتے تھے۔ وہاں کوئی ایسی اجتماعی قوت نہیں تھی جو ان کے جان و مال اور عزت کی حفاظت کی ضمانت دے۔ لیکن اس منشور میں ان ساری انفرادیتوں کو زندہ درگور کر دیا گیا۔ اور اس نئے معاشرہ میں ایک ایسی مرکزی قیادت قائم کر دی۔ جس کی طرف وہ ہر موقع پر رجوع کر سکتے تھے جب ان کی جان و مال اور آبرو پر کوئی دست درازی کرتا۔ وہ اصول انفرادیت، جو اسلام سے قبل عرب کی معاشرت کا طرہ امتیاز تھا اسے اس نوشتہ کے ذریعہ اجتماعیت سے بدل

دیا گیا۔ یوں طوائف الملوکی کا بھی خاتمہ ہو گیا اور نسلی اور مذہبی لحاظ سے منتشر افراد ایک لڑی میں پرو دیئے گئے۔ تمام مرکز گریز قوتیں ایک گُل میں ضم ہو گئیں۔ اور تمام باشندوں کو یکساں حقوق میسر آ گئے۔ علامہ ڈاکٹر حمید اللہ اس صورت حال کے بارے میں ایک جامع تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایک چھوٹی سی بستی کو جو ہیں ایک محلوں پر مشتمل تھی۔ شہری مملکت کی صورت میں منظم کیا گیا اور اس کی قلیل لیکن بو قلموں اور کثیر الاجناس آبادی کو ایک لچک دار اور قابل عمل دستور کے ماتحت ایک مرکز پر متحد کیا گیا۔ اور ان کے تعاون سے شہر مدینہ میں ایک ایسا سیاسی نظام قائم کر کے چلایا گیا جو بعد میں ایشیا، یورپ، افریقہ کے تین براعظموں پر پھیلی ہوئی ایک وسیع اور زبردست شہنشاہیت کا بلا کسی دقت کے صدر مقام بھی بن گیا۔ (۱)

اور وِل ہاُزن لکھتا ہے (Well-Hausen)

“The first Arabic community with sovereign power was established by Muhammad (peace be upon him) in the city of Madina, not on the bases of blood which naturally tends to diversity, but upon that of religion binding on all.”

”مکمل حاکمانہ اختیارات کے ساتھ پہلا عربی معاشرہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں شہر مدینہ میں قائم ہوا لیکن خون کی بنیاد پر نہیں جو لامحالہ اختلافات کو جنم دیتا ہے بلکہ دین کی بنیاد پر۔ جس کا اطلاق ہر فرد پر یکساں طور پر ہوتا ہے۔“ (۲)

منشور مدینہ پر نکلنے کا تبصرہ یہ ہے۔

“Ostensibly a cautions & tactful reform, it was in reality a revolution. Muhammad

۱۔ عہد نبوی میں نظام حکمرانی، صفحہ ۹۹ از ڈاکٹر حمید اللہ

(peace be upon him) durst not only strike openly on the independence of the tribes, but he destroyed it, in effect, by shifting the centre of power from the tribe to the community; and although the community included fews pagans as well as Muslim, he fully recognised, what his opponent facted to foresee, that the Moslems were active, and must soon be the predominant, partners in the newly founded state."

”میدن طور پر ایک محتاط اور ماہرانہ اصلاح بلکہ در حقیقت ایک انقلاب تھا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبائل کی خود مختاری پر نہ صرف یہ کہ کھلم کھلا ضرب لگائی بلکہ اسے ختم کر دیا۔ اور انجام کار مرکز قوت قبیلہ سے معاشرہ کو منتقل کر دیا۔ معاشرہ میں اگرچہ مسلمان، یہود اور مشرک بھی شامل تھے اور وہ اسے اچھی طرح جانتے تھے اور جسے ان کے دشمن نہ دیکھ سکے مگر ان کی نگاہ دور رس نے دیکھ لیا تھا کہ نئی بننے والی ریاست میں مسلمان ہی نہ صرف فعال بلکہ اس کا غالب حصہ ہوں گے۔“ (۱)

مستشرقین کا ایک شبہ

بعض مستشرقین نے یہ لکھا ہے کہ ہجرت کے بعد ابتدائی سالوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مدینہ میں حاکمانہ اقتدار میسر نہ تھا بلکہ دیگر قبائلی سرداروں کی طرح حضور کی قوت و اختیار بھی ایک قبیلہ کے سردار کی حد تک محدود تھا لیکن یہ شبہ بے معنی ہے۔ کیونکہ جب عتبہ ثانیہ میں ستر سے زائد اہل یثرب نے حضور کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا اور اس کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت جن امور پر انہوں نے بیعت کی وہ عبارت پڑھنے سے اس شبہ کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ موفقی الدین ابن قدامہ کے حوالہ سے مندرجہ ذیل روایت نقل کرتے ہیں۔

ثَبَاتًا يَعُونِي عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي النَّشَاطِ وَالْكُسَلِ وَعَلَى
النَّفَقَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَعَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَعَلَى أَنْ تَقُولُوا فِي اللَّهِ لَا تَأْخُذْكُمْ كُومَةٌ لَا شَيْءَ وَ
عَلَى أَنْ تَنْصُرُونِي إِذَا قَدِمْتُ عَلَيْكُمْ وَتَمْنَعُونِي مِمَّا تَمْنَعُونَ
مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ وَأَزْوَاجَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ وَلَكُمْ الْجَنَّةُ۔

”ان بیعت کرنے والوں کو حضور نے فرمایا۔

تم اس بات کی میرے ساتھ بیعت کرو کہ ہر حالت میں میرا ہر فرمان سنو گے
اور اس کو بجالاؤ گے۔ اور بھگتی و خوش حالی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرو
گے۔ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دو گے اور بری باتوں سے روکو گے۔ اور
اللہ کی رضا کے لئے حق کہو گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا
تمہیں اندیشہ نہ ہو گا۔ نیز جب میں تمہارے پاس آؤں تو تم میری مدد
کرو گے اور حملہ آور دشمن سے جس طرح تم اپنی جانوں کی اپنی ازدواج کی
اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح میری بھی حفاظت کرو گے اس
کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔“ (۱)

اس روایت سے واضح ہو گیا کہ حضور کا مدینہ تشریف لانا، ایک حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے تھا۔
جس کے ہر فرمان کی بجا آوری، ہر اس شخص پر لازمی تھی جو اس و خزانج سے متعلق تھا۔ نیز اس
دستویر میں بھی متعدد مقامات پر اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر اہل یشرب میں کسی قسم
کا کوئی نزاع پیدا ہو گا۔ تو اس کے حل کے لئے وہ بارگاہ نبوت سے رجوع کریں گے اور جو فیصلہ
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں گے وہ حتمی اور آخری ہو گا اور ہر شخص پر اس فیصلہ کی
پابندی لازمی ہوگی۔

اس میں مدینہ طیبہ کے سارے باشندے شامل تھے مسلمان، یہودی، مشرکین کوئی بھی
مستثنیٰ نہ تھا اس سے بڑھ کر حاکمانہ اقتدار کس کو کہتے ہیں۔

ان تصریحات کے بعد یہ خیال کرنا کہ مدنی زندگی کے ابتدائی سالوں میں حضور کو اقتدار اعلیٰ
حاصل نہ تھا حد درجہ کی کوتاہ فہمی ہے۔

حضرت ابو امامہ، اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی وفات

حضرت ابو امامہ کے کچھ حالات پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔ اہل یثرب، مکہ مکرمہ میں تین بار حاضر خدمت اقدس ہوئے حضور کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی اور عقبہ ثلاثہ کے موقع پر حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ تشریف لانے کی دعوت دی ابو امامہ کو تینوں عقبات میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ عقبہ ثانیہ کے موقع پر بیعت کرنے کی سعادت سب سے پہلے انہیں میسر آئی آپ اس وقت جوان تھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے لئے بارہ نقیب مقرر فرمائے ان میں سے ایک آپ تھے۔ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یثرب آمد سے پہلے مسلمانوں کو ”نَقِيبُ الْمَدِينَةِ“ کے مقام پر نماز جمعہ پڑھایا کرتے تھے مسجد نبوی ابھی تعمیر ہو رہی تھی کہ آپ بیمار ہو گئے۔ آپ کے گلے میں کوئی پھوڑا نکلا جس سے جاہل نہ ہو سکے آپ قبیلہ بنی نجلہ کے نقیب تھے ان کی وفات کے بعد بنو نجلہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے لئے کوئی دوسرا نقیب مقرر فرمائیے۔ حضور نے فرمایا۔

أَنْتُمْ أَخَوَاتِي وَأَنَا بِمَا فِيكُمْ وَأَنَا لِنَقِيبِكُمْ۔

”تم میرے نھال ہو۔ میں تمہارے معاملات میں شریک ہوں اور میں خود تمہارا نقیب ہوں۔“

اس میں حکمت یہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان میں کسی کو مختص نہیں کرنا چاہتے تھے تاکہ باہمی منافست نہ پیدا ہو۔ حضور کے اس ارشاد کو کہ ”میں خود تمہارا نقیب ہوں“ وہ اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے اور اس پر ناز کیا کرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے نقیب ہیں۔ حضور کی مدینہ طیبہ میں آمد کے بعد حضرت اسعد بن زرارہ سب سے پہلے مسلمان تھے جنہوں نے وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱)

حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کی وفات

حضرت کلثوم، بنی اوس قبیلہ کے فرد تھے سرور عالم کے مدینہ آنے سے پہلے وہ اسلام لائے تھے قبائیں حضور نے سب سے پہلے ان کے مکان پر قیام فرمایا۔ رات کو ان کے گھر قیام ہوتا اور دن کے وقت حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے کشادہ مکان میں نشست فرماہوتے تھے تاکہ ملاقات کرنے والوں کو آسانی ہو۔ آپ عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔ کہ حضرت کلثوم نے پہلے وفات پائی ان کے بعد ابوالمہ اسعد بن زرارہ نے رحلت فرمائی۔ رضی اللہ عنہما (۱)

پہلے مولود مسعود حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

یہودیوں نے مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے روز اول سے ہی مختلف حربے استعمال کرنے شروع کر دیئے تھے۔ ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ انہوں نے یہ پروپیگنڈہ بڑے زور شور سے کرنا شروع کیا کہ ہم نے جادو سے مسلمانوں کی عورتوں کو بانجھ بنا دیا ہے۔ اب ان کے ہاں کوئی بچی بچہ پیدا نہ ہوگا۔ مسلمان ان کی اس یادہ گوئی سے بہت پریشان ہوئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ عنہ کو فرزند عطا فرمایا۔ اس طرح یہودیوں کا یہ طلسم ٹوٹا۔ اور مسلمان جس مایوسی کا شکار ہو گئے تھے اس سے انہیں نجات ملی ہجرت کے بعد مہاجرین میں سب سے پہلے حضرت زبیر اور حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی ولادت باسعادت ہوئی اور انصلا میں جو بچہ سب سے پہلے پیدا ہوا وہ حضرت نعمان بن بشیر تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماء نے فرمایا۔

”کہ جب میں ہجرت کر کے مدینہ پہنچی۔ میں امید سے تھی میرا پہلا قیام قبا میں تھا اسی اثناء میں میرے ہاں عبداللہ پیدا ہوئے میں انہیں لے کر حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی حضور نے ازراہ شفقت انہیں اٹھایا اور اپنی گود میں لٹلایا۔ پھر کھجور منگوائی اس کو خوب چبایا اپنے لعاب دہن کے ساتھ اسے نرم کیا۔ پھر بچے کے منہ میں ڈالا پھر اپنی تھوک مبارک ان کے منہ میں ڈالی۔ اس خوش نصیب بچے کے شکم میں سب سے پہلے حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعاب دہن داخل ہوا اور اپنے دہن مبارک میں چبائی ہوئی کھجور سے ان کو کھٹی ڈالی۔ پھر ان کے لئے دعا کی اور انہیں اپنی برکتوں سے نوازا۔ مسلمانوں میں ہجرت کے بعد پیدا ہونے والے پہلے مولود تھے۔

حضرت عبداللہ کی ولادت سے مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی انہوں نے اظہار فرحت کے لئے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔

فَلَمَّا وَلَدَتْهُ كَبُرَ الْمُسْلِمُونَ تَكْبِيرًا عَظِيمَةً فَرَحًا بِمَوْلِدِهِ
لِأَنَّهُ كَانَ قَدْ بَلَغَهُمْ عَنِ الْيَهُودِ أَنَّهُمْ سَخَرُوا هُمْ حَتَّى لَا يُولَدَ
لَهُمْ بَعْدَ هَجْرَتِهِمْ وَلَكِنَّ الْكَذَّابَ اللَّهُ الْيَهُودَ فِيمَا زَعَمُوا۔

”جب حضرت اسماء نے انہیں جناتوان کی ولادت پر اظہار مسرت کے لئے مسلمانوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے کیونکہ انہیں یہ بات پہنچی تھی کہ یہودیوں نے ان کی خواتین پر جادو کر دیا ہے اور اب وہ عقیقہ ہو گئی ہیں ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوگی۔ حضرت عبداللہ کی ولادت نے یہودیوں کے جھوٹ کو آشکارا کر دیا۔“

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

ہجرت کے پہلے سال جو واقعات روپذیر ہوئے ان میں سے اہم ترین واقعہ سیدہ عائشہ صدیقہ کی رخصتی ہے ہجرت سے پہلے ماہ شوال میں حضرت عائشہ کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکاح پڑھا گیا تھا لیکن رخصتی ہجرت کے سات ماہ بعد شوال میں ہوئی۔

یہود کا معاندانہ طرز عمل

یہودیوں کو ان کے علماء اور احبار یہ خوشخبریاں سنایا کرتے تھے کہ ایک عظیم المرتبت نبی تشریف لانے والا ہے۔ جس کی علامات اور صفات تفصیل سے ان کی آسمانی کتابوں میں درج ہیں اور یہ مقام اس نبی کی ہجرت گاہ ہے اور اسی محترم نبی کے انتظار میں وہ اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر یہاں آ کر فروکش ہو گئے ہیں۔ جب وہ پیکر یمن و سعادت آئے گا تو ہماری مظلومیت کی شب تار سحر آشنا ہوگی۔ ہمارے بد خواہ، روسیہ ہوں گے اور ہر میدان میں فتح و نصرت

ہمارے قدم چوے گی اور ہمارا بول بلا ہو گا۔

عوام یہودیوں نے اس بات کا بڑا ہاشاہدہ کیا تھا کہ جب بھی اس علاقہ کے مشرک قبائل، بنی اسد، غطفان، جینہ اور کفار سے ان کی جنگ ہوتی اور ان کی کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوتے تو ان نازک گھڑیوں میں ان کے علماء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست دعا پھیلاتے اور یوں التجا کرتے۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَنْصِرُكَ بِمَعْقِدِ النَّبِيِّ الْأَنْصَرَيْنَا عَلَيْهِ

”اے اللہ محمد مصطفیٰ جو نبی امی ہیں ان کے واسطہ سے ہم تجھ سے مدد

طلب کرتے ہیں ہمیں ان کافروں پر غلبہ عطا فرما۔“

تو ان کی یہ التجا فوراً قبول ہوتی اور دشمن کو شکست فاش ہوتی۔ عام حالات میں بھی یہ دعا ان کا روز کا معمول تھی وہ بارگاہ رب العزت میں اکثر یوں دعا مانگا کرتے۔

اللَّهُمَّ ابْعَثْ النَّبِيَّ الْأَخِي الَّذِي تَجِدُنَا فِي التَّوْرَةِ الَّذِي

وَعَدْتَنَا إِنَّكَ بِأَحْسَنِ فِي أَخِي الزَّمَانِ

”اے اللہ! اس نبی امی کو مبعوث فرما جس کا ذکر ہم توراۃ میں پاتے ہیں

اور جس کے بارے میں تو نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ تو اسے آخری زمانہ میں

مبعوث فرمائے گا۔“ (۱)

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو حضور نے یہاں کے اہل کتاب کو عقیدہ مذہبی اور معاشرتی رسم و رواج اور کاروبار کی آزادی کی ضمانت دی اس تاریخی دستوویز میں انہیں صرف مذہبی معاشرتی اور معاشی آزادی کی ضمانت ہی نہیں دی بلکہ انہیں یقین دلایا کہ اگر کوئی بیرونی حملہ آور ان پر یلغار کرے گا تو مسلمان ان کے دوش بدوش ان کے دشمن سے جنگ کریں گے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ ان نظریات اور معتقدات کی وجہ سے جو پشت پاشت سے ان میں قبول عام پائے ہوئے تھے وہ حضور کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد بلا تامل حضور پر ایمان لے آتے جس طرح ان میں سے چند چیدہ بزرگوں نے کیا۔ لیکن اگر وہ اپنا آبائی دین چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے تو پھر اس حسن عمل کے باعث جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ساتھ روار کھا تھا کم از کم ان دفعات کی پابندی تو کرتے جو اس تاریخی دستوویز میں تحریر تھیں۔ لیکن انہوں نے

ان تمام توقعات کے برعکس اسلام سے عداوت و عناد کو اپنا شعار بنالیا اپنی ساری صلاحیتیں اور جملہ وسائل تحریک اسلام کو ناکام بنانے، رحمت عالم کے قلب نازک کو دکھ پہنچانے۔ امت مسلمہ میں انتشار اور افتراق پیدا کر کے انہیں کمزور کرنے کے لئے وقف کر دیئے۔

ایک اعتراض انہیں یہ تھا کہ یہ نبی اولاد اسحاق علیہ السلام سے نہیں بلکہ ذریت اسماعیل علیہ السلام سے ہے اس لئے وہ اسے نہیں مانتے۔

دوسرا اعتراض انہیں یہ تھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا سچا رسول اور اولوالعزم نبی تسلیم کرتے ہیں حالانکہ ان کے نزدیک آپ نبی تو کجا ایک شریف آدمی کہلانے کے مستحق بھی نہیں تھے۔ ان کا نسب بھی ان کے نزدیک مشکوک تھا نیز انہیں یہ توقع تھی کہ مکہ سے جلا وطنی کے بعد یہ بے یار و مددگار لوگ ہیں وہ اپنی دولت و ثروت کے بل بوتے پر انہیں اپنا پیچہ زبوں بنالیں گے۔ یہ لوگ تابع مہمل کی طرح ان کے زیر اثر نہ گئیں بسر کریں گے۔ انہیں اس بات کا اندازہ نہ تھا کہ نگاہ مصطفیٰ کی اعجاز آفرینیوں نے ان کی کایا پلٹ کر رکھ دی ہے اس نبی کریم کے فیض و برکت سے ہوا و ہوس کے نفس انہوں نے توڑ دیئے ہیں اپنے گم کردہ راہ آباء و اجداد کی کورانہ تقلید کی زنجیروں کو انہوں نے کاٹ کر رکھ دیا ہے یہ اب اللہ کے آزاد بندے ہیں صرف اپنے خالق اکبر کے حضور اپنے سروں کو خم کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی قارون، کسی فرعون کی اطاعت تو کجا خوشامد کرنا بھی نہیں جانتے۔ ان وجوہات کے باعث وہ از حد مشتعل ہو گئے اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانا اور اللہ کی روشن کی ہوئی اس شمع فروزاں کو بجھانا انہوں نے اپنا مقصد اولین بنالیا۔

ان کے خبث باطن کی چند مثالیں

ان کا طرز عمل جو ان کے خبث باطن کا آئینہ دار تھا۔ اس کی بے شمار مثالوں میں سے چند واقعات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اس بغض و عناد کے بارے میں انہیں آگہی ہو جو اسلام، پیغمبر اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف یہودیوں کے سینوں میں شعلہ زن تھا۔ بنو سلمہ قبیلہ کے دو نوجوان مسلمان حضرت معلو بن جبل اور بشر بن براء جو یہودیوں کے افکار و نظریات اور معمولات سے بخوبی واقف تھے ایک روز ان کے پاس گئے اور انہیں جا کر کہا۔

يَا مَعْشَرَ يَهُودٍ، اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْلِمُوا قَدْ كُنْتُمْ تَسْتَفْتِي حُوتَ

عَلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ (فِدَاؤُا اِنِّیْ وَ اَتِّیْ) وَ نَحْنُ اَهْلُ الشِّرْكِ وَ تُخْبِرُنَا
اَنَّهُ مَبْعُوْثٌ وَ تَصِفُوْنَ لَنَا بِصِفَتِهِ۔

”اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرو تم ہم پر فتح حاصل کرنے کے لئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا وسیلہ دے کر دعا مانگا کرتے تھے اور جب کہ ہم مشرک تھے اور تم ہمیں بتایا کرتے تھے کہ حضور مبعوث ہونے والے ہیں اور حضور کی نشانیاں اور علامتیں ہمیں سنایا کرتے تھے۔“ (۱)

اس بات کا وہ انکار تو نہ کر سکے لیکن اسلام قبول کرنے پر بھی رضامند نہ ہوئے۔ امام ابن جریر، ایک نو مسلم جو پہلے یہودی تھا اس کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ نَعْنُ اَعْرِفُ بِرَسُوْلٍ اَللّٰهُ مِنَّا يٰ اَبْنَاءُ كَا مِنْ اَجْلِ الصِّفَةِ
وَالنَّعْتِ وَالَّذِيْ نَحْنُ فِيْ كِتَابِنَا، اَمَّا اَبْنَاءُنَا فَلَا نَدْرِيْ مَا
اَحَدَتْ النِّسَاءُ۔

”بخدا! ہم اپنے بیٹوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے ان صفات کی وجہ سے جو حضور کے بارے میں ہماری کتابوں میں موجود تھیں۔ اور اپنے بیٹوں کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمیں معلوم نہیں ہماری بیویوں نے پس پردہ کیا کیا۔“ (۲)

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں جس سے یہودیوں کے خبث باطن پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

”میں اپنے باپ جی اور چچا ابویاسر کی ساری اولاد سے زیادہ لاڈلی اور ان کی آنکھوں کا تارا تھی جب بھی میں ان کے سامنے آتی تو وہ دوسرے بچوں کو چھوڑ کر مجھے اٹھا لیتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے آئے اور قبائیں قیام پذیر ہوئے تو ایک روز میرا باپ جی اور میرا چچا ابویاسر منہ اندھیرے قابائے سارا دن وہیں گزارا۔ وہ شام غروب آفتاب کے بعد واپس آئے تو وہ از حد افسردہ اور در ماندہ تھے بڑی مشکل

سے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر چل رہے تھے میں حسب دستور ان کو خوش آمدید کہنے کے لئے آگے بڑھی لیکن ان دونوں میں سے کسی نے میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اس وقت میں نے سنا کہ میرا چچا ابو یاسر میرے باپ کو کہہ رہا تھا ”اھو، اھو“ کیا یہ وہی ہے۔ جی نے کہا ہاں وہی ہے۔ ابو یاسر نے کہا کیا تم نے ان کو ان صفات اور علامات کے ذریعہ پہچان لیا ہے اس نے کہا ہاں خدا کی قسم۔ ابو یاسر نے پھر پوچھا ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے (کیا ان پر ایمان لائیں۔ یا نہیں) قَالَ عَدَاؤُهُ وَاللّٰهُ مَا بَقِيَتْ جِی نے کہا میں نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا ان کی دشمنی پر پکار ہوں گا۔ (۱)

امام زہری فرماتے ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو ابو یاسر حضور کی زیارت کے لئے قبا حاضر ہوا کچھ دیر مجلس نبوت میں بیٹھا کچھ گفتگو کی۔ حضور کے چند ارشادات سنے جب واپس آیا تو اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا۔

يَا قَوْمِ اطِيعُوْنِي تَاللّٰهِ قَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ تَنْظُرُوْنَ فَاْتَبِعُوْهُ
وَلَا تَخْلَعُوْهُ

”اے قوم! میری بات مان لو خدا کی قسم تمہارے پاس وہ نبی آیا ہے جس کا تم انتظار کر رہے تھے اس کی پیروی کرو اور اس کی مخالفت نہ کرو۔“

اپنے بھائی کی یہ باتیں سن کر حتی بن اخطب بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ قبیلہ بنی نضیر کا فرد تھا اور یہودی قبائل کا سردار تھا۔ اس نے بھی مجلس اقدس میں حاضر ہو کر حضور کے ارشادات طیبات سنے پھر اٹھ کر واپس آیا اور اپنی قوم کے پاس گیا۔ سب لوگ اس کی ہر بات تسلیم کر لیا کرتے تھے کہنے لگا۔

اٰتَيْتُمْ مِنْ عِنْدِ رَجُلٍ وَاللّٰهُ لَا اَزَالُ لَهُ عَدُوًّا

”میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جس کا تادم واپس میں دشمن رہوں گا۔“

اس کے بھائی ابو یاسر نے اس کو سمجھایا اس کی بڑی خمتیں کیں اور اسے کہا اے میری ماں کے

بیٹے! میری ایک یہ بات مان لو۔ اس کے بعد میری کوئی بات نہ ماننا۔ اس نبی کا دامن پکڑ لو اس پر ایمان لے آؤ۔

لیکن اس بد نصیب نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا **وَاللّٰہِ لَا أُطِيعُكَ** خدا کی قسم! میں تمہاری یہ بات ہرگز نہیں مانوں گا چنانچہ وہ اسلام کی عداوت پر پختہ ہو گیا خود بھی غرق ہوا اور اپنی قوم کو بھی لے ڈوبا۔ (۱)

محمد بن عمر الاسلمی سے مروی ہے کہ یمن کے یہودیوں کا ایک جبر تھا جس کا نام نعمان السبئی تھا۔ اس نے جب سرور عالم کی بعثت کے بارے میں سنا تو تحقیق حق کے لئے خود حاضر خدمت ہوا۔ حضور پر نور سے چند سوالات پوچھے پھر عرض کی میرے باپ نے تورات کی ایک منزل کو سر بہر کیا ہوا تھا اور مجھے کہا تھا یہ منزل اس وقت یہودیوں کو پڑھ کر نہ سنا۔ جب تک تو یثرب میں ایک نبی کی آمد کے بارے میں نہ سن لے۔ اور جب تو یہ خبر سنے تو اس مہر کو توڑنا اور ان صفحات کا مطالعہ کرنا۔ نعمان نے عرض کی جب مجھے ایک نبی کے یثرب میں آنے کا علم ہوا تو میں نے ان سر بہر اور اراق کو کھولا۔ تو اس میں بعینہ وہی صفات درج تھیں جو میں آج اپنی آنکھوں سے آپ کی ذات میں دیکھ رہا ہوں اس میں اشیاء کے حرام اور حلال ہونے کے بارے میں وہی کچھ لکھا ہوا ہے جیسے آپ فرما رہے ہیں۔ اس میں یہ بھی درج ہے کہ آپ آخر الانبیاء ہیں اور آپ کی امت آخر الامم ہے۔ اور آپ کا اسم گرامی احمد ہے۔ اور آپ کی امت کی قربانی جانوروں کا خون بہانا ہے اور آپ کے امتیوں کے سینے ان کی انجیلیں ہیں۔ وہ جب میدان جہاد میں کھڑے ہوتے ہیں تو جبرئیل ان کے ہم رکاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر اس محبت اور رحمت سے جھکتا ہے جس طرح پرندے اپنے بچوں پر، میرے باپ نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب اس نبی کی آمد کا مجھے علم ہو تو فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان پر ایمان لے آنا۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بات بہت پسند تھی کہ نعمان اس واقعہ سے صحابہ کرام کو آگاہ کرے چنانچہ ایک روز نعمان حاضر ہوئے صحابہ کرام بھی خدمت اقدس میں موجود تھے۔ حضور نے فرمایا اے نعمان! وہ بات سناؤ۔ چنانچہ انہوں نے از اول تا آخر ساری بات سنادی۔ حضور سنتے رہے اور تبسم فرماتے رہے جب وہ بات ختم کر چکا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

”میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔“

یہ نعمان وہی خوش بخت انسان ہے جو نبوت کے جھوٹے مدعی اسود غنی کے پاس گئے اس نے انہیں کہا کہ وہ اس کی نبوت کو تسلیم کر لیں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اس نے آپ کے ایک ایک اندام کو کاٹنا شروع کیا۔ جب ان کا ایک عضو کاٹا جاتا تو آپ جوش ایمان سے نعرہ لگاتے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَأَنْتَ

كَذَّابٌ مُفْتِرٌ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی

دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو

کذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات منسوب کرتا ہے۔“ (۱)

تمام اعضاء کو کاٹ کر اس ظالم نے ان کو آگ میں جلا دیا۔

عبداللہ بن سلام کا مشرف باسلام ہونا

یہ عبداللہ بن سلام حضرت یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت سے تھے ان کا پہلا نام حصین تھا سرکارِ دو عالم نے ان کا اسلامی نام عبداللہ رکھا۔ آپ یہود کے علماء کبار میں سے تھے اور اپنے قبیلہ کے رئیس تھے۔

ان کے ایمان لانے کا واقعہ خود ان کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں:-

جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں سنا اور حضور کی صفات حمیدہ، اسم مبارک ہیت، شکل و صورت اور زمانہ کے بارے میں علم ہوا تو مجھے بڑی مسرت ہوئی میں نے جان لیا کہ یہ وہی ہستی ہے۔ جس کی آمد کے لئے ہم چشمِ براہ تھے۔ لیکن میں نے اس بات کو ظاہر نہ کیا اور خاموشی اختیار کر لی یہاں تک کہ حضور مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے۔

چند روز پہلے جب حضور قبائلیں پہنچے تھے تو وہاں سے ایک آدمی ہمارے ہاں آیا اور ہمیں اس واقعہ سے مطلع کیا میں اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ اور کسی کام میں مشغول تھا۔

میں نے جب اس شخص کی بات سنی تو فرط مسرت سے میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ بے اختیار بلند آواز سے نعرہ بکسیر بلند کیا میری پھوپھی خالدہ بنتِ حلت، اس کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی میرا نعرہ سن کر اس نے کہا اگر تمہیں حضرت موسیٰ بن عمران کی آمد کی خوش

خبری سنائی جاتی تب بھی تم اس سے بلند آواز میں نعرہ نہ لگا سکتے میں نے کہا پھوپھی جان! بخدا! یہ بھی موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں ان کے دین پر ہیں اور وہی لے کر آئے ہیں جو حضرت موسیٰ لے کر آئے تھے۔ پھوپھی نے کہا جیجے! کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں ہمیں بتایا جاتا تھا کہ وہ قرب قیامت میں تشریف لائیں گے میں نے کہا بے شک یہ وہی ہیں پھوپھی بولی یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔

میں کھجور سے نیچے اتر اور سیدھا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے قبار وانہ ہو گیا۔ میں نے جب اس رخ انور کی زیارت کی تو میرے دل نے آواز دی۔ ایسا روشن چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔

میں ابھی زیارت کے کیف و سرور میں ہی سرشار تھا کہ اچانک حضور کا یہ ارشاد گرامی سامع نواز ہوا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے۔
اَفْتُشُوا السَّلَامَ وَاَطْعَمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا الْاَنْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ
وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِالسَّلَامِ۔

”بکثرت لوگوں کو سلام دو۔ اور امن و سلامتی کو پھیلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ صلہ رحمی اختیار کرو اور رات میں اس وقت نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تم جنت میں بسلامت داخل ہو جاؤ گے۔“

رحمت عالم کا ضیا بار چہرہ دیکھ کر اور یہ حکیمانہ اور دلنشین ارشاد سن کر میں نے اسلام قبول کر لیا۔

پھر میں گھر واپس آیا۔ اہل خانہ کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ سب نے اسلام قبول کر لیا میری پھوپھی نے بھی اسلام قبول کیا اور تمام عمر احکام الہی کی بجا آوری میں سرگرم رہی۔ لوٹ کر پھر میں بدرگاہ رسالت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور جو دین لے کر آپ آئے ہیں وہ حق ہے اور یہودی یہ جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں۔ ان کے سردار کا بیٹا ہوں میں ان میں سب سے بڑا عالم ہوں اور ان کے بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ حضور انہیں بلائیے اور میرے بارے میں ان سے دریافت کیجئے اس سے پہلے کہ انہیں میرے اسلام لانے کا علم ہو۔ کیونکہ اگر ان کو میرے مسلمان ہونے کا علم ہو جائے تو میرے بارے میں وہ ایسی تہمتیں لگائیں گے جن سے میں پاک ہوں

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کو بلا بھیجا اور اس اثناء میں حضرت عبداللہ کو ایک علیحدہ کمرے میں بٹھادیا حضور نے ان سے پوچھا۔ "فَأَيُّ رَجُلٍ فِينَكُمُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ" "عبداللہ بن سلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔" "سب نے کہا۔ ذَاكَ سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا وَاعْلَمْنَا وَابْنُ أَعْلَمِنَا" "وہ ہمارا سردار ہے ہمارے سردار کا بیٹا ہے وہ ہمارا سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔"

تو حضور نے فرمایا۔ "أَفَرَأَيْتُمْ لَنْ أَسْأَلَكُمْ" "اگر وہ مسلمان ہو جائے تو تم کیا کرو گے۔" بولے "حَاشَ لِلَّهِ مَا كَانَ لِيُسَلِّمَهُ خُذْهُ اس سے بچائے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہو گا ان کی یہ بات سن کر رحمت عالم نے آواز دی۔ "يَا بَنَ سَلَامٍ أَخْرِجْ عَلَيْهِمْ" "اے ابن سلام ان کے سامنے باہر آ جاؤ۔" آپ باہر آ گئے اور یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

يَا مَعْشَرَ يَهُودَ اتَّقُوا اللَّهَ فَوَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِنَّا كُنَّا
لَنَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَإِنَّهُ جَاءَ بِالْحَقِّ

"اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو۔ اس ذات کی قسم جس کے بغیر کوئی خدا نہیں۔ تم جانتے ہو کہ حضور اللہ کے رسول ہیں اور دین حق لے کر آئے ہیں۔"

وہ کہنے لگے تم جھوٹ بول رہے ہو اور ان کے بارے میں کہنے لگے۔ شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا "یہ سراپا شر ہے اس کا باپ بھی سراپا شر تھا۔"

حضرت عبداللہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے ان کے بارے میں یہی اندیشہ تھا جو انہوں نے ظاہر کر دیا ہے۔ (۱)

حدیث مخیرق

یہودیوں کے احبار میں سے مخیرق بھی ایک نامور عالم تھے۔ علم کی دولت کے ساتھ ساتھ بڑے دولت مند اور غنی تھے۔ کھجوروں کے بڑے بڑے نخلستانوں کے مالک تھے حضور کی علامات اور صفات جن کا ذکر انہوں نے اپنی مذہبی کتابوں میں پڑھا تھا ان کی بنا پر حضور کے بارے میں جانتے تھے۔ کہ وہ اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں۔ لیکن اپنے آبائی مذہب کے تعصب

کے باعث اسلام قبول کرنے میں ہچکچاتے رہے یہاں تک کہ احد کا معرکہ پیش آیا۔ اس روز جذبہ حق نے ہر سکوت توڑنے پر مجبور کر دیا۔

اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

يَا مَعْشَرَ يَهُودَ وَاللّٰهِ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ نَصْرَ مُحَمَّدٍ عَلَيْكُمْ كَقِي
”اے گروہ یہود! بخدا! تم جانتے ہو کہ محمد مصطفیٰ کی مدد کرنا تم پر

فرض ہے۔“

انہوں نے بہانہ سازی کرتے ہوئے کہا۔ آج ہفتہ کا دن ہے ہمارے لئے ہفتہ کے دن جنگ کرنا مذہباً ممنوع ہے مخیرِ حق نے کہا تم حیلہ سازی کر رہے ہو۔ اور بہانہ بنا رہے ہو۔ یہ کہا اور اپنے جسم پر ہتھیار سجائے اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ اگر میں اس جنگ میں ملامتوں تو میرے سارے اموال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے حوالے کر دیئے جائیں۔ حضور کو اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں۔

جب کفار مکہ سے احد کے میدان میں جنگ کا آغاز ہوا تو مخیرِ حق نے میدان جہاد میں داو شجاعت دیتے ہوئے جان دے دی۔ اور شہادت کے تاج کے مستحق قرار پائے۔

حضور نے سنا تو فرمایا ’مُخَيَّرْتُ خَيْرَ يَهُودٍ‘ یعنی مخیرِ حق تمام یہودیوں سے بہتر ہیں۔ اس کی وصیت کے مطابق اس کے متروکہ اموال سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے۔ یہود میں سے گنتی کے چند آدمی ایسے تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ جب کہ ان کی غالب اکثریت حضور کی حقانیت کو جاننے کے باوجود ایمان لانے کی سعادت سے محروم رہی۔ اگرچہ ہر یہودی کے دل میں اسلام کے خلاف نفرت و عداوت کے آتش کدے بھڑک رہے تھے لیکن ان کے چند رؤساء ایسے تھے جو اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے۔

علامہ زہبی دحلان نے ان دشمنان اسلام کے یہ نام گنوائے ہیں۔

اخطب کے دونوں بیٹے۔ ابویاسر اور حتی، جُدی، سلام بن مشکم، کنانہ

بن ربیع، کعب بن الاشرف، عبد اللہ بن صوریاء، ابن صلوبہ، مخیرِ حق،

آخر الذکر غزوہ احد کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔ (۱)

حافظ ابن کثیر نے تینوں یہودی قبائل کے ان لوگوں کے نام الگ الگ لکھے ہیں جن کے دل

اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی سے لبریز تھے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے السیرۃ النبویۃ لابن کثیر از ص ۳۴۳ تا ۳۴۹

یسود کی فتنہ انگیزی

سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے پہلے اوس و خزرج مدت دراز سے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔ حضور کی برکت سے وہ شیر و شکر ہو گئے۔ اسلامی اخوت کے رشتہ نے باہمی محبت پیدا کر دی۔ ان کا انتشار، اتحاد و اتفاق میں بدل گیا۔ یسودیوں کو اس بات کا سخت رنج تھا۔ وہ ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہتے کہ وہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر انہیں آپس میں لڑا دیں۔ شاس بن قیس بڑا خبیث الفطرت یسودی تھا امت مسلمہ کے شیرازہ کو پراگندہ کرنے کے لئے وہ ہر وقت تدبیریں سوچتا رہتا تھا۔ ایک روز اوس و خزرج کے کچھ افراد ایک جگہ بیٹھے تھے محبت و پیار کی باتیں ہو رہی تھیں۔ شاس بن قیس کا دھر سے گزر ہوا مسلمانوں کو یوں متحد و متفق دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ یہ اس سوچ میں ڈوب گیا کہ ان دو مسلمان قبیلوں کو وہ کس طرح آپس میں لڑائے اس کے ساتھ اس روز ایک دوسرا نوجوان یسودی تھا اس نے اس کو کہا۔ جاؤ اور ان کے ساتھ بیٹھو باتوں باتوں میں جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دو۔ دونوں قبیلوں کے نوجوانوں کے جذبات کو یوں بھڑکاؤ کہ باہم متحمم گتھا ہو جائیں۔ وہ مکار گیا اور ان میں بیٹھ کر ایسے موقع کا انتظار کرنے لگا جب وہ ان قبیلوں میں فتنہ کی ایسی آگ لگائے جو بجھنے نہ پائے۔ باتوں باتوں میں اس نے جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دیا اور وہ اشعار پڑھنے لگا جو اس وقت غصہ و غضب کے عالم میں فریقین کے شعراء نے ایک دوسرے کے بارے میں کہے تھے۔ یہ سازش کامیاب رہی۔ سسے ہوئے جذبات بھڑک اٹھے غصہ سے آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ چند نوجوان مشتعل ہو کر لڑائی کے لئے آستینیں چڑھانے لگے اوس بن قینقی جو قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ جبار بن صخر جو خزرج قبیلہ کا فرد تھا وہ دونوں مرنے مارنے پر تیار ہو گئے اس واقعہ کی اطلاع رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی۔ حضور مہاجرین کی ایک جماعت کو ساتھ لئے اس موقع پر پہنچے جہاں جہنم ایک دوسرے کو دھمکیاں اور چیلنج دے رہے تھے نبی اکرم نے آتے ہی یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ اِنَّهُ اَللّٰهُ اَبَدَعُوْى الْجَاهِلِيَّةِ وَاَنَا بَيْنَ
اَظْهَرِكُمْ بَعْدَ اَنْ هَدَاكُمْ اَللّٰهُ لِلْاِسْلَامِ وَاَكْرَمَكُمْ بِهِ وَقَطَعَ

بِهِ عَنْكُمْ أَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ وَاسْتَنْقَذَكُمْ بِهِ مِنَ الْكُفْرِ وَالْأَفْبَيتِ
قُلُوبِكُمْ فَتَرْجِعُونَ إِلَى كُنْتُمْ عَلَيْهِ كُفَّارًا ؟

”اے مسلمانوں کے گروہ۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ کیا تم جاہلیت کا نعرہ بلند کرنے لگے ہو۔ حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ تمہیں ہدایت دی ہے اور تمہیں اس کے ذریعہ عزت عطا فرمائی ہے اور جاہلیت کی کشمکشوں سے تمہیں نجات دے دی ہے۔ اور کفر سے تمہیں بچالیا ہے اور تمہارے دلوں کو رشتہ الفت میں پرودیا ہے اس کے بعد تم کیا پھر کفر کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہو؟“ (۱)

ارشادات نبوت سنتے ہی ان کی آنکھیں کھل گئیں انہیں احساس ہو گیا کہ شیطان کی پیروی میں وہ بہت دور نکل گئے ہیں شدت غم اور فرط ندامت سے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ ایک دوسرے کو گلے لگا رہے تھے اور معافیاں طلب کر رہے تھے۔ پھر باہم شورو شکر ہو کر حضور کی معیت میں اطاعت گزار اور فرمانبردار غلاموں کی طرح روانہ ہو گئے اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمان دشمنوں کی شرانگیزیوں اور فتنہ پردازوں سے محتاط رہیں اور ان کے فریب میں آکر اپنی وحدت کو پارہ پارہ نہ کر دیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ
أَدْنُوا إِلَيْكُمْ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرًا

”اے ایمان والو! اگر تم کہانوں کے ایک گروہ کا مل کتاب سے (تو نتیجہ یہ ہو گا کہ) لوٹا کر چھوڑیں گے تمہیں تمہارے ایمان قبول کرنے کے بعد کافروں میں۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُسَلِّيٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ
رَسُولُهُ وَمَنْ يَعْصِمْ بِاللهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم (اب پھر) کفر کرنے لگو حالانکہ تم وہ ہو کہ پڑھی جاتی ہیں تم پر اللہ کی آیتیں۔ اور تم میں اللہ کا رسول بھی تشریف فرما ہے۔

اور جو مضبوطی سے پکڑتا ہے اللہ کے دامن کو۔ تو ضرور پہنچایا جاتا ہے اسے
سیدھی راہ تک۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا
وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ (۱۰۲: ۳)

وَاغْتَصِبُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ
اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ
مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ (۱۰۳: ۳)

اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا۔ اور
(خبردار) نہ مرنے تک اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

اور مضبوطی سے پکڑ لو اللہ کی رسی کو سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا۔ اور یاد
رکھو اللہ کی وہ نعمت جو اس نے تم پر فرمائی ہے۔

جب کہ تم تھے آپس میں دشمن۔ پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے
دلوں میں۔ تو بن گئے تم اس کے احسان سے بھلائی بھلائی۔

اور تم (کھڑے) تھے دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تو اس نے پھلایا
تمہیں اس میں گرنے سے یوں ہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے
اپنی آیتیں۔ تاکہ تم ہدایت پر ثابت رہو۔

وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (۱۰۴: ۳)

ضرور ہونی چاہئے تم میں سے ایک جماعت جو بلا یا کرے نیکی کی طرف اور
حکم دیا کرے بھلائی کا اور روکا کرے بدی سے اور یہی لوگ کامیاب و
کامران ہیں۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْضِ مَا جَاءَهُمْ
الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ (۱۰۵: ۳)

اور نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور اختلاف
کرنے لگے تھے اس کے بعد بھی جب آپکی تمہیں ان کے پاس روشن

نشانیاں اور ان لوگوں کے لئے عذاب ہے بہت بڑا۔“ (۱)

اسلام قبول کرنے والوں پر افتراء

جب ان کے چند سرکردہ افراد نے اسلام قبول کر لیا تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے ان نیک نہاد اور روشن ضمیر علماء و احبار کا اتباع کرتے ہوئے اندھیروں سے دامن چھڑا کر نور حق کے اجالوں میں اپنا سفر حیات شروع کرتے۔ اور سعادت دارین کی منزل کی طرف سبک خرا می سے بڑھتے چلے جاتے ان بد نصیبوں نے اپنے انہیں بزرگوں کو طرح طرح سے مطعون کرنا شروع کر دیا۔ حضرات عبداللہ بن سلام، ثعلبہ بن سعید، اسید بن سعید، اسد بن عبید، وغیرہم جیسی ہستیوں کے بارے میں یہ کہنا شروع کر دیا۔

مَا آمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَلَا اتَّبَعَهُ إِلَّا شَرَارُنَا وَلَوْ كَانُوا مِنْ آخِيَارِنَا

مَا تَرَكُوا دِينَ آبَائِهِمْ وَذَهَبُوا إِلَى دِينٍ غَيْرِهِ

”یعنی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر جو لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ ہم میں سے شریر قسم کے لوگ تھے اگر وہ شرفاء میں سے ہوتے تو اپنے آبائی دین کو نہ چھوڑتے اور کسی دوسرے دین کو قبول نہ کرتے۔“ (۲)

اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتَّبِعُونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ

”سب یکساں نہیں اہل کتاب سے ایک گروہ حق پر قائم ہے یہ تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی۔ رات کے اوقات میں اور وہ سجدہ کرتے ہیں ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روز آخرت پر اور حکم دیتے ہیں بھلائی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جلدی کرتے ہیں نیکیوں میں۔“

اور یہ لوگ نیکو کاروں میں سے ہیں۔“

(آل عمران: ۱۱۳-۱۱۴)

بارگاہ الوہیت میں ان کی گستاخیاں

ایک روز سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ یہودیوں کی ایک درسگاہ میں تشریف لے گئے وہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ یہ سب فتناء نامی اپنے ایک مذہبی پیشوا کی زیارت کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ فتناء کے ساتھ ایک اور جبر بھی تھا جس کا نام اشیع تھا۔ حضرت صدیق نے فتناء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے فتناء! تیرا بھلا ہو۔ اللہ سے ڈرو۔ اور اسلام قبول کر لو۔ بخدا تم خوب جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ اس کے پاس سے حق لے کر تشریف لائے ہیں۔ ان کی آمد کی بشارتیں تورات و انجیل میں موجود ہیں۔ یہ سن کر وہ گستاخ کہنے لگا۔

وَاللّٰهُ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا يَسْأَلُنِي اِلَى اللّٰهِ مِنْ فَقْرٍ وَلَا تِلْكَ اِلَيْنَا لَفَقِيرٌ وَمَا
نَنْتَضِعُ لَنَبِيِّهِ وَكَمَا يَنْتَضِعُ اِلَيْنَا وَلَنَا عَنْهُ لَا غِنَاءٌ وَمَا هُوَ
عَنَّا بِغَنِيٍّ وَلَوْ كَانَ عَنَّا غِنْيًا مَا اسْتَفْرَضْنَا اَمْوَالَنَا كَمَا
يَزْعَمُ صَاحِبُكُمْ۔

”بخدا اے ابو بکر! ہم اللہ کے محتاج نہیں ہیں اور (معلو اللہ) وہ ہمارا محتاج ہے ہم اس کے سامنے اس طرح عاجزی نہیں کرتے جس طرح وہ ہمارے سامنے کرتا ہے ہم اس سے غنی ہیں وہ ہم سے غنی نہیں اور اگر وہ ہم سے غنی ہوتا تو وہ ہمارے مال ہم سے بطور قرض نہ مانگتا جس طرح تمہارا صاحب خیال کرتا ہے۔“ (۱)

اللہ جل مجدہ کے بارے میں یہ خسیس گستاخیاں سن کر حضرت صدیق کو یارائے صبر نہ رہا آپ نے اس بد بخت کے منہ پر زنائے دار تھپڑ سید کیا، ساتھ ہی فرمایا۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر ہمارے اور تمہارے درمیان عہد نہ ہوتا تو میں تمہارا

سر قلم کر دیتا۔

فتحیاح، وہاں سے اٹھا۔ سید عالم گاہ نبوت میں جا کر حضرت صدیق کی شکایت کر دی۔ کہ آپ کے ایک دوست نے دیکھے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔ سرور عالم نے حضرت صدیق سے فرمایا اے صدیق! تم نے ایسا کیوں کیا۔ اسے تھڑکیوں ملا۔ آپ نے عرض کی، میرے آقا۔ اس دشمن خدا نے بارگاہ رب العزت میں بڑی گستاخی کی ہے اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ 'إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ إِلَيْهِمْ وَأَتَاهُمْ عَتَّةٌ غَنِيَّةٌ' کہ اللہ تعالیٰ ان کا محتاج ہے اور انہیں اس کی ضرورت نہیں جب اس نے یہ بکواس کیا تو میں غصہ سے بے قابو ہو گیا اور اس کے منہ پر طمانچہ دے ملا۔ فتحیاح نے کہا۔ مجھ پر یہ غلط الزام ہے میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق کی تصدیق اور اس بد بخت کی تکذیب کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ
سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الَّذِينَ يُبْغِي حَقَّ دَعْوَانَا
عَذَابَ الْحَرِيقِ۔

”بے شک سنا اللہ نے قول ان (گستاخوں کا) جنہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے حالانکہ ہم غنی ہیں ہم لکھ لیں گے جو انہوں نے کہا۔ نیز قتل کرنا ان کا انبیاء کو ناحق (بھی لکھ لیا جائے گا) اور ہم کہیں گے کہ (اب) چکھو آگ کے عذاب (کا مزہ) (۱)“

ایک اور شرارت

انصار کے ساتھ یہود کے دیرینہ مراسم تھے۔ باہم آمد و رفت کا سلسلہ بھی جاری تھا یہود مکاری اور عیاری میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ان میں سے جب کوئی عیار یہودی انصار کے ہاں جاتا تو ازراہ ہمدردی انہیں نصیحت کر ماکہ اے بھائیو! جس بے دردی سے ان مفلس و نادار مہاجرین پر تم اپنی دولت صرف کر رہے ہو اور جس دریا دلی سے تم اسلام کے لئے اپنے خزانے لٹا رہے ہو اس کے انجام پر بھی کبھی تم نے غور کیا۔ یہ دولت آسانی سے حاصل نہیں ہوتی اس کو کمانے کے لئے تم نے برسوں اپنی جان جو کھوں میں ڈالی۔ طرح طرح کی مشقتیں

اور صعوبتیں برداشت کیں۔ تمہارے باپ دادا نے دن رات محنت کر کے یہ چند نکلے تمہارے لئے جمع کئے اور تم ہو کہ اس بے پروائی سے انہیں لٹا رہے ہو۔ کچھ تو خیال کرو۔ اپنے بچوں اور بوڑھے والدین پر رحم کرو کل جب تم بوڑھے ہو جاؤ گے۔ رزق کمانے کی ہمت نہ رہے گی تو پھر کیا کا سہ گدائی لے کر در در کی بھیک مانگو گے۔ اس طرح یہ لوگ انصار کو گھناؤنے مستقبل سے خوفزدہ کرتے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے اپنی دولت خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ روک لیں۔ (۱)

ان کی اس کمینگی کا پردہ چاک کرنے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں:

الَّذِينَ يَخْلُونُ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَغْلِ وَيَكْشُمُونَ مَا أَنشَأَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا۔ (۳۷:۴)

”جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بھی بخل کرنے کا اور چھپاتے ہیں جو عطا فرمایا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب۔

وَالَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لِقَوْمٍ فَسَاءَ قَرِينًا۔ (۳۸:۴)

اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے اور نہیں ایمان رکھتے اللہ پر اور نہ روز قیامت پر اور وہ بد قسمت، ہو جائے شیطان جس کا ساتھی پس وہ بہت برا ساتھی ہے۔“

وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَانْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا۔ (۳۹:۴)

اور کیا نقصان ہو تا ان کا اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر اور روز آخرت پر اور خرچ کرتے اس سے جو دیا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ ان سے خوب واقف ہے۔“

سفید جھوٹ

جھوٹ ہر انسانی معاشرہ میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن علم و فضل کے یہ مدعی

اللہ تعالیٰ کے محبوب اور فرزند ہونے کے یہ دعویدار، اسلام کو زک پہنچانے اور سرور عالم کا دل دکھانے میں جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

ان کی بیسوں مثالیں ہیں ہم ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

جنگ احد کے بعد دو سر غنہ کعب بن اشرف اور حنی بن اخطب چند اور یہودیوں کے ہمراہ مکہ گئے۔ تاکہ کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اکسائیں۔ ابو سفیان نے ان سے پوچھا کہ ہم تو ان پڑھ ہیں اور آپ لوگ اہل علم اور صاحب کتاب ہیں ہمیں یہ تو بتاؤ کہ راستی پر کون ہے ہم یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ یہ جانتے ہوئے کہ شرک محض کو توحید خالص سے کیا نسبت ہو سکتی ہے انہوں نے کفار مکہ کو خوش کرنے کے لئے پوری بے باکی سے یہ جواب دیا کہ ان سے کیس زیادہ تم ہدایت پر ہو۔ جانتے ہو جتھے سفید جھوٹ۔ اخلاقی پستی ملاحظہ ہو۔

ایک اور سفید جھوٹ

ان کے دلوں میں اسلام نبی اسلام علیہ السلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف حسد اور عناد کے کتنے خوفناک جذبات موجزن رہا کرتے تھے۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہیں۔ ان کے اپنے اطوار ناقابل تردید گواہی دے رہے ہیں۔ اسلام دشمنی میں وہ اتنے آگے نکل جاتے کہ وہ روشن حقیقتیں بھی ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتیں۔ جن پر ان کے مذہبی، سیاسی اور اجتماعی وجود کا دار و مدار تھا۔ سکین اور عدی بن زید دو یہودی حضور کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

يَا مُحَمَّدُ مَا نَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ عَلَى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ بَعْدَ مُوسَى

”یعنی ہم نہیں جانتے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے

کسی بشر پر وحی نازل کی ہو۔“

اس لئے آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ نبوت کا دعویٰ کریں اور یہ کہیں کہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔ ان کی اس یا وہ گوئی کے بطلان کے لئے ان آیات کا نزول ہوا۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ

وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَ

الْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَ

أَتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ

وَرُسُلًا لَّكُمْ لَقَدْ صُمِّمَ لَهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ۚ
مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ
بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۔

”بے شک ہم نے وحی بھیجی آپ کی طرف جیسے وحی بھیجی نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوح کے بعد آئے۔ اور جیسے وحی بھیجی ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے عطا فرمائی داؤد کو زبور اور (جیسے وحی بھیجی) دوسرے رسولوں پر جن کا حال بیان کر دیا ہے ہم نے آپ سے اس سے پہلے اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر ہم نے اب تک آپ سے نہیں کیا اور کلام فرمایا اللہ نے موسیٰ سے خاص کلام (بھیجے ہم نے یہ سارے) رسول خوش خبری دینے کے لئے اور ڈرانے کے لئے تاکہ نہ رہے لوگوں کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عذر رسولوں کے (آنے کے) بعد اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔“
(النساء: ۱۶۳-۱۶۵)

ایک اور غلط بیانی

یہودی ایک جماعت ایک روز حضور پر نور کے پاس آئی سرور عالم نے ان کو فرمایا۔ بخدا! تم جانتے ہو کہ میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں۔ وہ کہنے لگے ہمیں تو اس بات کا قطعاً کوئی علم نہیں کہ آپ رسول ہیں اور نہ ہم اس پر گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے ان کے اس جواب کی تردید فرمادی۔

لَٰكِنَ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهُۥ بِعِلْمِہٖۤ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
يَشْهَدُوْنَ ۚ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَہِیْدًا۔

”(کوئی تسلیم نہ کرے تو اس کی مرضی) لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اس کتاب کے ذریعہ جو اس نے آپ کی طرف اتاری۔ کہ اس نے اسے اتارا ہے اپنے علم سے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ تعالیٰ بطور

قتل کی گھناؤنی سازش

حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ہمراہ یہود کے بنی نضیر قبیلہ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہیں فرمایا کہ ہمارے ایک آدمی نے دو آدمیوں کو غلط فہمی سے قتل کر دیا ہے۔ ان کے وارث دیت کا مطالبہ کرتے ہیں اس لئے تم لوگ حسب معاہدہ ان کی دیت میں اپنا حصہ دو۔ انہوں نے کہا آپ بیٹھیں۔ کھاپی لیں پھر تعمیل حکم کریں گے حضور کو ایک پلنگ پر بٹھایا جو ایک دیوار کے ساتھ بچھا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ سازش کی کہ دیوار کے اوپر سے ایک بھاری پتھر لڑھکا کر آپ کو شہید کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ان کے ناپاک ارادہ پر مطلع فرما دیا حضور وہاں سے اٹھ کر تشریف لے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس سازش کو ناکام کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کا احسان قیامت تک آنے والے تمام غلامانِ مصطفیٰ پر ہے۔ اس لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ لَّا
يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى
اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ - (۱۱:۵)

”اے ایمان والو یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے۔ ڈرتے رہا کرو۔ اللہ سے اور اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے ایمان والوں کو۔“

اپنے بارے میں خوش فہمیاں

چند یہودی نعمان بن امیہ۔ بحری بن عمرو اور شاس بن عدی وغیرہ ایک روز حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گفتگو کرنے لگے۔ نبی اکرم نے بھی انہیں دین حق قبول کرنے کی دعوت دی اور اللہ کے غضب سے انہیں ڈرایا وہ بولے۔

مَا تَخَوْفُنَا يَا مُحَمَّدُ نَحْنُ وَاللّٰهُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاجِبَاءُ

”آپ ہمیں کیا دھمکی دے رہے ہیں بخدا ہم تو اللہ تعالیٰ کے لاڈلے فرزند اور پیارے دوست ہیں۔“

ان کے اس زعم باطل کو رد کرنے کے لئے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاجِبَاءُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُ خَلْقٍ يُغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَلِٰيْهِ الْمَصِيْرُ۔

”اور کہا۔ یہود اور نصاریٰ نے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں۔ آپ فرمائیے (اگر تم سچے ہو) تو پھر کیوں عذاب دیتا ہے تمہیں تمہارے گناہوں پر بلکہ تم بشر ہو اس کی مخلوق سے بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ ہی کے لئے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اور اسی کی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے۔“ (المائدہ: ۱۸)

ایک اور جھوٹ

ایک روز رحمت عالیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو اسلام لانے کی دعوت دی۔ اور انہیں کہا کہ اگر تم میری دعوت کو قبول نہیں کرو گے تو پھر عذاب خداوندی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ معاذ بن جبل، سعد بن عبادہ، اور عقیبہ بن وہب بھی وہاں حاضر تھے۔ انہوں نے یہودیوں کو کہا۔

يَا مَعْشَرَ يَهُودٍ اتَّقُوا اللَّهَ فَوَاللَّهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ رَسُولُ
اللَّهِ - وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَذَكَّرُونَهُ لَنَّا قَبْلَ مَبْعَثِهِ وَتَوَصَّفُهُ لَنَّا
بِصِفَتِهِ -

”اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو۔ بخدا تم جانتے ہو کہ وہ اللہ کے رسول
ہیں۔ اور تم حضور کی بعثت سے پہلے ہمارے سامنے حضور کا ذکر کیا کرتے
تھے اور حضور کی صفات مبارکہ ہمارے سامنے بیان کرتے تھے۔“
رافع بن حریملہ اور وہب بن یسودا نے کہا۔

مَا قُلْنَا لَكُمْ هَذَا قَطُّ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ بَعْدَ مُوسَى
وَلَا أَرْسَلَ بَشِيرًا وَلَا نَذِيرًا بَعْدَهُ

”ہم نے یہ بات ہرگز تم سے نہیں کہی اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے بعد نہ
کوئی کتاب نازل کی ہے اور نہ کوئی بشیر و نذیر بھیجا ہے۔“
اللہ تعالیٰ نے فریب نفس میں مبتلا ان یہودیوں کو فریب نفس کے اس نفس سے نجات کا
راستہ بتاتے ہوئے فرمایا۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْوَىٰ مِنْ
الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ - وَقَدْ
جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ -

”اے اہل کتاب بے شک آگیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول۔ صاف
بیان کرتا ہے تمہارے لئے (احکام الہی) بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا
مدتوں بند رہا تھا۔

ناکہ تم یہ نہ کہو کہ نہیں آیا تھا تمہارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا اور
نہ کوئی ڈرانے والا۔ اب تو آگیا ہے تمہارے پاس خوش خبری دینے والا
اور ڈرانے والا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔“
(المائدہ: ۱۹)

احکام الہی میں کھلی تحریف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جن دنوں حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ

والسلام مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے یہود کو ایک مسئلہ پیش آیا ایک شادی شدہ یہودی نے ایک شادی شدہ یہودن سے زنا کیا۔ ان کے بارے میں سزا تجویز کرنے کے لئے یہود نے اپنے علماء کی ایک میٹنگ اپنے ”مدرس“ (۱) میں بلائی اس موضوع پر تبادلہ خیال کے بعد طے یہ ہوا کہ ان دونوں ملزموں کو حضور کی خدمت میں بھیجا جائے اور ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اہتیار حضور کو تفویض کیا جائے۔ اگر آپ ان کے بارے میں وہ فیصلہ کریں جو ہم کیا کرتے ہیں یعنی ”تجبیہ“ (۲) تو آپ کا فیصلہ تسلیم کر لیا جائے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ بادشاہ ہیں اور ملک میں امن و امان قائم کرنے کے لئے اپنی حسب پسند سزائیں دیتے ہیں۔ اور اگر وہ رجم کرنے کا حکم دیں تو جان لو کہ وہ نبی ہیں ان سے بچو ایسا نہ ہو کہ دین کا باقی ماندہ حصہ جو تمہارے پاس ہے اسے بھی وہ تم سے سلب کر لیں۔

جب یہ لوگ دونوں ملزموں کو لے کر حضور کے پاس گئے تو حضور پُر نور ان سب کو لے کر خود ان کی مذہبی درسگاہ میں تشریف لے گئے جہاں یہودی علماء بیٹھے تھے۔ حضور نے فرمایا اے گروہ یہود! اپنے چیدہ علماء میرے سامنے پیش کرو۔ انہوں نے تین علماء پیش کئے۔ عبد اللہ بن صوری۔ ابویاسر بن اخطب اور وہب بن یہودا۔ اور کہا یہ ہمارے علماء ہیں۔ رحمت دو عالم نے خلوت میں عبد اللہ بن صوری سے گفتگو شروع کی ابن صوری نوخیز جوان تھا۔ سرکلر نے اسے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے ابن صوری! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ اور تمہیں وہ انعامات یاد دلاتا ہوں جو اس نے تم پر فرمائے۔ اور پوچھتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ کیا تم جانتے ہو کہ تورات میں زانی محسن کے لئے رجم کی سزا ہے۔ اس نے کہا بخدا ایسا ہی ہے۔ اس کے ساتھ اس نے یہ اعتراف بھی کیا کہ اے ابوالقاسم! یہ سب جانتے ہیں کہ آپ نبی مرسل ہیں لیکن وہ آپ سے حسد کرتے ہیں۔

حضور پھر خلوت سے باہر تشریف لائے اور حکم دیا کہ ان دونوں مجرموں کو رجم کیا جائے

۱۔ مدرس۔ وہ مکان جس میں تورات کی تدریس ہوتی ہے۔

۲۔ یہود جو سزا شادی شدہ زانی کو دیا کرتے تھے اسے تجبیہ کہا جاتا تھا اس کی صورت یہ تھی کہ کھجور کے پتوں سے عٹی ہوئی ایک رسی جس پر تار کول لگادی جلتی تھی اس سے زانی کو کوڑے لگائے جاتے پھر اس کے چہرے کو کالا کر دیا جاتا پھر اس کو گدھے پر اس طرح سوار کیا جاتا کہ اس کا منہ گدھے کی دم کی طرف ہو۔ پھر بازار میں اس کو پھرایا جاتا۔

انہیں مسجد کے دروازے کے سامنے رجم کیا گیا۔ ابن صوری خود بھی اسی حسد کا شکار ہو گیا جس میں اس کی قوم جتلاتھی۔ اس بر ملا اعتراف کے بعد پھر اس نے حضور کی رسالت کا انکار کر دیا۔ (۱)

ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے جس میں چند دیگر امور کی مزید وضاحت ہے اس لئے اس روایت کو بھی درج کر رہا ہوں۔
حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ جب یہودیوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے حکم مقرر کر لیا حضور نے ان کے علماء کو حکم دیا کہ تورات لے آئیں ان کا ایک عالم اس جگہ سے تورات کی تلاوت کرنے لگا۔ جہاں رجم کی آیت درج تھی اس پر اس نے اپنا ہاتھ رکھ لیا تاکہ کسی کی نظر اس پر نہ پڑے۔ حضرت عبداللہ بن سلام بھی پاس بیٹھے تھے اس جبر کی یہ حرکت دیکھ رہے تھے مبرنہ کر سکے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر زور سے پرے بٹخ دیا اور بولے۔

هَذِهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ آيَةُ الرَّجْمِ يَا بَنِيَّ أَنْ يَتْلَوْهَا عَلَيْكَ۔

”یہ ہے رجم کی آیت یہ شخص اس کو پڑھنے سے انکار کر رہا ہے۔“

اسی مجلس میں حضور نے علماء یہود سے دریافت کیا۔

وَيَحْكُمُ يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ مَا دَعَاكُمْ إِلَى تَرْكِ حُكْمِ اللَّهِ وَهُوَ بِأَيِّدِيكُمْ۔

”یہ حکم الہی جو تمہارے سامنے ہے اس کو تم نے کیوں ترک

کر دیا ہے؟“

انہوں نے جواب دیا۔

کہ ہمارے لوگ اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا کرتے تھے اور ہم ان کو رجم کی سزا دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شہابی خاندان کے ایک فرد نے اس جرم کا ارتکاب کیا۔ بادشاہ نے اس کو رجم کرنے سے ہمیں روک دیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک عام آدمی اس جرم کا مرتکب ہوا۔ بادشاہ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ عوام برہم ہو گئے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ یا تو شہابی خاندان کے اس فرد کو بھی سنگسار کیا جائے۔ یا اس شخص کو بھی رجم کی سزا دی جائے۔ چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ آئندہ سب کو تجبیہ کی سزا دی جائے۔ اس طرح رجم کے حکم کی بجا آوری معطل کر دی گئی۔

حضور نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں جو اللہ کے ایسے حکم کو زندہ کر کے نغذ کرتا ہوں جو متروک ہو گیا تھا۔ پھر ان دونوں مجرموں کو رجم کرنے کا حکم دیا اور انہیں مسجد کے دروازہ کے پاس سنگسار کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔

کہ میں بھی ان لوگوں میں شریک تھا جنہوں نے انہیں رجم کیا۔ (۱)

دیگر احکام میں تحریف

تحریف کا یہ سلسلہ فقط رجم تک محدود نہ تھا۔ تورات کا ہر وہ حکم جس کی تعمیل ان پر گراں گزرتی اس میں من مانی تبدیلیاں کر لیتے۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ دونوں یہودی قبیلے تھے لیکن ان کے مقتولوں کی دیت یکساں نہ تھی بنو نضیر اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ معزز اور محترم سمجھتے تھے۔ اس لئے اگر ان کا کوئی آدمی قتل ہو جاتا تو وہ قاتل سے پوری دیت وصول کرتے اور اگر بنو قریظہ کا کوئی فرد قتل کر دیا جاتا تو اس کی نصف دیت ادا کرتے۔ رحمت عالم نے دیتوں کے اس ظلم اور جابرانہ تفاوت کو منسوخ کر دیا اور ہر مقتول کی یکساں دیت مقرر کر دی خواہ اس کا تعلق کسی قبیلہ سے ہو۔ (۱)

دھوکا دہی کی ایک خطرناک سازش

- کعب بن اسد، ابن صلوٰیہ، عبداللہ بن الصوری، اور شاس بن قیس نے ایک خفیہ میٹنگ کی اس میں انہوں نے طے کیا کہ چلتے ہیں۔ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس اور انہیں اپنے دام فریب میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب انہیں ان کا دل پسند لالچ دیں گے تو آخر بشری تو ہیں۔ ضرور اس دام میں پھنس جائیں گے وہاں پہنچے تو سلسلہ کلام کا یوں آغاز کیا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم سب لوگ جو حاضر خدمت ہیں اپنی قوم کے کدہ ہی راہنما ہیں۔ خاندانی لحاظ سے ہم سب سے اعلیٰ اور اشرف ہیں اپنے قبیلوں کے رئیس ان کے سیلہ و سفید کے مالک ہیں اگر ہم آپ کی اطاعت اختیار کر لیں گے تو یہودی قوم کا ہر فرد آپ کا کلمہ پڑھ لے گا۔ آپ کے

دین میں داخل ہو جائے گا۔ آج ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ چند لوگوں سے ہمارے تنازعات ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان کے فیصلہ کے لئے ہم آپ کو اپنا حکم مقرر کریں۔ اگر آپ وعدہ کریں کہ آپ ان مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں کریں گے تو ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو جائیں گے اور آپ کی تابعداری کا قلابہ اپنے گلے کی زینت بنالیں گے اور ہمارے ایمان لانے سے ہزاروں یہودی آپ کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔

یہ چال از حد خطرناک تھی بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیم و زر کا قطعہ کوئی لالچ نہ تھا۔ اسی طرح آپ اقتدار کے متمنی نہ تھے۔ لیکن اس بات میں تو کوئی کلام نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ شدید خواہش تھی کہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ وہ بندے جن کی بندگی کا رشتہ اپنے خالق حقیقی سے ٹوٹ چکا تھا وہ پھر ایک مرتبہ جوڑ دیا جائے۔ فسق و فجور کی دلدل میں ہلکان ہونے والی انسانیت کو نیکی و پارسائی کی بلندیاں نصیب ہو جائیں۔ اسی بے قرار آرزو کی تکمیل کے لئے ہی حضور نے سارے عرب کی دشمنی مول لی تھی۔ محشر بے امان آلام و مصائب کا مقابلہ کیا تھا تاکہ گمراہ انسان، ہدایت یافتہ ہو جائے۔ اگر یہودی دین حق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں اور اس کے لئے ایک معمولی سامعوضہ طلب کرتے ہیں تو اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ سودا کر لینا چاہئے اگر اس مقدمہ کے اس فیصلہ سے کسی کی دل شکنی یا حق تلفی ہوئی ہوگی۔ جب اقتدار ہاتھ میں آجائے گا تو ان کی حق تلفی کی تلافی کی بیسیوں صورتیں نکال لی جائیں گی۔ اس طرح ان کی دلجوئی بھی ہو جائے گی یہودی ذہنیت نے سازش کا جو جال بنا تھا یہ از حد خطرناک تھا۔ لیکن یہ ان کی غلط فہمی تھی جو ہمیشہ ان کی بد بختی کا باعث بنتی رہی۔ وہ اس عظیم انسان کو اپنے جیسا عام بشر سمجھ رہے تھے جو وقتی قائد اور وقتی کامیابی کے لئے اپنے اصولوں کو قربان کرنے پر باسائی آمادہ ہو جایا کرتا ہے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ وہ برگزیدہ اور اولوالعزم عبد اللہ ہے جس نے اپنے رب کی رضا کے حصول کے لئے سب سے اپنا تعلق ختم کر لیا ہے۔ دنیا کی فانی نعمتیں، دنیا کی زوال پذیر حکمرانیاں، زر و جواہر کے بے پایاں خزانے تو رہے ایک طرف، اگر فردوس بریں کی ابدی بہاریں بھی اس شہسوار مرکب عزیمت و ہمت کی راہ میں آڑے آئیں تو وہ انہیں بھی پائے قدرت سے ٹھکراتا ہوا آگے بڑھ جائے گا۔

انہوں نے بڑی سلیقہ مندی سے اپنی یہ گزارش پیش کی۔ انہیں یقین تھا کہ ان کی یہ پیشکش قبول کر لی جائے گی۔ لیکن نبی الانبیاء علیہ التھیۃ والثناء نے جب ان کی یہ بات سنی تو بڑی نفرت

و حکمت سے اسے ٹھکرا دیا اور اس حقیقت کو آشکارا کر دیا کہ جس کا جی چاہے اسلام قبول کر لے اور جس کا جی چاہے اسے قبول نہ کرے میں کسی قیمت پر عدل و انصاف سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ اگر تم اسلام قبول کرو گے تو اپنے اوپر احسان کرو گے یہ احسان مجھ پر نہیں ہو گا اور اگر انکار کی راہ پر گامزن ہو گے تو اپنی عاقبت برباد کرو گے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے محبوب کے اس فیصلہ کی توثیق کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَإِنْ أَحْكَمُ بَيْنَهُمْ يَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَ
احْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ
فَإِنْ تَوَلَّوْا فَعَلِمَ أَنْتُمْ أَيُّكُمْ شَرٌّ أَوْ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ -

”اور یہ کہ فیصلہ فرمائیں آپ ان کے درمیان اس کے مطابق جو نازل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی اور آپ ہوشیار رہیں ان سے کہ کہیں پر گشتہ نہ کر دیں آپ کو اس کے کچھ حصہ سے جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو جان لو کہ بے شک ارادہ کر لیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ سزا دیں انہیں ان کے بعض گناہوں کی۔ اور بے شک بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔ (المائدہ: ۴۹)

سازش کا دوسرا رنگ

یہودیوں کا ایک وفد جس میں ابو یاسر بن الخطب، نافع بن ابی نافع۔ عازر بن ابی عازر۔ خالد، زید، ازار بن ابی ازار اور رشیع جیسے کبرہ یہودی شامل تھے۔ حضور کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ کن رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت پڑھ کر انہیں سنائی۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ
وَيَعْقُوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَمَا
أَوْفَىٰ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ
لَهُ مُسْلِمُونَ -

”کہہ دو ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا ہماری طرف جو اتارا گیا ابراہیم، اسماعیل، اسحاق و یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف اور جو

عطا کیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو عنایت کیا گیا دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان میں کسی پر ایمان لانے میں اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔

انبیاء کے اسماء میں حضرت عیسیٰ کا نام سن کر وہ برا فروختہ ہو گئے اور کہنے لگے۔
لَا تُؤْمِنُ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَلَا يَهْتَدُونَ اَمِنْ يَوْمِ

”کہ نہ ہم عیسیٰ بن مریم پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ اس پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں جو عیسیٰ کو نبی مانتا ہے۔“

ان کا مدعا یہ تھا کہ آپ پر ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ آپ حضرت عیسیٰ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ انبیاء کی فہرست سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام خارج کر دیں تو پھر ہم آپ پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں۔ ان کی سابقہ بچکانہ سازشوں کی طرح ان کی یہ احمقانہ سازش بھی ناکام رہی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان نے ان کی رہی سہی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقُضُونَ مِيثَاقَ اللَّهِ أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنْ تَتُكَّوْا فَيَسْقُوتَ

”آپ فرمائیے اے اہل کتاب! تم کیا ناپسند کرتے ہو ہم سے۔ بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے اللہ کے ساتھ اور جو اتارا گیا اہلہی طرف اور جو اتارا گیا اس سے پہلے اور بلاشبہ بہت سے تم میں سے فاسق ہیں۔“ (المائدہ: ۵۹)

قرآن کریم کے بارے میں ان کی لاف زنی

ان کا ایک دوسرا وفد جو محمود بن سہمان، نعمان بن اضا، بحری بن عمرو، عزیر بن ابی عزیر، سلام بن مشکم جیسے عیار اور تیز و طرار یہودیوں پر مشتمل تھا حضور کے پاس آیا۔ اور قرآن کریم کے بارے میں گفتگو شروع کی کہنے لگے یا محمد (فداک ابی وامی) کیا آپ کا یہ ایمان ہے کہ جو کلام آپ پڑھ کر سناتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ ہمیں تو اس میں وہ ربط و ضبط اور حسن ترتیب نظر نہیں آتی جو تورات میں پائی جاتی ہے ایسا غیر منظم کلام، خدا کا کلام کیسے ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے یہود! بخدا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور اس کی تصدیق تمہاری کتاب تورات میں بھی مرقوم ہے اگر سارے انسان اور جن جمع ہو کر بھی اس جیسا کلام پیش کرنا چاہیں تو پیش نہیں کر سکتے۔ (۱)

ایک اور وفد جو چند دیگر یہودی اکابر پر مشتمل تھا آیا اور حضور سے کہنے لگا۔ یہ بتائیے کہ جو کلام آپ ہم کو پڑھ کر سناتے ہیں یہ کوئی جن آپ کو تعلیم دیتا ہے یا کوئی انسان آپ کو سکھاتا ہے۔

حضور نے انہیں بھی فرمایا۔ بخدا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور میں اس کا رسول ہوں اور تمہاری تورات میں یہ سب کچھ لکھا ہوا موجود ہے۔ (۲)

وہ پھر کہنے لگے آپ کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو نبی بنا کر مبعوث کرتا ہے۔ تو وہ جو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مطابق کر دیتا ہے۔ اور جس چیز کا وہ نبی ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیتا ہے۔ اگر آپ رسول ہیں تو ہم پر آسمان سے کتاب اتار دیے۔ جس کو ہم پڑھیں اور جس کو ہم سمجھیں اور اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو ہمیں کہئے ہم آپ کو ایسی کتاب لا کر دیتے ہیں جیسی آپ لا کر سناتے ہیں۔

ان کی اس لاف زنی پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قادر مطلق خدا نے انہیں ایک چیلنج دیا جو صرف یثرب کے یہودیوں تک محدود نہیں بلکہ تمام اقوام عالم کے لئے ہے۔ صرف نوع انسانی کو ہی نہیں بلکہ اس میں جنات بھی شامل ہیں۔ ایسا کرنے کے لئے کوئی میعاد مقرر نہیں۔ جن و انس سب کو قیامت تک کے لئے مہلت دی گئی ہے ارشاد الہی ہے۔

قُلْ لِّئِنْ أَجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُوا بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔

”(بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر انٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو ہرگز نہیں لاسکیں گے اس

کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار۔“

(الاسراء: ۸۸)

اسلام کے بد خواہوں کے لئے ایسا کرنا ممکن ہوتا تو ان کے لئے یہ امر کتنا آسان تھا۔ کہ قرآن حکیم کے اس چیلنج کو قبول کر لیتے اس جیسی ایک کتاب بلکہ اس کی کسی سورت جیسی ایک سورت بنا کر پیش کر دیتے۔ انہیں اسلام کو مٹانے کے لئے جنگوں کے لامتناہی سلسلہ میں نہ الجھنا پڑتا۔ جن میں ان کے ہزاروں نہیں لاکھوں یہادر تہ تیغ ہوئے۔ اس طرح کسی جانی اور مالی نقصان کے بغیر اسلام کو مٹانے کی ان کی حسرت پوری ہو جاتی۔ لیکن اپنی مساعی بسیار کے باوجود وہ آج تک اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے اور نہ قیامت تک وہ یہ ہمت کر سکیں گے۔ (۱)

بارگاہ الہی میں گستاخیاں

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور آکر کہا اس کائنات کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ ہمیں بتائیے العیاذ باللہ اس کو کس نے پیدا کیا۔

ان ناہنجاروں کی اس جہالت پر سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کو شدید غصہ آیا یہاں تک کہ چہرہ مہرک تمتمانے لگا حضور نے انہیں سخت لعن طعن کی۔ جبرئیل امین فوراً حاضر ہوئے اور تسلی دیتے ہوئے عرض کی۔

خَقِضْ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ آپ مطمئن ہو جائیں۔ ان کے ان خرافات کا جواب آپ کے رب کی طرف سے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ خود پڑھئے انہیں بھی سنائیے تاکہ وہ اس گمراہی سے باز آجائیں۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۚ اللَّهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۚ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۚ

”اے حبیب! فرمادے تجھے وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ صمد ہے نہ اس نے کسی کو جنا

اور نہ وہ جنا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسرہ ہے۔“

مہر و ماہ سے تابندہ تر۔ یہ سورت سننے کے باوصفہ ہرزہ سرائی سے باز نہ آئے کہنے لگے۔

اچھا یہ بتائیے وہ کیسا ہے؟ اس کے بازو کیسے ہیں؟

یہ سن کر حضور کو پہلے سے بھی زیادہ غصہ آیا۔ انہیں خوب سرزنش کی۔ اتنے میں پھر جبریل آگئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ ہرگز پریشان نہ ہوں مطمئن ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمادی ہے۔ اس کا ارشاد ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا
يُشْرِكُونَ۔

”اور نہ قدر پچانی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جس طرح قدر پچانے کا حق تھا اور (اس کی شان تو یہ ہے) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن سارے آسمان لپٹے ہوئے اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ پاک ہے وہ ہر عیب سے اور برتر ہے لوگوں کے شرک سے۔“

(الزمر: ۶۷)

اللہ تعالیٰ کی ذات صمدیت کے بارے میں اس قسم کے توہمات اب بھی خام اذہان کو پریشان اور مضطرب کرتے رہتے ہیں۔
مرشد حکیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرض کا کسیری نسخہ پہلے ہی اپنے غلاموں کو بتا دیا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

يُوشِكُ النَّاسُ أَنْ يَنْسَآءُوا بَيْنَهُمْ حَتَّى يَقُولَ قَائِلٌ هَذَا اللَّهُ
خَلَقَ الْخَلْقَ وَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا ذَلِكَ قُولُوا قُلْ هُوَ
اللَّهُ أَحَدٌ ۖ اللَّهُ الصَّمَدُ ۖ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۖ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ
كُفُوًا أَحَدٌ ۖ ثُمَّ لِيَتَفَقَّلِ الرَّجُلُ عَنْ تِسَارِهِ ثَلَاثًا وَلِيَسْتَعِذَّ
بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

”حضور نے فرمایا قریب ہے کہ لوگ آپس میں گفتگو کریں گے اور ایک دوسرے سے مختلف امور کے بارے میں دریافت کریں گے یہاں تک کہ کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا جب وہ اس قسم کی بات کہیں تو تم کہو۔“

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۖ اللَّهُ الصَّمَدُ ۖ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۖ وَلَمْ
يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔

”پھر آدمی اپنی بائیں طرف تین مرتبہ تھو کے اور

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ کہے۔“ (۱)

گروہ منافقین خذہم اللہ تعالیٰ

یسود کی اسلام دشمنی کا ایک سرسری جائزہ آپ نے پڑھا۔ ان کی شرارتوں، دل آزاریوں، فتنہ انگیزیوں کا صرف ایک روپ نہ تھا بلکہ جس رنگ میں وہ اسلام کو نقصان پہنچا سکتے وہ اس رنگ کو اختیار کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہ کرتے۔ مذہبی اور اخلاقی اقدار یا معاملہوں کا پاس انہیں اس سے باز نہ رکھ سکتا۔ ایک ہی جنون تھا جس میں وہ جتلاتے ایک ہی خطبہ تھا جو ان کے قلوب و اذہان پر سوار تھا۔ ایک ہی مقصد تھا جس کے حصول کے لئے انہوں نے اپنے جملہ مادی وسائل، اپنی جانوں بلکہ اپنے دین اور عقیدہ کو داؤ پر لگا رکھا تھا۔ وہ اسلام کو ہر قیمت پر زک پہنچانے کے لئے کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

ان میں سے کئی ایسے اکابر تھے جنہوں نے منافقت کا جامہ زیب تن کر لیا بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور کے دست مبارک پر ایمان بھی لے آئے تھے اپنے آپ کو بہت بڑا اور پکا مسلمان ظاہر کرتے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ مار آستین بن کر مسلمانوں کو ڈسیں۔ ان کی صفوں میں داخل ہو کر ان کے شیرازہ کو منتشر کریں۔ ملت مسلمہ کے لئے کھلے کافروں سے بھی یہ زیادہ خطرناک تھے قرآن کریم کی صدمہ آیت ان کی مذمت میں نازل ہوئیں۔ یعنی ان کی فتنہ پرداز یوں سے نیک دل اور سادہ لوح مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا ان کا طریقہ کار یہ تھا وہ مسجد میں حاضر ہوتے۔ مسلمانوں کی باتیں سنتے پھر ان پر پھبتیاں کہتے اور ان کے دین کا مذاق اڑاتے۔ اور جب بھی انہیں موقع ملتا ذات پاک حبیب کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہدف تنقید بناتے۔ کبھی حضور کے علم پر اعتراض کرتے، کبھی دینی تعلیمات پر اعتراض کرتے اور کبھی مسلمانوں کی غربت اور افلاس کے بارے میں چہ میگوئیں کرتے۔

سیرت نگار حضرات نے ان کے اسماء اور ان کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ ابن کثیر کی سیرت سے چند باتیں ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

منافقین کے سرداروں میں سے ایک کانام زید بن الصلت تھا۔ ایک دفعہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی اس نے جھٹ زبان طعن دراز کی۔ کہنے لگا کہ محمد

(فداہ الی وائی) یوں تو دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے پاس آسمان کی خبر رہتی ہے اور اتنا علم بھی نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس کی یہ بات سنی تو حضور نے فرمایا۔

بخدا! میں اس چیز کو جانتا ہوں جس کا علم اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹنی کے بارے میں بتا دیا ہے کہ وہ فلاں گھاٹی میں ہے اس کی تکمیل ایک درخت کی ٹنٹی کے ساتھ الجھ گئی ہے اور وہ وہاں رکی ہوئی ہے۔
چند مسلمان اس وادی میں گئے اس اونٹنی کو اسی حالت میں دیکھا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ منافقین میں جو مشہور تھے ان میں نعمان بن اوفیٰ، عثمان بن اوفیٰ، رافع بن حرمیلہ بہت مشہور تھے۔ جب وہ مرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَدَمَاتِ الْيَوْمِ عَظِيمَةٍ قِنْ عَظَمَاءُ الْمُنَافِقِينَ۔

”آج ایک بڑا منافق ہلاک ہو گیا ہے۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لارہے تھے تو راستہ میں سخت آندھی چلی حضور نے فرمایا۔

لَا تَقْأَهَبَتْ لِمَوْتِ عَظِيمَةٍ قِنْ عَظَمَاءِ الْكُفَّارِ۔

”ایک بہت بڑا کافر مرا ہے اس لئے یہ آندھی چلی ہے۔“

جب مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس روز رفلہ ہلاک ہوا تھا۔

ایک روز یہ لوگ مسجد شریف میں جمع ہوئے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا کہ وہ آپس میں کھسر پھسر کر رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ بول رہے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو کان سے پکڑ کر دھکے دے کر مسجد سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب اپنے ہم قبیلہ عمرو بن قیس کو اس کے پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے گئے اور اسے مسجد سے باہر کر دیا وہ ملعون کہہ رہا تھا۔ اے ابو ایوب! کیا تم مجھے بنی نعلبہ کے مرید سے باہر نکال رہے ہو۔ یہ وہ شخص تھا جو عہد جاہلیت میں بنی نعلبہ کے بتوں کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا اس کو باہر پھینکنے کے بعد حضرت ابو ایوب ایک دوسرے منافق رافع بن ربیعہ التجاری کی طرف متوجہ ہوئے یہ بھی ان کے قبیلہ کافر تھا اور اس کی چادر سے اس کو گھسیٹا فَلَتَبَّهٖ بِرَدَائِهِ۔ ثُمَّ نَزَرَا نَزْرًا شَدِيدًا اور اس کے چہرے پر خوب طمانچہ ملے۔ اور اس کو مسجد سے نکال دیا۔ آپ اسے کہہ رہے تھے ”أَتَيْ لَكَ

مُتَافِقًا خَبِيثًا“ اے خبیث منافق تجھ پر ہلاکت ہو۔

ایک دوسرے صحابی عمارہ بن حزم، زید بن عمرو منافق کی طرف لپکے۔ اس کی بڑی لمبی داڑھی تھی اس کی داڑھی پکڑ لی۔ پھر اس کو سختی سے کھینچتے ہوئے لے گئے اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی سے اسے سینے میں دھکا دیا وہ منہ کے بل گر پڑا وہ کہہ رہا تھا۔ اے عمارہ! تو نے مجھے زخمی کر دیا حضرت عمارہ نے کہا۔

أَبْعَدَكَ اللَّهُ يَا مُتَافِقُ فَمَا أَعَدَّ اللَّهُ لَكَ مِنَ الْعَذَابِ أَشَدَّ

مِنْ ذَلِكَ وَلَا تَقْرَبَنَّ مَسْجِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”اے منافق! اللہ تجھے ہلاک کرے۔ جو عذاب اللہ تعالیٰ نے تیرے

لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ خبردار! آج کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا۔“

ایک اور صحابی ابو محمد مسعود ابن اوس جو بدری تھے۔ وہ قیس بن عمرو بن سہل، منافق پر جھپٹے۔ وہ نوجوان تھا اور منافقوں میں سے ایک نوجوان تھا اس کے علاوہ سارے بوڑھے تھے آپ نے اس کو پیچھے سے دھکے دیتے ہوئے مسجد سے باہر نکال دیا۔

بنی خدرہ سے ایک مسلمان کھڑا ہوا وہ حادثہ بن عمرو منافق پر جھپٹا۔ اس کے سر پر بڑے خوبصورت بالوں کا گچھا تھا۔ اس بالوں کے گچھے سے اسے پکڑا اور زمین پر اسے سختی سے گھسیٹتے ہوئے لے گیا اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ حادثہ نے کہا۔ تم نے مجھ پر بڑی سختی کی ہے اس مسلمان نے جواب دیا اے اللہ کے دشمن! تم اسی کے سزاوار تھے۔ تو پلید ہے۔ آج کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے قریب ہر گز نہ آنا۔ بنی عمرو بن عوف کا ایک شخص اپنے بھائی زوی بن الحارث منافق کی طرف گیا اور بڑی شدت سے دھکے دیتے ہوئے اور ملامت کرتے ہوئے اس کو مسجد سے نکال دیا۔ اسے کہا کہ شیطان نے تجھ پر غلبہ پالیا ہے اور تو اس کا بندہ بے دام بن کر رہ گیا ہے۔

منافقین کا گروہ اپنی عیاری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دل آزاری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ اور رات دن مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور اسلام کو ناکام بنانے کے لئے ہوج بچل میں غرق رہتے تھے ان کے تفصیلی حالات اپنے اپنے موقع پر بیان کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اوس و خزرج کے منافقین

ان دو قبائل نے اسلام کی سر بلندی کے لئے جس بے مثل کردار کا مظاہرہ کیا۔ جس بلی ایملہ، اور جلی قرمانوں کا نذرانہ بارگاہ رب العزت میں پیش کیا وہ اظہر من الشمس ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو انصار کے معزز لقب سے ملقب کیا۔ لیکن ان میں بھی چند ایسے اذلی بد بخت تھے جنہوں نے بظاہر تو اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ان کے باطن کفر و شرک کی صفوئوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ان میں سے چند بد نصیبوں کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

اوس :- جُلَاسُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ الصَّامِتِ

یہ بھی منافقوں کا سرغنہ تھا۔ جنگ تبوک میں اس نے شرکت نہیں کی بلکہ گھر بیٹھا رہا۔ اور اس نے کہا تھا۔

لَئِنْ كَانَ هَذَا الزَّجْلُ صَادِقًا لَفَعَنْ شَرِّ مَنْ أَحْمَرَا

”اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر ہم گدھوں سے بھی بد تر ہیں۔“

اس کی بیوی کا بیٹا حمیر بن سعد، سچا مسلمان تھا۔ اس کے باپ کے فوت ہونے کے بعد اس کی ماں نے جلاس سے نکاح کیا تھا۔ حمیر نے جب جلاس کی یہ بیہودہ بات سنی۔ تو اس نے کہا۔ بخدا اے جلاس! تو میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے اور سب سے زیادہ میرے نزدیک معزز ہے اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ لیکن آج تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر میں نبی کریم تک یہ بات پہنچاؤں تو تم رسوا ہو جاؤ گے۔ اور اگر میں خاموش رہتا ہوں تو میرا دین غارت ہو جاتا ہے۔ تیرا رسوا ہونا مجھے گوارا ہے۔ لیکن میں اپنے دین کو برباد نہیں کر سکتا۔ حمیر گیا اور حضور کی خدمت میں جلاس نے جو کہا تھا اس کے بارے میں عرض کر دی۔ جلاس سے جب باز پرس کی گئی تو اس نے قسم اٹھادی کہ میں نے ہرگز کوئی ایسی بات نہیں کہی۔ حمیر نے مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس کا پردہ چاک کر دیا۔

يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَنَقَدُوا قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ
إِسْلَامِهِمْ وَهُمْ أُولَائِیْنَ قَالُوا وَمَا نَقْمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۚ الْآیَةُ

” (منافق) قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ یقیناً انہوں نے کبھی تھی کفر کی بات اور انہوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد۔ اور انہوں نے ارادہ بھی کیا ایسی چیز کا جسے وہ نہ پاسکے اور نہیں چشمہ ناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے سوا اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ بہتر ہوگا ان کے لئے۔ “ (سورۃ التوبہ: ۷۴)

بعد میں اللہ تعالیٰ نے جلاس پر توبہ کا دروازہ کھولا۔ اس نے سچے دل سے توبہ کی اور اس پر مستحکم رہا۔

اسی قبیلہ کا ایک اور شخص نبیل بن حارث تھا۔ اس نے بارگاہ رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے کہا تھا۔

إِنَّمَا مُحَمَّدٌ أُذُنٌ مِّنْ حَدَثَةٍ شَيْئًا صَدَقَهُ -

”کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کانوں کے کچے ہیں ہر شخص کی بات مان لیتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کو اس گستاخی کی گستاخی گوارا نہ ہوئی فوراً یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يَوْمُنُ بِاَللّٰهِ وَيَوْمُنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ -

”اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو اپنی (بدزبانی) سے اذیت دیتے ہیں نبی کریم کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کچا ہے فرمائیے وہ سنا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان کے لئے جو ایمان لائے تم میں سے جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

(سورۃ التوبہ: ۶۱)

اسی کے بدلے میں رحمت عالم نے فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُنْظَرَ إِلَى الشَّيْطَانِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى نَبْتِ بْنِ الْحَارِثِ

”جو شخص شیطان کو دیکھنا پسند کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ نبیل بن حارث

کو دیکھ لے۔“

اس کا جسم بھری بھر کم تھا۔ قد لمبا۔ رنگت سیاہ تھی بال بکھرے ہوئے اور آنکھیں سرخ تھیں ایک بار جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ کہ آپ کے پاس ایک شخص آکر بیٹھتا ہے فریہ جسم، پر اگندہ مو۔ زرد چہرہ، سرخ آنکھیں۔ گویا تانبے کی دو ہانڈیاں ہیں اس کا جگر گدھے کے جگر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ آپ کی باتیں سن کر منافقوں کو جا کرتا ہے اس سے محتاط رہئے۔ (۱)

ابو عامر فاسق

اس نے زمانہ جمالت میں ہی رہبانیت اختیار کر لی تھی اور کبیل کا لباس پہنا کرتا تھا لوگ اس کے تارک الدنیا ہونے کی وجہ سے بڑی عزت اور احترام کیا کرتے تھے۔ نبی رحمت جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو اس کی ساری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ لیکن اس نے اپنے لئے کفر کو پسند کیا۔ ایک دن حضور پُر نور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ یہ کون سا دین ہے جسے لے کر آپ آئے ہیں۔ رحمت عالم نے فرمایا۔ میں ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کو لے کر آیا ہوں۔ وہ کہنے لگا دین ابراہیمی پر تو میں ہوں۔ حضور نے فرمایا تو اس دین پر نہیں ہے۔ وہ بولا یا محمد۔ آپ نے اس دین حنیف میں ایسی چیزیں داخل کر دی ہیں جن کا اس دین سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ سرکارِ دو عالم نے فرمایا میں نے کوئی غیر چیز اس میں داخل نہیں کی۔ میں نے اس کو ساری آلائشوں سے پاک صاف کر کے پیش کیا ہے۔ اس بد بخت کی زبان سے نکلا۔

اَلْكَاذِبُ اَمَاتُهُ اللّٰهُ طَرِيْدًا غَرِيْبًا وَحِيْدًا

”کہ جھوٹے کو اللہ تعالیٰ اپنے الکل و عیال سے دور غریب الوطنی میں تھا موت دے۔“

اس کا اشارہ سرورِ عالم کی طرف تھا۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَجَلٌ فَمَنْ كَذَبَ يَفْعَلُ اللّٰهُ ذٰلِكَ بِهٖ

”بے شک جو جھوٹ بولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنے دس پندرہ عقیدت

مندوں کو لے کر وہ مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر مکہ چلا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو راہب نہ کہا کرو بلکہ فاسق کہا کرو۔
کچھ عرصہ بعد جب مکہ مکرمہ پر اسلام کا پرچم لہرایا گیا تو وہاں سے بھاگ کر طائف پہنچا۔
جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو وہاں سے بھاگ کر شام چلا گیا۔ وہاں ہی اپنے اہل و
عیل سے دور غریب الوطنی میں کسمپرسی کی حالت میں ہلاک ہو گیا۔ اور جو دعا خود اس نے مانگی
تھی جس پر سرکار نے آمین فرمائی تھی وہ قبول ہوئی۔ اور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ جھوٹا کون ہے
تارک الدنیا ہونے کی وجہ سے جو عزت اور احترام لوگوں کے دلوں میں اس کے بارے میں پیدا
ہوا تھا وہ اس کے لئے حجابِ ثبوت ہوا۔ اور اسلام کی نعمت سے محرومی کا باعث بنا۔ (۱)

خزرج

عبداللہ بن ابی بن سلول، جو رئیس المنافقین کے لقب سے مشہور ہے وہ اسی قبیلہ کا ایک
بد بخت اور بد نصیب فرد ہے۔ یہ بلند قامت۔ وجیہ، اور بااثر شخصیت کا مالک تھا۔ اس اور
خزرج دونوں قبیلوں نے اس کی سیادت کو تسلیم کر لیا تھا۔ وہ اسے اپنا منفقہ حکمران بیٹا چاہتے
تھے زرگر کو کہہ دیا گیا تھا کہ وہ اس کے لئے ایک تاج بنائے تاکہ ایک تقریب میں اس کی تاج
پوشی کی رسم ادا کی جائے۔ اسی اثناء میں مطلع نبوت و ہدایت کا آفتاب عالم تاب طلوع ہوا۔
جس کے نور سے لوگوں کے قلوب و اذہان روشن ہو گئے۔ اور عبداللہ بن ابی کی بادشاہی کے
اعلان کے لئے جو تقریب منعقد ہونے والی تھی وہ ہمیشہ کے لئے منسوخ کر دی گئی۔ اس سے
اس کو انتہائی صدمہ تھا۔ اس کے سارے قبیلہ نے کیونکہ اسلام قبول کر لیا تھا اس لئے اس نے
بھی مجبوراً اسلام قبول کیا لیکن اس کے دل میں حسد کی آگ ہمیشہ سلکتی رہتی تھی۔ غزوہ بنی
مصطلق کے موقع یربکی وہ بد بخت آدمی تھا جس نے یہ کہا تھا۔

يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُغَيِّرَنَّ الْأَعْزُومَتَهَا الْأَذَلَّ (۸:۶۳)

”منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ میں تو شکل دیں گے عزت

والے وہاں سے ذیلیوں کو۔“

اسامہ بن زید، بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ ایک دفعہ بیمار ہو گئے رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جس گدھے پر حضور سوار تھے اس پر زین کسی

ہوئی تھی اور اس پر فدک کا ہاتھ ہوا ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا۔ اور اس کی باگ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی اور حضور نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا ہوا تھا۔ سرکلہ دو عالم عبد اللہ بن ابی کے پاس سے گزرے اس کے ارد گرد اس کے قبیلہ کے چند آدمی بیٹھے تھے۔ حضور نے جب اسے دیکھا تو یونہی گزر جانا مناسب خیال نہ فرمایا بلکہ اپنی سواری سے اترے اور اسے سلام فرمایا اور اس کے پاس کچھ وقت کے لئے بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی چند آیتیں تلاوت کیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اس کے ذکر کی تلقین کی۔ پھر نافرمانی سے ڈرایا۔ بشارتیں دیں۔ اور عذاب الہی سے خبردار کیا۔

عبد اللہ، چپ چاپ۔ گم سم ہو کر بیٹھا رہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے ارشادات سے قدر غ ہوئے تو عبد اللہ نے کہا۔

يَا هَذَا اِنَّهُ لَا اَحْسَنُ مِنْ حَدِيثِكَ هَذَا اِنْ كَانَ حَقًّا۔
فَاَجْلِسْ فِي بَيْتِكَ فَمَنْ جَاءَكَ فَقَدْ تَرَاكَ وَمَنْ لَمْ
يَأْتِكَ فَلَا تَعُشْهُ بِهِ وَلَا تَأْتِهِ فِي عَجَلٍ مِمَّا يَكُونُ۔

”اے جناب! آپ کی یہ بات اگرچہ حق ہے لیکن منگو کا یہ طریقہ پسند نہیں آپ اپنے گھر میں بیٹھیں جو شخص آپ کے پاس آئے اسے آپ اپنی بات سنائیں اور جو شخص آپ کے پاس نہ آئے اس کے ہاں جا کر نہ کہیں اور اس کی مجلس میں جا کر اسے ایسی بات نہ سنائیں جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔“

حضرت عبد اللہ ابن رواحہ اس کی اس گستاخی کو برداشت نہ کر سکے اور عرض کی۔
بَلَىٰ فَاَعِشْنَا بِهِ وَانْتَبْنَا فِي عَجَالِنَا وَدُورِنَا وَبُيُوتِنَا۔ فَهُوَ
وَاللّٰهُ مَا نَحِبُّ وَمَا اَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِهِ وَهَذَا اَنَا لَهُ

”آپ بھد شوق ہمارے ہاں تشریف لائیں ہماری مجلسوں میں قدم رنجہ فرمائیں ہمارے گھروں اور مکانوں کو اپنی آمد سے شرف بخشیں۔ بخدا یہ ایسی چیز ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہماری عزت افزائی کی ہے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشی ہے۔“

حضور وہاں سے اٹھ کر سعد بن عبادہ کے پاس مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور اللہ کے دشمن نے جو بات کہی تھی اس پر ناگواری کا اثر رخ انور پر نمایاں تھا۔ حضرت سعد نے دیکھا تو عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ مجھے حضور کے رخِ اقدس پر ناگواری کے آثار نظر آرہے ہیں شاید

حضور نے کوئی ایسی بات سنی ہے جو حضور کو ناپسند ہے حضور نے فرمایا بے شک پھر ابن ابی کی بات انہیں سنائی حضرت سعد نے عرض کی یا رسول اللہ! اس بات پر رنجیدہ نہ ہوں بخدا! اللہ تعالیٰ حضور کو ہمارے پاس لے آیا اس سے پہلے تو ہم اس کی تاج پوشی کے لئے تاج بنوار ہے تھے وہ دیکھتا ہے کہ حضور نے اس سے اس کی بادشاہی چھین لی ہے اس لئے وہ چیخ و تاب کھاتا ہے اور ایسی ناشائستہ باتیں کرتا ہے۔ (۱)



کاروان عشق و ایثار

سرفروشی اور جاں سپاری
کی کھٹن وادی میں

ANSARI

کاروان عشق و ایثار سرفروشی اور جاں سپاری کی کٹھن وادی میں

لات و منات، جن کی خدائی کا ڈنکا عرب میں صدیوں سے بج رہا تھا۔ ان کو پائے استحقاق سے ٹھکرا کر خداوند ذوالجلال کی بارگاہِ صمدیت میں سر بسجود ہوتا۔ کفر و شرک کے پرستاروں کے نزدیک ناقابلِ معجزہ جرم تھا۔ غلامانِ مصطفیٰ علیہ الطیبہ والتیمۃ واجمل الثناء سے یہی جرم سرزد ہوا تھا جس نے مکہ کے رئیسوں کو نعل در آتش کر دیا تھا۔ ان لوگوں نے ایک خدا پر ایمان لا کر صرف ان رئیسوں کے خداؤں کا انکار ہی نہیں کیا تھا بلکہ ان کی سیادت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ سارا مکہ فرط غیظ و غضب سے آتش کدہ نمود کی طرح بھڑک اٹھا تھا۔ انہوں نے مٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے اپنے اندھے بہرے خداؤں کی عظمت و جلال کی قسم کھائی تھی کہ وہ ان مسلمانوں کو ایسی اذیت ناک سزائیں دیں گے کہ ان کا دماغ درست ہو جائے گا۔ وہ مجبور ہو کر اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں کی پرستش کرنے لگیں گے۔

شیعہ توحید کے ان دل باختہ پروانوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک روار کھا گیا ان کے بارے میں آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ عام لوگوں پر جو مشق ستم کی جاتی اس کا توڑ کر ہی کیا بڑے بڑے متمول اور رئیس خاندانوں میں سے اگر کوئی نوجوان باطل سے دل برداشتہ ہو کر حق کا دامن پکڑ لیتا تو اس کے بڑے بوڑھے اس پر ظلم و ستم کی حد کر دیتے۔ خاندان بنو امیہ کے روشن چراغ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کے چچا کا یہ معمول تھا کہ جانور کے کچے بدبودار چمڑے میں انہیں لپیٹ کر دھوپ میں ڈال دیتا۔ نیچے سے تانبے کی طرح تپتی ہوئی ریت، اوپر سے عرب کے سورج کی آتشیں کرنیں۔ اس پر کچے چمڑے کی بدبو ایک عذاب میں اس بڑھے نے بیسیوں عذابوں کو یکجا کر دیا تھا۔ اس طرح اپنے گئے بھتیجے پر وہ دل کی بھڑاس نکالتا پھر بھی دل سیر نہ ہوتا۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات بھی ان کی لرزہ خیز ستم

کیشیوں سے مستثنیٰ نہ تھی۔ آوازے کسنا، پھبتیلیں اڑانا، طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگا کر دل دکھانا، راستے میں کانٹے بچھانا حرم پاک میں سجدہ کی حالت میں حضور کی مبارک گردن پر بدبودار اوجھ اٹھا کر ڈال دینا۔ پھر اس پر خوش ہونا اور ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوتے رہنا۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ طائف کی شاہراہوں پر اس مرقع حسن و دلبری پر جس بے دردی سے انہوں نے سنگ باری کی۔ شعب ابی طالب میں تین سال کی طویل مدت تک حضور اور حضور کے خاندان کا محاصرہ اور قطع تعلقات ان کی روح فرساتفصیلات پڑھ کر کون سادل ہے جو اشکبار نہ ہو جاتا ہو گا۔

جور و ستم کا یہ جائگاہ سلسلہ ہفتہ دو ہفتہ، یا سال دو سال تک جاری نہیں رہا۔ بلکہ پورے تیرہ سال ان جائگاہ از حالات کا نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ کو سامنا کرنا پڑا۔ وہ قلم کرتے رہے اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول اور اس کے اولوالعزم صحابہ بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے کبھی کوئی جوابی کارروائی نہیں کی، کبھی ان کی سنگدلی کے جواب میں تلخ نوائی تک نہیں کی۔ ادھر سے جور و جفا کی انتہا ہو رہی تھی اور ادھر سے پیکر ان تسلیم و رضا صبر و استقامت کے پہاڑ بن کر انہیں برداشت کر رہے تھے۔

ایک دفعہ حضرات عبدالرحمن بن عوف، مقداد بن اسود، قدامہ بن مظعون، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہیں کفار مکہ طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنَّا فِي عِزٍّ وَنَحْنُ مُشْرِكُونَ فَلَمَّا آمَنَّا صَدَّائِ
أَذَلَّةً فَأَتَيْنَا لَنَا فِي قِتَالٍ هَؤُلَاءِ فَيَقُولُ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ
مِنْهُمْ فَأَتَيْنَا لَكُمْ أَوْ مَرِيقَتَا إِلَهُكُمْ۔

”یا رسول اللہ! جب ہم مشرک تھے تو ہم عزت و آبرو کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور جب سے ہم ایمان لے آئے ہیں انہوں نے ہمیں ذلیل کر دیا ہے ہمیں ان سے جنگ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ حضور نے فرمایا اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو ابھی تک مجھے ان سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ملی۔“ (۱)

کئی صحابہ جن کو مشرکین زد و کوب سے زخمی کر دیتے تھے۔ ان کے سر پھٹے ہوتے تھے اور

ہڈیاں ٹوٹی ہوتی تھیں وہ بھی کفار کے ان مظالم پر احتجاج کرتے ہوئے ان سے لڑائی کرنے کی اجازت طلب کرتے تو حضور انہیں فرماتے۔

لَا صَبْرَ دَا قِيَانِي لَكُمْ اَوْ مَرِيًا لِقِتَالِ۔

”صبر کرو ابھی مجھے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ملی۔“

جب اہل مکہ کے جبر و تشدد کی انتہا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو یثرب کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ اسلام کے جاں نثاروں کو جیسے جیسے موقع ملتا رہا وہ چھپتے چھپاتے ہجرت کر کے یثرب روانہ ہوتے رہے۔ انہیں خیال تھا کہ اپنے وطن عزیز، اپنے مال و منال اپنے اہل و عیال کو پیچھے چھوڑ کر تین سو میل دور واقع شہر یثرب میں پہنچ کر انہیں چین کا سانس لینا نصیب ہو گا اور امن و سکون کے ساتھ وہ زندگی بسر کر سکیں گے اور اہل مکہ کے غضب و عناد کے مشتعل جذبات میں اعتدال رونما ہو گا اور وہ ان کے بارے میں اپنی موجودہ روش کو ترک کر دیں گے۔ لیکن صد حیف! کہ ایسا نہ ہوا۔ انہوں نے مکہ میں بیٹھ کر یثرب کے ان لوگوں سے اپنا رابطہ قائم کیا جو دل سے مسلمانوں کے بد خواہ تھے جن میں عبداللہ بن ابی اور اس کے حواری، اور یہودی قبائل، ایسے عناصر تھے جن کو وہ باسانی مسلمانوں کے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔ عبداللہ بن ابی کے دل میں اسلام کی عداوت کا جذبہ اپنے جوش پر تھا۔ جس کی وجہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں سب سے پہلے انہوں نے اس سے رابطہ قائم کیا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں ایک حدیث مروی ہے جس کے مطالعہ سے ساری صورت حال آپ پر واضح ہو جائے گی۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ كَتَبُوا إِلَى
ابْنِ أَبِي وَهَبٍ كَانَ يَعْبُدُ مَعَهُ الْأَوْثَانَ مِنَ الْأَوَّلِينَ فِي الْخَزْمَةِ
وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِينَةِ قَبْلَ
وَقَعَةِ بَدْرٍ، إِنَّكُمْ أَوَيْتُمْ صَاحِبَنَا وَإِنَّا نَفْسُهُ بِاللَّهِ لَتَقَاتِلَنَّهُ
أَوْ لَتُخْرِجَنَّهُ وَلَنَصِيرَنَّ إِلَيْكُمْ بِأَجْمَعِنَا حَتَّى نَقْتُلَ مُعَاتِلَكُمْ
وَنَسْتَبِيرَ نِسَاءَكُمْ۔

فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي وَهَبٍ كَانَ مَعَهُ مِنْ عِبَدَةِ
الْأَوْثَانِ أَجْمَعُوا لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُمْ
فَقَالَ لَقَدْ بَلَغَ وَعَيْدُ قُرَيْشٍ مِنْكُمْ الْمَبَالِغَ مَا كَانَتْ تُكَيِّدُكُمْ
بِأَكْثَرِ مِمَّا تُرِيدُونَ أَنْ تُكَيِّدُوا بِهِ أَنْفُسَكُمْ - تُرِيدُونَ أَنْ
تُقَاتِلُوا أَبْنَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ فَلَمَّا سَمِعُوا ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَرَّقُوا -

”امام زہری - عبد الرحمن بن کعب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے یہ روایت سنی کہ کفار
قریش نے عبد اللہ بن ابی (رئیس المنافقین) اور اوس و خزرج قبیلوں کے
ان لوگوں کی طرف جو ابھی تک بت پرست تھے - یہ خط اس وقت لکھا
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے اور ابھی
غزوہ بدر نہیں ہوا تھا - انہوں نے لکھا کہ تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں
پناہ دی ہے - اور ہم اللہ کی قسم کھا کر تمہیں کہتے ہیں کہ یا تو تم ان سے جنگ
کرو - یا ان کو وہاں سے نکال دو ورنہ ہم لشکر جبار لے کر تمہاری طرف
کوچ کریں گے تمہارے جنگ جو جوانوں کو یہ تیغ کر دیں گے تمہاری
عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنالیں گے - جب یہ پیغام عبد اللہ بن ابی اور اسکے
مشرک حواریوں کو پہنچا تو انہوں نے باہمی مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کریں گے -

اس کی اطلاع جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی - تو حضور ان کو ملنے
کے لئے ان کے پاس تشریف لے آئے اور انہیں فرمایا - کہ اگر قریش کی
دھمکی سے مرعوب ہو کر تم ہمارے ساتھ جنگ کرو گے - تو تمہیں زیادہ
نقصان پہنچے گا نسبت اس کے کہ تم اہل مکہ کے ساتھ جنگ کرو - کیونکہ وہ
تمہارے رشتہ دار نہیں - تمہارے قبیلہ کے افراد نہیں ان سے لڑائی کے
وقت تم انہیں قتل کرو تو تم اغیار کو قتل کرو گے لیکن اگر ہمارے ساتھ
جنگ کرو گے تو تمہیں اپنے بیٹوں - اپنے بھائیوں اور اپنے عزیز و اقارب
جو مسلمان ہو چکے ہیں ان سے جنگ کرنا پڑے گی اس طرح تم اپنے بیٹوں
بھائیوں اور رشتہ داروں کو قتل کرو گے - تم خود سوچ لو کہ تمہارے لئے

کون سا راستہ بہتر ہے۔ اس ارشاد نبوی کا ایسا اثر ہوا کہ وہ سب لوگ منتشر ہو گئے۔“ (۱)
 اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کا منصوبہ ناکام ہو گیا اہل مکہ نے یثرب کے اسلام دشمن
 عناصر سے ساز باز کر کے ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی کہ اگر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ
 وسلم موقع پر پہنچ کر اپنے کلام معجز نظام سے ان پر حقیقت کو آشکارا نہ کرتے تو کسی وقت بھی وہ
 مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔

قریش مکہ نے اس ناکامی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے مفسدہ پرداز ریموں نے ایک اور
 خطرناک چال چلی۔ انہیں معلوم تھا کہ یہودی ایک کثیر تعداد وہاں سکونت پذیر ہے علمی اور
 معاشی لحاظ سے ان کو یثرب کے معاشرہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اور وہ بھی دل سے
 مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں ان کی اس اسلام دشمنی سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہوں نے
 یثرب کے یہودی قبائل سے رابطہ قائم کیا اور انہیں براہیگختہ کیا کہ وہ مسلمانوں سے
 برسرِ پیکار ہوں اور انہیں وہاں سے نکل جانے پر مجبور کریں۔

اس روایت میں ان کی اس سازش کا حال بھی بیان کیا گیا ہے آپ ملاحظہ فرمائیے۔

فَبَلَغَ ذَلِكَ كُفَّارَ قُرَيْشٍ فَكَتَبَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ
 إِلَى آلِ يَهُودَ إِذْ كُنْهُمْ أَهْلُ الْحَلَقَةِ وَالْحُصُونِ وَإِنَّكُمْ لَتَقَاتِلُنَّ
 صَاحِبَنَا أَوْ لَتَنْفَعَنَّ كَذَا أَوْ لَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَدَمِ
 نِسَاءِ كُمْ شَتَّى ۚ

”یہ خبر کفار قریش کو پہنچی تو انہوں نے واقعہ بدر کے بعد یہودیوں کو یہ خط
 لکھا۔ کہ تم اسلحہ کے ذخائر اور قلعوں کے مالک ہو۔ تمہیں چاہئے کہ
 ہمارے اس آدمی کے ساتھ تم جنگ کرو۔ ورنہ ہم تم پر حملہ آور ہوں
 گے۔ پھر ہمارے درمیان اور تمہاری عورتوں کے پانیوں کے
 درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہو سکے گی۔“

یعنی وہی دھمکی جو انہوں نے عبداللہ بن ابی کوردی تھی اسی کو یہاں بھی دہرایا کہ ہم تم پر حملہ
 آور ہوں گے تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنالیں گے
 یہودیوں کے بنو نضیر قبیلہ کو جب یہ دھمکی آمیز خط ملا۔ اگرچہ اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کے ساتھ انہوں نے دوستی کا معاہدہ کیا ہوا تھا لیکن انہوں نے اتفاق رائے سے اس معاہدہ

کو پس پشت ڈال دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا۔

أَخَذُ جُرَيْشًا فِي ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِكَ وَلِيَخْرِجُ مِنَّا
ثَلَاثُونَ جَبْرًا حَتَّى نَلْتَقِيَ بِمَكَانٍ مُّنتَصِفٍ وَيَسْمَعُوا مِنكَ
فَإِنْ صَدَقُوا قَوْلَكَ وَأَمْنُوا بِكَ أَمَّنَّا بِكَ -

”آپ اپنے تئیں اصحاب کو لے کر آئیے ہم بھی اپنے تئیں عالموں کو ساتھ لے آئیں گے اور فلاں مقام پر دونوں فریق اکٹھے ہوں گے۔ ہمارے علماء آپ کی بات سنیں گے اگر انہوں نے آپ کی بات کی تصدیق کر دی اور آپ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے۔“

حضور نے مجمع عام میں یہودیوں کے اس پیغام کے بارے میں اعلان کر دیا۔

دوسرے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج لے کر آئے اور بنی نضیر کا محاصرہ کر لیا اور انہیں فرمایا بخدا جب تک تم میرے ساتھ معہدہ نہ کرو میں تمہیں امن نہیں دوں گا۔ لیکن انہوں نے معہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اس روز ان سے جنگ ہوئی دوسری صبح حضور نے بنی قریظہ کی بستی پر اپنے لشکر سمیت چڑھائی کی اور انہیں معہدہ کرنے کی دعوت دی چنانچہ وہ معہدہ کرنے پر رضامند ہو گئے وہاں سے فدرغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر بنی نضیر کی بستی کی طرف تشریف لے آئے اور ان سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ انہوں نے مدینہ طیبہ سے جلا وطن ہونے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ چنانچہ بنو نضیر شرب کو ترک کر کے چلے گئے انہوں نے اپنا سلمان، اپنے اونٹوں پر لاد ا ہوا تھا یہاں تک کہ اپنے مکانوں کے دروازے اور لکڑیاں بھی وہ اٹھا کر لے گئے۔

اس طرح اہل مکہ کی یہ کوشش بھی رائیگاں گئی اور ان کی اس سازش کو بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا یہاں تک جتنے عربی جملے لکھے گئے ہیں یہ سب اسی روایت کا حصہ ہیں جو سنن ابو داؤد سے نقل کی گئی ہے۔ (۱)

ان کی اسلام دشمنی یہاں آکر ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو براہ راست یہ دھمکی آمیز خط لکھا۔

مسلمانو! تم خوش نہ ہو کہ تم ہمارے چنگل سے نکل کر وہاں پہنچ گئے ہو
جہاں تم آزادی سے زندگی بسر کر سکتے ہو۔ یاد رکھو ہم تمہاری بستی پر

چڑھائی کریں گے اور تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے سب کو تہ تیغ کر کے رہیں گے۔

اور ان کی یہ دھمکیاں جو بلاشبہ اعلان جنگ تھیں خفیہ طور پر نہیں تھیں بلکہ وہ علے الاعلان اپنے ان جذبات اور خیالات کا اظہار کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مکہ گئے اور انہوں نے امیہ بن خلف کے پاس جا کر قیام کیا یہ دونوں باہم دیرینہ دوست تھے۔ امیہ جب سفر تجارت پر جاتا اور اس کا گزر مدینہ سے ہوتا تو وہ حضرت سعد کے پاس ٹھہرا کرتا اور حضرت سعد جب مکہ مکرہ آتے تو امیہ کے ہاں آکر قیام کرتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد حضرت سعد عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ آئے اور حسب سابق امیہ کے مہمان بنے۔ ایک دن آپ نے امیہ کو کہا اُنْظُرْ لِي سَاعَةً خَلْوَةً لَعَلِّيْ اَطُوْفُ بِالْبَيْتِ کوئی ایسا وقت تجویز کرو جب حرم میں زیادہ بھیڑ نہ ہو، تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کر لوں۔ امیہ دوپہر کے وقت انہیں لے کر حرم شریف گیا وہاں ابو جہل نے ان دونوں کو دیکھ لیا۔ اس نے امیہ سے پوچھا اے اباصفوان! یہ تمہارے ساتھ کون ہے اس نے کہا یہ سعد بن معاذ ہیں۔ ابو جہل ان کا نام سن کر جل گیا کہنے لگا۔

اَلَا اَرَاكَ تَطُوْفُ بِسَكَّةٍ اِمْنَا وَقَدْ اُوْتِيتُمُ الضُّبَابَ وَزَعَمْتُمْ
اَنْكُمْ تَنْصُرُوْنَهُمْ وَتُعِيْنُوْنَهُمْ اَمَّا وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْتَ مَعَ اَبِيْ
صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ اِلٰى اَهْلِكَ سَالِمًا۔

”میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم مکہ میں امن کے ساتھ طواف کر رہے ہو
حالاںکہ تم نے ان بے دینوں کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور تم یہ خیال
کرتے ہو کہ بوقت ضرورت تم ان کی امداد کرو گے تم ان کی اعانت کرو
گے۔ خدا کی قسم! اگر تم ابو صفوان یعنی امیہ کے ہمراہ نہ ہوتے تو تم زندہ
اپنے گھر واپس نہ جاسکتے۔“

حضرت سعد بھی مرعوب ہونے والے نہ تھے آپ نے بلند آواز سے ابو جہل کو کہا۔ اگر تم
مجھے کعبہ کا طواف کرنے سے روکو گے بخدا میں تمہیں اس چیز سے روکوں گا جو تمہارے لئے
ناقابل برداشت ہوگی یعنی مدینہ سے تمہارا راستہ بند کر دوں گا۔

امیہ پاس کھڑا یہ گفتگو سن رہا تھا جب حضرت سعد نے ابو جہل کو بلند آواز سے ترکی بہ ترکی
جواب دیا تو وہ کہنے لگا۔

لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلَى ابْنِ الْحَكَمِ فَإِنَّهُ سَيَدُ أَهْلِ الْوَادِي
 ”اے سعد! ابوالحکم کو بلند آواز سے جواب نہ دو۔ وہ اس سردی وادی
 کے باشندوں کا سردار ہے۔“

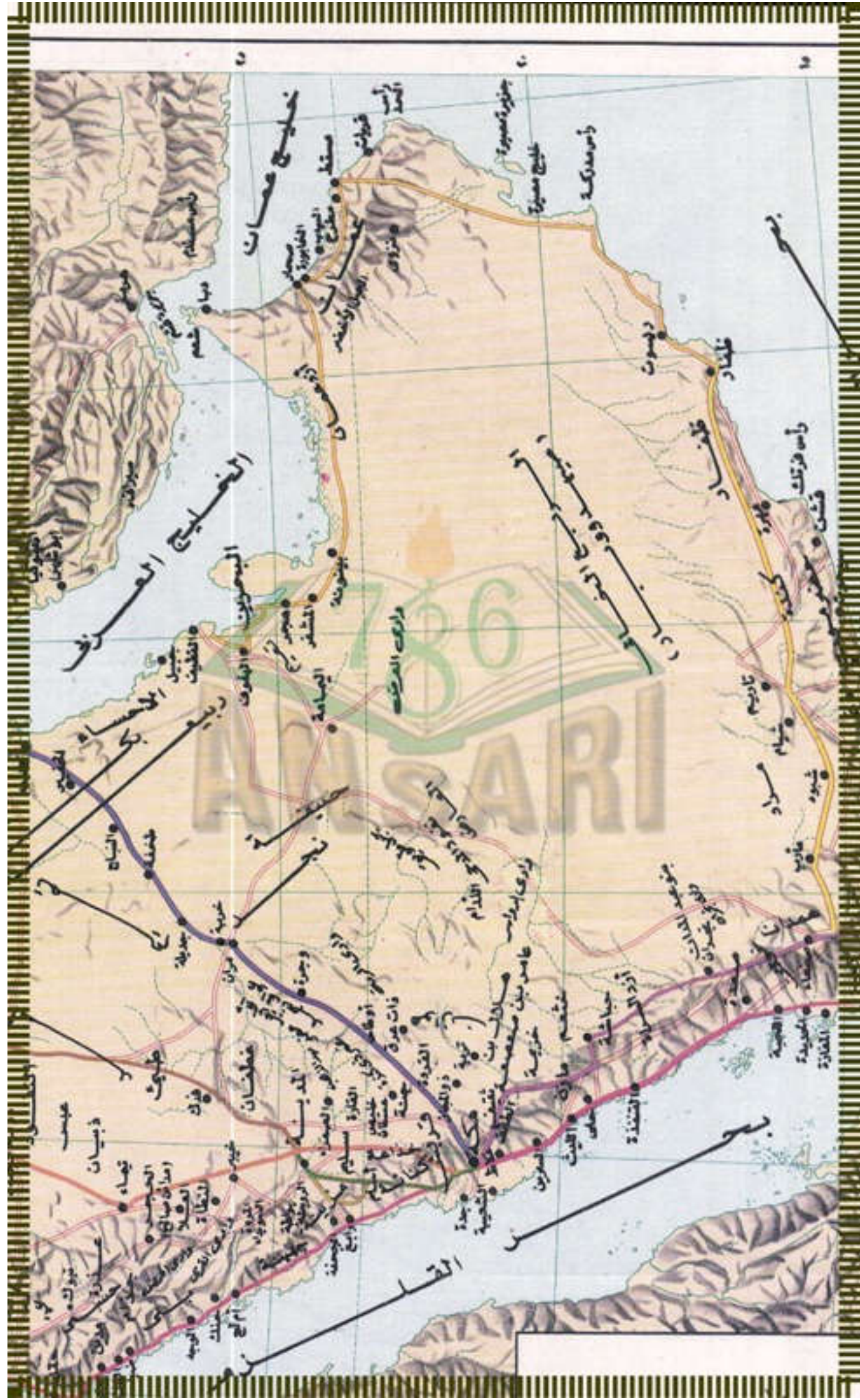
سعد نے جوش سے جواب دیا۔

دَعْنَا عَنْكَ يَا أُمِّيَّةُ - فَوَاللَّهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ (أَنَّهُمْ قَاتِلُونَكَ)

”اے امیہ! ایسی باتیں رہنے دو۔ خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔“

اس نے پوچھا کیا مکہ میں۔ سعد نے کہا ”لَا أَدْرِي“ مجھے اس بات کا علم نہیں۔

یہ سن کر امیہ کے حواس باختہ ہو گئے اپنے گھر آیا۔ اور اپنی بیوی سے کہنے لگا۔ اے
 صفوان کی ماں! تم نے سنا جو میرے بارے میں سعد نے کہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ اس نے
 تمہارے بارے میں کیا کہا ہے۔ امیہ نے کہا اس نے یہ بتایا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
 نے انہیں بتایا کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ بخدا! میں آج کے بعد مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا۔ (۱)
 ان حالات میں کیا مسلمان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتے
 کہ کس طرح مخالفت کی تند آندھیاں اٹھتی ہیں اور شمع اسلام کو گل کر کے چلی جلتی ہیں۔ کس
 طرح طوفان اٹھ کر آتے ہیں اور ان کے نخل آرزو کو جڑوں سے اکھیر کر پھینک دیتے ہیں۔
 مسلمان اس طبیعت کے لوگ نہ تھے۔ انہیں زندہ رہنا تھا صرف اپنے لئے نہیں بلکہ سردی گرم
 کردہ راہ، اولاد آدم کے لئے۔ تاکہ دنیا کا گوشہ گوشہ نور محمدی سے منور ہو جائے اس لئے اس
 صورت حال سے نمٹنے کے لئے حضور کریم رحمت للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ضروری
 اقدامات فرمائے سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں آباد مختلف قبائل اور مختلف مذاہب کے ماننے
 والوں کو ایک دستور کا پابند کر کے مکمل حکمت سے اندرونی اضطراب پر قابو پانے کی کامیاب
 کوشش فرمائی۔ اس کے بعد کفار مکہ کو ان کے معاندانہ رویہ سے باز رکھنے اسلام اور اہل اسلام
 کے خلاف انہیں سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے روکنے کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ اس کا
 آسان اور مؤثر طریقہ یہ تھا کہ ان کی تجلّتی شاہراہ پر اپنی گرفت مضبوط کی جائے۔ جو بحر احمر
 کے کنارے کنارے یمن سے شام کی طرف جلتی تھی۔ جس پر اہل مکہ اہل طائف اور دوسرے



قبائل کے تجارتی کارواں اپنا بیش قیمت سامان لے کر جاتے تھے۔ مال تجارت سے لدے ہوئے دو دو ہزار اونٹوں کے قافلے بیک وقت چلتے تھے۔ مشہور مستشرق سپر نجر کے اندازہ کے مطابق اڑھائی لاکھ پونڈ کی تجارت تو صرف اہل مکہ کی تھی اور ان کی تمام تر معیشت اور خوش حالی کا انحصار اسی پر تھا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے جہینہ، بنی صبرہ، بنی مدلج وغیرہ قبائل سے دوستی کے معاہدے کئے جو اس شاہراہ کے ارد گرد سکونت پذیر تھے اور مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کی صورت میں قریش ان قبائل کو اور ان کے وسائل کو اہل اسلام کے خلاف استعمال کر سکتے تھے ان قبائل کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد کفار مکہ کو مرعوب کرنے اور ان کو اپنی بالادستی کا احساس دلانے کے لئے گاہے گاہے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجے شروع کر دیئے۔

یہ ابتدائی فوجی مہمیں بظاہر بڑی مختصر ہوا کرتی تھیں۔ اور ان میں مجاہدین کی تعداد بہت قلیل ہوا کرتی تھی۔ کسی میں دس بارہ، کسی میں تیس چالیس، کسی میں اسی۔ ان مہموں میں جن میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بذات خود شرکت فرمایا کرتے انہیں کتب سیرت میں غزوہ کہا جاتا ہے اور جن میں اپنے کسی صحابی کو امیر لشکر مقرر فرماتے اسے سریہ اور بعث کہا جاتا ہے۔ ان مہموں کے بھیجنے سے حضور کے متعدد مقاصد تھے۔

۱۔ حضور چاہتے تھے کہ مہاجرین مدینہ طیبہ کی پر امن فضا میں آباد ہو کر اپنے ان دشمنوں کو فراموش نہ کر دیں جنہوں نے برسہا برس ان پر جو روستم کے پہاڑ توڑے ہیں ان کو اپنے گھروں سے نکالا ہے ان کے مکانات اور جائیدادوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے اور ہر وقت ان کے اس لشیم پر بجلی بن کر گرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ مسلمان ہمیشہ ہوشیار رہیں اور آنے والے مشکل اوقات کے لئے ذہنی اور جسمانی طور پر مستعد رہیں۔

۲۔ ان پر کفار مکہ نے جو بے پناہ مظالم کئے تھے۔ اس سلسلہ میں بیرونی قبائل کی ہمدردیاں حاصل کرنا ضروری تھیں۔ اگر مظلوم خود ہی خاموش ہو جائے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے تو بیرونی لوگ ان سے دلچسپی لینا چھوڑ دیتے ہیں اس لئے ضروری تھا کہ مسلمان کفار پر چھاپے مارتے رہیں تاکہ لوگوں کی توجہ ان کی طرف مبذول رہے۔

۳۔ کفار مکہ کی افرادی قوت سے ٹکر لینے سے پہلے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو ضروری سمجھتے تھے کہ ان کی معیشت پر ضرب کاری لگائی جائے تاکہ ان کے دماغوں میں دولت و ثروت کا جو غرور ہے اس کا توڑ ہو سکے۔

۴۔ کفار نے مہاجرین کے سارے اموال اور جائیدادوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ اپنے منصوبہ اموال کو واپس لینا، ان کا قانونی اور اخلاقی حق تھا اس لئے ان کے تجارتی کاروانوں پر چھاپا مارنے کے لئے یہ مہمیں روانہ کی جاتی تھیں۔ اگر مسلمان ان کی اس تجارتی شاہراہ پر قابض ہو جاتے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ اہل مکہ کو اس کے بجائے عراق کا راستہ اختیار کرنا پڑتا جو بڑا طویل اور دشوار گزار تھا۔

۵۔ قریش کو اپنی بہادری اور جنگی مہارت پر بڑا گھمنڈ تھا اس گھمنڈ کو توڑنے کے لئے بھی یہ فوجی مہمیں روانہ کی جاتی رہیں تاکہ انہیں مرعوب کیا جاسکے۔ اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ مہاجرین اس علاقہ کے جغرافیائی حالات سے پوری طرح آگاہ ہو جائیں اس کے میدان، اس کے نشیب و فراز، اس کی وادیاں اور اس کے پہاڑ ان تمام امور سے وہ پوری طرح واقف ہوں تاکہ اگر کفار سے جنگ کا موقع آئے تو مسلمان اس علاقہ سے پوری طرح باخبر ہوں۔ نیز مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ان میں جرأت اور ہمت پیدا کرنے کے لئے بھی ان فوجی مہموں کا سلسلہ از بس مفید تھا چنانچہ ایک سریہ میں آپ پڑھیں گے کہ حضرت حمزہ کی قیادت میں جو دستہ بھیجا گیا اس کی تعداد صرف تیس تھی اور ان کے مقابلہ میں جو لشکر ابو جہل کی قیادت میں سامنے آیا اس کی تعداد تین سو تھی لیکن مسلمان اپنے سے دس گنا زیادہ تعداد سے ہرگز مرعوب نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے صف بستہ ہو کر میدان میں نکل آئے اور جب مجدی بن عمرو نے صلح کرانے کی کوشش کی تو کفار نے اس کی اس پیشکش کو غنیمت سمجھا اور واپس آ گئے۔

ان مقاصد کے علاوہ ان مہموں سے کئی دیگر فوائد حاصل ہوئے۔



غزوات و رسالت مآب ﷺ

نبی رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کا اگرچہ ہر پہلو انتہائی اہم اور ہدایت بخش ہے لیکن کلمہ حق کو بلند کرنے کے لئے سرور عالم کی جدوجہد جسے جہاد یا غزوات سے تعبیر کیا جاتا ہے امت اسلامیہ کے سیاسی استحکام اور ترقی کے نقطہ نظر سے از حد اہمیت کی حامل ہے۔

اس لئے خیر القرون کے اکابر امت نے اس موضوع پر بڑی توجہ دی ہے۔ وہ اپنی اولاد کو بھی سرفروشی اور قربانی کے یہ محیر العقول واقعات سناتے اور ازبر کراتے تھے۔ تاکہ اللہ کے نام کو بلند کرنے کے لئے اگر اپنے زمانہ کی طاغوتی قوتوں سے انہیں ٹکری پڑے تو انہیں ذرا جھجک محسوس نہ ہو۔ اس راہ میں سروں کے نذرانے پیش کرنے پڑیں تو اپنے اسلاف کی طرح وہ بصد ذوق و شوق یہ سعادت حاصل کریں۔ اسی میں ان کی دنیوی زندگی کی کامرانی اور اخروی زندگی میں سرخروئی کا راز پنہاں ہے۔ خطیب بغدادی نے اپنی جامع میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت نقل کی ہے۔

كُنَّا نَعْلَمُ مَغَازِيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَمَا نَعْلَمُ السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ -

”کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی یوں پڑھائے جاتے تھے جس طرح ہمیں قرآن کریم کی کوئی سورت پڑھائی جاتی تھی۔“

یہ دونوں محدثین اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ كَانَ أَبِي يُعَلِّمُنَا مَغَازِيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَعُدُّهَا عَلَيْنَا وَسَرَايَاكَ وَيَقُولُ يَا بَنِي هَذَا شَرَفُ آبَائِكُمْ فَلَا تُضَيِّعُوا ذِكْرَهَا - وَفِي عِلْوِ الْمَغَازِي خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ -

”اسماعیل فرماتے ہیں کہ میرے والد محمد بن سعد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کی تعلیم دیتے تھے اور مغازی اور سریات کو گن گن

کر ہمیں بتاتے تھے اور فرماتے اے میرے نور نظر! یہ تمہارے آباؤ اجداد کا شرف ہے اور اس کے ذکر کو ضائع نہ کرنا تمہاری دنیا اور آخرت کی بھلائی ان مغازی کے جاننے میں ہے۔“ (۱)

اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر علماء اسلام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کیں۔ سب سے پہلے جس کو یہ سعادت نصیب ہوئی وہ حضرت زبیر بن عوام کے فرزند حضرت عروہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جو اپنے زمانہ میں ائمہ کبار میں سے تھے۔ پھر ان کے دونوں شاگردوں موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن شہاب الزہری کو یہ شرف حاصل ہوا۔ حضرت امام مالک فرمایا کرتے ”مَغَازِیْ مَوْسٰی بن عَقْبَةَ اصْحٰہ الْمَغَازِیْ“ یعنی موسیٰ بن عقبہ کی غزوات کی کتاب تمام کتب مغازی سے صحیح تر ہے اور جس کتاب کو سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی وہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن الیسار کی تالیف کردہ ”المغازی“ ہے۔ یہ کتاب درحقیقت ان تینوں کتابوں کی جامع ہے۔ (۲)

ان اساطین علم و فضل کے بعد ہر زمانہ کے جید علماء نے عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس موضوع پر کتب تصنیف کیں یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور یقیناً قیامت تک جاری رہے گا۔

اسلامی جہاد کے تذکرہ کے ضمن میں دو لفظ بکثرت استعمال ہوتے ہیں ان کا صحیح مفہوم ذہن نشین کر لینا از حد ضروری ہے تاکہ خلط مبحث سے کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو وہ دو لفظ غزوہ اور سریہ ہیں غزوہ، اس چھوٹے یا بڑے لشکر کو کہتے ہیں جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے ہوں۔ خواہ اس سفر میں جنگ کی نیت آئی ہو یا نہ آئی ہو بلکہ خواہ اس لشکر کے پیش نظر جنگ کے علاوہ کوئی اور مقصد ہو اس کو غزوہ کہتے ہیں۔

اور وہ فوجی دستہ جس میں سرکار دو عالم نے خود شرکت نہ فرمائی ہو بلکہ اپنے کسی صحابی کو اس دستہ کا امیر مقرر کر کے روانہ فرمایا ہو۔ اسے سریہ یا بعث کہا جاتا ہے سریہ کے لئے بھی ضروری نہیں کہ دشمنوں سے بالفعل جنگ ہوئی ہو۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ جنگ کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے ہوں۔ (۳)

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۰

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۰

۳۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۵۷۷

غزوات کی تعداد

غزوات اور سرایا کے تفصیلی حالات بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ مغازی بشمول غزوات اور سرایا کی تعداد کے بارے میں وضاحت کر دی جائے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ ابن اسحاق، امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ

قَالَ قُلْتُ لِرَبِيبِ بْنِ أَرْقَمَ كَمْ غَزَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ
مَعَهُ. قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ غَزَوْتُ قَالَ الْحَافِظُ تِسْعَ عَشْرَةَ

”انہوں نے کہا کہ میں نے زید بن ارقم سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات میں شرکت فرمائی۔ انہوں نے کہا انیس غزوات میں۔ پھر میں نے پوچھا آپ کتنے غزوات میں نبی کریم کے ہمراہ تھے۔ کہا سترہ غزوات میں۔ حافظ ابن کثیر نے بھی غزوات کی تعداد انیس بتائی ہے۔“ (۱)

۲۔ ابن سعد، صاحب الطبقات الکبریٰ نے اپنے استاد محمد بن عمر الواقدی کا اتباع کرتے ہوئے غزوات کی تعداد ستائیس بتائی ہے۔

میں ان غزوات کے نام سبل الہدیٰ کے حوالہ سے ہدیہ قدین کر رہا ہوں۔
غزوہ الابداء۔ اسے غزوہ وڈان بھی کہتے ہیں۔

غزوہ بواط۔ غزوہ صفوان۔ اسے بدر الاولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

غزوہ العشیرۃ۔ غزوہ بدر الکبریٰ۔ غزوہ بنی سلیم اسے قرقرۃ الکدر بھی کہتے ہیں۔

غزوہ السویق، غزوہ غطفان، غزوہ ذی امر، غزوہ الضرع، غزوہ بنی قینقاع، غزوہ احد، غزوہ حمراء

الاسد، غزوہ بنی النضیر، غزوہ بدر الاخرہ، غزوہ دومتہ الجندل، غزوہ بنی مصطلق، اسے غزوہ

مُرَیْسِج بھی کہا جاتا ہے۔ غزوہ خندق، غزوہ بنی قریظہ، غزوہ بنو لحيان، غزوہ حدیبیہ، غزوہ ذی

قُرْظ، غزوہ خیبر، غزوہ ذات الرقاع، غزوہ عمرة القضاء، غزوہ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ الطائف،

غزوہ تبوک - (۱)

ان غزوات میں سے جن میں کفار کے ساتھ جنگ ہوئی وہ مندرجہ ذیل نو غزوات ہیں۔
 بدر - احد - خندق - قرظہ - مصطلق - خیبر - فتح مکہ - حنین - اور طائف
 حضرت بڑیدہ نے کہا ہے کہ آٹھ غزوات میں کفار سے جنگ ہوئی شاید انہوں نے فتح مکہ کو
 غزوہ شمار نہیں کیا بلکہ ان کا خیال ہے کہ یہ جنگ سے نہیں بلکہ صلح سے فتح ہوا۔
 غزوات کی تعداد میں یہ تفاوت حقیقی نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض غزوات کے مقامات
 ایک دوسرے سے بالکل قریب تھے۔ اور بعض غزوات ایک ہی سفر میں پیش آئے اس لئے بعض
 حضرات نے قریب الوقوع غزوات کو ایک غزوہ شمار کیا۔ اس طرح ایک ہی سفر میں پیش آنے
 والے غزوات کو بعض علماء نے ایک غزوہ شمار کیا۔ اور دیگر حضرات نے ان سب کو الگ الگ
 شمار کیا اس لئے تعداد میں کمی بیشی ہو گئی مثلاً وہ ان اور ابواء کیونکہ یہ دونوں مقامات ایک
 دوسرے کے قریب تھے اس لئے بعض نے اس کو ایک غزوہ شمار کیا اور بعض نے دو۔ اس طرح
 فتح مکہ کو بعض نے غزوات میں شمار کیا اور بعض نے کہا یہ صلح سے فتح ہوا اس لئے اس کو غزوات
 میں شمار نہیں کیا۔ اسی طرح غزوہ حنین اور طائف ایک ہی سفر میں پیش آئے اس لئے بعض نے
 انہیں ایک غزوہ شمار کیا۔ یہ امور غزوات کی گنتی میں کمی بیشی کا سبب تو بن سکتے ہیں لیکن ان سے
 حقیقت حل متاثر نہیں ہوتی۔
 اب ہم بتوفیقہ تعالیٰ تفصیل سے ان غزوات اور سرایا کے حالات بیان کرنے کی سعادت
 حاصل کرتے ہیں۔

(۱) سریہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے طبقات کبریٰ میں لکھا ہے۔ کہ سب سے پہلی مہم ہجرت کے سات ماہ بعد
 رمضان المبارک میں بھیجی گئی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کا امیر اپنے محترم چچا
 حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اپنے دستِ مبارک سے ان کا پرچم باندھا۔ یہ پرچم سفید
 کپڑے کا تھا۔ اور اس کا علمبردار ابو مرثد کناز بن حصین غنوی کو متعین فرمایا۔ یہ لشکر تیس افراد
 پر مشتمل تھا۔ جو تمام کے تمام مہاجر تھے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بدر سے
 پہلے جتنی بھیس روانہ فرمائیں ان میں صرف مہاجرین کو شمولیت کی اجازت دی گئی۔ کیونکہ

انصار کے ساتھ یہ وعدہ ہوا تھا کہ اگر مدینہ منورہ پر کوئی بیرونی طاقت حملہ آور ہوگی تو وہ حضور کا دفاع کریں گے۔ اس لئے ان مہموں میں انصار کو شرکت کی دعوت دی ہی نہیں گئی۔ غزوہ بدر کے موقع پر جو مجلس مشاورت منعقد ہوئی اس میں انصار کے نمائندہ نے ہر مقام پر ہر حالت میں حضور کے دفاع کا اعلان کر دیا حتیٰ کہ اگر حضور برک الغماد (۱) تک بھی جہاد کے لئے تشریف لے جائیں یا سمندر میں کود جانے کا بھی حکم دیں تو انصار میں سے کوئی فرد واحد قبیل حکم سے سرتابی نہیں کرے گا اس کے بعد مہاجر کی تخصیص ختم کر دی گئی اور دونوں گروہ انصار اور مہاجرین اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے جہاد میں شمولیت کرنے لگے۔

حضور کریم کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے واپس مکہ جا رہا ہے۔ اس پر چھاپہ مارنے کے لئے یہ دستہ روانہ فرمایا گیا۔ قریش کے اس قافلہ کا امیر ابو جہل تھا۔ قافلہ کی حفاظت کے لئے تین سو مسلح محافظ اس کے ہمراہ تھے۔ جب وہ قافلہ العینس کی سمت سے سیف البحر (ساحل سمندر) کے قریب پہنچا تو دونوں لشکروں کی مڑھ بھیر ہو گئی دونوں نے جنگ کے لئے اپنی صفیں درست کر لیں جنگ شروع ہونے والی تھی۔ کہ قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو الجہنی نے جنگ روکنے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنا شروع کر دیا دونوں فریقوں سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے اسی بنا پر اس نے ضروری سمجھا کہ انہیں جنگ سے باز رکھے۔ کئی مرتبہ وہ فریقین کے کیپوں میں آیا اور گیا اور انہیں جنگ سے روکنے کی کوششیں کرتا رہا اس کی پُر خلوص مساعی کے طفیل دونوں لشکروں نے جنگ نہ کرنے کی اس کی تجویز منظور کر لی چنانچہ ابو جہل اپنے آدمیوں اور قافلہ سمیت مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا اور مہاجرین حضرت حمزہ کی قیادت میں بخیر وعافیت مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

واپسی پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سفر کے سارے حالات گوش گزار کئے اور مجدی کے غیر جانبدارانہ اور منصفانہ کردار کی بڑی تعریف کی۔ کچھ روز بعد مجدی کے قبیلہ کے چند لوگ مدینہ طیبہ آئے حضور نے ان کی خوب خاطر تواضع کی اور انہیں نئی خلیعتیں پہنائیں نیز فرمایا۔

إِنَّهُ مَيِّمُونَ النَّقِيبَةِ مُبَارَكُ الْأَمْرِ

”مجدی مبارک خصلتوں والا اور بابرکت شخص ہے۔“

۱۔ برک الغماد: نمین مکسورہ بھی ہے اور مضموم بھی مکسورہ زیادہ مشہور ہے یہ ایک موضع کا نام ہے جو مکہ سے پچھڑے رات کی مسافت پر سمندر کی طرف واقع ہے نیز یمن کے ایک شہر کا نام بھی برک الغماد ہے۔
(معجم البلدان، جلد ۱، ۳۹۹)

حضور کی زبان فیض تر جہان سے نکلے ہوئے ان الفاظ نے اس بدوی کی شان اور نام کو تاہد زندہ جاوید کر دیا یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ کفار کے اس لشکر کا قائد ابو جہل تھا۔ اسلام دشمنی میں اس کی کوئی مثال ہی نہ تھی طبعی لحاظ سے بڑا اڑیل بڑا ضدی۔ بڑا ہٹ دھرم۔ اس کی لشکری تعداد تین سو تھی جب کہ اسلامی لشکر صرف تیس افراد پر مشتمل تھا۔ اگر اسے اپنی کامیابی کا کچھ بھی امکان نظر آتا تو وہ کسی صلح کرانے والے کو خاطر میں نہ لاتا جس طرح بدر کے موقع پر اس نے کیا۔ اور مسلمانوں کی اس بظاہر مختصر سی نفری کوتاہی سے باز نہ آتا۔ مسلمان اگرچہ تعداد میں تھے لیکن جس ولولہ ایمانی سے وہ سرشار تھے اس کی تاب لانا ابو جہل کے بس کا روگ نہ تھا چنانچہ اس نے صلح کی اس پیشکش کو غنیمت جانا اور وہاں سے مکہ روانہ ہو گیا۔

(۲) سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

ہجرت کے آٹھ ماہ بعد شوال کے مہینہ میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہم حضرت عبیدہ بن حارث کی قیادت میں روانہ کی۔ ان کے لئے بھی حضور اکرم نے سفید پرچم اپنے دست مبارک سے باندھا اور مسطح بن اثاثہ کو اس کو اٹھانے کا شرف بخشا۔ اس لشکر میں بھی ساٹھ مہاجر شریک ہوئے کسی انصاری کو اس میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی۔ محققہ، دس میل کے فاصلہ پر الریح کی وادی میں ایک چشمہ ہے۔ جس کا نام اخفاء ہے ابو سفیان اپنے دو سو آدمیوں کے ساتھ وہاں فروکش تھا۔ حضرت عبیدہ اپنے لشکر سمیت ثنیۃ المرة کے پاس جو چشمہ ہے وہاں آ کر ٹھہرے۔ جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوئے تو ایک دوسرے پر تیر برسانے پر ہی اکتفا کیا تلواریں بے نیام کرنے اور صف بستہ ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس روز تیر چلایا۔ اسلامی جنگوں میں اسلام کے مجاہدین کی طرف سے یہ پہلا تیر تھا جو حق کے دشمنوں پر چلایا گیا۔ پھر دونوں فریق اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ البتہ علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ حضرت سعد نے اپنے ترکش کے سارے تیر چلائے اور ہر تیر نشانے پر لگا جس کو لگا اس کو زخمی کر لیا۔ (۱)

اس سریہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا ابو سفیان کے لشکر سے دو شخص مقداد ابن عمرو البہرانی جو بنی زہرہ کے حلیف تھے اور عتبہ بن الغزو ان الملوئی جو بنی نوفل بن عبد مناف کے

حلیف تھے نکل کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ درحقیقت وہ مدت سے اسلام قبول کر چکے تھے۔ لیکن کفار نے ان پر اتنا سخت پہرہ بٹھا رکھا تھا کہ وہ ہجرت کر کے اپنے آقا کے قدموں میں حاضر نہ ہو سکے وہ ابوسفیان کے اس دستہ میں محض اس غرض کے لئے شریک ہوئے کہ شاید انہیں موقع مل جائے اور وہ اپنے محبوب رسول کی خدمت میں حاضر ہو سکیں۔ مقداد بن عمرو کو مقداد بن اسود بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اسود نے انہیں متبنی بنا لیا تھا۔ (۱)

اس موقع پر بھی مسلمانوں کی تعداد ساٹھ یا اسی تھی اور ابوسفیان کے دستہ میں دو سو مشرک تھے۔ لیکن مسلمانوں کے ایمانی جذبہ سے مرعوب ہو کر انہوں نے بھی مسلمانوں سے ٹکر نہ لینے میں اپنی سلامتی سمجھی اور دم دبا کر مکہ واپس آ گئے (۲)۔ واقعہ یہ ہے کہ اس ترتیب سے ان سریوں کا ذکر کیا ہے لیکن ابن اسحاق نے سریہ عبیدہ کو پہلا اور سریہ حمزہ کو دوسرا قرار دیا ہے۔

(۳) سریہ سعد بن ابی وقاص

ہجرت کے نو ماہ بعد ذی القعدہ کے مہینہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں ایک مہم الخرار کی جانب روانہ کی گئی۔ اس کا جھنڈا بھی سفید تھا اور اس کو اٹھانے کی سعادت مقداد بن عمرو البہرانی کے حصہ میں آئی جو ابھی ابھی لشکر کفار سے فرار اختیار کر کے حضرت عبیدہ کے لشکر میں آکر شامل ہو گئے تھے اس مہم میں بیس مہاجر شریک ہوئے اور ان کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ قریش کا جو تجلہ تہی قافلہ آرہا تھا اس پر چھاپہ ماریں انہیں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ قافلہ کے تعاقب میں الخرار سے آگے نہ بڑھیں خرار کے بارے میں یا قوت حموی لکھتے ہیں۔

هُوَ مَوْضِعٌ بِالْحِجَازِ يُقَالُ هُوَ قُرْبُ الْجُحْفَةِ

ایک بستی کا نام ہے جو جحفہ کے قریب ہے۔

ابن سعد نے اس کی مزید تفصیل لکھی ہے۔

الْمَخْرَجُ حِينَ تَرُدُّهُ مِنَ الْجُحْفَةِ إِلَى مَكَّةَ أَبَادُ عَنْ يَسَارِ
الْمَحَجَّةِ قَرِيبٌ مِّنْ خُمْ-

”یعنی جحفہ سے مکہ کی طرف جائیں وہاں کنوئیں ہیں جو جحفہ کے بائیں

جانب خم کے قریب ہیں۔ وہ کنوئیں الخرار سے موسوم ہیں۔ (۱)
 حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہ حکم ملنے پر ہم پیدل روانہ ہوئے۔ دن کے وقت ہم چھپ جاتے
 اور رات کے وقت سفر کرتے۔ ہم پانچ روز بعد صبح کے وقت الخرار پہنچے یہاں ہمیں معلوم ہوا
 کہ جس قافلہ کی طلب میں ہم نکلے تھے وہ کل یہاں سے آگے نکل گیا ہے۔ کیونکہ اس جگہ سے
 آگے جانے کی ہمیں اجازت نہ تھی اس لئے ہم مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔ (۲)
 امام سیرت ابن اسحاق کے نزدیک یہ تینوں سریے ۲ ہجری میں ہوئے ان کے نزدیک سب
 سے پہلے غزوہ ودان اور ابواء وقوع پذیر ہوا اس کے بعد یہ سرایا بھیجے گئے لیکن محمد بن
 عمر الواعدی نے ان سریوں کے وقوع کو اھ سے وابستہ کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے بھی واقدی
 کے قول کو ترجیح دی ہے۔ (۳)



۱۔ الطبقات، جلد ۲، صفحہ ۷

۲۔ الطبقات، جلد ۲، صفحہ ۷

۳۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۵۷۶



سلسلہ غزوات رسالت مآب علیہ الصلوٰت والتسلیمات

غزوہ ابواء نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پہلا غزوہ

ہجرت کے بارہ ماہ بعد سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ صفر میں ابواء کی طرف پہلا سفر جہاد فرمایا اس لشکر کا علم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا۔ اسے غزوہ ابواء اور غزوہ ودان کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ”فرعہ“ ایک ضلع کا نام ہے جو بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے۔

اس میں یہ دو شہر آباد ہیں۔ ان کے درمیان چھ یا آٹھ میل کا فاصلہ ہے اس غزوہ کا مقصد بھی قریش مکہ کے تجارتی قافلہ پر چھاپا مارنا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوتے وقت سعد بن عبادہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اس لشکر میں بھی صرف مہاجرین شریک ہوئے کسی انصاری کو اس میں شرکت کی اجازت نہیں ملی۔ جب یہ لشکر ابواء کے مقام پر پہنچا تو وہ قافلہ بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس لئے نبی کریم مدینہ واپس تشریف لے گئے۔ اگرچہ اس قافلہ پر قبضہ کرنے کا مقصد تو پورا نہ ہوا۔ لیکن اس سے بھی ایک اہم کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس علاقہ میں بنو ضمرہ قبیلہ آباد تھا۔ اس زمانہ میں اس قبیلہ کا سردار مخشی بن عمرو الضمری تھا۔ اس کے ساتھ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات ہوئی اور باہمی دوستی کا معاہدہ طے پایا۔ جس کا متن درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ
لِبَنِي ضَمْرَةَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأَنَّ
لَهُمُ النُّصْرَةَ عَلَى مَنْ دَامَهُمْ إِلَّا أَنْ يُحَارِبُوا فِي دِينِ اللّٰهِ
مَا بَلَ بَحْرُ صُوفَةٍ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا دَعَاَهُمْ لِنَصْرِهِمْ أَجَابُواكَ عَلَيْهِمْ ذِلَّةٌ لِّكَ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِقُوا
رَسُولِهِمْ وَلَهُمُ النِّصْرُ عَلَى مَنْ بَرَّوْنَهُمْ وَانْتَقَى -

”اللہ کے نام سے جو بہت رحم کرنے والا اور ہمیشہ مہربانی فرمانے والا ہے یہ تحریر محمد رسول اللہ کی طرف سے بنی صبرہ کے لئے لکھی گئی ہے۔ یعنی وہ امن سے رہیں گے ان کی جان و مال کو امن ہو گا اور جو آدمی ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کرے گا انہیں اس کے مقابلہ میں مدد دی جائے گی۔ بجز اس کے کہ وہ اللہ کے دین میں لڑائی کرے۔ یہ معاہدہ باقی رہے گا جب تک سمندر کا پانی اون کو گیلا کرتا رہے گا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی مدد کیلئے ان کو دعوت دیں گے تو وہ اس دعوت پر لبیک کہیں گے۔ اللہ اور اس کا رسول اس بات کا ذمہ دار ہے اور ان کی مدد کی جائے گی جو ان پر حملہ کرے گا خواہ نیک اور متقی ہو۔“ (۱)

اس معاہدہ کی اہمیت اور اس کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ صرف جنگ اور سیاست کے میدانوں کے ماہرین ہی لگا سکتے ہیں۔ بنو نصرہ اگرچہ ابھی تک اپنے مشرکانہ عقائد پر قائم تھے لیکن اب وہ اپنے ہم عقیدہ اہل مکہ کی انگیزت پر مسلمانوں کے خلاف ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ اور ان سے کسی قسم کا تعاون نہیں کر سکتے تھے یہ قافلہ پر قبضہ کرنے کی کامیابی سے بھی کہیں بڑی کامیابی تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم کو مرحمت فرمائی۔ اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد حضور مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے اس سفر میں حضور کی پندرہ راتیں صرف ہوئیں۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں قائد کاروان انسانیت اور فتح قلوب و اذہان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ (۲)

غزوہ بواط

بواط کے بارے میں یاقوت حموی لکھتے ہیں۔

۱۔ سبل البدئی، جلد ۳، صفحہ ۲۵۔ الوفاقی السیاسیہ، صفحہ ۲۷۷

۲۔ سبل البدئی، جلد ۳، صفحہ ۲۵۔

هُوَ جَبَلٌ مِّنْ جِبَالِ جُهَيْنَةَ بِنَا حِيتَةَ رَضَوَى
 ”یہ جھینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو رضواء پہاڑ کے
 نزدیک ہے۔“

رَضَوَى جَبَلٌ وَهُوَ مِّنْ يَنْبُعِ
 ”رضواء ایک پہاڑ ہے جو منبع کے قریب واقع ہے۔“

یہ غزوہ ہجرت سے تیرہ ماہ بعد ابن سعد کے نزدیک ربیع الاول میں اور ابن ہشام کے نزدیک
 ربیع الثانی میں وقوع پذیر ہوا حضور دو سو مہاجرین کو ہمرکاب لے کر بواط کی طرف روانہ ہوئے
 اس مہم میں علم بردار سعد بن ابی وقاص تھے۔ مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بقول ابن سعد، سعد بن
 معاذ کو اور بقول ابن ہشام صائب بن عثمان بن مظعون کو مقرر فرمایا۔ اس مہم کے پیش نظر بھی
 قریش مکہ کے اس تجلّتی قافلہ پر چھاپہ مارنا تھا جس کی قیادت امیہ بن خلف کر رہا تھا۔ اس کے
 ساتھیوں کی تعداد ایک سو تھی یہ قافلہ اڑھائی ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا حضور جب بواط پہنچے تو پتہ
 چلا کہ وہ قافلہ نکل گیا ہے چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراجعت فرمائے مدینہ
 طیبہ ہوئے۔

غزوہ صفوان

علماء سیرت کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ غزوہ العُشیرہ کے غزوہ سے پہلے وقوع پذیر
 ہوا۔ یا بعد میں ابن سعد اور چند دیگر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ العُشیرہ کے غزوہ سے پہلے
 ہوا لیکن ابن اسحاق نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔

مدینہ کے نواح میں ایک چراگاہ تھی جسے الجماء کہا جاتا تھا وہاں مسلمانوں کے اونٹ اور بھیڑ
 بکریاں چرنے کے لئے چھوڑ دی جاتی تھیں۔ اور ان کی دیکھ بھل کے لئے ایک آدھ چراگاہ
 مقرر کر دیا جاتا تھا۔ کفار مکہ نے اپنی دھمکیوں کو عملی جامہ پہنانے اور مسلمانوں پر اپنی قوت اور
 طاقت کی دھاک بٹھانے کے لئے پہلا عملی قدم یہ اٹھایا کہ اپنے ایک سردار کرز بن جابر کی
 سرکردگی میں لیٹروں کی ایک پارٹی بھیجی انہوں نے چراگاہ پر حملہ کر دیا چراگاہ کو قتل کر دیا۔
 کچھ درخت کاٹ دیئے اور جتنے اونٹ اور بھیڑ بکریوں کو ہانک کر لے جاسکتے تھے انہیں لے
 اڑے۔ رحمت عالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی۔ تو حضور اس کے تعاقب میں
 اپنے صحابہ کرام کے ساتھ نکلے حضور نے ان کا تعاقب وادی صفوان تک کیا جو بدر کی آبادی

کے قریب تھا لیکن وہ قافلہ تیزی سے آگے نکل گیا۔ اس لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

اس وادی کی نسبت سے جہاں تک حضور نے ان کا تعاقب کیا اسے غزوہ صفوان سے موسوم کیا گیا اور کیونکہ یہ وادی بدر کے بہت قریب تھی۔ اور اس سے زیادہ مشہور تھی اس لئے اس غزوہ کو غزوہ بدر اونی کہا جاتا ہے۔ اس مہم میں لشکر اسلام کے علمبردار سیدنا علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ زید بن حارثہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ابن سعد کے قول کے مطابق یہ غزوہ ہجرت سے تیرہ ماہ بعد ۱۰ ربیع الاول میں پیش آیا۔

غزوہ ذی العُشیرۃ

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع ملی کہ اہل مکہ کا ایک تجارتی کارواں شام کو جا رہا ہے۔ تمام اہل مکہ مرد و زن نے اس میں بڑھ چڑھ کر سرمایہ کاری کی ہے ابو سفیان جو اس قافلہ کا سردار تھا اس کا قول ہے۔

وَاللّٰهُ مَا بِمَكَّةَ مِنْ قَرْنِيٍّ وَ قَرْنِيَّةٍ لَهَا نَسَبٌ وَصَاعِدًا اِلَّا
بَعَثَ بِهٖ مَعَنَا۔

”بخدا! مکہ میں کوئی قریشی مرد اور کوئی قریشی عورت ایسی نہیں تھی جس کے پاس کچھ سرمایہ ہو اور اس نے اس قافلہ میں نہ لگایا ہو۔“
علامہ حلبی لکھتے ہیں۔

اِنَّ قَرْنِيًّا جَمَعَتْ جَمِيْعَ اَمْوَالِهَا فِي تِلْكَ الْعِيْرِ لَعَزِيْبٍ بِمَكَّةَ
لَا قَرْنِيٍّ وَلَا قَرْنِيَّةٍ لَهَا مُتَقَالٌ فَصَاعِدًا اِلَّا بَعَثَ بِهٖ فِي
تِلْكَ الْعِيْرِ۔

”قریش نے اپنے تمام اموال اس قافلہ میں لگا دیئے مکہ میں کوئی قریشی مرد اور عورت جس کے پاس مثقل برابر سونا تھا ایسا نہیں رہا جس نے اسے اس قافلہ میں تجارت کے لئے نہ لگایا ہو۔“ (۱)

اہل مکہ، مدینہ پر چڑھائی کی تیاری کر رہے تھے انہوں نے ایسا کرنے کی برملا دھمکیاں عبداللہ بن ابی کولور خود مسلمانوں کو بھی دی تھیں یہ تیاریاں وسیع پیمانے پر علے الاعلان ہو رہی

تھیں ایسی تیاریوں کے لئے سرمایہ کی ضرورت محتاج بیان نہیں اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے یہ فقید المثال تجارتی قافلہ تیار کیا تاکہ اس کی آمدنی سے وہ متوقع حملہ کے اخراجات پورے کر سکیں۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اس قافلہ میں پچاس ہزار سنہری اشرفیوں کی سرمایہ کاری کی گئی تھی اس وقت کے حالات کے پیش نظر اتنی سرمایہ کاری بڑی حیرت انگیز بات تھی۔

سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قافلہ کو ہر اس سال کرنے کے لئے اپنے ڈیڑھ سو رفقاء کے ساتھ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے سواری کے لئے صرف تیس اونٹ تھے جن پر سارے بدی بدی سوار ہوتے تھے۔

ان مجاہدین کا تعلق بھی مہاجرین سے تھا حضور نے وہاں سے روانگی کے وقت اباسلمی بن عبد الاسد کو اپنا نائب مقرر فرمایا اس مہم کا پرچم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مرحمت ہوا حضور عشرہ کے مقام تک اس قافلہ کے تعاقب میں تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ قافلہ کچھ روز پہلے نکل گیا ہے۔ حضور نے جمادی الاول کے باقی دن اور جمادی الثانی کے چند روز بیس قیام فرمایا ابن اسحاق اور ابن حزم کی یہی تحقیق ہے کہ یہ غزوہ جمادی الاول میں وقوع پذیر ہوا اور اقرب الی الصواب بھی یہی ہے۔

عشرہ کا قصبہ ینبع کے علاقہ میں ہے اسے ذوالعشرہ بھی کہتے ہیں یہ ایک قلعہ ہے جو ینبع اور ذی الروہ کے درمیان واقع ہے یہاں عمدہ قسم کی کھجوروں کے باغات ہیں جن کا پھل بہت اعلیٰ ہوتا ہے۔ خیبر کی صبحانی اور مدینہ طیبہ کی برنی اور عجمہ کھجوروں کے علاوہ یہ کھجور حجاز کی تمام کھجوروں سے بہت اعلیٰ ہوتی ہے۔ یہ علاقہ بنو مدج قبیلہ کا مسکن تھا۔ (۱)

قافلہ تو لشکر اسلام کے وہاں پہنچنے سے کئی روز پہلے نکل گیا تھا لیکن وہاں چند روز قیام کرنے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دوسری عظیم سیاسی کامیابی حاصل کی۔ بنو مدج، بنو ضرہ کے حلیف تھے جن شرائط پر بنو ضرہ سے دوستی کا معاہدہ ہوا تھا تقریباً انہیں شرائط پر بنو مدج سے بھی دوستی کا معاہدہ طے پا گیا۔ اسے تحریر کیا گیا اور فریقین نے اس پر دستخط کر دیئے۔ ان دو قبیلوں سے دوستی کے معاہدوں کے باعث مسلمانوں کی پوزیشن اس علاقہ میں بڑی مضبوط ہو گئی اگر ان سے قبل از وقت یہ معاہدے طے نہ ہوتے تو کوئی بعید نہ تھا کہ یہ لوگ کفار مکہ کے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی صورت میں ان کے ساتھ مل جاتے اور رسد وغیرہ کی فراہمی میں

ان کی مدد کرتے۔ اس طرح یہ خطرہ تھا کہ مسلمانوں کی مشکلات میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا۔ اسی غرہ میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ابو الزباب کی کنیت سے سرفراز فرمایا اس کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی۔ حضور جب اس غرہ پر روانہ ہوئے تو نقب بنی دینار سے گزرتے ہوئے ”فیفاء الجبار“ پہنچے بطحاء بن الازہر کے مقام پر ایک درخت کے نیچے اترے وہاں نماز ادا فرمائی جہاں مسجد بنادی گئی وہاں حضور کے لئے کھانا تیار کیا گیا۔ امام ابو الربیع الکلاعی اللاندسی متوفی ۶۳۴ھ اپنی کتاب الاکتفاء میں لکھتے ہیں۔

”کہ چولہے کے وہ پتھر جن پر ہانڈی رکھ کر پکائی گئی تھی وہ اب تک جوں کے توں موجود ہیں اور لوگ انہیں جانتے ہیں۔ (۱)

سریہ عبداللہ بن جحش الاسدی رضی اللہ عنہ

ہجرت سے سترہ ماہ بعد جب میں ایک اور سریہ پیش آیا عبداللہ بن جحش الاسدی اس کے امیر مقرر کئے گئے ایک روز نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عشاء کے وقت حضرت عبداللہ کو یاد فرمایا اور حکم دیا کہ صبح کی نماز پڑھنے کے لئے مسلح ہو کر آنا اور مجھے ملنا میں نے تمہیں کہیں بھیجنا ہے۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ حسب ارشاد میں صبح کی نماز کے وقت مسلح ہو کر حاضر ہوا میرے پاس تلوار۔ کمان۔ ترکش وغیرہ ہتھیار تھے۔ سرکار تشریف لے آئے۔ لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور اپنے حجرہ شریف میں تشریف لے گئے میں پہلے ہی در اقدس پر حضور کی آمد کا انتظار کر رہا تھا وہاں قبیلہ قریش کے چند افراد بھی موجود تھے۔ پھر رسول اکرم نے ابی بن کعب کو یاد فرمایا وہ حاضر ہوئے۔ اور حضور کے پاس اندر چلے گئے حضور نے انہیں ایک خط لکھنے کا حکم دیا پھر مجھے اندر طلب کیا اور وہ گرامی نامہ مجھے عطا کیا اور فرمایا کہ میں نے ان لوگوں پر تمہیں امیر مقرر کیا ہے۔ تم انہیں ساتھ لے کر سفر پر روانہ ہو جاؤ جب دو راتیں سفر کر چکو تو اس خط کو کھول کر پڑھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کس سمت سفر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے فرمایا نجد یہ کی سمت منہ کر کے چل پڑو۔ یہ حکم سن کر حضرت عبداللہ آٹھ یا بارہ مہاجروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے دو آدمی ایک اونٹ پر باری

بدی سوار ہوتے تھے۔ دورات سفر کرنے کے بعد انہوں نے حکم نامہ کھول کر پڑھا اس میں تحریر تھا۔

اللہ کے نام کی برکت سے سفر جلدی رکھو یہاں تک کہ بطن نخل پہنچ جاؤ۔
کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا وہاں پہنچ کر قریش کے قافلہ کا انتظار
کرنا۔ اور ان کے حالات سے ہمیں آگاہ کرنا۔

فَتَرَصُّدْ بِهَا قَرْيَتَنَا وَتَعْلَمُوا كُنَّا مِنْ أَخْبَارِهِمْ فَقَالَ سَمْعًا
وَكَلَامَةً۔

”تم وہاں قریش کا انتظار کرنا اور ان کے بارے میں ہمیں مطلع کرنا۔
عرض کی کہ میں بسرو چشم حاضر ہوں۔“

جب مجاہدین نے یہ فرمان سنا تو سب نے کہا کہ ہم سب دل و جان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول مکرم کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہیں۔ آپ چلے ہم سب آپ کے پیچھے ہیں جب
یہ لوگ بطن نخل پہنچے تو وہاں قریش کے ایک قافلہ کو موجود پایا یہ قافلہ سلمان تجارت لے کر
عراق کی طرف جا رہا تھا ان میں عمرو بن الحمزہ بنی۔ حکم بن کیسان مخزومی۔ نوفل بن عبد اللہ
مخزومی۔ عثمان بن عبد اللہ مخزومی بھی شامل تھے۔ یہ لوگ مسلمانوں کو دیکھ کر سہم گئے عکاشہ
بن محسن نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ عمرہ ادا کرنے کے لئے جا رہے ہیں لڑائی سے انہیں
کوئی سروکار نہیں اپنا سر منڈوا دیا انہیں اس حالت میں دیکھ کر مشرکین کو تسلی ہو گئی انہوں
نے اپنی سواری کے جانوروں کو رسیوں سے باندھ کر چرنے کے لئے چھوڑ دیا اب مسلمان
سوچنے لگے کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ یہ ماہر جب کا آخری دن تھا۔ مسلمانوں نے سوچا کہ آج
ہم اگر انہیں کچھ نہیں کہتے تو کل یہ حدود حرم میں داخل ہو جائیں گے اور ہم انہیں کچھ نہیں کہہ
سکیں گے اور اگر آج ہم ان پر حملہ کرتے ہیں تو یہ رجب کا مہینہ ہے جو اشہر حرم سے ہے۔ اور
اس میں جنگ کرنا ممنوع ہے۔ کثرت رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ انہیں یوں ہی نہیں جانے دینا
چاہئے۔ واقعہ بن عبد اللہ الیروی الحنظلی نے ناک کر تیر ملا جس نے عمرو بن حضری کا کام
تمام کر دیا۔ دوسرے مجاہدین نے مشرکین پر ہلہ بول دیا۔ اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن
کیسان کو گرفتار کر لیا۔ حکم کو مقداد نے اسیر بنایا۔ نوفل بن عبد اللہ بھاگ گیا۔ سلمان تجارت
سے لدے ہوئے اونٹوں پر بھی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا عبد اللہ بن جحش دو قیدیوں اور لدے
ہوئے اونٹوں کو لے کر حضور کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے اور ہر کفیل نے شور مچا دیا کہ دیکھو محمد

(علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے حرمت والے مہینوں کی عزت کو خاک میں ملا دیا ہے ان میں بھی جنگ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ الزام تراشیوں کا ایک طوفان اٹھ کر آگیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مال غنیمت سے اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا ان مجاہدین کو غصہ سے فرمایا مَا أَمَرْتُكُمْ بِالْقِتَالِ فِي أَشْهُرِ الْحَرَامِ میں نے تو تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ تم ان حرمت والے مہینوں میں جنگ کرو۔ یہ سن کر ان مجاہدین پر گویا قیامت ٹوٹ پڑی لوگ خیال کرنے لگے کہ ان کے دونوں جہاں برباد ہو گئے۔

حضرت عبداللہ کے ساتھیوں میں سے دو صاحبان سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوہ رضی اللہ عنہما کا اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اس کی تلاش کے باعث پیچھے رہ گئے قریش مکہ نے اپنے دو قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے کے لئے زرفدیہ دے کر اپنے آدمی بھیجے حضور نے فرمایا جب تک ہمارے دو آدمی سلامتی کے ساتھ یہاں نہیں پہنچ جاتے ہم فدیہ قبول نہیں کریں گے۔ اگر تم نے ہمارے ان دو آدمیوں کو قتل کر دیا تو ہم تمہارے ان دو قیدیوں کو ان کے بدلے میں تہ تیغ کر دیں گے۔

کچھ دنوں کے بعد سعد اور عتبہ بخیریت واپس آ گئے۔ اور حضور علیہ السلام نے ان دو قیدیوں کا فدیہ چالیس اوقیہ چاندی فی کس لے کر انہیں آزاد کر دیا ان میں سے ایک حکم بن کیسان نے اسلام قبول کر لیا اور احکام شرعی کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے اور حضور کے قدموں میں ہی زندگی بسر کرنے کا عزم کر لیا یہاں تک کہ ہجر معونہ کے حادثہ میں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ دوسرا قیدی عثمان بن عبداللہ مکہ واپس آ گیا اور حالت کفر میں ہی اس کو موت آئی۔

مجاہدین کے غم و اندوہ کی انتہا ہو گئی اور اپنے مسلمان بھائیوں نے ان کو اپنے طعن و تشنیع کا ہدف بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ
وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ
أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ - وَلَا
يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا

”وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہ حرام میں جنگ کرنے کا حکم کیا ہے آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور

کفر کرنا اس کے ساتھ اور روک دینا مسجد حرام سے اور نکال دینا اس میں
بسنے والوں کو اس سے۔ اُس سے بھی بڑے گناہ ہیں اللہ کے نزدیک اور
فتنہ و فساد قتل سے بھی بڑا گناہ ہے اور ہمیشہ لڑتے رہیں گے تم سے یہاں
تک کہ پھیر دیں تمہیں تمہارے دین سے اگر بن پڑے۔“ (۱)
(سورۃ البقرہ: ۲۱۷)

اسلامی جہاد اور اس کی امتیازی خصوصیات

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ چند حقائق آپ پر آشکارا ہو گئے ہوں گے۔
۱۔ دعوت توحید کے آغاز سے چودہ پندرہ سال تک کفار مکہ مسلمانوں پر طرح طرح
کے مظالم ڈھاتے رہے۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے لکڑی اور پتھر سے
گھرے ہوئے اندھے بہرے بتوں کو اپنا خدا ماننے سے انکار کر دیا تھا اور ان کے
بجائے وہ اللہ وحدہ لا شریک کی الوہیت پر صدق دل سے ایمان لائے تھے جو جی و
قیوم، سمیع و بصیر اور عزیز و حکیم ہے ان کا دامن ہر قسم کے اخلاقی عیوب سے مبرا
اور منزہ تھا۔ اس جرم میں انہیں اتنا ستایا گیا کہ وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر مکہ سے چار
سو پینسٹھ کلو میٹر دور یشرب نامی بستی میں غریب الوطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور
ہو گئے۔

۲۔ کفار نے وہاں بھی انہیں آرام کا سانس نہ لینے دیا ان کے خلاف کبھی عبد اللہ بن
ابی اور اس کے حواریوں کو بھڑکایا جا رہا ہے۔ کبھی یہودی قبائل سے مسلمانوں پر
حملہ کرنے کی ساز باز کی جا رہی ہے۔ کبھی مسلمانوں کو علی الاعلان یہ دھمکی دی
جا رہی ہے کہ ہم طوفان برق و باد بن کر آئیں گے اور تمہاری امیدوں کے گلشن کو
جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیں گے۔ سعد بن معاذ کے ساتھ اثنائے طواف جو بد کلامی
ابو جہل نے کی اس سے بھی ان کے عزائم کا پتہ چلتا ہے۔

چند ایسے لوگ جن پر اپنے آپ کو محقق کہلانے کا خط سوار ہے ان کی کوشش اور خواہش
ہوتی ہے کہ وہ جو بھی ہرزہ سرائی کرتے رہیں۔ لوگ انہیں پھر بھی غیر جانبدار اور غیر متعصب
ہونے کا سرٹیفکیٹ ضرور عطا کرتے رہیں۔

یہ لوگ راہبر انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ان کارروائیوں پر جھٹکتے ہیں جسے ان اقدامات کو لوٹ مار، اور قزاقی وغیرہ سوجانہ الفاظ سے تعبیر کرتے رہتے ہیں لیکن جسے زندہ رہنا ہو صرف اپنے لئے نہیں بلکہ سارے عالم انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے وہ ان مہیب طوفانوں کے سامنے بے بس تماشائی کی طرح کھڑا نہیں رہ سکتا۔ کہ وہ آئیں اور خس و خاشاک کی طرح ان کی امیدوں کے نشیمن کو اڑا کر لے جائیں۔ بلکہ اس کی زندگی کا اعلیٰ وارفع مشن اس سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ ان طوفانوں کے سامنے چٹان کی طرح سراونچا کر کے اور سینہ تان کر کھڑا ہو۔ یہاں تک کہ اس طوفان کی بے رحم موجیں اس چٹان سے ٹکرائیں اور اپنا سر پھوڑ پھوڑ کر واپس ہونے پر مجبور ہو جائیں۔ وہ ان تقاضوں کو کمال شجاعت، سے پورا کرتا ہے۔ وہ شمع نور جس کو اس کے روشن کرنے والے نے اس لئے روشن کیا ہے کہ عالم رنگ و بو کا گوشہ گوشہ اس کے نور سے رشک طور بن جائے اور قیامت تک اس کی تابندہ اور رخشندہ کرنیں ہر قسم کی تاریکی کو فنا کا پیغام دیتی رہیں۔ اس شمع کا پاسبان کسی سے امن پسند ہونے کا تمغہ لینے کے لئے کسی بزدلی اور نامردی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی امیدوں کی کروڑوں شمعوں کو توفیق کر سکتا ہے لیکن جب تک اس کے جسم میں جان ہے کوئی ظالم آگے بڑھ کر اس شمع حق کو گل کر دے۔ ناممکن قطعاً محال۔

رحمت کائنات علیہ الصلوٰات والتسلیمات اس شوق میں کہ آنے والے مورخ آپ کو آشتی پسند اور امن دوست کے القاب سے نوازیں۔ بروقت مؤثر اقدامات نہ فرماتے عرب کی تجلّتی شاہراہ کے لرد گرد بننے والے قبائل سے دوستی کے معاملے دیکرتے۔ مختلف علاقوں میں اپنی ہمیں بھیج کر وہاں کے جغرافیائی حالات سے واقفیت بہم نہ پہنچاتے دشمن کی عددی کثرت، وسائل کی فراوانی، اسلحہ کے انباروں سے سم کر دیک کر بیٹھ جاتے تو صحابہ کرام میں شیروں جیسی جرات، چیتوں جیسی چستی اور پھرتی شاہین کی بلند پروازی اور تجتس جیسی خوبیوں کیونکر نشوونما پا سکتیں۔ اللہ کے نام کو بلند کرنے کے لئے جان دینے اور سرکٹانے کا ولولہ ان کو کیونکر بے چین کر دیتا۔ راہ حق میں سرفروشی، جاں سپدی کے جذبات کو اگر پروان نہ چڑھایا جاتا تو اہل مکہ کے غرور و نخوت کا علاج کیونکر ممکن تھا۔ عزیمت و استقامت کے یہ پہاڑ مشرکین عرب کی فرعونیت کی سرکش موجوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے نہ ہوتے تو وہ اس دین فطرت کے نام و نشان کو بھی مٹا کر رکھ دیتیں۔ اور اگر اس معرکہ میں کفر و باطل کی طاغوتی قوتیں

اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو جائیں تو عالم انسانیت پر چھائی ہوئی یہ تاریک رات کبھی سحر آشنا نہ ہوتی۔ حق کی حفاظت کے لئے۔ اس کی بھاکے لئے۔ اس کی نشوونما کے لئے اس کے دشمنوں اور بد خواہوں کو شکست فاش دینے کے لئے جو قدم سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھایا وہ صرف یہ نہیں کہ صحیح تھا بلکہ از حد ضروری تھا۔ اسی میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم مشن کی کامیابی اور عالم انسانیت کی فوز و فلاح کا راز مضمر تھا۔

اسلام کے نظریہ جہاد پر سچ پا ہونے والے اور ہادی برحق پیکرِ رفت و رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خونریزی اور لوٹ مار کی جھوٹی تہمتیں لگانے والے اگر حقائق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت رکھتے ہیں تو آئیں نتائج کی زبان سے حقائق کی داستان سنیں وہ یقیناً تسلیم کریں گے کہ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سلسلہ میں جو قدم اٹھایا وہ صرف جزیرہ عرب کے مکینوں کے لئے نہیں بلکہ سارے جہان والوں کے لئے۔ آیۂ رحمت ثابت ہوا صرف امت مسلمہ کے لئے ہی اس میں خیرات و برکات کے خزینے پنہاں نہ تھے بلکہ جملہ اولادِ آدم کے لئے اس میں ابدی سعادتیں لازوال رحمتیں، بے پایاں احسانات اور گراں بہا انعامات کے گنج ہائے گراں ملیہ تھیں جسے بحث کے بعد مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیرہ سال گزارے اس عرصہ میں شرک و کفر کے علبرداروں نے جو ظلم کئے۔ حضور اور حضور کے غلاموں نے جس محیر العقول صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ اس کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

مدینہ طیبہ میں حضور پر نور نے پورے گیارہ سال گزارے اس عرصہ میں کفار کے حملوں سے دفاع کے لئے جنگیں بھی ہوئیں۔ جہنم کے آدمی قتل بھی ہوئے زخمی بھی ہوئے۔ اس سے جو مقاصد حاصل کئے گئے بڑے اختصار سے ان کا تذکرہ کرتا ہوں۔ اسلام سے پہلے جزیرہ عرب سینکڑوں حصوں میں منقسم تھا۔ ہر حصہ مطلق العنان تھا۔ کہیں کوئی ذمہ دار حکومت نہ تھی۔ قانون و عدل کا کوئی نظام رائج نہ تھا۔ اس خطہ کے باشندوں کی معاشی فلاح اور معاشرتی بہبود کے لئے کوئی منصوبہ بندی نہ تھی۔ ہر طرف طوائف الملوک کا دور دورہ تھا۔ قبائلی عصبیت کی حکمرانی تھی طاقتور، جس طرح چاہتے اپنے سے کمزوروں کا استحصال کرتے ان پر مشق جو رستم کرتے ان سے کوئی باز پرس کرنے والا نہ تھا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سینکڑوں ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ملک کو ایک وحدت میں تبدیل کر دیا وہاں قانون کی بالادستی قائم کی۔ عدل و انصاف کا بے نظیر نظام عطا کیا شاہ و گدا کے سارے امتیازات مٹ گئے رنگ،

نسل، زبان، اور علاقہ کی بنیادوں پر ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی انسانیت کو انسانی مساوات اور شرافت کے پرچم کے نیچے متحد و منظم کیا اور سب سے بڑا احسان یہ فرمایا کہ بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ ان کے خالق و مالک سے جوڑ دیا۔ معبودان باطل کے آستانوں سے اٹھا کر انہیں خداوند ذوالجلال کی بارگاہ عظمت میں سر بسجود کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نبی مکرم و معظم کو جو امانت سپرد کی گئی تھی۔ مصائب و آلام کے ہزاروں طوفانوں کے باوصف بڑے احسن طریقہ سے اس امانت کو اس کے حق داروں تک پہنچا دیا۔ اس صادق و مصدوق نبی کی مساعی جلیلہ سے جو حیران کن انقلاب ایک قلیل مدت میں جزیرہ عرب میں رونما ہوا۔ اس کی مثل تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

اس عظیم اور بے نظیر کارنامہ کو انجام دینے کے لئے ان گیدہ سالوں میں کفار و مشرکین کے ساتھ جتنی جنگیں لڑی گئیں ان میں فریقین کا کتنا جانی نقصان ہوا اس کی تفصیلات پڑھ کر آپ ششدر رہ جائیں گے ابتدائی سرایا اور غزوات میں نہ دشمن کا کوئی آدمی قتل ہوا۔ نہ کوئی کلمہ گو شہید ہوا وہ غزوات و سرایا یہ ہیں۔ - اللابواء۔ - سیف البحر۔ - بواط۔ - العشیرۃ۔ - اور بدر اولیٰ ان میں فریقین کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

عبداللہ بن محشش کے سریہ میں کفار کا ایک آدمی عمرو بن حضرمی مارا گیا۔ اسلامی جنگوں میں یہ پہلا مقتول تھا۔ غزوہ بدر الکبریٰ میں کفار کے ستر آدمی قتل ہوئے اور چودہ مسلمان شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔

غزوہ بدر کے بعد اپنے سنگین جرائم کی پاداش میں دو مشرکوں کو قتل کیا گیا ایک کانام نصر بن حذافہ اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط تھا۔

غزوہ سویق میں صرف ایک مشرک قتل ہوا۔

غزوہ بنی سلیم میں تین انصاری شہید ہوئے۔

غزوہ ذی امر میں جو نجد میں ہوا کوئی شخص نہیں مارا گیا۔

یہودی قبیلہ بنی قینقاع کے جلاوطن کرنے کی کارروائی میں دو آدمی مارے گئے۔

سریہ زید بن حارثہ میں فریقین کا کوئی آدمی نہیں مارا گیا۔

اس کے بعد اسلام دشمنی اور شراستگی کے باعث ان یہودیوں کو قتل کیا گیا۔ کعب بن اشرف اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق۔ اور ان کے بعد کعب بن یہوزا غزوہ احد میں ستر مسلمان نعمت شہادت سے بہرہ ور ہوئے اور بائیس مشرک مقتول ہوئے۔

غزوہ حراء الاسد میں ایک بد زبان ابو عزنی موت کے گھاٹ اتار گیا۔

یوم رجب میں چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

بہر معونہ کے غدارانہ منصوبہ میں ستر مسلمانوں نے تاج شہادت زیب سر کیا۔ اس کے بعد عمرو بن امیہ نے غلطی سے تین کافروں کو مار ڈالا ان میں سے دو کی دیت، رحمت عالم نے خود ادا کی۔ غزوہ بنی نضیر میں ایک آدمی کام آیا۔

غزوہ ذات الرقاع میں ایک انصاری شہید ہوئے۔ وہ رات کو پہرہ دے رہے تھے کہ کافروں نے یکے بعد دیگرے انہیں تین تیروں کا نشانہ بنایا۔

بدر آخری میں کوئی آدمی قتل نہیں ہوا۔

غزوہ خندق میں تین مشرک قتل کئے گئے اور چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

غزوہ بنی قریظہ میں دو مسلمان شہید ہوئے اور چھ یاسلت سویہودی مقتول ہوئے اس کے بعد خالد بن سفیان الہذلی قتل ہوا۔

غزوہ ذی قرد میں پانچ افراد کام آئے۔

غزوہ بنی مصطلق میں صرف دو آدمی کام آئے۔

غزوہ حدیبیہ میں ایک آدمی کام آیا۔

غزوہ خیبر میں زیادہ سے زیادہ جانبین سے بیس آدمی مارے گئے۔

اس کے بعد جو سرا یا بھیجے گئے ان میں فریقین کا کوئی فرد نہیں مارا گیا۔ یہاں تک کہ جب بنی قضاء کی گوشمالی کے لئے کعب بن عمر کی امارت میں سریہ روانہ کیا گیا اس میں چودہ آدمی مقتول ہوئے۔

غزوہ موتہ میں بارہ شخص مارے گئے۔ امام ابن ہشام نے بارہ شہداء کے نام لکھے ہیں۔ (۱)

غزوہ فح مکہ میں بھی بارہ آدمی مارے گئے۔

غزوہ حنین اور ہوازن میں چار مسلمان شہید ہوئے اور قبیلہ ثقیف کے پچھتر کافر مارے گئے اور غزوہ طائف میں بارہ مسلمان سعادت شہادت سے مشرف ہوئے۔

غزوہ تبوک میں صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔

دونوں فریقوں کے وہ مقتول جو جزیرہ عرب کے باشندے تھے ان کی تعداد چار صد چالیس

ہے ان مقتولوں میں وہ لوگ بھی شمار کئے گئے ہیں جنہیں دھوکا اور غدر سے قتل کیا گیا تھا۔ یا غلطی سے قتل ہوئے تھے ان میں آپ چھ سو یا سات سو یہودیوں کو بھی شمار کر لیں جنہیں قتل کرنے کا حکم حضرت سعد بن معاذ نے دیا تھا جنہیں خود یہودیوں نے اس قضیہ میں اپنا حکم تسلیم کیا تھا۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ فریقین کے تمام مقتولوں کی تعداد بشمول مقتولین بنی قریظہ ایک ہزار چالیس یا گیارہ سو چالیس بنتی ہے۔

اتنی قلیل جانی قربانیوں اور نقصانات سے نوع انسانی کو جو فائدہ پہنچا وہ بے مثال اور بے عدیل ہے کوشش بسیر کے باوجود اقوام و ممالک کی جنگوں کی تاریخ میں آپ کو اس کی مثال نہیں ملے گی ہرگز نہیں ملے گی۔ (۱)

اس کے مقابلہ میں جدید تہذیب اور سائنسی ترقی کی آغوش میں پرورش پانے والے یورپ کے دانشوروں اور حکمرانوں نے صرف اپنے اہل وطن کو ہی نہیں بلکہ ساری انسانی برادری کو نصف صدی سے کم عرصہ میں جن دو ہولناک عالمگیر جنگوں کا تحفہ دیا ہے۔ ان کی تباہ کاریوں کا اندازہ لگانے سے انسانی عقل و دانش قاصر ہے۔ پر امن شہری آبادیوں۔ ہسپتالوں۔ درسگاہوں بلکہ مذہبی عبادت گاہوں کو بھی جس سنگدلی سے اپنی ہیمنہ بمباری کا نشانہ بنایا گیا اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ ان کے تصور سے ہی انسانیت اور شرافت کا سرمایہ ندامت سے ختم ہے۔

دیگر ہر قسم کے نقصان کو اگر آپ ایک لمحہ کے لئے نظر انداز بھی کر دیں فقط انسانی جانوں کے نقصانات کا ہی سرسری جائزہ لیں تو انسانی خون کی ارزانی کو دیکھ کر آپ پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ ناگاساکی اور ہیروشیما پر امریکہ کے ایٹم بموں نے جو قیامت برپا کی۔ کیا اس خونچکان داستان کو سننے کا آپ میں حوصلہ ہے۔ صرف جانی نقصانات کے اعداد و شمار پیش خدمت ہیں جو دوسری جنگ عظیم میں ہوئے۔ اتحادی ممالک برطانیہ، امریکہ وغیرہ کا جانی نقصان ایک کروڑ چھ لاکھ پچاس ہزار ہے۔ فریقین کا مجموعی جانی نقصان ڈیڑھ دو کروڑ کے قریب ہے صرف روس کے پچھتر لاکھ فوجی مارے گئے۔ جاپان کے پندرہ لاکھ پچاس ہزار جوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ جرمنی کے اٹھائیس لاکھ پچاس ہزار فوجیوں نے اپنی قیمتی زندگیوں کو جنگ کی کالی دیوی کے چرنوں میں بھیٹ چڑھایا۔ (۲)

۱۔ بدر الکبریٰ شوقی ابو ظیل، جلد ۱، صفحہ ۱۹۱۔

۲۔ انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا، جلد ۲۳، صفحہ ۷۹۳ ایڈیشن ۱۹۶۲

انسانی جانوں کی ان عظیم اور ان گنت قربانیوں بے محلبہ خونریزیوں جہاں کن بمباریوں، جنہوں نے سینکڑوں نہیں ہزاروں ہمدردی شہروں کو راکھ کے ڈھیروں میں بدل دیا اتنی گراں قیمت ادا کرنے کے بدلے میں انسانیت کو کیا ملا۔

”دیوار برلن“

روسی بے رحم آمریت۔ جس کی ایڑیوں کے نیچے یورپ اور ایشیا کے کئی ممالک پچاس سال سے پس رہے ہیں اور کراہ رہے ہیں۔

بے روزگاری کمر توڑ منگلی بے حیائی، اخلاق باختل۔

غریب ممالک اور غیر ترقی یافتہ اقوام کا بے رحم حملہ استحصال، معاشی بحالی اور خوش حالی کی آڑ میں اربوں۔ کھربوں ڈالروں کا سودی قرض کیا ان لوگوں کو جن کے ہاتھوں انسانیت کی قبائے کرامت کئی بار تار تار ہوئی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس سراپائے امن و سعادت اور پیکر رحمت و رافت ذات اقدس و اطہر انگشت نمائی کریں جس نے جنگ کو صرف ایک مقصد کے لئے جائز رکھا وہ یہ کہ کوئی کسی پر جبر نہ کرے۔ تشدد سے کسی کو مجبور نہ کیا جائے کہ وہ اپنے پسندیدہ عقیدہ کو ترک کرے۔ کسی کو وہ عقیدہ قبول کرنے سے جبراً نہ روکا جائے جس کو اس نے اپنی آزاد عقل و فہم سے حق تسلیم کر لیا ہے۔ جس نے جنگ کو بے مقصد تاخت و تاراج بے دریغ قتل و غارت اور بے فائدہ لشکر کشی سے سختی سے منع کیا ہے۔ جس اعلیٰ مقصد کے لئے جنگ کی اجازت دی اس میں بھی شرف انسانیت کو پامال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ کسی مقتول کا مثلہ کرنے یعنی اس کے ناک ہونٹ کاٹنے۔ آنکھیں نکالنے۔ پیٹ چرنے سے سختی سے منع کیا کسی عورت پر کسی بچے پر کسی بوڑھے اور معذور پر تلوار اٹھانے کی قطعی ممانعت کر دی حکم دیا کہ مذہبی پیشواؤں اور ان کی خلفاءوں پر حملہ نہ کیا جائے خداوند قدوس نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور حضور کے ذریعہ تمام فرزند ان اسلام کو جنگ کے بدلے میں واضح ہدایات نازل فرمائیں ارشاد الہی ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقْتُلُونَكُم وَلَا تَعْتَدُوا وَلِلَّهِ
لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔

”اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور (ان پر بھی) زیادتی نہ کرنا بے شک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ہے زیادتی کرنے والوں کو۔“

رہے ہیں اسی شرط کے ساتھ وَلَا تَعْتَدُوا جب جذبات پر قابو نہیں رہتا۔ آتش انتقام بھڑک رہی ہوتی ہے۔ خبردار! اس وقت بھی کسی پر زیادتی مت کرو کیونکہ زیادتی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا اور عورتوں، معصوم بچوں، اپاہجوں، بوڑھوں، کسانوں، مزدوروں اور راہبوں پر ہاتھ اٹھانے سے اسلام نے منع فرمایا ہے (بشرطیکہ یہ لوگ جنگ میں شریک نہ ہوں) حضرت صدیق اکبر جب اپنے ایک سپہ سالار یزید بن ابی سفیان کو الوداع کہنے کے لئے پاپیادہ ان کے ساتھ گئے تو رخصت کرتے وقت انہیں پھلدار درختوں کے کانٹے، اونٹوں اور شیردار جانوروں کو بلا ضرورت ہلاک کرنے سے منع فرمایا۔

مستشرقین جو اسلام کے نظریات جہاد پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں وہی انصاف سے بتائیں کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی گزری ہے یا آج کی مہذب و متمدن دنیا میں کوئی ایسی قوم موجود ہے جس کے جنگی قانون میں عدل و انصاف کا یوں لحاظ رکھا گیا ہو۔ آج تو جنگ شروع ہوتی ہے تو پر امن شہریوں اور آباد بستیوں کو ایٹم بموں سے اڑا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ اور عورتوں، معصوم بچوں، بوڑھوں، بیماروں، کسی سے درگزر نہیں کی جاتی ہسپتالوں، درسگاہوں، عبادت خانوں تک کا احترام بھی پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ (۱)

مندرجہ بالا ان آیات میں ہی حق سمجھنے کی نیت سے غور کیا جائے تو اسلام کے نظریہ جہاد، اس کے مقاصد اور جنگ کرنے کے وہ انداز و آداب جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو تاکید حکم دیا ہے تو سارے شبہات دور ہو جاتے ہیں اور حق کا رخ زیبا بے نقاب ہو کر دلوں کو موہنے لگتا ہے۔

آیات قرآنی کے علاوہ متعدد احادیث میں جن میں رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو آداب جہاد کی تلقین فرمائی ہے چند ارشادات نبوی کا آپ بھی مطالعہ کیجئے۔ رحمت عالم نے مجاہدین کے ایک لشکر کو الوداع کہتے ہوئے یوں وصیت فرمائی۔

اِنْطَلِقُوا بِاَسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُوْا شِیْئًا حَیًّا
وَلَا طِفْلًا وَلَا اِمْرَاَةً وَلَا تَغْلُوْا وَضُؤُوا غَنَائِمَکُمْ وَاصْلَحُوا
وَاحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔

”اللہ کا نام لے کر اور اس کے نام کی برکت کے ساتھ سفر جہاد پر روانہ ہو جاؤ۔ کسی بوڑھے شخص کو، کسی بچے کو، کسی عورت کو ہرگز قتل نہ

کرنا۔ اور خیانت نہ کرنا۔ غنائم کو اکٹھا کرنا اور حلات کو درست کرنے کی کوشش کرنا دشمن کے ساتھ بھی احسان کرنا بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

ایک دوسرے لشکر کو رخصت کرتے ہوئے حضور نے آخری وصیت یوں فرمائی۔

سَيُرَوُّ بِأَسْمِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى - وَقَاتِلُوا أَعْدَاءَ اللَّهِ
وَلَا تَغْلُوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تُمِثِلُوا - وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا -

”اللہ کا نام لے کر راہ خدا میں جہاد کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اللہ کے دشمنوں کو بے تیغ کرنا، خیانت نہ کرنا، کسی سے دھوکا نہ کرنا۔ کسی مقتول کی لاش کا مثلہ نہ کرنا۔ اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔“ (۱)

سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کے سلاار اعظم حضرت خالد کو ارشاد فرمایا۔

لَا تَقْتُلْ ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيفًا

”بچوں کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی مزدور کو قتل کرنا۔“

الغرض ہر موقع پر حضور اپنے مجاہدوں کو، اور مجاہدین کے لشکر کے سلااروں کو ان آداب کا خیال رکھنے کی تاکید فرمایا کرتے۔

رحمت کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اپنی فوجوں کو کھیت اجاڑنے، درختوں کو بے ضرورت کاٹنے، شیردار جانوروں کو قتل کرنے اور کتوں میں زہر ملانے سے بھی سختی سے منع فرمایا کرتے تھے۔

فَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُوصِي

بِأَلَّا يَقْتُلُوا الْجَيْشَ بِأَتْلَافٍ زَرْعٍ أَوْ قِطْعٍ شَجَرٍ أَوْ قَتْلِ الْوَسْعَافِ

مِنَ الذُّرِّيَّةِ وَالنِّسَاءِ وَالرِّجَالِ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ رَأْيٌ فِي

الْحَرْبِ وَلَمْ يَشْتَرُوا فِيهِ بِأَيِّ تَوْبَةٍ

”نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کو وصیت فرمایا کرتے

کہ وہ سرسبز کھیتوں کو برباد نہ کریں درختوں کو نہ کاٹیں۔ کمزور بچوں اور

عورتوں کو قتل نہ کریں۔ ان مردوں کو بھی قتل نہ کریں جو جنگ کے

سلسلہ میں کوئی رائے نہیں دیتے اور کسی طرح جنگ میں شرکت نہیں

کرتے۔“ (۱)

کسی زخمی کو قتل کرنا۔ کسی مقتول کا شلہ کرنا بھی ممنوع تھا۔

آج کے سائنسی انکشافات اور ایجادات کے دور میں جب کہ کئی قومیں اپنے آپ کو ترقی یافتہ مہذب اور شائستہ کہلانے پر مصر ہیں کون ہے۔ جو اپنے دشمن کی فوجوں کے ساتھ ایسا رحیمانہ اور کریمانہ سلوک روا رکھتا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس محبوب بندے اور برگزیدہ رسول کی ہی شان تھی کہ جنگ جیسی خوفناک چیز کو رحم و کرم کا آئینہ دار بنا دیا۔ اس نبی صادق و مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سچ فرمایا جب یہ فرمایا اَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ اَنَا نَبِيُّ الْمَلْحَمَةِ میں رحمت کا پیغامبر ہوں، میں جنگ کا علمبردار ہوں۔ حضور کی جنگ بھی نوع انسانی کے لئے سراپا رحمت و احسان تھی۔ کیا فتنہ فساد کی آگ بجھانا اور معاشرہ کے امن و امان کو عارت کرنے والوں کی بیخ کنی کرنا نوع انسانی کے لئے رحمت نہیں۔

دین اسلام کو اپنے ابتدائی ایام میں جن سنگین حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ سرور عالم، راہبر انسانیت اس وقت اگر یہ اقدامات نہ کرتے تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا؟ دشمن آگے بڑھ کر رشد و ہدایت کے اس مرکز کو تاخت و تاراج کر دیتا۔ جس کلمہ گو پر اس کا بس چلتا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ کسی حق پرست کو زندہ نہ چھوڑتا۔ اور اس سے بھی زیادہ بھینک اور دردناک حادثہ یہ رونما ہوتا کہ توحید کی شمع جسے روشن کرنے کے لئے حضور نبی کریم اور آپ کے صحابہ نے بے دریغ قربانیاں دی تھیں وہ بجھ جاتی۔ اور ساری کائنات کفر و شرک کی تاریکیوں میں ہمیشہ کے لئے غرق ہو جاتی۔ قوم کے اس قائد اور لشکر کے اس سلاار کے بارے میں آپ کیا کہیں گے جس نے فقط صلح پسند اور امن دوست کہلانے کے شوق میں اپنی فوج کو بھی دشمن کے ہاتھوں سے تیغ ہونے دیا اپنی ذات کو بھی ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیا اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اپنے مشن کو بھی ناکامی اور نامرادی کی آغوش میں ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا۔ کوئی جمہور لیں یا نصیر الدین طوسی تو قوم کے ساتھ ایسی غداری کر سکتا ہے لیکن سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جاں نثار سے کوئی اس بات کی توقع رکھے تو وہ جَنَّتُ الْحَمَقَاء میں بس رہا ہے۔

دشمنان اسلام اور مستشرقین کی طرف سے اس نبی انسانیت پر جس کو اس کے بھیجنے والے نے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے لوٹ مار اور قزاقی کے الزامات ان کی کور چشمی کی دلیل ہیں

باطل کے مقابلہ میں قوت کا مظاہرہ پیغمبر اسلام سے پہلے بھی متعدد انبیاء کرام کا معمول رہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہیں عیسائی دنیا میں عفو و درگزر۔ صلح و آتش اور امن و سلامتی کا پیکر سمجھا جاتا ہے انہوں نے بھی طاغوتی قوتوں کے سرغرور کو نیچا کرنے کے لئے اپنے حواریوں کو تلواریں بے نیام کرنے کا حکم دیا۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے صرف پونے تین سال کی قلیل مدت بنی اسرائیل کو رشددہدایت کی دعوت دی ان کی کج بختیوں، اور سازشوں اور دل آزاریوں سے تنگ آکر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا۔

اس نے ان سے کہا مگر اب جس کے پاس بیڑہ ہو وہ اسے لے۔ اور اسی طرح جھولی بھی اور جس کے پاس نہ ہو وہ اپنی پوشاک بیچ کر تلوار خریدے۔ (۱)

اس سلسلہ میں لوقا کے باب ۱۲ کی آیت ۵۲ بھی ملاحظہ فرمائیں آپ نے کہا۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں۔ بلکہ جدائی کرانے۔ اس مضمون کو آپ نے متی کے باب ۱۰ آیت ۳۵-۳۴ میں یوں بیان کیا ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف پونے تین سال تبلیغ کرنے کے بعد تلوار اٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور پھر بھی آپ کو امن و صلح کا پیغمبر کہا جاتا ہے تو اگر تیرہ چودہ سال کا عرصہ گوناگوں اذیتیں برداشت کرنے کے بعد محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماننے والوں کو کفار کے مقابلہ میں جہاد کا حکم دیتے ہیں تو آپ پر طرح طرح کے بہتان تراشے جاتے ہیں کیا یہ بے انصافی کی انتہا نہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ
 بِبَلَدٍ
 وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ لِيُخْلِفَ فِيكُمْ تَشْيِيرَ قَوْمٍ

اور بیشک مدد فرمائی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے

(میدان) پدر میں

حالانکہ تم بالکل کمزور تھے، پس ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ

سے تاکہ تم (اس بروقت امداد کا)

شکر ادا کر سکو۔

(آل عمران ۱۲۲)

غزوہ بدر الکبریٰ



یوم الفرقان، غزوہ بدر الکبریٰ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۝

”اور بیشک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدان) بدر میں حالانکہ تم

بالکل کمزور تھے۔“ (آل عمران: ۱۲۳)

تدریج اسلام کا یہ وہ معرکہ ہے جب اسلام اور کفر حق اور باطل، سچ اور جھوٹ کی پہلی ٹکر ہوئی اسی معرکہ میں فرزند ان اسلام کی تعداد لشکر کفار کی تعداد سے ایک تہائی تھی۔ وسائل اور اسلحہ کے اعتبار سے بظاہر بہت کمزور تھے۔ جزیرہ عرب کا اجتماعی ماحول سراسر ان کے خلاف تھا۔ انتہائی خوش فہمی کے باوجود اسلام کے غلبہ اور فتح مند ہونے کی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی تھی۔ کفر بڑے کروفر کے ساتھ حق کی بے سرو سامانی سے نبرد آزما ہونے کے لئے تین گنا فوج لے کر بڑے غرور و عنوت سے میدان میں آیا تھا لیکن اسے ایسی فیصلہ کن ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا جس نے اس کی کمر توڑ دی پھر اسے کبھی ہمت نہ ہوئی کہ وہ اس شان سے حق کو لٹکا سکے۔ مورخین اس معرکہ کو غزوہ بدر الکبریٰ۔ غزوہ بدر العظمیٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن رب قدوس نے اپنی کتاب مقدس میں اسے یوم الفرقان کے لقب سے ملقب فرمایا ہے یعنی وہ دن جب حق اور باطل کے درمیان فرق آشکارا ہو گیا اندھوں اور بہروں کو بھی پتہ چل گیا کہ حق کا علمبردار کون ہے اور باطل کا نقیب کون = ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا آتَيْنَا عَلَىٰ عِبْدِ نَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّلَاقِ الْجَمْعَيْنِ ۝

(الانفال: ۴۱)

”اور جسے ہم نے امداد اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز

آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر۔“

ایک دوسری آیت میں اسے یوم البطشۃ الکبریٰ بتایا گیا ہے ارشاد ہے۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ (الدخان: ۱۶)

”جس روز ہم انہیں پوری شدت سے پکڑیں گے۔ اس روز ہم ان سے بدلہ لے لیں گے۔“

بتوفیقہ تعالیٰ میں کوشش کروں گا کہ سیرت اور تاریخ کی اہمیت الکتب سے استفادہ کرتے ہوئے آیات قرآن کریم اور ارشادات نبی و نذر جیم کی روشنی میں اس غزوہ کے تفصیلی حالات میں آپ کی خدمت میں اس طرح بیان کروں کہ واقعات کا ربط اور تسلسل برقرار رہے تاکہ قارئین قریش مکہ کے کفر و عناد، غرور اور تکبر اور فرزند ان اسلام کے جذبہ ایثار و جانفروشی کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

غزوۃ العشیرۃ کے حالات آپ پڑھ آئے ہیں۔ اس میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم، قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے تعاقب میں نکلے تھے جو ابوسفیان کی قیادت میں مکہ سے شام جلد ہاتھا۔ لیکن حضور جب عشیرہ کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ قافلہ ایک دور روز پہلے یہاں سے نکل گیا ہے۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلہ کی واپسی کا انتظار تھا۔ جب اطلاع ملی۔ کہ وہ قافلہ واپس آ رہا ہے۔ ابوسفیان کے علاوہ مکہ کے رئیسوں میں سے مخرمہ بن نوفل۔ عمرو بن العاص بھی اس کے ہمراہ ہیں۔ اور قافلہ کی حفاظت کے لئے چالیس آدمیوں کا جتھہ اس کے ہمراہ ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دعوت دی کہ اس قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلیں۔ حضور نے فرمایا۔

هَذَا ابُوسُفْيَانَ قَافِلًا بِتَجَارَةِ قُرَيْشٍ فَأَخْرُجُوا إِلَيْهَا لَعَلَّ
اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ يَنْقِلُكُمْوهَا۔

”یعنی یہ ہے ابوسفیان جو اپنے قافلہ سمیت واپس آ رہا ہے نکلو شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں مرحمت فرمادے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت پر چند حضرات تو ہر کام ہو گئے اور کچھ پیچھے رہ گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ کرام کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ جنگ تک نوت آئے گی ان حضرات نے یہی خیال کیا کہ قافلہ کے ساتھ چالیس کے لگ بھگ محافظوں کا دستہ ہے۔ ان کو دبوچ لینا کوئی ایسا کام نہیں جس کے لئے سب مسلمانوں کا ساتھ جانا ضروری ہو۔ نیز حضور کریم نے بھی سب کو اس مہم میں شرکت کا حکم نہیں فرمایا تھا حضور کا ارشاد تھا۔

مَنْ كَانَ ظَهْرُهُ حَاضِرًا فَلْيَرْكَبْ مَعَنَا۔ وَلَمْ يَنْتَظِرْ مَنْ كَانَ
ظَهْرُهُ غَائِبًا عَنْهُ۔

”یعنی جس کی سواری حاضر ہے وہ تو سوار ہو جائے اور ہمارے ساتھ چلے اور جن کی سواریاں وہاں موجود نہ تھیں بلکہ ان کی چراگاہوں میں یا زرعی فلاموں میں تھیں۔“

حضور نے ان کا انتظار نہ فرمایا۔“

ہجرت سے انیس ماہ بعد رمضان المبارک کی بارہ تاریخ تھی ہفتہ کا دن تھا۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تین سوتیرہ یا تین سو پندرہ جاں نثاروں کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ مسلمان لشکر کے پاس سواری کے لئے ایک گھوڑا اور اسی لونٹ تھے بلقی مجاہدین پیادہ تھے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا کہ جس کے پاس سواری کا لونٹ ہے وہ تو اپنے لونٹ پر سوار ہو جائے اور بلقی پیادہ سفر کریں حضور نے تین صحابہ کے لئے ایک ایک لونٹ مقرر کر دیا جس پر وہ باری باری سوار ہوا کریں گے علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ مسلمانوں تو اپنے لونٹ پر سوار ہو جائے اور بلقی پیادہ سفر کریں حضور نے ہر تین صحابہ کے لئے ایک ایک لونٹ مقرر فرما دیا۔ اور اپنے لونٹ کو بھی اپنی ذات کے لئے مخصوص نہیں فرمایا۔ حالانکہ امت کے نبی اور امام۔ لشکر کے کمانڈر انجیف کی حیثیت سے حضور اپنے لونٹ کو صرف اپنی سواری کے لئے مختص فرماتے تو کسی کو اعتراض نہ ہوتا لیکن جو نبی انسانی مساوات کی تعلیم دینے کے لئے تشریف لایا تھا۔

اگر وہ اپنے حسن عمل سے مساوات کا درس نہ دیتا تو اور کون دیتا۔ حضور نے اپنے لونٹ کے لئے بھی تین آدمی تجویز فرمائے۔ حضور خود۔ حضرت علی مرتضیٰ اور ابو لبابہ۔ جب روجاء کے مقام پر حضور نے ابو لبابہ کو مدینہ طیبہ کا والی بنا کر واپس بھیج دیا تو مرثد بن ابی مرثد کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ ملکوتیوں کا یہ نورانی لشکر اس شان سے اپنے مرکز سے رخصت ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی باری کی مسافت طے کر چکے اور اترنے لگے تاکہ دوسرا ساتھی سوار ہو تو دونوں جاں نثار صحابیوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہماری باری میں بھی حضور ہی سوار رہیں۔ ہمارے لئے اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ حضور لونٹ پر سوار ہوں گیل ہمارے ہاتھوں میں ہو۔ اس کے پاؤں کی گردا زری ہو ہماری آنکھوں کا سرمہ اور چہروں کا عازہ بن رہی ہو۔ اے اللہ کے حبیب! ہماری یہ مخلصانہ پیشکش ضرور قبول فرمائیے۔ اس سرور عالم نبی رحمت شرف انسانی کے پیغامبر مساوات انسانی کے داعی علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ واطیب السلام نے فرمایا۔

مَا أَنْتُمْ بِأَقْوَىٰ مِنِّي وَمَا أَنَا أَغْنَىٰ عَنْكُمَا عَنِ الْأَجْرِ

”اے میرے دوستو! تم دونوں نہ مجھ سے طاقتور ہو اور نہ یہ بات ہے کہ

مجھے اجر کی ضرورت نہ ہو صرف تمہیں اجر کی ضرورت ہو۔“

اپنے آقا کا یہ ایمان افروز ارشاد سن کر صحابہ کرام کے کیف و سرور کا کیسا عالم ہو گا۔ ان کے ایمان کو کتنی جلاء اور توانائیاں نصیب ہوئی ہوں گی۔ قیامت تک آنے والے قائدین قوم اور سالار ان افواج کو مساوات انسانی اور عمل کی عظمتوں کا کتنا جلیل المرتبت سبق ملا ہو گا۔ (۱) اسی اثناء میں ابو سفیان کو بھی ایک شخص نے بتا دیا کہ جب تمہارا قافلہ مکہ سے شام کی طرف روانہ ہوا تھا اس وقت بھی حضور نے تمہارا تعاقب کیا تھا۔ اور اب تمہاری واپسی کی انہیں اطلاع ملی ہے وہ اپنے صحابہ کو لے کر تیرے قافلہ پر چھاپہ مارنے کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے ہیں۔ جب یہ قافلہ حجاز کی حدود میں داخل ہوا تو ابو سفیان کو بہت فکر لاحق ہوئی۔ اس نے سارے علاقہ میں اپنے جاسوس پھیلا دیئے تاکہ مسلمانوں کی سرگرمیوں کے بارے میں اسے مطلع کرتے رہیں اس کے جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ اس کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی معیت میں مدینہ سے روانہ ہو گئے ہیں تو اسے از حد خوف لاحق ہوا۔ اس نے بنی غفار کے ایک ماہر شترسوار ضمضم غفاری کو بیس شقال سونا بطور اجرت دیا اور اسے کہا کہ وہ بجلی کی سرعت سے مکہ پہنچے اور قریش کو آگاہ کرے کہ تمہارے تجارتی کاروان پر حملہ کرنے کے ارادہ سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چل پڑے ہیں اس لئے اس قافلہ کو بچانے کے لئے فوراً پہنچیں۔

اس قافلہ کی سلامتی سے مکہ کے تمام قریش کا مفاد وابستہ تھا۔ قبیلہ قریش کا کوئی مرد یا عورت ایسی نہ تھی جس نے اپنے مقدور کے مطابق اس قافلہ میں سرمایہ نہ لگایا ہو۔ ضمضم غفاری کے مکہ پہنچنے سے تین رات پہلے حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی عاتکہ نے ایک خواب دیکھا جس نے انہیں ہراساں کر دیا انہوں نے اپنے بھائی حضرت عباس کو بلا بھیجا آپ آئے تو عاتکہ نے کہا۔ بھائی جان! بخدا میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے حد درجہ خوف زدہ کر دیا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ آپ کی قوم پر کوئی آفت نازل ہونے والی ہے۔ اگر آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ آپ اس راز کو افشاء نہ کریں گے تو میں آپ کو بتاتی ہوں۔ حضرت عباس نے راز افشاء کرنے کا وعدہ کیا آپ نے اپنا خواب یوں بیان کرنا شروع کیا۔

میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک شترسوار آیا اور ابلح وادی میں آکر کھڑا ہو گیا اور اس نے بلند آواز سے چیخ کر کہا۔

اَلَا اِنْفِرُوا يَا اَهْلَ عَدْنٍ اِلٰى مَصَادِعِكُمْ فِى ثَلَاثِ

”اے دھوکا بازو! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر اندر دوڑ کر آؤ۔“

میں نے دیکھا کہ لوگ اس شترسوار کے پاس جمع ہو گئے پھر وہ مسجد میں داخل ہوا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس کا اونٹ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہے اس شخص نے وہی نعرہ بلند کیا۔ پھر میں نے اس اونٹ کو جبل ابی قیس کے اوپر کھڑا ہوا دیکھا وہاں جا کر اس شترسوار نے پھر وہی نعرہ لگایا اور ایک بھاری بھر کم چٹان کو نیچے لڑھکا دیا جب وہ لڑھکتی ہوئی نیچے پہنچی تو اچانک پھٹ گئی مکہ کا کوئی ایسا گھر نہ رہا جس میں اس چٹان کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔

یہ خواب سن کر حضرت عباس نے اپنی بہن کو کہا۔ کہ یہ تو بڑا اہم خواب ہے عاتکہ! کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرنا۔ اس کو پوشیدہ رکھنا حضرت عباس یہ کہہ کر وہاں سے نکلے راستہ میں ان کی ملاقات ولید بن عتبہ سے ہو گئی یہ ان کا دوست تھا۔ انہوں نے اس خواب کا ذکر ولید سے کر دیا اور اسے مخفی رکھنے کی تاکید کی۔ ولید نے اس کا ذکر اپنے باپ عتبہ سے کیا۔ اس طرح یہ راز افشا ہو گیا۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں شام کو حرم شریف میں طواف کرنے کے لئے گیا تو وہاں ابو جہل کو دیکھا کہ قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہے وہاں اس خواب کا تذکرہ ہو رہا ہے ابو جہل نے مجھے دیکھا اور کہا ابو الفضل! طواف سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا چنانچہ میں طواف سے فارغ ہوا تو اس کے پاس چلا گیا ابو جہل نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے بنو عبدالمطلب! تم میں یہ نبیہ کب پیدا ہوئی ہے۔ میں نے اسے کہا تمہارا اس سے کیا مطلب ہے! اس نے کہا میں اس خواب کا ذکر کر رہا ہوں۔ جو عاتکہ نے دیکھا ہے۔ میں نے انجان بننے ہوئے کہا اس نے کیا دیکھا۔ ابو جہل نے کہا اے عبدالمطلب کی اولاد! تم اس پر مطمئن نہیں کہ تم میں ایک نبی ظاہر ہوا اور اب تمہاری عورتوں نے نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے۔

پھر اس نے کہا عاتکہ کا کہنا ہے کہ اس شترسوار نے تین دن کے اندر نکلنے کے لئے کہا۔ ہم تین دن انتظار کریں گے۔ اگر ان تین دنوں کے اندر اس کا یہ خواب سچا نہ ہوا تو ہم یہ لکھ کر

ہر جگہ چسپاں کر دیں گے۔

إِنَّكُمْ أَكْذَابُ أَهْلِ بَيْتٍ فِي الْعَرَابِ

”کہ ملک عرب میں تمہارا گھرانہ سب سے جھوٹا گھرانہ ہے“ مجھے بے بس

ہو کر اس خواب کا انکار کرنا پڑا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے غصہ سے اسے کہا کہ اے بزدل! جھوٹ تجھ

میں ہے یا تیرے خاندان میں۔

هَلْ أَنْتَ مُنْتَهٍ يَا مَسْفِرًا سِتِّهِ

حضرت عباس کہتے ہیں کہ شام کو میں گھر گیا مگر عبدالمطلب کی کوئی خاتون باقی نہ رہی جس

نے مجھے یہ کہہ کر ڈانٹ نہ پلائی ہو اور یہ نہ کہا ہو۔

أَقْرَبُكُمْ لِهَذَا الْفَاسِقِ الْغَيْبِثِ أَنْ يَقَعَ فِي رِجَالِكُمْ تُحَرِّقُونَ

تَنَاوَلِ النِّسَاءَ وَأَنْتَ تَسْمَعُ تُحَرِّقُونَ عِنْدَكَ غَيْرَ كَالِشَيْءِ

مِمَّا سَمِعْتَ۔

”پہلے وہ خبیث فاسق تمہارے مردوں پر الزام تراشی کرتا رہا تو تم نے

اسے برداشت کر لیا اب وہ تمہارے خاندان کی خواتین پر بہتان لگا رہا ہے

اور تم خاموشی سے سن رہے ہو۔ تم میں اتنی غیرت بھی نہیں کہ اس کا منہ

توڑ جواب دے سکو۔“ (۱)

میں نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی کہ میں ابھی اس کے پاس جاتا ہوں اور اگر اس نے پھر کوئی

ایسی بات کہی تو میں اس کا کام تمام کر دوں گا۔

اس واقعہ کے تیسرے روز میں پھر حرم شریف میں گیا۔ آج میں نے دل میں ٹھان لی تھی کہ

اگر ابو جہل سے میری ملاقات ہوئی تو میں اس سے بدلے کر رہوں گا۔ جب میں مسجد حرام

میں داخل ہوا تو مجھے ابو جہل نظر آیا میں اس کے پاس جانے کے لئے آگے بڑھا میں کیا دیکھتا ہوں

کہ ابو جہل بھاگا ہوا مسجد کے دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس

نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ اور میرے خوف سے باہر بھاگا جا رہا ہے درحقیقت یہ بات نہ تھی۔ اس

نے ضمنم بن عمرو الغفاری کی چیخ سن لی تھی اور وہ ادھر دوڑا جا رہا تھا میں بھی باہر آ گیا وہاں

میں نے ضمنم کو وادی کے درمیان اپنے اونٹ پر سوار کھڑا ہوا دیکھ لیا اس نے اپنے اونٹ کی

ناک اور کان کاٹ دیئے تھے اپنے کجلوے کو الٹا کر دیا اور اپنی قمیص آگے پیچھے سے پھاڑ ڈالی تھی اور چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہا تھا۔

اللَّطِیْمَةُ اللَّطِیْمَةُ اِنِّیْ اَذْرِکُوْا اللَّطِیْمَةَ وَهِيَ الْعِیْرُ الَّتِیْ تَحْمِلُ
الطِّیْبَ وَالْبَرْءَ وَاَمْوَالُکُمْ مَعَ اَبِیْ سَفِیَّانَ قَدْ عَرَضَ لَهَا
مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ - فِیْ اَصْحَابِهِ لَا اَذْرِیْ اَنْتَ
تُذْرِکُوْهَا الْغَوْثُ الْغَوْثُ -

”اللطیمہ اللطیمہ اپنے اس قافلہ کو بچلو جس پر خوشبو بڑازی اور دیگر اموال
تجارت لدے ہوئے ہیں مع ابوسفیان اس پر حملہ کرنے کے لئے محمد (صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابہ نے چڑھائی کر دی ہے۔ میرے گمن
میں یہ نہیں کہ تم بروقت وہاں پہنچ جاؤ گے۔ فریاد پھر فریاد۔“ (۱)

اس نئے حادثہ نے مجھے بھی اور اسے بھی یوں مصروف کر دیا کہ پھر ہم اس موضوع پر کوئی
بات نہ کر سکے۔

صنم کا یہ اعلان سننے کے بعد لوگوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ عاتکہ کے خواب
کے باعث ہر ایک پر خوف و ہراس طاری تھا۔ کفار مکہ ڈینگیس مارنے لگے اور شخی بکھارنے لگے۔
محمد (فداہ الی وائی) اور اس کے صحابہ نے ہر ایک کو حضری والا قافلہ سمجھ رکھا ہے۔ اب جب
ہم سے ٹکر لیں گے تو ان کو اپنی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

قبیلہ قریش میں جوش و خروش کا ایک عجیب عالم تھا۔ ان میں سے ہر ایک خود اس جنگ میں
شریک ہونے کے لئے بے تاب تھا۔ اگر کسی مجبوری کے باعث خود جانے سے قاصر تھا تو اپنے
قائم مقام ایک جوان کو بھیج رہا تھا جو لوگ ملی لحاظ سے طاقت ور تھے۔ وہ نادار افراد کی مالی
اعانت کر کے انہیں سامان جنگ، سواری کے لئے اونٹ مہیا کر رہے تھے۔ قریش کے رؤساء
عام لوگوں کو بھی مشتعل کر رہے تھے کہ وہ اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں سہیل بن عمرو۔ جو
مکہ کا رئیس اعظم تھا۔ وہ لوگوں کو یہ کہہ کر برا انگینہ کر رہا تھا۔

اَتَاَرِکُوْنَ اَنْتُمْ مُحَمَّدًا وَالصَّبَاةَ مِنْ اَهْلِ یَثْرِبَ یَاْخُذُوْنَ
اَمْوَالُکُمْ مِنْ اَرَادَ مَالًا فَهَذَا اِمَالِیْ وَمَنْ اَرَادَ قُوَّةً فَهَذِهِ
قُوَّتِیْ -

”کیا تم محمد (فداہ ابی وامی) اور یثرب کے بے دینوں کو اس بات کی اجازت دے دو گے کہ وہ تمہارے مال لوٹ کر لے جائیں جس شخص کو دولت کی ضرورت ہو تو میری دولت اس کے لئے حاضر ہے اور جس شخص کو اسلحہ کی ضرورت ہو تو وہ میرے اسلحہ خانہ سے اسلحہ لے سکتا ہے۔“

اس کے اعلان پر امیہ بن ابی صلت نے اس کے بارے میں مدحیہ قصیدہ لکھا۔ نوفل بن معلویہ، مکہ کے اہل ثروت کے پاس گیا اور انہیں اس بات پر براہِ انگبختہ کیا کہ وہ اس لشکر کے لئے کھل کر مالی امداد دیں اور فوجیوں کی سواری کے لئے لونٹ مہیا کریں۔ نوفل کی باتیں سن کر عبداللہ بن ابی ربیعہ بولا۔

یہ لو پانچ سو اشرفیہں۔ جہاں مناسب سمجھتے ہو خرچ کرو۔ عویطب بن عبدالعزیٰ نے تین سو اشرفیاں پیش کیں۔ طعیمہ بن عدی نے بیس لونٹ پیش کئے اور یہ وعدہ کیا کہ جو لوگ جنگ کے لئے جائیں گے وہ ان کے اہل و عیال کی جملہ ضروریات پوری کرے گا۔ الغرض ابو جہل نے تمام سرکردہ لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اس لشکر میں شریک ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلیں حتیٰ کہ اس نے قبیلہ بنو ہاشم کے جو افراد مکہ میں موجود تھے ان کو بھی معاف نہ کیا ان میں سے بھی حضرت عباس بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث، طالب بن ابی طالب اور عقیل بن ابی طالب کو مجبور کیا کہ وہ اس لشکر میں شامل ہوں۔

الغرض ہر قریشی یا خود اس لشکر میں شامل ہوا یا کسی شخص کو اپنے قائم مقام بھیجا مکہ کے سرکردہ لوگوں کا ایک وفد ابولسب کے پاس گیا اس نے لشکر میں شریک ہونے سے توصاف انکار کر دیا البتہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو اپنی جگہ بھیجا۔ عاص ابولسب کا مقروض تھا چار ہزار درہم اس کے ذمہ واجب الاداء تھے وہ افلاس کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتا تھا ابولسب نے اسے کہا کہ اگر تم میری جگہ اس لشکر میں شریک ہو تو میں تمہیں چار ہزار درہم کی خطیر رقم معاف کر دوں گا۔ چنانچہ عاص اس بات پر رضامند ہو گیا اور ابولسب کے قائم مقام لشکر میں شریک ہوا۔ دراصل عاتکہ کے خواب نے اس کو حواس باختہ کر دیا تھا وہ کہتا تھا۔ کہ عاتکہ کا خواب یقینی سچا ہے۔

امیہ بن خلف، جو مکہ کا رئیس اعظم تھا اور اپنی قوم میں معزز و محترم تھا اس نے بھی جنگ میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک روز وہ اپنی قوم کے پاس حرم میں بیٹھا ہوا تھا کہ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس کے ہاتھ میں کانگری (چھوٹی انگلیٹھی) تھی جس میں کچھ انگڑے تھے اس نے

ان پر بخور ڈالا ہوا تھا اس نے اسے امیہ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور کہا محترمہ! آپ دھونی لیں آپ مرد نہیں عورت ہیں۔ دراصل ابو جہل نے عقبہ کو ایسا کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ عقبہ احمق فحش تھا۔ امیہ نے اسے خوب گالیاں سنائیں پھر ابو جہل خود اس کے پاس آیا اور اسے کہا اے ابا صفوان! (امیہ کی کنیت) تم اس علاقہ کے سردار ہو جب لوگ دیکھیں گے کہ تم اس جنگ میں شرکت نہیں کر رہے تو وہ بھی شرکت سے باز رہیں گے اور اس سے برا اثر پڑے گا۔ آپ ایسا کریں کہ یہاں سے ہمدے ساتھ روانہ ہوں ایک دو روز کے بعد بے شک آپ واپس چلے آئیں۔ امیہ کے خوفزدہ ہونے کی وجہ وہ دھمکی تھی جو حضرت سعد بن معاذ نے اسے دی تھی۔ اس کی تفصیلات آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔

امیہ بن خلف، عقبہ، شیبہ - زمعہ بن اسود - عمیر بن وہب، حکیم بن حزام وغیرہ اکابر مکہ قتل نکلنے کے لئے اپنے بڑے بت ہبل کے پاس اکٹھے ہوئے۔ جب انہوں نے قاتل نکلی تو وہ تیر نکلا جس میں جنگ میں شرکت کی ممانعت تھی چنانچہ انہوں نے جنگ میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ابو جہل نے ان کو اتنا مجبور کیا کہ وہ بادل خواستہ لشکر میں شمولیت پر آمادہ ہو گئے۔ عداس کے بدلے میں آپ پڑھ چکے ہیں یہ عقبہ اور شیبہ کا غلام تھا۔ اس نے طائف میں حضور کی خدمت میں انگوٹھ پیش کئے تھے اور اسلام قبول کیا تھا جب اس کے آقا ربیعہ کے دونوں فرزند عقبہ اور شیبہ جنگ پر روانہ ہونے لگے تو ازراہ خیر اندیشی عداس نے کہا۔

يَا بَنِي دَاوُدَ اَنْتُمْ وَاللّٰهُ مَا تَسْأَلَانِ اِلَّا لِمَصَارِعِكُمَا۔

”میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان ہوں۔ تم اپنی قتل گاہوں کی طرف

روانہ ہو رہے ہو بہتر ہے کہ یہ ارادہ ترک کر دو۔

انہیں بھی ابو جہل نے مجبور کیا اور وہ اس خیال سے روانہ ہوئے کہ چند روز بعد واپس آجائیں گے۔ تین روز تک یہ لشکر اس سفر پر جانے کی تیاری کرتا رہا جب تیاریاں مکمل ہو گئیں جنگ جو بہادروں کا ایک لشکر جبار، اس کے لئے سلمان جنگ اور سواری کے جانور فراہم ہو گئے تو انہوں نے عزم سفر کیا قریش مکہ کی فوج کی تعداد نو سو پچاس تھی۔ ان کے پاس ایک سو گھوڑے تھے جن پر سوزرہ پوش سوار تھے۔ پیدل سپاہیوں کے لئے زر ہیں ان کے علاوہ تھیں۔ اس روز ان کا علمبردار صائب بن یزید تھا۔ صائب اسے اللہ تعالیٰ نے بعد میں نعمت ایمان ارزانی فرمائی۔ اور

ان کی پانچویں پشت میں حضرت امام شافعی جیسی تابخہ روزِ مگر ہستی پیدا ہوئی۔ یہ لشکر کس شان سے مکہ سے روانہ ہوا۔ اس کے بارے میں تمام مورخین نے یوں لکھا ہے۔

وَمَعَهُمُ الْقِيَانُ وَهُنَّ الْأِمَاءُ الْمُعَنِّيَاتُ يَصْرِيْنُ بِالذُّفُوفِ
يُغَنِّيْنَ بِهَجَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَهَمَّ فِي غَايَةِ قِنِّ الْبَطْرِ وَالْخَيْلِ
حِينَ خَرُّوْهُمْ

”ان کے ساتھ رقص کرنے والی کنیریں تھیں جو دفین بجادی تھیں انہیں جوش دلانے کے لئے گیت گادی تھیں اور مسلمانوں کی ہجو میں اشعار سنا کر ان کی آتش غضب کو اور بھڑکاری تھیں نیز کفار مکہ جب مکہ سے نکلے تو غرور و نخوت کا پیکر بنے ہوئے تھے۔“ (۱)

اللہ تعالیٰ نے فرکانِ حمید میں ان کے غرور و تکبر کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ
وَيَصْنَدُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُخِيطٌ

(الانفال ۴۷)

”اور (دیکھو) نہ بن جانا لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور محض لوگوں کے دکھلاوے کے لئے اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے (اپنے علم و قدرت سے) گھیرے ہوئے ہے۔“

ابلیس، سراقہ بن مالک کی شکل میں

جب تیاریاں مکمل ہو چکیں تو اچانک ایک خیل نے ان سب کو پریشان کر دیا۔ قریش نے بنی کنانہ کے ایک بوڑھے شخص کو قتل کر دیا تھا۔ ان کے علاقہ سے قریش کا ایک خور و جوان گزرا انہوں نے اسے پکڑا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کچھ عرصہ بعد مَرَّ الظُّهْرَانِ سے بنی کنانہ کا ایک سردار عامر نامی گزر رہا تھا۔ مقتول قریش کے بھائی نے موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔ اور اس کی تلوار لے کر مکہ آیا اور اسے غلافِ کعبہ کے ساتھ لٹکا دیا۔ جب صبح ہوئی تو قریش نے ایک تلوار غلافِ کعبہ کے ساتھ لٹکتی ہوئی دیکھی انہوں نے پہچان لیا کہ یہ بنو کنانہ کے سردار عامر کی

تکوار ہے انہیں یہ بھی پتہ چل گیا کہ فلاں قریشی نے عامر کو قتل کیا ہے۔ اب انہیں یہ فکر لاحق ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے مکہ سے اتنے دور چلے جائیں بنو کنانہ ہمارے گھروں کو خالی پا کر حملہ کر دیں ہمارے اہل و عیال کو قید کر کے اور ہمارے مال و اسباب لوٹ کر لے جائیں۔ انہوں نے سوچا کہ ایسے حالات میں ان کا باہر جانا بڑا خطرناک ہے چنانچہ انہوں نے اس مہم کو ترک کرنے کا ارادہ کر لیا اچانک ابلیس ملعون سراقہ بن مالک المدلجی کی شکل میں ظاہر ہوا اور انہیں تسلی دی کہ بنو کنانہ ان پر حملہ آور نہیں ہوں گے اور اپنے آپ کو اس بات کا ضامن بنایا۔ اس نے انہیں کہا۔

إِنَّا لَكُمْ جَارٌ مِنْ أَنْ يَأْتِيَكُمْ كِنَانَةٌ مِنْ خَلْفِكُمْ بِشَيْءٍ تُكْرَهُونَ
 ”میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ بنو کنانہ تمہارے پیچھے کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو تمہیں ناپسند ہو۔“

اس نے لیک لور جھوٹ بھی بولا۔ کہ بنو کنانہ تو تمہاری امداد کے لئے آنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں شیطان کی اس مکاری کا تذکرہ ہے۔

وَلَا ذِينَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ (الانفال: ۴۸)

”اور یاد کرو جب آراستہ کر دیئے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور انہیں کہا کہ کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں تمہارا۔“

چنانچہ کفار قریش کا لشکر جرار ان مٹھی بھر مسلمانوں کی بیخ کنی کے لئے بڑے کروفر سے روانہ ہوا اب ہم لشکر قریش کو اپنی حالت پر چھوڑتے ہیں اور ابو سفیان لور اس کے قافلہ کی طرف قدیمین کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔

ضمضم غفاری کو مکہ بھیجنے کے بعد ابو سفیان بے فکر نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنی جاسوسی سرگرمیاں تیز کر دیں اس نے عمومی راستہ کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا جو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ کو جاتا تھا۔ اور بڑی تیز رفتاری سے مسلسل مسافت طے کرنا شروع کر دی۔ اس طرز عمل سے وہ مسلمانوں کے حملہ کی زد سے محفوظ ہو گیا۔ اس وقت اس نے قیس بن امرؤ القیس کو قریش کے لشکر کو یہ پیغام دینے کے لئے بھیجا کہ وہ ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں وہ مسلمانوں کے حملہ کے خطرہ سے محفوظ ہو گیا ہے قافلہ کی حفاظت اور امداد کے لئے اب لشکر کی

ضرورت نہیں۔ اس لئے آپ لوگ مکہ واپس لوٹ جائیں۔
جب ابوسفیان کا قاصد پیغام لے کر پہنچا تو کفار کا لشکر محفہ کے مقام پر خیمہ زن تھا۔
محفہ مکہ سے تین چار منزل کی مسافت پر ہے اس نے وہ پیغام لشکر کے سپہ سالار ابو جہل کو پہنچا
دیا۔ لیکن اس فرعون مزاج قریشی نے ابوسفیان کے مشورہ کی ذرا پروا نہ کی۔ اور کہا۔

حَتَّىٰ مَضَرُّ بَدْرًا فَتُقِيمَ فِيهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَتَخْرُجَ الْجُذُودُ
نُطْعَمَ الطَّعَامَ وَتُسْقَى الْحَمْرَ۔ وَتَعْرِفَ عَلَيْنَا الْيَقِيَانُ بِالْمَعَارِضِ
وَتَسْمَعَرِبْنَا الْعَرَبُ۔ وَبَسِيرَتَنَا وَجَمْعَتَنَا فَلَا تَزَالُونَ يَهَابُونَنَا
أَبَدًا فَامْضُوا۔

”بخدا ہم ہرگز نہیں جائیں گے۔ یہاں تک کہ ہم بدر پہنچیں وہاں تین
دن قیام کریں گے۔ اونٹنوں کو ذبح کریں گے وہاں سارے لشکر کو کھانا
کھلائیں گے۔ شراب کے جام پر جام لٹھائیں گے ہماری کینریں
سارنگیاں اور دھیس بجا کر رقص و سرود کی محفل گرم کریں گی سدا عرب
ہمارے متعلق اور ہمارے سفر کے متعلق اور ہمارے لشکر کے بارے میں
سنے گا پھر ہمیشہ کے لئے وہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے۔ اے دوستو! بڑھتے
چلے جاؤ۔“

اگرچہ ابو جہل نے ابوسفیان کے مشورہ کو مسترد کر دیا لیکن کئی سلیم الطبع لوگ ایسے بھی تھے
جنہوں نے اس پر غور کیا اور اس پر عمل کرنے میں ہی اپنی فلاح سمجھی۔ انض بن شریق الشقی جو
بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ وہ محفہ کے مقام پر ہی بنی زہرہ کے پاس گیا اور انہیں جا کر کہا۔
تمہارے اموال بھی اللہ تعالیٰ نے بچا لئے۔ تمہارا آدمی مخرمہ بن نوفل بھی بسلامت واپس پہنچ
گیا۔ تم گھروں سے اس لئے نکلے تھے کہ مخرمہ کو بچلو اور اپنے اموال تجارت کی حفاظت کرو
تمہارا وہ مقصد پورا ہو گیا اب تم اس جنگ کی آگ میں اپنے آپ کو بلا مقصد کیوں جھونکتے ہو۔
میری رائے یہ ہے کہ تم واپس جاؤ۔ اگر کوئی تمہیں بزدلی کا طعنہ دے تو تم یہ الزام مجھ پر عائد
کر دینا میں اس الزام سے خود نپٹ لوں گا۔

انض جو پکا کافر تھا اس میں یہ تبدیلی کیونکر رونما ہوئی۔

علامہ مقررزی ”الامتلع“ میں اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ایک دفعہ اس سفر میں انض نے تملیٰ میں ابو جہل سے ملاقات کی اور اس سے پوچھا کیا محمد

(علیہ الصلوٰۃ والسلام) حیرے خیال میں جھوٹے ہیں۔ ابو جہل نے کہا۔

كَيْفَ يَكْذِبُ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ كُنَّا نُسَمِّيهِ الْأَمِينِ لِأَنَّهُ مَا كَذَبَ
قَطُّ لَكِنْ إِذَا كَانَتْ فِي عَبْدٍ مَنَافِي السَّقَايَةِ وَالرِّفَادَةِ وَالْمَشْوَرَةِ
لَمْ تَكُنْ فِيهِمُ النَّبُوَّةُ فَأَيُّ شَيْءٍ بَقِيَ كُنَّا.

”ابو جہل نے کہا۔ وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتے ہیں حالانکہ ہم خود انہیں امین کہا کرتے تھے، انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ لیکن بات یہ ہے کہ عبد مناف کے پاس پہلے ہی سقاییہ۔ رفلوہ اور مشورہ کے اہم اور اعلیٰ مناصب ہیں اگر ان میں نبوت بھی آجائے تو ہمارے لئے کیل بل رہے گا۔“

انہوں نے ابو جہل کی جب یہ بات سنی تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ محض اقتدار کی جنگ ہے ابو جہل کے دل میں بنو ہاشم کے بارے میں جو حسد اور بغض ہے محض اس لئے وہ حضور نبی صادق و مصدوق کی مخالفت کر رہا ہے چنانچہ اس نے بنو زہرہ کو سمجھایا اور انہیں اس جنگ میں شرکت نہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ بنی زہرہ کے جتنے افراد کفار کے لشکر میں شامل تھے وہ سب واپس چلے گئے اور بنو عدی قبیلہ کے افراد اس سے پہلے مراکھنہ ان سے واپس چلے گئے تھے۔ مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ انہوں نے بنو زہرہ کس مقام پر لشکر کفار سے جدا ہوئے مقررہ بنی کا خیال ہے کہ ابواء کے مقام پر یہ جدائی وقوع پذیر ہوئی لیکن اکثر مورخین طبری۔ ابن سعد وغیرہ کی رائے میں محفہ کے مقام پر بنی زہرہ واپس چلے گئے تھے۔ (۱) حضرت ابوطالب کے بیٹے طالب بھی اس لشکر میں شریک تھے ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ اٹائے سفر کسی قریشی کے ساتھ ان کی گفتگو ہوئی اسی قریشی نے طالب کو کہا۔ بخدا! اے بنی ہاشم! ہم جانتے ہیں کہ بظاہر اگرچہ تم ہمارے ساتھ ہو لیکن تمہاری قلبی ہمدردیاں محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ ہیں یہ بات سن کر طالب کو بہت غصہ آیا اور اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ وہ بھی مکہ لوٹ گیا۔ (۲)

اب ہم آپ کو مدینہ طیبہ لے چلتے ہیں جہاں اللہ کا محبوب اپنے قدسی صفات میں صد تیرہ صحابہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو رہا ہے۔

حضور نے عبد اللہ بن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لئے اپنی جگہ امام مقرر فرمایا اسلامی لشکر

جب روضاء کے مقام پر پہنچا تو حضور نے ابو لہاب کو واپس مدینہ بھیج دیا تاکہ وہ حضور کی واپسی تک نیابت کے فرائض انجام دیں۔ لشکر اسلام کا پرچم جو سفید رنگ کا تھا وہ حضرت مصعب بن عمیر کو ازانی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے آگے دو اور جھنڈے لہرا رہے تھے ایک پرچم سیدنا علی مرتضیٰ کے دست مبارک میں تھا اس پرچم کا نام عقاب تھا اور دوسرا پرچم ابن ہشام کی رائے کے مطابق حضرت سعد بن معاذ کے پاس تھا۔ لیکن بعض اصحاب سیر نے حضرت حباب بن منذر کو انصار کا علمبردار کہا ہے۔ (۱)

ابن اسحاق فرماتے ہیں لشکر کے ساتھ (آخری حصہ) پر قیس ابن ابی صعصعہ کو امیر مقرر فرمایا جو بنو نجر کے بنی ملاؤن قبیلہ سے تھے مینہ (دائیں جانب) پر سعد بن خیشمہ کو میسرہ (بائیں جانب) پر مقداد بن اسود کو امیر مقرر فرمایا۔ جب لشکر اسلام روانہ ہونے لگا تو حضور نے حکم دیا کہ جن اونٹوں کے گلے میں گھنٹیاں ہیں انہیں کاٹ دیا جائے اس کا مقصد یہ تھا کہ لشکر کی رازداری برقرار رکھی جاسکے۔

امام بخاری اپنی صحیح میں عبد اللہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے (عبداللہ نے) کعب بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکا۔ اور حضور نے اس غزوہ میں شریک نہ ہونے والوں پر کسی عذر انصافی کا اظہار نہیں فرمایا کیونکہ جب یہ لشکر روانہ ہوا تو اس کے پیش نظر ابو سفیان کا قافلہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت اور حکمت سے مسلمانوں اور کفار مکہ کو آمنے سامنے کر دیا جس کے بارے میں پہلے کوئی میعاد مقرر نہ کی گئی تھی۔ (۲)

حضور بارہ رمضان المبارک بروز ہفتہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے پہلا پڑاؤ مدینہ سے ایک میل دور بھرابی بنی بنیہ مرجع الطیبیہ کے مقام پر لشکر کا جائزہ لیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جاں نثار صحابہ کے ساتھ مندرجہ ذیل مقامات سے گزرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے نقب المدینہ۔ العقیق۔ ذوالحلیفہ۔ اولاد الجبیش۔ ثربان۔ کلل۔ غمیس۔ الحام۔ صخیرات الیمامہ۔ السیالہ۔ فح الروحاء۔ شنوکہ۔

یہی وہ درمیانی راستہ ہے جو مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف جاتا ہے۔

جب لشکر اسلام مرجع الطیبہ پہنچا۔ تو وہاں ایک بدوی سے ملاقات ہوئی مسلمانوں نے اس

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۸۷

۲۔ بخاری شریف، سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۸۹

سے لشکر کفار کے بارے میں پوچھا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اسے کہا گیا کہ سلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اے فلاں اللہ کے رسول کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ اس نے پوچھا کیا تم میں کوئی اللہ کا رسول بھی ہے مسلمانوں نے کہا ہاں تم سلام عرض کرو۔ وہ حضور کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔

اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو بتائیے میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ سلمہ بن سلامہ ایک صحابی بولے۔

لَا تَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلَهُ عَلَى ذَاتِكَ
أَخْبَرَكَ عَنْ ذَلِكَ۔

”یہ سوال اللہ کے رسول سے نہ پوچھو اور نہ اس کے پیٹ میں تمہیں اس سے آگاہ کرتا ہوں۔“

نَزَدَتْ عَلَيْهِمَا فِئْفَى بَطْنِهَا مِنْكَ مَحَلَّةٌ۔

”تم نے اس سے بد معاشی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تجھ سے بچہ ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا چھوڑو اسے تم نے اسے رسوا کیا۔ (۱)

مرج الظبیبہ کے مقام پر لشکر کا جائزہ لیا اور جو کم عمر بچے تھے ان کو واپس بھیج دیا۔ عبد اللہ بن عمر، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، اسید بن خضیر زید بن ارقم اور زید بن ثابت الانصاری التجاری کو واپس جانے کا حکم دیا۔ عمیر بن ابی وقاص جب ملاحظہ کے لئے پیش ہوئے اور حضور نے انہیں کسی کی وجہ سے واپس جانے کا حکم دیا تو وہ رو پڑے ان کے جذبہ جہاد کو دیکھ کر حضور کو ترس آ گیا تو انہیں ساتھ چلنے کی اجازت دے دی انہوں نے میدان بدر میں جام شہادت نوش کیا اس وقت ان کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ (۲)

بہر متقیاء سے حضور نے بھی پانی نوش فرمایا اور اپنے صحابہ کو بھی حکم دیا کہ اس کنوئیں کا پانی پئیں پھر وہاں نماز ادا کی اور اس روز ان الفاظ سے مدینہ طیبہ کے لئے دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ إِنَّ ابْنَاهُمْ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ دَعَاكَ لِأَهْلِ
مَكَّةَ وَإِنِّي مُتَمَدِّدٌ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ أَدْعُوكَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ
أَنْ تَبَارِكَ لَهُمْ فِي صَاحِبِهِمْ وَمَدِينِهِمْ وَثَمَارِهِمْ اللَّهُمَّ حَبِّبْ

إِنِّيْنَا الْمَدِينَةَ وَاجْعَلْ مَا بَيْنَهَا مِنَ التَّوْبَةِ بِخَيْرٍ - اللَّهُمَّ إِنِّي
حَزَمْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا كَمَا حَزَمَ إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُكَ مَكَّةَ -

”اے اللہ! ابراہیم تیرے بندے، تیرے خلیل، اور تیرے نبی تھے۔
انہوں نے اللہ مکہ کے لئے تجھ سے دعا مانگی تھی۔ اور میں محمد (فداہ الی و
امی) تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ میں اللہ مدینہ کے لئے تجھ سے دعا مانگتا
ہوں کہ تو ان کے لئے ان کے صلے میں۔ ان کے مد میں اور ان کے
پھلوں میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے محبوب بنا دے
اور جو وبائی امراض وہاں ہیں انہیں ختم میں بھیج دے۔ اے اللہ! میں نے
مدینہ کے دو کناروں کے درمیانی علاقہ کو حرم بنا دیا ہے جس طرح تیرے
خلیل ابراہیم نے مکہ کو حرم بنا دیا تھا۔“ (۱)

اسی مقام پر غیبی بن اساف جو بڑا بہادر اور جنگجو تھا لیکن ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ وہ
اپنی قوم خزرج کی مدد کے لئے اور غنیمت کے لالچ کے لئے آیا اور ساتھ جانے کی اجازت
طلب کی۔ صحابہ اس کی آمد سے بڑے خوش ہوئے کہ ایسا بہادر اور جنگ آزمایا سپاہی ہمارے ساتھ
جار رہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لے جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

لَا يَصْحَبُنَا إِلَّا مَنْ كَانَ عَلَى دِينِنَا

”کہ ہم کسی ایسے شخص کو اپنے ہمراہ نہیں لے جائیں گے جو ہمارے دین

پر نہ ہو۔“ (۲)

اتوار کی شام کو سفیا کے مکانوں سے جب روانہ ہوئے تو بارگاہ الہی میں عرض کی۔

اللَّهُمَّ لَنُفَعَّاهُمْ حَفَاةً فَأَحْبِلَهُمْ دَعْرَاةً فَأَكْسِبَهُمْ دَجِيَانَةً فَأَشْبِجَهُمْ
وَعَالَةً فَأَغْنِهِمْ مِّنْ قَضَلِكَ -

”اے اللہ یہ پیادہ ہیں ان کو سواریاں عطا فرما یہ عریاں ہیں ان کو لباس
عتایت فرما یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کر یہ مفلس ہیں ان کو اپنے فضل سے
غنی فرما دے۔“

وہاں سے چل کر حضور سبحیج، جسے ہر روحاء بھی کہتے ہیں آکر اترے۔ وہاں سے

جب منصرف کے مقام پر پہنچے تو مکہ کے اس راستہ کو بائیں جانب چھوڑا اور تازیہ کے راستہ بدر کا قصد فرمایا پھر وادی کو درمیان سے چرتے ہوئے رعتان نامی وادی سے گزر کر مضیق الصفراء سے ہوتے ہوئے اصفراء کے مقام پر تشریف فرما ہوئے یہاں سے حضور نے دو جاسوس ابوسفیان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بدر روانہ کئے ان میں سے ایک کا نام بسبس بن عمرو البجہنی تھا جو بنی ساعدہ کا حلیف تھا۔ دوسرے کا نام عدی بن ابی زغباء تھا۔ جو بنی نجر کا حلیف تھا۔ وہ قبیل ارشاد کے لئے بدر کی طرف چل دیئے۔ پانی کے چشموں کے قریب ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ اس کی اوٹ میں انہوں نے اپنے اونٹ بٹھائے انہوں نے دیکھا کہ دونو عمرورتیں جا رہی ہیں ایک نے دوسری کو اس طرح پکڑا ہوا ہے جس طرح قرض خواہ اپنے مقروض کو پکڑتا ہے جس عورت کو پکڑا ہوا تھا اس نے اپنی رفیقہ کو کہا کہ۔

لَا تَمْنَأُ تَرِدُ الْعِيْرُ غَدًا أَوْ بَعْدَ ذَا فَاعْمَلْ لَهُمْ ثُمَّ اقْضِيَايَ۔

”کہ کل یا پرسوں قافلہ یہاں پہنچے گا میں ان کی خدمت کروں گی جو

مخلوضہ ملا میں اس سے تمہارا قرض ادا کر دوں گی۔“

مجدی بن عمرو وہاں چشمہ پر موجود تھا اس نے کہا کہ تم سچ کہتی ہو۔ یوں اس نے ان کے درمیان بیچ بچلو کر دیا۔ بسبس اور عدی دونوں ان کی باتیں سن رہے تھے وہاں سے واپس آگئے اور سرور عالم کو اطلاع دی۔

ابوسفیان کو ہر وقت مسلمانوں کے حملہ کا دھڑکا لگتا ہوا تھا۔ وہ اپنے قافلہ سے آگے بدر کی طرف نکل آیا تاکہ کچھ معلومات حاصل کر سکے۔ جب وہاں پہنچا تو مجدی ابھی وہیں موجود تھا ابوسفیان نے اس سے پوچھا کیا کوئی مشکوک آدمی تم نے دیکھا ہے اس نے کہا نہیں۔ البتہ میں نے دو شتر سوار دیکھے ہیں جنہوں نے اس ٹیلے کے پیچھے اپنے اونٹ بٹھائے۔ پھر اس چشمہ سے مشک میں پانی بھرا اور چل دیئے۔ ابوسفیان وہاں آیا جہاں اونٹ بیٹھے تھے وہاں اونٹوں کے لیدنے پڑے تھے۔ ایک لیدناٹھا یا اور اسے چھوڑا جب اس میں اسے کھجور کی گٹھلیاں نظر آئیں تو بیچ اٹھا۔

هَذِهِ وَاللّٰهُ عَلَآئِفُ اَهْلِ يَثْرِبَ۔

”بھلا یہ اہل یثرب کے چارہ کے لیدنے ہیں۔“

وہ جلدی سے واپس بھاگا۔ اور اپنے قافلہ کو لے کر ساحل سمندر کی طرف نکل گیا بدر کو

اپنی بائیں جانب چھوڑ کر ساحل کے کندے کندے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ (۱)

قیس بن امرؤ القیس نے ابو سفیان کا پیغام لشکر قریش کو پہنچایا لیکن ابو جہل نے واپس جانے سے انکار کر دیا قیس نے واپس جا کر ابو سفیان کو سدا حل بتایا۔ اس نے سن کر آہ بھری اور کہا۔

وَأَقْوَمَاكَ! هَذَا عَمَلُ عَمْرِو بْنِ هَشَامٍ

”ہائے میری قوم کی بد بختی یہ عمرو بن ہشام کا کلام ہے۔“

بنو زہرہ اخنس کے مشورہ پر واپس چلے آئے تھے۔ وہ عمر بھر اس صائب مشورہ کے لئے اس کے شکر گزار رہے بنو ہاشم کے جو چند حضرات لشکر کے ہمراہ آئے تھے انہوں نے بھی واپس جانے کا ارادہ کیا ابو جہل کو پتہ چلا تو اس نے آکر انہیں کہا کہ ہم کسی قیمت پر تم لوگوں کو واپس نہیں جانے دیں گے یوں بادل نخواستہ انہیں وہاں رکنا پڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یا دو دن روزہ رکھا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ باقی صحابہ بھی روزہ رکھ رہے تھے دو روز بعد حضور نے اعلان کرایا۔

إِنِّي مُفْطِرٌ فَأُفْطِرُوكُمْ

میں نے روزہ افطار کر دیا ہے تم بھی افطار

کر دو۔“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ذفران کے مقام پر پہنچے تو وہاں قیام فرمایا اسی جگہ یہ اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑی شان و شوکت کے ساتھ بدھا چلا آ رہا ہے تاکہ وہ اپنے قافلہ کا بچلو کر سکے اس اطلاع نے ساری صورت حال کو بدل کر رکھ دیا پہلے مسلمان ابو سفیان کے تعاقب میں بڑھے چلے آ رہے تھے اب اچانک معلوم ہوا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے اور قریش مکہ ایک لشکر جرار کے ساتھ بدھتے چلے آ رہے ہیں اس لئے اس مقام پر حضور سرور عالم نے مجلس مشاورت قائم کی۔ مہاجرین۔ انصار اوس و خزرج کے قبائل سب کو اس مجلس میں شمولیت کی دعوت دی۔ جب سب جمع ہو گئے تو حضور نے موجودہ صورت حال سے ان کو آگاہ کیا اور پوچھا اب تمہاری کیا رائے ہے۔ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر اٹھے۔ اور بڑی خوبصورت گفتگو کی پھر حضرت عمر اٹھے انہوں نے بھی اپنے جذبہ جاں نثاری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ پھر مقداد بن عمرو اٹھے انہوں نے عرض کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِمَّا أَذَاكَ اللَّهُ وَنَحْنُ مَعَكَ - وَاللَّهُ لَا نَقُولُ لَكَ كَمَا قَالَ بَنُو إِسْرَءِيلَ لِمُوسَى - إِذْ هَبَّ أَنْتَ وَرَبُّكَ

فَقَاتِلْآ إِنَّا هُنَا قُودُونَ - وَلَٰكِنْ إِيَّاهُكَ أَنْتَ وَرَبُّكَ
فَقَاتِلْآ إِنَّا مَعَكُمْ مُّقَاتِلُونَ - قَوْلَ الَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَوْ يَبْرُتْ
يَنَالِي بِرُؤْيَا الْغَمَامِ لَهَا لَدُنَّا مَعَكَ مِنْ دُونِهِ حَتَّى تَبْلُغَ -

”یا رسول اللہ! تشریف لے چلے جدھر اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں بخدا ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو جواب بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا۔“ جائے آپ اور آپ کا خدا۔ اور ان سے جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ ہم یہ کہیں گے تشریف لے چلے آپ اور آپ کا پروردگار اور جنگ کیجئے ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ اگر آپ ہمیں ہر کالغیاد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور آپ کی معیت میں دشمن کے ساتھ جنگ کرتے جائیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔“ (۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقداد کے ان ایمان افروز جذبات کو سن کر انہیں کلمہ خیر سے یاد فرمایا اور ان کے لئے دعا فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد پھر فرمایا۔

أَشِيرُ دَاعِلِيَّ أَيُّهَا النَّاسُ

”اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔“

حضرت سعد بن معاذ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی۔

وَاللّٰهُ لَكَآئِكَ تُرِيدُنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ

”اے اللہ کے پیارے رسول! یوں لگتا ہے جیسے حضور ہماری رائے پوچھ

رہے ہیں۔“

حضور نے فرمایا بیشک! تو سعد کو یا ہوئے۔

فَقَدْ آمَنَّا بِكَ وَصَدَّقْنَاكَ وَشَهِدْنَاكَ مَا جِئْتَ بِهِ هُوَ الْحَقُّ
وَأَعْطَيْنَاكَ عَلَىٰ ذَلِكَ عَهْدًا وَمَوَاقِفًا عَلَى السَّمْعِ وَ
الطَّاعَةِ لَكَ - فَأَمَّا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَا أَرَدْتَ وَنَحْنُ مَعَكَ
قَوْلَ الَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَوْ اسْتَعْرَضْتَ بِنَا الْبَحْرَ فَخُضَّتْهُ

لَخُصْنَاهُ مَعَكَ مَا تَخْلَفُ مِنَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ - وَمَا تُكَرِّهُ أَنْ
تَلْقَى بِنَاعِدُونَا غَدًا إِنَّا لَصَبُورٌ فِي الْحَرْبِ وَصَدُوقٌ عِنْدَ
الْإِلْقَاءِ لَعَلَّ اللَّهَ يُرِيكَ مِنَّا مَا تَقْرُبُهُ عَيْنُكَ فَبِرِّ عَلَى بَرَكَةِ
اللَّهِ -

”بے شک ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے ہم
نے گواہی دی ہے کہ جو دین لے کر آپ تشریف لائے ہیں وہ حق ہے۔
اور اس پر ہم نے آپ کے ساتھ وعدے کئے ہیں۔ اور ہم نے آپ کا حکم
سننے اور اس کو بجالانے کے پکے پیمانہ باندھے ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ
تشریف لے جائیے جدھر آپ کا ارادہ ہے ہم حضور کے ساتھ ہیں اس
ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر آپ ہمیں
سمندر کے سامنے لے جائیں اور خود اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ
کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے
نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے اگر آپ کل ہی دشمن کا
مقابلہ کریں۔ ہم جنگ کے گھمسان میں صبر کرنے والے ہیں دشمن سے
مقابلہ کے وقت ہم سچے ہیں ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ
کل ثلے دکھائے گا جس سے آپ کی چشم مہلک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ پس
اللہ کی برکت پر آپ روانہ ہو جائیے۔“ (۱)

حضرت سعد کے ان پاکیزہ اور مجاہدانہ جذبات کو سن کر حضور کی خوشی کی حد نہ رہی۔ پھر فرمایا۔

مِيرُودَا وَابْشِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ وَعَدَنِي إِحْدَى الظَّالِمَتَيْنِ
وَاللَّهُ لَكَاثِي الْآنَ أَنْظِرُنِي مَصَارِعَ الْقَوْمِ -

”روانہ ہو جاؤ۔ اور تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں
سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا میں قوم کے مقتولوں کی
قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔“ (۲)

مجلس مشلورت بخیر انجام پذیر ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دشمن کے مقابلہ کے لئے چلنے کی دعوت دی وہاں سے روانہ ہو کر حضور بدر کے میدان میں پہنچے۔ یہاں میدان بدر کے محل وقوع کے بارے میں کچھ عرض کرنا ضروری ہے تاکہ جنگ میں رونما ہونے والے واقعات کا آپ صحیح صحیح جائزہ لے سکیں۔

علامہ یعقوب الحموی معجم البلدان میں بدر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

مَاءٌ مَشْهُورٌ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَادِي الصَّغَرِ بَيْنَهُ
وَبَيْنَ الْجَارِ وَهُوَ سَاحِلُ الْبَحْرِ لَيْلَةً وَيُقَالُ إِنَّهُ يُنسَبُ إِلَى
بَدْرِ بْنِ يَخْلَدٍ بْنِ نَضْرٍ بَنِ كِنَانَةَ۔

”یہ ایک کنوئیں کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان اس نام سے مشہور ہے وادی صفراء کے نشیب میں ساحل سمندر سے ایک رات کی مسافت پر واقع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بدر بن یخلد بن نضر کی طرف منسوب ہے۔“

اس لئے اس نام سے اس کو شہرت ملی۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے بدر کے موقع و محل کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے جو پیش خدمت ہے۔

بدر، مدینہ منورہ سے قریباً اسی میل مغرب مائل بجنوب اس شاہراہ پر واقع ہے جو زمانہ قدیم سے شام اور مکہ مکرمہ کے درمیان تجارتی قافلوں کی جولا نگاہ رہی ہے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے کے لیے راستے بھی ہیں جن میں سے بعض کا فاصلہ نسبتاً کم ہے لیکن لوگ بدر ہو کر ہی آتے جاتے ہیں اور حال میں جو پختہ سڑک موٹروں کے لئے حرمین شریفین کے درمیان بٹلی گئی ہے وہ بدر سے ہوتی ہوئی گئی ہے۔ بحیرہ احمر کے ساحل سے اس مقام کا فاصلہ دس بارہ میل سے زیادہ نہ ہو گا۔ (۱)

۱۔ مولانا کے زمانہ میں حرمین شریفین کے درمیان جو سڑک بٹلی گئی تھی وہ تو بدر سے گزر کر جاتی تھی وہ سڑک اب بھی قائم ہے۔ اور شہداء بدر کی زیارت کے شائقین اسی سڑک پر جا کر شہداء بدر کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں لیکن سعودی حکومت نے جبل اور زائرین کی سہولت کیلئے ایک نئی سڑک بٹلی ہے جو بدر سے کافی ہٹ کر گزرتی ہے یہ سمت وسیع سڑک ہے آنے جانے کیلئے الگ الگ راستے ہیں اور بیک وقت ہر سڑک پر تین تین موٹریں آ جاسکتی ہیں عام ٹریفک آج کل (۱۹۹۰ء) اسی شاہراہ پر چلتی ہے جب سے یہ وسیع (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بدر بھڑوی شکل کے ایک میدان میں واقع ہے جسے پہاڑوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اس میدان کا طول ساڑھے پانچ میل اور عرض چار میل کے قریب ہے ارد گرد کے پہاڑوں کے نام الگ الگ ہیں مشرقی جانب کے پہاڑوں یا ٹیلوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے شمال و جنوب میں دو سفیدی مائل ٹیلے ہیں جو دور سے ریت کے بلند تودے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے شمالی ٹیلے کا نام ”الحدوة الدنيا“ (قریب کا ناکہ) جنوبی ٹیلا کا نام ”الحدوة القصویٰ“ (دور کا ناکہ) آخری ٹیلا کے پاس جو اونچا ٹیلہ ہے اسے عقنقل کہا جاتا ہے مغربی جانب کا ٹیلا جبل اسفل کہلاتا ہے۔ یہاں سے سمندر صاف نظر آتا ہے۔ سورہ انفل میں بسلسلہ غزوہ بدر مسلمانوں اور قریش مکہ کے ٹھہرنے کی جگہوں کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدَّةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدَّةِ الْقُصْوَى وَالْكَؤُوبِ
أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ

(۸-۴۲)

”یہ وہ دن تھا کہ تم قریب کے ناکہ پر تھے اور دشمن دور کے ناکہ پر تھا اور

قافلہ تم سے نیچے حصہ میں (یعنی سمندر کے کندے) نکل گیا تھا۔“

گو یا پہلے دو نام یا تو نزول قرآن سے پیشتر موجود تھے یا پھر قرآن میں مذکور نام رکھ لئے گئے۔ البتہ جبل اسفل کلام بظاہر یعنی طور پر نزول قرآن کے بعد رکھا گیا یا مشہور ہو گیا قرآن میں اسفل کا تعلق پہاڑ سے نہیں، تجارتی قافلہ کے نکل جانے کی سمت و جہت سے ہے، مگر وہ پہاڑ کے نام کا جزو لاینفک بن گیا۔

آبادی کی کیفیت

آبادی بظاہر خاصی بڑی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کئی سو مکاں پتھر کے بنے ہوئے ہیں جنہیں مقامی اصطلاح میں قصر کہتے ہیں دو مسجدیں عام نمازوں کے لئے بھی ہیں مسجد جامع، جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے اس مقام پر ہے جہاں غزوہ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عرش یعنی سائبان بنایا گیا تھا۔ یہ بلند مقام تھا اس لئے وہاں سے پورے میدان کا ہر حصہ صاف نظر آتا تھا اس مسجد کو مسجد العرش بھی کہتے ہیں اور مسجد الغمامہ بھی آخری نام کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ اس نام کی ایک مسجد مدینہ منورہ میں بھی ہے۔ کتبہ کے مطابق یہ مسجد

و عریض شہراہ تعمیر ہوئی ہے اور آنے جانے کیلئے الگ الگ شاہراہیں ہیں اسلئے ٹریفک کے حادثات نسبتاً بہت کم ہو گئے ہیں۔

”خوش قدم“ کے زیر اہتمام ۲۱ ربیع الاول ۹۰۶ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۵۰۰ء میں بنی تھی۔ یہی سال ہے جب مصر کے برہمنی مملوک حکمرانوں میں سے اشرف قاہصہ غوری مسند نشین ہوا تھا۔ اور اسی کو اس سلسلہ کا آخری حکمران سمجھنا چاہئے پھر مملوک سلطنت اور عباسی خلافت دونوں عثمانی سلطان سلیم کے حوالے ہو گئیں اور ترکوں کے دور خلافت کا آغاز ہوا۔ ”خوش قدم“ حکومت مصر کی طرف سے سرکاری تعمیرات کا مہتمم تھا۔

ترکوں کے عہد حکومت میں شریف عبدالملک نے بدر میں ایک مستحکم قلعہ بنوایا تھا مگر بعد میں دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث وہ ٹوٹ پھوٹ گیا بدر ایک بڑا تجارتی مرکز اور مشہور شاہراہ تجارت کا نہایت اہم مقام تھا اس لئے وہاں زمانہ جاہلیت میں بھی ہر سال میلہ لگتا تھا جو یکم ذی قعدہ تک رہتا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ آج کل ہر جمعہ کو یہاں بازار لگتا ہے اس میں لوگ دور دور سے اشیاء بغرض فروخت لے آتے ہیں مثلاً کھجور اور چڑے کی بنی ہوئی مختلف چیزیں، روغن بلسن، کبیل، عباسی اونٹ بھینز بکریاں وغیرہ بعض اوقات گائیں بھی اس بازار میں آ جلتی ہیں۔ (۱)

میدان بدر میں حضور کی قیام گاہ

میدان بدر میں حضور نے کہاں قیام فرمایا اس واقعہ کو امام بیہقی نے دلائل النبوة میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے وہ فرماتے ہیں۔

قریش نے آگے بڑھ کر وادی کے دور افتادہ کنارے الحدوة القصویٰ پر اپنے خیمے نصب کئے۔ لیکن سارے پرانے کنوئیں وادی کے نیلے کے نشیبی علاقہ میں تھے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عدوة الدنیا کی طرف سے وادی بدر میں داخل ہوئے۔ جب پہلے کنوئیں پر پہنچے تو وہاں قیام کا ارادہ فرمایا۔ حضرت حباب بن منذر نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور ہم اس سے آگے جاسکتے ہیں نہ اس سے پیچھے رہ سکتے ہیں یا یہ رائے ہے۔ جنگ ہے اور جنگی چل ہے۔ حضور نے فرمایا یہ رائے ہے۔ جنگ ہے اور جنگی چل ہے۔ حباب نے عرض کی یا رسول اللہ! پھر یہ جگہ قیام کے لئے مناسب نہیں۔ حضور اٹھیں ہم آگے بڑھ کر وہاں تک پہنچ جائیں کہ سارے پرانے کنوئیں ہمارے عقب میں ہو جائیں پھر ہم سارے کنوؤں کو بند کر دیں اور صرف ایک کنواں رہنے

دیں اور وہاں ایک حوض بنا کر سدا پانی جمع کر لیں کہ حوض بھر جائے۔ پھر ہم دشمن سے جنگ کا آغاز کریں ہم ایسی پوزیشن میں ہوں گے جب ہمیں پیاس لگے گی ہم سیر ہو کر پانی پئیں گے اور دشمن کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہیں ہو گا۔ اس طرح ہم دشمن سے مصروف جہاد رہیں گے یہاں تک اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ فرما دے۔ حضور نے فرمایا تمہاری رائے بڑی صائب ہے اور اس کے مطابق تمام کنوؤں کو پاٹ دیا گیا اور ایک کنوئیں کو حوض بنادیا گیا اور اسے پانی سے بھر دیا گیا۔

اس رات کو اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیئے خوب موسلا دھار بارش ہوئی۔ مسلمان ریت کے علاقے میں خیمہ زن تھے اس بارش سے وہ ریت جم کر پختہ ہو گئی اور مسلمان آسانی سے چلنے پھرنے لگے۔ لیکن قریش جس جگہ خیمہ زن تھے۔ وہاں بارش سے ہر طرف کچھڑی کچھڑ ہو گیا ان کے لئے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا رات بھر وہ اپنے خیموں میں محصور ہو کر بیٹھے رہے۔ ان کی اس مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لشکر اسلام نے اپنے آقا کی قیادت میں اس جگہ پر اپنا پڑاؤ کیا جس کو بارش نے ہموار میدان میں بدل دیا تھا۔

یہ جمعہ کی رات تھی ہر شخص پر نیند مسلط تھی اور وہ اونگھ رہا تھا۔ مسلمانوں اور کفار قریش کی قیام گاہوں کے درمیان ریت کا ایک بہت بڑا ٹیلا تھا حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمار بن یاسر، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو کفار کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا انہوں نے واپس آکر بتایا کہ وہاں موسلا دھار بارش شروع ہے وہ لوگ سخت سراسیمگی کے عالم میں ہیں سرکلہ دو عالم نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حضرت حباب کے مشورہ کے مطابق ان چشموں پر قبضہ کر لیا۔ (۱)

اس موقع پر حضرت سعد بن معاذ نے ایک دوسری تجویز باد گاہ رسالت میں پیش کی یہ وہی سعد ہیں جنہوں نے ذفران کے مقام پر مجلس مشلورت میں ایمان افروز جواب دے کر حضور کے قلب مبارک کو مسرور کیا تھا انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم حضور کے لئے ایک عریش (چھپر) نہ بنادیں تاکہ حضور اٹھائے جنگ اس میں قیام فرمائیں۔ اور حضور کی سواری کے لئے اونٹ بھی وہاں تیار کھڑے رہیں۔ پھر ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں۔ اللہ تعالیٰ اگر ہمیں عزت و فتح سے سرفراز فرما دے پھر تو ہمارا مدعا پورا ہو گیا یہی ہم پسند کرتے تھے۔ اگر دوسری صورت پیدا ہو جائے تو حضور اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ تشریف لے جائیں جہاں

حضور کے وفا شعار غلاموں کی معقول تعداد موجود ہے جو ہم سے کہیں زیادہ حضور پر فریفتہ ہیں اس کے بعد اگر دشمنوں سے جنگ کرنے کی نوبت آئے گی تو وہ حضور کے پرچم کے نیچے اپنی جان کی بازی لگادیں گے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ خلوص و ایثار میں وہ کسی سے کم نہیں حضور کی معیت میں میدان جہاد میں داد شجاعت دے کر اپنی غلامی کا حق ادا کریں گے۔ سرکارِ دو عالم نے اپنے جاں نثار سجد کی یہ رائے سن کر ان کو آفرین کہی۔ اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی انہوں نے اجازت ملنے کے بعد ایک ٹیلہ پر حضور کے لئے عریش بنادیا۔ وہاں بیٹھ کر میدان جنگ کا سدا حال دیکھا جاسکتا تھا۔

وَكَانَ فِيهِ هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ وَلَكِنَّ مَعَهُمَا غَيْرُهُمَا۔

اس عریش میں ایک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف فرما ہوئے دوسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تیسرے کسی شخص کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ تھی۔

حضرت سعد بن معاذ خود کھوار سجا کر پہرہ دینے کے لئے اس عریش کے

دروازے پر آکر کھڑے ہو گئے۔ (۱)

یہ جمعہ کی رات تھی اس رات مسلمانوں کو خوب نیند آئی صبح اٹھے تو تروتازہ اور ہشاش بشاش تھے سفر کی سدا تھکن کافور ہو چکی تھی۔ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اس رات کے بدے میں فرماتے ہیں۔

مَا كَانَ فِينَا فَارِسٌ يَوْمَ بَدْرٍ غَيْرَ الْمَقْدَادِ - وَلَقَدْ رَأَيْتَنَا
وَمَا فِينَا إِلَّا نَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي
تَحْتَ شَجَرَةٍ حَتَّى أَصْبَحَ۔

”ہم میں مقداد کے بغیر کوئی بھی گھڑ سوار نہ تھا ہم نے دیکھا کہ سب لوگ

سوئے ہوئے ہیں۔ بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ حضور رات بھر

ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔“ (۲)

دیا میدان بدر کے ٹیلے زبان حال سے عرض کنال تھے۔

تو بخت عالمی، بیدار بہ بخت۔

”یعنی یا رسول اللہ! حضور سداے جہاں کا بخت ہیں اور بخت بیدار ہی بہتر

ہوتا ہے۔“

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سویرے سویرے وادی بدر میں پہنچ گئے۔ اب قریش کا لشکر بھی خوب بن سنور کر کیل کانٹے سے لیس ہو کر بڑے طمطراق سے پیکرِ نخوت و رعوت بنے وادی بدر کی طرف آنا شروع ہوا۔ ان کے سینے اسلام، پیغمبر اسلام، اور فرزندِ انِ اسلام کے لئے غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے وہ غصہ سے دانت پیس رہے تھے ان کا بس چلتا تو مسلمانوں کو کچا چبا لیتے اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شان سے جب انہیں ادھر آتے دیکھا تو اپنے عزیز و حکیم پروردگار کی جناب میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کی۔

اللَّهُمَّ هَذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ بِخَيْلٍ وَهَاجِرَةٍ مُنَادُوكَ
وَتَكْذِبُ رَسُولَكَ اللَّهُمَّ فَصْرُكَ الَّذِي وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ
أَجْنَحُهُمُ الْغَدَاةَ۔

”اے اللہ! یہ قریش کا لشکر ہے جو بڑے تکبر سے اور فخر سے چلا آرہا ہے تاکہ حیرے ساتھ ٹکرائے اور حیرے رسول کو محظوظ لائے۔ اے اللہ! اپنی وعدہ بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اے اللہ کل من کو ہلاک کر دے۔“

عتبہ بن ربیعہ، سرخ لونٹ پر سوار ہو کر میدان سے گزر رہا تھا حضور نے اسے دیکھ لیا اور فرمایا۔

لشکرِ قریش میں سے اگر کسی سے خیر کی توقع کی جاسکتی ہے تو صرف سرخ لونٹ کے اس سوار سے۔ اگر وہ لوگ اس کی بات مانیں گے تو فلاح پالیں گے۔ اے علی! ذرا حمزہ کو آواز دو۔ حضرت حمزہ اس وقت لشکرِ کفار کے بالکل قریب تھے وہ آئے تو ان سے پوچھا۔ کہ یہ سرخ لونٹ والا کون ہے۔ انہوں نے بتایا یہ عتبہ بن ربیعہ ہے یہ لوگوں کو جنگ سے باز رہنے کی تلقین کر رہا ہے اور انہیں واپس چلے جانے کی ترغیب دے رہا ہے۔ وہ اپنی قوم کو کہہ رہا ہے۔

يَا قَوْمِ اعْصِبُوا الْيَوْمَ بِرَأْسِي وَكُلُوا أَجْبَنَ عُتْبَةَ وَالْبُجْهَلِ
يَأْتِي۔

”اے میری قوم! واپسی کا سدا الزام مجھ پر عائد کر دو تم یہ کہنا کہ عتبہ نے بزدلی کا مظاہرہ کیا اس لئے ہم واپس آ گئے لیکن ابو جہل عتبہ کی اس تجویز کو ماننے سے انکار کر رہا ہے۔“ (۱)

قریش کے چند لوگ جن میں حکیم بن حزام بھی تھا وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے حوض پر پانی پینے کے لئے آئے مسلمانوں نے انہیں روکنا چاہا حضور نے فرمایا یہاں پانی پینے دو۔ جن لوگوں نے وہاں سے پانی پیا وہ سب میدان جنگ میں مددے گئے سوائے حکیم بن حزام کے۔ یہ اس کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اس واقعہ کا ان پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ زندگی بھر جب قسم کھاتے تو یوں کہتے۔

لَا دَالِيَنِي نَجَاتِي يَوْمَ بَدَا

”یعنی اس ذات کی قسم جس نے بدر کے دن مجھے نجات دی۔“ (۱)

جب سب لوگ اپنے اپنے مورچوں میں ڈٹ گئے تو کفار نے عمیر بن وہب الجحفی کو بھیجا کہ جو اندازہ لگا کر ہمیں بتاؤ کہ مسلمانوں کے لشکر کی کتنی تعداد ہے گھوڑے پر سوار ہو کر اس نے مسلمانوں کے لشکر کے ارد گرد چکر لگایا پھر آکر انہیں بتایا کہ ان کی تعداد تین سو ہے یا کچھ زیادہ یا کچھ کم۔ لیکن مجھے مہلت دو کہ میں اس امر کی بھی تسلی کر لوں کہ کیا کچھ فوجیوں کو انہوں نے کمین گاہوں میں تو چھپا نہیں رکھا۔ وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا وادی میں دور تک چلا گیا۔ اسے کوئی آہر نظر نہ آئے واپس کر انہیں بتایا کہ میں نے کسی کمین گاہ میں ان کا کوئی سپہی نہیں دیکھا لیکن معاً اس نے کہا۔

لَكِنْ رَأَيْتُ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشِ الْبَلَاءِ يَأْتِيهِمُ الْمَنَاءُ يَا - تَوَاضَعُ يَتَرَبَّعُ
تَحْمِلُ الْمَوْتَ النَّاقِعَ قَوْمٌ لَيْسَ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَلَا مَلْجَأٌ إِلَّا
سُيُوفُهُمْ - أَمَا تَرَوْهُمْ خُرُسًا لَا يَتَكَلَّمُونَ، يَتَلَمَّظُونَ تَلَمَّظًا
أَلَا قَاعِي دَانُوا مَا أَرَى أَنْ يُقْتَلَ رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتَّى يُقْتَلَ
رَجُلًا مِنْكُمْ وَإِذَا أَصَابُوا مِنْكُمْ أَعْدَادَهُمْ فَمَا فِي الْعَيْشِ
خَيْرٌ بَعْدَ ذَلِكَ، فَدَوَّارَ أَيْكُمْ۔

”لیکن اے گروہ قریش! میں نے ایسی اونٹنیں دیکھی ہیں جن پر موتیں سوار ہیں۔ شرب کے اونٹ اپنے اوپر یقینی موت اٹھائے ہوئے ہیں میں نے ایک ایسی قوم دیکھی ہے جس کے پاس کوئی بچاؤ کا سامان نہیں اور ان کی تلواروں کے سوا ان کی کوئی ہتھکڑی نہیں۔ کیا تم انہیں دیکھتے نہیں ہو کہ وہ گونگے بنے ہوئے ہیں کوئی بات نہیں کر رہے اور زہریلے سانپوں کی

طرح بیچ و تاب کھا رہے ہیں بخدا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ان میں سے ایک آدمی بھی قتل نہیں کیا جائے گا جب تک تم میں سے ایک آدمی مقتول نہ ہو جائے اور اگر اپنی کنتی کے مطابق انہوں نے تھلے آدمیوں کو بیچ کر دیا تو اس کے بعد زندگی میں کیا لطف بقی رہے گا۔ میں نے اپنی رائے تمہیں بتادی اب جس طرح تم مناسب سمجھتے ہو۔ کرو۔“ (۱)

کسی عرب کے مشاہدہ کی گہرائی اور وسعت کا آپ نے اندازہ لگانا ہو تو عمیر کے ان جملوں کا بغور مطالعہ کیجئے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کس غضب کی صلاحیتیں اور وہ بھی کتنی فیاضی سے عطا فرمائی تھیں۔

عمیر کے بعد کفار نے ایک اور شخص کو مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا اس کا نام ابو سلمہ الجشمی تھا۔ اس نے بھی گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے لشکر کا چکر لگایا اور واپس آ کر انہیں بتایا۔

وَاللّٰهُ مَا رَأَيْتُمْ جَلْدًا وَلَا صَدَاذًا وَلَا خَلْقًا وَلَا كِرَاعًا وَلَكِنْ
رَأَيْتُمْ قَوْمًا لَا يُرِيدُونَ أَنْ يُؤْذِبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ قَوْمًا مُّتَمَيِّزِينَ
لَيْسَتْ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَلَا مَلْجَأٌ إِلَّا سُبُوفُهُمْ، ذُرَاقُ الْعُيُونِ كَأَنَّهُمْ
الْحِصَى تَحْتَ الْحَجَفِ قَرَوَارًا يَكْمُ.

”بخدا! میں نے نہ ان کے پاس کوئی قوت و طاقت دیکھی ہے نہ اسلحہ کے انبار۔ نہ گھڑ سواروں کے دستے۔ لیکن میں نے ایک ایسی قوم دیکھی ہے جو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے ایسی قوم جس نے اپنی جان کی بازی لگادی ہے۔ ان کے پاس ان کی تلواروں کے بغیر کوئی قوت اور جائے پناہ نہیں۔ ان کی آنکھیں نیلگوں ہیں۔ گویا وہ کنکریاں ہیں چمڑے کی ڈھال کے نیچے۔ میں نے اپنی رائے سے تمہیں آگاہ کر دیا اب جیسے تم مناسب سمجھو کرو۔“ (۲)

حکیم بن حزام نے جب یہ باتیں سنیں تو اس نے مختلف لوگوں سے ملاقات کی۔ پھر عقبہ کے پاس آیا اور اسے کہا۔

اے ابولید! (عتبہ کی کنیت) تو قبیلہ قریش میں بڑا بزرگ و عزیز شخص ہے ساری قوم کا سردار اور مطاع ہے کیا تم ایک ایسا کارنامہ انجام دینے کے لئے تیار ہو تاکہ تجھے تاابد کلمہ خیر سے یاد کیا جاتا رہے عتبہ نے پوچھا وہ کون سا ایسا فعل ہے۔ حکیم نے کہا لوگوں کو اس میدان جنگ سے واپس لے جاؤ۔

عمرو بن الحضری مقتول تمہارا حلیف تھا اس کا بوجھ تم اٹھاؤ۔ عتبہ نے کہا مجھے منظور ہے اور میں تجھے اپنا ضامن مقرر کر رہا ہوں اس کی دیت بھی اپنی گروہ سے ادا کروں گا اور جو اس کا مال ضائع ہوا ہے اس کا معروضہ بھی میرے ذمہ ہے تم جاؤ۔ ابن حنظلیمہ (ابو جہل) کے پاس اور اس کو اس بات پر آمادہ کرو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگوں کو لڑا کر رہے گا۔ عتبہ نے حکیم کو ابو جہل کے پاس بھیجا خود اس نے ساری قوم کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی۔

اے گروہ قریش! تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کیا کر دے گے اگر تم انہیں قتل کر دے گے تو وہ سارے تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں پھر زندگی بھر تم ایک دوسرے کا منہ دیکھنا نہیں گوارا کرو گے۔ کسی نے کسی کا بھائی قتل کیا ہو گا۔ کسی کا بیٹا۔ کسی کا چچا قتل کیا ہو گا۔ کسی کلاموں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو عرب کے دوسرے قبیلوں سے لڑنے دو۔ اگر ان قبائل نے ان کو قتل کر دیا تو تمہارا مدعا پورا ہو گیا۔ اور اگر یہ غالب آگئے تو تمہیں ان سے ملنے ہوئے کوئی شرم نہیں آئے گی کیونکہ تم نے ان کا کچھ بگاڑا نہ ہو گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں نے جان دے دینے کا عزم کر رکھا ہے۔ تم اپنے آپ کو نقصان پہنچائے بغیر ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اور نہ انہیں نقصان پہنچا سکتے ہو۔ اے قوم! بزدلی کی تمہمت تم مجھ پر جزد اور اعلان کر دو کہ عتبہ کی بزدلی کی وجہ سے ہم جنگ نہیں کر سکے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بزدل نہیں۔

حکیم۔ عتبہ سے بات کر کے ابو جہل کے پاس آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس نے اپنی زرہ تھیلے سے نکالی ہوئی ہے اور وہ اسے درست کر رہا ہے میں نے اسے کہا اے ابولحکم! مجھے عتبہ نے تمہارے پاس اس مقصد کے لئے بھیجا ہے میری بات سن کر ابو جہل بگڑ گیا۔ کہنے لگا۔

اِنْتَفَخَ وَاللّٰهُ مَحْرُكًا اِنْ نَّالَیْ مُحَمَّدًا وَاَصْحَابَہٗ کَلَّا وَاللّٰہُ لَا

نَرْجِعُ حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)
 ”یعنی عتبہ نے جب سے مسلمانوں کے لشکر کو روکھا ہے شدت خوف سے
 اس کا سانس پھول گیا ہے بخدا ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے یہاں تک
 کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان
 فیصلہ کر دے۔“

حکیم کو بڑی بے مروتی سے ٹکا سا جواب دینے کے بعد اس نے عمرو بن المحضر (مقتول)
 کے بھائی عامر کو بلا بھیجا وہ آیا تو اسے کہا۔ دیکھ! تیرا حلیف عتبہ۔ لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا
 ہے اور تیرے بھائی کے خون کو ضائع کرنا چاہتا ہے۔ تم اٹھو اپنے محلہ سے اور اپنے بھائی کے
 خون کی دہائی دو عمرو بن المحضر۔ کھڑا ہو گیا اور زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق پیچھے سے اپنی
 چادر اٹھادی پھر چلا کر کہنے لگا دَاْعَاكَ دَاْعَاكَ اس کی اس چیخ و پکار پر لوگ بھڑک اٹھے اور جنگ
 کے لئے آمادہ ہو گئے اس طرح مصالحت کی کوششیں ناکام ہو گئیں۔

جب عتبہ کو ابو جہل کی بات پہنچی۔ اِنْتَفَخَ وَاللّٰهُ سَعْدُہُ
 سَيَعْلَمُ (مُسْقِدًا سَيَمُوتُ) مَنْ اِنْتَفَخَ سَعْدُہُ۔ اَنَا اَمْرُہُو۔

”اس ذلیل کو جلدی معلوم ہو جائے گا کہ کس کا سانس پھولا ہے میرا یا
 اس کا۔“ (۱)

سوز و گداز اور ادب و نیاز میں ڈوبی ہوئی دعائیں

دشمن کی تعداد، حق کے علمبرداروں کی تعداد سے تین گنا ہے ان کے پاس صرف ایک
 گھوڑا، ستر اسی کے قریب اونٹ، ٹوٹی ہوئی کمانیں۔ شکستہ نیزے اور پرانی تلواریں ہیں جب کہ
 اعدائے اسلام کے پاس سو برق رفتار عربی گھوڑے ہیں جن پر سوزرہ پوش آزمودہ کل لڑاکے
 سوار ہیں چھ سوا علی نسل کے اونٹوں کا بیڑا ہے خورد و نوش کے ذخائر کے انبار اٹھانے والے بار
 برداری کے جانور ان کے سوا ہیں۔ نو نو دس دس اونٹ ہر روز ذبح کئے جاتے ہیں۔ ہر روز ان
 کا کوئی نہ کوئی رئیس اتنے اونٹ ذبح کرتا ہے اور لشکر کفار کی پر تکلف دعوت کا ہتمام کرتا ہے۔
 جب مکہ سے نکلے تو پہلے روز ابو جہل نے دس اونٹ ذبح کئے۔ دوسرے روز عسفان کے
 مقام پر امیہ بن خلف نے نو اونٹ ذبح کئے۔ اس کے بعد قدید کے مقام پر سہیل بن عمرو نے

دس اونٹ۔ اس کے بعد شیبہ بن ربیعہ نے نو اونٹ۔ پھر محفہ کے مقام پر عتبہ بن ربیعہ نے دس اونٹ پھر ابواء کے مقام پر نبیہ اور منبہ پسران الحلاج نے دس اونٹ۔ پھر حارث بن عامر بن نوفل نے نو اونٹ۔ اور جب بدر کے چشمہ پر پہنچے تو ابو العتیری نے دس اونٹ۔ دوسرے روز اسی مقام پر مقیس الجهمی نے نو اونٹ ذبح کئے اور پھر وہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ (۱) ہر شب بزم عیش نشاط برپا کی جاتی ہے جس میں بادۃ لالہ قام کے جام پر جام لٹکھائے جاتے ہیں۔ عشوہ طراز کنیریں اپنے رقص و سرود سے اپنی لٹلی اداؤں اور ریلی نواؤں سے ان کی آتش غضب و عناد کو بھڑکاتی رہتی ہیں۔ اس کے باوجود ان مصطفوی درویشوں کے چروں پر اطمینان و تسکین کا نور برس رہا ہے۔ ان کے قلوب میں یقین و ایمان کی جو شمع فروزاں ہے اس نے بے چینی اور بے یقینی کے اندھیروں کو کافور کر دیا ہے۔ صہباء محبت سے سرشار اپنے رب کریم کے نام کو بلند کرنے کے لئے اور اس کے حبیب کے دین حنیف کا پرچم اونچا لانے کے شوق میں سردھڑکی بازی لگانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ مستانہ وار منزل رضائے محبوب کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں انہیں دشمن کی تعداد کی کثرت، اسلحہ کی فراوانی کا ذرا خوف نہیں۔ باطل کے سنگین قلعوں کو پاؤں کی ٹھوک سے ریزہ ریزہ کر دینے کا عزم انہیں ملتی ہے اب کی طرح تڑپا رہا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ یہ عزم محکم، یہ باطل سے ٹکر جانے کا اہم اندہ شوق، خداوند قدوس کے نام پاک کو بلند کرنے کی تڑپ، یہ بے خوفی، یہ دلیری، انہیں کہاں سے ارزانی ہوئی ہے۔ آب حیات کا یہ چشمہ، سوز و گداز اور ادب و نیاز میں ڈوبی ہوئی ان دلوں سے پھوٹا ہے جو زبان حق تر جہان نبی انس و جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نکلے ہیں جنہوں نے عجیب الدعوات کی شان اجلت دعا کو مائل بکرم کر دیا ہے۔

آئیے! کوثر و سلسبیل میں دھلے ہوئے ان دعائیہ جملوں کا آپ بھی مطالعہ فرمائیں تاکہ یہ سر نہاں آپ پر بھی آشکارا ہو جائے کہ عددی کثرت اور مادی وسائل کی فراوانی کے باوجود کفر کے چہرہ پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں اور حق کے رخ زبا پر سکون و طمانیت کی چاندی کیوں چمک رہی ہے۔

میدان بدر میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چند دعائیں

حضرت حارث، سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے

فرمایا۔ مَا كَانَ فَيْتًا فَارْسُ يَوْمَ بَدْرٍ غَيْرَ اَلْمَقْدَادِ عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقِ

وَلَقَدْ رَأَيْنَا مَا فِئْتَنَا إِلَّا كَانُحًا لَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تَحْتَ السَّمَاءِ يُصَلِّي وَيَبْكِي حَتَّى أَصْبَحَ -

” بدر کے دن ہمارے پاس حضرت مقداد کے بغیر کوئی سوار نہ تھا۔ آپ
ایلق گھوڑے پر سوار تھے۔ اس شب سب لوگ نیند کے مزے لوٹتے
رہے سوائے اللہ تعالیٰ کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، حضور
ساری رات صبح تک لفل پڑھتے رہے اور رحمت الہی کو ملتفت کرنے کے
لئے اپنے آنسوؤں کے دریا بہاتے رہے۔ “ (۱)

انہوں کی زبان سے نصرت حق کے لئے بارگاہ رب العزت میں جو دعائیں، جو التجائیں کی گئی
ہوں گی ان کی قبولیت کا کیا عالم ہوگا۔

سیدنا علی مرتضیٰ ہی سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

کہ روز بدر جب جنگ شروع ہوئی تو میں کچھ وقت تک اس جنگ میں داد شجاعت دیتا رہا پھر
میں تیزی سے عریش میں آیا تاکہ میں حضور کو ایک نظر دیکھ لوں کہ حضور کیا کر رہے ہیں جب
میں آیا تو میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر بسجود ہیں۔ اور زبان مبارک سے
” یا حی یا قیوم۔ یا حی یا قیوم “ کا ورد فرما رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی جملہ حضور کی زبان
سے نہیں نکل رہا۔ میں پھر میدان میں لوٹ آیا اور کچھ دیر مشرکین مکہ کے ساتھ نبرد آزمایا۔
کچھ دیر کے بعد میں پھر حضور کی خیریت دریافت کرنے کے لئے عریش میں واپس آیا تو دیکھا
حضور ابھی تک سر بسجود ہیں اور زبان پاک سے ” یا حی یا قیوم “ کا ورد فرما رہے ہیں۔ پھر میں
دوڑ کر میدان جنگ میں پہنچا اور دشمن کو اپنی شمشیر آبدار کے جوہر دکھانے لگا۔ کچھ دیر بعد دل
بے چین مجھے پھر عریش میں لے آیا تاکہ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال کو دیکھوں کہ
حضور کس چیز میں مصروف ہیں۔ پھر بھی حضور کو سر بسجود پایا اور وہی اسماء مبارکہ کہ حضور کی
زبان سے ادا ہو رہے تھے۔ کئی بار میں آیا اور واپس گیا لیکن حضور کو ” یا حی یا قیوم “ کا ورد
کرتے ہوئے پایا۔ یہاں تک کہ دشمن شرمناک شکست سے دو چار ہو کر میدان جنگ سے
بھاگ نکلا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے مجاہدین کو فتح مبین سے سرفراز فرمایا۔

فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذَلِكَ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ

” آپ یہی کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمن پر فتح عطا فرمائی۔ “

حضرت عبداللہ سے مروی ہے آپ نے کہا۔

مَا سَمِعْتُ مُنَاشِدًا يَنْشُدُ حَقًّا لَهُ أَشَدَّ مِنْ مُنَاشِدَةِ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ - جَعَلَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أُنْشِدُكَ
عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللَّهُمَّ إِنِّي تُهْلِكُ هَذِهِ الْعَصَابَةَ لِأَنْتَ عَبْدٌ
ثُمَّ انْتَفَتَ وَكَانَ شَيْءٌ وَجْهَهُ الْقَمَرُ، وَقَالَ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى
مَصَارِيحِ الْقَوْمِ عَشِيَّةً -

”میں نے اس شدت اور قوت سے کسی کو اپنے حق کا واسطہ دیتے ہوئے
نہیں سنا۔ جس شدت اور قوت سے حضور نے روز بدر اللہ تعالیٰ کو واسطہ
دیا۔ حضور عرض کرتے رہے، اے اللہ! میں تجھے اس عہد اور وعدہ کا
واسطہ دیتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے، اے اللہ! اگر تو اس گروہ کو
ہلاک کر دے گا تو پھر تیری بھی عبادت نہیں کی جائے گی۔

دعا کے بعد حضور نے جب رخ مبدک پھیرا تو وہ چاند کی طرح چمک رہا
تھا۔ پھر فرمایا گویا میں کفار کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں جہاں وہ کل گرے
پڑے ہوں گے۔“

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ بدر کے دن حضور اپنے قبہ میں تشریف فرما تھے
اور یہ دعا مانگ رہے تھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أُنْشِدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللَّهُمَّ إِنِّي شَدْتُ لَكَ
تَعَبًا بَعْدَ الْيَوْمِ أَبَدًا -

”اے اللہ! میں تجھے اس عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں جو تو نے میرے
ساتھ کیا ہے۔

اے اللہ! اگر تو اسے پورا نہیں کرے گا تو پھر تا ابد تیری عبادت نہیں کی
جائے گی۔“

حضرت صدیق اکبر نے اپنے آقا کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ
کلنی ہے یہ کلنی ہے آپ نے اپنے رب پر اصرار کی حد کر دی ہے۔ حضور نے اس وقت زرہ پہن
رکھی تھی آپ اس حالت میں نکلے اس وقت حضور یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

سَيَهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ، بَلِ السَّاعَةُ مَوْجِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ

اَذْهَبِي وَآمَرُ-

”عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ ان کے وعدے کا وقت روز قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے۔“ (القمر: ۴۵-۴۶)

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

کہ یوم بدر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور حضور کے صحابہ کی تعداد ۳۱۹ تھی۔ یہ تفاوت دیکھ کر حضور قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور اپنے دونوں ہاتھ بارگاہ رب العزت میں پھیلا دیئے اور اسی حالت میں اپنے رب کے حضور میں فریاد شروع کر دی یہاں تک کہ محویت کے عالم میں حضور کے کندھوں سے چادر نیچے گر پڑی حضرت ابو بکر تیزی سے آئے وہ چادر اٹھائی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک کندھوں پر ڈال دی پھر پیچھے سے حضور کو سینہ سے لگا لیا اور عرض کی۔ اے اللہ کے پیارے نبی! آپ نے واسطہ دینے میں انتہا کر دی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرمائے گا اسی وقت جبرئیل امین بارگاہ الہی سے یہ آیت مبارکہ لے کر حاضر خدمت اقدس ہوئے۔

اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ اَنِّي مُبْدئُكُمْ بِالْفَقْرِ الْمَلَكَةِ مُرْدِفِينَ-

”یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے درپے آنے والے ہیں۔ (سورہ الانفال: ۹) ایک بار پھر اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خداوند قدوس کی بارگاہ میں بڑے عجز و نیاز سے دعا مانگنا شروع کی۔

اَللّٰهُمَّ اَنْظِرْ ظَهْرَ هَذِهِ الْوَصَابَةِ ظَهْرَ الشِّرْكِ وَلَا يَعْوَمُ لَكَ دِيْنٌ-

”اے اللہ! اگر یہ کافر۔ مسلمانوں کے اس گروہ پر غالب آگئے تو شرک غالب آجائے گا اور پھر تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا۔“

حضرت صدیق اکبر نے عرض کی میرے آقا! بخدا اللہ تعالیٰ آپ کی ضرورت مدد فرمائے گا اور

حضور کے رخ اقدس کو فتح کی مسرت سے روشن فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک ہزار فرشتے نازل کئے جو قطار در قطار نازل ہوئے اور دشمنوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا اس وقت رسول مکرم نے فرمایا اے صدیق! مژدہ باد۔ یہ ہے جبرئیل جو زرد عمامہ باندھے گھوڑے کی باگ پکڑے آگئے ہیں اور آسمان و زمین کے درمیان کھڑے ہیں۔ پھر وہ نیچے اترے اور ایک ساعت مجھ سے عائب ہو گئے پھر ظاہر ہوئے اس وقت ان کے پاؤں پر گرد جمی ہوئی تھی اور عرض کی ”اَتَاكَ نَصْرُ اللَّهِ اِذْ دَعَوْتَهُ“ جس وقت آپ نے اپنے رب کو پکارا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کے پاس آگئی۔ (۱)

اپنے حبیب لبیب علیہ وعلیٰ آلہ افضل التقیات و احسن البرکات کی اس گریہ و زاری، عاجزی و نیاز مندی نے عرش و کرسی کے رب کریم کو اپنے محبوب بندے کی دھکیری اور اس کے سراپا خلوص و ایثار غلاموں کی نصرت و تائید کی طرف مائل کیا۔ اور نوری فرشتوں کو حکم ملا۔ کہ آج آسمان کی رفعتوں سے نیچے اتر دو کرو و فکر کی محفلوں کو کچھ وقت کے لئے خیر باد کہہ دو۔ اور خاکدان ارض کی اس وادی کا رخ کرو جہاں میرا محبوب بندہ اپنے جاں نثروں سمیت میرے نام کو بلند کرنے کے لئے سر یکف اور کفن بدوش کفر کی طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہے۔

ابھی چشم ملاغ، آنسوؤں سے پُر تھی۔ ابھی اشکوں کے موتی سر مژگان اپنے کریم و رحیم خدا کے حضور اس کی رحیمی اور کریمی کی بھیک مانگنے کے لئے سر بسجود ہونے والے تھے کہ آیات کریمہ کا نزول ہو گیا۔

اِذْ يُوحٰی رَبُّكَ اِلٰی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنۡیۡ مَعَكُمْ فَثَبَّتُوا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
سَلٰتِیۡ فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَالرُّعْبَ فَاَصۡبُوۡا فَوَقَّیۡ الْاَعۡنَاقَ
وَاصۡبُوۡا مِنْهُمۡ کُلَّ یَتٰیۡنَ۔

”یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو۔ میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب سو تم۔ مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگواؤ ان کے ہر بند پر۔“ (الانفال: ۱۲)

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرِ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَانْقَرَوُا اللّٰهُ لَعَنَكُمُ

تَشْكُرُونَ ۝ اِذْ يَقُولُ الْمُؤْمِنِينَ اَلَنْ يَكْفِيَكَمُ اَنْ يُبَدِّلَ
رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزِلًا ۚ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا
وَتَتَّقُوْا وَيَاٰتُوْكُمْ مِّنْ قُوْرِهِمْ هٰذَا يُبَدِّلُكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اَلْفٍ
مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَّكُمْ
وَلِتَطْمَِٔنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ
الْحَكِيْمِ ۝

”اور بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدان) بدر میں
حالات کہ تم بالکل کمزور تھے پس ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم اس
(بروقت امداد کا) شکر ادا کر سکو۔ عجیب سہانی گھڑی تھی جب آپ فرما
رہے تھے مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا
پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اندے گئے ہیں۔ ہاں۔ کافی ہے
بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور اگر آدمکیں کفار تم پر تیزی
سے اسی وقت تودہ کرے گا تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو
نشان والے ہیں۔ اور نہیں بنایا فرشتوں کے اترنے کو اللہ نے مگر خوشخبری
تمہارے لئے اور تاکہ مطمئن ہو جائیں تمہارے دل اس سے۔ اور
(حقیقت تو یہ ہے) کہ نہیں ہے فتح و نصرت مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو
سب پر غالب (اور) حکمت والا ہے۔“ (آل عمران: ۱۲۳-۱۲۶)

شب اسریٰ کا شہسوار یکراں براق جنگاہ بدر میں

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن میں حضرت عبدالرحمن بن عوف سے
روایت کرتے ہیں۔

صَفَّنا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ لَّيْلًا
”یعنی قائد اہل حق صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت ہی لشکر اسلام
کی صف بندی فرمادی۔“

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَقَدْ صَفَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهُ وَعِبَاءَهُ

أَحْسَنَ تَعْبِيدٍ-

”یعنی ان کی صفوں کو مرتب کرنے کے بعد جنگ کے لئے بڑی عمدگی سے
انہیں تیار کر دیا۔“

سب مجاہد اپنے اسلحہ سے لیس ہو کر چلق و چو بند اپنے اپنے مورچوں پر ڈٹ گئے انہیں تاکید
کردی گئی کہ وہ ہر حالت میں نظم و ضبط کو برقرار رکھیں۔ حکم کے بغیر کوئی اقدام کرنے کی سختی سے
ممانعت کردی گئی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

کہ بدر کے روز جب حضور انور نے لشکر اسلام کی صف بندی کردی تو ایک مجاہد جوش جہاد
میں اپنی صف سے آگے جانے لگا حضور نے دیکھا تو حکم دیا ”معی معی۔“ یعنی میرے ساتھ مل
کر دشمن پر حملہ کرو۔ بے ترتیبی سے آگے مت بڑھو۔

اسی اثناء میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک تیر تھا۔ جب صفیں درست
کر رہے تھے جو آگے یا پیچھے ہوتا اس کو اس تیر کے اشارہ سے صف شکنی سے منع فرما رہے تھے۔
حضور ایک صف کے آگے سے گزر رہے تھے دیکھا کہ سواد بن غزویہ صف سے آگے نکلے کھڑے
ہیں ایک تیر سے ان کے شکم پر ہلکی سی چوٹ لگائی اور فرمایا۔ ”إِسْتَوِ يَا سَوَادُ“ اے سواد!
سیدھے ہو جاؤ وہ سیدھے تو ہو گئے لیکن معاذ گویا ہوئے یا رسول اللہ! مجھے اس چوٹ
سے درد ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عدل و انصاف کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے
”فَأَقِمْ وَدِّعَايَ“ مجھے اس چوٹ کا بدلہ لینے دیجئے۔ علمبردار عدل و انصاف نے اس مطالبہ کو بے
ادبی یا گستاخی پر محمول نہیں کیا۔ میدان جنگ میں ایک سپہی کا اپنے سلاخ اعلیٰ سے اس قسم کا
مطالبہ سن کر اسے کورٹ مارشل کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ کسی ادنیٰ سی برہمی کا اظہار کئے بغیر
زرہ کے بند کھولے اپنی قمیص مبارک اٹھادی اور اپنے شکم اقدس کو اس کے سامنے پیش کر دیا اور
فرمایا ”إِسْتَقِدْ“ اے سواد! آؤ بدلہ لے لو۔

فَاعْتَنَقَهُ فَقَتَلَ بَطْنَهُ وہ لپک کر آگے بڑھے، حضور کو گلے لگالیا اور بطن مبارک کو
چوم لیا حضور نے پوچھا سواد تم نے ایسا کیوں کیا۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ!

يَا رَسُولَ اللَّهِ! حَصَرَ مَا تَرَى فَأَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ الْعَهْدِ
بِكَ أَنْ يَمَسَّ جِلْدِي جِلْدَكَ۔

”جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے وہ حضور ملاحظہ فرما رہے ہیں میری یہ آرزو

تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میری جلد، حضور کی جلد مبارک سے مس ہو جائے۔“

قریباں ہو جائے انسان، شمع جمل مصطفوی کے پروانوں پر۔ پیک اجل کو لبیک کہتے وقت بھی انہیں نہ بیوی کی یاد بے چین کر رہی ہے۔ نہ بچوں کی۔ حسرت ہے تو بس اتنی کہ جسد اطہر کے ساتھ ان کا جسم چھو جائے۔ سب حسرتیں بر آئیں گی۔ سب ارباب پورے ہو جائیں گے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ جس خوش نصیب کو یہ سعادت میسر آگئی آتش دوزخ اس کو نہیں جلا سکتی۔

اللَّهُمَّ اَرْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيبِكَ مَا دَرْنَا قَتَّةَ اَصْحَابَةِ الْكَرَامِ
عَلَيْهِمُ الرِّحْمَةُ وَالْزُّمَانُ اللَّهُمَّ احْشُرْنَا فِي نَرْ مَرَّةٍ هُمْ۔

اس محبوب دلنواز نے اپنے عاشق و لفظگار سواد کی اس حسرت پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور اسے دعا خیر سے سرفراز کیا۔

صحابہ کرام کی سرفروشی کا ایک اور روح پرور واقعہ سماعت فرمائیے۔

عوف بن حداثہ، ان کی والدہ ماجدہ کا نام عفراء ہے۔ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور پوچھنے لگے يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يُضِيحُكَ الرَّبِّ مِنْ عَبْدِكَ۔ یا رسول اللہ! یہ فرمائیے اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کس بات پر خوش ہوتا ہے۔ فرمایا بندہ کا سر پر ہنہ حالت میں دشمن کے حلقہ میں اپنا ہاتھ گھسیڑ دینا۔ یہ ارشاد سنتے ہی انہوں نے اپنی زرہ اتار کر پرے پھینک دی پھر اپنی تلوار بے نیام کی اور کفار کی صفوں میں گھس گئے۔ داد شجاعت دیتے رہے دشمنان اسلام کو اپنی شمشیر سے تیغ کرتے رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر لیا اپنی جان کا نذرانہ اپنے خالق کریم کے حضور میں پیش کر دیا۔ صدق و اخلاص کے یہ وہ پیکر تھے جنہوں نے اپنے جذبہ جاں نثاری سے اعداء حق کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ (۱)

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے مجاہدین کی صفوں کو منظم کرنے اور ضروری ہدایات سے انہیں مشرف کرنے کے بعد اپنے ہیڈ کوارٹر (عریش) میں تشریف لائے حضور کے ہمراہ صرف حضرت صدیق تھے ان کے علاوہ اور کوئی آدمی ہمراہ نہ تھا۔ (۲)

یہاں ایک واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے اس سے اس لافانی محبت اور احترام کا آپ کو اندازہ ہو گا جو صحابہ کرام کے دل میں ایک دوسرے کے بارے میں تھا۔ نیز اس سے یہ بھی پتہ

چل جائے گا کہ شیر خدا کی نگاہوں میں حضرت صدیق اکبر کا کیا مقام تھا۔
 اس واقعہ کو حافظ ابن کثیر نے امام بزاز کی مسند کے حوالہ سے اپنی سیرت میں نقل فرمایا ہے۔
 ایک روز اپنے زمانہ خلافت میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے حضرت علی مرتضیٰ نے سامعین
 سے پوچھا یَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ أَشْجَعُ النَّاسِ اے لوگو! مجھے بتاؤ کہ سب لوگوں سے بہادر
 کون ہے سب نے یک زبان ہو کر کہا اے امیر المومنین آپ! شیر مردان نے فرمایا میں وہ ہوں
 جس کو جب کسی نے للکارا تو میں نے اپنی تلوار سے اس کے ساتھ انصاف کر دیا لیکن سب سے
 زیادہ بہادر حضرت ابو بکر ہیں کیونکہ ہم نے جب حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے
 عریش بنایا تو ہم نے اعلان کیا کہ اس عریش میں حضور انور کے ساتھ کون رہے گا تاکہ کوئی
 مشرک حضور پر حملہ کرنے کی جسدت نہ کر سکے۔ آپ نے فرمایا۔

قَوَّالَهُ مَا دَنَا مِمَّا أَحَدٌ إِلَّا أَبُو بَكْرٍ شَاهِدًا بِالتَّيْفِ عَلَى دَائِرِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَهْوِي إِلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا
 أَهْوَى إِلَيْهِ فَهَذَا أَشْجَعُ النَّاسِ۔

”بخدا! کوئی آدمی اس دعوت کو قبول کرنے کے لئے نہ اٹھا سوائے ابو بکر
 کے۔ جو اپنی تلوار لہراتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 سر مبارک کے قریب آکر کھڑے ہو گئے تاکہ اگر کوئی بد بخت حضور پر
 حملہ کرنے کا ارادہ کرے تو حضرت ابو بکر اس کا جواب دے سکیں۔
 یہ ہے سب لوگوں سے بڑا شجاع۔“

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت شیر خدا نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ سید الابرار
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ کفار نے حضور کو پکڑا ہوا ہے۔ کوئی دھینکا مٹتی کر رہا ہے اور
 کوئی بک بک کر رہا ہے۔ اور وہ حضور کو کہہ رہے ہیں کہ تم وہ ہو جس نے بہت سے خداؤں کے
 بجائے ایک خدا کو ماننے کا دعویٰ کیا ہے بخدا ہم میں سے کوئی بھی حضور کو ان کے زخموں سے
 نکالنے کے لئے آگے نہ بڑھ سکا۔ سوائے ابو بکر کے۔ آپ آگے بڑھے کسی کو مار کر کسی کو دھکا
 دے کر پرے ہٹایا اور ان کی ہرزہ سرائیوں کے مسکت جواب دیئے۔ اور ان کو بار بار یہ کہہ کر
 جھنجھوڑتے رہے۔

وَيَلَكُمْ أَنْ تَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ

”تمہارا استیفاء ہو تم ایسے شخص کو مارنے کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ

میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے (تمہیں شرم نہیں آتی)۔

علی مرتضیٰ نے وہ چادر اٹھائی جو آپ نے اوڑھی ہوئی تھی آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا جس سے آپ کی ریش مبارک بھیگ گئی پھر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

أُنشِدُكُمْ اللَّهَ أَمْوُونُ إِلٍ فِرْعَوْنَ خَيْرًا أَمْ هُوَ

”میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں مجھے بتاؤ کہ آل فرعون کا مومن بہتر تھا یا حضرت ابو بکر۔“

ساری قوم نے خاموشی اختیار کر لی۔ انتظار کے بعد سیدنا علی نے فرمایا۔

قَوَّالَهُ لِسَاعَةِ مَنَ ابْنِ بَكْرٍ خَيْرٌ مِّنْ مَّالِ الْأَرْضِ مِنْ مُّؤْمِنٍ
إِلٍ فِرْعَوْنَ فِيكَ رَجُلٌ يَكُنُّ إِيْمَانَهُ وَهَذَا رَجُلٌ أَعْلَنَ
إِيْمَانَهُ۔

”خدا کی قسم! ابو بکر کی ایک ساعت آل فرعون کے مومن کی ساری زندگی سے بہتر ہے۔ وہ شخص اپنے ایمان کو چھپاتا تھا لیکن یہ اپنے ایمان کو اعلانیہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے تھے۔“

اس موقع پر جب کہ فریقین پوری تیاری کے ساتھ صفیں باندھ کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ اس وقت اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر اسلام کو ایک خطاب فرمایا آپ اگر اس کا مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا ہر جملہ سے نور نبوت کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں قلب اور ذہن کو منور کر رہی ہیں۔ جذبات شجاعت و استقامت کو نئی زندگی بخش رہی ہیں اگرچہ یہ خطاب قدرے طویل ہے۔ لیکن سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے والے کے لئے اس کا مطالعہ کرنا از حد اہم ہے تاکہ اللہ کے ایک نبی میں اور عام جرنیلوں میں فکر اور عمل کا تفاوت واضح ہو جائے اور مقام نبوت کی رفعتوں کا احساس ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے اپنے رب کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا۔

أَمَّا بَعْدُ

”میں تمہیں اس بات پر براہِ انگیزتہ کرتا ہوں جس پر اللہ عزوجل نے تمہیں براہِ انگیزتہ کیا ہے۔“

اور ان کاموں سے منع کرتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع فرمایا ہے۔

قَاتِ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ عَظِيمُ شَأْنُهُ اللہ تعالیٰ کی شان بہت بڑی ہے۔

يَا مُرَيَّا لِحَقِّ وَيُحِبُّ الصَّدَقَ
وَيُعْطِي عَلَى الْخَيْرِ أَهْلَهُ عَلَى
مَنَازِلِهِمْ عِنْدَكَ -
وہ حق کا حکم دیتا ہے اور سچائی کو پسند کرتا ہے۔
اور نیک کام کرنے والوں کو اپنی بارگاہ میں ان کی بلند
منزلوں پر فائز کرتا ہے۔

بِهِ يُذَكَّرُونَ وَبِهِ يَتَفَاضِلُونَ
وَأَنَّكُمْ قَدْ أَصْبَحْتُمْ بِمَنْزِلٍ مِّنْ
مَّنَازِلِ الْحَقِّ
اسی کے ساتھ ان کا ذکر بلند ہوتا ہے اور اسی سے انہیں
فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

وَأَنَّكُمْ قَدْ أَصْبَحْتُمْ بِمَنْزِلٍ مِّنْ
مَّنَازِلِ الْحَقِّ
اور آج تم حق کی منزلوں میں سے ایک منزل پر کھڑے
ہو۔

لَا يَقْبَلُ اللَّهُ فِيهِ مِنْ أَحَدٍ
إِلَّا مَا أَسْتَفَى بِهِ وَجْهَهُ
اس مقام پر اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی عمل قبول نہیں کرے
گا سوائے اس کے جو محض اس کی رضا کے لئے کیا گیا
ہو۔

وَأَنَّ الصَّابِرِينَ مَوَاطِنَ الْبَاسِ
مَتَا يُفْرِجُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ الرَّهْمَ
وَيُخَيِّجُ بِهِ مِنَ الْعَقَمِ -
”اور جنگ کے موقع پر صرف صبر ہی ایسی چیز ہے جس
سے اللہ تعالیٰ حزن و اندوہ کو دور کرتا ہے۔
اور اسی صبر کی برکت سے غم سے نجات دیتا ہے۔

وَتُدْرِكُونَ بِهِ النِّجَاتِ فِي الْآخِرَةِ اور اسی صبر سے تم آخرت میں نجات پاؤ گے۔
فِيكُمْ نَبِيُّ اللَّهِ يُحَدِّثُكُمْ
وَيَأْمُرُكُمْ
تم میں اللہ کا نبی موجود ہے جو تمہیں بعض چیزوں سے منع
کرتا ہے اور بعض چیزوں کا تمہیں حکم دیتا ہے۔

فَاسْتَحْيُوا الْيَوْمَ أَنْ يَطْلُعَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ عَلَى شَيْءٍ مِّنْ أَمْرِكُمْ
يَمُقِّتُكُمْ عَلَيْهِ
آج تمہیں حیا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کسی ایسے
عمل پر آگاہ نہ ہو جس سے وہ تم پر ناراض ہو۔

فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ لَمَقَّتْ
اللَّهُ الْكِبْرُ مِنْ مَّقَاتِكُمْ أَنْفُسُكُمْ
کہ اللہ تعالیٰ کی تم سے بیزاری بہت سخت ہے اس بیزاری
سے جو تمہیں اپنے آپ سے ہے۔

أَنْظُرُوا إِلَى الَّذِي أَمَرَكُمْ بِهِ
مِنْ كِتَابِهِ -
اس نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کا تمہیں حکم دیا ہے
ان کو غور سے دیکھو۔

وَأَرَاكُمْ مِنْ آيَاتِهِ
اور جو اپنی نشانیاں تمہیں دکھائی ہیں۔

وَأَعَزَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ
فَاسْتَمْسِكُوا بِهِ يَرْضَى بِهِ
اور ذلت کے بعد تمہیں عزت بخشی ہے۔
اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو اس سے تمہارا رب تم پر

راضی ہو گا۔

رَبُّكُمْ عَنْكُمْ

وَابْلُوا رَبَّكُمْ فِي هَذَا الْمَوْطِنِ اور ان مقامات پر اپنے رب کو آزماؤ تم اس کی رحمت اور
أَمْرًا تَتَوَجَّبُوا إِلَيْهِ وَعَدَكُمْ بِهِ مغفرت کے مستحق ہو جاؤ گے جس کا اس نے تم سے وعدہ
مِنْ رَحْمَتِهِ وَمَغْفِرَتِهِ کیا ہے۔

بے شک اس کا وعدہ حق ہے۔

فَإِنَّ وَعْدَهُ حَقٌّ

اور اس کا قول سچا ہے۔

وَقَوْلُهُ صِدْقٌ

اور اس کا عذاب بہت سخت ہے۔

وَعِقَابُهُ شَدِيدٌ

بیشک میں اور تم اس اللہ کی مدد طلب کرتے ہیں جو حی و
قیوم ہے۔

وَلَا نَمْنَا أَنَا وَآنتُمْ بِاللَّهِ الْحَيِّ الْقَيُّومِ

وہی ہماری پشت پناہی کرنے والا ہے اور اسی کا دامن
کرم ہم نے پکڑا ہوا ہے۔

إِلَيْهِ الْمَجَانَا ظَهَرْنَا وَبِهِ
إِعْتَصَمْنَا

اس پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف ہم لوٹ کر
جائیں گے۔

وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا وَاللَّيْلُ الْمَصِيرُ

اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے اور سارے مسلمانوں
کی۔ (۱)

يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلِلْمُسْلِمِينَ

آپ اس خطبہ میں جتنا غور کریں گے شان نبوت کے اتنے جلوے آپ کو نظر آنے لگیں گے۔
دشمن پوری طرح مسلح ہو کر سامنے کھڑا ہے گھمسان کارن پڑنے والا ہے۔ اس کے
باوجود قائد لشکر اسلام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صرف دشمن کو تہ تیغ کرنے کے لئے
جوش نہیں دلار ہے بلکہ اس نازک مقام پر بھی بندے کے رشتہ عبدیت کو اپنے معبود برحق کے
ساتھ استوار کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ ایک نبی کی شان ہی ہو سکتی ہے۔ جو تمام امور سے
صرف نظر کر کے ہر حالت میں اللہ کی رضا کا طلبگار ہوتا ہے۔ اور اپنے ماننے والوں کے دلوں
میں بھی رضائے الہی کے شوق کی چنگاری سلگا دیتا ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجاہدین اسلام کو اس ایمان افروز اور روح پرور خطبہ سے
سرفراز کرنے کے بعد اپنے عریش میں تشریف لے آئے اور اپنے قدیر و علیم پروردگار کی بدگاہ
یکس بنیاد میں انتہائی تضرع سے دعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ پھر عرض کی۔

اللَّهُمَّ إِنَّكَ إِن تَهْلِكَ هَذِهِ الْعَصَابَةُ أَعَى اللَّهُ! اگر تو اس گروہ کو ہلاک کر دے گا تو پھر اس
لَا تُعْبَدُ بَعْدَهَا فِي الْأَرْضِ زمین میں تیری عبادت بھی نہیں کی جائے گی۔

پھر دست سوال پھیلا کر بڑے درد و سوز سے التجا کی۔

اللَّهُمَّ أُنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي ”اے اللہ! جو وعدہ تو نے مجھ سے فرمایا ہے اس کو پورا
کر۔

اللَّهُمَّ نَصْرُكَ ”اے اللہ! میں تیری نصرت کا طلب گار ہوں۔“

ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے عرض حل کرتے رہے۔ حتیٰ کہ محبت کے عالم میں
چادر مبارک کندھوں سے سرک کر نیچے گر پڑی۔ حضرت صدیق کو یاد آئے مبرنہ رہا۔ دوڑ
کر آئے اور چادر درست کر دی ازراہ شفقت گزارش کرنے لگے۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ! بَعْضُ مُنَاشِدَتِكَ رَبِّكَ

قَرَأْتَهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ

”اے اللہ کے پیارے رسول! اب آپ بس فرمائیے۔ بے شک اللہ تعالیٰ

نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا فرمائے گا۔“

اسی اثناء میں حضور کو اونگھ آئی۔ پھر بیدار ہوئے اور فرمایا۔

أَبَشِّرْ يَا أَبَا بَكْرٍ أَتَاكَ نَصْرُ اللَّهِ

هَذَا جِبْرِيلُ أَخَذَ بِعَتَانِ فَرَسِهِ يَقُودُ

عَلَى ثَنَائِيَاكَ النَّقْعَ۔

”اے ابو بکر مرثدہ باد! اللہ کی مدد آگئی یہ جبریل ہیں جو گھوڑے کی لہم

کو پکڑے ہوئے جا رہے ہیں اور اس گھوڑے کے پاؤں گرد آلود

ہیں۔“ (۱)

حق کے علمبردار اور باطل کے پرستار صفیں باندھ کر آمنے سامنے کھڑے ہیں۔ مسلمانوں

کی قلیل تعداد اور بے سرو سامانی کو دیکھ کر کفہ کے تکیہ اور رعونت میں مزید اضافہ ہو گیا اور

ابو جہل نے للکار کر اپنے ساتھیوں کو کہا۔

لات و عزیٰ کی قسم! ہم ہرگز واپس نہیں ہوں گے۔ جب تک ان مٹھی

بھر مسلمانوں۔ محمد اور ان کے اصحاب کو ان پہاڑوں میں تتر بتر نہ کر دیں۔ دوستو! انہیں قتل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کو پکڑتے جاؤ اور رسیوں میں باندھتے جاؤ۔

قریش مکہ، مئے پندار سے غمور تھے اور یہ خیال کر رہے تھے کہ مسلمان ہمارے پہلے حملہ کی تاب ہی نہ لائیں گے۔ ہم طوفان بن کر اٹھیں گے اور انہیں خس و خاشاک کی طرح اڑالے جائیں گے عین اس وقت اللہ کا پیارا حبیب اور اس کے جاں نثار غلام مجیب الدعوات کی بارگاہ میں آنسوؤں کے نذرانے پیش کر رہے تھے۔ اور قادر و عزیز خدا سے اسلام کی نصرت و فتح کی خیرات مانگ رہے تھے۔

اِسْتَعَاثَ بِرَبِّهِ سَيِّدُ الْاَنْبِيَاءِ وَصَلَّى الصَّابَةَ بِصُنُوفِ
الدُّعَاِ اِلَى دَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ سَامِعِ الدُّعَاِ وَكَاشِفِ
الْبَلَاءِ۔

”سید الانبیاء اپنے رب کی بارگاہ میں فریاد کر رہے تھے اور صحابہ کرام زمین و آسمان کے رب، دعاؤں کو قبول کرنے والے، بلاؤں کو مٹانے والے، خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعائیں مانگ رہے تھے۔“ (۱)

جنگ کا آغاز

جنگ کی پہلی چنگری اسود بن عبدالاسد المخزومی نے بھڑکائی۔ یہ شخص بڑا بد سرشت اور بد خو تھا اس نے اعلان کیا کہ میں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پئے گا اور اسے منہدم کر دے گا یا اپنی جان دے دے گا۔ جب وہ فاسد نیت سے پانی کے تالاب کی طرف بڑھا۔ تو اسلام کے شاہین حضرت حمزہ اس پر جھپٹے جسبان کا آمناسا منا ہوا تو آپ نے اس پر تلوار کھوار کیا اور اس کی پنڈلی کاٹ کر رکھ دی۔ وہ اپنی پیٹھ کے بل گر پڑا اس کی کئی ہوئی تلنگ سے خون کا فوارہ بہنے لگا پھر بھی وہ رینگتا ہوا حوض کے قریب پہنچا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اس میں گھس کر سارے پانی کو ناقابل استعمال بنا دے۔ حضرت حمزہ نے اس پر دو سرا وار کیا اور اس کا کام تمام کر دیا اس جنگ میں یہ پہلا کافر تھا۔ جس کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے مار تیغ کیا۔ اسود کو یوں دو لخت دیکھ کر (ربیعہ بن) عتبہ بن ربیعہ جوش غضب سے دیوانہ وار اٹھا اپنی

شجاعت کے اظہار کے لئے بے تاب ہو گیا۔ اپنے بھائی شیبہ کو اپنے دائیں طرف اور اپنے بیٹے ولید کو بائیں طرف لے کر صفوں کے درمیان آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور ”هَلْ مِنْ مُبَارِدٍ“ کا فقرہ لگا کر یہ تینوں اپنے اپنے مد مقابل کا انتظار کرنے لگے۔

تین انصاری نوجوان۔ حضرات عوف اور معاذ۔ پسران حارث اور عفراء اور عبداللہ بن رواحہ۔ شیروں کی طرح دھاڑتے ہوئے ان سے مقابلہ کے لئے نکلے۔ عتبہ وغیرہ نے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ ”رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ“ ہمارا تعلق قبیلہ انصار سے ہے۔ وہ بولے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا واقعی تم معزز مد مقابل ہو لیکن ہمارے مقابلہ کے لئے ہمارے چچا زادوں کو بھیجو۔ ان میں ایک شخص نے بلند آواز سے کہا۔ ”يَا مُحَمَّدُ (يَا مُحَمَّدُ رُوْحِي) أَخِي جَرَّالَيْنَا أَكْفَاءَ نَا مِنْ قَوْمِنَا“ ہمارے ساتھ پنجہ آزمائی کے لئے ہماری قوم میں سے مد مقابل بھیجو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے فرمایا۔ ”قَوْمًا عَجَبًا قَوْمًا حَزْرًا قَوْمًا عَالِيًا“ اے ابو عبیدہ تم اٹھو۔ اے حمزہ تم اٹھو۔ اے علی تم اٹھو۔ اللہ کے یہ تینوں شیر جب ان کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو۔ کیونکہ انہوں نے زرہیں پہنی ہوئی تھیں ہتھیار سجائے ہوئے تھے اس لئے پہچان نہ سکے۔ ان تینوں حضرات نے اپنا اپنا نام لے کر اپنا تعارف کرایا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے ”نَعَمْ أَكْفَاءُ كِرَامًا“ بے شک تم معزز مد مقابل ہو۔ عبیدہ جو ان تینوں میں سے عمر میں بڑے تھے انہوں نے عتبہ کو للکارا۔ حضرت حمزہ نے شیبہ کو۔ سیدنا علی نے عتبہ کے بیٹے ولید کو۔ حضرت حمزہ نے اپنے مد مقابل کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ بجلی کی سرعت سے اس پر اپنی شمشیرِ خلا شگاف سے وار کیا اور آن واحد میں اس کے دو ٹکڑے کر کے زمین پر پھینک دیا۔ اسی طرح حضرت سیدنا علی نے بھی ولید کو مہلت دیئے بغیر اپنی شمشیر براں سے اس کا سر غرور اس کے تن سے جدا کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

البتہ عبیدہ اور عتبہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ ایک دوسرے پر اپنی تلواروں سے حملے کرتے رہے حضرت عبیدہ نے اپنے وار سے عتبہ کو زخمی کر دیا۔ عتبہ کی تلوار ان کی ٹانگ پر پڑی اور اس کو کاٹ کر الگ کر دیا۔ حضرت حمزہ اور سیدنا علی اسی اثناء میں اپنے حریفوں کا کام تمام کر کے فدرغ ہو چکے تھے۔ وہ اب حضرت عبیدہ کی امداد کے لئے تیزی سے بڑھے ان کی تلواresیں بجلی کی سرعت سے کوندیں اور عتبہ کی لاش کو پارہ پارہ کر دیا۔ حضرت عبیدہ کو شدید زخمی حالت میں اٹھایا اور شفیع عاصیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ جہاں کھڑے تھے وہاں لا کر لٹا دیا۔

فَوَضَعَ خَدَّهُ عَلَى قَدَمِهِ الشَّرِيفَةِ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَوْ لَا أَنِّي
أَبُوطَالِبٍ لَعَلِمَ أَنِّي أَحَقُّ بِقَوْلِهِ

”تو آپ نے اپنا رخسار حضور کے باہر کت قدموں پر رکھ دیا اور عرض کیا
یا رسول اللہ! اگر ابوطالب مجھے اس حالت میں دیکھتے تو انہیں پتہ چل جاتا
کہ ان کے ان اشعار کا حق دار میں ہوں۔

كَذَبْتُمْ دَبِيتَ اللَّهِ نُبَذَنِي مُحَمَّدًا وَلَمَّا نَظَّاعُنْ حَوْلَهُ وَنَنَاضِلُ
اے مشرک! خانہ خدا کی قسم! تم جھوٹ بول رہے ہو۔ جب تم یہ کہتے ہو
کہ ہم محمد کو چھوڑ دیں گے اور اس کے ارد گرد تیروں اور نیزوں سے
جنگ نہیں کریں گے۔

وَسُئِلُمُ حَتَّى نَصَرَ عَ حَوْلَهُ وَنَذَاهُلُ عَنْ أَنْبَاءِ نَا وَالْحَلَّالِ
سن لو ہم انہیں تمہارے حوالے نہیں کریں گے جب تک ہمدی لاشوں
کے ڈھیر اس کے آس پاس نہ لگ جائیں۔ ہم اس کے دقلع میں اپنے
بیٹوں اور بیویوں سے بھی بے پروا ہو جائیں گے۔
اپنے جاں بلب عاشق کا یہ نعرہ مستانہ سن کر حضور نے اسے مڑہ سنایا۔

أَشْهَدُ أَنَّكَ شَرِّهِدٌ فِي سَوَاسِی دِیْتَاہُوں کہ تو شہید ہے۔ (۱)
ہندہ زوجہ ابوسفیان کو جب عتبہ - شیبہ - اور ولید کے مقتول ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے
نذر مانی کہ وہ حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کر چبائے گی۔ جس کی تفصیل غزوہ احد میں بیان ہوگی۔
ان شاء اللہ تعالیٰ (۲)

قریش کے جب یہ تینوں سردار اسلام کے بہادروں نے موت کی گھاٹ اتار دیئے تو اس
اندیشہ سے کہ کفار حوصلہ نہ ہار دیں ابو جہل نے بلند آواز سے یہ نعرہ لگایا۔

لَنَا الْعُذَى وَلَا عُذَى لَكُمْ ہمارا مدد گد عزئی ہے اور تمہارے پاس
کوئی عزئی نہیں جو تمہاری مدد کرے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کے مجاہدین کو حکم دیا کہ اس کے جواب میں
یہ نعرہ بلند کریں۔

اِنَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَا لَكُمْ۔ قَتَلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَكَتَلَاكُمْ
فِي النَّارِ۔

”اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں، ہمارے مقتول
جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔“

میدان بدر میں مسلمانوں میں سے جس نے سب سے پہلے جام شہادت نوش کیا وہ پہنچ
تھے۔ جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہیں کسی تیر انداز نے اپنے تیر کا ہدف
بنایا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

اس کے بعد بنو عدی بن نجار کے قبیلہ کے حضرت حارث بن سراقہ کو تاج شہادت زیب سر
کرنے کی سعادت بخشی گئی۔ آپ تالاب پر پانی پی رہے تھے کہ کسی کافر نے ٹاک کر انہیں تیر کا
نشانہ بنایا تیر ان کی گردن میں آکر پیوست ہو گیا اس طرح وہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔
امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضرت
حارث غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ انہیں کسی نامعلوم شخص کا تیر لگا تھا۔ جس سے ان کی وفات
ہوئی۔ ان کی ماں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض پر داز ہوئی یا رسول اللہ! مجھے بتائیے کہ
میرا بیٹا حارث کہاں ہے اگر وہ جنت میں ہو تو پھر میں صبر کروں گی اور اگر نہیں تو پھر میں جی بھر کر
اس پر نوحہ کروں گی ابھی تک میت پر نوحہ کرنا ممنوع نہیں ہوا تھا۔ رحمت کائنات علیہ وعلی آلہ
اطیب التحیات نے اسے فرمایا۔

وَيَحْيَا أَهْلِي أَهْلِي أَهْلِي ثَمَانٍ فَلَمَّ ابْنُكَ أَصَابَ الْفَرْدَوْسَ
الْأَعْلَى۔

”تیرا بھلا ہو۔ ایک جنت نہیں ہے آٹھ جنتیں ہیں اور تیرے بیٹے کو
فردوس اعلیٰ میں جگہ عطا فرمائی گئی ہے۔“

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نگاہ نبوت نے لمحہ بھر میں آٹھوں جنتوں کا ان کی بیکراں
وسعتوں کے باوجود مشاہدہ فرمالیا اور اس خاتون کا بیٹا جہاں تھا اس کو دیکھ کر اس کی ماں کو آگاہ
فرمادیا۔

نگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی قوت بینائی کا اندازہ لگائیے۔ پل بھر میں آٹھوں جنتوں کا جائزہ
لے کر بتا دیا کہ اس بوڑھی خاتون کا شہید بیٹا کہاں تشریف فرما ہے۔
اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے اپنے مجاہدین کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ حضور کے اذن کے بغیر حملہ نہ کریں اور اگر قوم قریش ان کا محاصرہ تنگ کر لے تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر کے انہیں پرے ہٹادیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عریش میں تشریف فرما تھے حضرت صدیق حاضر خدمت تھے۔ حضور بارگاہ الہی میں امداد کے لئے فریاد کر رہے تھے۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ أَتَىٰ مُهَيِّدُكُمْ بِآلِيفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ
مُرْدِفِينَ ۚ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا
النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

”یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں اور نہیں بتایا فرشتوں کے نزول کو اللہ تعالیٰ نے مگر ایک خوشخبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل۔ اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کی طرف سے بیشک اللہ تعالیٰ بہت غالب ہے حکمت والا ہے۔“ (الانفال: ۹-۱۰)

پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم عریش سے اپنے صحابہ کے پاس تشریف لے آئے اور انہیں کفار کے ساتھ جہاد کرنے پر براہِ گنجتہ کرتے ہوئے فرمایا۔

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَقَاتِلُهُمُ الْيَوْمَ رَجُلٌ فَيُقْتَلُ
صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُّقْبِلًا غَيْرَ مُدْبِرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ ۚ

”اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی جان ہے آج جو شخص جنگ کرے گا اور اسے اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہو، رضائے الہی کا طلب گار ہو، دشمن کی طرف منہ کئے ہو، پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔“ (۱)

پھر فرمایا۔

قَوْمُوا إِلَىٰ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ ۖ وَالَّذِي نَفْسِي
بِيَدِهِ لَا يَقَاتِلُهُمُ الْيَوْمَ رَجُلٌ فَيُقْتَلُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُّقْبِلًا

غَيْرَ مُذْبِرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ

”کھڑے ہو جاؤ اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ جو شخص آج مشرکین سے جنگ کرے اور وہ اس حالت میں قتل کیا جائے کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہو اللہ کی رضا کا امیدوار ہو دشمن کی طرف منہ کئے ہوئے ہو۔ پیٹھ پھیرے ہوئے نہ ہو۔

ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔“ (۱)

حضور جب یہ کلمات طیبات ارشاد فرما رہے تھے تو عمیر بن حمام وہاں پہنچے۔ ان کے ہاتھوں میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے حضور کا ارشاد سن کر کہنے لگے۔

يَخْرُجُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ

”واہ وا یا رسول اللہ! کیا جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔“

حضور نے فرمایا بیشک۔ عمیر نے کہا کیا میرے درمیان اور جنت کے داخل ہونے کے درمیان اس کے سوا کوئی چیز حائل نہیں کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔ دوسری روایت میں ہے۔

لَيْتَ حَيِّتُ حَتَّى أَكُلَ تَمْرَاتِي هَذِهِ إِنَّهَا حَيَاةٌ طَوِيلَةٌ

”اگر میں یہ کھجوریں کھاؤں تو یہ تک زندہ رہا تو یہ بہت لمبا عرصہ ہوگا۔“

پھر انہوں نے اپنے ہاتھ والی کھجوریں پھینک دیں اپنی تلوار بے نیام کر لی اور کفار کے ساتھ جنگ شروع کی یہاں تک کہ وہ شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ عمیر دشمن کے ساتھ لڑائی کر رہے تھے اور یہ رجز بھی پڑھ رہے تھے۔

رَضْنَا إِلَى اللَّهِ بِغَيْرِ زَادٍ إِلَّا التَّقَى وَعَمَلُ الْمَعَادِ

وَالصَّبْرُ فِي اللَّهِ عَلَى الْجَهَادِ وَكُلُّ زَادٍ عُرْضَةُ النَّفَادِ

غَيْرَ التَّقَى وَالْبِرِّ وَالرَّشَادِ

”اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اے میرے نفس! اللہ کی

طرف تیزی سے بڑھو بغیر کسی زاد سفر کے وہاں صرف تقویٰ اور

آخرت کے لئے نیک عمل اور جماد فی سبیل اللہ میں صبر سب سے بہتر زاد

سفر ہے۔ اور ہر زاد سفر ختم ہونے والی ہے۔ بجز تقویٰ نیکی اور

راست روی کے۔ (۱)

خوب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس اس جنگ میں شریک تھے حضرت صدیق بھی اپنی تلوار سے کفلہ پر حملے کر رہے تھے۔

كَمَا كَانَا فِي الْعَرَائِشِ يُجَاهِدَانِ بِالدُّعَاءِ وَالْمُضْمَرِ ثُمَّ نَزَلَا
فَحَزَنًا وَحَشًا عَلَى الْقِتَالِ وَقَاتِلَا بِأَيْدِيهِمَا جَمْعًا بَيْنَ
الْمَقَامَيْنِ -

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق کے ساتھ پہلے عریش میں اسلام کی فتح و نصرت کے لئے عاجزانہ دعائیں کر کے اس جہاد میں شریک تھے پھر وہاں سے میدان جنگ میں تشریف لائے پہلے مسلمانوں کو جہاد کے لئے ترغیب دلائی پھر دونوں صاحبان اپنی تلواروں سے کفلہ سے نبرد آزما ہو گئے اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور حضرت ابو بکر نے دونوں سعادتیں جمع کر لیں۔“ (۲)

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت و جرات اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے شوق کا بایں الفاظ ذکر کرتے ہیں۔

لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ - حَضَرَ النَّاسُ آمَنَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّقَيْنَاهُ وَكَانَ أَشَدَّ النَّاسِ بَأْسًا يَوْمَئِذٍ وَمَا
كَانَ أَحَدٌ أَقْرَبَ إِلَيَّ الْمُشْرِكِينَ مِنْهُ -

”بدر کے دن جب جنگ شروع ہوئی تو حضور ہماری پیشوائی فرما رہے تھے اور ہم حضور کے ساتھ اپنا بچاؤ کر رہے تھے اور سب سے سخت جنگ کرنے والے اس دن حضور تھے۔ اور حضور سے زیادہ مشرکین کے نزدیک کوئی نہیں تھا۔“ (۳)

۱۔ سبل الہدی، جلد ۴، صفحہ ۷۰

۲۔ سبل الہدی، جلد ۴، صفحہ ۷۱

۳۔ سبل الہدی، جلد ۴، صفحہ ۷۱

سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۲۲

ابو جہل کی بد بختی

فریقین جب ایک دوسرے کے بالکل قریب آ گئے تو ابو جہل کی بد بختی نے زور پکڑا اور اس کے منہ سے بے ساختہ یہ جملے نکلے۔

اللَّهُمَّ اقْطَعْ عَنَّا لِلرَّحْمَةِ اِنَّا نَا بِمَا لَا يُعْرَفُ فَاَحْبِنَ الْعَدَاةَ
اللَّهُمَّ مَنْ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْكَ وَأَرْضِي عَنْكَ فَأَنْصُرْهُ الْيَوْمَ

”اے اللہ! جو ہم دونوں فریقوں سے زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور غیر معروف چیزیں لانے والا ہے اس کو ہلاک کر دے۔ یا اللہ! جو تیرا زیادہ محبوب ہے اور جو تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے آج اس کی مدد فرما۔“ (۱)

اس کی یہ التجا قبول ہوئی ان دونوں میں سے جو اللہ کا محبوب تھا اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی تھا اس کو فتح و ظفر نصیب ہوئی وہ مظفر و منصور اس میدان جنگ سے واپس آئے۔ اور جو قطع رحمی میں پیش پیش تھا اور غیر معروف باتیں کرتا تھا وہ ہلاک و برباد ہوا اور اس کے ساتھی بری طرح شکست کھا کر دم و پا کر بھاگ گئے ارشاد باری ہے۔

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ فَإِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
وَإِنْ تَعُدُّوْا نَعُدُّ وَلَكِنْ نَغْنِي عَنْكُمْ فِتْنَتَكُمْ شَيْئًا ۚ وَلَوْ كُثِّرَتْ
وَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (الانفال: ۱۹)

”اگر تم فیصلہ کے طلب گار تھے تو (لو) آگیا تمہارے پاس فیصلہ۔ اور اگر تم اب بھی باز آ جاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور تم پھر شرارت کرو گے ہم پھر سزا دیں گے۔ اور نہ فائدہ پہنچائے گی تمہیں تمہاری جماعت کچھ بھی چاہے اس کی تعداد بہت زیادہ ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ہے۔“ (انفال: ۱۹)

علامہ زمخشری نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کفار جب مکہ سے روانہ ہوئے تھے تو غلاف کعبہ کو پکڑ کر انہوں نے دعا مانگی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اَنْصُرْنَا لِلضَّيْفِ وَاَوْصِلْنَا لِلرَّحِمَةِ وَاَقْلِبْنَا لِلْعَافِي
وَلَنْ كَانَ مُحَمَّدًا عَلَىٰ حَقٍّ فَاَنْصُرْهُ وَلَنْ كُنَّا عَلَىٰ حَقٍّ فَاَنْصُرْنَا

”اے اللہ! ہم دونوں فریقوں سے جو زیادہ مسمان نواز ہے جو زیادہ صلہ
رحم ہے جو قیدیوں کو زیادہ آزاد کرنے والا ہے اس کی مدد فرما۔ اگر محمد
(علیہ الصلوٰۃ والسلام) حق پر ہے تو اسے فتح دے اور اگر ہم حق پر ہیں تو
ہمیں غلبہ بخش۔“ (۱)

کفار سے کہا جا رہا ہے کہ وہ دعا جو تم نے مانگی تھی وہ قبول ہوئی۔ جو حق پر تھا وہ غالب ہوا اور
جو باطل سے چٹے ہوئے تھے وہ مغلوب۔ اب باز آ جاؤ تمہارے معیار کے مطابق حق واضح
ہو گیا اب تو کسی قسم کی غلط فہمی نہیں رہی۔ اگر پھر بھی تم نے حق کو قبول نہ کیا اور اس کی مخالفت
سے باز نہ آئے تو یاد رکھو تمہیں آئندہ بھی ایسی اندھناک شکستوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (۲)

دشمن خدا اور سول، امیہ بن خلف کا مقتول ہونا

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ اور امیہ بن خلف کی آپس میں دیرینہ دوستی
تھی۔ امیہ اگر یثرب آتا تو حضرت سعد کا مسمان بناتا اور حضرت سعد اگر مکہ مکرمہ جاتے تو اس
کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ اثنائے طواف حضرت سعد اور ابو جہل کے درمیان جو جھڑپ ہوئی
وہ بھی آپ کو یاد ہوگی امیہ نے اس روز سے اپنے دل میں طے کر لیا تھا کہ وہ مکہ سے باہر قدم نہیں
رکھے گا۔ بدر کی جنگ کے لئے ابو جہل نے جب تیاری شروع کی تو اس نے مکہ کے تمام رؤساء
کو اس میں شرکت کی دعوت دی۔ امیہ نے اس کی دعوت کو مسترد کر دیا اور اس کے ہمراہ باہر
جانے سے انکار کر دیا۔ ابو جہل اس کے پاس آیا اور اسے کہا اے صفوان کے ابا۔ تم اس
ساری وادی کے سردار ہو اگر تم نے شرکت کرنے سے انکار کیا تو دوسرے لوگ بھی اس مہم
میں شریک نہیں ہوں گے۔ اس کے بار بار کے انکار کے بلوجود ابو جہل کا اصرار بڑھتا گیا۔ آخر
کار اس نے امیہ کو مجبور کر لیا کہ وہ ساتھ چلے۔ اس نے کہا اگر تم مجھے جانے پر مجبور کرتے ہو تو
پھر میں مکہ کے سارے لونٹوں سے سب سے اعلیٰ اور سب سے گراں قدر اونٹ اپنی سواری کے
لئے خریدوں گا۔ وہاں سے اٹھ کر امیہ گھر آیا اور اپنی بیوی کو کہا اے صفوان کی ماں! میرا

سامان جنگ تیار کرو۔ اس نے کہا کیا تم نے اپنے بیٹے کی بات کو فراموش کر دیا ہے اس نے کہا نہیں۔ بس لوگوں کو دکھانے کے لئے تھوڑی دور تک لشکر کے ساتھ جاؤں گا پھر لوٹ آؤں گا۔

امام بخاری اور امام ابن اسحاق، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور امیہ دونوں دوست تھے میرا پہلا نام عبدالعزیز تھا۔ جب میں مشرف باسلام ہوا تو میں نے اپنا نام تبدیل کر کے عبدالرحمن رکھ لیا۔ جب امیہ مجھے ملتا تو مجھے ازراہ طعن کہتا کہ اے عبدالعزیز! تم نے اپنا وہ نام ترک کر دیا ہے جو تیرے باپ نے رکھا تھا۔ میں کہتا ہٹک۔ اس نے کہا میں عبدالرحمن کو نہیں جانتا اس لئے میں تمہیں عبدالرحمن کہہ کر نہیں بلاؤں گا اور اپنے پہلے نام کو تم نے ترک کر دیا ہے اس لئے ہم آپس میں تمہارے لئے ایک نام طے کر لیں کہ جب میں تمہیں بلاؤں تو اس نام سے بلایا کروں چنانچہ ہم نے باہمی مشورہ سے عبداللہ نام تجویز کر لیا۔ اس کے بعد جب کبھی میرے پاس سے وہ گزرتا تو مجھے عبداللہ کہہ کر بلاتا اور میں اس کا جواب دیتا۔

جب جنگ بدر میں ہم اکٹھے ہوئے تو میرے دل میں خیال آیا کہ اے اس جنگ میں شرکت کرنے سے منع کر دوں میں نے دیکھا کہ امیہ اپنے بیٹے علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے آرہا ہے میرے پاس چند زہریں تھیں جو میں نے اپنے مقتولوں سے اتاری تھیں۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اس نے مجھے میرے پہلے نام سے بلایا یا عبدالعزیز! میں نے اسے جواب نہ دیا پھر اس نے مجھے عبداللہ کہہ کر پکارا میں نے ”ہاں“ سے جواب دیا پھر اس نے مجھے کہا کیا تجھے میری سلامتی کی ضرورت ہے۔ تو پھر ان زہروں کو پرے پھینکوا اور مجھے بچانے کی فکر کرو۔ میری جان ان زہروں سے زیادہ قیمتی ہے چنانچہ میں نے وہ زہریں پھینک دیں پھر اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا میں ان کو لے کر چلا۔ راستہ میں اس کے بیٹے علی نے مجھ سے پوچھا اے عبداللہ! یہ شخص کون ہے جس نے اپنے سینے پر شتر مرغ کا پر بطور علامت سجایا ہوا ہے۔ میں نے کہا یہ حمزہ بن عبدالمطلب ہے۔ وہ بولا ذلک الذی فَعَلَ بِنَا أَلَا فَاعْبُدْ لِعَنِي یٰحییٰ وہ شخص ہے جس نے ہم پر بجلیاں گرائی ہیں۔ میں انہیں لے کر جا رہا تھا کہ اچانک حضرت بلال نے اسے میرے ساتھ دیکھ لیا۔ یہ وہی امیہ تھا جو حضرت بلال کو ان کے مسلمان ہونے کے جرم میں اذیت ناک سزائیں دیتا تھا آپ نے جب اسے دیکھا تو بلند آواز سے پکارے۔

رَأْسُ الْكُفْرِ أُمِّيَّةُ بْنُ خَلْفٍ لَا تَجُوتُ إِنَّ نَجَا

”یہ ہے کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف۔ اگر آج وہ بیچ کر نکل گیا تو پھر میرا بچنا محل ہے۔“

آپ نے یا معشر الانصار کہہ کر اپنی مدد کے لئے انصار کو بلایا چند انصاری نوجوان لپک کر ان کے پاس آگئے اور ہمارے تعاقب میں نکلے جب میں نے دیکھا کہ وہ ابھی ہمیں آلیں گے تو میں نے امیہ کے لڑکے کو ان کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اس کے ساتھ الجھ کر مشغول ہو جائیں اتنے میں امیہ کو میں کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دوں گا۔ امیہ فریہ اندام تھا اس سے تیزی سے چلا نہیں جا سکتا تھا، میں نے اسے کہا بیٹھ جاؤ۔ اور میں اس پر سپرین کر لیٹ گیا تاکہ اس کو حضرت بلال کی تلوار کے وار سے بچا سکوں۔ یہاں تک کہ حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں نے ہمیں اپنے گھیرے میں لے لیا وہ اس پر جھپٹ رہے تھے اور میں اس کا پھلو کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں کسی نے تلوار کے وار سے اس کے بیٹے کی ٹانگ کاٹ دی اور وہ دھڑام سے زمین پر گرا۔ امیہ نے یہ منظر دیکھ کر ایسی چیخ ماری کہ لوگوں کے دل دھل گئے۔ میں نے ایسی دل دوز چیخ پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے امیہ کو کہا اس کو اب چھوڑو اب اپنی جان بچاؤ میں اب تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تلواروں کے پیہم واروں سے اس کے پرزے اڑا دیئے حضرت عبدالرحمن بن عوف بعد میں بھی کہا کرتے تھے۔

يَرْحَمُ اللّٰهُ بِلَالًا ذَهَبَتْ اَذْدَارُ عَنِّي وَفَجَعَلَنِي بِاسِيرًا

”اللہ بلال پر رحم کرے میری زہریں بھی چلی گئیں اور میرے دو قیدیوں کو قتل کر کے مجھے ان کے زرقدیہ سے بھی محروم کر دیا۔“

وہ حبشی بلال جو دولت ایمان سے مشرف ہونے سے پہلے بنی نوح کی ایک مشرک عورت کا زرخیز غلام تھا۔ اور دن رات اس کی خدمت گزاری میں جتا رہتا تھا اس نے جب ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید قبول کر لی۔ تو کفر و شرک کے سرغنہ ابو جہل اور امیہ انہیں طرح طرح کی سزائیں دیا کرتے تھے آپ کے گلے میں رسی ڈال کر چند اوباشوں کو پکڑا دیتے وہ انہیں مکہ کی پتھر ملی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے جب ان کا سر کسی پتھر سے ٹکراتا تو یہ قہقہے لگا کر ہنستے۔ اور غشی کی حالت میں بھی بلال کے منہ سے احد احد کی صدائیں بلند ہوتیں۔

آج وہ کمزور اور بے نوا بلال قوت ایمان اور اپنے اسلامی بھائیوں کے تعاون سے اتنا طاقت ور ہو کر میدان بدر میں ابھرا کہ اس کی تلوار آج مکہ کے ایک رئیس اعظم اور اس کے نوجوان بیٹے

پراٹھ رہی ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اس کے آڑے آئے اور اس کو چھڑائے۔ اس روح فرسا بلکہ روح پرور منظر سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی عملی تصویر سامنے آ جاتی ہے۔

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضِعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ لَئِنْ كُنَّا لَهُمْ بِالْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ۔

”اور ہم نے چاہا کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں کمزور بنادیا گیا تھا ملک (مصر) میں اور بنادیں انہیں پیشوا اور بنادیں (فرعون کے تاج و تخت کا۔) وارث اور تسلط بخشیں انہیں سرزمین (مصر) میں اور ہم دکھائیں فرعون اور ہامان اور ان کی فوجوں کو ان کی جانب سے (وہی خطرہ) جس کا وہ اندیشہ کیا کرتے تھے۔“ (القصص: ۵-۶)

گھمسان کارن پڑ رہا تھا۔ فریقین کے بہادر جوان اپنی تلواروں سے اپنے مخالفین کی گردنیں اڑا رہے تھے اس حالت میں فرشتے قطار در قطار آسمان سے نازل ہو کر مسلمانوں کی امداد کر رہے تھے صحابہ نے اپنے چشم دید حالات بیان کرتے ہوئے بتایا۔

مجاہدین اسلام غزوہ بدر میں وقوع پذیر ہونے والے چشم دید حالات بیان کرتے ہیں کہ۔

بسا اوقات ہم کسی کافر پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھتے تو ہم دیکھتے کہ پہلی تلوار کے پہنچنے سے پہلے اس کا سر کٹ کر دور جاگتا۔

ابلیس، جو سراقہ بن مالک کی شکل میں اپنے غنڈوں کی امداد کے لئے مصروف پیکر تھا۔ اس کی نظر جب ملائکہ کے دستوں پر پڑی تو چیخ اٹھا۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے وہاں سے بھاگنے میں اس نے اپنی عافیت سمجھی۔ حادثہ بن ہشام نے جب اسے بھاگتے ہوئے دیکھا تو اسے پکڑ لیا اور کہا۔ اے سراقہ! ہمیں جنگ میں دھکیل کر اب کدھر بھاگتے ہو۔ اس نے سمجھا کہ یہ سراقہ بن مالک ہے ابلیس نے اسے گھونسا رسید کیا اور اپنا دامن چھڑا کر رفقہ کر ہو گیا۔ وہ کتا جلد ہا تھا۔

إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۸-۲۸)

”میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا

ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عذاب شدید سے۔“ (۱)

مشرکین نے جب دیکھا کہ ان کا سر گرم معلون میدان جنگ سے بھاگ نکلا ہے تو ان کے

حوصلے پست ہونے لگے۔ ابو جہل کو اس بات کا علم ہوا تو بھاگا بھاگا آیا اور اپنے فوجیوں کو کہنے لگا۔ کہ سراقہ کے بھاگ جانے سے تم پست ہمت مت ہو۔ اس نے تو پہلے ہی مسلمانوں سے ساز باز کر رکھی تھی کہ وہ عین حالت جنگ میں بھاگ کھڑا ہو گا اس طرح دوسرے لوگ بھی بھاگنے لگیں گے وہ چلا گیا ہے تو اچھا ہوا خس کم جہاں پاک ابو جہل نے مزید کما شیبہ۔ عقبہ۔ اور ولید کے قتل ہونے سے بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ اپنی جلد بازی کے باعث مارے گئے ہیں اس میں مسلمانوں کا کوئی کمال نہیں وہ اگر سنبھل کر مقابلہ کرتے تو اپنے حریفوں کو بچھاڑ کر رکھ دیتے۔ ذرا صبر کرو اور ڈٹے رہو۔ دیکھو ہم ان چند سر پھروں کا کس طرح خاتمہ کرتے ہیں۔ یہ تمہارے ایک ہلہ کی تاب بھی نہیں لاسکیں گے۔

فَوَاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ لَا نَرْجِعُ حَتَّىٰ نَقْرِ قَوْمَ مُحَمَّدًا وَاصْحَابَهُ
بِالْجِبَالِ فَلَا الْفَيْنَ رَجُلًا مِّنْكُمْ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَلَكِنْ خُذُوا
أَخْذًا حَتَّىٰ تُعْرَفُوهُمْ سُوءَ صَنِيعِهِمْ مِنْ مُّفَارَقَتِهِمْ إِنَّا كُمْ
وَرَغَبَتِهِمْ عَنِ اللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ۔

”لات و عزیٰ کی قسم! ہم یہاں سے نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ ہم محمد اور ان کے ساتھیوں کو ان پہاڑوں میں منتشر نہ کر دیں تم ان میں سے کسی آدمی کو قتل نہ کرنا بلکہ ان کو گرفتار کر کے رسیوں سے باندھ دینا۔ تاکہ انہوں نے تم سے تعلق توڑ کر اور اپنے خداؤں لات اور عزیٰ سے منہ موڑ کر جو فحش غلطی کی ہے اس پر وہ ندامت کا اظہار کریں۔“ (۱)

ابو جہل کی اس انگلیخت پر مشرکین کے جوش و خروش میں اضافہ ہو گیا۔ وہ بڑھ بڑھ کر مسلمانوں کی صفوں پر حملے کرنے لگے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر دست و عاقل گاہ رب الارض والسماء میں بلند کر کے عرض کی۔

يَا رِبِّ اِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعَصَابَةُ فَلَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا
”اے میرے پروردگار! جان بازو! کا یہ گروہ اگر ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس زمین میں تیری عبادت کبھی نہیں کی جائے گی۔“

فوراً جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے حبیب! ایک مٹھی بھر مٹی لے کر ان ظالموں کی طرف پھینکے سرور دو جہاں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ کو حکم دیا۔
تَاوَلْنِي قَبْضَةً مِّنْ حَصْبَاءِ مِثْمِي بَهْرَ كُنْكَرِيَا اُثْخَا كَرِمْجِي دُو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے وہ کنکریاں لے کر کفار کی طرف پھینکیں۔ اپنے دست مبارک سے کنکریاں پھینکیں اور زبان مبارک سے فرمایا۔

شَاهَتِ الْوُجُوْكَ اَللّٰهُمَّ اَرْعَبْ قُلُوْبَهُمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ
 ”اے اللہ! ان کے چہروں کو بگاڑ دے ان کے دلوں کو مرعوب کر دے
 اور ان کے قدم ڈگمگانے لگیں۔“

چشم زدن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا عجیب منظر تھا۔ مشرکین شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے مڑ کر کسی کی طرف دیکھتے ہی نہیں تھے۔ زرہوں کو بوجھ سمجھ کر انہیں اتار کر پھینکتے چلے جا رہے تھے اور مسلمان شیروں کی طرح ان پر حملے کر رہے تھے کسی کو نہ تیغ کر کے واصل جہنم کر رہے تھے کسی کو اسیر بنا کر رسیوں سے جکڑ رہے تھے۔ ملائکہ بھی مسلمانوں کے ساتھ دوش بدوش کفار کو بے دریغ قتل کرنے میں مصروف تھے۔ (۱)
 جب ان مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی تو رحمت عالم نے اپنے بعض صحابہ کو فرمایا کہ مجھے علم ہے کہ بنی ہاشم کے جو افراد کفار کے ساتھ یہاں آئے ہیں وہ خوشی سے نہیں آئے بلکہ انہیں مجبور کیا گیا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے آروز مند نہ تھے اس لئے تمہیں اگر ان میں سے کوئی ملے تو اس کو قتل نہ کرنا اور جو حفص ابوالمخضریٰ کو پائے وہ اسے بھی قتل نہ کرے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں وہ حضور کا دفاع کیا کرتا تھا نیز شعب ابی طالب کے حصار کو ختم کرانے میں اس نے اولین کردار ادا کیا تھا۔ نیز فرمایا جسے عباس ملیں انہیں بھی قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ خوشی سے نہیں آئے انہیں جبر آلا یا گیا ہے۔

ابو حذیفہ یہ بات سن رہے تھے جو غصہ میں ان کی زبان سے نکل گیا کہ ہم تو اپنے باپوں بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کریں اور عباس ملیں تو انہیں چھوڑ دیں بخدا اگر عباس مجھے مل گئے تو میں ان کے منہ میں تلوار کی لگام ضرور ڈالوں گا۔ وَاللّٰهِ لَئِنْ لَقِيتُهُ لَا لَجْمَ مَنَّةُ التَّيْفِ ان کی بات جب حضور علیہ السلام نے سنی تو حضور نے حضرت عمر کو فرمایا يَا اَبَا حَفْصٍ اَيُّضَابٌ وَجْهٌ عَجَزَ رَسُولِ اللّٰهِ بِالتَّيْفِ اے ابو حفص! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جائے گا۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ! ابو حذیفہ یقیناً منافق ہو گیا ہے مجھے اجازت فرمائیں تو میں اس کا سر قلم کر دوں۔ بے دھیانی میں یہ جملہ حضرت ابو حذیفہ کی زبان سے نکل تو گیا لیکن عمر بھراس پر پچھتاتے رہے۔ آپ کہتے مَا آتَا بِأَمْنٍ مِنْ

تِلْكَ الْكَلِمَةُ الَّتِي قُلْتُمَا يَوْمَ هَذِهِ بَاتِ جَوَاسُ رُوزِ مِيرِي زَبَانِ سَے نکل گئی تھی مجھے اس کے باعث اپنے انجام کے بارے میں خطرہ لاحق ہو گیا ہے دَلَا اَزَالُ خَائِفًا مِنْهَا اِلَّا اَنْ تُكْفِرَهَا عَنِّي الشَّهَادَةُ وہ جملہ جو اس روز میری زبان سے نکلا اس کا مجھے ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے۔ میرے دل کو کبھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ اگر میں شہید ہو جاؤں تو شاید میری شہادت اس گناہ کا کفارہ بن جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا بھی پوری فرمادی جنگ یمامہ میں دشمنان ختم نبوت کا مقابلہ کرتے ہوئے انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں یہ پہلا دن تھا جب میرے دل نواز آقا نے مجھے ابو حفص کی کنیت سے مخاطب فرمایا۔ (۱)

اس امت کے فرعون ابو جہل کی ہلاکت

امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم اور دیگر محدثین نے یہ عبرت ناک سانحہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یوں روایت کیا ہے۔

روز بدر جب میں مجاہدین کی صف میں کھڑا ہوا تھا تو میں نے اپنے دائیں بائیں دونو عمر انصاری جو ان کھڑے دیکھے۔ میں نے خیال کیا کہ بجائے ان کے اگر میری دونوں جانب آزمودہ کار، بہادر اور جنگ جو ہوتے تو بہت بہتر ہوتا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آہستہ سے ان میں سے ایک نو جوان مجھ سے پوچھنے لگا اے عم! ”هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ“ چچا جان کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں۔ میں نے جواب دیا جیسے میں اسے خوب پہچانتا ہوں تمہیں اس سے کیا کام ہے۔ اس نے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ میرے آقا کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَیْنِ رَأَيْتُهُ لَا یَفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَةً
حَتَّى یَمُوتَ اِلَّا نَجَلُ مَنَا۔

”بخدا اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میرا بدن اس کے بدن سے جدا نہ ہوگا
جب تک ہم دونوں میں سے وہ نہ مرجائے جسے مرنے کی جلدی ہے۔“

اس نے ابھی بمشکل اپنی بات ختم کی تھی کہ دوسرے نوجوان نے میری چٹکی لی۔ اور آہستہ سے مجھ سے وہی سوال پوچھا اور وہی بات کہی جو پہلے نوجوان نے کہی تھی اچانک میں نے دیکھا کہ ابو جہل لوگوں کے درمیان چکر لگا رہا ہے۔ اور یہ رجز پڑھ کر انہیں جوش دلارہا ہے۔

مَا تَنْقِهُ الْحَرْبُ الْعَوَانُ مِثِّي بِأَزَلِّ عَامِيْنَ حَدِيثُ سَيِّئٍ

لِيُمَثِّلَ هَذَا وَلَكِنَّنِي أَرْقَى

”یہ شدید جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے۔ میں نوجوان طاقت ور

اونٹ ہوں جو اپنے عنفوان شباب میں ہے میری ماں نے مجھے ایسی جنگوں کے لئے ہی جنا ہے۔“

میں نے انہیں کہا یہ ہے وہ شخص جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے۔ وہ عقابوں کی طرح جھپٹے اور اس پر حملہ آور ہوئے اور اپنی تلواروں کے واروں سے اسے گھائل کر دیا۔ وہ بے حس و حرکت زمین پر جا گرا۔ یہ کارنامہ بجلی کی سرعت سے انجام دینے کے بعد دونوں اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! ہم نے ابو جہل کو ٹھکانے لگا دیا ہے حضور نے پوچھا تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے۔ دونوں نے کہا میں نے اسے قتل کیا ہے حضور نے دریافت کیا جن تلواروں سے تم نے اسے قتل کیا ہے انہیں کپڑے سے صاف تو نہیں کر دیا۔ عرض کی نہیں وہ جوں کی توں ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تلواروں کو ملاحظہ کیا وہ دونوں خون سے رنگیں تھیں اور فرمایا۔ يَكْلَا كَمَا قَتَلَا ”تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔

اسلام کے یہ دو شاہین صفت مجاہد جنہوں نے قریش کے لشکر کے سپہ سالار، دشمن خدا و رسول، امت محمدیہ کے سرکش اور سنگدل فرعون کو موت کی گھاٹ اتارا۔ یہ کون تھے۔ کس ماں کے جائے اور کس باپ کے فرزند تھے اس کے بارے میں کچھ قدرے تفصیل سے بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مدینہ طیبہ کے وہ فرخندہ بخت افراد جنہوں نے مکہ مکرمہ میں حاضر ہو کر رحمت کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست ہدایت بخش پر سب سے پہلے اسلام لائے بیعت کی ان کی کل تعداد چھ یا آٹھ تھی ان میں ایک خاتون بھی تھیں جن کا نام عفراء تھا۔ جو اپنی لازوال قربانیوں، عظیم خدمات اور درخشاں کارناموں کے طفیل اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوئیں انہوں نے دوشادیاں کی تھیں ان کے پہلے شوہر کا نام حارث بن رفاعہ التجاری تھا۔ حضرت عفراء کے بطن سے ان

کے تین فرزند تولد ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ عوف، معاذ اور معوذ یہ تینوں اپنے باپ کے بجائے اپنی عظیم القدر ماں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں انہیں فرزند ان حارث کہنے کی بجائے فرزند ان عفراء کہا جاتا ہے۔

حارث کے بعد اس کی شادی بکیر بن یابل سے ہوئی دوسرے خاوند کے ان کے شکم سے چار فرزند ہوئے جن کے نام ایاس، عاقل، خالد، عامر ہیں۔ حضرت عفراء کے ان ساتوں بیٹوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سب نے حق و باطل کے پہلے معرکہ میں اپنے خالق کریم کے نام کو بلند کرنے کے لئے شرکت کی اور جانبازی کے ایسے کارنامے سرانجام دیئے جن پر ملت اسلامیہ کو بجا طور پر فخر ہے۔ ان میں سے عوف بن عفراء رضی اللہ عنہما کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ ان آٹھ یاچھ انصاریوں میں سے ایک تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں حاضر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اور ان کلیہ واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ جنگ بدر کے آغاز میں یہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یوں عرض پرداز ہوئے۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يُضِيْعُكَ الزَّيْبُ مِنْ عَبْدٍ؟

”یا رسول اللہ! یہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کس بات پر خوش

ہوتا ہے۔ اور اس کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے۔“

فرمایا بندے کا برہنہ سر حالت میں دشمن کے حلقہ میں اپنا ہاتھ گھسیڑ دینا، ایسا عمل ہے جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں۔

یہ ارشاد سننے ہی انہوں نے اپنی زرہ اتار کر پرے پھینک دی تلوار کو بے نیام کیا اور شیر کی طرح گرجتے ہوئے کفار کی صفوں میں گھس گئے۔ داد شجاعت دیتے رہے دشمنان اسلام کو اپنی شمشیر خد اشکاف سے بے تیغ کرتے رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر لیا۔ (۱)

اسی خاتون کے دو فرزند معاذ اور معوذ جو عوف شہید کے سگے بھائی تھے انہیں یہ شرف ارزانی ہوا کہ انہوں نے امت محمدیہ کے فرعون ابو جہل بن ہشام کو جہنم رسید کیا۔

اگرچہ ایک روایت میں معاذ بن عفراء کے بجائے معاذ بن عمرو بن جموح کا نام آیا ہے لیکن علامہ ابن حجر نے ان تمام روایات پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد اپنی تحقیق کا خلاصہ یوں رقم کیا ہے۔

وَأَصَحُّهُمُ مَنْ ذَلِكَ مَا فِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

بْنِ عَوْفٍ فِي قِصَّةِ ابْنِ جَهْلٍ فَضَرَبَهُ ابْنُ عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ

وَهُمَا مُعَاذٌ وَمُعَوِّذٌ-

”یعنی ان سب روایات میں صحیح روایت وہ ہے جو صحیحین میں حضرت عبدالرحمن بن عوف سے ابو جہل کے قتل کے سلسلہ میں مروی ہے حضرت عبدالرحمن نے فرمایا کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اس پر پیچم وار کئے یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور ان دونوں کے نام معاذ اور معوذ ہیں۔“ (۱)

یہ سدا خاندان مردوزن، پیرو جواں، خور دوکلاں عشق حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شراب طور سے سرشار تھے ہر فرد کی زندگی اپنے اندر ایک امتیازی شان رکھتی ہے مادر مریان عفراء اور اس کے فرزندوں کے جذبہ ایمانی کے بارے میں آپ نے پڑھا۔ اب عفراء کی پوتی اور ان کے بیٹے معوذ کی بیٹی ربیع کے عشق نبوت کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمائیے۔ ایک دفعہ ان کے چچا معاذ نے انہیں کھجوروں سے بھرا ہوا ایک طشت دیا اور کہا اے لے جاؤ اور بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جا کر پیش کر دو۔ وہ انھیں سر پر کھجوروں سے بھرا ہوا طشت اٹھایا اور خدمت اقدس میں پیش کیا۔ بندہ نواز آقا نے وہ ہدیہ قبول فرمایا۔ جب ربیع واپس جانے لگیں تو اس کریم نے سونے کا ایک زیور جو بحرین کے والی نے بطور تحفہ بھیجا تھا اپنے جانباز عاشق معوذ کی لخت جگر کو عطا فرمایا اور اسے کہا۔ ”تَحْتَلِي بِهَذَا“ اس زیور کو پہنا کرو۔ (۲)

امام بخاری اور امام ترمذی نے خالد بن ذکوان کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ یہی ربیع فرماتی ہیں کہ جس روز میری شادی ہوئی صبح سویرے میرے آقا میرے ہاں تشریف لائے اور کچھ وقت میرے ہاں تشریف فرما رہے اس وقت خاندان کی بچیاں دف بجا کر چند شعر گاتی رہیں حضرت عمل بن یاسر کے پوتے ابو عبیدہ کہتے ہیں میں نے ربیع سے کہا۔

صِبْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذُرَا سِرْكَرَ كَا حَلِيَّةٍ تَوْبِيَانِ كُرُو-

اس محبہ صادقہ نے اپنے محبوب کریم کا سراپا مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان کر دیا۔ فرمایا

يَا بُنَيَّ لَوْ رَأَيْتَهُ لَرَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً-

”اے میرے بیٹے! اگر تم حضور کا دیدار کرتے تو تم دیکھتے کہ گویا

آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔" (۱)

اس نیک بخت خاتون کو بیعت رضوان میں شرکت کا شرف نصیب ہوا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب جہاد پر تشریف لے جاتے تو غازیانِ اسلام کی خدمت کے لئے ہر غزوہ میں وہ حضور کے ساتھ جاتیں میدانِ جہاد میں زخمی ہونے والے مجاہدین کی مرہم پٹی کرتیں۔ اور حمار داری کے فرائض انجام دیتیں اور شہداء کی میتوں کو مدینہ طیبہ پہنچانے کا انتظام کرتیں۔ ان کے بارے میں ابن سعد نے طبقات کبریٰ میں ایک عجیب واقعہ تحریر کیا ہے وہ بھی سماعت فرمائیے۔

ابو جہل کی ماں اسماء بنت مخزومہ کے حالات بیان کرتے ہوئے علامہ ابن سعد طبقات میں رقمطراز ہیں ربیع دختر معوذ نے کہا کہ عہدِ فداوتی میں میں چند خواتین کی معیت میں ابو جہل کی ماں اسماء بنت مخزومہ کے ہاں گئی۔ اس کا بیٹا عبد اللہ بن ابی ربیعہ جو ابو جہل کا مادری بھائی تھا۔ وہ یمن میں رہتا تھا۔ اور وہاں سے اپنی ماں کی طرف اعلیٰ قسم کا عطر بھیجا کرتا تھا۔ اور وہ اس عطر کو فروخت کرتی تھی ہم بھی اس سے وہ عطر خریدا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ میں شیشیاں لے کر عطر خریدنے اس کے پاس گئی تو اس نے میری شیشیوں میں عطر ڈالا اور ان کا وزن کیا جس طرح میری سیلیوں کی شیشیوں کا وزن کیا پھر اس نے کہا میرا حق جو تمہارے ذمہ ہے وہ مجھے لکھ دو۔ میں نے لکھا۔ کہ ربیع بنت معوذ کے ذمہ اتنا بقایا ہے۔ اسماء میرا اور میرے شہید باپ کا نام سن کر بدکی اور بولی کہ تو اس قاتل کی بیٹی ہے جس نے اپنے مالک کو قتل کیا تھا۔ میں نے کہا نہیں میں اس کی بیٹی ہوں جس نے اپنے غلام کو قتل کیا تھا۔ میرا یہ جواب سن کر وہ کہنے لگی بخدا میں تمہیں کبھی کوئی چیز فروخت نہیں کروں گی۔ میں نے جھٹ جواب دیا بخدا! میں تم سے ہرگز کوئی چیز نہیں خریدوں گی۔ خدا کی قسم! جو عطر تم بیچتی ہو اس میں نہ کوئی خوشبو ہے نہ مہک۔ مجھے ایسے عطر کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ربیع نے کہا اے بیٹی! یہ بات میں نے غصہ سے کہی تھی ورنہ اس کا عطر بہترین عطر تھا۔

ابو جہل کی والدہ اسماء مسلمان ہوئی یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے علامہ ابن حجر نے الاصابہ میں تحریر کیا ہے کہ۔

وَيَقَالُ إِنَّهَا أَسْلَمَتْ وَأَذْرَكَتْ خِلَافَةَ عُمَرَ ذَٰلِكَ أَثْبَتُ.

”کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہوئیں اور انہوں نے حضرت فداوتی عظمیٰ کا

عہد خلافت پایا اور یہ قول زیادہ قوی ہے۔

حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت معاذ نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو جہل تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ میں نے دل میں ٹھان لی کہ میں اس دشمن خدا اور سول کو جہنم رسید کر کے رہوں گا جب مجھے موقع ملا تو میں اپنی تلوار لہراتا ہوا اس پر ٹوٹ پڑا میرے پہلے وار سے اس کی ٹانگ پٹنڈی سے کٹ کر دور جا پڑی۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے جو بعد میں مسلمان ہوئے میری گردن پر تلوار سے وار کیا جس سے میرا بازو کٹ گیا۔ صرف جلد کے ایک تسمہ سے وہ میرے کندھے سے پیوست رہا۔ اور لٹکنے لگا۔ سدا دن میں اس لٹکتے ہوئے بازو سے مصروف پیکار رہا۔ میرا کٹا ہوا ہاتھ میری پشت کے پیچھے لٹک رہا تھا۔ اس کے پیچھے لٹکنے سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ میں نے اسے پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچ لیا وہ جلد کا تسمہ ٹوٹ گیا اور اس سے آزاد ہو کر میں پھر کفہ سے لڑنے میں مشغول ہو گیا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ معاذ کا زخم ٹھیک ہو گیا اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے۔

قاضی زادہ ابن وہب نے روایت کیا ہے کہ جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت معاذ اپنا کٹا ہوا بازو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اس پر لگایا۔ تو کٹا ہوا بازو کندھے کے ساتھ پھر جڑ گیا۔ قاضی عیاض نے شفا شریف میں لکھا ہے کہ ابو جہل کے وار سے دوسرے نوجوان معوذ کا ہاتھ کٹ گیا وہ اسے لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اسے کلانی کے ساتھ جوڑا تو وہ جڑ گیا۔ معوذ دوبارہ نئے عزم کے ساتھ کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں مشغول ہو گئے اور داد شجاعت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ خلعت شہادت سے سرفراز کئے گئے۔ (۱)

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ابو جہل کی لاش تلاش کرنے کا حکم دیا عبد اللہ بن مسعود اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل میں ابو جہل کی لاش کی تلاش میں نکلے ایک جگہ پہنچے تو ابو جہل کو زمین پر گرا ہوا پایا وہ جاں بلب تھا اس کا سدا جسم فولادی زرہ

میں چھپا ہوا تھا اس نے اپنی تلوار اپنی رانوں پر رکھی ہوئی تھی وہ نقاہت کے باعث اپنے کسی عضو کو جنبش نہیں دے سکتا تھا۔ حضرت ابن مسعود نے اسے اس حالت میں دیکھا تو پہچان لیا۔ آپ نے اس کے ارد گرد چکر کاٹا۔ جاکنی کے عالم میں بھی اس کی نخوت کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابن مسعود جب اس کی چھاتی پر چڑھ گئے تو وہ بولا۔

لَقَدْ رَقِيتَ مُرْتَقًّی صَعْبًا یَا ذُو نَبِیِّ الْغَنَمِ

”اے بکریوں کے کتے چرواہے! تو نے بڑے دشوار زینہ پر قدم رکھا

ہے۔“ (۱)

آپ نے اس کے ارد گرد چکر کاٹا۔ اپنی تلوار سے اس کا سر الگ کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر انہیں خیال آیا کہ ان کی تلوار پرانی اور بوسیدہ ہے۔ شاید اس کی گردن نہ کاٹ سکے۔ انہوں نے اپنی تلوار سے اس کے سر پر ضربیں لگانی شروع کر دیں انہیں یاد آ گیا کہ وہ کبھی ان کے بالوں کو کھینچا کرتا تھا۔ تلوار پر اس کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں نے اس سے تلوار کھینچ لی۔ جاکنی کے عالم میں اس نے اپنا سر اٹھایا۔ اور پوچھا۔ یَمِنَ الدَّبَرَةِ؟ فتح کس کو ہوئی۔ میں نے کہا ”بِیْهِ وَرَسُولِهِ“ اللہ اور اس کے رسول کو فتح ہوئی۔ میں نے اسے داڑھی سے پکڑ کر جھجھوڑا اور کہا۔ ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْرَاكَ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اے اللہ کے دشمن تجھے ذلیل کیا۔ میں نے اس کا خود، اس کی گردی سے ہٹایا۔ اور اس پر تلوار کا وار کیا اس کی گردن کٹ کر سامنے جا گری۔ پھر میں نے اس کے ہتھیار زرہ۔ لباس وغیرہ اتار لیا۔ پھر اس کا سر اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لے آیا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ اللہ کے دشمن ابو جہل کا یہ سر ہے حضور نے تین بار فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَاَهْلَهُ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسلام کو اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی۔ پھر حضور سر بسجود ہو گئے۔ پھر فرمایا۔

ہر امت میں ایک فرعون ہوتا ہے امت مسلمہ کافر عون ابو جہل تھا۔ (۲)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابو جہل کے قتل کی اطلاع جب حضور نے سنی تو کہا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَ وَعْدُهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْاَعْرَابَ وَحَدَّكَ۔

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنا

وعدہ سچا کر دکھایا، اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمہارے لشکروں کو شکست دی۔“

ہاتھیں کٹ گئی ہیں۔ سدا جسم زخموں سے چور چور ہے۔ سفر آخرت درپیش ہے حیات مستعار کے صرف چند لمحے باقی ہیں بایں ہمہ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت کلاوا پھوٹ پھوٹ کر ابل رہا ہے۔ اس نے حضرت ابن مسعود پر نگاہ واپس ڈالی اور کہا۔

أَبْلَغُ مُحْتَدًا (عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) إِنِّي لَمَّا أَزَلُّ عَدُوًّا لَّهُ
سَاوَرُ الدَّهْرِ وَالْيَوْمَ أَشَدُّ عَدَاوَةً لَّهُ۔

”اپنے نبی کو میرا یہ پیغام پہنچاؤ تاکہ میں عمر بھر اس کا دشمن رہا ہوں اور

اس وقت بھی ان کے بارے میں میرا جذبہ عداوت بہت شدید ہے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس ازلی بد بخت کا یہ جملہ عرض کیا تو مرشد انس و جاں نے فرمایا کہ جس طرح بد گاہ الہی میں تمام انبیاء سے زیادہ معزز اور مکرم ہوں۔ اور جس طرح میری امت بد گاہ خداوندی میں جملہ امتوں میں سے افضل و اعلیٰ ہے اسی طرح میری امت کافر عوں بھی تمام امتوں کے فرعونوں سے زیادہ سنگدل اور کینہ توز ہے موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کو جب بحر احمر کی موجوں نے اپنے نرغہ میں لے لیا تو وہ کہہ اٹھا۔ اَمَنْتُ اَنْهُ لَا اِلَهَ اِلَّا الَّذِي اَمَنْتُ بِہٖ بَنُو اِسْرَآءِیْلَ کہ میں ایمان لایا کہ اس خدا کے بغیر کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تھے۔

لیکن اس امت کافر عوں جب مرنے لگا تو اس وقت بھی اس کی اسلام دشمنی اور سرکشی میں کمی نہیں ہوئی بلکہ اضافہ ہو گیا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نزاعے انداز ہیں۔ اتنے جنگ آزماؤں نے اس پر تلواروں کے پے در پے وار کئے لیکن یہ نہیں مرا۔ وہ عاجز و بے دست و پا ہو گیا اٹھنے اور جنبش کرنے کی سکت باقی نہ رہی لیکن آخر دم تک اس کے ہوش و حواس سلامت رہے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اس پیکر نضوت و رعونت کو اس شخص کے ہاتھوں واصل بنجھنم کیا جائے جو مالی لحاظ سے کنگال۔ جسمانی لحاظ سے ضعیف و نزاز اور قبیلہ کے لحاظ سے بے یار و مددگار تھا۔ اسلام لانے کے جرم میں ابو جہل اس کے سر کے بال پکڑ کر اسے طمانچہ رسید کیا کرتا۔ گالیاں بکتا اور طرح طرح سے ستایا کرتا تھا۔ اور اس مسکین کلمہ گو میں یہ طاقت نہ تھی کہ کوئی جوابی کارروائی کر سکتا آج وہ

نادار اور نحیف و نراز عبد اللہ بن مسعود اس کی چھاتی پر بیٹھ کر مونگ دل رہا ہے اس کے سر کو ٹھو کریں مار رہا ہے۔ اپنے پاؤں تلے روند رہا ہے۔ اس کا خود اتار کر اس کے ہاتھ سے اس کی شمشیر آبدار چھین کر اس کی گردن کو کاٹ رہا ہے وہ بیہوش نہیں وہ ہوش میں ہے۔ اس تذلیل و رسوائی کا شعور رکھتا ہے۔ لیکن دم نہیں مار سکتا حضرت ابن مسعود اپنے کمزور کلائی والے ہاتھوں سے اس کے سر غرور کو کاٹتے ہیں اسے اٹھا کر حضور پر نور کے نعلین پاک کے نیچے پھینک دیتے ہیں۔ اس فرمان الہی کا عملی اظہار ابو جہل کی عبرت ناک اور المناک موت سے بخوبی ہو رہا ہے

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِينَ آمَنُوا مِنِّيْنَ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلِلْمُفْسِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

حالانکہ ساری عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو اس بات کا علم نہیں۔

(المنافقون: ۸)

مقتل ابو ذات الکرش

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت زبیر بن عوام سے روایت کیا ہے کہ بدر کے دن میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا وہ سر تا پا فولاد میں غرق تھا۔ اس کی دو آنکھوں کے بغیر کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے اپنی کنیت ابو ذات الکرش رکھی ہوئی تھی اس نے مجھے دیکھا تو لٹکار کر کہا۔ ”اَنَا اَبُو ذَاتِ الْكَرْشِ“ کہ میں ابو ذات الکرش ہوں۔ اگر ہمت ہے تو آؤ میرے مقابلہ میں۔ میں نے اپنا نیزہ تاک کر اس کی آنکھوں میں گھونپ دیا اس ایک ضرب سے ہی اس کا کام تمام ہو گیا لیکن نیزہ اس کے سر میں ایسا کھبا کہ بڑی کوشش کے باوجود وہ نہ نکلا آخر میں نے اپنا پاؤں اس کے چرے پر رکھا۔ اور اسے نکالنے کے لئے پورا زور لگایا وہ نیزہ تو اس کی آنکھوں سے نکل آیا لیکن اس کا پھل ٹیڑھا ہو گیا تھا۔

حضرت زبیر کے صاحبزادے حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ یہ نیزہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زبیر سے مانگ لیا انہوں نے پیش خدمت کر دیا حضور کے وصال کے بعد حضرت زبیر نے نیزہ واپس لے لیا ان سے دوبارہ حضرت صدیق اکبر نے اس کا مطالبہ کیا تو انہوں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا صدیق اکبر کی وفات کے بعد آپ نے پھر لے لیا۔ ان سے حضرت فاروق اعظم نے مانگ لیا آپ کی زندگی بھر آپ کے پاس رہا۔ جب حضرت فاروق شہید ہوئے تو پھر حضرت عثمان نے میرے والد سے لے لیا۔ ان کی شہادت تک ان کے پاس رہا۔ پھر سیدنا علی مرتضیٰ نے آپ سے طلب کر لیا۔ جب آپ نے شہادت پائی تو پھر آپ کے خاندان میں ہی رہا۔

ابو البختری بن ہشام کا قتل

ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں ابو البختری کا برتاؤ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کے ساتھ بڑا شریفانہ تھا اس نے کبھی حضور کو اذیت نہیں پہنچائی۔ کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے سرکار کو تکلیف پہنچی ہو۔ حضور انور کے قبیلہ بنی ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور اور مقید کرنے کے لئے رؤساء مکہ نے جو عہد نامہ لکھ کر کعبہ کے اندر محفوظ کر دیا تھا اس کو کالعدم کرانے میں اولین اور اہم کردار اسی نے انجام دیا تھا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مجاہدین کو حکم دیا تھا کہ وہ ابو البختری کو قتل نہ کریں۔ میدان جنگ میں اس کا سامنا مجذر بن زیاد البلوی سے ہو گیا۔ جو انصار کا حلیف تھا۔ انہوں نے ابو البختری کو بتایا کہ حضور نے ہمیں تجھے قتل کرنے سے روک دیا ہے اس کے ساتھ اس کا ایک دوست جنادہ بن یلعج اللیشی بھی تھا جو مکہ سے اس کے ہمراہ آیا تھا۔ ابو البختری نے مجذر سے پوچھا کہ میرے اس دوست کا کیا بنے گا۔ مجذر نے کہا بخدا ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صرف تیرے بارے میں یہ حکم دیا ہے۔ ابو البختری کہنے لگا۔

”لَا وَاللّٰهِ اِذَا لَمْ يَمُوتْ اَنَا وَهُوَ جَمِيعًا“

”بخدا! ایسا نہیں ہو گا اگر مرنا ہے تو ہم دونوں اکٹھے مریں گے تاکہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہہ سکیں کہ میں نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے دوست کو قربانی کا بکرا بنا دیا۔“

ابو البختری نے اپنی تلوار بے نیام کی اور یہ رجز پڑھتا ہوا مجذر پر حملہ کر دیا۔

لَنْ يَتْرُكَ ابْنُ حُرَّةٍ ذَمِيْلَهُ حَتّٰى يَمُوْتَ اَوْ يَزِيْ سَبِيْلَهُ

”کہ کسی آزاد ماں کا بیٹا اپنے دوست کو نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے یا اسے اپنا راستہ نظر آجائے۔“

دونوں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے مجذر نے ابو البختری اور اس کے دوست کو قتل کر دیا۔

عکاشہ بن محسن کی تلوار

حضرت عکاشہ الاسدی رضی اللہ عنہ کفار سے جہاد کرنے میں مستغرق تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی دوڑے دوڑے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے پیارے محبوب! میری تلوار ٹوٹ گئی ہے اب میں کس سے لڑوں۔ سرکار کے پاس ایک لکڑی پڑی تھی وہی اٹھا کر دے دی اور فرمایا۔ قَاتِلْ بِهَذَا يَا عَكَاشَةُ اے عکاشہ اس سے دشمن کے ساتھ جنگ کرو۔

جب عکاشہ نے اسے پکڑ کر لہرایا تو وہ شہنی تلوار بن گئی جو کافی لمبی تھی جس کا لوہا بڑا سخت تھا۔ اس کی رنگت سفید تھی۔ عکاشہ اس کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور انہیں موت کی گھاٹ اتارتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح مبین عطا فرمادی۔ یہ تلوار العون کے نام سے مشہور ہوئی اس کے بعد تمام غزوات میں وہ اسی تلوار سے جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ فتنہ انکار ختم نبوت کے استیصال کے لئے جنگوں کا جو سلسلہ شروع ہوا۔ اس میں بھی یہ پیش پیش رہتے یہاں تک کہ ایک جھوٹے مدعی نبوت طلحہ اسدی نے انہیں شہید کر دیا۔ (۱)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ عکاشہ وہی ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مژدہ سنایا کہ میری امت کے ستر ہزار آدمیوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا تو انہوں نے عرض کی تھی۔ یا رسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان خوش نصیبوں میں کر دے حضور نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ اے اللہ! اسے تو ان میں کر دے۔ (۲)

ذات پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتناء کے یہی معجزات اور کمالات تھے جنہیں دیکھ کر مجاہدین اسلام کے قلوب شیروں سے بھی طاقتور ہو جاتے تھے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جنگ بدر کے ایک دوسرے مجاہد سلمہ بن اسلم بن الحریش کی تلوار بھی اٹھائے جنگ ٹوٹ گئی حضور انور نے انہیں بھی کھجور کی ایک خشک شنی دے دی اور فرمایا اس سے دشمن پر وار کرو انہوں نے جب اس شلخ کو ہاتھ میں لیا تو وہ شمشیر خدا شکاف بن گئی۔ جنگ کے اختتام تک وہ اس سے دشمن پر حملے کرتے رہے اور انہیں موت کی گھاٹ اتارتے رہے۔ یہ تلوار ان کی شہادت کے دن تک ان کے پاس رہی۔

فَلَمْ يَزَلْ عِنْدَهُ حَتَّى قُتِلَ يَوْمَ جِيسَ ابْنِ عَبِيدَةَ
 ”آپ نے واقعہ جسر میں شہادت پائی۔ یہ جنگ عہد فلولی میں حضرت
 ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لڑی گئی۔“ (۱)

حضرت قتادہ کی آنکھ

عاصم بن عمر بن قتادہ اپنے باپ عمر سے اور وہ اپنے باپ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ
 غزوہ بدر میں ان کی آنکھ کو تیر لگا۔ جس سے سارا ڈھیلا ان کے رخسار پر بنے لگا۔ لوگوں نے
 ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ کر الگ کر دیں۔ انہوں نے اس کے بارے میں سرور انبیاء سے پوچھا
 فرمایا ہرگز نہیں۔ حضور نے قتادہ کو اپنے پاس بلایا اپنے دست مبارک سے اس بتے ہوئے
 ڈھیلے کو واپس آنکھ میں ڈال دیا۔ اور اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا۔

وَكَانَ لَا يَذِرُنِي آتَى عَيْنِيهِ أُصِيبَتْ

”انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ان میں سے کون سی آنکھ پھوٹی تھی۔“

ایک روز بھی عاصم حضرت قتادہ کے پوتے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں
 حاضر تھے۔ انہیں عاصم نے یہ واقعہ سنایا۔ اور پھر اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

أَنَا ابْنُ الَّذِي سَأَلَتْ عَلَى الْحَدِ عَيْنُهُ وَرَدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفَى أَيْمَانَهُ

”میں اس مجاہد کا بیٹا ہوں۔ جس کی آنکھ جب اس کے رخسار پر بنے لگی

تھی اور مصطفیٰ کریم کی ہتھیلی نے اسے لوٹا یا تھا۔ اور یہ لوٹانا کتنا ہی بہترین

تھا۔“

جب کفار قریش کے نامور افراد مارے گئے تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور میدان جنگ سے
 بھاگ کر اپنی جانیں بچانا چاہیں۔ مجاہدین اسلام نے جب یہ بھگدڑ دیکھی تو انہوں نے انہیں اپنا
 قیدی بنانا شروع کیا رسیوں سے ایک ایک دود کو باندھنے لگے۔ اسلام کے فتح سپہ سالار صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے عریش سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ چند
 انصاری جان بازوں کے ساتھ اپنے آقا کی حفاظت کے لئے چلق و جوہد کھڑے تھے وہ بھی کفار
 کی افراتفری اور مسلمانوں کا ان کو قیدی بنانے کا مشہدہ کر رہے تھے۔ لیکن ان کے چہرہ پر
 ناگواری کے آثار نمایاں تھے۔ حضور نے فرمایا اے سعد! مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ

تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ کفار کو قیدی بنایا جائے انہوں نے عرض کی۔
 أَجَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَانَتْ هَذِهِ أَوَّلَ مَعْرَكَةٍ أَدْقَعَهَا اللَّهُ
 بِأَهْلِ الشِّرْكِ وَكَانَ الْإِثْمَانُ فِي الْقَتْلِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ
 اسْتِيقَاءِ الزَّجَالِ۔

”بیشک یا رسول اللہ! مجھے یہ بات پسند نہیں۔ یہ پہلا معرکہ تھا جس میں
 اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی اس میں ان کے زیادہ سے زیادہ افراد
 کو موت کی گھاٹ اتارنا میرے نزدیک ان کو زندہ رکھنے سے بہت بہتر
 تھا۔“ (۱)

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب کفار میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے تو میں نے نبی کریم
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ دست مبارک میں تلوار ہے اسے لہرا رہے ہیں اور کفار کا تعاقب
 فرما رہے ہیں۔ اور زبان حق تر جمان سے یہ آیت تلاوت کر رہے ہیں۔
 سَيَهْزُهُمُ الْجَمْعُ وَيَكُونُ الذُّبُوبُ لِلشَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ وَالشَّاعَةُ
 أَذَى وَأَمْرٌ۔

”عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ ان
 کے وعدہ کا وقت روز قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے۔“
 (سورۃ القمر: ۴۵-۴۶)

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے اس آیت کا مفہوم اس روز معلوم ہوا۔
 معرکہ بدر سترہ رمضان المبارک بروز جمعہ وقوع پذیر ہوا۔ صبح کے وقت لڑائی شروع
 ہوئی اور زوال آفتاب تک جاری رہی۔ جب سورج ڈھلنے لگا تو کفار کے قدم اکھڑ گئے اور
 انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ جب فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے قدر غ ہوئے تو
 کسی نے مشورہ دیا کہ۔ (۲)

عَلَيْكَ يَا لَعِينُ لَيْسَ دُونَهَا شَيْءٌ۔

”یا نبی اللہ اب اس تجارتی قافلہ پر ہلہ بول دیجئے اب ہمارے راستہ میں
 کوئی رکاوٹ نہیں۔“

حضور کے چچا حضرت عباس جو اس وقت جنگی قیدی تھے اور ایک رسی سے بندھے ہوئے

تھے جب انہوں نے یہ بات سنی تو یارائے سکوت نہ رہا۔ عرض کی حضور آپ کے لئے یہ مناسب نہیں۔ پوچھا گیا کیوں آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک پر آپ کو غلبہ دینے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ پورا ہو گیا۔ حضور نے فرمایا۔ عباس تم سچ کہتے ہو۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت جیسر بن مطعم کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ رحمت عالم نے فرمایا اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ ان جنگی قیدیوں کے بارے میں سفارش کرتا تو میں ان سب کو فدیہ لئے بغیر رہا کر دیتا۔ مطعم بن عدی نے شعب ابی طالب میں محاصرہ کو کالعدم کرنے کے لئے اہم کردار ادا کیا تھا اس لئے حضور کو ان کی اس خدمت کا پاس تھا۔ (۱)

مختلف ائمہ حدیث امام مسلم نسائی امام احمد نے متعدد صحابہ کرام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنگ سے ایک روز قبل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا معائنہ فرمایا۔ حضور جب گزرتے تو فرماتے۔

هَذَا مَصْرَعٌ فَلَا يَنْ عَدَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ - هَذَا مَصْرَعٌ فَلَا يَنْ
عَدَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ -

”اگر اللہ نے چاہا تو کل اس جگہ فلاں کی لاش گری پڑی ہوگی۔ اگر اللہ نے چاہا تو کل اس جگہ فلاں کی لاش گری پڑی ہوگی۔“

قریش کے رئیسوں کا نام لے لے کر بتایا کہ اس جگہ کل فلاں کی لاش گری ہوگی۔ جنگ کے بعد مسلمانوں نے جب ان مرداروں کا جائزہ لیا تو ہر ایک کو وہاں ہی گرا ہوا پایا۔ جہاں اس کے بدن میں نبی مکرم نے فرمایا تھا۔

قَالَ عُمَرُ فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا أَخْطَأُوا الْحُدُودَ وَالَّتِي
حَدَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

”حضرت عمر نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس نے ہمارے نبی کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا وہ ان حدود سے ذرا آگے پیچھے نہ تھے جہاں حضور نے ان کے بارے میں نشاندہی فرمائی تھی۔“ (۲)

اگرچہ یہ اسلام کے دشمن تھے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ کرام کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا تھا اس کے باوجود حضور نے یہ

برداشت نہ کیا کہ ان کی لاشیں یوں ہی بے گورو کفن پڑی رہیں۔ کتے اور جنگلی جانور ان کو بھجھوڑتے رہیں یا چلیں اور کتے ان کو نوچتے رہیں بلکہ ان سب کی لاشوں کو ایک کنویں میں ڈال کر اسے مٹی سے ڈھانپ دیا گیا۔ یہ بھی حضور کی شانِ رحمت کا ایک جلوہ ہے۔ جس کی نظیر کسی فلاح کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

سب کو اس کنوئیں میں پھینک دیا گیا لیکن امیہ بن خلف کی لاش ایک دن میں ہی سوچ گئی اس نے زرہ پہنی ہوئی تھی اس کو زرہ سے نکالنے لگے تو اس کا گوشت اور ہڈیاں بکھر گئیں اس لئے وہیں پڑا رہنے دیا گیا اور اس پر مٹی اور پتھر ڈال کر ڈھانک دیا گیا۔ (۱)

حضرت ابو طلحہ سے مروی ہے کہ حضور انور کا یہ معمول تھا کہ جب جنگ میں فتح یاب ہوتے تو تین روز وہیں قیام فرماتے اور متعلقہ امور کا تصفیہ فرماتے بدر میں بھی حضور نے تین روز قیام فرمایا تیسرے روز حکم دیا کہ ناقہ پر پالان کسا جائے۔ پھر حضور چل پڑے صحابہ کرام پیچھے پیچھے روانہ ہوئے بعض کہتے ہیں کہ رات کا وقت تھا حضور چل کر اس کنوئیں پر آئے جس میں کفار قریش کی لاشیں ڈالی گئی تھیں کنوئیں کی منڈیر کے پاس کھڑے ہو کر ندا دی۔

يَا آتَاهُ قَهْلٍ - يَا أُمِّيَّةُ بْنُ خَلْفٍ يَا عُسْبَةَ بْنُ رَيْبَعَةَ يَا شَيْبَةَ
بْنَ رَيْبَعَةَ أَيْسَرْتُمْ أَنْتُمْ أَطَعْتُمْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ؟ هَلْ وَجَدْتُمْ
مَا وَعَدَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ حَقًّا فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي
رَبِّي حَقًّا۔

”اے ابو جہل، اے امیہ بن خلف، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ
اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے تو کیا تم آج مسرور نہ ہوتے جو
اللہ اور اس کے رسول نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا اس وعدہ کو تم نے سچا پایا؟
میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے سچا پایا۔“

پھر فرمایا۔

يَسَّ عَشِيرَةُ النَّبِيِّ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ كَذَبْتُمْ بِي وَصَدَقْتَنِي
النَّاسُ، أَخْرَجْتُمُونِي وَأَوَانِي النَّاسُ وَقَاتَلْتُمُونِي وَنَصَرْتَنِي
النَّاسُ۔

”اپنے نبی کے تم بہت برے رشتہ دار تھے۔ تم نے میری تکذیب کی اور

لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھے اپنے گھر سے نکالا اور لوگوں نے مجھے پہنا دی۔ تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی۔“
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! انہیں مرے ہوئے تین دن گزر گئے ہیں۔ آپ آج انہیں نہ افرما رہے ہیں۔ بے روح جسم کیسے گفتگو کر سکتے ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَهُ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ إِنَّهُمْ أَلَانِ يَسْمَعُونَ مَا
أَقُولُ لَهُمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَرُدُّوْا عَلَيْنَا شَيْئًا۔
”جو میں کہہ رہا ہوں۔ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔ وہ اب سن
رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں۔ لیکن وہ جواب دینے کی قوت سے محروم
ہیں۔“

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کفار مکہ اپنی قبروں میں سنتے ہیں۔ تو مسلمان بھی بعد
از وقات بطریق اولیٰ سنتے ہیں۔ لیکن یہاں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی
ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ کہ آپ نے حضرت ابن عمر کی حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کیا وہ کہتی
ہیں۔ کہ حضور نے یہ فرمایا تھا۔

لَا تَعْلَمُونَ الْآنَ۔ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقًّا۔

”یعنی اب ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں جو کچھ انہیں کہا کرتا تھا وہ حق
تھا۔“

یعنی حضور نے ”يَسْمَعُونَ“ نہیں کہا۔ بلکہ ”يَعْلَمُونَ“ کہا۔ حضرت صدیقہ نے اپنے
موقف کی تائید کے لئے ان آیات سے بھی استدلال کیا ہے۔

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ

بیشک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو: اور آپ نہیں سنانے والے جو
قبروں میں ہیں۔ (نمل: فاطر)

علامہ ابن کثیر نے فریقین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اپنا یہ فیصلہ سنایا ہے۔

وَالصَّوَابُ قَوْلُ الْجُمْهُورِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لِلْأَحَادِيثِ

الدَّالَّةِ نَصًّا عَلَىٰ خِلَافِ مَا ذَهَبَتْ إِلَيْهِ رَفِئِ اللَّهُ عَنْهَا

وَأَرْضَاهَا۔

”جمہور صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے علماء کا قول درست ہے
کیونکہ احادیث بطور نص اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حضرت صدیقہ کے
قول کی تائید نہیں کرتیں۔“

یہی علامہ ابن کثیر اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں مذکورہ بالا آیت کی توضیح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں
وَالسَّلَفُ مُجْتَمِعُونَ عَلَىٰ هَذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتْ الْأَثَارُ عَنْهُمْ
بِأَنَّ الْمَدِينَةَ يَعْرِفُ بِزِيَارَةِ النَّبِيِّ لَهُ وَيَسْتَبْشِرُ بِهِ

”کہ علماء سلف کا اس بات پر اجماع ہے اور ان سے ایسے اقوال مروی ہیں
جو درجہ تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں کہ میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچانتی
بھی ہے اور خوش بھی ہوتی ہے۔“

علامہ ابن قیم نے سماع موتی کے متعلق اپنی تحقیق کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں۔

وَالسَّلَفُ مُجْتَمِعُونَ عَلَىٰ هَذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتْ الْأَثَارُ عَنْهُمْ
بِأَنَّ الْمَدِينَةَ يَعْرِفُ بِزِيَارَةِ النَّبِيِّ لَهُ وَيَسْتَبْشِرُ بِهِ

”یعنی سلف صالحین کا سماع موتی پر اجماع اور اتفاق ہے۔ اور ان سے
ایسی روایات مروی ہیں جو درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا
ہے کہ میت کی زیارت کے لئے جب کوئی شخص آتا ہے تو میت کو اس کی
آمد کا علم بھی ہوتا ہے اور اس سے اسے بڑا سرور حاصل ہوتا ہے۔“ (۱)

علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں متعدد احادیث اور اقوال علماء تحریر کرنے
کے بعد لکھتے ہیں۔

وَالَّذِي يَحْصُلُ لَنَا مِنْ مَجْمُوعِ النُّصُوصِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّ
سَمَاعَ الْمَوْتِي ثَابِتٌ فِي الْجُمْلَةِ بِالْأَحَادِيثِ الْكَثِيرَةِ الصَّحِيحَةِ

”تمام نصوص سے ہمیں یہی حاصل ہوتا ہے کہ مرے ہوئے لوگوں کا
سماع ثابت ہے اور اس کے لئے کثیر التعداد صحیح احادیث موجود ہیں۔“

علامہ سید انور شاہ کشمیری کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

أَقُولُ وَالْأَحَادِيثُ فِي سَمْعِ الْأَمْوَاتِ قَدْ بَلَغَتْ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ
وَفِي حَدِيثِ صَحْبَةِ أَبِي عَمِيٍّ وَأَنَّ أَحَدًا إِذَا سَلَوُ عَلَى الْمَدِينَةِ

فَإِنَّهُ يَرْدُّ عَلَيْهِ وَيَعْرِفُهُ إِنْ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا۔

”میں کہتا ہوں کہ سماع موتی کے بارے میں احادیث حدیث کو پہنچی ہوئی ہیں اور حضرت ابو عمر سے یہ حدیث صحیح مروی ہے کہ جب کوئی شخص میت کو سلام کہتا ہے تو وہ اسے اس سلام کا جواب دیتا ہے اور اگر دنیا میں وہ اس کو پہچانتا تھا تو اس وقت بھی وہ اسے پہچان لیتا ہے۔“ (۱)

مسند میں امام احمد نے حضرت ام المومنین صدیقہ سے باسناد حسن روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ بعینہ وہی ہیں جو حدیث ابی طلحہ میں مذکور ہیں۔
مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعِهِمَا أَقُولُ مِنْهُمَا۔

جو میں کہہ رہا ہوں تم اسے ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔
امام احمد نے اس روایت کی سند کے بارے میں کہا ہے کہ اسناد حسن۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین نے دوسری روایت اکابر صحابہ سے سننے کے بعد اپنے پہلے قول سے رجوع فرمالیا۔ (۲)

طالب حق کے لئے اتنے اشارات ہی کافی ہیں۔ میں اس مقام پر اس بحث کو مزید طول نہیں دینا چاہتا مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں ضیاء القرآن جلد سوم سورہ الروم آیت ۵۲ صفحات ۵۸۳ تا ۵۹۰

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے جذبہ ایمان کی آزمائش

حضرت ابو حذیفہ کا شمار ان چند سعداء میں ہوتا ہے جنہوں نے ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت حقہ کو اس وقت دل و جان سے قبول کر لیا تھا۔ جب کہ ابھی دارار قم کو اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مرکز بننے کا شرف نصیب نہیں ہوا تھا۔ آپ مکہ کے سربراہ اور وہ خاندان کے چشم و چراغ تھے آپ عتبہ بن ربیعہ کے بیٹے تھے وہ عتبہ جو خاندانی وجاہت، دولت و ثروت کے علاوہ اپنی عقل و دانش اور اپنے ذاتی فضائل کے اعتبار سے قریش کے جملہ خاندانوں میں ایک نمایاں مقام رکھتا تھا۔ لیکن ان جملہ خوبیوں اور صفات کے باوجود اسلام اور نبی اسلام

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پرلے درجہ کا دشمن تھا۔

اگرچہ اس کی عداوت میں ابو جہل کا نہ تھا تعصب اور اکھڑ پن اور عقبہ بن ابی معیط جیسے کفار کی کمینگی اور دناست نہ تھی اس کا شمار مکہ کے زیرک، دانشمند اور عاقبت اندیش سرداروں میں ہوتا تھا لیکن اسلام کی بدخواہی میں وہ کسی سے پیچھے نہ تھا۔

اسلام کے شاہیں نے اس خانوادہ سے جہاں دولت، ریاست، شہرت اور دین حق سے عداوت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی ابو حذیفہ کو تا کا اسے چھٹا اور آغوش نبوت میں ڈال دیا۔ باپ چچا بھائی سارے خاندان کا ہر فرد لات و ہیل کا پرستار اور اس کی سطوت و عظمت کا پاسبان بنا ہوا تھا ایسے خاندان کے ایسے محترم سردار کے بیٹے کا ان کے معبودوں کی خدائی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دینا کوئی معمولی سانحہ نہ تھا۔ اس سے سارے قبیلہ میں کھرام برپا ہو گیا۔ کون سی ایسی کوشش اور حیلہ تھا جو انہوں نے اپنے خاندان کے ایک اہم فرد کو اپنے حلقہ میں واپس لانے کے لئے استعمال نہ کیا۔ پیدائش سے اب تک جس ناز و نعم کا وہ خورگ تھا ساری بسلطہ الٹ دی گئی۔ محرومیوں اور مایوسیوں نے ابو حذیفہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ اسے ہر وقت ستایا جاتا۔ نت نئی اذیت سے اس کا دل دکھایا جاتا لیکن اس مرد حق پسند کی استقامت میں ذرا برابر فرق نہ آیا۔ جب مکہ کی سرزمین تنگ ہو گئی تو پہلے اس نے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں کئی سال تک غریب الوطنی کے چر کے برداشت کئے ان کی رفیقہ حیات بھی حزن و الم سے بھرپور جلاوطنی میں ان کے ساتھ رہی اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں ایک فرزند عطا فرمایا جس کا نام اپنے محبوب کریم کے اسم گرامی کے مطابق محمد رکھا۔ اس طرح اپنے قلب حزین کی تسکین کا سلمان فراہم کر لیا چند سال بعد حبشہ سے مکہ واپس آئے یہاں کی فضا انہیں برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھی ان کے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ہجرت فرمائی تو یہ بسہ فتراک و فاپھر اپنے اہل و عیال کو لے کر مرکز دین و ایمان مدینہ طیبہ میں آکر آباد ہو گیا۔ یہاں انہیں اپنے محبوب آقا کی دید کی سعادت نصیب ہو جاتی تھی۔ یہی چیز ان کے بے تاب دل اور بے قرار نگاہوں کے لئے تسکین و اطمینان کا سب سے بڑا ذریعہ تھی جرم عشق میں تیرہ چودہ سال کا عرصہ گونا گوں اذیتیں، سستے سستے جذبہ عشق جواں ہو گیا۔ اسی اثناء میں غزوہ بدر پیش آیا وہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے اپنے حبیب مکرم کی معیت میں میدان بدر کی طرف روانہ ہوئے یہاں انہیں دو مزید آزمائشوں سے گزرنا پڑا وہ دونوں آزمائشیں اتنی بھینک اور سخت تھیں کہ اگر ان سے پہاڑوں کو بھی آزمایا جاتا تو وہ ہول امتحان سے ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن یہ ان کے رب کریم

کی توفیق اور ان کے ایمان کی بے پایاں قوت تھی جس کے باعث وہ ان دونوں امتحانوں میں سرخرو ہو کر نکلے۔

پہلی آزمائش کا انہیں اس وقت سامنا کرنا پڑا جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مقتول کفار کی لاشوں کو ایک پرانے گڑھے میں پھینک دینے کا حکم دیا وہ لاشیں تھسیٹ کر لائی جلدی تھیں اور اس گڑھے میں پھینکی جا رہی تھیں اسی اثناء میں ان کے باپ عتبہ کی لاش لائی گئی جس کو حضرت حمزہ کی تلوار جو ہر دار نے دو لخت کر کے زمین پر پھینک دیا تھا اسے بھی اس گڑھے میں لڑھکا دیا گیا۔ یہ منظر ابو حذیفہ کے لئے بڑا حوصلہ شکن اور صبر آزمائیاں کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا دوسرا جاد رہا تھا۔ ان کی اس کیفیت کو حضور نے ملاحظہ فرمایا ان کے دل میں غم و اندوہ کا جو طوفان برپا تھا۔ اس پر آگاہی پاتے ہی سرکارِ دو عالم نے انہیں جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا۔

يَا أَبَا حُذَيْفَةَ كَعَلْتُ قَدْ دَاخَلَكَ مِنْ شَأْنِ أَبِيكَ شَيْءٌ ۖ

”اے ابو حذیفہ! اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر تمہارے دل میں کچھ خیال تو پیدا نہیں ہو گیا۔“

اس سراپا ادب و نیاز غلام نے عرض کی۔

لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا شَكَّكْتُ فِي أَبِي وَلَا فِي مَصْرَبِهِ
وَلَكِنْ كُنْتُ أَعْرِفُ مِنْ أَبِي رَأْيًا وَجِلْمًا وَقَضًا وَقَدْ كُنْتُ
أَرْجُو أَنْ يَهْدِيَهُ ذَلِكَ إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَمَّا رَأَيْتُ مَا أَصَابَهُ
وَذَكَرْتُ مَا مَاتَ عَلَيْهِ مِنَ الْكُفْرِ بَعْدَ الَّذِي كُنْتُ أَرْجُو أَلَهُ
أَحْزَنَنِي ذَلِكَ۔

”یا رسول اللہ! بخدا مجھے اپنے باپ اور اس کے انجام کے بارے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن میں اپنے باپ کو صاحبِ رائے۔ حلیم اور اچھی صفات کا مالک خیال کرتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس کی یہ خوبیاں اسے اسلام کی طرف لے آئیں گی۔ جب میں نے اس کے انجام کو دیکھا اور حالت کفر میں اس کے مرنے کو دیکھا تو اس بات کا مجھے بہت دکھ ہوا۔“ (۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ کا یہ جواب سن کر انہیں اپنی دعائے خیر سے نوازا۔

دوسری آزمائش جس سے انہیں دوچار ہونا پڑا وہ اس سے بھی سنگین تر تھی اور اسی غرور کے دوران انہیں پیش آئی اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جب میدان جنگ میں گھمسان کارن پڑ رہا تھا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ بنو ہاشم کے جو افراد لشکر کفار کے ساتھ یہاں آئے ہیں وہ اپنی مرضی سے نہیں آئے بلکہ انہیں زبردستی لایا گیا ہے اگر ان میں سے کوئی تمہارے سامنے آئے تو اسے قتل نہ کرنا نیز فرمایا اگر ابو بکر بنی سہمی کسی کے دو بدو ہو تو اسے بھی قتل نہ کیا جائے اور جو شخص عباس بن عبدالمطلب کے مد مقابل آئے تو وہ انہیں بھی قتل نہ کرے کیونکہ انہیں بھی جبراً ساتھ لایا گیا ہے۔

ابو حذیفہ جن کا باپ عتبہ، چچا شیبہ، بھائی ولید مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے انہوں نے جب یہ ارشاد نبوی سنا تو وہ اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا۔

نَقَعْتُ اَبَاءَنَا وَاِخْوَانَنَا وَعَشِيرَتَنَا وَنَتَرْتُ الْعَبَّاسَ؟ وَاللّٰهِ
لَئِنْ لَقِيتُهُ لَا لَجُمْتُهُ بِالسَّيْفِ۔

”ہم تو اپنے باپوں۔ بھائیوں۔ قریشی رشتہ داروں کو نہ تیغ کر دیں اور عباس کو کچھ نہ کہیں انہیں چھوڑ دیں یہ کیسے ممکن ہے بخدا اگر میرا مقابلہ عباس سے ہوا تو میں اپنی تلوار سے ان کے منہ میں لگام دوں گا۔“

ابو حذیفہ کی یہ بات جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنی تو حضور نے حضرت عمر کو فرمایا۔

يَا اَبَا حَفْصٍ! اَيُضْرَبُ وَجْهُ عَقِيْرٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ بِالسَّيْفِ
”اے اباحفص! کیا اللہ کے رسول کے چچا کے چہرہ پر تلوار سے ضرب لگائی جائے گی۔“

حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اجازت فرمائیے میں ابو حذیفہ کی گردن اڑا دوں بخدا وہ منافق ہو گیا ہے۔

حضرت ابو حذیفہ کی زبان سے تند جذبات کی رو میں بہتے ہوئے یہ جملہ نکل تو گیا۔ لیکن عمر بھراس پر پریشان رہے اور اظہار افسوس کرتے رہے۔ کہا کرتے۔

مَا اَنَا بِاَمِيْنٍ مِّنْ تِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي قُلْتُهَا يَوْمَئِذٍ وَلَا اَزَالُ

مِنْهَا خَائِفًا إِلَّا أَنْ تُكْفِرَ هَهَا عَنِّي الشَّهَادَةَ۔

”میں نے اس دن جو بات کہی تھی میں اس کے انجام سے اب تک ترس رہا ہوں۔ اس کے اثر بد سے میری رہنمائی کی ایک ہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا شرف عطا فرمادے تاکہ راہ حق میں میری شہادت میرے اس گناہ کا کفارہ بن جائے۔“ (۱)

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تمنا کو پورا کیا عقیدہ ختم نبوت کے باغی مسلحہ کذاب کے خلاف جنگ کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَزَاكَ عَنَّا دَعِينِ الْإِسْلَامَ خَيْرَ الْمَجْزَاءِ

جس شخص کی آنکھوں کے سامنے اس کے باپ، چچا اور بھائی کو بیک وقت تیغ کر دیا گیا ہو۔ اس کا رنجیدہ خاطر ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ بشری فطرت کے یہ ایسے شدید تقاضے ہیں جن سے دامن بچانا ناممکن نہیں تو از بس مشکل ضرور ہے ان حالات میں حضرت ابو حذیفہ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا قطعاً محل تعجب نہیں لیکن جو نئی انہیں ہوش آیا تو انہیں اپنی اس غلطی کا اتنا شدید احساس ہوا کہ دن رات پریشان رہتے تھے انہیں ہر وقت کھٹکا لگتا تھا کہ مبادا اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہو۔ اور ان کی شمع ایمان ہی بجھا دی جائے اگر ایسا سانحہ رو پذیر ہوا تو ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی وہ اکثر سوچتے تھے کہ اس گناہ کبیرہ کا کفارہ ادا کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے انہیں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کا موقع مل جائے۔ جب ابو جہل کو گھسیٹ کر اس کنوئیں میں پھینکا جانے لگا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آج ابو طالب زندہ ہوتے تو جان لیتے کہ ہماری تلواریں مشرکین کے سرداروں کے ساتھ ٹکرائی ہیں۔

اس ارشاد میں ان اشعار کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ابو طالب نے کہے تھے۔

كَذَبْتُمْ دَبِيتَ اللَّهِ تُخَلِّي مُحَمَّدًا وَلَكِنَّا نُنْظَرُ عَنْ حَوْلِهِ وَنُنَاضِلُ

”خانہ خدا کی قسم تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور آپ کے ارد گرد گھیرا ڈال کر ہم نیزوں اور تلواروں سے جنگ نہیں کریں گے۔“

وَسَلِّمُهُ حَتَّى نَصْرَهُ حَوْلَهُ وَنَذْهُلُ عَنْ ابْنَاءِ نَادِ الْخَلَائِلِ

”اور ہم آپ کو ان کے سپرد کر دیں گے اس سے پیشتر کہ ہماری بلائیں آپ کے ارد گرد بکھری پڑی ہوں اور ہم اپنے بچوں اور بیویوں سے بے خبر ہو گئے ہوں۔“

وَاَنَا لَعَنُ اللّٰهَ اِنْ جَدَّ مَا اَرٰى كَلْتَلَيْسَنَّ اَسِيًّا فَنَابَا لَدِمَا ثَلَبُ
 ”اور مجھے اللہ کی قسم! جو میں دیکھ رہا ہوں اگر وہ پروان چڑھا تو ہماری تلواریں ان کے سرداروں کے جسموں کو کاٹ رہی ہوں گی۔“

مشرکین کے ستر مقتولوں میں چند وہ آدمی بھی تھے جنہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو وہ دوسرے صحابہ کرام کی طرح ہجرت نہ کر سکے ان کے خاندان والوں نے انہیں ہجرت کرنے سے روک دیا یہاں تک کہ جب جنگ بدر کی نوبت آئی تو وہ لشکرِ کفار میں شریک ہو کر میدانِ بدر میں پہنچے اور قتل ہوئے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَقَّعُوْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْنَ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ
 قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعِفِیْنَ فِی الْاَرْضِ
 قَالُوْا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاَسْعٰۤةً فَمَآ جِئُوْا فِیْهَا قَالُوْا لَیْسَ
 مَا دُوْرُهُمْ جَهَنَّمَ وَاَسْءَلَتْ مَصِیْرًا۔

”بیشک وہ لوگ کہ قبض کیا ان کی روحوں کو فرشتوں نے اس حال میں کہ وہ ظلم توڑ رہے تھے اپنی جانوں پر فرشتوں نے انہیں کہا کہ تم کس شغل میں تھے (معذرت کرتے ہوئے) انہوں نے کہا ہم تو بے بس تھے زمین میں۔ فرشتوں نے کہا کیا نہیں تھی اللہ کی زمین کشادہ تاکہ تم ہجرت کرتے اس میں یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم بہت بری پلٹ کر آنے کی جگہ ہے۔“ (سورۃ التبا: ۹۷)

مکہ میں کھرام مچ گیا

ابو جہل کی قیادت میں اہل مکہ کا جو لشکر اپنے تجملاتی قافلہ کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانے کے لئے نکلا تھا۔ اسے کافی دن گزر چکے تھے۔ اہل مکہ اپنے لشکر کے انجام کے بارے

میں جاننے کے لئے سخت بے چین تھے وہ شہر سے باہر نکل کر کسی قاصد کا انتظار کرتے رہتے جس روز مسلمانوں نے میدان بدر میں کفار کو شکست فاش دی اسی روز ایک ہاتف کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا گیا اس کی آواز سنائی دے رہی تھی لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

أَزَادَ الْخَنَفِيُّونَ بَدَارًا وَ قِيَعَةً سَيَنْقُضُ مِنْهَا زَكْنَ كَسْرَى قِصْرًا
کیا ملت حنیفیہ کے پیروکاروں نے بدر کے واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ
یہ ایسا سانحہ ہے جس نے کسری اور قیصر کے محلات کی دیواروں کو گرا دیا ہے۔
أَبَادَتْ رِجَالًا مِّنْ لُّؤَيٍّ وَابْرَزَتْ خَرَائِدَ يَضْرِبْنَ التَّرَائِبَ حُسْرًا
اس سانحہ نے لؤئی خاندان کے بہت سے مردوں کو ہلاک کر دیا اور
بہت سی پردہ دار خواتین کو اس حالت میں ظاہر کر دیا کہ وہ اپنی ننگی
چھاتیوں کو پیٹ رہی تھیں۔

فَيَا دَائِمٍ مِّنْ أَمَلَى عَدُوِّ مُحَمَّدٍ لَقَدْ جَارَعَنَ قَصْدُ الْهُدَى قَحْطًا
پس کتابد بخت ہے وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے اس
نے ہدایت کے درمیانی راستہ کو ترک کر دیا اور حیران و سرا سیمہ ہو گیا۔

سننے والوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ یہ حنیفیوں کون ہیں کسی نے بتایا کہ وہ محمد
(علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان کے صحابہ ہیں۔ کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ حضرت
ابراہیم حنیف کے مذہب پر ہیں یہ وہی دن تھا جس دن مسلمانوں نے کفار مکہ کی رعونت کا کچور
نکال دیا تھا۔

یہ اشعار سن کر اہل مکہ کی سرا سیمگی کی حد نہ رہی میدان جنگ سے سب سے پہلے جو شخص مکہ
پہنچا وہ الحیسمان بن ریاس الخزاعی تھا۔ (جو بعد میں مشرف باسلام ہو گیا) لوگوں نے جب
اسے دیکھا تو بڑی بے تابی سے پوچھا۔ ”مَا دَرَاؤُكَ“ یعنی تم اپنے پیچھے کیا چھوڑ آئے ہو۔
لڑائی کا کیا نتیجہ نکلا۔ اس نے کہا۔ عتبہ شیبہ پسران ربیعہ۔ ابو الحکم بن ہشام (ابو جہل) امیہ
بن خلف، زمعہ بن اسود، نبیہ اور منبہ پسران حجاج، ابو البخری ان کے علاوہ کئی دیگر رؤساء
قریش جنگ میں مارے گئے ہیں صفوان بن امیہ اس وقت حجر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے یہ اعلان
سنا تو کہنے لگا یہ پاگل ہو گیا ہے۔ اس کے ہوش و حواس اڑ گئے ہیں اس سے میرے بارے میں
پوچھو وہ اسی قسم کا بے سرو پا جواب دے گا۔ لیکن جب الحیسمان سے صفوان کے بارے
میں پوچھا گیا تو اس نے کہا وہ سامنے حجر میں بیٹھا ہوا ہے بخدا میں نے اس کے باپ اور بھائی کی

لاشوں کو ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضرت ابورافع جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کا غلام تھا۔ اسلام کی روشنی ہمارے گھر میں داخل ہو چکی تھی حضرت عباس اور ان کی اہلیہ حضرت ام الفضل نے اسلام قبول کر لیا تھا حضرت عباس کا کلہو بارہمست پھیلا ہوا تھا ان کی رقبے بہت سے لوگوں کے ذمہ واجب الادا تھیں اس لئے وہ اپنی قوم کی کھل کر مخالفت نہیں کر سکتے تھے کہ کہیں وہ ان کی رقبے دبا نہ لیں۔ ابولسب بھی لشکر کفار کے ساتھ نہیں گیا تھا بلکہ مکہ میں رہ گیا تھا۔ اس نے جب شکست کی یہ اندوہناک خبر سنی۔ تو اس کے غم و اندوہ کی حد نہ رہی۔ لیکن ہمیں (ابورافع) ان کی اس شکست سے بڑی مسرت حاصل ہوئی اور ہم اپنے آپ کو بہت طاقتور محسوس کرنے لگے۔

ابورافع کہتے ہیں۔ کہ میں زمزم کے حجرہ میں تیرہ بتایا کرتا تھا ایک روز میں اپنے حجرہ میں بیٹھا تیرہ بندہ تھا اور ام الفضل بھی وہاں بیٹھی تھیں اتنے میں اپنے پاؤں کھینٹتے ہوئے ابولسب وہاں آگیا اس کے چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ حجرہ کے ایک کونہ میں آکر بیٹھ گیا اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی اچانک لوگوں نے کہا یہ ہے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔ ابھی ابھی میدان جنگ سے واپس آیا ہے۔ ابولسب بولا۔ اے بھتیجے۔ ادھر آؤ اور مجھے بتاؤ کہ وہاں تم پر کیا گزری۔ دوسرے لوگ بھی تازہ حالات سننے کے لئے ابوسفیان کے ارد گرد جمع ہو گئے اس نے جنگ کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا۔

وَاللّٰهُ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ لَّقَيْنَا الْقَوْمَ فَمَنْحَنَاهُمْ اَلْتَفَنَّا يَقْتُلُوْنَ
كَيْفَ شَاءُوْا وَيَا سِرُّوْنَا كَيْفَ شَاءُوْا۔

”بخدا حالات جنگ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہماری مسلمانوں سے ٹکرا ہوئی تو ہم نے اپنے کندھے ان کے سامنے کر دیئے پھر جس طرح ان کی مرضی تھی وہ ہمیں یہ تیغ کرتے گئے اور جس طرح ان کی مرضی تھی وہ باقی ماندہ لوگوں کو اسیر بناتے گئے۔“

بخدا بایں ہمہ میں ان کی ملامت نہیں کرتا۔ کیونکہ ہمارا مقابلہ سفید لباس میں ملبوس ان لوگوں سے ہوا جو اہل حق گھوڑوں پر سوار تھے اور زمین و آسمان کے درمیان صفیں باندھے کھڑے تھے ایسے لوگوں سے مقابلہ کرنے کی جرأت ہو سکتی تھی۔
ابورافع کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں نے کہا خدا کی قسم! یہ فرشتے تھے۔

ابو لہب میری بات سن کر غصہ سے لال پیلا ہو گیا اس نے ایک زوردار طمانچہ میرے منہ پر رسید کیا پھر اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا اور میری چھلتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور مجھے گھونے مارنے لگا میں دبلا پتلا کمزور آدمی تھا۔ ام الفضل سے اپنے غلام کی یہ رسوائی دیکھی نہ جاسکی۔ وہ انھیں ایک چوب اٹھائی اور اس کے سر پر دے ماری۔ اس کے باعث اس کا خون بہنے لگا۔ ام الفضل نے ابو لہب کو جھڑکتے ہوئے کہا اس کا مالک یہاں موجود نہیں اسی لئے تو نے اسے کمزور سمجھ لیا ہے۔ میں تمہارا دماغ درست کر دوں گی چنانچہ ابو لہب ذلیل و خوار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

مقتولین بدر پر اہل مکہ کا نوحہ اور ماتم

اہل مکہ کو جو نہی اپنے عزیز واقارب کے مقتول ہونے کے اطلاعیں ملیں گھر گھر صفا ماتم بچھ گئی ہر طرف سے گریہ و زاری، آہ و فغان کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ دلدوز اور جگر سوز چیخوں نے مکہ کی ساری فضا کو سو گوار بنا دیا۔ عورتوں نے اپنے سروں کے بال منڈوا دیئے اپنے مقتول عزیز کی سواری کے جانور کو لے آئیں اور اس کے ارد گرد حلقہ باندھ کر کھڑی ہو جاتیں اور سینہ کو پی کرتیں۔ پھر اس جانور کو گھوڑا ہوتا یا اونٹ لے کر گلیوں میں گھومتیں اور نوحہ و فریاد کرتیں۔ بالوں کو نوچتیں منہ پر طمانچے مارتیں۔ سینہ کو پی کرتیں اور گریباں پھاڑ ڈالتیں۔ یہ شرمناک سلسلہ ایک ماہ تک جاری رہا۔ (۱)

انہوں نے ان گھوڑوں اور اونٹوں کی کوئی بچیں کاٹ دیں وہ سب قیمتی جانور تڑپ تڑپ کر بھوکے پیاسے ہلاک ہو گئے۔ ایک ماہ بعد انہیں ہوش آیا کہ ہماری اس گریہ و زاری اور نوحہ گری سے تو مسلمان خوش ہو رہے ہوں گے اس لئے ہمیں ایسی حرکتوں سے باز آ جانا چاہئے جن سے ہمارے دشمنوں کو خوشی ہو۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ آج کے بعد کوئی بھی اپنے مقتول پر آہ و فغان نہیں کرے گا انہوں نے یہ بھی طے کیا کہ اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے وہ کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے ورنہ مسلمان ان سے گراں بہا فدیہ ادا کرنے کا مطالبہ کریں گے۔ تم اپنے اسیروں کو بالکل فراموش کر دو۔ مسلمان کب تک ان کے خورد و نوش کا بوجھ اٹھائیں گے تنگ آ کر خود بخود انہیں رہا کر دیں گے۔

اسود بن مطلب کے دو جواں لڑکے زمعہ اور عقیل اور ایک پوتا حارث بن زمعہ اس جنگ

میں مدے گئے تھے وہ رورو کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ قوم کے اجتماعی فیصلہ کے باعث وہ اس بات کا پابند تھا کہ اپنے قلبی حزن و ملال کا کسی طرح اظہار نہ کرے اچانک ایک رات کسی رونے والی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی اس کی اپنی بیٹلی جاتی رہی تھی اس نے اپنے غلام کو آواز دی کہ جاؤ اور معلوم کرو کہ کیا قریش نے اپنے مقتولوں پر آہ و بکا کی، رونے پینے کی اجازت دے دی ہے تاکہ میں بھی روپیٹ کر اپنے بیٹے ابو حکیمہ (زمعہ) کے قتل کے غم کو ہلکا کر سکوں۔ غلام دوڑا ہوا گیا اور واپس آ کر اس نے اپنے مالک کو بتایا کہ وہ تو ایک عورت رورہی تھی جس کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا۔ یہ سن کر اسود کے زخم خوردہ دل میں جذبات کا طوفان برپا ہو گیا اور فی البدیہہ اس نے یہ شعر نظم کئے۔

تَبَيَّنَتْ أَنْ أُضِلَّ لَهَا بَعِيرٌ وَيَمْتَعَهَا مِنَ التَّوْهِمِ السَّهْوُ

”وہ اس بات پر رورہی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی اسے سونے نہیں دیتی۔“

فَلَا تَبَيَّنَتْ عَلَيَّ بَكْرٌ وَلَكِنْ عَلَى بَدْرٍ نَقَا صَوْتِ الْجَدُّوْدِ

”اے کہو کہ اونٹ کے گم ہونے پر نہ روئے اور اگر رونا ہے تو سانحہ بدر پر روئے جب ہماری قسمتوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا۔“

وَبَيَّنَتْ إِنْ بَكَيْتَ أَبَا عَقِيلٍ وَبَيَّنَتْ حَارِثًا أَسَدَ الْأَسْوَدِ

”اگر تم رونا چاہتی ہو تو عقیل اور حادث کے قتل پر رو۔ جو شیروں کے شیر تھے۔“

وَبَيَّنْهُمْ وَلَا تَسَيَّ جَمِيعًا وَمَا لِي فِي حَكِيمَةٍ مِنْ نَدِيدٍ

”ان سب پر روؤ لیکن ان سب پر فخر نہ کرو۔ ابی حکیمہ (اس کے بیٹے زمعہ کی کنیت) کا تو کوئی ہمسرہ ہی نہیں۔“

الْأَقْدَسَادُ بَعْدَهُمْ رِجَالٌ وَلَوْلَا يَوْمَ بَدْرٍ لَمْ يَسْوُدْ

”اب ایسے لوگ ہمارے سردار بن گئے ہیں کہ اگر جنگ بدر کا حادثہ پیش نہ آتا تو وہ ہرگز سردار نہ بن سکتے۔“

ایک دفعہ اسود کی اذیت رسانوں سے تنگ آ کر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بدر گاہ الہی میں اس کے بدے میں عرض کی تھی۔

يَا نَ يُعَيِّ اللَّهُ بَصْرَهُ وَيَشْكَلَ وَلَدَهُ

”الہی! اس کو رہا کر دے اور یہ اپنے بیٹوں کی موت پر روئے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی اس درخواست کو قبول فرمایا پہلے اس کی آنکھیں میٹائی سے محروم کر دی گئیں اور جنگ بدر میں اسے اپنے تین جواں سال بچوں کے قتل ہونے پر ماتم کرنا پڑا۔ (۱)

انتقام خداوندی اور ابولہب کی ہلاکت

جنگ بدر میں ان کی رسوا کن شکست پر ابھی ایک ہفتہ بھی بمشکل گزرا تھا کہ اللہ کے عذاب نے ابولہب کو آپڑا۔ اسے ایک خطرناک پھنسی نکل آئی جسے عرب بہت منحوس سمجھتے تھے۔ اور اس سے بہت خوفزدہ رہتے تھے ان کے نزدیک یہ ایک متعدی پیلری تھی جب ابولہب کے بیٹوں کو پتہ چلا کہ ان کے باپ کو یہ خطرناک اور منحوس پھنسی نکل آئی ہے تو انہوں نے اس کے پاس آنا جانا ترک کر دیا چنانچہ وہ تنہا اس کی اذیت اور درد سے کئی روز تک ترہتا رہا اور بیکسی اور کسمپرسی کی موت مر گیا۔ تین دن تک اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ مکہ کے اس رئیس اعظم کو دفن کرنے کی بھی کسی نے زحمت گوارا نہ کی جب اس کی لاش پھول کر پھٹ گئی۔ تو اس کی بدبو سے سارے اہل محلہ کے دماغ پھٹنے لگے۔

امام بیہقی دلائل الثبوت میں لکھتے ہیں ایک شخص نے اس کے بیٹوں کے پاس آکر انہیں ملامت کی کہ بد بختو! تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارے باپ کی لاش سے بدبو آرہی ہے اور تم اسے دفن بھی نہیں کرتے انہوں نے کہا ہمیں ڈر ہے کہ کہیں یہ پیلری ہمیں بھی نہ لگ جائے۔ (۲) بدنامی کے خوف سے اس کے بیٹے آئے لکڑیوں سے اس کے لاشے کو دھکیل کر ایک گڑھے میں ڈال دیا اور اس گڑھے سے دور کھڑے ہو کر پتھر پھینک کر اس کو بھر دیا۔

یونس بن بکر کہتے ہیں کہ اس کو دبانے کے لئے گڑھا بھی کسی نے نہیں کھودا بلکہ ایک دیوار کے سہارے اس کی لاش کو کھڑا کیا گیا اور دیوار کے پیچھے سے اس پر پتھر پھینک کر اسے آنکھوں سے اوجھل کر دیا گیا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اگر اس مقام پر گزر ہوتا تو اپنا چہرہ چھپا لیتیں۔ ”تَبَّتْ يَدَايَ اِذْ اُكْبِرْتُ لَهَيْبِ وَتَبَّتْ“ کافران الہی کس طرح پورا ہوا ساری دنیا نے

اس کا مشاہدہ کر لیا اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ گستاخانہ بارگاہ رسالت کا انجام کتنا عبرتناک، حسرتناک اور اذیتناک ہوتا ہے۔ ان بد بختوں کو گور و کفن بھی نصیب نہیں ہوتا ان کی ہلاکت پر کسی کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں ٹپکا بیگانے تو ہوئے بیگانے ان کے فرزند بھی ان کی قبروں پر ایک مشت مٹی ڈالنے کے روادار نہیں ہوتے۔

نَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ مِنْ اِسْآءَةِ الْاَدَبِ فِيْ حَضْرَةِ حَبِيْبِهِ
وَصَفِيَّتِهِ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ
اَطْيَبَ التَّحِيَّةِ وَاَجْمَلَ التَّنَآءِ۔

اہل مدینہ کو فتح کا مشرودہ جانفزا

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم جب مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تھے تو حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت علیل تھیں ان کی تیمارداری کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ میں ٹھہریں۔ حضرت اسامہ بن زید کو بھی حضرت عثمان کی امداد کرنے کا حکم دیا۔

لشکر اسلام فتح و ظفر کے پرچم لہراتا ہوا جب اٹھیل کے مقام پر پہنچا۔ تو نبی مکرم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو ارشاد فرمایا کہ وہ آگے چلے جائیں اور اہل مدینہ کو اسلام کی فتح و ظفر کی خوشخبری سنائیں۔ یہ دوپہر کے وقت مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ محلہ عالیہ کی طرف گئے۔ وہ اپنے اونٹ پر سوار تھے اسی حالت میں آپ نے باآواز بلند اعلان کیا۔

اے گروہ انصار! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی آپ کو خوشخبری ہو۔ بہت سے مشرک قتل کر دیئے گئے اور بہت سے جنگی قیدی بنائے گئے۔ ربیعہ کے دونوں بیٹے حبلج کے دونوں بیٹے۔ ابو جہل۔ زمعہ بن اسود۔ امیہ بن خلف کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ اور سہیل بن عمرو کے علاوہ بہت سے مکہ کے رئیسوں کو جنگی قیدی بنالیا گیا۔

لوگوں کے لئے اس اعلان کو صحیح تسلیم کرنا بڑا مشکل تھا۔ عاصم بن عدی کہتے ہیں کہ میں یہ اعلان سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس گیا اور انہیں لوگوں سے الگ لے جا کر کہا۔ اَحَقًّا مَا نَقُولُ يَا بَنَ دَرَا حَةَ اے رواحہ کے فرزند! کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ انہوں نے کہا۔ لَآ اِنِّیْ وَالدَّهْو۔ ”بخدا میں سچ کہہ رہا ہوں۔ کل صبح رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ تم خود دیکھ لو گے مکہ کے جنگی اسیر پابہ زنجیر ساتھ ہوں گے۔ آپ نے

انصار کے گھر گھر جا کر یہ خوشخبری سنائی۔ بچے خوشی سے دیوانہ وار گلیوں میں دوڑ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے۔

قَتَلَ أَبُو جَهْلٍ الْفَاسِقُ ”فاسق و فاجر ابو جہل قتل کر دیا گیا۔“

حضرت زید بن حارثہ قصویٰ ناقہ پر سوار تھے۔ وہ مدینہ طیبہ کے نشیبی محلوں کی طرف مڑ رہے تھے۔ چلنے کے لئے چلے گئے جب عید گاہ تک پہنچے تو اعلان کرنا شروع کر دیا۔ عقبہ و شیبہ۔ حجاج کے دونوں بیٹے۔ ابو جہل، ابو البختری۔ زمعہ۔ امیہ وغیرہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان کے چیدہ سرداروں کو قید کر لیا گیا۔ بعض لوگوں نے حضرت زید کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا وہ کہنے لگے۔ مَا جَاءَ زَيْدًا إِلَّا قَتْلًا زید تو بھاگ کر آ گیا ہے۔ ان کے بیٹے حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ مجھے بھی اس وقت تک تسلی نہ ہوئی جب تک میں نے قیدیوں کو خود دیکھ نہ لیا۔

حضرت زید یہ مڑ رہے کہ مدینہ طیبہ اس وقت پہنچے جب ہم سرکارِ دو عالم کی لختِ جگر اور سیدنا عثمان کی رفیقہ حیات حضرت رقیہ کو دفن کر کے ان کے مرقد پر مٹی ڈال رہے تھے۔ منافقین دل ہی دل میں بڑے مسرور تھے۔ انہیں یہ خوش فہمی تھی کہ قریش مکہ کا لشکر جرار مسلمانوں کی اس مختصر سی فوج کو تہ تیغ کر کے رکھ دے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ایک منافق نے جب حضرت زید کو حضور پر نور کی ناقہ پر سوار دیکھا تو اس کو یارائے ضبط نہ رہا۔ اس نے حضرت ابولبابہ کو کہا کہ تمہارا لشکر ایسا تتر بتر ہوا ہے کہ پھر ان کے مجتمع ہونے کا کوئی امکان نہیں آپ کے نبی کے جلیل القدر صحابہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور حضور بھی شہید ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا۔

وَهَذِهِ نَاقَتُهُ تَعْرِفُهَا وَهَذَا زَيْدٌ لَا يَدْرِي مَا يَقُولُ مِنْ
الرَّعْبِ وَجَاءَ قَتْلًا۔

”جس ناقہ پر زید سوار ہے وہ حضور کی ناقہ قصویٰ ہے ہم اسے بخوبی پہچانتے ہیں اور زید تو اہل مکہ کے خوف سے مرعوب ہو کر یہ اعلانات کر رہا ہے یہ خود بھگوڑا ہے میدانِ جنگ سے بھاگ کر آیا ہے۔“

یہودی بھی یہی رائے تھی۔ حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا با جان! جو آپ کہہ رہے ہیں کیا یہ حق ہے۔ آپ نے کہا بخدا میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ سن کر مجھے تسلی ہوئی پھر میں نے اس منافق کو کہا کہ تم جھوٹ بک رہے ہو۔ حضور پر نور تشریف لے آئیں

گے میں تمہیں حضور کے سامنے پیش کروں گا اور جو کچھ تم نے کہا ہے وہ بتاؤں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارا سر قلم کر دیں گے۔ منافق گھبرا گیا کہنے لگا۔ کہ میں نے تو سنی سنائی بات کہی تھی یہ میری اپنی رائے نہیں تھی۔

بدر فلک رسالت کی مطلع طیبہ پر ضوفشانی

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جاں باز مجاہدین کے ہمراہ روانہ ہوئے جنگی قیدیوں کا ایک جم غفیر ساتھ تھا اموال غنیمت کی کثیر مقدار لونٹوں پر لدی ہوئی تھی۔ اس جنگ میں مال غنیمت کثیر مقدار میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا۔ اس میں ایک سو پچاس اونٹ۔ مختلف قسم کا سامان۔ چمڑے کے دسترخوان پارچات کثیر مقدار میں رنگا ہوا چمڑہ۔ مشرکین یہ سلمان تجارت کے لئے ساتھ لائے تھے۔ دس گھوڑے کثیر مقدار میں ہتھیار۔ ابو جہل کا مشہور اونٹ۔ یہ سب چیزیں مسلمانوں کو غنیمت میں ہاتھ آئیں یہ اونٹ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاس رکھا اور اس پر سوار ہو کر غزوات میں تشریف لے جاتے تھے حدیبیہ کے مقام پر قربانی کے جانوروں میں اس کو بھی لے جایا گیا۔ (۱)

عصر کے وقت یہ کاروان اٹیل کے مقام پر پہنچا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عصر کی نماز اس مقام پر ادا کی جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت جبریل ایک گھوڑی پر سوار ہو کر حاضر خدمت ہوئے ان کا چہرہ بھی گرد آلود تھا آکر عرض کی۔ اے اللہ کے حبیب! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ جب تک میرا حبیب راضی نہ ہو واپس نہیں آنا۔ ”هَلْ رَضِيتَ“ کیا حضور اب خوش ہیں۔ فرمایا میں راضی ہوں تمہیں واپسی کی اجازت ہے۔ رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح و ظفر کے پرچم لہراتے ہوئے جب الروحاء کے مقام پر پہنچے تو اٹل مدینہ کے سرکردہ لوگ ہدیہ تبریک و تهنیت پیش کرنے کے لئے وہاں پہنچ گئے اور بارگاہ نبوت میں مبارک بادیں پیش کیں۔ پیشوائی میں آنے والوں میں حضرت اسید بن حضیر بھی تھے انہوں نے بڑی نیاز مندی سے گزارش کی یا رسول اللہ!

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی اور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔

یا رسول اللہ! بخدا میرے پیچھے رہنے کی وجہ یہ تھی کہ میرا خیل تھا کہ حضور کا ہدف

ابو سفیان کا تجلدی قافلہ ہے اگر مجھے یہ علم ہو تاکہ دشمن کے لشکر سے ٹکرانا ہے تو میں کبھی پیچھے نہ رہتا۔ اپنے غلام کی یہ گزارش سن کر حضور نے فرمایا۔ ”صَدَقْتَ“ اے اسید بن خضیر تم نے سچ کہا ہے۔ (۱)

جب اہل مدینہ نے مجاہدین کو مبارکیں دیں تو سلمہ بن سلامہ بن وقش نے پوچھا۔ تم کس بات کی ہمیں مبارک دے رہے ہو۔

مَا الَّذِي تَهْتَمُونَ بِهٖ۔ وَاللّٰهِ اِنْ لَقَيْنَا اِلَّا عَجَائِزَ صُلَعًا
كَالْبُدُنِ الْمُعَقَّلَةِ فَنَحَرْنَا هَا۔

”بخدا! ہمارے مقابلہ میں تو گویا بوڑھی گنجنی عورتیں تھیں ان اونٹنیوں کی

طرح جو رسی سے بندھی ہوئی ہوں اور ہم نے ان کو ذبح کر دیا۔“

اپنی اس بات سے وہ لشکر کفار کی تحقیر کر رہے تھے۔ گویا وہ کمزور لوگوں کا ایک انبوہ تھا۔ اور ہمارے سامنے ان کی کوئی وقعت نہ تھی ہم نے ان کو اس طرح آسانی سے ذبح کر دیا جس طرح بندھی ہوئی بوڑھی اونٹنی کو ذبح کرتے ہیں۔ رحمت عالم، سلمہ بن سلامہ کی یہ بات سن کر مسکرا دیئے فرمایا وہ بوڑھی عورتیں تو نہ تھیں وہ لوگ تو اپنے قبیلوں کے نامور سردار اور بہادر رئیس تھے۔ (۲)

اسیران جنگ بشمول عقبہ بن ابی معیط و نضر بن الحارث ہرکاب تھے۔ اموال غنیمت کی نگرانی کے لئے حضرت عبداللہ بن کعب التجلدی کو مقرر فرمایا۔ مضیق الصفراء سے گزرتے ہوئے ایک ٹیلا کے قریب نزول فرمایا یہ ٹیلا مضیق اور نازیہ کے درمیان تھا۔ اس جگہ تمام مجاہدین کے درمیان اموال غنیمت کو تقسیم کیا گیا اور سب کو برابر برابر حصہ دیا گیا۔

ان جنگی قیدیوں میں دو قیدی عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث اسلام دشمنی میں سب سے پیش پیش تھے صفراء کے مقام پر نضر بن حارث کو قتل کیا گیا اسے سیدنا علی مرتضیٰ نے سچ کیا عرق الذبیحہ پہنچے تو عقبہ کا سر قلم کیا گیا جب اسے قتل کیا جانے لگا تو وہ بولا۔ میری چھوٹی بچیوں کا کون پر سان حال ہو گا۔ فرمایا آگ۔ اس کو حضرت عاصم بن ثابت نے موت کے گھاٹ اتارا جب عاصم اسے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ تو اس نے کہا ان سب قیدی قریشیوں کو چھوڑ کر صرف مجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے عاصم نے فرمایا۔

عَلَى عَدَاوَتِكَ اللَّهُ دَرَسُوْكَ

”اللہ اور اس کے رسول سے تمہاری عداوت کی وجہ سے۔“

امام شعبی سے مروی ہے۔ کہ اس سوال کے جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس شخص نے جو زیادتیاں میرے ساتھ کی ہیں۔ کیا تم انہیں جلتے ہو۔ ایک روز مقام ابراہیم کے پیچھے جب میں سر بسجود تھا۔ تو یہ آیا اس نے اپنا پاؤں میری گردن پر رکھا اور اس کو خوب دبایا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری آنکھیں باہر نکل پڑیں گی۔

پھر ایک دفعہ یہ آیا میں حالت سجدہ میں تھا اس نے بدبودار اوجھ میری گردن پر آکر ڈال دیا وہ اوجھ میرے سر پر پڑا رہا۔ یہاں تک کہ میری بچی فاطمہ آئی۔ اس نے اسے اتار پھینکا اور میرے سر اور گردن کو دھویا۔ (۱)

یہ دونوں نبی رحمت اور اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ نضر بن حارث، ذات پاک حبیب کبریاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کی ہجو میں اشعار لکھا کرتا تھا۔ اس کی بہن قتیلہ بنت حارث کو جب اپنے بھائی نضر بن حارث کے قتل ہونے کی اطلاع ملی۔ تو اس نے ایک دردناک مرثیہ لکھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا مرثیہ سنا تو فرمایا۔ اگر یہ اشعار اس کے قتل سے پہلے میں نے سنے ہوتے تو میں اس کو فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیتا۔ (۲)

بعض علماء سیرت نے اسے مولفۃ القلوب میں شمار کیا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر دیگر نو مسلمانوں کے علاوہ نضر کو بھی سواوٹ عطا فرمائے تھے۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ جس کو حضور نے سواوٹ مرحمت فرمائے تھے وہ نضر نہیں تھا اس کا بھائی نضیر تھا۔ نام کی مقابرت کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے۔ نضیر کو جس شخص نے یہ مژدہ سنایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سواوٹ مرحمت فرمائے ہیں۔ انہیں میں سے اسے بھی اس مژدہ سنانے کی خوشی میں کچھ اونٹ دیئے۔ نضیر نے خیال کیا کہ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری تالیف قلب کے لئے یہ عطیہ دیا ہے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا میں اسلام قبول کرنے پر کوئی رشوت نہیں لوں گا۔ بعد میں اس مسئلہ پر غور کیا کہ نہ میں نے حضور سے یہ اونٹ طلب کئے تھے اور نہ اس کے بارے میں سوال کیا ہے۔ رسالت مآب نے از خود مجھے یہ انعام دیا ہے۔ اس کو قبول نہ کرنا بے ادبی ہے۔ چنانچہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عطیہ کو بصد تشکر قبول

کر لیا۔ اور انہیں سے اس شخص کو دس اونٹ دیئے جس نے سب سے پہلے اسے یہ خوشخبری سنائی تھی۔ (۱)

اسی طرح کی صورت حال حضرت عمر کو بھی پیش آئی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں کچھ مال عطا فرمایا آپ نے اس کو لینے میں پس و پیش کی۔ تو سرور کائنات نے فرمایا۔
مَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ عَزِيزٌ مُسْتَشِيرٌ لَكَ أَذْكَاءُ
نَحْوَهَا تَخْذُهُ۔

”اے عمر! اگر اس مال سے تمہیں کچھ دیا جائے لیکن تم اس کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہ تک رہے ہو۔ تو اسے لے لیا کرو۔
حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد نے اس ابھمن کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔ (۲)

لیکن علامہ زر قانی نے مشہور سیرت نگار زبیر بن بکر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بعض اہل علم نے اس مرثیہ کو جعلی قرار دیا ہے۔ (۳)

اسی مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجام ابو ہند نے شرف نیاز حاصل کیا اور ایک مشک پیش کی۔ جو ایک خاص قسم کے حلوہ سے پر تھی۔ یہ حلوہ اس نے کھجور، ستون تھی سے بنایا تھا رحمت عالم نے اپنے نیاز کیش کے اس ہدیہ کو شرف قبول بخشا۔ اور حکم دیا کہ یہ سدری مشک انصار میں تقسیم کر دی جائے۔

یہاں سے چل کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم مراجعت فرمائے مدینہ طیبہ ہوئے قیدیوں کو ایک دن بعد یہاں لایا گیا۔

اسیران جنگ کے ساتھ حسن سلوک

دوسرے روز جب ستر جنگی قیدی بارگاہ رسالت میں حاضر کئے گئے تو حضور نے سب سے پہلے ان کے قیام و طعام کے انتظام کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ حضور نے انہیں اپنے صحابہ کرام کے درمیان حسب حیثیت تقسیم کر دیا اور ہر ایک کو تاکید فرمائی کہ وہ اپنے حصہ کے

۱۔ محمد رسول اللہ، جلد ۲، صفحہ ۳۶۶

۲۔ محمد رسول اللہ، جلد ۲، صفحہ ۳۶۷

۳۔ محمد رسول اللہ، جلد ۳، صفحہ ۳۶۹

قیدیوں کے آرام و آسائش کا پورا پورا خیال رکھیں۔ ابو عزیز حضرت مصعب بن عمیر کا سگ بھائی تھا۔ وہ خود بتاتا ہے کہ بدر کے روز کعب نامی ایک انصاری میرے بازو باندھ رہا تھا۔ کہ میرے سگے بھائی مصعب بن عمیر میرے پاس سے گزرے انہوں نے میری سفارش کرنے کے بجائے اس انصاری کو کہا کہ اس کے دونوں بازوؤں کو خوب کس کر باندھ دو۔ اس کی ماں بڑی دولت مند ہے وہ تمہیں گراں قدر فدیہ ادا کر کے اس کو چھڑائے گی۔ میں مدینہ پہنچا تو مجھے ایک انصاری کے حوالے کر دیا گیا صبح و شام جب اس انصاری کے اہل خانہ کھانا کھاتے تو حضور کی وصیت کے پیش نظر مجھے تو وہ روٹی کھلاتے اور خود کھجوروں کے چند دانوں پر اکتفا کرتے جب ان میں سے کسی کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا آ جاتا تو وہ اسے پھونک کر اس کی گرد صاف کر کے مجھے پیش کر دیتے۔ مجھے بڑی شرم محسوس ہوتی میں وہ ٹکڑا انہیں دینے پر اصرار کرتا لیکن وہ اس ٹکڑے کو ہرگز نہ لیتے۔ اور بھند ہوتے کہ میں ہی اسے کھاؤں۔ ابو عزیز کفار میں ایک اہم شخصیت تھے۔ لغز بن حلاط کے قتل کے بعد مشرکین مکہ کے لشکر کا یہی علمبردار تھا۔ جب حضرت مصعب نے ابویسر انصاری کو کہا کہ اسے خوب کس کر باندھ دو تو ابو عزیز نے اپنے بھائی کی بات سن کر اسے کہا۔ یَا أَخِي۔ هَذِهِ دُصَانُكَ بِئِيْ میرے بھائی میرے لئے تم اسے یوں وصیت کر رہے ہو۔ تو حضرت مصعب نے فرمایا۔ اِنَّكَ اَخِيْ دُوْنَكَ میرا یہ بھائی ہے تم میرے بھائی نہیں ہو۔ سب سے گراں قیمت فدیہ ابو عزیز کی والدہ سے طلب کیا گیا اسے کہا گیا کہ اپنے بیٹے کو آزاد کرانا چاہتی ہو تو چار ہزار درہم ادا کرو اس نے یہ فدیہ ادا کیا اور اس طرح اپنے بیٹے کو آزاد کرایا۔ کچھ عرصہ بعد ابو عزیز مشرف باسلام ہو گیا۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مظفر و منصور ہو کر ۲۲ رمضان المبارک بروز جمعہ مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے انصاری کی بچیوں نے دف بجا بجا کر ان اشعار کے ساتھ حضور کا استقبال کیا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا رَبُّهُ دَاعِ
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فَيُنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمَطَاعِ

حضور ثنیۃ الوداع کے مقام سے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اس فتح مبین نے دشمنان اسلام کے چکھے چھڑا دیئے۔ عبد اللہ بن ابی جیسے بد باطن نے بادلِ نخواستہ ظاہر داری کے لئے اسلام قبول کیا۔ یہودیوں کے دل بھی اس شبن و شوکت کو دیکھ کر لرز گئے۔ انہوں نے بھی

اس بات کا اعتراف کیا کہ واقعی یہ وہی نبی ہیں جن کی مدح و ثنائیات میں مذکور ہے۔ (۱)

اسیران جنگ کا مسئلہ

جس طرح آپ پڑھ چکے ہیں کہ میدان بدر میں کفار کے ستر آدمی قتل کئے گئے اور ستر کفار کو جنگی قیدی بنالیا گیا اس جنگ کے بعد سب سے پیچیدہ مسئلہ جو مسلمانوں کے لئے رونما ہوا وہ یہ تھا کہ ان جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اس اہم مسئلہ کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور اس میں تمام صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس مسئلہ کے متعلق وہ اپنی اپنی رائے پیش کریں چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے اپنی رائے یوں پیش کی۔

یا رسول اللہ! ان سے فدیہ لیا جائے اور ان کو آزاد کر دیا جائے۔ فدیہ سے جو سرمایہ اکٹھا ہو گا وہ مسلمانوں کے لئے تقویت کا باعث ہو گا اور اللہ کی رحمت سے کوئی بعید نہیں کہ ان میں سے کئی لوگ ایمان لے آئیں۔ اور اپنی بہترین صلاحیتوں کے باعث امت کی تقویت کا باعث بنیں۔ ان کے بعد حضرت عمر نے عرض کی۔

بخدا میں اس تجویز کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ میری رائے ابو بکر کی رائے سے سراسر مختلف ہے میری رائے یہ ہے کہ ہر قیدی کو اس کے مسلمان رشتہ دار کے حوالہ کیا جائے اور ہمیں حکم دیا جائے کہ ہم اپنے رشتہ دار کافروں کی گردنیں اڑا دیں کیونکہ یہی لوگ کفر کے پیشوا اور اس کے سردار ہیں۔ آج اگر ان کو تہ تیغ کر دیا جائے گا تو آئندہ یہ اسلام کی ترقی میں مزاحم نہ ہو سکیں گے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنی تجویز یوں پیش کی۔

یا رسول اللہ! ایک وادی میں کثیر مقدار ایندھن کی جمع کی جائے پھر اسے آگ لگائی جائے پھر آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ان سارے جنگی قیدیوں کو پھینک دیا جائے تاکہ جل کر خاکستر ہو جائیں۔

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق کی رائے کو پسند فرمایا اور ہلٹی تجلویز کو مسترد کر دیا دوسرے دن حضرت عمر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ

اللہ کا پیارا رسول اور حضور کا قلم رشتی ابو بکر دونوں رو رہے ہیں۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اور آپ کا دوست کیوں رو رہے ہیں تاکہ اگر میں دو سکوں تو آپ کے ساتھ مل کر میں بھی روؤں اور اگر مجھے روئنا آئے تو کم از کم آپ دونوں کا جلع کرتے ہوئے رونے والی شکل ہٹاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَبِئِكَ لِلَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ اَصْحَابُكَ مِنْ اَخِيذِهِمُ الْفِدَاءَ
 ”تیرے دوستوں نے فدیہ لینے کا جو مشورہ دیا تھا میں اس کے لئے رو رہا ہوں۔ اس رائے کے باعث جو عذاب انہیں دیا جانے والا تھا وہ اس درخت سے بھی نزدیک تر میرے سامنے پیش کیا گیا۔“

اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُونَ لَهُ اَسْرٰى حَتّٰى يُمَتِّعْنَ فِي الْاَرْضِ
 تُرِيدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ
 حَكِيْمٌ۔

”نہیں مناسب نبی کے لئے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کر لے زمین میں تم چاہتے ہو دنیا کا سامان اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے (تمہارے لئے) آخرت اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور دانا ہے۔“
 (سورۃ انفال: ۶۷)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

کہ لوگوں نے اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے کہ ان دو تجویزوں میں سے کون سی تجویز صحیح تھی۔ ایک گروہ نے اس حدیث کی وجہ سے حضرت عمر کی تجویز کو ترجیح دی ہے۔ اور دوسرے گروہ نے حضرت ابو بکر کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ آخر الامر اسی فیصلہ کو برقرار رکھا گیا نیز کتاب اللہ میں بھی اس کو حلال کر دیا گیا۔ اور مزید یہ کہ اس میں رحمت کا اظہار ہے اور اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ نیز اپنے دونوں جلیل القدر صحابہ حضرت صدیق اور حضرت فداؤ کو جن انبیاء سے تشبیہ دی گئی ہے ان سے بھی حضرت صدیق کی فوقیت عین ہو رہی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ سے تشبیہ دی ہے اور حضرت عمر کو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ سے تشبیہ دی ہے۔ نیز اس تجویز پر عمل کرنے سے اسلام کو خیر عظیم میسر آئی۔ ان قیدیوں میں سے بہت سے قیدی

مشفہ باسلام ہوئے ان کی نسلوں میں بڑے بڑے جلیل القدر اشخاص پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے گلشن اسلام کو سدا بہار کر دیا نیز فدیہ کی رقم سے مسلمانوں کو بڑی مالی تقویت پہنچی۔ اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر کی تجویز پر پہلے نبی رحمت نے مہر تصدیق حبیب کی اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے بھی اسی تجویز کے مطابق عمل کو برقرار رکھا۔ حضرت صدیق کی نگاہ حقیقت بین کی عظمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ آپ نے پہلے ہی وہ بات کہی جس پر آخر کار اللہ تعالیٰ کا حکم صادر ہوا۔

نیز آپ نے رحمت کے پہلو کو عقوت کے پہلو پر ترجیح دی۔

رہا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا گریہ فرمانا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جن لوگوں نے متاع دنیا حاصل کرنے کے لئے فدیہ کی تجویز پیش کی تھی اس کے باعث جس عذاب الہی کے وہ مستحق قرار پائے تھے اس عذاب کو ان لوگوں سے دور کرنے کے لئے یہ رحمت کے آنسو بہے اور ان کی خطا پوشی کا سامان ہو گیا۔ کیونکہ فدیہ وصول کرنے کا ارادہ نہ اللہ کے رسول نے کیا تھا اور نہ صدیق اکبر نے اگرچہ بعض لوگوں نے فدیہ وصول کرنے کا قصد کیا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھا۔ بعض لوگوں نے ان آیات سے یہ اخذ کیا ہے کہ ان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عتاب کیا جا رہا ہے لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

وَهَذِهِ الْآيَةُ نَزَلَتْ يَوْمَ بَدْرٍ عَنَّا يَا مَنْ اللَّهُ لَا أَصْحَابَ نَبِيٍّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَعْنَى مَا كَانَ يَتَّبِعُنِي لَكُمْ أَنْ
تَفْعَلُوا هَذَا الْفِعْلَ الَّذِي أَوْجَبَ أَنْ يَكُونَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَى قَبْلَ الْإِثْمَانِ وَلَهُمْ هَذَا الْإِخْبَارُ
بِقَوْلِهِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَمْ يَأْمُرْ بِاسْتِيقَاءِ الرِّجَالِ وَقَدْ حُرِبَ وَلَا أَرَادَ
قَطُّ عَرَضَ الدُّنْيَا - إِنَّمَا فَعَلَهُ جَهْلُهُ وَمُبَاشَرَةُ الْحَرْبِ
وَالْتَوْبِخُ وَالْعِتَابُ إِنَّمَا كَانَ مُتَوَجِّهًا بِسَبَبٍ مَنْ أَسَارَ
عَلَى النَّبِيِّ بِأَخْذِ الْفَدْيَةِ هَذَا قَوْلُ أَكْثَرِ الْمُفَسِّرِينَ وَهُوَ
الَّذِي لَا يَصِحُّ عِنْدَنَا -

”یہ آیت بدر کے روز نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہ پر

عتاب فرمایا جلد ہا ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے لئے یہ ہرگز مناسب نہ تھا کہ تم کفار کی قوت کو پوری طرح کچل دینے سے پہلے انہیں قیدی بناتے اور ان سے فدیہ وصول کرتے تم اس طرح دنیا کے سلمان کا ارادہ رکھتے تھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کفار کو قید کرنے کا حکم دیا اور نہ متاع دنیا کو کبھی لائق اعتنا سمجھا۔ یہ غلطی عام مجاہدین سے سرزد ہوئی۔ پس یہ عتاب انہی لوگوں پر ہے جنہوں نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا۔“

علامہ قرطبی آخر میں فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ اور اس کے بغیر اس آیت کی کوئی توجیہ درست نہیں۔ (۱)

امام بخاری، امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بعض انصار نے درخواست کی کہ اگر حضور اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عباس کو فدیہ لئے بغیر رہا کر دیں۔ حضور نے فرمایا ہم انہیں ایک درہم بھی معاف نہیں کریں گے۔ فدیہ کے لئے کوئی خاص مقدار متعین نہ تھی۔ ہر شخص سے حسب حیثیت فدیہ لیا جاتا تھا۔ کسی سے چار ہزار درہم۔ کسی سے دو ہزار درہم۔ کسی سے صرف ایک ہزار درہم نادار لوگوں سے کچھ بھی نہیں لیا گیا۔ بلا عوض انہیں رہا کر دیا گیا۔ (۲)

اسیران جنگ میں ایک قیدی ابووداعہ بن ضبیرہ السہمی بھی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کا لڑکا بزازیرک اور ملدار ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے باپ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آیا چاہتا ہے۔ جب قریش نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے رشتہ داروں کا فدیہ ادا کر کے انہیں رہا کرانے میں جلدی نہیں کریں گے۔ تو اس کے بیٹے نے ان کی تائید کی اور کہا کہ تم فدیہ ادا کرنے میں ہرگز جلدی نہ کرنا۔ انہیں تو یہ کہا اور خود وہاں سے کھسک آیا اور مدینہ جا پہنچا۔ اور چار ہزار درہم فدیہ دے کر اپنے باپ کو آزاد کر کے اپنے ساتھ لے آیا۔ یہ پہلا قیدی تھا جسے فدیہ لے کر مسلمانوں نے آزاد کیا۔ فتح مکہ کے دن یہ مشرف باسلام ہو گیا۔ (۳)

۱۔ ضیاء القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۶۵، حاشیہ نمبر ۸

۲۔ سبل الہدی، جلد ۳، صفحہ ۱۰۵

۳۔ سبل الہدی، جلد ۳، صفحہ ۱۰۶

ان جنگی قیدیوں میں ابو سفیان کا بیٹا عمرو بھی تھا ابو سفیان کو کہا گیا کہ لوگ اپنے عزیزوں کا فدیہ ادا کر کے انہیں آزاد کر رہے ہیں تم بھی اپنے بیٹے عمرو کا فدیہ ادا کرو تاکہ اسے رہائی مل جائے۔ کہنے لگا۔ اَيَّجَمْعُهُ عَلَيَّ دَمِي وَمَالِي یعنی حنظلہ کا خون بھی بہا، اب میں انہیں مال بھی بطور فدیہ دوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ عمرو کو ان کے پاس ہی اسیر رہنے دو۔ وہ اسے اپنے پاس رکھ لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں جب وہ اس سے تنگ آئیں گے تو خود ہی چھوڑ دیں گے۔ اتفاق یہ ہوا کہ انہیں دنوں سعد بن نعمان الانصاری مع اپنی بیوی کے عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ روانہ ہوئے انہیں یہ وہم بھی نہ تھا کہ کوئی انہیں اسیر بنالے گا۔ مدینہ طیبہ کے نواح میں نقیع نام کی ایک بستی ہے اپنے ریوڑ سمیت حضرت سعد وہاں قیام پذیر تھے۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ قریش مکہ کسی ایسے شخص سے تعرض نہیں کرتے جو عمرہ یا حج ادا کرنے کے لئے وہاں جاتا ہے جب یہ دونوں مکہ پہنچے تو ابو سفیان نے ان کو اپنا قیدی بنالیا اور اپنے بیٹے عمرو کے بدلے میں اسے محبوس کر لیا۔ جب ان کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف کو پتہ چلا کہ ان کے والد کو ابو سفیان نے اپنا قیدی بنالیا ہے تو انہوں نے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ اطلاع دی اور عرض کی کہ حضور ہمیں عمرو بن ابی سفیان دیں تاکہ اس کے بدلے میں ہم اپنے باپ سعد کو چھڑا سکیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی اس گزارش کو شرف قبول بخشا چنانچہ عمرو کو ابو سفیان کے حوالے کیا گیا جس کے بدلہ میں سعد کو آزاد کرالیا۔ (۱)

ابو العاص و اماد فخر کائنات

اسیران جنگ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا داماد ابو العاص بن ربیع بھی تھا۔ یہ حضور کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا شوہر تھا۔ آپ نے اپنے شوہر ابو العاص اور اس کے بھائی عمرو کا تاوان جنگ ادا کرنے کے لئے اپنا وہ ہار بھیجیا جو ان کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ان کی رخصتی کے وقت پہنایا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ہار کو دیکھا تو پہچان لیا اسے دیکھ کر حضور پر شدید رقت طاری ہو گئی فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو میری لخت جگر، زینب کے قیدیوں کو آزاد کر دو اور بطور فدیہ یہ جو ہار زینب نے بھیجا ہے وہ بھی واپس کر دو تو بہت بہتر ہو گا صحابہ نے عرض کی آپ کا ارشاد ہمارے سر آنکھوں پر چنانچہ انہوں نے ہار بھی واپس کر دیا اور ان کے قیدیوں کو بلا معروضہ رہا کر دیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو العاص سے وعدہ لیا کہ وہ حضور کی صاحبزادی کو مدینہ طیبہ روانہ کر دے گا جب وہ چلا گیا تو حضور نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو حکم دیا کہ وہ مکہ جائیں اور بطن یا حج میں رک جائیں۔ جب حضرت زینب ان کے پاس سے گزریں تو ان کو ہمراہ لے کر میرے پاس پہنچادیں۔ اپنے آقا کے فرمان کو بجالانے کے لئے دونوں روانہ ہو گئے ابو العاص جب مکہ پہنچا تو اس نے حضرت زینب کو کہا کہ وہ مدینہ اپنے والد ماجد کے پاس جاسکتی ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اس واقعہ کا بالتفصیل ذکر کیا ہے اس سے استفادہ کرتے ہوئے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

ابو العاص بن ربیع، حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہالہ کا بیٹا تھا۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گزارش کی کہ میری یہ خواہش ہے کہ حضور کی بیٹی زینب کا رشتہ میرے بھانجے ابو العاص کو عطا فرمائیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی وفاتِ شعلہ رفیقہ حیات کی بات بٹلا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضور نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے یہ رشتہ دینا منظور کر لیا۔ حضرت خدیجہ، ابو العاص کو اپنے فرزند کی طرح عزیز رکھتی تھیں اللہ تعالیٰ نے جب اپنے اس محبوب بندے کو شرفِ نبوت سے سرفراز فرمایا تو حضرت خدیجہ اور آپ کی ساری صاحبزادیاں حضور پر ایمان لے آئیں لیکن ابو العاص اپنے آبائی عقیدہ پر قائم رہا حضور نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ یا ام کلثوم کی شادی اپنے چچا ابولسب کے بیٹے عتبہ سے کر دی۔ نبی کریم نے تبلیغِ دین شروع کی تو مکہ کے رؤساء جو پہلے حضور پر سوجان سے فدا تھے۔ وہ خون کے پیاسے بن گئے انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ تم لوگوں نے ان کی بچیوں کے رشتے بے کر انہیں اس فکر سے آزاد کر دیا ہے۔ اور اب وہ فدرغ ہو کر تمہارے بتوں کی بیخ کنی میں لگ گئے ہیں۔ ان کی بیٹیوں کو طلاق دے کر ان کے گھر میں بٹھادو جب وہ اپنی جواں بیٹیوں کو اپنے گھر اجڑ کر بیٹھے ہوئے دیکھیں گے تو خود ہی ان کا دماغ درست ہو جائے گا۔ اور ہمارے عقیدہ کے خلاف جو مہم انہوں نے شدت سے شروع کر رکھی ہے وہ ماند پڑ جائے گی۔ چنانچہ ان کا ایک وفد ابو العاص کے پاس گیا اور اسے کہا کہ تم زینب دختر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو طلاق دے دو۔ اس کے بدلے میں خاندانِ قریش کی جس دوشیزہ کے رشتہ کا تم مطالبہ کرو گے اس کے ساتھ تمہارا عقد زواج کر دیا جائے گا۔ اس نے دو ٹوک جواب دیا کہ میں اپنی رفیقہ حیات کو کسی قیمت پر جدا کرنے کے لئے تیار نہیں اور نہ مجھے اس کے عوض کوئی

دوسرا رشتہ پسند ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے اس جواب پر اس کی تعریف فرمایا کرتے۔ پھر وہ وفدِ عقبہ بن ابی لہب کے پاس گیا اور یہی پیشکش اس کے سامنے پیش کی۔ عقبہ نے کہا کہ اگر تم مجھے ابان بن سعید بن العاص یا سعید بن عاصم کی لڑکی کا رشتہ دو تو میں اپنی زوجہ دختر محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو طلاق دینے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ اس بد بخت نے طلاق دے دی۔ اور اس کا عقد نکاح سعید بن عاصم کی بیٹی سے کر دیا گیا۔

ابھی اس دخترِ نیک اختر کی رخصتی نہیں ہوئی تھی یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے لختِ جگر کو ان کے سنگدل مشرک سسرال کے چنگل سے رہائی کا سامان فرمادیا۔ اس وقت تک یہ حکم نازل نہیں ہوا تھا کہ مومن کی بچی کا نکاح مشرک سے نہیں ہو سکتا۔ یہ حکم ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوا۔ اس واقعہ کے چند سال بعد حضور نے ہجرت فرمائی۔ ۲ ہجری میں واقعہ بدر رونما ہوا۔ جس میں یہ ابو العاص جنگی قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر مدینہ طیبہ آیا۔

حضرت زینب فرماتی ہیں کہ جب مکہ سے روانہ ہونے کی تیاری کر رہی تھی تو ہند بنت عقبہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی اے میرے چچا کی بیٹی۔ اگر تجھے زادِ سفر کے طور پر کسی چیز کی ضرورت ہو یا اثاثے سفر کوئی رقم درکار ہو تو ذرا نہ شرمو۔ مجھے چپکے سے بتا دو میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گی آپ کہتی ہیں کہ اس کی پیشکش بھی تھی۔ وہ اس سے مجھ کو دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی۔ لیکن میں نے اس کے سامنے اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور بات کو ٹال دیا۔

جب آپ نے تیاری مکمل کر لی تو ان کے خاوند کا بھائی کنانہ بن ربیع سواری کے لئے لیک اونٹ لے آیا۔ اس پر آپ سوار ہو گئیں کنانہ نے اپنی کمان اور ترکش حائل کیا اور دن کے اجالے میں انہیں لے کر مکہ سے روانہ ہو گیا۔ قریش کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں چند جوان آپ کے تعاقب میں نکلے۔ ذی طوی کے مقام پر انہوں نے آپ کو آلیا۔ ہبل بن اسود بن مطلب، سب سے پیش پیش تھا۔ جس ہودج میں آپ بیٹھی تھیں اس کے قریب پہنچ کر اپنا نیزہ لہر لہرا کر آپ کو خوفزدہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ امید سے تھیں خوف و فزع کی وجہ سے وہ ضائع ہو گیا۔ آپ کے خاوند کے بھائی کنانہ نے جب یہ دیکھا تو اس نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اپنی ترکش کے تیر نکال کر سامنے رکھ دیئے اور انہیں للکار کر کہا۔ بخدا جو شخص تم میں سے میرے قریب آنے کی جرات کرے گا میں اپنا تیر اس کے سینے میں پیوست کر دوں گا۔ سب پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔

اتنے میں ابوسفیان مکہ کے معززین کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گیا اس نے کنانہ کو کہا بس۔

بس اب تیرنہ چلانا۔ جب تک ہم تمہارے ساتھ گفتگو نہ کر لیں وہ رک گیا۔ ابوسفیان آگے بڑھ کر اس کے قریب آگیا اور اسے کہنے لگا کہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ دن کے اجالے میں لوگوں کے سامنے اعلانیہ اس خاتون کو لے کر تم چل پڑے ہو۔ حالانکہ آج جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں تم اس سے بے خبر نہیں ان حالات میں اگر تم اعلانیہ ان کی بیٹی کو لے جاؤ گے۔ تو جو لوگ یہ بات سنیں گے وہ یہی کہیں گے کہ اب ہم بالکل عاجز اور ناکارہ ہو گئے ہیں اور یہ بات ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا باعث بنے گی مجھے اپنی زندگی کی قسم! ہمیں ان کو یہاں روکنے سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ اس طرح ہمدی آتش انتقام سرد ہو سکتی ہے۔ تم سردست انہیں لے کر واپس چلے جاؤ چند روز تک یہ ہنگامہ ختم ہو جائے گا لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں گے اس وقت کسی رات کو اندھیرے میں انہیں لے کر چلے جانا۔ لوگ یہ دیکھ کر مطمئن ہو جائیں گے کہ ہم نے انہیں لوٹا دیا۔ کنانہ نے یہ تجویز مان لی۔ اور حضرت زینب کو لے کر گھر واپس آ گیا چند روز گزرنے کے بعد جب چہ میگوئیاں ختم ہو گئیں اور ماحول پر سکون ہو گیا تو کنانہ رات کی تاریکی میں خاموشی سے ان کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا وادی یابج میں حضرت زید بن حارثہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ چشم براہ تھے وہاں پہنچ کر حضرت زینب کو ان کے حوالے کر دیا حضرت زید انہیں ہمراہ لے کر وہاں سے روانہ ہوئے اور انہیں بخیر و عافیت مدینہ طیبہ میں حضور کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ کے دوسرے ساتھی کا نام ابن ہشام نے ابو حیثمہ بتایا ہے۔ جو انصار کے قبیلہ بنو سالم بن عوف کے ایک فرد تھے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا جس میں میں بھی شریک تھا۔ ہمیں رخصت کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ اگر ہبار بن اسود تمہارے قابو میں آجائے تو اسے اور اس کے دوسرے ساتھی کو جنہوں نے میری بیٹی کو اذیت پہنچائی آگ کا لالہ جلا کر انہیں اس میں پھینک دینا تاکہ وہ جل بھن کر راکھ ہو جائیں۔ لیکن دوسری صبح حضور نے ارشاد فرمایا۔

کل میں نے تمہیں ان دونوں کو نذر آتش کر دینے کا حکم دیا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کسی کو آگ میں جلا کر عذاب دینا صرف اللہ عز و جل کو سزاوار ہے اگر تم ان دونوں قیدیوں پر قابو پاؤ تو ان کو قتل کر دو۔

ابو العاص کا ایمان

آخر کلام اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ابو العاص کفر و شرک کی غفوتوں سے گھبرا کر اور دل برداشتہ ہو کر حلقہ سرفروشان اسلام میں داخل ہو گیا اس کی تفصیل بھی سیرت ابن ہشام سے ماخوذ ہے۔ (۱)

اس واقعہ کے بعد ابو العاص مکہ میں مقیم رہا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کل عاطفت میں سکونت پذیر رہیں۔ ابو العاص بڑا متمول، دانشمند، دیانتدار تاجر تھا اس کی شہرت سارے علاقہ میں بہت اچھی تھی فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے اس نے ایک تجارتی کلووان لے کر ملک شام جانے کی تیاری شروع کر دی لوگوں کو پتہ چلا تو اس کی اچھی شہرت اور کاروبار میں اس کی مہارت کی وجہ سے انہوں نے اس قافلہ میں اپنا سرمایہ لگا دیا جب وہ شام میں خرید و فروخت سے فلوغ ہوا تو مکہ کی طرف واپسی کا سفر شروع کیا۔ راستہ میں ایک مسلمان لشکر سے اس کی ٹڈ بھیز ہو گئی مسلمانوں نے اس کا مال و اسباب تو اس سے چھین لیا لیکن ابو العاص جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا جب لشکر اسلام اس کا سدا مال و متاع لے کر مدینہ طیبہ پہنچا تو رات کی تاریکی میں وہ بھی وہاں آ گیا اور حضرت زینب سے پناہ کا خواستگار ہوا آپ نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا وہ اس لئے آیا تھا کہ حضور کی خدمت میں اپنے مال کی واپسی کی درخواست کرے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور تکبیر تحریمہ کہی اور سب مقتدیوں نے بھی تکبیر تحریمہ کہہ کر اپنے ہاتھ باندھ لئے تو اس وقت صفۃ النساء سے حضرت زینب کی آواز بلند ہوئی۔

أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ أَجَرْتُ أَبَا الْعَاصِ

”اے لوگو! سن لو میں نے ابو العاص کو پناہ دے دی ہے۔“

حضور نے جب سلام پھیرا تو لوگوں سے پوچھا کیا تم نے وہ آواز سنی جو میں نے سنی ہے۔ انہوں نے عرض کی یہ آواز ہم نے بھی سنی ہے۔ حضور نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں، میں محمد کی جان ہے۔ مجھے اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہیں میں نے بھی یہ بات اب سنی ہے جیسے تم نے سنی فرمایا۔

لَئِنَّهُ يُخَيِّرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَذْنَاهُمْ

”کہ مسلمانوں سے ایک ادنیٰ درجے کا آدمی بھی کسی کو مسلمانوں سے پناہ

دے سکتا ہے۔ یعنی اگر میری بیٹی نے ابو العاص کو ہنا دی ہے تو اس ہنا کا احترام سب پر لازم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اٹھ کر اپنی صاحبزادی کے ہاں تشریف لے آئے اور حضرت زینب کو فرمایا۔

اَيُّ بُنْيَةٍ اَكْرَهِيْ مَتَوَاكُفًا وَلَا يَخْلُصَنَّ إِلَيْكَ فَاِنَّكَ لَا تَعْلَمِينَ لَهَا

”اے میری بیٹی! ابو العاص کی عزت و تکریم کرنا لیکن خیل رہے وہ تمہارے نزدیک نہ آئے کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو۔“

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سریہ میں جو مجاہدین شریک تھے ان کو بلا بھیجا جب وہ حاضر ہوئے تو انہیں فرمایا ابو العاص کا ہمدے ساتھ جو رشتہ ہے اس کا تمہیں علم ہے اس کے مال پر تم نے قبضہ کر لیا ہے اگر تم احسان کرتے ہوئے اس کا مال اس کو لوٹا دو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی مجھے تمہارا یہ عمل بہت پسند ہو گا اور اگر تم اس کے لئے آمادہ نہ ہو۔ تو یہ مال فنی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بطور غنیمت بخشا ہے تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔

اس سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو بات پسند تھی اس کا ذکر فرمادیا۔ لیکن ایسا کرنے پر انہیں مجبور نہیں کیا انہیں صاف صاف بتادیا کہ یہ اموال غنیمت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخشے ہیں وہ تمہارے لئے حلال طیب ہیں اگر تم انہیں خود لینا چاہو تو تم پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن جن جان مندوں نے اپنا سب کچھ اپنے محبوب آقلی رضا جوئی کے لئے قربان کر دیا تھا، ان کے نزدیک ان اموال غنیمت کی کیا حقیقت تھی سب نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ہم بھد مسرت یہ اموال ابو العاص کو لوٹانے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جو جو چیزیں ابو العاص کے قافلہ سے چھینی تھیں وہ لوٹا دیں۔ جس جس کے پاس جو جو چیز تھی۔ وہ لا کر ڈھیر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جس کے پاس پرانا ڈول تھا وہ لے آیا جس کے پاس ڈول کی بوسیدہ رسی تھی وہ لے آیا جس کے پاس ٹوٹا ہوا لوٹا تھا وہ بھی پیش کر دیا جس کے پاس مشکینہ کا منہ بند کرنے کا لکڑی کا ڈاٹ تھا وہ بھی لے کر حاضر خدمت ہو گیا۔ الغرض ابو العاص کی چھوٹی بڑی تمام چیزیں اس کو لوٹا دیں۔

ابو العاص ان تمام اموال کو لے کر مکہ واپس آیا اور ہر چیز گن گن کر ان کے مالکوں کے حوالے کر دی اس کے قافلہ میں جتنا سرمایہ کسی نے لگایا تھا اصل زر بمع نفع ان حصہ داروں کو پہنچا دیا اس کے بعد اس نے اعلان کیا۔

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ هَلْ لَكُمْ عِنْدِي مَالٌ لَمْ يَأْخُذْ
 ”اے گروہ قریش! کیا کسی کا کوئی مال میرے پاس رہ گیا ہے جو اس نے نہ
 لیا ہو۔“

سب نے کہا نہیں، خدا تجھے جزائے خیر دے۔ بیشک ہم نے تجھے حقوق کو بحسن و خوبی ادا
 کرنے والا اور کریم النفس پایا ہے جب سب قریش نے اس کی دیانت اور امانت پر مہر تصدیق
 ثبت کر دی تو بھرے مجمع میں ابو العاص نے کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دیا۔
 فَكُنَّا أَتْنَهُدُّ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔
 ”لو سنو! اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خدا نہیں اور

محمد اس کے بندے اور رسول ہیں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ“
 میں نے اب تک اپنے ایمان کا اعلان اس لئے نہیں کیا تھا کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ میں نے
 تمہارا مال ہڑپ کرنے کے لئے یہ سوانگ رچایا ہے۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ذمہ داری
 کو ادا کرنے سے سرخرو کیا ہے۔ اب میں اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔
 ابن ہشام ابو عبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو العاص جب مشرکین کے اموال کے
 ساتھ یہاں پہنچا تو اسے کسی نے مشورہ دیا کہ اپنے اسلام کا اعلان کر دو مشرکین کے سارے
 اموال تجھے مل جائیں گے۔ ابو العاص نے حضرت ناصح کو بڑا پیارا اور ایمان افروز جواب دے کر
 خاموش کر دیا۔ آپ نے کہا۔

يُتَسَمَّأُ أَبَدًا بِهٖ إِسْلَامِي أَنْ أَخُوْنَ أَمَانِي۔

”اگر میں امانت میں خیانت کا ارتکاب کر کے اپنے اسلام کا آغاز کروں
 تو یہ آغاز بہت برا ہوگا۔“ (۱)

اسیران جنگ کا فدیہ

اہل مدینہ کی غالب اکثریت نوشت و خواند سے بے بہرہ تھی گنتی کے صرف چند آدمی لکھنا
 پڑھنا جانتے تھے ان اسیران جنگ میں سے جو لوگ مفلس اور کنجش تھے۔ اور فدیہ کی رقم ادا
 کرنے سے قاصر تھے۔ علم پرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا۔ کہ جو شخص دس بچوں کو
 لکھنا پڑھنا سکھادے گا اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ جب کوئی قیدی مدینہ کے دس بچوں کو لکھنے

پڑھنے میں مشاق بنادیتا اسے فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا جاتا۔

حضرت عباس کو کہا گیا کہ آپ بھی آزاد ہونا چاہتے ہیں تو چار سو درہم فدیہ ادا کیجئے اور آزاد ہو جائیے حضرت عباس نے کہا کہ میرے پاس اتنا مال نہیں کہ میں اس قدر فدیہ ادا کر سکوں۔ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا جان وہ مال کدھر گیا جو آپ نے میری چچی ام الفضل کے ساتھ مل کر زمین میں دفن کر دیا تھا۔ اور میری چچی کو کہا تھا کہ اگر میں میدان جنگ میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بچوں۔ فضل۔ عبد اللہ۔ اور قثم کے حوالے کر دیتا۔ حضور کا یہ ارشاد سن کر عباس کی آنکھیں کھل گئیں وہ کہنے لگے آج میں نے جان لیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ اس بات کا علم بجز میرے اور ام الفضل کے اور کسی کو نہ تھا۔ اگر آپ اس واقعہ کو جانتے ہیں تو واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ (۱)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ سب سے منگاف فدیہ حضرت عباس سے لیا گیا انہوں نے سواوقیہ سونا بطور فدیہ ادا کیا روز بدر جب نوفل کو قید کیا گیا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے فرمایا۔

کہ جدہ میں تمہارے جو نیزے رکھے ہیں وہ فدیہ کے طور پر دے دو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے نوفل یہ سن کر ہکا بکا ہو گیا کہنے لگا اس بات کا علم میرے بغیر کسی کو نہ تھا۔ اگر آپ کو اس راز کا علم ہے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ جدہ میں ان کے ایک ہزار نیزے تھے وہ سب انہوں نے بطور فدیہ دے دیئے۔ (۲)

جو لوگ فدیہ کی رقم ادا کرنے سے عاجز تھے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ ابو العاص بن الربیع :- حضرت زینب نے ان کے فدیہ کے لئے اپنا سنہری ہار بھیجا تھا جو انہیں واپس کر دیا گیا اور ابو العاص کو رہا کر دیا گیا۔ ان کا تعلق بنی عبد شمس سے تھا۔
- ۲۔ بنو مخزوم سے المطلب بن حنطب :- اسے بھی بغیر فدیہ لئے آزاد کر دیا۔
- ۳۔ صیفی بن ابی رفاعہ :- ابو عزہ :- عمرو بن عبد اللہ :- یہ مفلس تھا۔ اور بہت سی بچیوں کا باپ تھا اس نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میرے

پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں میں محتاج بھی ہوں اور عیالدار بھی ہوں مجھ پر احسان فرمائیے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد فرمادیا۔ اور اس سے صرف یہ وعدہ لیا کہ وہ اسلام
 کے دشمنوں کی امداد نہیں کرے گا۔ اس نے حضور کی توصیف میں ایک قصیدہ لکھا جس کے دو
 شعر آپ بھی پڑھئے اور لطف اٹھائیے۔

مَنْ مَّبْلَغٌ عَنِّي الرَّسُولُ مُحَمَّدًا يَا نَكَ حَقِّكَ وَالْمَلِيكَ حَمِيدًا
 وَأَنْتَ إِهْرَئِي تَدْعُو إِلَى الْحَقِّ وَالْهُدَى عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ الْعَظِيمِ شَهِيدًا

”کون ہے جو میری طرف سے اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ کو یہ پیغام پہنچائے
 کہ آپ برحق ہیں اور آپ کا مالک ساری تعریفوں سے موصوف ہے۔
 آپ وہ شخص ہیں جو حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس بات
 پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے جو ہمت بڑا ہے۔“

شہداء بدر کے اسماء گرامی

اسلام کے جان باز مجاہدین میں سے کتنے خوش نصیبوں کو خلعت شہادت سے سرفراز فرمایا
 گیا ان کے بارے میں ابن اسحاق کا قول یہ ہے۔ کہ ان کی تعداد گیدہ تھی لیکن موسیٰ بن عقبہ کی
 تحقیق یہ ہے کہ ان کی تعداد چودہ تھی ان میں سے چھ مہاجر تھے اور آٹھ انصاری۔ جمہور علماء
 مغازی اور سیر اور محدثین نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ ان خوش بختوں کے اسماء گرامی بطور
 تبرک درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ عبیدہ بن الحارث = یہ حضور علیہ السلام کے چچا حادث کے فرزند تھے۔
- ۲۔ عمیر بن ابی وقاص = یہ حضرت سعد فلاحؓ کے بھائی تھے۔ شہادت کے وقت
 ان کی عمر سولہ سترہ سال تھی۔
- ۳۔ عمیر بن حمام۔
- ۴۔ سعد بن خبثہ۔
- ۵۔ ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضله خزاعی
- ۶۔ مبشر بن عبد المنذر
- ۷۔ عاتق بن بکیر اللیثی
- ۸۔ ہشج، حضرت قذوق اعظم کا آزاد کردہ حبشی غلام۔

حاکم نے واکہ سے روایت کیا ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”خَيْرُ
لِلسُّودَانِ لَقْمَانُ وَبِلَالٌ دَرَمَهُ جَعَلَهُ“ کہ سیاہ قاموں میں یہ تین آدمی سب سے بہتر ہیں۔

لقمان - بلال - اور جمع -

۹۔ صفوان بن بیضاء الغفیری -

۱۰۔ یزید بن حارث خزرجی

۱۱۔ رافع بن معلی

۱۲۔ حارث بن سراقہ

۱۳۔ عوف بن عفراء

۱۴۔ معوذ بن عفراء

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَجَزَاهُمْ اللَّهُ عَنَّا وَعَنِ الْإِسْلَامِ
خَيْرَ الْجَزَاءِ -

اموال غنیمت کی تقسیم

اسلام سے پہلے اہل عرب کسی قانون اور ضابطہ کے پابند نہ تھے ان کی زندگی کی ساری سرگرمیاں، ان کے لائبل مزاجوں سے وابستہ تھیں صلح و جنگ کے رسم و رواج میں عدل و انصاف کے علاوہ قوت اور دھاندلی کا دور دورہ تھا۔ اسلام نے یکتا ان کی اس بے راہروی کو قانون کا پابند نہیں کر دیا بلکہ آہستہ آہستہ حسب ضرورت احکام نافذ کئے اس طرح وہ قوم جو ابھی چند سال پہلے انانیت اور سرکشی میں ضرب المثل تھی نظم و ضبط کی علمبردار بن گئی۔

بدر کی جنگ کفر و اسلام کی پہلی جنگ تھی۔ نئے مسائل جن سے مسلمان پہلے آشنا نہ تھے کا وقوع پذیر ہونا ایک قدرتی بات تھی جب نصرت ربانی سے مٹھی بھر نئے مسلمانوں نے کفار کی عظمت و نخوت کو خاک میں ملا دیا اور ان کا لشکر جرار اپنے ستر سورملوں کے لاشے اور ستر اسیر اور بہت سا سلمان میدان میں چھوڑ کر بھاگتا تو کچھ مسلمان دور تک ان کے تعاقب میں چلے گئے اور بعض مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس سلمان پر قبضہ کر لیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اسے تقسیم کیسے کیا جائے کیا عرب کے پرانے رسم و رواج کے مطابق جو چیز جس کے ہاتھ لگے وہ لے کر چلتا بنے اور دوسرے منہ تکتے رہ جائیں یا اسلام اس کے متعلق بھی کوئی واضح ہدایت دے کر ہمیشہ کے لئے اس گڑبڑ کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔

قرآن حکیم نے قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فرما کر اس ساری آوارگی کو ہی ختم کر دیا کہ میدان جنگ میں ہاتھ آنے والا ساز و سامان افراد کی ملکیت ہی نہیں تاکہ اس کی ہٹائی میں ایک دوسرے سے جھگڑا شروع کریں بلکہ اس کا مالک تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مقبول ہے۔ اس لئے اللہ کا رسول اپنے مالک کے حکم سے جس طرح چاہے تقسیم فرمادے کسی کو اعتراض کا حق ہی نہیں۔

حضرت ابو امامہ الباہلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا یہ آیت انفال کب نازل ہوئی۔

فَقَالَ عُبَادَةُ فَبَيْنَا مَعْشَرُ أَصْحَابِ بَدْرٍ نَزَلَتْ حِينَ اخْتَلَفْنَا
فِي النَّفْلِ وَسَاءَتْ فِيهِ أَخْلَاقُنَا فَفَزَعَهُ اللَّهُ مِنْ أَيْدِينَا
وَجَعَلَهُ إِلَى الرَّسُولِ فَقَسَّمَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ بَوَائِبِ يَقُولُ عَلَى السَّوَاءِ (قرطبی)

”حضرت عبادہ نے فرمایا کہ یہ ہم بدریوں کے حق میں نازل ہوئی جب ہم نے مال غنیمت کے بارے میں جھگڑنا شروع کیا اور اس میں ہمارے اخلاق میں خرابی پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے اختیار سے نکل کر اپنے رسول کے حوالے کر دیا اور حضور نے اسے برابر طور پر سب میں تقسیم فرمایا۔“

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ واپس آتے ہوئے جب مضیق الصفراء سے گزر کر اس ٹیلا کے پاس پہنچے جو مضیق اور نازیہ کے درمیان تھا تو وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجاہدین کے درمیان اموال غنیمت کو تقسیم فرمایا اور تمام مجاہدین کو برابر حصہ دیا۔ (۱)

البتہ علماء سیرت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا ان اموال سے خمس نکالا گیا یا نہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ اس وقت تک وہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی جس میں خمس نکالنے کا حکم ہے۔ اس لئے خمس نکالے بغیر یہ اموال غنیمت تمام مجاہدین میں مساوی طور پر تقسیم کر دیئے گئے لیکن علامہ ابن کثیر وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ ان اموال سے پہلے خمس نکالا گیا پھر بقیہ اموال کو برابر تقسیم کیا گیا۔ شیخ محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے وہ لکھتے ہیں۔
وَمَنْ يُنِيلْ إِلَى مَا اخْتَارَهُ الْمُحَافِظُ ابْنُ كَثِيرٍ۔

”یعنی میں اس قول کو ترجیح دیتا ہوں جو حافظ ابن کثیر نے پسند کیا

ہے۔“ (۱)

مال غنیمت میں سے صرف ان مجاہدین کو ہی حصہ نہیں دیا گیا جنہوں نے عملی طور پر جنگ میں شمولیت کی تھی بلکہ ان حضرات کو بھی حصہ دیا گیا جن کو کسی اہم فریضہ کے انجام دینے کے لئے کسی دوسری جگہ متعین فرمایا تھا مدینہ طیبہ سے روانہ ہونے سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید کو ابوسفیان کے قافلہ اور قریش مکہ کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے لئے روانہ کیا وہ قحیل ارشاد کے بعد مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور اس وقت بدر کے لئے تشریف لے جا چکے تھے۔ یہ دونوں حضور کے پیچھے روانہ ہو گئے ان کی ملاقات اس وقت ہوئی جب حضور بدر میں فتح مبین حاصل کرنے کے بعد واپس تشریف لارہے تھے ان دو صاحبان نے اگرچہ جنگ میں عملی طور پر شرکت نہیں کی تھی لیکن انہیں بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔

اسی طرح بسبس بن عمر اور عدی بن الزغباء جو بنی حنظلہ کے فرد تھے ان کو بھی دشمن کی نقل و حرکت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ان کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔ کیونکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں حضور کی صاحبزادی رقیہ کی حصار داری کے سلسلہ میں بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔

مدینہ طیبہ سے روانہ ہونے سے پہلے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر کو آپ نے وہاں کا قائم مقام والی مقرر کیا انہیں بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔ قبائل العالیہ کے علاقہ کے انتظام کے لئے حضرت عاصم بن عدی کو مقرر فرمایا انہیں بھی مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ الروحاء کے مقام پر خواتین جیسر کی پٹنڈی کی ہڈی ٹوٹ گئی اور انہیں واپس بھیج دیا گیا۔ اس طرح حضرت حارث بن صمہ کو بھی چوٹ لگی انہیں بھی علاج کے لئے واپس بھیجا ان دونوں کو بھی مال غنیمت سے حصہ ملا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جنگ میں عملی طور پر شرکت نہیں کی لیکن سرکلہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل میں مصروف تھے اس لئے نہ صرف انہیں مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا گیا بلکہ ان سب کو جہاد کے اجر و ثواب کی بھی بشارت دی گئی۔ (۲)

اس فتح مبین کے اثرات

جزیرہ عرب کے باشندوں کی اکثریت بتوں کی خدائی پر مصمم قلب سے یقین رکھتی تھی۔ انہیں بار بار قرآنی آیات سنائی گئیں حضور نے انہیں بڑے حقیقت افروز معجزات بھی دکھائے لیکن ان لوگوں کو ذرا اثر نہ ہوا۔ وہ اپنے غلط اندیش آباد اجداد سے یوں چپے ہوئے تھے کہ ان سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی تھی کہ وہ ان لغو عقائد کو نظر انداز کر کے ان عقائد حقہ کو تسلیم کر لیں گے۔ جن کی حقانیت اور صداقت کے بارے میں کسی عقل سلیم کو ذرا انکار نہیں۔ اس معرکہ حق و باطل میں باطل کی شکست فاش نے ان تمام تجلیات کو تار تار کر دیا جو حقیقت کے روئے زبا کو چھپائے ہوئے تھے۔ بتوں پر ان کا یقین متزلزل ہو گیا کہ اگر ہمارے یہ معبود اپنے نعرے لگانے والوں اور قدیمی پرستاروں کو تعداد کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کے باوجود ان مٹھی بھر نہتے مسلمانوں کی دستبرد سے نہیں بچا سکے ان مصطفوی درویشوں نے ان کے ستر سرداروں کو تہ تیغ کر دیا اور ان کے بت ان کی مدد کو نہ آئے۔ ان کے ستر رئیسوں کو جنگی قیدی بننے کی ذلت برداشت کرنا پڑی لیکن ان بتوں نے ان کی کسی زنجیر کو نہیں توڑا اب انہوں نے سنجیدگی سے ان بتوں کے بارے میں سوچنے کی ضرورت محسوس کی۔ دعوت محمدیہ کی حقیقت آشکارا ہوئی پہلے تو وہ لوگ اس کو دور خور اعتنائی نہیں سمجھتے تھے لیکن اب انہیں یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جس دعوت نے ان غریب الوطن درویشوں کو ناقابل تسخیر بنا دیا وہ اتنی معمولی چیز نہیں ہے کہ اس پر غور و خوض کرنے کی زحمت بھی یہ لوگ گوارا نہ کریں۔ مسلمانوں کی اس میدان کلہ زار میں اس فتح سے اللہ کا کلمہ بلند ہوا اور کفر کا جھنڈا سرنگوں ہوا۔ اور یہ بہت اہم نتیجہ تھا جو اس جنگ سے رونما ہوا۔

دوسرا نتیجہ جو اس جنگ سے آشکارا ہوا وہ یہ تھا کہ پہلے کفار مسلمانوں کو ضعیف و زار، بیکس و بے نوا، جے آسرا و بے سارا سمجھتے تھے اور انہیں غلط فہمی تھی کہ ان کو جب چاہیں گے رگیدتے ہوئے چلے جائیں گے لیکن اس جنگ میں جب انہوں نے ان درویشوں کی ضربت حیدری اور ان کے نعرہ قلندرانہ کی گرج کا تجربہ کیا۔ تو مسلمانوں کے بارے میں ان کا پہلا تصور سراسر کافور ہو گیا۔ اب انہوں نے ان سے ٹکر لے کر دیکھ لیا تھا کہ یہ ریت کے ٹیلے نہیں بلکہ سنگ خارا کی چٹانیں ہیں اور فولاد کے پہاڑ ہیں ان کا مقابلہ کرنا اور ان کو شکست دینا آسان بات نہیں۔ مسلمانوں نے جانبازی کے جو جو ہر دکھائے تھے۔ شجاعت و بہادری کے جن کلہ بائے نمایاں کا انہوں نے مظاہرہ کیا اس سے ان کا رعب اور دھاک کفار کے دلوں پر بیٹھ

گئی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَإِذْ كُودًا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ فَخَافُونَ
أَنْ يَتَخَفَكُمُ النَّاسُ فَادْكُمُوهَا أَتَدْكُمُ بِنَصْرِهِ وَدَرَأَكُمْ فِي
الطَّبَئِيتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

”اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے کمزور اور بے بس سمجھے جاتے تھے ملک
میں (اس وقت) ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں اچک نہ لے جائیں لوگ۔
پھر اللہ نے پناہ دی تمہیں اور طاقت بخشی تمہیں اپنی نصرت سے اور عطا کی
تمہیں پاکیزہ چیزیں تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔“ (سورۃ انفل: ۲۶)

سنگان مدینہ پر اسلام کی اس فتح مبین کا اثر

اوس و خزرج کی اکثریت نے دل و جان سے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان میں سے بہت قلیل
تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو اپنے مشرکانہ عقائد پر اڑے رہے۔ ان کے برعکس یہودی قبائل بنو
قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ، اور یہود بنو حارث ان میں سے کئی کے چند ایسے خوش بخت تھے۔ جو
اپنی قومی عصیت کے آہنی خول کو توڑ کر نکلنے میں کامیاب ہوئے اور امام الانبیاء علیہ التیمتو الثناء
کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا لیکن ان کی اکثریت اپنے عقیدہ۔ یہودیت پر
قائم رہی اور اسلام کی اس فتح مبین کے بعد ان کی قومی عصیت نے شدت اختیار کر لی۔ اور ان
کی آتش غضب کو بھڑکادیا اور پہلے سے بھی زیادہ انہوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی
مخالفت شروع کر دی۔ انہوں نے اوس و خزرج کے مشرک افراد سے یارانہ گانٹھا اور ان کے
ساتھ مل کر مسلمانوں کو مدینہ طیبہ سے نکال باہر کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔

ان کی مذہبی کتابوں میں سرکارِ دو عالم کی بعثت کے بارے میں بکثرت پیشگوئیاں موجود
تھیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علامات اور خصائل حمیدہ کا مفصل تذکرہ تھا۔ جو
انہوں نے بار بار پڑھا تھا وہ اس یمن و برکت والے نبی کی آمد کے لئے چشمِ براہ تھے اور اس کے
نام کے وسیلہ سے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح یاب ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگا
کرتے تھے۔ لیکن ان کی آرزو یہ تھی کہ یہ عظیم الشان نبی اولادِ اسحاق علیہ السلام سے ہو لیکن
جب مشیت الہی نے یہ شرف اولادِ اسماعیل کو دینے کا فیصلہ فرمایا اور حضور تشریف لائے جن میں
آنے والے نبی کی جملہ صفات موجود تھیں تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کے

فیصلہ پر قربان کر دیتے اور نبی مکرم پر صدق دل سے ایمان لے آتے انہوں نے ہٹ دھرمی کی انتہا کر دی اور حضور کی ذات ستودہ صفات میں ان تمام علامات کو دیکھ لینے کے بعد بھی انہوں نے حضور پر ایمان لانے سے انکار کر دیا اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضور، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل پاک سے تھے۔

بدر میں اسلام کی فتح مبین کے باوجود انہیں حق قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی التا وہ مارے حسد کے انگڑوں پر لوٹنے لگے۔ حضرت صفیہ جو ایک یہودی سردار مئی بن اخطب کی صاحبزادی تھیں ان کا واقعہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ جب حضور قبائیں رونق افروز ہوئے تو حضرت صفیہ کا والد مئی اور ان کا چچا ابو یاسر بن اخطب ایک روز صبح سویرے حضور کی ملاقات کے لئے قبا گئے۔ دن بھر وہاں گزارنے کے بعد شام کو گھر واپس آئے میں نے انہیں حسب سابق خوش آمدید کہا۔ اور میں ان کی طرف لپکی لیکن انہوں نے میری پروا ہی نہ کی افسردہ اور در ماندہ حالت میں مشکل سے قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھ گئے میں نے سنا کہ میرا چچا ابو یاسر میرے باپ مئی سے پوچھ رہا تھا کہ کیا یہ وہی ہیں جن کا ذکر تورات میں بار بار آیا ہے اس نے کہا بخدا وہی ہیں۔ پھر پوچھا کیا تم نے ان کو پہچان لیا ہے مئی نے کہا ہیشک! ابو یاسر نے پوچھا اب کیا ارادہ ہے مئی نے کہا۔ عَدَاوَتُهُ دَانَاللهِ مَا بَقِيَتْ خُدا کی قسم! زندگی کے آخری سانس تک ان کی عداوت میں سرگرم رہوں گا۔ اور اس شقی ازلی نے آخری دم تک اسلام کو زک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔

عبداللہ بن ابی جو قبیلہ خزرج کا فرد تھا۔ اور اس گروہ کا سربراہ تھا جو لوس و خزرج، اپنے مشرکانہ عقائد پر پختہ تھے۔ اس نے اس فتح کے بعد منافقت کا نقاب اپنے چہرے پر ڈال لیا تھا اسی نے یہودی قبیلہ بنی نضیر کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے کی سازش شروع کی اس نے بنی نضیر کو کہلا بھیجا کہ اپنے محلات اور حویلیوں کو مت چھوڑنا ڈٹے رہنا۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی مدینہ خالی کر دیں گے اور تمہارے ساتھ روانہ ہو جائیں گے اگر مسلمانوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی تو ہم تمہاری مدد کے لئے میدان جنگ میں کود پڑیں گے۔ ان کی اس سازش کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح کیا گیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَاْفَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ
اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِىْكُمْ
اَحَدًا اَبَدًا قُلْ اَنْتُمْ قَوْلُكُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَتَّبِعُ اَنْتَهُمْ

لَكَذِبُونَ ۝

لَئِنْ أَخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُوهُمْ
وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُؤْتِنَنَّ الْأَدْبَارُ لَهُمْ لَا يَنْصُرُونَ -

”کیا آپ نے منافقوں کی طرف نہیں دیکھا وہ کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے
جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے کہ اگر تمہیں (یہاں سے) نکالا گیا
تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جائیں گے۔ اور ہم تمہارے
بارے میں کسی کی بات ہرگز نہیں مانیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو
ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ
بول رہے ہیں۔

(سن لو) اگر یہودیوں کو نکالا گیا تو یہ نہیں نکلیں گے ان کے ساتھ اور اگر
ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر (جی کڑا
کر کے) انہوں نے ان کی مدد کی تو یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر
ان کی مدد نہ کی جائے گی۔“ (الحشر: ۱۱-۱۲)

اوس و خزرج اور یہودی قبائل سے جن لوگوں نے منافقت کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ وہ مسجد میں
اکٹھے ہوتے اس طرح انہیں مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا
موقع مل جاتا وہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے پھتیلیں کتے۔ کن آنکھوں سے ایک دوسرے کو
اشارے کرتے اپنی ان ناشائستہ حرکتوں سے انہوں نے مسلمانوں کے سکون قلب کو درہم
برہم کر دیا تھا۔ اسلامی تعلیمات کے بارے میں وہ ایسی کٹ جھتیاں کرتے، ایسے شوٹے
چھوڑتے اور ایسے بے سرو پا اعتراض کرتے جن سے مسلمانوں کے دلوں میں اپنے دین کے
بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں۔

مسجد سے منافقین کو نکال دینے کا حکم نبوی

ایک روز نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے دیکھا منافقین ایک دوسرے سے
سرجوڑے بیٹھے ہیں اور سرگوشیاں کر رہے ہیں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
غلاموں کو حکم دیا کہ ان نابکاروں کو مسجد سے باہر نکال دیں چنانچہ اپنے آقا کے ارشاد کی تعمیل
میں مسلمانوں نے ان کو چن چن کر باہر نکالا کسی کو دھکے دے کر کسی کو بازو سے پکڑ کر کسی کو

مانگ سے گھسیٹ کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔ اور انہیں جھڑکتے ہوئے کہا۔
 خبردار آئندہ اس پاک خانہ خدا کو اپنے ناپاک قدموں سے آلودہ کرنے کی جسارت نہ کرنا۔
 اس گروہ منافقین میں جن منافقوں کا تعلق قبائل یہود سے تھا وہ مسلمانوں کو پریشان
 کرنے اور ان کی دل آزاری کرنے میں سب سے پیش پیش تھے۔ ان کی فتنہ انگیزی کا طریقہ از
 بس خطرناک تھا۔ وہ آتے بڑے ذوق شوق سے اسلام قبول کرتے۔ چند روز تک اسلامی
 احکام کے بجالانے میں بڑے جوش و خروش کا اظہار کرتے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کا یہ جوش و
 خروش مدھم پڑنے لگتا اور آخر کار وہ اچانک اعلان کر دیتے کہ ہم نے بڑے شوق سے اس
 نئے دین کو قبول کیا تھا لیکن ان مسلمانوں کو قریب آکر دیکھا اور آزما یا تو پتہ چلا کہ یہ لوگ تو
 اندر سے بہت کھوٹے ہیں ان کا ظاہر کچھ اور ہے باطن کچھ اور۔ اس لئے ہم نے انہیں چھک کر
 تھوک دیا ہے۔ یہ مذہب اس قابل ہی نہیں کہ کوئی شریف آدمی اس کو قبول کرے اس
 ڈرامے سے ان کا مقصد سادہ لوح لوگوں کو دین اسلام سے متنفر اور برگشتہ کرنا ہوتا قرآن
 کریم میں ان کی اس سازش کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

وَقَالَتِ الْفَاسِقَةُ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَيَّ
 الَّذِينَ آمَنُوا وَجَهَ النَّهَارِ وَكَفَرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۷۲-۷۳)
 ”کہا ایک گروہ نے اہل کتاب سے کہ ایمان لاؤ اس کتاب پر جو اتاری
 گئی ایمان والوں پر صبح کے وقت اور انکار کر دو اس کا سر شام۔ شائد
 (اس طرح) وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔“

وہ شب و روز اسی ادھیڑ بن میں رہتے کہ کسی طرح مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ
 کر دیں اسلام سے پہلے جس طرح وہ ایک دوسرے سے دست بگر بیان رہا کرتے تھے اب بھی
 وہ ایک دوسرے کی بدخواہی میں لگ جائیں ان کی یہ کوششیں بسا اوقات اپنے برگ و بار لے
 آتیں چنانچہ اوس و خزرج کے نوجوان اپنی تلواریں بے نیام کر کے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے
 لئے میدان میں نکل آئے۔ نبی رحمت کو خود مدخلت کرنا پڑی حضور بنفس نفیس موقع پر تشریف
 لے آئے۔ اور دونوں قبیلوں کو لڑنے سے بچالیا۔ حضور پرنور کی نصیحت کرنے سے ان کی
 آنکھیں کھلیں کہ یہ تو دشمن کی چال تھی وہ ایک بار پھر ہمارے درمیان فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر
 جنگ بغاوت کے المیہ کو دوہرانا چاہتا تھا۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں اپنی اس طفلانہ حرکت پر
 معذرت کی اور ایک دوسرے سے معافی مانگ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گلے لگا رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو اپنے اس ارشاد سے سرفراز فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
يَرُدُّكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرًا - (۱۰۰:۳)

”اے ایمان والو! اگر تم کمانوں کے ایک گروہ کا اہل کتاب سے۔ تو نتیجہ یہ ہو گا کہ لوٹا کر چھوڑیں گے تمہیں تمہارے ایمان قبول کرنے کے بعد کافروں میں۔“

سارے یہودی ایک جیسے نہ تھے

اگرچہ یہودی قبائل کی اکثریت مسلمانوں کے درپے آزار رہتی تھی۔ لیکن سب ایسے نہ تھے۔ ان میں ایسے سلیم الطبع اور حقیقت پسند لوگ بھی تھے۔ اگرچہ ان کی تعداد بہت کم تھی جنہوں نے نور حق کو دیکھا تو پہچان لیا صدائے حق کو سنا تو اسے قبول کر لیا ایسے پاک نمد افراد کی توصیف قرآن حکیم نے جس انداز سے فرمائی۔ وہ صرف قرآن پاک کا حصہ ہے۔

لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ
آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ -

”سب یکساں نہیں اہل کتاب سے ایک گروہ حق پر قائم ہے یہ تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی رات کے اوقات میں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔“ (آل عمران: ۱۱۳)

ان سے محتاط رہنے کا حکم

کیونکہ یہودیوں کی غالب اکثریت کے دل پیغمبر اسلام اور اسلام سے بغض و حسد کے جذبات سے لبریز تھے۔ اور رات دن مسلمانوں کو زک پہنچانے کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے اس لئے مسلمانوں کو ان مارہائے آستین سے محتاط اور ہوشیار رہنے کا حکم دیا۔ تاکہ اپنی سادہ لوحی کے باعث دشمن کے دام ہرنگ زمین میں پھنس کر نہ رہ جائیں۔ ان کی جانیں بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت قیمتی ہیں۔ لیکن ان کی جانوں سے بھی زیادہ قیمتی ان کا وہ مشن ہے جس کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے کے لئے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ

اپنی عیاری سے تمہیں تمہاری قیمتی زندگیوں سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ تمہاری زندگی کے مشن کو ناکام بنا دیں۔ ارشاد الہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةٍ مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْمُرُكُمْ
خَبْرًا وَلَا دُورًا مَّا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَأَ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ
مَّا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ

”اے ایمان والو! نہ بناؤ اپنا راز دار غیروں کو وہ کسر نہ اٹھا رکھیں گے
تمہیں خرابی پہنچانے میں وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمہیں ضرر دے ظاہر
ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبانوں) سے اور جو چھپا رکھا ہے
ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔“

(آل عمران: ۱۱۸)

مشرکین مکہ کی ایک خطرناک سازش

عمیر بن وہب، مکہ کے اصنام پرست معاشرہ میں بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس کی عیاری اور
چالاکي کا اس کی اہمیت میں بڑا دخل تھا۔ وہ اپنی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کے باعث مشکل
مسائل کو حل کرنے کے لئے اپنی قوم کا مرجع بنا ہوا تھا۔ سب سے پہلے میدان بدر میں جنگ کی
چنگاری اسی نے بھڑکائی تھی۔ اور جب مشرکین نے راہ فرار اختیار کی تو یہ ان بھاگنے والوں میں
پیش پیش تھا۔ اس کی امیہ بن خلف کے بیٹے صفوان کے ساتھ بڑی گہری دوستی تھی۔ عمیر کے
لڑکے کو مسلمانوں نے جنگی قیدی بنالیا تھا۔ اور صفوان کے باپ امیہ کو مسلمان شمشیرزبانوں نے
ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ دونوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف عداوت و عناد کے شعلے
بھڑک رہے تھے ایک دفعہ دونوں حجر میں جمع ہوئے اور دل کے پھپھولے پھوڑنے لگے عمیر
نے کہا: اے صفوان اگر مسلمانوں نے تیرے سردار باپ کو قتل کر کے تیرے دل کو زخمی کیا
ہے تو انہوں نے میرے نوجوان بچے کو جنگی قیدی بنا کر مجھ پر بھی زیادتی کی انتہا کر دی ہے تم
جانتے ہو میں بہت مقروض ہوں اور میرے پاس قرض ادا کرنے کے لئے بھی کوئی چیز نہیں
میں عیلا دار ہوں اور ان کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے میں نے کوئی پس انداز نہیں
کر رکھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں چپکے سے مدینہ چلا جاتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل
کرتا۔ اس طرح اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی۔ جو میرے اور

تیرے بلکہ سارے اہل مکہ کے دلوں میں بھڑک رہی ہے۔ کیونکہ میں ایسا مقروض ہوں جو قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے سے قاصر ہے اور میرے پاس کوئی ایسا اندوختہ بھی نہیں کہ اگر اس منصوبہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں تو میرا بال بچہ اس سے اپنی ضروریات پوری کر سکے۔

اگر میں وہاں جاؤں اور مارا جاؤں تو لوگ یہی کہیں گے کہ قرضہ سے بچنے کے لئے اس نے دانستہ اس خطرہ میں چھلانگ لگائی ہے اور بال بچے کو بھیک مانگنے کے لئے بے یار و مددگار چھوڑ گیا ہے۔

صفوان کے دل میں اپنے باپ، بھائی اور چچا کے قتل کے باعث ایک آگ سی لگی ہوئی تھی اس نے جب عمیر کی باتیں سنیں تو کہا اے عمیر! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس مہم کو سر کرنے میں اگر تیرے ساتھ کوئی سانحہ پیش آیا تو تیرا سدا قرض میں ادا کر دوں گا اور جب تک میں زندہ ہوں تیرے اہل و عیال کے جملہ اخراجات کا میں کفیل ہوں گا۔ تم ان باتوں کی فکر مت کرو۔

اگر اس منصوبہ کو تم عملی جامہ پہنا سکو تو ساری قوم تمہاری شکر گزار ہوگی دونوں طرف سے مناسب یقین دہانیوں کے بعد ان کے درمیان یہ معاہدہ طے پا گیا۔ دونوں وہاں سے اٹھے اور صفوان، عمیر کے لئے زاد سفر تیار کرنے لگا۔ اس نے اسے تلواریں جو اذ حد صیقل تھی اور اس کی دھار کو خوب تیز کر دیا گیا تھا اسے کئی بار زہر میں بچھایا گیا تھا چند روز بعد عمیر، صفوان کو الوداع کہنے کے لئے اس کے پاس آیا اور اس سے اس معاہدہ کی تجدید کرنے کے بعد بڑی توقعات دل میں لئے عازم مدینہ طیبہ ہوا۔

کئی دن کے سفر کے بعد عمیر مدینہ پہنچا۔ مسجد نبوی کے دروازہ کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا اور اس سے اترا۔ اس نے اپنے اونٹ کے پاؤں باندھ دیئے۔ تلواریں گالے میں لٹکایا۔ اور مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کیا جہاں سرکارِ دو عالم تشریف فرما تھے۔ اچانک حضرت فدوق اعظم کی نگاہ اس پر پڑ گئی وہ مسجد سے باہر چند انصار کے ساتھ محو گفتگو تھے عمیر کو دیکھ کر حضرت عمرؓ گہرا گئے فرمایا قریش کا یہ شیطان کسی اچھی نیت سے یہاں نہیں آیا۔ حضرت عمرؓ، رحمت عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ عمیر بن وہب اپنے گالے میں تلوار آویزاں کئے ہوئے مسجد میں داخل ہوا ہے۔ یہ بڑا عداور اور دھوکا باز ہے اس کا خیال رکھئے۔ حبیب کبریاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ”اَدْخِلْهُ عَلَيَّ“ عمیر کو میرے

پاس لے آؤ۔ حضرت عمر، عمیر کی طرف متوجہ ہوئے اور جس چمڑے کے پٹے کے ساتھ اس نے تلواریں باندھ کر گلے میں لٹکائی ہوئی تھی اس کو گریبان سے پکڑا اور گھسیٹ کر حضور کی خدمت میں لے آئے۔ عمیر نے آکر کہا۔ ”اَلْعُمُوْا صَبَاحًا“ تمہاری صبح خوشی و نعمت سے ہو۔
زمانہ جاہلیت میں یہ مشرکین کا سلام تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
قَدْ اَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِبَيْتِيْ خَيْرٍ مِّنْ بَيْتِيْكَ بِالسَّلَامِ بَيْتِيَّ اَهْلُ
الْجَنَّةِ۔

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے دعائیہ جملہ سے بہتر دعائیہ جملہ سکھایا ہے
اور اہل جنت کا دعائیہ جملہ بھی یہی ہے۔ یعنی السلام علیکم۔“

اس ارشاد کے بعد حضور نے پوچھا عمیر کیسے آنا ہوا؟ کتنے لگا میں اپنے قیدی بیٹے کی خبر لینے
آیا ہوں تاکہ اس کا فدیہ ادا کروں اور اسے آزاد کراؤں۔

میرا آپ سے خاندانی تعلق ہے۔ امید ہے فدیہ کے معاملہ میں آپ میرے ساتھ خصوصی
مروت فرمائیں گے عمیر نے یہ خیال کیا کہ میں نے یہ بات کہہ کر حضور کو مطمئن کر لیا ہے۔
اب میری آمد کے بارے میں آپ کو اور کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں رہا۔ لیکن حضور نے یہ فرما کر
اسے ششدر کر دیا کہ تمہارے گلے میں یہ تلواریں لٹک رہی ہیں اس کی تمہیں کیا ضرورت تھی۔
اس سوال سے ایک مرتبہ پھر گھبرایا لیکن سنبھل گیا۔ اور اپنے ارادہ پر پردہ ڈالنے کے لئے اس
نے کہا۔

قَبَّحَهَا اللّٰهُ مِنْ سُبُوْفٍ دَهَلْ اَعْنَتْنَا اَعْنَتَ شَيْئًا
”ان تلواروں کا ستیلناں ہو ان تلواروں نے پہلے ہمیں کون سا فائدہ
پہنچایا تھا۔“

میں اونٹ سے اترا۔ جلدی سے حضور کی خدمت میں آ گیا مجھے اس تلوار کا خیال ہی نہیں
رہا۔ درحقیقت یہ فولاد کی تلواریں نہیں یہ تو کرم خوردہ لکڑی کی بنی ہوئی ہیں جنہوں نے ہمیں
معرکہ کارزار میں دھوکا دیا تھا۔

رحمت عالم نے اسے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو۔ اس نے پھر وہی جھوٹ دہرایا
کہ میں اپنے قیدی بیٹے کی خیریت دریافت کرنے کے لئے آیا ہوں لیکن حضور نے یہ پوچھ کر
اس کا راز فاش کر دیا کہ تم نے صفوان بن امیہ کے ساتھ حجر میں بیٹھ کر کیا شرطیں طے کیں۔
اب وہ گھبرایا لیکن پھر بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پوچھا کہ میں نے صفوان کے ساتھ کیا
شرطیں طے کی ہیں۔ اس پیکر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت سے فرمادیا۔

تَحَمَّلْتُ لَهُ بِقَسِيٍّ عَلَى أَنْ يُعَوَّلَ بَيْنَكَ دَيْفَضِي لَكَ دَيْنَكَ
وَاللَّهُ حَائِلٌ بَيْنِي وَبَيْنَكَ -

”یعنی تم نے مجھے قتل کرنے کی اس شرط پر ذمہ داری قبول کی ہے کہ وہ تمہارے بچوں کے اخراجات کا بھی کفیل ہو گا اور تیرے قرض خواہوں کو تیرا قرض بھی ادا کرے گا اے عمیر سن میرے اور تیرے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے تیری مجال نہیں کہ میرا بل بھی بیکا کر سکے۔“

حضور کی اس ضربت قاہرہ سے اس کی عیڑی، چالاک اور دانشمندی کے سارے قلعے بیوند خاک ہو گئے یہ ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

یا رسول اللہ! ہم آسمانی وحی کے بارے میں آپ کی تکذیب کیا کرتے تھے لیکن یہ راز جس سے آج آپ نے پردہ اٹھایا ہے یہ تو ایک سترِ مکتوم تھا جس کی ہم دونوں کے بغیر کسی کو خبر نہ تھی۔ اگر یہاں بیٹھ کر آپ سینکڑوں میل دور وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس سترِ مکتوم پر آگاہ فرما دیتا ہے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ اللہ کے پیارے اور سچے رسول ہیں۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو مجھے اس طرح آپ کے قدموں میں لے آیا میں اعلان کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں۔ ایسے خطرناک دشمن کے مشرف باسلام ہونے سے مسلمانوں کی مسرت کی حد نہ رہی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا کہ اپنے بھائی کو دین کے مسائل سمجھاؤ اسے قرآن کریم کی تعلیم دو اور اسکے قیدی بیٹے کو بغیر فدیہ لئے آزاد کر دو۔ چنانچہ صحابہ نے اپنے آقا کے فرمان کی تعمیل کی عمیر نے عرض کی یا رسول اللہ! پہلے میں اسلام کے چراغ کو بجھانے کے لئے کوشاں رہا اور جو آپ پر ایمان لے آتا میں اس کو اذیت پہنچاتا اب میری خواہش ہے کہ حضور مجھے مکہ جانے کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ وہاں جا کر میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کروں شاید اللہ تعالیٰ میری اس کوشش سے، ان گم کردہ راہوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ ورنہ میں ان مشرکوں کو اس طرح اذیت پہنچاؤں جس طرح پہلے میں حضور کے صحابہ کو دکھ پہنچایا کرتا تھا۔ رحمت عالم نے اس پر جوش نو مسلم کو مکہ واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

جب عمیر مکہ سے مدینہ روانہ ہوا تو صفوان لوگوں کو کہا کرتا تھا کہ عنقریب میں تمہیں

مدینہ طیبہ سے خوش کن خبر دوں گا۔ اور جو شخص ادھر سے مکہ آتا اس سے پوچھتا کہ یثرب میں کوئی حیران کن واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے آخر ایک روز ادھر سے آنے والے ایک مسافر نے اسے بتایا کہ عمیر مسلمان ہو گیا ہے یہ سن کر اس پر بجلی سی گری اس نے اعلان کر دیا کہ اب وہ عمیر سے سارے دوستانہ مراسم کو ختم کر دے گا اور کبھی اسکی امداد نہیں کرے گا عمیر واپس آئے تو یہاں تبلیغ اسلام کا کام بڑی سرگرمی سے شروع کر دیا ان کی کوششوں سے مشرکین کی ایک کثیر تعداد مشرف باسلام ہوئی۔ (۱)

۲ ہجری میں احکام شرعی کا نفاذ

ہجرت کے بعد امت مسلمہ کے لئے دوسرا سال موت و حیات کی کشمکش کا سال تھا۔ مسلمانوں نے اگر باعزت طور پر زندہ رہنا تھا۔ تو اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنی قوت و طاقت کا ایسا مظاہرہ کریں کہ ان کے بدخواہ ان کے وجود کو اور ان کی قوت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجاہدین کے مختصر دستے مختلف علاقوں میں بھیج کر دشمن کو ہراساں بھی کرنا شروع کیا اور مختلف علاقوں کے جغرافیائی حالات سے بھی واقفیت بہم پہنچائی مئی اسی سال کے نصف آخر میں مسلمانوں کو میدان بدر میں وہ تاریخ ساز اور فیصلہ کن جنگ لڑنا پڑی جس کا تذکرہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں فرزند ان اسلام اگر ذرا تغافل سے کام لیتے اور جان کی بازی لگا کر کفر و باطل کو شرمناک شکست سے دو چار نہ کر دیتے تو نہ معلوم مسلمانوں کا انجام کیا ہوتا۔

اس قسم کے ہنگامی حالات میں عام طور پر دوسری قومیں اپنی ساری توجہ اپنے سارے وسائل، اپنے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ قوم کی معاشی، تعلیمی اور اخلاقی اصلاح و فلاح کے منصوبوں کو اس وقت تک مؤخر کر دیا جاتا ہے جب تک دشمن کی قوت کو کچل نہ دیا جائے اور ملک میں امن و امان کی فضا بحال نہ ہو جائے۔

لیکن کاروان انسانیت کا راہبر، تحریک اسلامی کا علمبردار، احمد مختد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے دفاع اور بقا کی جنگ بھی لڑ رہا ہے۔ اور اس شخص مرحلہ میں اپنی امت کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح و فلاح کے منصوبوں سے ایک لمحہ بھی غافل نظر نہیں آتا۔ پورے تسلسل کے ساتھ نبوت کے اہم فریضہ کو انجام دینے کی کوششیں بھی جاری ہیں اس پر خطر ہنگامی دور میں بھی

قانون الہی کے نزول اور اس کی تنفیذ کا کام پوری سرگرمی سے ہوتا رہا عبادات، معاملات اور عقوبات کے شعبہ میں ایسے ایسے احکام الہیہ کا نفاذ ہو رہا ہے جو اپنے دور رس نتائج اور ہمہ گیر اثرات کی بدولت از حد اہم ہیں پہلے ان احکام شرعی کی فہرست کا مطالعہ فرمائیے۔ اس کے بعد اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے بارے میں چند اشارات پیش کئے جائیں گے۔

۲ ہجری میں جو احکام الہی نافذ العمل ہوئے

- ۱۔ تحویل قبلہ۔ (بیت المقدس کی بجائے کعبہ مقدسہ کو امت مسلمہ کا قبلہ مقرر کیا گیا)۔
 - ۲۔ ماہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔
 - ۳۔ عید الفطر سے پہلے صدقہ فطرا د کرنے کا حکم۔
 - ۴۔ یکم شوال کو عید گاہ میں عید الفطر کی نماز کی ابتداء۔
 - ۵۔ سفر و حضر میں پہلے فرض نماز کی دو رکعتیں پڑھی جاتی تھیں سفر میں تو دو رکعتیں باقی رہیں لیکن حضر میں دو کے بجائے چار رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔
 - ۶۔ ملت اسلامیہ کے اغنیاء پر ان کے اموال کی زکوٰۃ فرض کی گئی اور اس کے مصارف کا تعین کر دیا گیا۔
 - ۷۔ قصاص کا قانون نافذ کیا گیا۔
 - ۸۔ دیون کا نظام مقرر ہوا۔
- بڑے اختصار کے ساتھ ان امور کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

تحویل قبلہ

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے بحکم الہی ادائے نماز کے وقت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگے سترہ ماہ تک یہی معمول رہا۔ ویسے حضور کی آرزو یہ تھی کہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ شریف کو امت مسلمہ کا قبلہ بنایا جائے کیونکہ یہ حضور کے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ وعلیٰ نبینا افضل الصلوٰۃ والسلام نے تعمیر فرمایا تھا۔ ایک روز حضور پُر نور نے اپنی اس خواہش کا اظہار حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سامنے کیا انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی آپ کی طرح اللہ تعالیٰ کا بندہ

ہوں۔ میں اس کی اجازت کے بغیر دم نہیں مار سکتا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہا کچھ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تحویل قبلہ کے لئے مصروف دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں حضور کی نگاہیں آسمان کی طرف بار بار اٹھتی رہتیں۔ ایک روز سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت بشر بن البراء بن معرور کی والدہ کی ملاقات کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے ان کا گھر بنی سلمہ کے محلہ میں تھا بشر کی والدہ نے دوپہر کے کھانے کا اہتمام بھی کیا اسی اثناء میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضور نے حسب معمول بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز ظہر پڑھنی شروع کی۔ جب دور کعتیں پڑھ چکے تو جبرئیل امین حاضر ہوئے اور اشارہ کیا کہ آپ کعبہ شریف کی طرف روئے انور پھیر کر بقیہ نماز مکمل کریں حکم الہی ملتے ہی حضور نے نماز کی حالت میں ہی اپنا رخ کعبہ مشرفہ کی طرف پھیر لیا اور حضور کی اقتداء میں تمام نمازیوں نے بھی بلا تاخیر اپنے منہ بیت المقدس سے پھیر کر کعبہ شریف کی طرف کر لئے۔ کیونکہ منہ طیبہ سے بیت المقدس جانب شمال ہے اور کعبہ شریف اس کے بالمثل جانب جنوب ہے۔ اس لئے اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیچھے جہاں مستورات نماز ادا کر رہی تھیں وہاں مرد آکر کھڑے ہو گئے اور ان کی جگہ مستورات آکر کھڑی ہو گئیں اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا
وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۚ

”ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں (لو) اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف (اے مسلمانو!) جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو اپنے منہ اس کی طرف۔ (سورۃ بقرہ: ۱۴۴)

اسی لئے یہ مسجد، مسجد قبلتین کے نام سے مشہور ہوئی۔

صحابہ کرام کے دلوں میں اپنے ہادی و مرشد صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت کا جو جذبہ موجزن تھا۔ اس کے بڑے خوبصورت اور حیران کن مناظر اس وقت دیکھنے میں آئے۔ عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز حضور کی اقتداء میں ادا کرنے کے بعد انصار کے محلہ بنی حارثہ میں گئے عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ وہاں انصار باجماعت نماز عصر ادا کر رہے تھے اس وقت وہ حالت رکوع میں تھے حضرت عباد بن بشر نے بلند آواز سے کہا۔

اَشْهَدُ بِاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم
قَبْلَ الْبَيْتِ فَاسْتَدَارُوا۔

”یعنی میں اللہ کے نام کے ساتھ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے حضور کی اقتداء میں بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ سنتے ہی سب نمازی بلا تامل جس حالت میں تھے اسی حالت میں کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے لگے۔ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اَجَدَعِیْنِ اسی طرح ایک دوسرے صحابی حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم محلہ بنی اشمل میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور آکر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو گیا ہے کہ کعبہ کی طرف منہ پھیر لیں۔ یہ آواز سنتے ہی ہمارے امام نے حالت نماز میں اپنا رخ بیت المقدس سے بیت اللہ شریف کی طرف پھیر لیا اور ہم تمام مقتدیوں نے بھی بے چون و چرا اپنے منہ پھیر لئے۔

ہجرت سے سولہ سترہ ماہ بعد ماہ رجب میں بعد زوال آفتاب تحویل قبلہ کے بدلے میں حکم الہی نازل ہوا جب مسلمانوں نے حکم الہی کے مطابق کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنا شروع کیں تو یہود نے شور مچانا شروع کر دیا کبھی کہتے کہ یہ لوگ پھر مکہ والوں کی طرف مائل ہو گئے ہیں دیکھنا اب رفتہ رفتہ انہی کے مشرکانہ عقائد کو اپنالیں گے۔ لوگو! دیکھو یہ کس طرح پینتر ابد لیتے ہیں۔ اور اگر کعبہ کو قبلہ بنانا تھا تو پہلے ہی بتایا ہوتا یہ کیا کھیل ہے کہ چند ماہ بیت المقدس کو قبلہ بنائے رکھا۔ پھر اچانک ادھر سے منہ موڑ کر کعبہ کی طرف کر لیا۔ اس میں کیا حکمت ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس جھٹ بازی کو یہ فرماتے ہوئے مسترد کر دیا کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون ہمارے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور کون اپنی ہوائے نفس کا اسیر بن رہتا ہے۔ فرمایا۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ
الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَنْقَلِبْ عَلٰی عَقْبَيْهِ ؕ

”اور نہیں مقرر کیا ہم نے بیت المقدس کو قبلہ جس پر آپ اب تک رہے مگر اس لئے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے تمہارے رسول کی اور کون مڑتا ہے۔ اٹھے پاؤں۔“ (سورۃ بقرہ: ۱۴۳)

یہودیوں کا ایک وفد جو ان کے مندرجہ ذیل چیدہ افراد پر مشتمل تھا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔

رفلحہ بن قیس۔ فردم بن عمرو۔ کعب بن اشرف۔ رافع بن ابی رافع۔ حجاج بن عمر۔ ربیع بن ربیع۔ کنانہ بن ربیع۔ پسران ابی الحقیق

انہوں نے آکر کہا۔ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اس قبلہ سے کیوں منہ موڑ لیا ہے جس پر آپ اب تک تھے حالانکہ آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ حضرت ابراہیم کی ملت اور دین پر ہیں آپ اپنے اس قبلہ کی طرف لوٹ جائیے۔ ہم سب یہودی قبائل کے افراد آپ کی پیروی کریں گے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کریں گے۔ (۱)

ان کی پیشکش کسی خلوص پر مبنی نہ تھی۔ وہ صرف اپنی ان چکنی چڑی باتوں سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آزمانا چاہتے تھے۔ کہ کیا حضور اپنے فیصلہ پر کچے رہتے ہیں۔ یا ہلرے ایمان لانے کے لالچ میں اس فیصلہ کو بدل دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر یہ آیت نازل کی

وَلَا الَّذِينَ اٰذِنُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ
وَمَا اللّٰهُ بِخَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ

”بیشک وہ جنہیں کتاب دی گئی ضرور جانتے ہیں کہ یہ حکم برحق ہے ان کے رب کی طرف سے اور نہیں اللہ تعالیٰ بے خبر ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں۔“

(سورۃ بقرہ: ۱۴۴)

اور پھر بڑے جلال سے فرمایا۔

وَلٰٓئِن اَتَّبَعْتَ اَهْوَاۡهُمْ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ لَآتٰكَ
اِذَا لِمَنِ الظّٰلِمِيْنَ

”اور (اگر بغرض محال) آپ پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس کے بعد کہ آپ کا علم تو یقیناً آپ اس وقت ظالموں میں شمار ہوں گے۔“

(سورۃ بقرہ: ۱۴۵)

(۲) ماہ رمضان کے روزے

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو دیکھا۔ یہاں کے

یہودی محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں سرور عالم نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی تھی اور بحر احمر کی موجوں سے سلامت وہ ساحل پر پہنچے تھے اس لئے ان کے نبی پر اللہ تعالیٰ نے جو یہ انعام فرمایا وہ ازراہ تشکر اس دن یہ روزہ رکھتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

فَخَنُّ أَحَقُّ بِمُوسَىٰ مِنْكُمْ

”حضرت موسیٰ پر اللہ تعالیٰ کے انعام کا شکریہ ادا کرنے کے ہم تم سے

زیادہ حقدار ہیں۔“

چنانچہ حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا ہجرت کے دوسرے سال ماہ شعبان میں رمضان المبارک کے مہینہ میں روزہ رکھنے کا حکم نازل ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

”اے ایمان والو! فرض کئے گئے ہیں تم پر روزے جیسے فرض کئے گئے تھے

ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے کہ کہیں تم پر ہیز گار بن جاؤ۔“

(سورۃ بقرہ: ۱۸۳)

اس کے بعد فرمایا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ
بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْقُرْآنِ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ
فَلْيَصُمْهُ ۝

”ماہ رمضان المبارک جس میں اتارا گیا قرآن اس حال میں کہ یہ راہ حق

دکھاتا ہے لوگوں کو اور اس میں روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق و باطل

میں تمیز کرنے کی سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو وہ یہ مہینہ

روزے رکھے۔“

(سورۃ بقرہ: ۱۸۵)

کسی دین کا اہم ترین فریضہ انسان کی اصلاح ہے۔ انسان کی اصلاح کی یہی صورت ہے کہ

اس کے دل کی اصلاح ہو جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب اس میں خوف الہی کی شمع فروزاں

کر کے رکھ دی جائے اور اس کا موثر ترین طریقہ روزہ ہے صبح سے لے کر شام تک کھانے پینے

اور خواہشات نفسانی سے محض اس لئے مجتنب رہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

مسلمان اگر تنہا ہو۔ کوئی انسانی آنکھ اسے دیکھ نہ رہی ہو۔ ایسی حالت میں اسے سخت پیاس لگی ہے۔ ٹھنڈے پانی کی صراحی بھی موجود ہے۔ اس کے باوجود اس کا ہر حالت میں فرمان الہی کی بجا آوری پر کاربند رہنا تقویٰ کا مکمل ہے اور یہ مشق اسے مکمل ایک ماہ کرنی پڑتی ہے۔ اس طرح اس کے دل میں خوف خدا کا نقش گہرا ہو جاتا ہے۔ پھر اس ماہ کے بعد بھی اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہو سکتی جس سے اس کے مولا کریم نے اسے منع فرمایا ہے۔ اصلاح قلب اور تزکیہ نفس کے لئے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کا فرمان الہی اسی سال نازل ہوا جب کہ ملت مسلمہ اپنے کینہ توز، اور طاقتور دشمنوں سے اپنی بھائی جنگ لڑنے میں مصروف تھی۔

صدقہ عید الفطر

پورا مہینہ گوناگوں پابندیوں میں جکڑے رہنے کے بعد جب ہلال عید نظر آتا ہے تو دل جذبات مسرت سے لبریز ہو جاتے ہیں اور اس مسرت کا اظہار اچھا لباس پہن کر، لذیذ کھانے پکا کر کیا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں تمام افراد خوشحال تو نہیں ہوتے کئی لوگ نان شبینہ کیلئے ترس رہے ہوتے ہیں سب لوگ تو خوشیاں منارہے ہوں لیکن اسی ملت کے بعض افراد کو روٹی کا سوکھا ٹکڑا بھی میسر نہ ہو تو یہ بڑی سنگدلی ہے اس لئے نبی رحمت نے اپنے ماننے والوں پر صدقہ عید الفطر واجب کیا تاکہ ہر ذی استطاعت روزہ دار سواد و سیرگندم (اس کے بدل) اپنے کنبہ کے ہر فرد کی طرف سے ادا کرے تاکہ ملت مسلمہ کے ان افراد کی ضروریات بہم پہنچانے کا اہتمام ہو جائے جو نادار ہیں تاکہ تمام مسلمان یکساں طور پر عید کی اس پر مسرت تقریب میں شریک ہو سکیں۔

نماز عید

یکم شوال ہجرت کے دوسرے سال عید الفطر کے موقع پر نماز عید کا اجراء کیا گیا۔

فریضہ زکوٰۃ

ہجرت کے دوسرے سال ہی ملت کے ذی استطاعت لوگوں پر زکوٰۃ فرض کی گئی زکوٰۃ دین

اسلام کے پانچ بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے یہ اسلامی معاشرہ کے ان افراد کی معاشی خوشحالی کی ضمانت ہے جو مختلف وجوہات کی بنا پر اپنی روزی کمانے سے قاصر ہیں اور محرومی اور عسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کی کفالت کے لئے ہر خوشحال مسلمان کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور اس کے مصارف بھی بڑی تفصیل سے خود ہی بیان کر دیئے تاکہ کوئی ان میں مداخلت کر کے اس فریضہ کے انقلاب آفرین اثرات کو غیر موثر نہ بنا دے۔
ارشاد الہی ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَ
الْمَوْلَفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَرَمِينَ وَفِي سَبِيلِ
اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ ۚ (۹: ۶۰)

”صدقات تو صرف ان کے لئے ہیں جو فقیر۔ مسکین۔ زکوٰۃ کے کام پر جانے والے ہیں اور جن کی دلدادہی مقصود ہے نیز گردنوں کو آزاد کرانے اور مقروضوں کے لئے اور اللہ کی راہ میں مسافروں کے لئے یہ سب فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا دانا ہے۔“

زکوٰۃ کا پہلا مصرف فقراء ہیں = فقیر اسے کہتے ہیں جو تنگ دست ہو اگرچہ رزق کمانے پر قادر ہو لیکن اس کی کمائی اسے خوشحال زندگی بسر کرنے کے قابل نہ بنا سکے۔
دوسرا مصرف مساکین = مسکین، اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی بیماری۔ بڑھاپے اور مستقل معذوری کے باعث رزق کمانے کے قابل ہی نہ رہا ہو مثلاً اندھا، لنگرا، اپاج، فروت وغیرہ یہ دونوں زکوٰۃ کے مستحق ہیں لیکن ان دونوں میں سے مسکین کو مقدم رکھا جائے گا۔
اگر بیت المال میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ ان دونوں طبقوں کو دیا جاسکے تو پھر مسکین کو ترجیح دی جائے گی۔

تیسرا مصرف عاملین ہیں = وہ لوگ جو زکوٰۃ فراہم کرنے کے لئے گھر گھر جاتے ہیں اس کا نظم و نسق کرتے ہیں پھر اسے حقداروں میں تقسیم کرتے ہیں۔
چوتھا مصرف مولفۃ القلوب = ان سے مراد وہ نو مسلم ہیں جو اسلام لانے کے باعث اپنے پہلے کنبہ اور رشتہ داروں سے کٹ گئے ہوں۔ اپنے سابقہ وسائل معیشت چھین جانے کی وجہ سے وہ بے یار و مددگار اور نادار ہو کر رہ گئے ہوں۔

پانچواں مصرف غلاموں کو آزاد کرانا ہے = جو غلام زر مکتبت ادا کرنے سے قاصر ہوں

ان کی اس مد سے امداد کی جائے تاکہ وہ اپنے مالکوں کو مقررہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔

اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مسلمان جنگی قیدی کفار کے قبضہ میں ہوں تو ان کا خدیہ یا ان کی قیمت ادا کر کے انہیں کفار کی غلامی سے رہائی دلائی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں افریقہ کے مہتمم صدقات نے انہیں لکھا کہ بیت المال کھپا کھچ بھرے ہوئے ہیں لیکن ہمیں کوئی فقیر نہیں ملتا جو آکر زکوٰۃ لے۔ فرمائیے اب کیا کریں۔ آپ نے تحریر فرمایا اگر فقراء نہیں ملتے تو جو لوگ مقروض ہیں ان کے قرض ادا کر دو۔ انہوں نے جتنے مقروض لوگ تھے ان کو تلاش کیا اور ان کے ذمہ قرض خواہوں کی جو رقوم واجب الاداء تھیں وہ ادا کر دیں لیکن بیت المال پھر بھی بھرے کے بھرے رہے انہوں نے امیر المومنین کو پھر لکھا کہ ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی مقروضوں کے قرض ادا کر دیئے ہیں پھر بھی بیت المال کے مخازن لبالب بھرے ہیں تو آپ نے انہیں لکھا۔ کہ جتنے مسلمان کفار کی غلامی میں ہیں اس رقم سے انہیں خریدو اور آزاد کر دو۔

چھٹا مصرف مقروض لوگ ہیں = اس کے لئے شرط یہ ہے کہ انہوں نے یہ قرضہ کسی گناہ کے ارتکاب کے لئے نہ لیا ہو۔ اور قرضہ لے کر اسے اسراف اور فضول خرچی سے اڑانہ دیا ہو۔ ایسے قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے مقروض اگر خود قرضہ ادا کرنے سے قاصر ہوں تو ان کی بیت المال سے امداد کی جائے گی۔

اسی طرح وہ قرضے دو مسلمان کروہوں کے درمیان مصالحت کرانے کے لئے کسی نے لئے ہوں وہ بھی اس مد سے ادا کئے جاسکتے ہیں۔ بعض بے خبر لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی قانون اہل روم کے قوانین سے ماخوذ ہے۔ آپ صرف اس ایک مسئلہ پر غور کریں تو حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

رومیوں کے نزدیک اگر کوئی مقروض قرضہ ادا کرنے سے قاصر ہو جاتا تو اسے قرض خواہ کا غلام بنادیا جاتا تھا۔ اس کے برعکس اسلام نے ہر ایسے شخص کا قرضہ ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی جو اپنی ناداری کی وجہ سے قرض ادا کرنے سے عاجز ہو گا۔

زکوٰۃ کا ساتواں مصرف مسافر ہیں = ایک شخص خوشحال ہے لیکن اثنا عشر سفر اس کی نقدی کم ہو گئی چوری ہو گئی یا اس کا زادراہ ختم ہو گیا اب وہ پانی پانی کا محتاج ہے تو ایسے شخص کی بھی زکوٰۃ کے مال سے امداد کی جائے گی۔

آٹھواں مصرف اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے =

علماء اسلام نے فی سبیل اللہ کی تشریح یوں کی ہے کہ تمام وہ کام جو عوام کے نفع اور بہتری کے لئے کئے جائیں وہ سب فی سبیل اللہ میں شمار ہوں گے۔
۲ ہجری میں نازل ہونے والے اور نفاذ پذیر ہونے والے ان مذکورہ احکام کا تعلق انفرادی اور اجتماعی اصلاح و فلاح کے ساتھ ہے۔

قانون قصاص و دیت

لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر قوم میں ایسے افراد بھی ضرور پائے جاتے ہیں جو قانون کا احترام نہیں کرتے ان حدود کو توڑنے میں انہیں بڑا لطف آتا ہے جو دین اور قانون نے قائم کی ہیں ایسے لوگوں کو کھلی چھٹی دے دینا معاشرہ کے امن و سکون کو تہ و بالا کرنے کے مترادف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے قوانین کے بارے میں آیات قرآنی نازل کیں جو اپنی آہنی گرفت سے ان ہاتھوں کو مروڑ کر رکھ دیں جو حدود الہی کی بلادستی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس سلسلہ کے وہ قوانین جو ان ناگفتہ بہ حالات اور خطرہ سے گھرے ہوئے ماحول میں اس سال نازل ہوئے ان میں سے اہم ترین قانون قصاص کا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ: الْحَرُّ
بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأَنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ
أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ
تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَكَهُ
عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

”اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر قصاص جو ناحق مارے جائیں۔
آزاد کے بدلے آزاد۔ غلام کے بدلے غلام۔ عورت کے بدلے
عورت۔ پس جس کو معاف کی جائے اس کے بھائی (مقتول کے وارث)
کی طرف سے کوئی چیز تو چاہئے کہ طلب کرے (مقتول کا وارث) خون
بہا۔ دستور کے مطابق اور (قاتل کو چاہئے) کہ اسے ادا کرے اچھی
طرح یہ رعایت ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے تو جس نے
زیادتی کی اس کے بعد۔ تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

(البقرہ: ۱۷۸)

اس آیت میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ کسی غریب کو حقیر سمجھ کر اس کا خون اکارت نہیں جانے دیا جائے گا اور کسی قاتل کو معزز سمجھتے ہوئے قانون کی گرفت سے بچنے نہیں دیا جائے گا بلکہ جو شخص جرم قتل کا ارتکاب کرے گا اس سے قصاص ضرور لیا جائے گا۔

اس قصاص کے ساتھ ساتھ رعایت کا ایک دروازہ کھول دیا کہ اگر مقتول کے وارث اپنے مقتول کا خون معاف کر کے خون بہالینا چاہیں تو انہیں اس کی اجازت ہے۔

تو اس ایک آیت میں قصاص اور خون بہادونوں احکام نافذ کر دیئے تاکہ سرکشوں اور انسانی خون سے ہولی کھیلنے والوں کو ان کے کئے کی پوری سزا دی جاسکے۔ اور اس سے بعد والی آیت میں قانون قصاص کی حکمت بیان کر دی۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

”اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عظماء! تاکہ تم قتل کرنے سے پرہیز کرنے لگو۔“

(البقرہ: ۱۷۹)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ ہوشربا حالات جن سے امت مسلمہ اس وقت دوچار تھی ان میں بھی اہم ترین احکام شرعیہ کا نزول جاری رہا تاکہ فرزند ان اسلام کی اصلاح قلب اور تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ عدل و انصاف کے نظام پر بھی پوری طرح عمل کیا جائے اگر ان نفوس قدسیہ نے ان صبر آزمایاں حالات میں بھی احکام الہی کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور تمام خطرات کو نظر انداز کرتے ہوئے مکمل دیانتداری سے ان کو عملی جامہ پہنایا تو آج پاکستان کی حکومت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ یہ کہہ کر احکام الہی کی تنفیذ میں روڑے اٹکائے کہ موجودہ دور میں ہمارے ملکی حالات اور بین الاقوامی تقاضے اتنے سنگین اور شدید ہیں کہ ہم ان کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ حالات درست نہ ہوں اس وقت تک شریعت کے قوانین پر عمل کرنا بڑا دشوار ہے۔ یہ سب بہانے ہیں اور عذر لنگ ہے جن کی کوئی اہمیت نہیں اور ان لوگوں کے لئے لنگڑے بہانوں کی پناہ لے کر ہم نہ دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں اور نہ یوم آخرت ہماری نجات کی کوئی صورت ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس وعدہ کو پورا کرنے اور ان مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے جو ہم نے پاکستان کا مطالبہ کرتے وقت اپنے رب سے اپنے عوام سے کیا تھا۔

سیدۃ العالمین کا عقد کتھائی

حضور سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ اطیب التہیات وازکی التسلیمات کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں سب سے بڑی صاحبزادی کا اسم مبارک سیدہ زینب۔ ان سے چھوٹی صاحبزادی کا نام نامی سیدہ رقیہ۔ ان سے چھوٹی صاحبزادی کا اسم گرامی سیدہ ام کلثوم تھا۔ اور سب سے چھوٹی اور سب سے پیاری لخت جگر کا بابرکت نام سیدہ فاطمہ تھا۔ جو سیدۃ نساء العالمین تھیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہن وعلیہن الی یوم الدین ان سب کی مادر مشفق ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

شیعہ کی معتبر کتاب حیات القلوب میں ہے ابن بابویہ بسند معتبر از اس حضرت امام جعفر صادق روایت کر رہے است از برائے حضرت رسول متولد شدند از خدیجہ قاسم، طاہر نام طاہر عبد اللہ بود و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ۔

”ابن بابویہ نے سند معتبر سے حضرت امام جعفر صادق سے یوں روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے بطن مبارک سے حضور کے یہ صاحبزادے قاسم اور طاہر اور طاہر کا نام عبد اللہ تھا اور یہ صاحبزادیاں ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔“ (۱)

اسلام اور نبی اسلام کے لئے جن کی درخشاں خدمات صنف نازک کے لئے وجہ صد عز و افتخار ہیں اور جن کی ذات دختران اسلام کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

حضرت امام محمد باقر، حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے فرماتے ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ کی ولادت باسعادت اس سال میں ہوئی جب قریش مکہ، کعبہ مشرفہ کی از سر نو تعمیر کر رہے تھے کعبہ کی یہ تعمیر نو اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ فخر کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پینتیس سال تھی ایک روایت یہ ہے کہ اس وقت حضور کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی جب حضرت زہرا کی پیدائش ہوئی۔

جب سیدہ سن بلوغ کو پہنچیں تو خاندان قریش کے متعدد سرداروں نے جو مال و دولت، اثر و رسوخ اور اپنی اسلامی خدمات کے باعث عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آپ کے رشتہ کے لئے بارگاہ رسالت میں درخواست کی لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کو یہی

جواب دیا کہ جیسا اللہ چاہے گا۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی بھی دلی آرزو تھی کہ وہ اس سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ ور ہوں لیکن جب اپنی حسی دامنائی اور کم مائیگی پر نظر پڑتی تو پھر عرض مد علی جرأت نہ ہوتی۔ رہ رہ کر نبی رؤف رحیم کی خوئے بندہ نوازی ہمت بندھاتی کہ وہ کریم جس نے بچپن سے مجھے اپنے آغوشِ شفقت میں لیا۔ اور مجھ سے اتنی محبت اور اتنا پیار کیا کہ اس کے سامنے باپ کی شفقت اور ماں کا پیار ہیچ نظر آنے لگا پھر ایسی تربیت فرمائی کہ دل کی آنکھوں کو بینا کر دیا۔ جب اسلام کی دعوت پیش کی گئی تو اس نور بصیرت کی برکت سے جو نگاہِ مصطفویٰ نے ارزانی فرمایا تھا نور حق کو پہچاننے میں ذرا دقت نہ ہوئی۔ اس کے بعد بھی اپنے ٹھنڈے سایہ میں نشوونما پانے کا موقع بخشا۔ ایسے کریم آقا کی فیاضیوں کے سامنے میری ان ناداریوں کی کیا حقیقت ہے مجھے عرض کرنا چاہئے وہ شفیق آقا مجھے مایوس نہیں کرے گا۔ بڑی پس و پیش کے بعد آپ نے حرفِ مدعا عرض کرنے کا عزمِ مصمم کر ہی لیا۔ ایک روز لجاتے اور شرماتے ہوئے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سراپا ادب بن کر بیٹھ گئے لیکن ہمت نے ساتھ نہ دیا زبان گنگ ہو گئی یارائے تکلم نہ رہا زبان قال اگر خاموش تھی تو زبان حال ماجرائے دل کی ترجمانی کر رہی تھی۔

زِ مشاqaں اگر تابِ سخن بردی نمی دانی

محبت می کند گویا نگاہ بے زبانی را

نبی مکرم نے مہرِ سکوت کو توڑا فرمایا۔

مَا جَاءَ بِكَ اَلَيْكَ حَاجَةٌ

”اے علی! کیسے آئے ہو کیا کوئی کام ہے؟“

آپ پھر بھی بول نہ سکے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے خود ہی ارشاد فرمایا۔

لَعَلَّكَ جِئْتَ تَخْطُبُ فَاطِمَةَ

”کیا فاطمہ کے رشتہ کے لئے آئے ہو“

عرض کی ہاں! یا رسول اللہ! حضور نے پوچھا تمہارے پاس مراد اکر نے کے لئے کوئی چیز ہے۔ عرض کی ”لا واللہ یا رسول اللہ“ یا رسول اللہ! بخدا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ حضور نے فرمایا وہ زرہ جو میں نے تمہیں پہنائی تھی وہ کدھر گئی عرض کی وہ تو میرے پاس ہے فرمایا وہی زرہ بطور مہر پیش کر دو نکاح پہلے پڑھا گیا اور رخصتی کچھ عرصہ بعد ہوئی۔ (۱)

حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں لکھا ہے۔

کہ نکلح ماہ رجب ۱ ہجری میں ہوا اور رخصتی غزوہ بدر کے بعد ۲ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت حضرت سیدہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔

شب زفاف کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کو کہلا بھیجا کہ میرے آنے سے پہلے کچھ نہ کرنا حضور تشریف لے گئے وضو فرمایا پھر پانی کو دم کیا اور ان دونوں پر چھڑک دیا پھر دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ بَارِكْ فِيهِمَا وَبَارِكْ عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِي نَسْلِهِمَا

”اے اللہ! ان دونوں میں برکت ڈال۔ ان دونوں پر برکت نازل فرما

اور ان کے لئے ان کی نسل میں بھی برکتیں عطا فرما۔“ (۱)

سیدنا علی مرتضیٰ کے پاس مسائل زندگی بسر کرنے کے لئے کوئی موزوں مکان نہ تھا۔ آپ نے کراہیہ پر مکان لیا اور چند راتیں وہاں بسر کیں۔ حضرت سیدہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ کہ حضور کے غلام حارثہ بن نعمان کے پاس کئی مکانات ہیں اگر حضور انہیں فرمائیں تو وہ ہمیں ایک مکان دے دیں گے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حارثہ نے اس سے پہلے کئی مکانات مجھے دیئے ہیں اب مجھے اس کو تکلیف دیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ بات کسی طرح حضرت حارثہ نے سن لی فوراً حاضر خدمت ہو کر عرض پرداز ہوئے یا رسول اللہ! میرے سارے مکان حضور کے لئے حاضر ہیں۔ بخدا میرا جو مکان حضور قبول فرما لیتے ہیں۔ وہ مجھے اس مکان سے بہت زیادہ عزیز ہوتا ہے جو میرے پاس رہ جاتا ہے۔ اپنی صاحبزادی کے لئے جو مکان حضور چاہیں پسند فرمائیں مجھے پیش کر کے انتہائی مسرت ہوگی۔

کریم آقا نے فرمایا صَدَقْتَ بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ اے حارثہ! تم سچ کہتے ہو اللہ تجھے اپنی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ چنانچہ حضرت سیدہ اپنے شوہر نامدار علی مرتضیٰ کے ساتھ اس مکان میں تشریف لے آئیں۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی اس صاحبزادی سے از حد محبت تھی۔ ائمہ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ ایک روز حضرت فاطمہ تشریف لے آئیں آپ کی چال حضور سرور عالم کی چال سے بالکل مشابہت رکھتی تھی۔ حضور نے دیکھا تو فرمایا مَرَحَبًا يَا بِنْتِي اے میری لخت جگر! خوش آمدید۔ پھر حضور نے آپ کو اپنی

دائیں جانب بٹھایا۔ پھر بڑے راز سے سرگوشی کی آپ رونے لگیں۔ پھر دوبارہ اس طرح سرگوشی کی تو آپ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے فرحت اور غم کو اتنا قریب قریب کبھی نہیں دیکھا۔ آپ نے حضرت سیدہ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشا نہیں کر سکتی۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد سرکارِ دو عالم نے رحلت فرمائی۔ میں نے حضرت سیدہ سے پھر پوچھا اب تو بتائیے حضور نے کیا فرمایا تھا۔ حضرت سیدہ نے بتایا کہ اس روز حضور نے مجھے کہا کہ پہلے جبرئیل ماہِ رمضان میں ایک بار قرآن کریم کا دور میرے ساتھ کرتے تھے اس دفعہ دو دفعہ دور کیا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور میرے سارے خاندان سے سب سے پہلے تو مجھے آکر ملے گی۔ نَعَمْ السَّكْفُ أَتَاكَ اور میں تمہارے لئے بہترین پیشرو ہوں۔

یہ ارشاد سن کر میں رو پڑی۔ دوبارہ مجھے حضور نے فرمایا۔

أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةً لِّنِسَاءِ الْعَالَمِينَ

”کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم سارے جہانوں کی عورتوں کی

سردار بنائی گئی ہو۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی تھی۔“ (۱)

ان جملہ دلنوازیوں اور دلداریوں کے باوجود فرائضِ نبوت کی بجائے آوری میں کبھی کسی محبت کو حائل نہیں ہونے دیا ہمیشہ فرائضِ نبوت کی بجائے آوری کو اولین اہمیت دی۔

مندرجہ ذیل واقعہ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی ملی حالت اس امر کی متحمل نہ تھی کہ وہ کوئی خادمہ رکھ سکیں جو امورِ خانہ داری میں حضرت سیدہ کا ہاتھ بٹا سکے۔ اس لئے گھر کا سدا کام آپ کو خود ہی انجام دینا پڑتا تھا۔ چکی پیسنا آنا گوندھنا، کھانا تیار کرنا، گھر میں جھاڑو دینا، برتن صاف کرنا، کپڑے دھونا الغرض یہ سارے چھوٹے بڑے کام شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لختِ جگر اپنے دستِ مبارک سے انجام دیتی کثرتِ کار سے نازک ہتھیلیوں میں گٹھے پڑ گئے تھے۔

ایک روز حضرت علی نے سنا کہ حضور اکرم کے پاس چند غلام اور لونڈیاں آئی ہیں۔ آپ نے حضرت سیدہ کو کہا۔ کہ اگر آج آپ جا کر حضور کو عرض کریں کہ حضور ایک کنیز آپ کو دے دیں تو آپ کا یہ بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ حضرت سیدہ حاضر ہوئیں حضور انہیں دیکھ کر بہت خوش

ہوئے فرمایا۔ مَا بِكَ يَا بُنَيَّتِي بیٹی کیسے آتا ہوا۔ عرض کیا جِئْتُ لِأَسْأَلَهُ عَلَيْكَ میں حضور کو سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ شرم کے مارے اپنی گزارش پیش نہ کر سکیں۔ کچھ دیر ٹھہریں پھر واپس چلی گئیں اور حضرت علی کو سارا ماجرا بتایا سیدنا علی مرتضیٰ نے حضرت سیدہ کو ساتھ لیا اور کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئے اور آکر عرض کی کہ حضور کی صاحبزادی یہ گزارش کرنے کے لئے حاضر ہوئی تھیں ادب و حیا نے اجازت نہ دی۔ کہ عرض کریں سرور انبیاء نے یہ عرضداشت جو سب سے لاڈلے داماد نے سب سے لاڈلی بیٹی کی طرف سے پیش کی تھی سنی اور سن کر فرمایا۔

لَا وَاللّٰهِ لَا أُعْطِيْكُمْ اَدَاةَ اَهْلِ الصُّفَةِ تَتَلَوْنَ بُطُوْنَهُمْ
لَا اَجِدُ مَا اَنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنْ اَبِيعُ وَاَنْفِقُ عَلَيْهِمْ بِالشَّمَنِ۔

”نہیں بخدا انہیں میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اہل صفہ کو نظر انداز کر دوں جب کہ ان کے پیٹ شدتِ فقر سے سکڑ کر رہ گئے ہیں اور میرے پاس کچھ نہیں جو میں ان پر خرچ کر سکوں میں ان غلاموں اور لونڈیوں کو فروخت کروں گا ان کی قیمت ملے گی اس سے ان کی ضرورتیں پوری کروں گا۔“

یہ جواب باصواب سن کر دونوں سراپا تسلیم و رضا بنے ہوئے واپس تشریف لے آئے کچھ دیر بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا۔

اَلَا اَخْبِرُكُمْ اَمْ يَخْتَارُ مِمَّا سَأَلْتُمَنِيْ

”کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو کئی گنا بہتر ہے اس چیز سے جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا۔ دونوں نے یک زبان ہو کر عرض کی ”ہاں یا رسول اللہ!“ اے اللہ کے رسول ضرور مہربانی فرمائیے۔

حضور نے فرمایا۔ یہ چند کلمات ہیں جو جبرئیل نے مجھے سکھائے ہیں وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد تم دس مرتبہ سبحان اللہ کہو دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر۔ اور جب رات کو سونے لگو تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ۔ تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور پینتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ ان دونوں گرامی قدر ہستیوں نے بعدِ تشکر اس انعام گرامی کو قبول کیا اور زندگی کے آخری دم تک اس وظیفہ کا ورد کرتے رہے۔

ایک دفعہ سیدنا علی مرتضیٰ نے اس واقعہ کے ایک تہائی صدی گزرنے کے بعد فرمایا کہ جب

سے نبی کریم نے مجھے یہ ورد سکھایا ہے بخدا میں نے اسے ترک نہیں کیا کسی شخص نے دریافت کیا لو اللہ دَلَّالِیْلَةَ الصَّیْفِیْنِ کیا صفین کی رات کو بھی آپ نے اسے ترک نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا بخدا میں نے صفین کی رات کو بھی یہ وظیفہ قضا نہیں ہونے دیا۔ (۱)

اس واقعہ کو ”کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ“ کے فاضل مصنف علی بن عیسیٰ اربلی نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے جس سے اس واقعہ کے وہ گوشے بھی بے نقاب ہو جاتے ہیں جو دوسری روایات میں ناگفتہ رہ گئے تھے میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس واقعہ کے اہم پہلوؤں کو وہاں سے نقل کرتا ہوں۔

ایک روز حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں بیٹھے تھے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے حضرت سیدہ کے رشتہ کے بارے میں گفتگو ہونے لگی حضرت صدیق نے کہا کہ بڑے بڑے شرفاء نے اس رشتہ کے لئے درخواست کی ہے لیکن نبی اکرم نے یہی فرمایا کہ جیسے اللہ چاہے گا۔ لیکن علی مرتضیٰ نے ابھی تک گزارش نہیں کی شاید غربت و افلاس کی وجہ سے یہ جسد نہ کر سکے لیکن میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم اس رشتہ کو ان کے لئے روکے ہوئے ہیں۔ پھر حضرت صدیق نے دونوں کو کہا چلو علی کے پاس اور انہیں کہتے ہیں کہ وہ یہ عرض کریں۔ اور اگر غربت و افلاس کی وجہ سے وہ خاموش ہوں تو ہم ان کے ساتھ مالی تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ یہ سب حضرت علی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے پہلے ان کے گھر گئے پتہ چلا کہ وہ فلاں انصاری کا باغ سیراب کرنے کے لئے اپنی اونٹنی لے کر گئے ہیں یہ حضرات اس انصاری کے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ سیدنا علی نے انہیں اپنی طرف آتے دیکھ لیا اور پوچھا خیریت تو ہے حضرت ابو بکر نے اپنی آمد کی وجہ بتائی آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

آپ مائلے حضور آپ کو ضرور یہ رشتہ دیں گے۔ شاید اللہ اور اس کے رسول نے یہ رشتہ آپ کے لئے روکا ہوا ہے۔ حضرت علی نے یہ بات سنی تو ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے کہا۔ میرا دل تو بہت چاہتا ہے کہ یہ شرف مجھے حاصل ہو۔ لیکن تمہی داماں ہوں عرض کرنے کی جرأت کیسے کروں۔ حضرت ابو بکر نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے ابوالحسن۔ آپ اس بات کی پروا نہ کریں اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک اس مال و دولت کی پرکاشہ کے برابر بھی وقعت نہیں آپ ضرور خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور یہ گزارش پیش کریں۔

سیدنا علی مرتضیٰ حاضر ہوئے۔ سلام عرض کیا اور ادب سے بیٹھ گئے کچھ دیر بعد حضور نے فرمایا اے ابوالحسن! میرا خیال ہے تم کسی کام کے لئے آئے ہو۔ بتاؤ کیا کام ہے۔ آپ نے شرم و حیا میں ڈوبے ہوئے لہجہ میں گزارش پیش کی۔ حضور پر نور کا رخ انور خوشی سے چمکنے لگا مسکراتے ہوئے پوچھا مہر ادا کرنے کے لئے کوئی چیز ہے۔ آپ نے عرض کی میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں میری حالت حضور سے مخفی نہیں۔ میرے پاس ایک تلواریں۔ ایک زرہ اور ایک اونٹنی ہے جس پر میں پانی بھر کر لاتا ہوں۔

رحمت عالم نے یہ سن کر فرمایا کہ تلواریں تمہاری اہم ضرورت ہے اونٹنی بھی تمہاری روزی کا ذریعہ ہے اور زرہ کے عوض اپنی بچی کا نکاح تمہیں کر دیتا ہوں۔

یہ مژدہ جانفزا سن کر آپ باہر نکلے۔ آپ کی خوشی کی انتہاء نہ تھی۔ حضرت صدیق۔ حضرت فاروق ان کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہوا۔ میں نے بتایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ کا رشتہ مجھے دے دیا۔ ان دونوں حضرات کو یہ بات سن کر از حد مسرت ہوئی اور دونوں میرے ساتھ اکٹھے مسجد کی طرف آئے ہم جب مسجد میں پہنچے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہوئے۔ حضور کا رخ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ انصار مہاجرین کو جمع کیا گیا۔ اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا عقد فرمایا۔ حضور نے مجھے فرمایا اے ابوالحسن! اب جاؤ اور زرہ کو بیچ کر اس کی رقم میرے پاس لاؤ۔ سیدنا علی فرماتے ہیں کہ میں نے چار سو درہم میں وہ زرہ حضرت عثمان کو فروخت کی جب میں نے زرہ ان کے حوالے کر دی اور ان سے روپے لے لئے۔ تو حضرت عثمان نے مجھے کہا کہ اس زرہ کی قیمت میں نے آپ کو ادا کر دی اب میری طرف سے یہ زرہ بطور تحفہ آپ قبول فرمائیے۔

میں نے زرہ بھی لے لی اور روپے بھی اور انہیں لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور دونوں چیزیں میں نے حضور کے قدموں میں آکر ڈال دیں اور حضرت عثمان نے جو سلوک میرے ساتھ کیا تھا وہ بھی عرض کیا۔ فَدَعَا لَهُ بِخَيْرٍ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر حضرت صدیق اکبر کو حکم دیا کہ جاؤ اور میری بیٹی کے لئے ضروری چیزیں خرید کر لے آؤ۔ حضرت سلمان قادی اور حضرت بلال کو ساتھ بھیجا تاکہ وہ سلمان اکٹھا کر لے آئیں۔ (۱)

سیدۃ النساء کے جہیز کے بارے میں

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ شہنشاہ کونین نے سیدہ عالم کو جو جہیز دیا وہ بان کی چار پائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھانگل، ایک مشک، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے۔ (۱)

غزوہ بنی سلیم

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی، امام ابن اسحاق، ابو عمرو اور ابن حزم کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے تو ایک ہفتہ بعد اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی سلیم اور غطفان نے ایک لشکر جمع کیا ہے اور وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ (۲)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں مزید مہلت دینا پسند نہ فرمایا۔ اور دو سو مجاہدین کو ساتھ لے کر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے اس غزوہ میں سیدنا علی مرتضیٰؓ لشکر اسلام کے علمبردار تھے۔ یہ پرچم سفید رنگ کا تھا۔ جب یہ لشکر ان کے چشموں تک پہنچا تو وہاں ان میں سے کوئی شخص بھی موجود نہ تھا حضور نے اپنے چند صحابہ کو وادی کے بلند علاقہ کی طرف بھیجا اور خود وادی کے وسط میں خیمہ زن ہو گئے وہاں چند چرواہے اونٹ چرا رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام یسار تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے قوم کے بارے میں دریافت فرمایا اس نے لا علی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں یہاں ان اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے آتا ہوں جنہیں پانچویں دن پانی پلایا جاتا ہے۔ (ایسے اونٹوں کو اہل عرب ”خمس“ کہتے ہیں) اور آج کا دن ان اونٹوں کو پانی پلانے کا دن ہے جنہیں چوتھے روز پانی پلایا جاتا ہے (ایسے اونٹوں کو اہل عرب ”الرابع“ کہتے ہیں) سارے لوگ اونچے علاقہ کی طرف چلے گئے ہیں ہم لوگ (چرواہے) یہاں تھا اونٹوں کو چرانے کے لئے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین شب وہاں قیام فرمایا پانچ سواونٹ وہاں نفیست میں ملے۔ انہیں لے کر

۱۔ سیرت عربی از شبلی، جلد ۱، صفحہ ۲۶۸

۲۔ سیل الہدی، جلد ۳، صفحہ ۲۵۵

حضور مدینہ طیبہ لوٹے۔ صرار کے کنوئیں پر پہنچے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے تو مل غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم فرمایا ایک سواونٹ بطور خمس دیئے گئے باقی چار سواونٹ دو سو مجاہدین میں تقسیم کر دیئے گئے ہر مجاہد کو دو دو اونٹ ملے۔ یہاں کو جنگی قیدی بنا کر لایا گیا۔ یہ خوش بخت حضور کے حصہ میں آیا حضور نے اس کو آزاد فرمادیا۔ (۱)

اس غزوہ میں حضور پندرہ روز مدینہ طیبہ سے باہر رہے۔ جب روانہ ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مسجد میں جماعت کرانے کے لئے اور سہل بن عرفطہ الغفاری کو دیگر امور سرانجام دینے کے لئے اپنا نائب مقرر فرمایا۔

اس کے بعد شوال کے بقیہ ایام اور ذی القعد کا پورا مہینہ مدینہ منورہ میں رونق افروز رہے اس عرصہ میں قریش کے جنگی قیدیوں کی طرف سے فدیہ ادا کرنے اور انہیں رہا کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ (۲)

غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیانی عرصہ میں متعدد دعوات ہوئے ان کی تعداد اور ان کی ترتیب میں مؤرخین کا باہمی اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف معمولی نوعیت کا ہے بعض نے غزوات کی چھ تعداد اور بعض نے پانچ لکھی ہے۔ ایک آدھ غزوہ کے بدلے میں تقدیم و تاخیر کا اختلاف ہے۔

میں یہاں علامہ ابن ہشام اور حافظ ابن کثیر کے حوالے سے ان غزوات کی ترتیب ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

غزوہ سویق

ابو سفیان اپنے تجارتی کاروان کو بچا کر مکہ لے جانے میں تو کامیاب ہو گیا لیکن ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ اہل مکہ کو اپنے سواروں کی عبرتناک شکست کی اطلاعیں ملنے لگیں۔

میدان بدر سے بھاگ کر آنے والوں کی خستہ حل ٹولیاں وہاں پہنچنے لگیں۔ غم اور غصہ کے جذبات سے اہل مکہ کی حالت قاتل رحم تھی ابو سفیان نے اپنی قوم کی بربادی اور تباہی کی داستان سنی تو وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا سے کبھی یہ وہم بھی نہ ہوا تھا۔ کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے چند

بے یار و مددگار لوگ اس کی قوم کے رئیسوں کو خاک و خون میں تڑپا دیں گے۔ اور ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر ایک گہرے کھڈے میں پھینک دیا جائے گا اور ان کے باقیماندہ سرداروں کو جنگی قیدی بنالیا جائے گا۔ غم و غصہ سے بے قابو ہو کر اس نے قسم کھائی جب تک وہ اپنے مقتولوں کا انتقام نہیں لے گا اس وقت تک گھی نہیں کھائے گا اور جنابت کا غسل نہیں کرے گا اپنی اس قسم کو پورا کرنے کے لئے وہ دو سو سواروں کا جتھہ ہمراہ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا لیکن اس نے عام راستہ اختیار کرنے کے بجائے نجد کا لمبا راستہ اختیار کیا مدینہ کی ایک وادی قناتہ سے گزرتا ہوا یتیم نامی پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا یہ پہاڑ مدینہ طیبہ سے ایک برید یعنی بارہ میل کی مسافت پر واقع ہے جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو یہ چھپتا چھپاتا بنی نضیر کے محلہ میں آیا اور ان کے ایک رئیس حُجی بن اخطب کے گھر پر آکر دستک دی۔ لیکن اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا پھر وہ ایک دوسرے یہودی رئیس سلام بن مہکم کے دروازے پر آیا یہ سلام، یہودیوں کے اس ملی فنڈ کا بھی نگران تھا جو انہوں نے اچانک قومی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اکٹھا کر رکھا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے ملاقات کا اذن طلب کیا اس نے بڑی خوشی سے اسے خوش آمدید کہا اسے اپنے ہاں بٹھایا۔ اس کی پُر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا شراب و کباب سے اس کی تواضع کی دیر تک وہ بیٹھے رہے اور سرگوشیاں کرتے رہے اس نے ابوسفیان کو مسلمانوں کے خفیہ حالات اور ان کے سرستہ رازوں سے آگاہ کیا۔ یقیناً اسلامی تحریک کو ناکام بنانے کے لئے ہی انہوں نے اپنی عقل و فہم کی حد تک خوب منصوبہ بندی کی ہوگی۔

کونستانس جیور جیو وزیر خلدجہ رومانیہ نے اپنی سیرت کی کتاب نظرۃ جدیدہ میں اس موضوع پر مزید روشنی ڈالی ہے۔

ابوسفیان نے سلام سے رخصت ہونے سے پہلے اسے کہا کہ میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ جب ہم مسلمانوں پر حملہ کریں گے تو تم ہمارا ساتھ دو گے۔ سلام نے کہا کہ ہم اپنے عہد پر آج بھی پختگی سے قائم ہیں لیکن ہمیں یہ توقع نہ تھی کہ تم اتنی جلدی سے حملہ کرو گے آج ہم تیار نہیں ہیں تم ہمیں کچھ وقت مہلت دو تاکہ ہم پوری طرح تیار ہو جائیں گویا ابوسفیان مدینہ پر چڑھائی کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ لیکن یہودیوں نے ساتھ نہ دیا اس لئے اسے ناکام لوٹنا پڑا۔ (۱)

نصف شب کے بعد ابو سفیان وہاں سے اٹھا اور اپنے کیپ میں واپس آ گیا اپنے سپاہیوں کو لے کر وہ عریض پہنچا یہاں مسلمانوں کا ایک نخلستان تھا۔ جہاں کھجور کے چھوٹے پودوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا انہوں نے اسے نذر آتش کیا وہاں ایک انصاری معبد بن عمرو اور ان کے ایک ساتھی کو تھما پایا اور انہیں شہید کر دیا ان دو کو شہید کر کے ابو سفیان نے یہ سمجھا کہ اس نے اپنی قسم پوری کر دی ہے اور اب وہ ان پابندیوں سے آزاد ہو گیا ہے جو اس نے اپنے اوپر عائد کی تھیں چنانچہ اس نے مکہ واپس جانے کا قصد کیا دراصل اس کو یہ خوف تھا کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی کارستانی کا پتہ چل گیا تو پھر اس کی اور اس کے ساتھیوں کی خیر نہیں۔ اس لئے اس نے مناسب سمجھا کہ حضور کو اطلاع ملنے سے پہلے وہ اپنے ساتھیوں سمیت یہاں سے فرار ہو جائے چنانچہ واپسی کا سفر انہوں نے تیز رفتاری سے طے کرنا شروع کیا۔

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو حضور دو سو مہاجرین اور انصار کو لے کر ابو سفیان کے تعاقب میں نکلے مدینہ طیبہ میں بشیر بن عبدالمنذر کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور بڑھتے ہوئے قرقرۃ الکدر تک جا پہنچے ابو سفیان اور اس کے لشکریوں کا یہ حال تھا کہ پاؤں سر پر رکھ کر بھاگے جا رہے تھے انہیں یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ اسلام کے عقاب ابھی آپہنچیں گے۔ اور انہیں چوزوں کی طرح اپنے فولادی پنجوں میں دبوج لیں گے۔ اپنے بھاگنے کی رفتار کو مزید تیز کرنے کے لئے انہوں نے اپنا سامان رسد جو ستو سے بھری ہوئی بوریوں پر مشتمل تھا۔ اس کو راستہ میں پھینکنا شروع کر دیا تاکہ اس بوجھ سے ان کی جان چھوٹے اور وہ تیزی سے بھاگ سکیں۔ مسلمانوں کو ان کا تعاقب کرتے ہوئے ستو کی کثیر تعداد بوریاں راستہ میں گری پڑی ملیں وہ انہیں اٹھا اٹھا کر اپنے اونٹوں پر لادتے گئے کیونکہ ستو کی بہت سی بوریاں انہیں بطور قیمت ملی تھیں اور ستو کو عرب میں سونے کے برابر سمجھا جاتا تھا اس لئے یہ غرمہ بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس سفر سے مقصد دشمن کو بھگانا اور خوفزدہ کرنا تھا۔ جب حضور کو یقین ہو گیا کہ کفار اتنی دور چلے گئے ہیں کہ ان کی واپسی کا امکان نہیں رہا تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مزید تعاقب ضروری نہ سمجھا اور اپنے جاں نثار ساتھیوں کو واپسی کا حکم دیا۔

کیونکہ دشمن بھاگ گیا تھا اور جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی اس لئے بعض صحابہ کو یہ ممکن ہوا کہ شاید یہ سفر عند اللہ جہاد شمار نہ ہو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ!

اَتَّظَمَعُ اَنْ تَكُوْنَ غَزْوَةً قَالَ نَعَمْ

”کیا حضور امید کرتے ہیں کہ ہمارا یہ سفر جہاد شہد ہو گا۔ سرکارِ دو عالم نے فرمایا بیشک۔“

غزوہ ذی امر یا غطفان

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنو غطفان قبیلہ کی ایک شاخ بنو ثعلبہ بن سعید بن ذبیان اور بنو محارب بن خُصْفہ کے کچھ لوگ ذی امر کے مقام پر اکٹھے ہو رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کے زیر نگیں علاقہ پر حملہ کر کے لوٹ مار کریں۔ اس شرارت کا سرغنہ دُعثور بن حادث بن محارب تھا۔ یہ اطلاع ملتے ہی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہدین کو جہاد کی دعوت دی چنانچہ ساڑھے چار سو کی تعداد میں مسلمان حضور کی قیادت میں ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے ان میں سے کئی مجاہد گھوڑوں پر سوار تھے روانگی سے پہلے نبی کریم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ذوالقُصَّہ کے مقام پر پہنچے تو ان میں سے ایک شخص جابر بن ثعلبہ سے ملاقات ہو گئی مسلمانوں نے اس سے پوچھا کہ ہر جا رہے ہو۔ اس نے کہا روزِ گھر کی تلاش میں یثرب جہاں ہوں اسے بارگاہِ رسالت میں پیش کیا گیا اس نے اپنے قبیلہ کے بارے میں تفصیلی حالات عرض کر دیئے اس نے بتایا کہ وہ کبھی آپ کا مقابلہ نہیں کریں گے آپ کی آمد کے بارے میں سنیں گے تو بھاگ جائیں گے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر چھپ جائیں گے میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو اس نے قبول کر لی۔ اور حضور کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کر لی۔ حضور نے اسے حضرت بلال کے حوالے کیا تاکہ اسے دین اسلام کی تعلیم دیں جہاں مشرف باسلام ہونے کے بعد لشکر اسلام کو اپنی راہنمائی میں اس علاقہ میں لے گیا ان لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی جب اطلاع ملی تو وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور غاروں میں جا کر چھپ گئے لشکر اسلام کو لے کر وہ اس قبیلہ کے چشموں تک پہنچا۔ بڑے چشمے کا نام ذی امر تھا۔ نبی مکرم نے وہاں پڑاؤ کیا اور اپنے خیمے نصب کر دیئے اس روز وہاں موسلا دھار بارش ہوئی سب کے کپڑے بھیگ گئے۔ حضور ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور اپنے گیلے کپڑے سوکنے کے لئے درخت پر پھیلا دیئے اور خود آرام کرنے کے لئے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے صحابہ کرام اپنے اپنے فرائض انجام دینے میں مشغول ہو گئے۔ ان مشرکین نے دور

سے پہچان لیا کہ حضور اکیلے استراحت فرماہیں۔ انہوں نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے سردار دعثور کو کہا کہ وہ جائے۔ اور اس بے خبری میں اس شمع ہدایت کو گل کر دے پھر ایسا موقع نہیں ملے گا۔ اس نے اپنی تلوار گلے میں حائل کی۔ اور دبے پاؤں حضور کی آرام گاہ کی طرف روانہ ہوا حضور کے سر مبارک کے قریب کھڑے ہو کر اس نے اپنی تلوار کو لہرایا اور کہا۔

يَا مُحَمَّدُ مَنْ يَنْتَعِكَ مِنِّي الْيَوْمَ

”آج آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔“

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللَّهُ

”حضور نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ بچائے گا۔“

یہ پر جلال جواب سن کر اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی جسے حضور انور نے اٹھایا لیا اور اس سے پوچھا اب بتاؤ تمہیں کون بچائے گا اس نے کہا کوئی بچانے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔“ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اب لشکر لے کر آپ پر چڑھائی نہیں کروں گا۔

سرکارِ دو عالم نے اس کی تلوار اسے واپس کر دی۔ اور وہاں سے وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا اس کے چہرے کی بدلی ہوئی رنگت دیکھ کر قوم نے پوچھا تیرا خانہ خراب ہو تیرے ساتھ کیا جیتی۔ اس نے بتایا کہ جب میں نے برہنہ تلوار ان کے سر پر لہرائی تو ایک طویل قامت شخص ظاہر ہوا اس نے مجھے سینہ پر مکھڑا میں پیٹھ کے بل زمین پر گر گیا میں نے جان لیا کہ یہ فرشتہ ہے میں تو ان کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں اس غروہ میں مشرکین بھاگ گئے جنگ کرنے کی انہیں ہمت نہ ہوئی چنانچہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مع مجاہدین بخیر و عافیت مدینہ منورہ میں مراجعت فرما ہوئے۔

اس سفر میں حضور پندرہ روز مدینہ طیبہ سے باہر رہے ابو عمرو کہتے ہیں کہ صفر کا پورا مہینہ اس علاقہ میں گزرا۔ اگر یہ غروہ ماہ صفر میں ہوا (۱) تو پھر اس کا تعلق ہجرت کے دوسرے سال سے ہو گا لیکن دیگر علماء سیرت نے یہ تصریح کی ہے کہ حضور ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو بروز پنج شنبہ اس غروہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت شیخ محمد ابوزہرہ نے اپنی تصنیف خاتم النبیین میں یہی تاریخ لکھی ہے اس طرح اس کا تعلق ہجرت کے تیسرے سال ہو گا۔ (۲)

سریہ سالم بن عمیر

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو مدینہ میں بسنے والے تمام قبائل خصوصاً یہودی قبائل سے دوستی کا ایک معاملہ کیا جس کی اہم شرط یہ تھی۔

أَلَا يُحَارِبُونَكَ دَا أَنْ لَا يُظَاهِرُوا عَلَيْنَا عُدُوَّهُ

”کہ نہ خود حضور سے جنگ کریں گے اور نہ حملہ کرنے والے کسی دشمن کی امداد کریں گے۔“

کچھ عرصہ بعد یہودی قبائل کے تیور بدلنے لگے۔ حضور کے خلاف ان کے دلوں میں حسد و عناد کی چنگاریاں سلگنے لگیں اور مسلمانوں کو اذیتیں پہنچا کر حضور کے دل کو دکھانے لگے۔ ان میں سے جو لوگ شعر گوئی کا ملکہ رکھتے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو میں قصیدے لکھنے شروع کر دیئے۔ ان میں سے ایک بد بخت ”ابو عصفک“ یہودی تھا اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اس کا اس کے بغیر کوئی شغل ہی نہ تھا کہ وہ اشعار کہتا اور ان کے ذریعہ اپنے سامعین کے دلوں میں اسلام اور ہادی اسلام کے بارے میں حسد و عداوت کی تخم ریزی کرتا۔ صحابہ کرام اس کی ہڈیاں سرائیاں سنتے اور خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے۔ جب اس کی اذیت رسائیاں انتہا کو پہنچ گئیں تو حضور انور نے فرمایا۔ مَنِ لِي بِهَذَا الْخَبِيثِ ”اس خبیث کو کون شخص کیفر کر دار تک پہنچائے گا۔ حضرت سالم بن عمیر نے دست بستہ عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں اس بد بخت کو جہنم رسید کروں گا یا اپنی جان دے دوں گا۔

حضرت سالم موقع کا انتظار کرتے رہے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ وہ ایک رات اپنے گھر کے صحن میں سویا ہوا تھا انہیں پتہ چلا تو یہ وہاں پہنچے اپنی تلوار اس کے کلیجے کے اوپر رکھی پھر اس پر اپنا وزن ڈالا۔ وہ تلوار اس کے کلیجے کو چیرتی ہوئی پار ہو گئی اس نے ایک چیخ ماری اور جان دے دی۔ اس کے حواری جمع ہو گئے اٹھا کر اسے مکان کے اندر لے گئے اور سپرد خاک کر دیا حضرت سالم اس کو ٹھکانے لگانے کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اس کی ہلاکت کا مرثیہ سنایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو دعائے خیر سے نوازا۔ (۱)

عصماء

اسی قماش کی ایک یہودن تھی جس کا نام عصماء بنت مروان تھا۔ وہ بھی ہر وقت حضور کی شان میں بدکلامی کرتی رہتی۔ اور لوگوں کو اسلام کے خلاف بھڑکاتی رہتی۔ اس کی شرانگیزیوں بھی جب حد سے تجاوز کر گئیں تو حضرت عمیر بن عوف نے اسے بھی آدمی رات کے وقت موت کے گھاٹ اتار دیا حضور کی خدمت اقدس میں اطلاع دی۔ جب وہاں سے واپس آرہے تھے دیکھا کہ عصماء کے بیٹے اور دوسرے لوگ اسے دفن کر رہے ہیں یہ جب ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا عمیر۔ کیا تم نے اسے قتل کیا ہے آپ نے کہا ہاں! میں نے ہی اس کو قتل کیا ہے تم میرا جو بگاڑ سکتے ہو بگاڑ لو۔ اگر تم سب اس قسم کے بکواسات کرتے جیسا کہ وہ کیا کرتی تھی تو میں تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا یا خود اپنی جان دے دیتا۔ عصماء کا تعلق بنو خثلمہ قبیلہ سے تھا۔ اس قبیلہ کے کئی لوگ دل سے ایمان لا چکے تھے۔ لیکن خوف سے اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمیر کے اس جرأت مندانہ جواب سے اہل ایمان کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ (۱)

غزوۃ الفُرْع

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی سلیم بن منصور نے ایک لشکر اکٹھا کیا ہے اور وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنارہے ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تین سو مجاہدین کو لے کر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے حضور کی آمد کے بارے میں سن کر وہ سب تتر بتر ہو گئے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ سمیت بخیریت مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ (۲)

غزوۃ بنو قینقاع

یہ غزوہ ہجرت سے بیس ماہ بعد ماہ شوال میں وقوع پذیر ہوا۔ ان کا محاصرہ شوال کی پندرہ تاریخ بروز ہفتہ شروع ہوا جو پندرہ روز تک جاری رہا۔ (۳)

۱۔ حیات سیدنا محمد از ویکل، صفحہ ۲۷۲

۲۔ امتاع الاسلام، جلد ۱، صفحہ ۱۰۷

۳۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۲۱۵

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرزند ان اسلام کے بارے میں یہودیوں کے دلوں میں حسد و عناد کے جو جذبات پہلے مخفی تھے وہ اب آشکارا ہونے لگے ان کی ہرزہ سرائیاں اور اذیت رسانیاں دن بدن ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھیں میدان بدر میں کفار قریش کی ذلت آمیز شکست اور مسلمانوں کی فتح مبین نے انہیں پاگل بنا دیا تھا۔

وہ اعلانیہ کہنے لگے کہ ہم نے وہ معاہدہ کالعدم کر دیا ہے جو ہمارے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان طے پایا تھا۔ اب ہم پر اس کی پابندی ضروری نہیں۔ لحظہ بہ لحظہ بگڑتے ہوئے حالات کو سنبھال دینے کے لئے سرور کائنات علیہ التحیتہ والتسلیمات ایک روز ان کے بازار میں تشریف لے گئے ان کو اکٹھا کیا اور ان سے بڑے محبت بھرے انداز میں گفتگو کا آغاز کیا جس طرح ایک ہمسایہ اپنے عزیز ہمسایہ سے گفتگو کرتا ہے حضور نے انہیں وہ معاہدہ یاد دلایا اور ایسی حرکات سے باز آنے کی انہیں تلقین کی جو کسی وقت بھی فتنہ و فساد کی آگ کو بھڑکا کر جنگ کی صورت اختیار کر سکتی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بڑے دلنشین انداز میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

”اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرو۔ کہیں تم پر بھی وہ ایسا عذاب نازل نہ کر دے جیسا عذاب اس نے مکہ کے مغرور قریشیوں پر نازل کیا ہے۔ اسلام کو قبول کر لو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نبی ہوں۔ میرے بارے میں تم اپنی کتاب تورات میں یہ بات لکھی ہوئی پاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مجھ پر ایمان لانے کا بار بار حکم دیا ہے۔“

اس محبت آمیز اور جذبہ خیر اندیشی سے معمور گفتگو کانہوں نے بڑا کرختہ جواب دیا کہنے لگے

يَا مُحَمَّدُ! اِنَّكَ تَرٰى اَنَّا مِثْلُ قَوْمِكَ لَا يَغْنَاكَ اَنَّكَ لَقَيْتَ
قَوْمًا لَا يَعْلَمُوْهُمْ بِالْحَرْبِ فَاصْبَبْتَ مِنْهُمْ فُرْصَةً وَّلَا نَا دَا لَلّٰهُ
لَكِنَّ حَارِبَتَنَا لَتَعْلَمَنَّ اِنَّا نَحْنُ النَّاسُ۔

”اے محمد! (فداہ ابی و امی) تم ہمیں بھی اپنی قوم کی طرح خیال کرتے ہو۔ اس قوم کو شکست دے کر جنہیں فن حرب کا کوئی علم نہ تھا آپ مغرور نہ ہو جاؤ اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں۔“

ان کی اس گستاخانہ دھمکی کا حضور نے کوئی جواب نہ دیا۔ سرکلر دو عالم حالات کو بگاڑنے کے لئے نہیں بلکہ ان بگڑے ہوئے حالات کو سنوارنے کے لئے تشریف لائے تھے نیز حضور پر نور دشمن کی دھمکیوں کا جواب باتوں سے دینے کے قائل نہ تھے حضور عمل سے جواب دیا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے یہ آیات دے کر جبریل امین کو اپنے محبوب کریم کے پاس بھیجا۔

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَعْيُهُمْ وَهُمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ مُدْبِرُونَ
 إِلَيْهِمْ هَٰذِهِ كَذَّبَ كَانَتْ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِتْنَتَيْنِ النَّفْتَانِ تَقَاتِلُ فِي
 سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ تَرَوْنَهُمْ مَثَلَهُمْ رَأَىٰ الْعَيْنُ
 وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصَرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ

”اے (میرے رسول) فرما دو ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا کہ
 عنقریب تم مغلوب کئے جاؤ گے اور ہمارے جاؤ گے جنم کی طرف اور وہ بہت
 برا ٹھکانہ ہے۔ بیشک تمہارا تھکے لئے (عبرت کا) نشان (ان) دو
 گروہوں میں جو ملے تھے (میدان بدر میں) ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ
 میں اور دوسرا کافر تھا دیکھ رہے تھے (مسلمان انہیں) اپنے سے دو چند
 (اپنی) آنکھوں سے اور اللہ مدد کرتا ہے اپنی نصرت سے جس کی چاہتا
 ہے۔ یقیناً اس واقعہ (بدر) میں بہت بڑا سبق ہے آنکھ والوں
 کے لئے۔“
 (آل عمران: ۱۲-۱۳)

اسی اثناء میں انہوں نے ایک ایسی قبیح اور کمینہ حرکت کی جس نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ
 وسلم کو ان کے خلاف راست اقدام کرنے پر مجبور کر دیا۔

ہوا یہ کہ ایک نواحی بستی کی مسلم خاتون اپنی کچھ چیزیں فروخت کرنے کے لئے بنو قینقاع
 کے بازار میں آئی اس نے اپنا سامان بیچا اور ایک زرگر کی دکان پر آکر بیٹھ گئی شاید اس سے
 کوئی زیور خریدنا چاہتی تھی باتوں باتوں میں ان بد طینت یہودیوں نے بڑی کوشش کی کہ وہ اپنے
 چہرہ سے نقاب الٹ دے لیکن وہ اس میں ناکام رہے اس اثناء میں انہیں ایک شرارت سوچھی
 ان میں سے ایک یہودی چپکے سے اٹھا اور اس خاتون کی پشت کی طرف چلا گیا اس کی تہ بند کا ایک
 گوشہ لیا اور ایک کانٹے سے اس کی قمیص کی پشت سے ہلک دیا۔ یہ حرکت اس نے ایسی
 ہوشیاری سے کی کہ اس خاتون کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ جب وہ اٹھی تو اس کا ستر ننگا ہو گیا یہ

دیکھ کر وہ کمینہ سرشت یہودی قلعہ لگا کر ہنسنے لگے۔ اس خاتون نے بلند آواز سے فریاد کی ایک مسلمان پاس سے گزر رہا تھا اس نے اپنی دینی بن کی فریاد سنی دوڑا ہوا وہاں پہنچا اور چشم زدن میں اس یہودی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس بازار کے سارے یہودی جمع ہو گئے اور انہوں نے اس غیور مسلمان کو شہید کر دیا یہ ایسا واقعہ نہ تھا کہ مسلمان اس پر خاموشی اختیار کر لیتے اب تو یہودیوں نے ان کی عصمت شعار بن کو برہنہ کر کے ان کی غیرت کو لٹکا رہا تھا امن و سلامتی اچھی چیز ہے لیکن اپنی غیرت کی قیمت ادا کر کے امن و سلامتی حاصل کرنا اسلامی مزاج سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اب کسی حرید تاخیر کے بغیر بنو قیقاع کی بستی کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیونکہ بنفس نفیس میدان جنگ میں تشریف فرما تھے اور اس محاصرہ کی خود نگرانی فرما رہے تھے اس لئے مدینہ طیبہ کے نغم و نسق اور امن و امان جیسے مسائل سے بننے کے لئے حضرت ابولبابہ بشیر بن منذر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ شوال کے نصف آخر میں حضور ان کے محاصرہ کے لئے روانہ ہوئے اس لشکر کے علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جن کے ہاتھ میں سفید پرچم لہرا رہا تھا۔

بنو قیقاع کے مردوں کی تعداد سات سو تھی ان میں سے تین صد زرہ پوش تھے اور چار سو بغیر زرہ کے تھے ان کے پاس اسلحہ کے بے پناہ ذخائر تھے تلواریں، نیزے، کمانیں بکثرت تھیں انہیں اپنی بہادری کا بھی بہت گھمنڈ تھا۔ لیکن نبوت کے سطوت و جلال سے ان کے دل لرز اٹھے۔ صرف پندرہ روز تک وہ اس محاصرہ کو برداشت کر سکے انہیں ایک دن بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ معرکہ کارزار میں اسلام کے شیدائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلیں پندرہ روز بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اپنے بارے میں فیصلہ کے لئے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا حکم تسلیم کیا اور یقین دلایا کہ ان کے بارے میں حضور جو فیصلہ فرمائیں گے وہ انہیں منظور ہو گا انہوں نے خود یہ درخواست کی کہ انہیں یہاں سے نکل جانے کی اجازت دی جائے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو ان کے ساتھ جانے سے نہ روکا جائے۔ ان کے اموال اور اسلحہ کے انبار بیشک حضور لے لیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی اس تجویز کو منظور فرمایا۔ اور تین دن کے اندر اندر انہیں مدینہ طیبہ سے نکل جانے کی مہلت دی۔ حضرت عبادہ بن الصامت اور محمد بن مسلمہ کو مقرر کیا گیا کہ وہ ان کے اس اجلاء کی کلروائی کی نگرانی کریں تین دن گزر گئے انہوں نے مزید مہلت حاصل کرنے کے لئے حضرت عبادہ سے گزارش کی

انہیں خیال تھا کہ دیرینہ تعلقات کے باعث وہ اس سلسلہ میں ان کی امداد کریں گے لیکن آپ نے ان کی استدعا سن کر فرمایا: لَا سَاعَةَ دَاحِدَةً نہیں تمہیں ایک گھڑی کی بھی مزید مہلت نہیں دی جائے گی۔

مدینہ طیبہ سے نکل کر وہ شام کی ایک بستی الذرعاۃ میں جا کر آباد ہوئے لیکن کچھ عرصہ بعد وہاں ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ اس غزوہ میں دو آدمیوں عبادہ بن صامت اور عبداللہ بن ابی کا کر دار کھل کر سامنے آگیا دونوں خزرج قبیلہ کے فرد تھے دونوں یہودیوں کے اس قبیلہ کے حلیف اور دوست تھے لیکن دونوں کا کر دار بالکل مختلف تھا۔ حضرت عبادہ کو جب پتہ چلا کہ بنو قینقاع نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی ہے تو انہوں نے ایک لحظہ انتظار کئے بغیر ان سے اپنے دیرینہ تعلقات منقطع کر لئے آپ نے فرمایا۔

اَتَوَكَّلُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ دَاْبَرُيْ مِنْ حَلِيفٍ هُوَ الَّذِي
الْكُفَّارِ دَوْلَا يَرْتَفِعُ۔

”میں اللہ اور اس کے رسول کو اور مؤمنین کو اپنا دوست بنانے کا اعلان کرتا ہوں۔ اور ان کفار کے معطلہ اور دوستی سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔“

لیکن عبداللہ بن ابی۔ آخر دم تک بنو قینقاع کے یہودیوں کے لئے سرکارِ دو عالم سے الجھتا رہا اس کا اندازِ تکلم انتہائی گستاخانہ تھا وہ بار بار اصرار کرتا رہا کہ یہ میری پارٹی کے لوگ ہیں۔ انہوں نے ہر مشکل موقع پر میری مدد کی ہے مجھے اب بھی ان کی بڑی ضرورت ہے میں ان کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کر سکتا۔ علامہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل آیت ان دونوں کے حق میں نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔

”اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست (اور مددگار) وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جس نے دوست بنایا انہیں تم میں سے ہے۔ سو وہ ان میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔“

(سورۃ المائدہ: ۵۱)

کعب بن اشرف یہودی کا قتل

اگرچہ ہر یہودی کے دل میں اسلام دشمنی کے جذبات شعلہ زن تھے۔ لیکن کعب بن اشرف کی اسلام دشمنی کا انداز بڑا گھٹاؤ نا اور زالا تھا۔ یہ خاندانی طور پر یہودی نہیں تھا۔ اس کا باپ ایک اعرابی تھا جس کا تعلق بنی نہبان قبیلہ سے تھا۔ اس نے اپنے علاقہ میں کسی شخص کو قتل کر دیا وہ جان بچانے کے لئے بھاگ کر یشرب آ گیا اور بنی نضیر کا حلیف بن گیا۔ اس نے وہاں بڑی دولت کمائی۔ بنی نضیر قبیلہ کے سردار ابو الحقیق کی لڑکی عقیلہ سے شادی کر لی اس کے بطن سے یہ لڑکا کعب نامی پیدا ہوا۔ بڑا قد آور تھا اس کی توند بڑھی ہوئی تھی اس کا سر نمایاں طور پر بڑا تھا۔ جسمانی وجاہت کے علاوہ وہ بڑا فصیح اللسان، قادر الکلام شاعر تھا۔ دولت و ثروت کی کثرت کے باعث حجاز میں بسنے والے سارے یہودیوں کا وہ سردار بن گیا تھا۔ اس نے سارے یہودی عالموں کے لئے بھاری سالانہ وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں ورود مسعود فرمایا تو یہودی علماء حسب معمول اپنے وظائف لینے کے لئے اس کے پاس گئے اس نے ان سے پوچھا۔

کہ اس شخص کے بارے میں تمہارے پاس کیا معلومات ہیں انہوں نے جواب دیا۔ یہ وہی ہستی ہے جن کے لئے ہم عرصہ سے چشم براہ تھے۔ ان کی جو صفات تورات میں بیان کی گئی ہیں وہ بہ تماہا ان میں پائی جاتی ہیں۔ یہ جواب سن کر اس نے ان سب کو ٹکاسا جواب دیا۔ کہا کہ میرے ذمہ بہت سے دوسرے فرائض ہیں جن کو ادا کرنا میری اولین ذمہ داری ہے۔ اس لئے میں مزید کچھ دینے سے قاصر ہوں۔ وہ جب بے نیل مرام واپس آئے تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اس کی تلافی کے لئے وہ پھر اس کے پاس پہنچے اور عذر خوانی کرتے ہوئے کہا کہ محترم! جلدی میں ہم آپ کے سوال کا صحیح جواب نہیں دے سکے۔ ہم نے اپنے اکابر علماء سے اس کے بارے میں پوچھا ہے انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ وہ شخص نہیں جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں یہ بات سن کر وہ ان سے راضی ہو گیا اور ان کی جھولیوں کو اپنے عطیات سے بھر دیا۔ (۱)

رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں یہ بد بخت اشعلہ کہا کرتا۔ قصائد لکھا کرتا اور کفار قریش کو حضور کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھڑکاتا رہتا۔ حضور کریم علیہ

الصلوة والسلام کو ہجرت کے بعد ابتدائی زمانہ میں یہ حکم تھا کہ وہ ان یہودیوں کی اذیت رسانی کو صبر کے ساتھ برداشت کیا کریں ارشاد الہی ہے۔

وَلَكَسَمْعَنَ مِنَ الَّذِينَ أَذَوْا الْكُتُبَ مِنْ قَبْلِكَ وَهِيَ الَّذِينَ
أَشْرَكُوا أَذَى كَثِيرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ
عَذَابِ الْأُمُورِ۔

”اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت باتیں اور اگر تم (ان دل آزاریوں پر) صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔“ (آل عمران: ۱۸۶)

جو معاہدہ یہودی قبائل کے ساتھ طے پایا تھا اس کو توڑنے میں بنو قینقاع نے پہل کی حضور کی ذات اقدس و اطہر اور حضور کے جاں نثار صحابہ کو دشنام طرازیوں کا ہدف بنایا کرتے بدر میں لشکر اسلام کی فتح مہین کی خوشخبری لے کر جب حضرت زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور انہوں نے برطانیہ اعلان کیا کہ کفار مکہ کے فلاں فلاں رئیس کو موت کی گھاٹ اتار دیا گیا ہے اور فلاں فلاں سردار کو جنگی قیدی بنالیا گیا ہے تو اس بد بخت کو یارائے ضبط نہ رہا۔ کہنے لگایہ سفید جھوٹ ہے۔ اگر جزیرہ عرب کے یہ سردار واقعی قتل کر دیئے گئے ہیں تو لَبَطْنُ الْأَدْوَسِ خَيْرٌ مِّنْ ظَهْرِهَا تو زمین کی پشت پر زندہ رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ ہمیں زمین کے شکم میں دفن کر دیا جائے۔

لیکن جب اس نے اپنی آنکھوں سے قریشی سرداروں کو جنگی قیدیوں کی طرح رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھ لیا اور ستر گیز کفار کی ہلاکت کی تصدیق ہو گئی۔ تو پھر وہ یثرب سے چل کر قریش مکہ کے پاس آیا اور ان کے مقتولوں پر رونا اور چلانا شروع کر دیا۔ اس نے ان کی آتش انتقام کو خوب بھڑکایا۔ اور اپنے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لئے انہیں آمادہ جنگ کر دیا۔ مکہ میں یہ مطلب بن ابی دواء الاسمی کے پاس جا کر ٹھہرا۔ اس کی بیوی عاتکہ بنت اُسید بھی اپنے خاوند کے پاس موجود تھی۔ اس نے کعب کی بڑی خاطر تواضع کی وہاں اثنائے قیام بھی اس نے ہجو یہ اشعار سنانے شروع کئے۔ جب اس کی اس کلاستانی کی اطلاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملی تو حضور نے دربار نبوت کے شاعر حضرت حسان کو اس کا جواب دینے کا حکم دیا۔ حضرت حسان کے اشعار بکلی بن کر ان پر گرے ان کو جواب دینے کی بھی سکت نہ رہی۔ حضرت حسان کے

اشعار میں جب مطلب اور اس کی بیوی عاتکہ نے اپنا ذکر بھی سنا تو انہوں نے اس کا سلمان اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ پھر مکہ میں اسے کوئی پناہ گاہ میسر نہ آ سکی جہاں بیٹھ کر وہ اطمینان سے شان رسالت میں ہرزہ سرائی کر سکتا۔ ناچار اسے خائب و خاسر ہو کر یثرب واپس آنا پڑا۔

یہاں آ کر اس کی فطرت بدلنے ایک نیا رخ اختیار کیا جو غیور مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اس نے صحابہ کرام کی عصمت شعار بیویوں کا نام لے لیکر اپنے اشعار میں ان کا ذکر شروع کر دیا ان سے اپنے عشق و محبت کے فرضی افسانے نظم کر کے لوگوں کو سنانے شروع کئے۔ اسے بار بار منع کیا گیا کہ وہ ایسا کرنے سے باز آ جائے لیکن اس نے ذرا پروا نہ کی۔ (۱) جب مبر کا پیمانہ چھلک گیا تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”مَنْ لَنَا بِهِنَّ الْأَشْرَفِ۔“ ”ہمیں اشرف کے بیٹے کعب کے شر سے کون بچائے گا۔“ اس نے ہماری دشمنی کی انتہا کر دی ہے۔ ہماری اعلانیہ ہجو کرتا ہے مکہ جا کر اس نے کفار قریش کو غلاف کعبہ کے قریب جمع کیا ہے اور ان سے وعدہ لیا ہے کہ وہ ہم پر چڑھائی کریں گے اور یہ ان کا مددگار اور حلیف ہو گا۔ پھر سرکارِ دو عالم نے یہ آیات پڑھیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْحَقُّ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
وَالطَّائِفَاتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ
الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَنْ يَلْعَنِ
اللَّهُ فَلَنْ يَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ۚ

”کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے۔ وہ اعتقاد رکھنے لگے ہیں جنت اور طاغوت پر۔ اور کہتے ہیں ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں۔“

(وہ بد نصیب) ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہر گز نہیں پائے گا تو اس کا کوئی مددگار۔“ (النساء: ۵۲) امام احمد اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس سے یوں روایت کی ہے۔

لَمَّا قَدِمَ كَعْبُ مَكَّةَ قَالَتْ لَهُ قُرَيْشٌ: أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ هَذَا
الْمُنْصَبِ الْمُنْبَتِّ مِنْ قَوْمِهِ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ خَيْرٌ مِنَّا وَنَحْنُ أَهْلُ

الْمُحْجِجِ وَأَهْلُ السَّدَانَةِ وَأَهْلُ السَّقَايَةِ؟ وَقَالَ إِنَّهُ خَيْرٌ
وَنَزَلَتْ أَلْفَ تَرَاوِيحٍ عَلَى الَّذِينَ أُدْتُوا إِلَيْهِ.

”جب کعب مکہ آیا۔ تو قریش نے اس سے کہا۔ کیا تم اس تلخ مزاج اور
اپنی قوم سے قطع تعلق کرنے والوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ یہ
دعوئی کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ ہم حاجیوں کے
خدمت گزار ہیں بیت اللہ کے خادم ہیں۔ سب زائرین بیت اللہ کو پانی
پلانے کی سعادت ہمیں میسر ہے۔ کعب نے کہا نہیں تم ان سے بہت بہتر
ہو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات نازل فرمائیں۔“

امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے۔
کہ اس مہم میں کعب اکیلا مکہ نہیں گیا تھا۔ بلکہ اس کے علاوہ یہودی علماء اور
رؤساء بھی گئے تھے۔ جن میں محی بن اخطب، سلام بن الحقیق، ابورافع وغیرہ
بھی تھے (۱)

علامہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ
بھی تحریر کیا ہے کہ۔

إِنَّهُمْ سَجِدُوا لِلْإِلَهِاتِ الْكُفَّارِ لِيُظْمِئُوا إِلَيْهِمْ.

”کہ انہوں نے (اہل کتاب ہوتے ہوئے) کفار کے بتوں کو سجدہ کیا
تاکہ اپنی وفاداری کے بارے میں وہ ان کو مطمئن کر سکیں۔“

انہی ایام میں کعب نے حضور کی دعوت کی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ حضور اس کے پاس
تشریف لے آئیں گے اور وہ حضور کو شہید کر دے گا۔ حضور تشریف لے گئے۔ جبریل امین
پر تان کر کھڑے ہو گئے کعب اور اس کے حواری حضور کو نہ دیکھ سکے اس طرح ان کی اس
ناپاک سازش کو اللہ تعالیٰ نے ناکام کر دیا۔

ان حالات میں ایسے کینہ توز، عہد شکن اور بد زبان دشمن کو مزید مہلت دینا اسلامی تحریک
اور سارے اسلامی معاشرہ کے لئے بڑا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار فدائیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

مَنْ يَنْتَدِبُ لِقَتْلِ كَعْبٍ -

”کعب کو قتل کرنے کے لئے کون اپنے آپ کو پیش کرنا چاہتا ہے۔“

حضرت محمد بن مسلمہ اوسی نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ اَنَا اَتَكْفُلُ لَكَ بِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! ”اے اللہ کے رسول! اس خبیث کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔“ حضور نے فرمایا کوئی اقدام کرنے سے پہلے سعد بن معاذ سے ضرور مشورہ کر لینا۔ اس کے بعد محمد بن مسلمہ، حضرت ابوناٹکہ، عباد بن بشیر، حارث بن اوس اور ابو عبس بن جبر کے پاس گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدہ انہوں نے کیا تھا اس سے ان کو آگاہ کیا سب نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور اس بد بخت کا خاتمہ کر دیں گے۔ محمد بن مسلمہ ایک روز تنہا کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ یہ شخص (حضور) ہمیں صدقہ دینے پر بار بار مجبور کرتا ہے۔ ہمارے کھانے کے لئے بھی ایک دانہ تک اس نے نہیں چھوڑا۔ ہم تو اس سے بہت تنگ آ گئے ہیں آج مجبوراً میں تمہارے پاس کچھ قرض مانگنے کے لئے آیا ہوں۔

یہ سن کر کعب دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا میں تو پہلے ہی تمہیں کہتا تھا کہ تم بہت جلد اس سے اکتا جاؤ گے۔ ابن مسلمہ نے کہا کہ میں تو آج اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ پانچ دس من غلہ تم سے مانگوں تاکہ اپنا اور اپنے بال بچے کا پیٹ بھر سکوں۔ اس نے پوچھا۔ تمہارا اپنا غلہ کدھر گیا ہے۔ ابن مسلمہ نے کہا وہ تو ہم نے اس شخص اور اس کے دوستوں پر خرچ کر ڈالا ہے۔ کعب نے کہا اب بھی تم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ تم راہ راست سے بھٹک گئے ہو اور غلط راستہ پر چل نکلے ہو۔ پھر اس نے کہا مجھے تمہارا ابراہیم احرام ہے اور تمہاری تکلیف کا شدید احساس ہے جتنا غلہ تم نے مانگا ہے وہ میں ہر قیمت پر تمہیں دوں گا لیکن تمہیں میرے پاس کوئی چیز رہن رکھنا ہوگی۔ انہوں نے کہا کون سی چیز تمہارے پاس رہن رکھیں۔ اس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا اپنی عورتیں میرے پاس گروی رکھ دو اور غلہ لے جاؤ۔ ابن مسلمہ نے کہا یہ تو ہمارے لئے ممکن نہیں۔ تم بلا کے حسین ہو۔ ہمیں خطرہ ہے کہ ہماری عورتیں تیرے عشق میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ کوئی اور چیز طلب کرو۔ اس نے کہا پھر اپنے بیٹے میرے پاس گروی رکھ دو انہوں نے کہا یہ بھی ممکن نہیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو انہیں عمر بھر لوگ یہ طعنہ دیں گے کہ تم وہی ہو جن کو ان کے والدین نے ایک دو وسق غلہ کے عوض رہن رکھ دیا تھا۔ البتہ ہم اپنا اسلحہ تمہارے پاس بطور رہن رکھ سکتے ہیں اگرچہ ہمیں اسلحہ کی خود اشد ضرورت ہے لیکن تمہارے اطمینان کے لئے ہم ایسا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ وعدہ انہوں نے اس لئے کیا تاکہ

اگر وہ مسلح ہو کر آئیں تو ان پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔ کعب نے یہ تجویز منظور کر لی۔ باہم یہ طے ہوا کہ وہ اسلحہ لے کر آئیں گے اور یہ انہیں اسلحہ کے عوض غلہ دے گا۔
 کچھ وقفہ بعد اس مہم کے دوسرے شریک ابوناٹلہ کعب کے پاس آئے۔ اور آکر اسے کہا اے ابن اشرف! سداخوش رہو۔ میں ایک ضرورت کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں اور میں اس شرط پر اس ضرورت کا ذکر تم سے کروں گا کہ تم وعدہ کرو کہ تم یہ راز افشا نہیں کرو گے۔ اس نے راز داری کا وعدہ کیا ابوناٹلہ یوں گویا ہوئے۔

کہ اس شخص (حضور) کی آمد ہمارے لئے وبال جان ثابت ہوئی ہے۔
 سدا عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے سب ہمارے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔
 ہمارے تجارتی قافلوں کے لئے سداے راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔
 اب ہمارے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں اور ہماری اپنی حالت بھی بڑی قاتل رحم ہے۔

یہ بات سن کر کعب نے کہا۔

میں اشرف کا بیٹا ہوں۔ میں تو تمہیں پہلے بھی بتایا کرتا تھا کہ تمہارا یہ حل ہونے والا ہے۔ تم نے اس وقت میری بات نہ مانی۔ اب تم اس مشکل میں پھنس گئے ہو جس سے بچنے کے لئے میں تمہیں خبردار کیا کرتا تھا۔
 ابوناٹلہ نے کہا۔ اب ان باتوں کو رہنے دو میری بات سنو۔

میں آج اس لئے تمہارے پاس آیا ہوں کہ ہم بھوکے مر رہے ہیں کچھ غلہ قیمتاً دے دو۔ ہمارے پاس نقد قیمت تو ہے نہیں لیکن ہم اپنے قیمتی ہتھیار بطور رہن تمہارے پاس رکھنے کے لئے تیار ہیں۔ میرے کئی اور ساتھی بھی اس مقصد کے لئے تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ اگر تم اجازت دو تو میں ان کو کسی دن اپنے ہمراہ لے آؤں۔

کعب نے کہا۔ مجھے یہ بات منظور ہے۔

ابوناٹلہ کا کعب کے ساتھ ایک تعلق بھی تھا یہ کعب کے رضاعی بھائی تھے اور محمد بن مسلمہ، کعب کے رضاعی بھائی کے بیٹے تھے۔ اس تعلق کی بنا پر محمد بن مسلمہ اور ابوناٹلہ دونوں اس کے پاس آئے۔ ان کے ہمراہ ان کے باقی تین ساتھی بھی تھے۔ ان سب کا تعلق اوس قبیلہ سے تھا۔ یہ جانباز اس خطرناک مہم کو سر کرنے کے لئے جب جانے لگے تو نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ

والتسليم الوداع کہنے کے لئے بقیع شریف تک تشریف لائے۔ وہاں انہیں اللہ کے حوالے کیا اور اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔

رات کا وقت تھا اور چاندنی رات تھی۔ کعب کا قلعہ مدینہ طیبہ سے باہر شمال مشرقی سمت میں تھا وہاں پہنچے۔ سب سے پہلے ابو نائلہ نے آواز دی۔ پھر دوسرے ساتھیوں نے کعب کا نام لے کر اسے بلایا اس نے سب کی آوازیں پہچانیں۔ لحاف پرے پھینک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی اس کی دلہن نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا۔ تم ایسے شخص ہو جو لوگوں سے جنگ آزما رہتا ہے ایسے آدمی کو اس وقت باہر نہیں جانا چاہئے۔ کعب نے اپنی دلہن کو کہا کہ یہ کوئی اجنبی نہیں ہے بلکہ ابو نائلہ ہے اس کا اور میرا گریا راندہ ہے۔ اگر میں سو رہا ہوں تو وہ کبھی جگائے گا نہیں۔ دلہن نے کہا بخدا مجھے اس آواز سے شرکی بو آرہی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا مجھے اس آواز سے خون کی بوندیں ٹپکتی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں۔ کعب نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا فکر نہ کرو۔ ایک میرا رضاعی بھتیجا ہے دوسرا میرا رضاعی بھائی ہے۔ چنانچہ دامن چھڑا کر نیچے چلا آیا۔ کچھ دیر آپس میں گپ شپ ہوتی رہی آخر میں انہوں نے کہا چلو یار شعب العجوز تک چلیں (ایک جگہ کا نام) چاندنی رات ہے کچھ دیر وہاں بیٹھیں گے اور باتیں کریں گے۔ اس نے کہا۔ اگر تمہاری یہ مرضی ہے تو میں تیار ہوں۔ کچھ وقت وہ چلتے رہے اور ابو نائلہ نے اپنا ہاتھ اس کے سر کے بالوں میں ڈالا۔ پھر نکال کر سونگھا اور کہا کہ میں نے آج تک ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا۔ یہ سن کر وہ پھول گیا اور کہنے لگا۔

عِنْدِيْ اَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ - وَ اَجْمَلُهُنَّ

”ایسا کیوں نہ ہو جبکہ میری بیوی عرب کی تمام عورتوں سے معطر رہتی

ہے۔ اور حسن و جمال میں سب سے بالا ہے۔“ (۱)

دو تین مرتبہ پھر اس نے ایسا ہی کہا۔ یہاں تک کعب کو اطمینان ہو گیا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔

آخر میں اس نے پھر کعب کے بالوں میں ہاتھ ڈالا تو انہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اِصْبِرُوْا عِدَّةً وَّ اَللّٰهُ ”اللہ کے دشمن کو پرزے پرزے کر دو۔“ یہ بیخ کر جانے نہ پائے۔ سب نے یکبارگی اپنی ٹکواروں سے اس پر حملہ کر دیا اس نے بڑی خوفناک

چچ ماری جو اس کی بیوی نے سن لی۔ اس نے چلا کر کہا۔ اے قریظہ! اے نصیر کے لوگو! مدد کو پہنچو۔ چشم زدن میں ان کے جتنے قلعے تھے ان کی مخصوص بلند جگہ پر آگ روشن کر دی۔ یہ گویا خطرہ کا اعلان تھا۔ اسلام کے فدائیوں نے اس موذی کا سرتن سے جدا کیا اور ایک توبرے میں ڈال لیا۔ اتنے میں یہودی ہر طرف سے اکٹھے ہو گئے تھے ان حضرات نے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا۔ اور جب بلقیع الغرقہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے فلک شکاف نعرہ تکبیر بلند کیا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس رات کو کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے ان کی تکبیر کی آواز سن کر حضور نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ حضور نے جان لیا کہ اس بد بخت دشمن اسلام کو قتل کر کے آئے ہیں۔ پھر وہ حضور کے قدموں میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور نے فرمایا۔ ”اَلْفَلَحَتِ الْوُجُوْهُ“ ”خدا ان مجاہدوں کو سرخرو کرے۔“ انہوں نے عرض کی۔ ”وَدَجَّهْتُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ“ ”اے اللہ کے رسول! آپ کے رخ انور کو بھی اللہ تعالیٰ سرخرو کرے۔“ پھر انہوں نے کعب کا سرتورے سے نکال کر حضور کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اس کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (۱)

ایک شبہ کا ازالہ

یورپ کے بعض مستشرقین جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر کتابیں تصنیف کی ہیں انہوں نے کعب بن اشرف کے قتل پر بڑی ہنگامہ آرائی کی ہے۔ کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ قطعاً زبانی تھا کہ نبوت کے دعویٰ کے باوجود وہ کعب بن اشرف کو ناگہانی قتل کروا دیتے۔ ان کو تو چاہئے تھا کہ اگر اس نے واقعی کوئی غلطی کی تھی تو غفور و درگزر سے کام لیتے ہوئے اس کو معاف کر دیتے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسوہ پر کار بند رہتے اور ان کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہوتے۔

مَنْ ضَرَبَكَ عَلَى حَدِّكَ الْاَيْمِيْنَ فَاَدْرَكَهُ الْاَلَيْسَرَ

”جو تیرے دائیں رخسار پر طمانچہ مارے تم اپنا بائیں رخسار اس کے سامنے کر دو۔“

یہ اعتراض کر کے درحقیقت ان بزم خود محققین نے اس بغض باطن کا اظہار کیا ہے جو

اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں ان کے دلوں میں موجزن رہتا تھا۔ اگر یہ کعب، ایک پرامن اور شریف شہری ہوتا۔ جو معاہدہ اس نے کیا تھا اس پر وہ دیانتداری سے کاربند رہتا۔ مسلمانوں کے خلاف ان کے اولین اعداء اہل مکہ کو وہاں جا کر نہ بھڑکاتا اور انہیں اپنے مقتولوں کا انتقام لینے کے لئے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی دعوت نہ دیتا اور ایسی حالت میں ان کے ساتھ تعاون کا پختہ وعدہ نہ کرتا۔ اور اس کو قتل کر دیا جاتا تو شاید ان لوگوں کو یہ اعتراض کرنے کی گنجائش مل جاتی۔ لیکن جس شخص کا کردار اتنا گھٹاؤنا ہو۔ جس شخص کی فرد جرم ایسے سنگین جرائم سے عبارت ہو۔ بلکہ جو شخص اشعار اور قصائد لکھ کر اس سراپا حسن و جمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کے باوقار قلمصاحبہ کی بھوکر کے ان کی دل آزاریاں کرتا رہتا ہو۔ بلکہ جو ان کی عصمت شعار خواتین خانہ کی طرف عشق بازی کی جھوٹی تہمتیں تراشتا رہتا ہو۔ اور اپنے اشعار میں ان کا نام لے کر بڑے سوقینہ انداز سے ان کا ذکر کرتا ہو۔ اس شخص کو نیست و نابود کرنا جرم نہیں بلکہ عین عدل و انصاف ہے۔ اس کی رسی کو دور از کر کے اسے فتنہ پردازی اور دل آزاری کے مزید مواقع فراہم کرنا بہت بڑی غلطی اور بہت بڑا گناہ ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے قتل ہونے پر شکر ادا کیا۔ اس لئے کہ وہ زبان گوئی ہو گئی جو عصمت مآب خواتین کی ناموس پر جھوٹی تہمتیں لگانے میں بڑی تیز تھی۔ وہ فتنہ فرو ہو گیا جو مسلمانوں کے خرمن امید کو جلا کر خاکستر کرنے کے لئے ہر وقت مصروف عمل رہتا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے ہلاک ہونے پر اس لئے اپنے رب کی حمد کی اور اس کا شکر ادا کیا کہ وہ بد طینت ہلاک ہو گیا۔ جس کو اگر مزید مہلت ملتی تو نہ معلوم وہ مسلمانوں پر کتنی قیامتیں برپا کرتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس کا وجود نامسعود اس لئے ناقابل برداشت تھا کہ وہ اسلام کی ترقی کے راستہ میں سنگ گراں بنا ہوا تھا۔ خدا نخواستہ اگر وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتا تو عالم انسانیت کے لئے اس سے بڑا حادثہ اور کوئی نہ ہوتا۔ ہدایت کی روشنی بجھ جاتی اور کلہ و ان انسانیت کو کفر و شرک کے اندھیروں میں پھر دھکیل دیا جاتا۔

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم رسولوں میں سے نہ تھے۔ کیا تورات ان آسمانی کتب میں سے ایک کتاب نہ تھی۔ جو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ کیا اس اولوالعزم رسول نے خود اہل باطل کے ساتھ جہاد نہیں کیا۔ کیا اس جلیل القدر کتاب میں دشمنان حق کے خلاف جہاد کرنے کا ہر بد حکم نہیں ہے۔ اگر

دشمنان حق کو موت کے گھاٹ اتارنا اور ان کو عبرتناک شکست سے دوچار کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان رسالت کے منافی نہیں تو کعب بن اشرف جیسے ننگ انسانیت کو موت کی نیند سلاتا حضور کی شان رحمت للعالمین کے منافی کیونکر ہوگا۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طاغوتی قوتوں کو شکست فاش دینے کے لئے اور حق کے پرچم کو اونچا لہرانے کے لئے اور کلہ و ان انسانیت کو اپنی منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے جو بھی اقدامات کئے ہیں وہ سراسر برحق ہیں۔ مطلع حق و صداقت کے اس آفتاب عالم تاب کی ہر کرن انسان کی فلاح و بہبود کی ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تائید کیوں سے ہمیں سرہ یاب ہونے کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

کعب بن اشرف کے قتل سے تمام یہودیوں پر خوف و دہشت چھا گئی۔ انہوں نے اپنے گھروں سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کعب مذکور کو بنو لوس کے افراد نے غزوہ بدر کے بعد موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب کہ بنو خزرج کے فدائیوں نے جنگ احد کے بعد ایک دوسرے شریک یہودی ابورافع بن ابوالحقیق کو ہلاک کیا تھا۔ جب یہودیوں نے مسلمانوں سے کئے ہوئے سارے معاہدے پس پشت ڈال دیئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے جاں نثروں کو حکم دے دیا۔

مَنْ ظَفَرَ ثَدْيَهِ مِنْ رَجَالٍ يَهُودٍ فَأَقْتُلُوهُ

”جب کوئی یہودی تمہارے قابو میں آئے تو اسے زندہ نہ چھوڑنا۔“

یہ فرمان سنتے ہی ٹحیصہ بن مسعود اوسی نے ایک یہودی تاجر ابن سنینہ کو تہ تیغ کر دیا۔ ٹحیصہ کے بھائی حویصہ کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو اس نے ٹحیصہ کو لعن طعن کرتے ہوئے کہا۔ اے دشمن خدا! تو نے اس شخص کو قتل کیا ہے حالانکہ تیرے پیٹ پر جو چربی ہے وہ اس کے رزق کی بدولت ہے۔ ٹحیصہ نے اپنے بھائی کی یہ سرزنش سن کر جواب دیا۔ کہ اس کو قتل کرنے کا حکم مجھے اس ہستی نے دیا جو اگر مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیں تو میں تمہیں بھی اسی وقت قتل کر دوں۔ اس کے بڑے بھائی حویصہ نے اس کی بات کو دہراتے ہوئے کہا کہ اگر وہ مجھے قتل کرنے کا تمہیں حکم دے تو کیا تم مجھے بھی قتل کر دو گے۔ اس نے کہا بے شک ذرا تامل نہ کروں گا۔ اپنے چھوٹے بھائی کا یہ دو ٹوک جواب سن کر حویصہ بولا۔ وَاللّٰهِ اِنْ دِينًا بَلَغَ بِكَ هَذَا الْعَجَبُ ”یہ دین تیرے اندر یہاں تک سرایت کر چکا ہے۔ بڑی تعجب انگیز بات

ہے۔ ”اس کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ (۱)
 علامہ ابن کثیر یسود کے مختلف قبائل سے متعلق متعدد واقعات کی ترتیب یوں بیان کرتے ہیں۔
 ”تبیہ آخر“ کے الفاظ سے اس کا آغاز کیا ہے۔
 بنو قینقاع کی جلاوطنی کا واقعہ غزوہ بدر کے بعد پیش آیا۔
 کعب بن اشرف یسودی کو اس قبیلہ کے افراد نے کیفر کردار تک پہنچایا۔
 یسود کے قبیلہ بنو نضیر کا واقعہ۔ غزوہ احد کے بعد وقوع پذیر ہوا۔
 ابو رافع یسودی جو تاجر اہل حجاز کے لقب سے مشہور تھا۔ اسے بنو خزرج کے جانبازوں نے
 بے تیغ کیا۔

یسودی قبیلہ بنو قریظہ کا واقعہ غزوہ خندق کے بعد رونما ہوا۔
 ان واقعات کی تفصیلات اپنے اپنے موقع پر بیان ہوں گی۔ انشاء اللہ (۱)

سرتیہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

آپ کو بخوبی علم ہے کہ قریش مکہ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ گرمیوں میں ان کے تجارتی
 کارواں شام کی طرف اور سردیوں میں ان کے تجارتی قافلے یمن اور حبشہ کو جایا کرتے تھے۔
 شام جانے کے لئے وہ اس تجارتی شاہراہ کو اختیار کیا کرتے جو بحر احمر کے کنارے کنارے جلتی
 تھی۔ سرور کائنات علیہ التیمیۃ والسلام کے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آنے کے بعد
 یہ شاہراہ اہل مکہ کے لئے دن بدن خطرناک بنتی جا رہی تھی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وآلہ وسلم نے اس شاہراہ کے ارد گرد آباد قبائل سے دوستانہ معاہدہ کر لئے تھے۔ اہل مکہ کا
 چھوٹا بڑا جو تجارتی قافلہ ادھر سے گزرتا مسلمان اس کا تعاقب کرتے۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں
 کی شاندار فتح اور کفار مکہ کی ذلت آمیز شکست کے بعد تو اہل مکہ کے لئے ممکن ہی نہ رہا کہ وہ اس
 شاہراہ کے ذریعہ اپنا قیمتی سامان تجارت شام کی منڈیوں میں لے جائیں۔

صفوان بن امیہ نے ایک روز اپنی قوم کے اصحاب الرائے کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ
 مسئلہ پیش کیا۔ اس نے کہا! محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور اس کے صحابہ نے ہماری تجارتی
 شاہراہ کو ہمارے لئے ناقابل استعمال بنا دیا ہے۔ اس کے صحابہ ہر وقت ساحل سمندر کی گشت پر
 رہتے ہیں۔ اس علاقہ میں رہائش پذیر تقریباً تمام قبائل نے ان کے ساتھ دوستی کے معاہدے
 کر لئے ہیں اور بعض نے تو ان کا دین بھی اختیار کر لیا ہے۔ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا

چاہئے۔ اگر ہم مکہ میں رہتے ہیں اور تجارت کے لئے باہر نہیں نکلتے تو ہمیں اپنے اس المال (پونجی) پر گزارا کرنا پڑے گا اور وہ آخر کب تک چلے گی۔ اور اگر ہم اموال تجارت کے لئے کر شام جاتے ہیں۔ تو مسلمان ہماری گھات لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں بسلاست گزرنے کی مہلت نہیں دیتے۔ اب بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

اسود بن مطلب اٹھا اور اس نے کہا۔ کہ ان حالات میں ہمارے لئے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں۔ ساحل سمندر کے راستہ کے بجائے عراق کے راستہ سے شام جائیں۔ میں تمہیں ایک ایسے راہبر کا پتہ دیتا ہوں۔ جو اس راستہ کے بچ و خم سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے کہا! فرات بن حیان جو بنو بکر بن وائل کا ایک ماہر راہ دان ہے اس کی راہنمائی میں تم اپنا سفر سلامتی اور آسانی کے ساتھ طے کر سکتے ہو۔ فرات وہاں موجود تھا یہ سن کر وہ اٹھا۔ اس نے کہا! واقعی یہ راستہ مسلمانوں کی زد سے بہت دور ہے۔ ہم نے کبھی کسی مسلمان کو ادھر آتے جاتے نہیں دیکھا۔ یہ راستہ جنگلوں اور کوستانی علاقوں سے گزر کر جاتا ہے۔ اس تجویز کو سب حاضرین نے پسند کیا۔ صفوان بن امیہ نے تیاری شروع کر دی۔ سامان تجارت میں زیادہ تر چاندی کی مصنوعات تھیں۔ چاندی کے زیورات، چاندی کے ظروف اور دیگر اشیاء ان کی مالیت ایک لاکھ درہم تھی۔

اللہ مکہ جب یہ تجویزیں سوچ رہے تھے وہاں مدینہ طیبہ کا ایک آدمی نعیم بن مسعود الاشجعی موجود تھا۔ وہ واپس آیا تو اس نے یہ بات اللہ مدینہ کو بتائی۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سوشاہ سواروں کا دستہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس قافلہ کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ جانبازوں کے اس گروہ نے صفوان کے اس کارواں کو القردہ نامی چشمہ کے قریب اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اس قافلہ کے کئی شرکاء اور محافظوں نے جب مسلمانوں کی آمد کی اچانک خبر سنی۔ تو اتنے خوفزدہ ہوئے کہ اپنے قیمتی سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کو وہیں چھوڑا اور خود بھاگ گئے۔ حضرت زید یہ گراں بہا اموال غنیمت لے کر اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب فرمان الہی اس سے خمس (پانچواں حصہ) نکالا جس کی قیمت بیس ہزار درہم تھی اور بقیہ اموال کو مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیا (۱)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

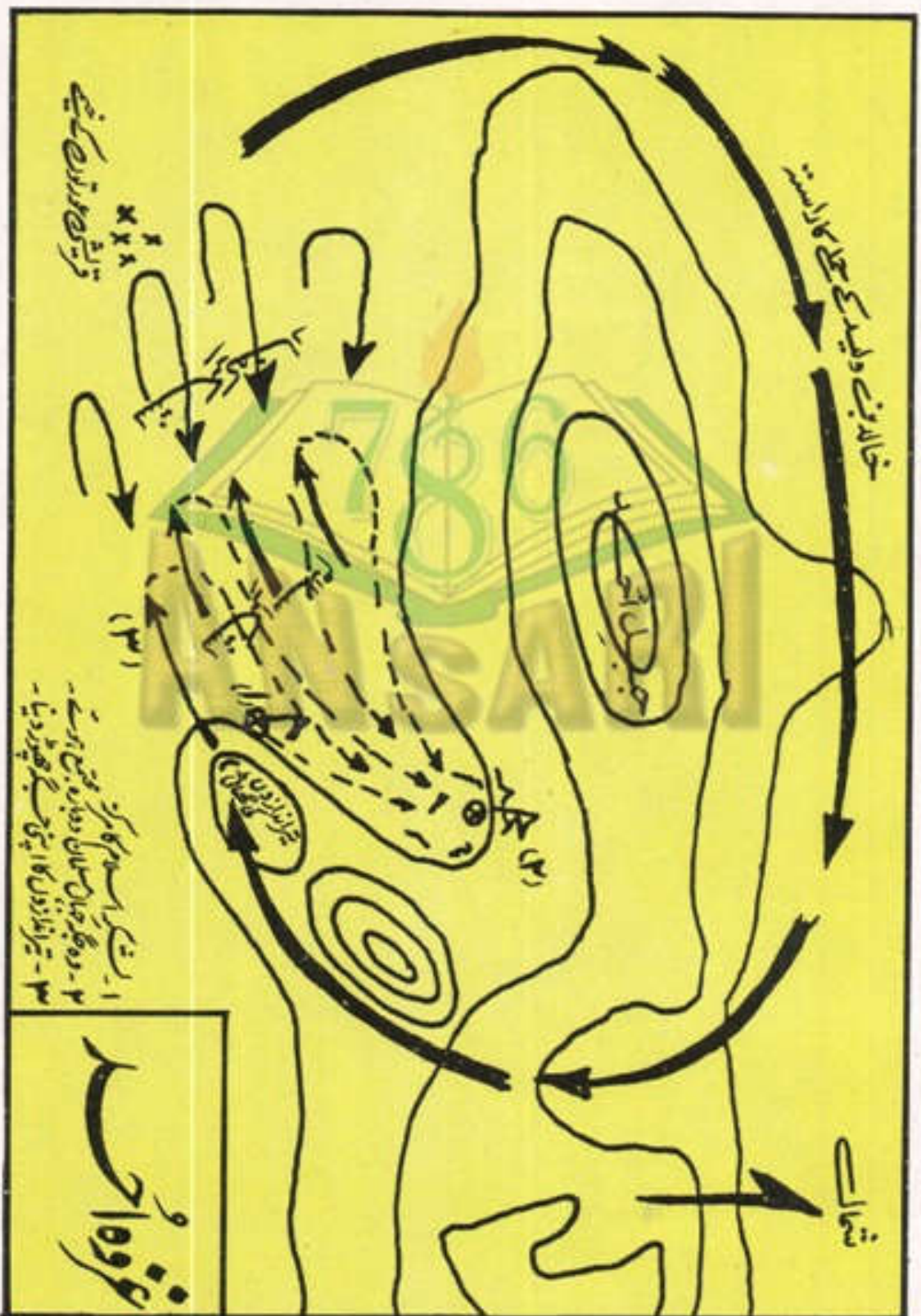
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ

اللَّهِ

أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝
فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ
بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ
کی راہ میں وہ مُردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور)
رزق دیئے جاتے ہیں شاد ہیں اُن (نعمتوں) سے جو عنایت فرمائی
ہیں انھیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب
اُن لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آئے اُن سے اُن کے پیچھے رہ جانے
والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(آل عمران: ۱۶۹ - ۱۷۰)



غزوہ احد

وادی بدر میں، قریش مکہ کی پسپائی صرف جنگی نوعیت کی ہزیمت نہ تھی بلکہ اس نے ان کی زندگی کے سارے گوشوں کو شکست و ریخت سے دوچار کر دیا تھا۔ جزیرہ عرب کے تقریباً تمام باشندے اصنام پرست تھے اصنام پرستی کا سب سے بڑا مرکز مکہ تھا۔ اس مرکزی صنم کدہ کے خدمت گزار وہاں کے لظم و نسق کے ذمہ دار، دور دراز سے آنے والے زائرین کو پوجا پاٹ کے آداب سکھانے اور ان سے گراں بہا نذرانے وصول کر کے اپنی تجوریاں بھرنے والے یہی قریشی تھے۔ اس شکست نے صرف قریش کی سطوت کو ہی پارہ پارہ نہ کر دیا تھا۔ بلکہ ان کے بتوں کی خدائی کے عقیدہ پر بھی کاری چوٹ لگائی تھی۔ ان بتوں کے استھانوں کے متولی ہونے کی وجہ سے سدا عرب ان کی عزت و تکریم کیا کرتا تھا۔ بتوں کے بارے میں اگر لوگوں کا عقیدہ متزلزل ہو گیا تو وہ لوگ پہلے کی طرح ان کی راہ میں آنکھیں نہیں بچھایا کریں گے۔ یہ نقصان اہل مکہ کے لئے اس جنگی پسپائی سے کہیں زیادہ کرناک تھا۔

بدر کے اس معرکہ نے انہیں اس تجارتی شاہراہ سے محروم کر دیا تھا جس کے ذریعہ ان کے تجارتی کارواں ملک شام اور دیگر نواحی ممالک میں بڑی آزادی اور آسانی سے آمد و رفت رکھتے تھے۔ اور انہیں تجارتی کاروانوں پر ان کی معیشت کا دار و مدار تھا۔ اگر یہ سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں ان کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

ابھی تک جزیرہ عرب میں بننے والے سارے قبائل قریش کی سیاسی برتری کو غیر متنازع سمجھتے تھے۔ لیکن اس شکست نے ان کی پیشانی پر کلنگ کا جو ٹکڑہ لگایا تھا۔ اگر یہ برقرار رہا تو کوئی بعید نہیں کہ ان کی یہ مسلمہ حیثیت متنازع فیہ بن جائے۔ اور کئی دوسرے قبائل اس منصب کو حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگیں۔ سب سے بڑی بات جو ہر لحظہ کا ٹھہرا کر ان کے جگر میں چھتی اور ان کو بے قرار کرتی تھی وہ ان کے ستر مقتول تھے۔ جن میں ان کے چوٹی کے متعدد سردار بھی تھے۔ مکہ کا کوئی گھرایسا نہ رہا تھا جہاں کسی کا باپ، کسی کا بھائی، کسی کا بیٹا،

موت کی بھیشت نہ چاہو۔ یہ آتش انتقام ہر وقت بھڑکتی رہتی تھی جس نے ان کی رات کی نیند اور دن کے آرام کو حرام کر دیا تھا۔

یہ وہ مجموعی اسباب تھے جنہوں نے قریش مکہ کو مجبور کر دیا کہ وہ مسلمانوں سے نبرد آزما ہوں اور قبائل عرب میں اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالادیں۔ اپنے خداؤں کے ڈولتے ہوئے سنگھاس کو گرنے سے بچائیں اور مسلمانوں کا خون بہا کر اپنی آتش انتقام کو ٹھنڈا کریں۔

عملی اقدام

ابو سفیان نے رات کی تاریکی میں مدینہ طیبہ پر حملہ کر کے بدلہ چکانے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش اللہ ان کی رسوائی کا باعث بنی۔ غزوہ سویق میں جب لشکر اسلام نے ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے اپنے سامان رسد کی سینکڑوں بوریاں راستہ میں پھینک کر اپنی جانیں بچا کر بھاگ جانے کو ہی غنیمت جانا۔ اس لئے انہوں نے ضروری سمجھا کہ اجتماعی طور پر کوئی مؤثر قدم اٹھایا جائے۔

ابو سفیان اپنے تجارتی قافلہ کو واپس لانے میں کامیاب ہو گیا تھا وہ سارا سامان ابھی تک دار الندوہ میں محفوظ پڑا تھا۔ حسب معمول کسی حصہ دار کو اس کا سرمایہ اور اس پر اس کا نفع واپس نہیں دیا گیا تھا۔

ایک روز اہل مکہ کا ایک وفد جو عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، صفوان بن امیہ اور چند دیگر ایسے افراد پر مشتمل تھا جن کے باپ یا بیٹے یا بھائی بدر میں قتل ہوئے تھے ابو سفیان کے پاس گیا۔ اور اسے کہا! کہ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ساری قوم کو تباہ کر دیا ہے۔ ہمارے چوٹی کے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ جب تک ہم ان سے اپنے مقتولوں کا انتقام نہ لے لیں ہمارے دلوں کو قرار اور روحوں کو چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں ہم دو درخواستیں پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ پہلی درخواست تو یہ ہے کہ آپ ہمارے لشکر کی قیادت قبول کریں اور دوسری درخواست یہ ہے کہ اس جنگ کے اخراجات کے لئے ہمارے ساتھ مالی تعاون کریں۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ اس تجارتی قافلے کا اصل سرمایہ (راس المال) ان کے مالکوں کو واپس کر دیا جائے لیکن اس دفعہ جو نفع ہوا ہے وہ تمام لوگ اس انتقامی جنگ کے فائدہ میں جمع کروادیں۔ تاکہ جنگ کے اخراجات آسانی سے پورے کئے جاسکیں۔ ابو سفیان کو اپنی قوم کی پہلی درخواست

قبول کرنے میں کیا تامل ہو سکتا تھا اس نے اسے فوراً قبول کر لیا اور دوسری درخواست کے بارے میں اس نے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا اَنَا اَوَّلُ مَنْ اجَابَ اِلَى ذٰلِكَ، بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مَعِيَ ”یعنی سب سے پہلے میں اپنا نفع اس مقصد کے لئے پیش کرتا ہوں اور میرے ساتھ اولاد عبدالمطلب بھی اپنا اپنا نفع پیش کرتے ہیں۔“ (۱)

وہ لوگ ایک دینار کے ساتھ ایک دینار نفع کمایا کرتے تھے۔ کل سرمایہ کی مالیت پچاس ہزار پونڈ تھی جو ایک ہزار اونٹوں پر لاد کر لایا گیا تھا۔ اس حساب سے اس سرمایہ پر نفع پچاس ہزار پونڈ تھا۔ چنانچہ اس سرمایہ کے مالکوں نے بڑی خوشی سے پچاس ہزار پونڈ نفع کی رقم اس فنڈ میں جمع کرادی۔ (۲)

اس واقعہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصْنَعُوْا عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَسَيَنْفِقُوْا مِنْهَا ثُمَّ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ ثُمَّ يَغْلَبُوْنَہٗ

”بیشک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی اسی طرح خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لئے باعث حسرت و افسوس پھر وہ مغلوب کر دیئے جائیں گے۔“ (الانفال: ۳۶)

مالی ضرورتوں کی فراہمی سے مطمئن ہونے کے بعد اب انہوں نے جنگجو لوگوں کو جمع کرنے پر توجہ مبذول کی۔ صرف اہل مکہ کو ہی جنگ میں شمولیت کی دعوت نہیں دی۔ بلکہ اپنے میں سے ایسے افراد پر مشتمل ایک وفد تیار کر کے مختلف قبائل کی طرف بھیجا۔ اس وفد میں مندرجہ ذیل افراد شامل تھے۔ جو اپنی چرب زبانی، عیاری اور سیاسی سمجھ بوجھ کے اعتبار سے بڑے ممتاز تھے۔

عمرو بن عاص، عبداللہ بن الزبیری، ہبیرہ بن وہب، ابو عزہ عمرو بن عبداللہ الجہمی کو بھیجا تاکہ مختلف قبائل کے جنگ آزمایہ جوانوں کو اس لشکر میں شریک ہونے کی دعوت دیں۔ ابو عزہ، وہ احسان فراموش شخص تھا جو بدر میں جنگی قیدی بنا تھا اس کی غرمت اور کئی بچوں کلبا پ ہونے کی وجہ سے فدیہ لئے بغیر حضور نے اسے رہا فرما دیا تھا۔ انہوں نے مختلف قبائل میں جا کر اپنے اثر

انگیز اشعار اور خطبات سے لوگوں کے دلوں کو گرمایا اور اہل اسلام کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکائی۔ چنانچہ بہت جلد تین ہزار کا لشکر جرار اکٹھا ہو گیا۔ جن میں قریش، بنو کنانہ اور اہل تہامہ اور احابش (متفرق قبائل کے لوگ) کے بہادر شریک ہوئے۔ ان میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھڑ سوار تھے۔ (۱)

جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا۔ جس کا نام وحشی تھا۔ یہ چھوٹے نیزے سے وار کرنے میں بڑا ماہر تھا اس کا نشانہ خطا نہیں جاتا تھا۔ جبیر نے اس کو بلا کر کہا! کہ میرے چچا طعیمہ کو حمزہ نے بدر کے روز قتل کیا تھا۔ اگر اس کے بدلے میں تم حمزہ کو موت کی گھاٹ اتار دو تو تم آزاد ہو۔ چنانچہ اس نے اس شرط پر یہ کام کرنے کی ہامی بھری۔ (۲)

حضرت عباس، عم النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی تک اظہار ایمان نہیں کیا تھا۔ انہوں نے بنی غفار کے ایک آدمی کو مناسب اجرت دی اور اسے کہا کہ یہ خط لے جاؤ اور حضور کی خدمت میں جا کر پیش کرو۔ اسے ہدایت کی کہ وہ بجلی کی سرعت کے ساتھ جائے اور اتنا طویل سفر دو تین دن کے اندر طے کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ جب یہ شخص پہنچا تو حضور قبائیں تھے وہاں عریفہ پیش کیا حضور کے حکم سے حضرت ابی بن کعب نے پڑھ کر سنایا۔ حضور نے فرمایا! بخدا مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ حکم دیا کہ وہ اس راز کو افشا نہ کریں۔ پھر حضور حضرت سعد بن ربیع کے گھر تشریف لائے اور انہیں اس خط کے بارے میں بتایا۔ انہیں بھی حکم دیا کہ یہ راز کسی کو نہ بتائیں۔ سعد کی بیوی ان کے پاس آئی اور پوچھا! کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا فرمایا ہے۔ انہوں نے غصے سے کہا! تیری ماں مرے۔ تجھے اس سے کیا واسطہ۔ اس نے کہا! میں نے تمہاری ساری بات سنی ہے مجھ سے کیا چھپاتے ہو۔ حضرت سعد نے انا اللہ پڑھا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس کی بیوی نے اس سے یہ بات کی ہے۔ میں نے اس امر کو عرض کرنا اس لئے ضروری سمجھا کہ اگر یہ بات افشا ہو جائے تو حضور یہ خیال نہ فرمائیں کہ میں نے اس راز کو فاش کیا ہے۔ حضور نے فرمایا ”خل عنها۔“ ”اس سے درگزر کرو۔ اسے کچھ نہ کہنا۔“

لشکر کفار کی روانگی

۵ شوال ۳ ہجری کو کفار کا لشکر جو تین ہزار جنگ آزما، سوراؤں پر مشتمل تھا۔ جس میں سات سوزہ پوش، دو سو گھڑ سوار، تین ہزار اونٹ، مدینہ طیبہ کی ایک چھوٹی سی بستی پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔ اگرچہ یہ تعداد مسلمانوں کے لشکر سے پانچ گنا زیادہ تھی۔ اگرچہ مسلمانوں کے پاس اسلحہ کی جو قلیل مقدار تھی اس کی حیثیت کفار کی بہترین اسلحہ کے بڑے ذخائر کے سامنے پرکاش کی بھی نہ تھی لیکن اس کے باوجود وہ میدان جنگ سے فرار کے ایک فیصد امکان کو بھی ختم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی بیویوں کو بھی ہمراہ لے جائیں گے تاکہ انہیں میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگنے کا کوئی تصور ہی نہ کر سکے۔ چنانچہ ان کے بڑے بڑے سردار، عالی خاندانوں سے تعلق رکھنے والی اپنی بیویوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ مندرجہ ذیل خواتین کے نام کتب تاریخ میں محفوظ ہیں جو اپنے شوہروں کے ہمراہ اس جنگ میں شریک ہوئیں۔

هَذِيْنَةُ بِنْتُ عُبَيْدَةَ زَوْجَةُ ابُو سَفِيَّانٍ

جو میدان احد میں لشکر کا قائد تھا۔ اس کا باپ عقبہ جنگ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔

اُمِّ حَكِيْمٍ بِنْتُ حَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ مُغِيْرَةَ

زوجہ عمرہ بن ابی جہل

فَاطِمَةُ بِنْتُ ذَلَيْدِ بْنِ مُغِيْرَةَ

زوجہ حارث بن ہشام بن مغیرہ

بَرَّةُ بِنْتُ مَسْعُوْدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عُمَيْرِ الشَّقَفِيَّةِ

زوجہ صفوان بن امیہ۔ یہ عبداللہ بن صفوان کی ماں تھی

رَبِیْطَةُ بِنْتُ مُنَبِّ بْنِ حِجَابِ

زوجہ عمرو بن العاص

سَلَاةُ بِنْتُ سَعْدِ

زوجہ طلحہ بن ابی طلحہ۔ یہ طلحہ کے تین بیٹوں کی ماں تھی مسافع۔ جلاس۔

کلاب۔ جو کفار کے علمبردار تھے اور سب کٹ کر مرے۔

خَتَّاسُ بِنْتُ مَالِكٍ

مادر ابو عزیز بن عمیر۔ جو حضرت مصعب کا بھائی تھا۔

عَمْرَاءُ بِنْتُ عَلْقَمَةَ

بنو حارثہ کی ایک خاتون۔ (۱)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی عورتیں تھیں جو اس لشکر میں شامل تھیں۔ یہ دفیں بجاتی تھیں۔ اپنے مقتولوں کے مرثیے گاتی تھیں خود بھی آہ و فغاں کرتی تھیں اور لوگوں کو بھی رلاتی تھیں اور ان کے جوش انتقام کو مزید بھڑکاتی تھیں۔ (۲)

ہند زوجہ ابو سفیان، جب بھی وحشی کے پاس سے گزرتی تو اسے یہ کہہ کر ششکرتی۔
وَيْحًا أَبَادَسْمَةً اِسْفِ اِسْفِ وَاِسْتَشِفَّ ”واہ وا اے ابودسمہ (وحشی کی کنیت) ہمیں بھی شفا
دو اور خود بھی شفا پاؤ۔“ (۳)

لشکر کفار میں ایک اور عنصر بھی تھا جو بغض و عناد میں کسی سے کم نہ تھا۔ ابو عامر راہب۔
ابو عامر فاسق کا تذکرہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ یہ بھی اپنے بچاس حواریوں سمیت ابو سفیان کے
لشکر میں شامل تھا۔ یہ یثرب کے قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ اسے اپنے قبیلہ میں وہی اثر و نفوذ حاصل
تھا جو عبداللہ بن ابی کو اپنے قبیلہ خزرج میں نصیب تھا۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ
و سلم کی ہجرت سے پہلے یہ راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اور نبی مظهر کی آمد کے لئے چشم براہ تھا۔
اور لوگوں سے اس آنے والے نبی کے محلد و مکارم ہر وقت بیان کرتا رہتا تھا۔ لوگوں کو بتایا
کہ تاکہ اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ بالکل نزدیک آگیا ہے۔ سرور عالم جب ہجرت کر کے
مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو اس ماہ تمام کو دیکھ کر اس کے قبیلہ اوس کے سارے مرد و زن
حضور کے گردیدہ ہو گئے جس عقیدت کا اظہار اس سے پہلے وہ ابو عامر سے کیا کرتے تھے اس
میں سرد مری رونما ہونے لگی۔ اوس کی ارادت و عقیدت میں اچانک یہ تبدیلی اس کے لئے
سوہان روح بنتی گئی۔ اور حسد کی آگ اس کے دل میں سلگنے لگی۔ مدینہ طیبہ جہاں حضور پرنور
کی عظمت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ وہاں ابو عامر کے لئے ٹھہرنا محال ہو گیا۔ وہ
مدینہ چھوڑ کر مکہ آگیا۔ اور کفار کو حضور کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ جب لشکر کفار

۱۔ غزوہ احد شوقی ابو غلیل، صفحہ ۱۸ و دیگر کتب سیرت

۲۔ سبل الہدی، جلد ۴، صفحہ ۲۷۲

۳۔ سبل الہدی، جلد ۴، صفحہ ۲۷۲ و دیگر کتب سیرت

فرزند ان اسلام سے نبرد آزما ہونے کے لئے مکہ سے روانہ ہوا تو یہ بھی اپنے ستر یا پچاس حواریوں سمیت لشکر میں شامل ہو گیا۔ وہ کفار مکہ کے سامنے بڑی شیخیاں بکھرا کرتا۔ وہ کہتا کہ جب میدان جنگ میں میرے قبیلہ اوس کے لوگ مجھے تمہارے ساتھ دیکھیں گے تو وہ اسلام کے پرچم کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ آکر صف بستہ ہو جائیں گے اور ہمارے دوش بدوش کھڑے ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔

محبوب رب العالمین نے اس کے بارے میں اپنے پروردگار کی جناب میں عرض کی تھی۔ اے! اس دشمن حق کو اپنے وطن سے دور تھلائی اور بیکسی کی موت دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کفار کا لشکر جرار مدینہ کی پاک بستی پر چڑھائی کرنے کے لئے طوفان برق و باد کی طرح بڑھا چلا آ رہا تھا۔ ان کا گزر ابواء نامی بستی کے پاس سے ہوا کہ نہ تو زہند دور کی کوڑی لائی۔ اپنے خلوہ ابو سفیان کو کہنے لگی۔ سنا ہے کہ یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم فدائے روجی و قلبی) کی والدہ کی قبر ہے۔ تم اسے تلاش کرو قبر کھود کر ان کی نعش اپنے قبضہ میں کر لو۔ اگر جنگ میں تمہارے کچھ آدمیوں کو مسلمان قیدی بنالیں تو ان کا فدیہ درہم و دینار کی صورت میں ادا کرنے کے بجائے ہم (حضرت) آمنہ (سلام اللہ علیہا) کا ایک ایک عضو دیتے جائیں گے اور اپنے اسیران جنگ کو آزاد کراتے جائیں گے۔

ابو سفیان نے یہ بات دیگر قریش کو بتائی سب نے اس کو پسند کیا۔ لیکن ان میں جو لوگ دانشمند تھے انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا! اگر تم نے قبر کھودنے کی رسم شروع کی پھر تمہارے دشمن بنو بکر وغیرہ تمہارے اسلاف کی قبروں کو کھود کر ان کی تذلیل کرنا شروع کر دیں گے۔ بہتر ہے کہ فتنہ کے اس دروازہ کو بند ہی رہنے دو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی حرمت کو محفوظ رکھا اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۱)

کفار کا لشکر مدینہ طیبہ کی طرف بڑھتا آ رہا تھا اس کی چڑھائی کی خبریں دور و نزدیک پھیل رہی تھیں۔ مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں نے جب سنا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ یہ لشکر زوطوی کے مقام پر پہنچا تو عمرو بن سالم خزاعی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ان سے الگ ہو کر چپکے سے مدینہ منورہ پہنچا اور سارے حالات سے حضور کو مطلع کیا۔ حضور پر نور نے فضالہ کے دونوں بیٹوں انس اور مونس کو مشرکین کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ وادی عقیق

میں ان کا آمتنا سامنا ہوا۔ انہوں نے واپس آکر حضور کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ یہ بھی بتایا کہ عریض کے علاقہ میں کفار نے اپنے گھوڑے اور دیگر مویشی مسلمانوں کے کھیتوں میں چرنے کے لئے چھوڑ دیئے ہیں اور انہوں نے ایک سبز تنکا بھی باقی نہیں رہنے دیا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حباب بن منذر کو ان کی سرگرمیوں اور ان کی فوجی طاقت کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر تفصیلی حالات بیان کئے حضور نے انہیں تاکید کی کہ اس بات کی تشویش نہ کریں اور خود یہ ورد کرنے لگے۔

حَسْبُنَا اللَّهُ دِينُهُ الْوَكِيلُ اللَّهُمَّ بَكَ أَجُولُ دِيْنِكَ أَصْوَلُ

”ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے اے اللہ میں تیری قوت سے

میں حملہ کرتا ہوں اور ان کا مقابلہ کرتا ہوں۔“

جمعہ کی رات اوس و خزرج کے نوجوان تمام شب مسجد اور حجرات نبوی کا پہرہ دیتے رہے شہر کے راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تاکہ کوئی کافر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ (۱) وادی قتافہ کے وسط میں شہر مدینہ کے سامنے جبل احد کی سمت میں کفار کا لشکر خیمہ زن ہوا۔ یہ لشکر بارہ شوال کو بروز بدھ یہاں پہنچا۔ بدھ، جمعرات اور جمعہ تین روز یہ لوگ یہاں ٹھہرے رہے اور جنگ کے لئے اپنی تیاریاں کرتے رہے۔ ہفتہ کے روز پندرہ شوال کو اللہ تعالیٰ کے محبوب نے اسلام کے جاں نثار سپاہیوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانگی کا ارادہ فرمایا۔ لیکن اس سے پہلے ایک مجلس مشاورت قائم کی اور اس میں صورت حال سے عہدہ برآہونے کے لئے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا۔

جمعہ کی رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خواب دیکھا صبح کے وقت مشورہ کیلئے صحابہ کرام کو یاد فرمایا۔ جب آگئے تو حضور نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے اپنی گفتگو کا آغاز فرمایا۔ پھر اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ میں نے ایک گائے کو دیکھا جس کو ذبح کیا گیا میں نے اپنی تلوار کی دھار میں کئی دندانے دیکھے ہیں۔ گائے سے مراد تو میرے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور دندانوں سے مراد یہ کہ میرے اہل بیت سے ایک قتل کیا جائے گا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ کے اندر ڈالا ہے اور میرے نزدیک زرہ سے مراد شہر مدینہ ہے۔ (۲)

اگر تم مناسب سمجھو تو شہر کے اندر مورچہ بند ہو جاؤ۔ عورتوں اور بچوں کو مختلف گڑھیوں میں بھیج دو۔ اگر کفار باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہو گا اور

اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی جرأت کی تو ہم گلی کوچوں میں ان سے لڑائی کریں گے اور ہم ان گلیوں کے پیچ و خم سے خوب واقف ہیں ہم ان پر بلند مکانوں اور اونچے ٹیلوں سے پتھراؤ کر کے بھی انہیں بچھاڑ سکیں گے۔

اکابر مہاجرین و انصار کی بھی یہی رائے تھی۔

عبداللہ بن ابی نے اس کی تائید کی لیکن پُر جوش نوجوانوں کی ایک جماعت جو کسی وجہ سے بدر میں شریک نہیں ہو سکی تھی اور جنہیں شرف شہادت حاصل کرنے کا از حد اشتیاق تھا۔ وہ حصول شہادت کے شوق فراواں کے باعث اس رائے سے متفق نہ ہو سکے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں لے کر دشمنان حق کے سامنے چلے۔ وہ یہ نہ خیال کریں کہ ہم بزدل ہیں اس لئے گھروں میں سم کر بیٹھ گئے ہیں۔ عبداللہ بن ابی بولا! یا رسول اللہ شہر میں ہی ٹھہریے۔ باہر نہ نکلے جب بھی شہر سے باہر نکل کر ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا ہے ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اور جب بھی دشمن نے شہر میں داخل ہو کر ہم سے جنگ کی ہے تو انہیں شکست سے دو چار ہونا پڑا ہے۔ لیکن حضرات حمزہ، سعد بن عبادہ، نعمان بن مالک، اور انصار کے چند دیگر نوجوانوں نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر ہم نے ایسا کیا تو کفار یہ سمجھیں گے کہ ہم ان سے ڈر گئے ہیں اور بزدلی کے باعث ہم میدان جنگ میں ان کو نہیں للکار سکے۔

بدر میں ہماری تعداد تین سو تھی ہم نے ان کو دندان شکن شکست دی۔ آج تو ہماری تعداد ایک ہزار ہے ہم تو اس دن کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے اور آج وہ خود چل کر ہمارے پاس آگئے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان کے جوش ایمان، شوق شہادت اور اس پر ان کے اصرار کا مشاہدہ فرمایا۔ تو ان کی رائے جو اکثر صحابہ کی رائے تھی اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ (۱)

اس مجلس مشاورت میں شمع توحید کے پروانوں نے اپنے جذبہ جان فروشی کا جس انداز سے اظہار کیا اس انداز کا اپنا بانکپن ہے جو ہم جیسے کم حوصلہ لوگوں کے لئے ممیز کا کام دے سکتا ہے۔ اس لئے چند حضرات کے قلبی تاثرات کا بیان یقیناً زبیر مفید ہو گا۔

اللہ اور اس کے رسول کے شیر حضرت حمزہ نے عرض کی۔

وَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَا أَطْعَمُ الْيَوْمَ طَعَامًا حَتَّىٰ

أَجَالِدَا هُوَ بِسُفْنِي خَارِجَ الْمَدِينَةِ -

”اس ذات کی قسم جس نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی۔ کہ میں آج اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینے سے باہر نکل کر میں ان کے ساتھ نبرد آزمانہ ہوں۔“

یہ جمعہ کا دن تھا اس دن بھی آپ روزہ سے تھے اور دوسرے دن بھی آپ نے روزہ رکھا۔ اور اسی روزہ کی حالت میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ نعمان بن ملک نے عرض کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَحْرُمْنَا الْجَنَّةَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا دَخْلَهَا
وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ؟ قَالَ لِإِنِّي أُحِبُّ
اللَّهُ تَعَالَى وَرَسُولَهُ وَلَا أَفِرُّ يَوْمَ الزَّحْفِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقْتَ -

”یا رسول اللہ! ہمیں جنت سے محروم نہ فرمائیے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں ضرور اس میں داخل ہوں گا۔ حضور نے پوچھا! کیوں۔ عرض کی کیونکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب سے محبت رکھتا ہوں۔ اور میدان جنگ سے بھاگتا نہیں ہوں۔“

آپ بھی اسی دن شہید ہوئے۔

سب فرزند ان اسلام نے اپنے محبوب آقا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کی۔ حضور نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اس میں ان کو جدوجہد اور محنت و کوشش کی تلقین فرمائی اور انہیں بتایا کہ جب تک وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں گے اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال رہے گی۔ نماز عصر بھی مسجد نبوی میں ادا کی گئی۔ مدینہ طیبہ کے بالائی محلوں (العوالی) کے سارے باشندے بھی جمع ہو گئے۔ مستورات کو حفاظت کیلئے مختلف گڑھیوں میں ٹھہرا دیا گیا۔ سرور کائنات علیہ الطیبات والتحیات وازکی التسلیمات، حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کی معیت میں اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ان دونوں یاران وقاشعار نے اپنے آقا کو جنگی لباس پہنایا۔ عمامہ مبارک باندھا باہر لوگ دورویہ صفیں باندھے چشم برہا کھڑے تھے۔ اتنے میں سعید بن معاذ اور اسید بن حنظل تشریف لے آئے۔ انہوں نے انتظار کرنے والوں کو کہا کہ تم نے حضور کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے اور اپنے اپنے مشورے دیئے ہیں حالانکہ حضور پر وحی

نازل ہوتی ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اس معاملہ میں فیصلہ کا کلی اختیار حضور کے سپرد کر دو۔ حضور جو حکم دیں اس کو بجالاؤ۔

یہ گفتگو جلدی تھی کہ رحمت عالم باہر تشریف لے آئے حضور نے اسلحہ سجایا ہوا تھا۔ زرہ زیب تن فرمائی ہوئی تھی اور کمر مبارک میں کمر بند بندھا تھا عمامہ سر پر تھا اور شمشیر گردن شریف میں جمائل تھی۔ لوگوں نے مدینہ طیبہ سے باہر جا کر جنگ کرنے پر اصرار کیا تھا اس پر سب نادام ہو رہے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کسی نبی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہتھیار پہننے کے بعد پھر انہیں اتار دے۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ آخر میں ارشاد فرمایا۔

لَا مَصْرَءَ عَلٰی اِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَلَكُمْ النِّصْرُ مَا صَبَرْتُمْ۔

”اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو نصرت الہی تمہارے ساتھ ہوگی جب تک

تم صبر کا دامن پکڑے رہو گے۔“ (۱)

اس ایک واقعہ میں امت مسلمہ کے قائدین کے لئے دو قیمتی رہنمائیاں ہیں۔

پہلی یہ کہ اپنی رائے پر بند نہ رہو۔ بلکہ اہل اسلام کے اکثریتی فیصلہ اور ان کے جذبات جاں فروشی کا احترام کرو اور ان کے جوش جہاد کی قدر کرو۔

دوسری یہ کہ جب ایک بار کوئی فیصلہ کر لو تو پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔ بار بار فیصلہ کو بدلنا فیصلہ کرنے والے کی قوت فیصلہ کو مجروح کر دے گا۔ اور اس کے احباب کو اس پر وہ اعتماد نہیں رہے گا۔ جو مشکل حالات میں اس کی کامیابی کا ضامن ہوا کرتا ہے۔

ان معاملات سے فراغت پانے کے بعد قائد اسلامیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین نیزے منگوائے اور ان تین نیزوں کے ساتھ تین جھنڈے باندھے پھر قبیلہ اوس کا علم اسید بن خضیر کے حوالے کیا۔ قبیلہ خزرج کا علم حباب بن منذر کو مرحمت فرمایا۔ مہاجرین کا پرچم سیدنا علی مرتضیٰ کے دست مبارک میں تھمایا۔ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو نماز باجماعت پڑھانے کے لئے مدینہ طیبہ میں اپنا قائم مقام متعین فرمایا۔

انبیاء و رسول کے قائد اعظم کی اُحد کی طرف روانگی

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب نامی گھوڑے پر سوار، گلے میں کمان آویڑاں ہے، دست مبارک میں نیزہ ہے۔ اسلام کے جاں فروش سپاہی مسلح ہیں۔ ان میں سوزہ پوش ہیں۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ مرکب ہمایوں کے آگے آگے دوڑتے جا رہے ہیں۔ مجاہدین اپنے آقا کے دائیں بائیں حلقہ بنائے چلق و چوبند شیروں کی طرح رواں دواں ہیں۔ حضور جب ”الثنیہ“ کے مقام پر پہنچتے ہیں تو دیکھا اجڑ قسم کے لوگوں کا ایک جتھا کوئی گیت الاپتا ہوا آرہا ہے۔ دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں۔ عرض کی گئی یہ عبد اللہ بن ابی کے وہ حلیف ہیں جن کا تعلق یہود سے ہے۔ پھر پوچھا کیا اسلام لے آئے ہیں عرض کی گئی نہیں۔ فرمایا **إِنَّا لَا نَسْتَنْصِرُ بَآهْلِ الشِّرْكِ عَلَى أَهْلِ الشِّرْكِ** ”یعنی ہم اہل شرک سے جنگ کرتے ہوئے کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔“ (۱)

راستہ میں دو ٹیلوں کے پاس سے گزر ہوا۔ جنہیں شیخین کہا جاتا تھا۔ یہاں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کا جائزہ لیا۔ جو کمن تھے انہیں واپس بھیج دیا۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ سترہ ایسے نوجوان تھے جن کی عمریں چودہ سال سے کم تھیں۔ انہیں واپس کر دیا گیا۔ ان میں سے ایک کا نام سعید بن جبۃ تھا۔ جنگ اُحد میں تو کمنی کی وجہ سے انہیں حصہ لینے کی اجازت نہ ملی۔ لیکن غزوہ خندق کے موقع پر ان کی عمر پوری ہو گئی تھی یہ شامل ہوئے اور خوب خوب داد شجاعت دی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس نوجوان کو یوں جان کی بازی لگا کر لڑتے دیکھا تو انہیں اپنے پاس بلایا۔ ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا۔ اور ان کے لئے ان کی نسل اور اولاد میں برکت کی دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اس دعا کو یوں شرف قبول سے نوازا کہ مؤرخین لکھتے ہیں۔

كَانَ عَمَّا لَا رِبْعَيْنَ وَأَخْلًا لَا رِبْعَيْنَ دَا بَّاءَ لِعِشْرَيْنَ

”کہ یہ چالیس بھتیجیوں کے چچا تھے۔ چالیس بھائیوں کے بھائی تھے اور بیس بیٹوں کے باپ تھے۔“

انہیں کی اولاد میں سے اسلام کا وہ جلیل القدر فرزند پیدا ہوا۔ جس نے اپنے علمی کارناموں

سے دنیائے اسلام بلکہ دنیائے علم کے گوشہ گوشہ کو منور کر دیا۔ وہ ہیں امام ابو یوسف جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مایہ ناز شاگرد اور امیر المؤمنین ہارون الرشید کے عہد میں اسلامی مملکت کے قاضی القضاۃ تھے۔ (۱)

ایک دوسرے نوجوان رافع بن خدیج تھے۔ کسنی کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں واپس جانے کا حکم دیا لیکن جب عرض کی گئی یہ ماہر تیر انداز ہے تو حضور نے انہیں قبول کر لیا۔ سرہ بن جندب کو بھی کم عمری کی وجہ سے جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں ملی تھی۔ انہیں جب پتہ چلا کہ رافع کو اجازت مل گئی ہے تو اس نے اپنے سوتیلے باپ مُرَی بن سنان سے جا کر کہا کہ رافع کو حضور نے اجازت دے دی ہے میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں مجھے بھی اجازت ملنی چاہئے۔ بے شک مجھے اس سے کشتی لڑالیں۔ اگر میں اس کو پچھاڑ لوں تو پھر مجھے لڑائی میں شرکت سے محروم نہیں رکھنا چاہئے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کو طلب فرمایا اور انہیں کشتی لڑنے کا حکم دیا سرہ نے اپنے حریف کو پچھاڑ دیا۔ رحمت عالم نے ان کو بھی جہاد میں شمولیت کی اجازت فرمادی۔ جب تک قوم کے نو عمر بچوں میں شوق شہادت کا یہ عالم تھا۔ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت ان کے قدموں کو چومتے رہے اور جب سے یہ جذبہ سرد ہو گیا زمانہ بدل گیا۔ گردش روزگار بدل گئی۔

احد کی طرف پیش قدمی

یہاں سے روانگی اور جبل احد کی ایک گھاٹی میں پہنچ کر صف بندی کا تذکرہ ہم علامہ مقریزی کی نایاب کتاب ”امتاع الاسماع“ کے حوالہ سے ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا یہ بیان بہت واضح اور ہر قسم کے شکوک سے منزہ ہے۔

لشکر کا جائزہ لینے سے فراغت ہوئی تو سورج غروب ہو گیا۔ حضرت بلال نے مغرب کی اذان دی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی معیت میں نماز مغرب یا جماعت ادا فرمائی۔ پھر کچھ دیر بعد عشا کی اذان ہوئی۔ اور حضور نے نماز پڑھائی۔

حضور نے محمد بن مسلمہ کو پیچاس نوجوانوں کا قائد بنا کر لشکر گاہ کا پہرہ دینے کے لئے مقرر فرمایا اور اپنی حفاظت کے لئے ذکوان بن عبد قیس کو یہ شرف بخشا۔ انہوں نے زرہ پہنی اور ہاتھ میں ڈھال پکڑی اور ساری رات لشکر میں چکر لگاتے رہے۔ یہ رات بھر پہرہ اپنے آقا کا دیتے

رہے نہ آنکھ جھپکی اور نہ سر موادھر ادھر سر کے۔ سحری تک نبی کریم نے آرام فرمایا۔ سحری کے وقت بیدار ہوئے اور پوچھا ہمارے راہبر کہاں ہیں۔ ان میں سے کون ایسا ہے جو ہمیں اس ٹیلہ کی ایسی جانب سے لے جائے کہ کافر ہمیں دیکھ نہ سکیں۔ ابوخیثمہ نے کھڑے ہو کر عرض کی ”انا یا رسول اللہ۔“ ”اے اللہ کے رسول! میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔“ چنانچہ وہ سب کو بنو حارثہ قبیلہ کے پتھریلے میدان اور ان کے کھیتوں کے درمیان سے لے کر گزرے۔ یہاں تک کہ مربع بن قیظی کے چشمہ پر پہنچے یہ بدباطن منافق تھا۔ اسے جب حضور کے گزرنے کا پتہ چلا تو زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کے چہروں پر پھینکنے لگا۔ اور بولا، اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کو اجازت نہیں دیتا کہ آپ میرے مکانوں کے درمیان سے گزریں لوگ دوڑے کہ گستاخ کو قتل کر دیں حضور نے فرمایا اسے قتل نہ کرو (یہ معذور ہے) اس کی صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں اس کا دل بھی اندھا ہے۔ (۱)

وہاں سے حضور سحری کے وقت روانہ ہوئے۔ جب حضور شوط کے مقام پر پہنچے تو عبد اللہ بن ابی، اپنے تین سو حواریوں کے ساتھ لشکر اسلام سے الگ ہو کر واپس جانے لگا۔ اس وقت وہ بڑا رہا تھا کہ انہوں نے نادان بچوں کا کہنا سنا اور میرے مشورہ کو مسترد کر دیا ہے۔ ہم بلاوجہ اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں کیوں پھینکیں۔ چنانچہ وہ اس نازک لمحہ میں لشکر اسلام سے کٹ کر واپس چلا گیا۔ اس کے ہم قبیلہ عبد اللہ بن حرام رضی اللہ عنہ اس کو سمجھانے کے لئے اس کے پاس آئے اور کہا۔

اے میری قوم! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ اپنی قوم اور اپنے نبی کو ایسے نازک وقت میں نہ چھوڑو۔ جب ان کا دشمن میدان میں آ موجود ہوا ہے۔ آؤ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور ان کا دقلع کریں۔

انہوں نے کہا۔ یہ محض قوت کی نمائش ہے کوئی جنگ نہیں ہوگی۔ اگر جنگ ہونے کا امکان ہو تا تو ہم ہرگز واپس نہ جاتے۔ جب منافقین نے ان کی منت سماجت کا کوئی اثر قبول نہ کیا تو انہوں نے فرمایا۔

جلاؤ خدا تمہیں برباد کرے۔ اے اللہ کے دشمنو! اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تم

سے بے نیاز کر دے گا۔

اس وقت سورہ آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ
الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۚ (آل عمران: ۱۷۹)

”نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر
جس پر تم اب ہو۔ جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک ہے۔“

ایسے نازک موقع پر اتنی بڑی تعداد کا الگ ہو جانا رئیس المنافقین ابن ابی کی طرف سے بڑی
خطرناک اور حوصلہ شکن چوٹ تھی۔ اس کا یہ خیال تھا کہ لشکر اسلام اس چوٹ کی تاب نہ
لا سکے گا۔ اور باقی ماندہ لوگ بھی بیدل ہو کر راہ فرار اختیار کر لیں گے۔ لیکن شمع جمل
مصطفوی کے پروانوں کے جذبہ جاں فشادی کا اندازہ لگانے میں اسے سخت دھوکا ہوا تھا۔ نہ
ان کا قائد عام قائدین جنگ کی طرح تھا۔ نہ اس کے پرچم تلے جمع ہونے والے سپاہی کراہیہ کے
ثوٹتے۔ ان کا قائد، اللہ کا رسول تھا۔ جس نے اپنے خداوند ذوالجلال کے نام کو بلند کرنے کے
لئے اپنی جان کی بازی لگھ رکھی تھی۔ اور اس کے مجاہدہ جاں باز تھے جو اپنے محبوب نبی کی شراب
محبت سے اس قدر سرشار تھے کہ اس کے ادنیٰ اشارہ پر اپنا تن من و دھن سب کچھ بھد مسرت
قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ لیکن اس سے آنکھیں پھیر لیں یا بیان محبت کو توڑ دیں یہ ان
کے لئے ناممکن تھا۔ اور ان سب کے جذبات کی ترجمانی حضرت عبداللہ بن حرام نے فرمادی تھی۔
لحمہ بھر کے لئے بنی سلمہ اور بنی ثعلبہ کے پلوں ڈنگائے اور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار
کرنے کے بارے میں انہوں نے سوچا لیکن توفیق الہی نے آگے بڑھ کر ان کی دھگیری فرمائی۔
رحمت الہی کو گوارا نہ ہوا کہ غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والسلام میں سے کسی سے ایسی حرکت سرزد
ہو۔ جو عشق و مستی کی منزل کے مسافروں کے لئے باعث ننگ و عار ہو۔ اس آیت کریمہ میں
اللہ تعالیٰ نے غلامان مصطفیٰ سے اپنے خصوصی لطف و کرم کا یوں اظہار فرمایا ہے۔

إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا ۖ وَاللَّهُ وَلِيٌّ لِّمُهْمَا ۖ وَعَلَىٰ اللَّهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔

”جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ
تعالیٰ دونوں کا مددگار تھا۔ (اس لئے اس نے اس لغزش سے بچالیا) اور
صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہئے مومنوں کو۔“ (آل عمران: ۱۲۲)

منافقین کے الگ ہو جانے کے بعد لشکر اسلام کی تعداد سلت سو رہ گئی۔ اس وقت بعض انصار نے عرض کی۔ کہ کئی یہودی قبائل ہمارے حلیف ہیں اجازت ہو تو انہیں مدد کے لئے بلا لیں۔ رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لَا حَاجَةَ لَنَا بِهِمْ ”ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔“ حضور جانتے تھے کہ اسلام کے خلاف ان کے دلوں میں حسد و عناد کے آتش کدے بھڑک رہے ہیں وہ کیونکر اسلام کی ظفر مندی کے لئے جان لڑا سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگ میدان جنگ میں تقویت کا باعث نہیں ہوتے بلکہ التامشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ (۱)

حضور چاہتے تھے کہ صرف وہی لوگ لشکر اسلام میں شامل ہوں جو محض اپنے عقیدہ کا دفاع کرنے کے لئے دشمن سے نبرد آزما ہونا چاہتے ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَاطِلًا مِن دُونِكُمْ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ
خَبْرًا وَلَا ذُرًّا وَمَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ
وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنْتُمْ
تَعْقِلُونَ۔

”اے ایمان والو! نہ بناؤ اپنا رازدار غیروں کو۔ وہ کسر نہ اٹھا رکھیں گے تمہیں خرابی پہنچانے میں۔ وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمہیں ضرر دے۔ ظاہر ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبانوں) سے۔ اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے ہم نے صاف بیان کر دیں تمہارے لئے اپنی آیتیں اگر تم سمجھدار ہو۔“ (آل عمران: ۱۱۸)

شوط سے روانہ ہو کر حضور احد کی گھاٹی میں پہنچے۔

جبل احد، مدینہ کے شمال میں قریبا تین میل پر شرقاً غرباً بخط مستقیم پھیلا ہوا ہے۔ اس کی جنوبی جانب وسط میں نعل نما خلا ہے جو کافی وسیع ہے یعنی جہاں سے پہاڑ پیچھے کی طرف ہٹ گیا ہے اسی کا ذکر کرتے ہوئے سیرت ابن ہشام میں ہے کہ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الشَّعْبَ مِنْ أُحُدٍ فَرَفَّ عَدَاوَةَ الْوَادِي إِلَى جَبَلٍ يَعْنِي أَنَّكُمْ فِي مَقَامٍ وَادِي قَتَاةٍ مِنْ أَهْلِ جَبَلٍ وَادِي قَتَاةٍ فِي مَقَامٍ۔ ”جہاں سے پہاڑ اٹھکا و شروع ہوتا ہے وہاں سے جبل احد کے ساتھ ساتھ وادی قتاہ گزرتی ہے جس میں بارش کے وقت خاصا پانی بننے لگتا

ہے۔ بارش نہ ہو تو یہ عموماً خشک ہوتی ہے۔ قنات کا بہاؤ مشرق سے مغرب کی طرف ہوتا ہے۔ خلا کی زمین قنات سے اونچی ہے اس کے عین سامنے وادی کے جنوبی کنارے پر ایک چھوٹا سا نیلا ہے۔ جسے جبل عینین کہتے ہیں۔ یعنی دو چشموں والا نیلا۔ کیونکہ اس سے دو چشمے نکلتے ہیں۔ جنگ احد کے بعد اسے جبل الرماۃ بھی کہنے لگے یعنی وہ نیلا جس پر تیر اندازوں کا مورچہ تھا۔

احد اور مدینہ کے درمیان زیادہ سے زیادہ تین میل کا فاصلہ ہے اس میں کئی چھوٹی بڑی آبادیاں یا محلے تھے ایک مقام شوط بھی تھا۔ جو مدینہ کے شمال مشرق میں شیخین کے قریب تھا۔ دائیں جانب حرہ پر بنی عبدالاشہل کا محلہ تھا۔ اس سے آگے بنی حارث کی آبادی تھی۔ (۱) لشکر اسلام سحری کے وقت شیخین سے روانہ ہو کر احد کی گھاٹی میں پہنچا۔ تو نماز فجر کا وقت ہو گیا تھا۔ سامنے کفار کا لشکر دکھائی دے رہا تھا۔ حضرت بلال نے حسب ارشاد اذان دی پھر اقامت کہی۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں نے اس کے محبوب رسول کی اقتداء میں نماز صبح باجماعت ادا کی۔

علامہ مقریزی لکھتے ہیں۔ کہ حضور جب شیخین سے روانہ ہوئے تو حضور نے ایک زرہ زیب تن فرمائی تھی۔ جب احد پہنچے تو اس کے اوپر دوسری زرہ پہنی۔ اور سر مبارک پر خود سجایا۔

وَدَاۤءِیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَحَدًاۤ اَوْ قَدْ حَانَتِ الصَّلٰوۃُ وَهُوَ یَرٰی
اَلْمُشْرِکِیْنَ قَاۡذِنَیْۤا بِلَالٍ قَاۡمًا وَصَلٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بِاَضْعَافِہِ
الصُّبْحِ صُفُوۡقًا

نماز صبح سے فلغ ہونے کے بعد نبی رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے سرفروشنوں کے سامنے ایک روح پرور اور ایمان افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔

سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ صد ہا قادیتوں کا حامل ہے۔ اس خطبہ کے آئینہ میں ہادی کائنات کی حیات طیبہ کے وہ حسین ترین گوشے پوری رعنائی کے ساتھ جلوہ نما ہیں جو صرف آزمائش کے طویل ترین لمحوں میں بے نقاب ہوتے ہیں۔ عین ان لمحوں میں جب کہ دشمن کا تین گنا لشکر پورے طمطراق سے اہل اسلام کو ملایمیت کرنے کے لئے ان کے سامنے خیمہ زن ہے۔ داعی دین فطرت اپنے ماننے والوں کو کس قسم کا سبق ازبر کر رہے ہیں۔ ایسے مواقع پر آپ نے فاتحانہ عالم کے گرجدار خطابات کا مطالعہ کیا ہو گا۔ لیکن آپ ان

کے خطبات کا اگر نبی امی کے اس خطبہ سے تقابلی مطالعہ کی زحمت گوارا کریں تو آپ کو وہ فرق عیان نظر آئے گا جو کسی شہنشاہ اور اللہ کے نبی میں ہوتا ہے۔ آپ اس خطبہ کا ایک ایک فقرہ پڑھیں اس پر غور فرمائیں آپ کو عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی رفعتوں اور وسعتوں کا صحیح اندازہ ہوگا۔ یہ خطبہ وہ آئینہ ہے جس میں مشتاقان جمل احمدی اپنے آقا کے حسن و جمل کا عکس جمیل دیکھ کر اپنی پیاسی آنکھوں کو سیر اور بے قرار دلوں کو سکون و اطمینان سے ملامل کر سکتے ہیں۔ یہ خطبہ اگرچہ قدرے طویل ہے۔ لیکن اس کی گوناگوں اور ان گنت افادیتوں کے پیش نظر میں اس کا عربی متن مع اردو ترجمہ ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

مگر قبول افتد زہے عز و شرف

میدان احد میں غازیان اسلام کے سامنے ہادی برحق کا تاریخ ساز خطاب

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَوْصِيكُمْ بِمَا آذَنَّا فِي "اے لوگو! میں تمہیں اس چیز کی وصیت کرتا ہوں جس اللہ تعالیٰ نے فی کتابہ مِنَ الْعَمَلِ کا حکم اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی کتاب میں دیا ہے۔ کہ میں بِطَاعَتِهِ وَالْتِنَاهِي عَنْ مَحَارِمِهِ اس کی اطاعت کروں اور حرام کاموں سے باز رہوں۔

ثُمَّ إِنَّكُمْ الْيَوْمَ فِي مَنْزِلٍ أُجْرِدَ دُخْرُ آج تم اجر اور ثواب کے مقام پر کھڑے ہو۔
لِمَنْ ذَكَرَ الَّذِي عَلَيْهِ جس نے اپنے اس مقام کو یاد رکھا۔

ثُمَّ وَطَّنَ نَفْسَهُ لَهُ عَلَى الصَّبْرِ اور پھر اس نے اپنے نفس کو صبر، یقین، جہد مسلسل اور
وَالْيَقِينِ وَالْجِدِّ وَالنَّشَاطِ خوش دلی کا خوگر بنایا۔

فَإِنَّ جِهَادَ الْعَدُوِّ شَدِيدٌ كَرِيهُ کم لوگ ہیں جو اس صبر آزمایہ مرحلہ میں ثابت قدم رہتے
قَلِيلٌ مَّنْ يَصْبِرُ عَلَيْهِ ہیں۔

إِلَّا مَن عَزَمَ اللَّهُ تَعَالَى رُشْدَكَ بجز ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ پر پہنچتا
کرتا ہے۔

فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى مَعَ مَنْ أَطَاعَهُ بے شک اللہ تعالیٰ اسی کا ساتھی ہوتا ہے جو اس کا
فرمانبردار ہوتا ہے۔

وَأَنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ مَنْ عَصَاهُ اور بے شک شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے جو اللہ کا نافرمان ہوتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ أَغْمَاكُمْ بِالْصَّابِرِ عَلَىٰ لِحْظِهِ آج اپنے اعمال کی ابتدا اجماؤ پر صبر سے کرو۔
وَالْتَسُوا بِذَلِكَ مَا وَعَدَكُمْ اور طلب کرو اس صبر سے فتح کا وہ انعام جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ فرمایا ہے۔

وَعَلَيْكُمْ بِالَّذِي أَمَرَكُمْ بِهِ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اس کی پابندی لازم جانو۔

فَإِنِّي حَرِيصٌ عَلَىٰ رُشْدِكُمْ کیونکہ میں تمہاری ہدایت یابی پر بہت حریص ہوں۔
وَأَنَّ الْإِخْتِلَافَ وَالْتِزَاعَ وَالتَّيْبِطَ باہمی اختلاف، جھگڑا اور بزدلی، عجز اور کمزوری کی علامتیں ہیں۔

يَهِيَ ان چیزوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

وَلَا يُعْطَىٰ عَلَيْهِ النَّصْرَ وَالظَّفَرَ اور اس پر کسی کو فتح اور کامیابی سے نہیں نوازتا۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!

جِدَدِي صَدْرِي أَن مَن كَانَ اللہ تعالیٰ نے یہ چیز از سر نو میرے سینہ میں ڈالی ہے کہ
عَلَىٰ حَرَامٍ جو محض حرام کام کرتا ہے۔

فَرَّقَ اللَّهُ تَعَالَىٰ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ اللہ تعالیٰ اپنے درمیان اور اس کے درمیان جدائی کر دیتا ہے۔

وَمَنْ رَغِبَ لَهُ عَنْهُ عَفَا اللَّهُ تَعَالَىٰ لَهُ ذَنْبُهُ اور جو محض اس حرام سے اللہ کی رضا کے لئے منہ موڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

وَمَنْ صَلَّىٰ عَلَىٰ صَلَوةٍ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے۔
صَلَّىٰ اللَّهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ عَشْرًا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس بار درود بھیجتے ہیں۔

وَمَنْ أَحْسَنَ مِنْ مُسْلِمٍ أَذْكَافِي جو محض احسان کرے کسی مسلمان پر یا کافر کے ساتھ
دَقَعَ أَجْرُهُ عَلَىٰ اللَّهِ اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر لازم ہو جاتا ہے۔

فِي عَاجِلِ دُنْيَاكَ وَأَجَلِ آخِرَتِهِ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔

فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ إِلَّا صَبِيًّا أَوْ مَرَأَةً أَوْ مَرِيضًا أَوْ عَبْدًا أَوْ مَمْلُوكًا اور غلام کے۔

وَمَنْ اسْتَغْنَى عَنْهَا اسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ جو شخص نماز جمعہ سے بے پروائی کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے بے پروائی کرے گا۔

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ اور اللہ تعالیٰ غنی ہے سب تعریفوں سراہا ہے۔

مَا أَعْلَمُ مِنْ عَمَلٍ يُقَرِّبُكُمْ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے مگر میں نے تمہیں اس کو بجالانے کا حکم دیا ہے۔

وَلَا أَعْلَمُ مِنْ عَمَلٍ يُقَرِّبُكُمْ إِلَى النَّارِ إِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ اور میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں آتش دوزخ کے قریب کر دے مگر میں نے تمہیں اس سے منع کیا ہے۔

وَأَنَّهُ قَدْ نَفَثَ فِي رُوحِي الرُّوحُ الْأَمِينُ إِنَّهُ لَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ حَتَّى تَسْتَوِي أَوْ تَرْقَى وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُ شَيْءٌ میرے دل میں جبرئیل امین نے یہ بات ڈال دی ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک نہیں مرے گا یہاں تک کہ اپنے رزق کا آخری لقمہ بھی پورا پورا حاصل کر لے۔ اور اس سے ذرا کم نہ ہو۔

وَلَنْ أَبْطَأَ عَنْهَا فَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ اور اگر وہ رزق اس سے لیٹ ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ جو تمہارا پروردگار ہے اس سے ڈرتے رہو۔

وَأَجِبُوا فِي طَلَبِ الرِّزْقِ اور رزق طلب کرنے میں خوبصورت ذرائع (حلال) اختیار کرو

وَلَا يَحْسِبَنَّكُمْ اسْتِبْطَاءُكُمْ أَن تَطْلُبُوهُ بِمَعْصِيَةِ اللَّهِ تَعَالَى اور رزق کے ملنے پر تاخیر، تمہیں اس بات پر برا لگتی نہ کرے۔

فَإِنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى مَا عِنْدَهُ کہ تم اللہ کی نافرمانی کے ذریعہ سے اس کو طلب کرو کیونکہ جو چیز اس کے پاس ہے وہ اس کی فرمانبرداری

إِلَّا بِطَاعَتِهِ
 قَدْ بَيَّنَّ لَكُمْ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ
 سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔
 اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال اور حرام کو بیان کر دیا ہے۔

غَيْرَ أَنْ بَيْنَهُمَا شَبَهًا مِمَّنَ الْأَمْرِ
 مَنْ وَقَعَ فِيهَا كَانَ كَالزَّاعِمِ إِلَى
 جَنْبِ الْحَبَى
 ان کے علاوہ ان کے درمیان مشتبہ چیزیں بھی ہیں
 جو ان کا مرتکب ہوتا ہے وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو
 کسی محفوظ چراگاہ کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے۔

أَوْ شَكَ أَنْ يَقَعَ فِيهِ
 وَلَيْسَ مِلْكُ الْأَوَّلَةِ حِمًى
 الْأَوَّلَانَ حِمًى اللَّهِ تَعَالَى تَحَارُمُهُ
 وَالْمُؤْمِنُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 كَالزَّائِرِ مِنَ الْجَسَدِ
 قریب ہے کہ وہ اس محفوظ چراگاہ میں داخل ہو جائے
 کوئی ایسا بادشاہ نہیں مگر اس کی محفوظ چراگاہ ہوتی ہے
 خبردار! اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہیں اس کے محارم ہیں
 ایک مومن دوسرے مومنوں کے لئے اس طرح ہے
 جیسے سرجسم سے ہوتا ہے

إِذَا اشْتَكَى تَدَاعَى عَلَيْهِ سَائِرُ
 جَسَدِهِ
 جب سر بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ
 اور تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو۔ (۱)

اس مبارک خطبہ کی برکت سے دل روشن ہو گئے۔ سینوں میں یقین کی شمع فروزاں ہو گئی۔ ہر قسم کے خطرات اور حوادث سے اذہان پاک و صاف ہو گئے۔ سرفروشی کے جذبات کو نئی توانائیاں نصیب ہوئیں اب قائد لشکر اسلامیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آخری جنگی احکامات صادر فرمائے۔ پہلا حکم یہ تھا کہ جب تک میں حکم نہ دوں کوئی شخص جنگ کا آغاز نہ کرے۔

اس وادی میں ایک چھوٹا سا پہاڑی ٹیلا تھا جو عینین کے نام سے مشہور تھا۔ وہاں حضرت عبداللہ بن جبیر کی قیادت میں پچاس ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرمایا۔ انہیں سفید وردی پہننے کا حکم دیا تھا کہ دور سے ان کی پہچان ہو سکے۔ پھر ان تیر اندازوں کو اپنا تاکیدی حکم سنایا۔

اگر گھڑ سوار ہم پر حملہ کریں تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کرنا تاکہ ہلکے پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کر سکیں۔ ہم فتح یاب ہوں تب بھی تم اپنے مورچے پر ڈٹے رہنا تمہاری طرف سے

دشمن ہم پر حملہ نہ کرنے پائے۔ اگر تم دیکھو کہ ہم نے مشرکین کو شکست دے دی ہے اور ہم ان کے لشکر میں گھس کر انہیں بے دریغ تہ تیغ کر رہے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں اچک کر لے جا رہے ہیں اور دشمن ہمیں تہ تیغ کر رہے ہیں تب بھی ہماری مدد کے لئے مت آنا۔ ہمارا دقلع ہر گز نہ کرنا اپنے مورچوں کو ہر گز نہ چھوڑنا۔ جب تک میں تمہاری طرف اپنا خصوصی پیغام نہ بھیجوں۔ دشمنوں پر تیروں کی موسلا دھار بارش کرتے رہنا۔ کیونکہ جہاں تیر برس رہے ہوتے ہیں وہاں گھوڑے پیش قدمی نہیں کرتے۔ کلن کھول کر سن لو۔ جب تک تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہو گے ہم غالب رہیں گے۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے انہیں سمجھانے میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ (۱)

کتنے واضح احکامات ہیں اس مورچہ کی فیصلہ کن حیثیت کی طرف کس طرح بار بار توجہ دلائی گئی ہے ہادی برحق نے اپنا فریضہ ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا یہ بھی وضاحت فرما دی کہ اگر اس حکم کی بجا آوری میں ذرا کوتاہی کی گئی تو نتیجہ بڑا ہولناک ہو گا۔

ان ارشادات کے بعد لشکر اسلامی کے میمنہ (دائیں بازو) کی قیادت حضرت زبیر بن عوام کو اور میسرہ (بائیں بازو) کی قیادت حضرت منذر بن عمرو کو تفویض فرمائی۔ پھر پوچھا مشرکین کا علمبردار کون ہے۔ عرض کی گئی طلحہ بن ابی طلحہ۔ فرمایا ”نَحْنُ أَحَقُّ بِالْوَقَائِدِ مِنْهُمْ“ کفار نے اگر بنی عبدالدار کے ایک فرد کو اپنا پرچم دیا تو ہم بھی اسی خاندان کے ایک فرد کو یہ اعزاز ارزانی فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اسلام کا علم عطا فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز دوزر ہیں زیب تن فرمائی تھیں۔ اس روز مسلمانوں کا شعار اَقْتِ اَقْتِ تھا یعنی اے اللہ! کفار و مشرکین کو ہلاک کر دے۔

مشرکین کی صف آرائی

مشرکین نے بھی ایک کھلے میدان میں اپنی صفیں درست کیں ان کا لشکر تین ہزار لڑاکوں پر مشتمل تھا ان کے ساتھ دو سو گھڑ سوار تھے تین ہزار اونٹ تھے۔ سواروں کے میمنہ کی کمان خالد بن ولید کے سپرد کی گئی اور میسرہ کی قیادت عکرمہ بن ابی جہل کو تفویض ہوئی۔ تیرا ٹکٹوں

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۱۰

الامتلع، جلد ۱، صفحہ ۱۱۶

سبل البدی، جلد ۳، صفحہ ۲۸۲-۲۸۳

کے دستہ کا کماندار عبداللہ بن ربیعہ کو مقرر کیا گیا اور پیدل لشکر کا سالار، صفوان بن امیہ تھا۔ بعض نے عمرو بن عاص کا نام لیا ہے۔ مشرکین کے اس لشکر جرار کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ تھا۔ ابوسفیان ساری فوج کا سپہ سالار اعظم تھا وہ صفوں میں چکر لگاتا تھا۔ اور اپنے لڑاکے سپاہیوں کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بھڑکاتا تھا۔ اسی اثناء میں وہ طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس آیا جو بنو عبدالدار کے قبیلہ سے تھا اور اسے کہنے لگا اے عبدالدار کے سپوتو! تم جانتے ہو کہ میدان بدر میں ہمارا جھنڈا تمہارے پاس تھا۔ ہم یہاں جو قیامت ٹوٹی اس سے تم باخبر ہو۔ فوج کو شکست اس کے جھنڈے کی طرف سے آتی ہے۔ اگر جھنڈا سرنگوں ہو جائے تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور میدان جنگ سے وہ راہ فرار اختیار کر لیتی ہے۔ آج پھر قوم کا پرچم تمہارے پاس ہے اگر تم اس کا حق ادا کر سکتے ہو تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ اور اگر تم ایسا کرنے سے قاصر ہو تو ابھی ہمیں بتا دو تاکہ ہم خود اس کا حق ادا کریں اور تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لو گے کہ ہم اس کا حق کیسے ادا کرتے ہیں ان کا جذبہ غیرت بھڑک اٹھا وہ کہنے لگے

أَخْنَزْ نُسُكُهُ لِنِصْرِكُمْ يَوْمَئِذٍ ۚ سَتَعْلَمُونَ إِذَ التَّقَيْنَا كَيْفَ نَصْنَعُ

”کیا ہم اپنا جھنڈا تمہارے حوالے کر دیں ناممکن۔ کل تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم اس جھنڈے کا حق کیسے ادا کرتے ہیں۔“

ابوسفیان نے طعن و تشنیع کا یہ تیرا اس لئے چلایا تھا کہ یہ لوگ اپنی جانیں لڑا دیں لیکن اپنے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیں اس کا یہ مقصد پورا ہو گیا۔

ابوسفیان کو اپنے سیاسی جوڑ توڑ پر بڑا ناز تھا۔ کسی کو چکما دے کر اپنے دام فریب میں پھنسا لیتا اس کے لئے ایک معمولی بات تھی۔ جب دونوں فریق آمنے سامنے صف آراء ہو گئے تو اس نے انصار کے دونوں قبیلوں اوس و خزرج کو پیغام بھیجا کہ ہمارے تمہارے دیرینہ دوستانہ تعلقات ہیں ہمارے محاشی مفادات بھی ایک دوسرے سے وابستہ ہیں ہم اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ ہم تم سے جنگ کریں ہمارے وہ رشتہ دار جو اپنے وطن کو چھوڑ کر تمہارے پاس آ گئے ہیں انہیں ہم سے جنگ کرنے دو۔ تم بچ سے ہٹ جاؤ۔ ہمارے دل میں تمہاری دیرینہ دوستی کا زہد احرام ہے۔ ہم لوگ تم پر ہرگز ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔

ابوسفیان اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ ان چکنی چھڑی باتوں سے انصار کو اپنا ہم نوا بنالے گا اور وہ میدان جنگ سے واپس چلے جائیں گے۔ لیکن اسے یہ اندازہ نہ تھا کہ یہ لوگ مطلع ہدایت کے اس ماہر مبین پر ہزار جان سے فریفتہ ہیں وہ تو اس کے ایک تجسم کے لئے اپنا سب کچھ لٹا

دینے کا اہم کر کے یہاں آئے ہیں۔ انصار نے مشرکین کے اس بڑے سیاستدان کو وہ دندانِ شکن جواب دیا کہ وہ کھسیانا ہو کر رہ گیا۔ (۱)

حضرت ابو دجانہ

احد کے دن سرور کائنات علیہ وعلی آلہ اطیب التہیات والتسلیمات نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا مَنْ يَتَّخِذْ هَذَا السِّيفَ بِحَقِّهِ "کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا کرے۔" کئی حضرات صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ تلوار لینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر بار اسے پیچھے کھینچ لیا۔ آخر کار ایک مشہور بہادر حضرت ابو دجانہ سماک بن خرش کھڑے ہوئے اور عرض کی 'مَا حَقُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ' "اے اللہ کے پیارے رسول! اس کا حق کیا ہے۔" فرمایا! ان تضرب به العدو حتی ينحني "اس کا حق یہ ہے کہ اس سے دشمن پر توپے درپے وار کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔" ابو دجانہ نے عرض کی! میں اس شرط پر یہ تلوار لینے کے لئے تیار ہوں۔ حضور انور نے وہ تلوار انہیں عطا فرمادی۔ ابو دجانہ کا ایک سرخ دوپٹہ تھا جسے عصابہ الموت یعنی موت کا دوپٹہ کہا جاتا تھا آپ جس وقت وہ سرخ دوپٹہ سر پر باندھتے تھے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب دشمن کی خیر نہیں۔

جب سرکار نے آپ کو وہ تلوار مرحمت فرمائی تو آپ نے اپنا وہ سرخ دوپٹہ نکالا۔ اسے سر پر باندھا اور بڑے فخریہ انداز میں اتر اتر کر ٹہلنے لگے۔ حضور نے اپنے غلام کی اس ادا کو دیکھا تو فرمایا یہ ایسی چال ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے لیکن سوائے اس قسم کے موقع کے۔ (۲)

جنگ کا آغاز اور اس کی محشر سامانیاں

کفار کی طرف سے سب سے پہلے جس نے جنگ کا آغاز کیا وہ ابو عامر تھا۔ وہ اپنے پچاس ہمراہیوں سمیت یثرب سے مکہ آگیا تھا۔ تاکہ قریش مکہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ آزما ہونے کے لئے ابھارے۔ اور ان کی صفوں میں موجود رہ کر خود بھی اپنے عناد اور خبث باطنی کا مظاہرہ کرے۔ اس نے قریش کو یقین دلایا تھا کہ جب اس کی قوم بنی

۱۔ الکامل للذہبی، جلد ۲، صفحہ ۱۵۱

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۱۱-۱۲

اوس اسے دیکھیں گے تو تمام کے تمام اس نبی کی معیت کو چھوڑ کر اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے اور لشکر اسلام کے خلاف یوں بے جگری سے لڑیں گے کہ دنیا انگشت بندہاں رہ جائے گی۔ جب وہ میدان جنگ میں نکلا تو اس زعم باطل کے زیر اثر اس نے بلند آواز سے کہا

يَا مَعْشَرَ الْاَذْيَانَا اَبُو عَامِرٍ "اے گروہ اوس! مجھے پہچانا میں ابو عامر ہوں۔"

اس کا خیال تھا کہ اس کا نام سنتے ہی اوس کے نوجوان پروانوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔ لیکن ان بندگان خدا اور غلامانِ مصطفیٰ نے یہ جواب دے کر اس کی امیدوں کا بھانڈا چورامے میں پھوڑ دیا۔ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ لَا اَنْعَدُ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا يَا فَاسِقُ "اے فاسق! اے بد معاش خدا تیری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈا نہ کرے ہماری آنکھوں سے دور ہو جا۔"

کہنے لگا۔ میرے چلے آنے کے بعد میری قوم فتنہ و شر کا شکار ہو گئی ہے۔ پھر اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا خوب تیر بر سائے۔ جب ترکش خلی ہو گئی تو اس بد باطن نے پھروں کی بارش شروع کر دی اس کے بعد فریقین ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے اور ستم گتھا ہو گئے۔ اس وقت مکہ کی شریف زادیاں شرم و حیا کی چادر کو پرے پھینک کر دھنیں بجاری تھیں رقص کر رہی تھیں اور شعر گا گا کر اپنے بہادروں کے جوش انتقام کی آج کو تیز تر کر رہی تھیں۔ پیش پیش ان کے سپہ سالار اعظم ابو سفیان کی بیوی حند تھی۔ کبھی وہ قبیلہ بنو عبدالدار کے لڑاکوں کو جوش دلاتی تھی۔ اور کہتی تھی۔

وَيْحًا بِنِي عَبْدِ الدَّارِ وَيَحًا وَحَمَاةَ الْاَذْيَانِ

"واہوا اے عبدالدار کے بیٹو! واہوا! اے پشتوں کی حفاظت کرنے والو!

ضَرْبًا بِكُلِّ بَنَانٍ

ہر کانٹے والی تیز تلوار سے دشمن پر کلری ضرب لگاتے چلو۔"

اور کبھی یہ اشعار گا کر ان کی آتش غضب کو تیز تر کرتی تھی۔

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٍ نَمِشِي عَلَى النَّتَارِقِ

"ہم معزز لوگوں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم نرم اور گداز قالینوں پر چلتی ہیں۔

الَّذِي فِي الْمَخَانِقِ وَالْمِسْكُ فِي الْمَفَارِقِ

موتی ہمارے گلوں میں ہیں اور کستوری ہماری مانگوں میں ہے۔"

اِنْ تَقْبَلُوْا نَعَارِقِ اَوْ تَدْبُرُوْا نَعَارِقِ

فِرَاقٌ غَيْرٌ دَامِقٌ

اگر تم آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تمہیں سینہ سے لگائیں گی اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو ہم تم سے جدائی اختیار کر لیں گی۔ ایسی جدائی جس پر ہمیں کوئی افسوس نہیں ہو گا۔
 ان کی بیجان انگیزادائیں اور شعلہ نوائیاں نوجوانوں کو دیوانہ بنا رہی تھیں۔ وہ بھوکے پیٹوں کی طرح لپک لپک کر حملے کر رہے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی قیامت آفونیوں کو دیکھتے تو اپنے رب قدیر کی بارگاہ میں یوں التجا کرتے۔
 اَللّٰهُمَّ بِكَ اَجُولُ رَبِّكَ اَصْوَلُ رَفِيْكَ اَقَاتِلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ
 وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

”اے اللہ! میں تیری قوت کے ساتھ ہی دشمن پر ہلہ بولتا ہوں اور تیری قوت کے ساتھ ہی ان پر حملہ کرتا ہوں اور تیری رضا کے لئے ان سے جنگ کرتا ہوں کافی ہے مجھے اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کار ساز ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی تلوار بے نیام کر کے اپنے صحابہ سے پوچھا تھا کہ اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا تو دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت زبیر نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا تھا لیکن حضور نے اپنی تلوار ابو دجانہ کو مرحمت فرمائی تھی۔ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کا بہت رنج ہوا کہ میں حضور کی پھوپھی حضرت صفیہ کا بیٹا ہوں مجھے تو یہ تلوار نہیں دی گئی اور ابو دجانہ کو دی گئی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس جنگ میں کون سے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو دجانہ نے اپنا سرخ دوپٹہ سر پر باندھا اور تلوار کو لہراتے ہوئے میدانِ کارزار میں گھس گئے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اَنَا الَّذِيْ عَاهَدَ نِيْ خَلِيْلِيْ وَنَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَى النَّحِيْلِ
 اَلَا اَقُوْمُ الدَّهْرَ فِي الْكَيْوَلِ اَضُوْبُ سَيْفِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

”میں وہ ہوں جس کے ساتھ میرے خلیل نے یہ اس وقت معاہدہ کیا جب ہم کھجوروں کے پاس دامانِ کوہ میں تھے کہ میں ساری عمر پھیلی صفوں میں کھڑا نہیں ہوں گا۔ اللہ اور اس کے رسول کی تلوار کو چلاتا ہوں گا۔“

یہ کہہ کر وہ گھمسان میں گھس گئے جدھر سے گزرتے کشتوں کے پٹے لگاتے چلے جاتے جو سامنے آتا اس کو ڈھیر کر دیتے۔ سامنے سے ایک کافر گرجتا ہوا دھاڑتا ہوا آیا اس کی راہ میں جو زخمی مسلمان آتا وہ اس کا کام تمام کر دیتا۔ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے جا رہے

تھے میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ ان دونوں کی مذہب بھیز ہو اور میں ابو دجلہ کی شجاعت کے جوہر دیکھوں۔ چنانچہ چند لمحوں کے بعد وہ ایک دوسرے کے آنے سامنے تھے ایک دوسرے پر جھپٹنے لگے وار کرنے لگے۔ آخر اس مشرک نے خوب ٹاک کر ایک بھرپور وار حضرت ابو دجلہ پر کیا جسے آپ نے اپنی سپر روک لیا۔ پھر اللہ کے شیر ابو دجلہ نے شمشیر جو ہر دار لہرائی اور بجلی کی سرعبت سے اس پر حملہ کیا اور اس کو دو لخت کر کے رکھ دیا۔ (۱)

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں۔

جنگ احد میں ایک مشرک مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے غراتا ہوا نکلا۔ کہنے لگا مسلمان اس طرح اکٹھے ہو گئے ہیں جیسے بھیزیں ذبح کرنے کے لئے اکٹھی کی جاتی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان مجاہد اس کا انتظار کر رہا ہے اس نے اپنے سر پر خود پہنا ہے اور زرہ بھی زیب تن ہے میں آگے بڑھ کر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا میں ان دونوں کا جائزہ لینے لگا جسمانی قوت اور اسلحہ کے اعتبار سے وہ کافر اس مسلمان مجاہد سے کہیں برتر تھا۔ میں انتظار کرنے لگا کہ دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہے یہاں تک وہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے مسلمان نے اللہ کا نام لے کر اپنی تلوار اس کی گردن پر ماری جو اس کی پشت کو چیرتی اس کی ٹانگوں سے نکل گئی اس کا آدھا جسم ایک طرف اور دوسرا حصہ دوسری طرف دھڑم سے زمین پر جا گرا۔ اس کو کفر کردار تک پہنچانے کے بعد اس مجاہد نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھایا اور مجھے مخاطب ہو کر کہا۔ **كَيْفَ تَرَى يَا كَعْبُ اَنَا اَبُو دُجَانَةَ** ”اے کعب! کیسا منظر تھا جو تم نے دیکھا میں ابو دجلہ ہوں۔“ (۲)

حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو دجلہ کو دیکھا کہ ہند زوجہ ابو سفیان جو اپنی اشتعال انگیزیوں سے مسلمانوں پر قیامت برپا کر رہی تھی وہ ایک مرتبہ ابو دجلہ کی تلوار کی زد میں تھی لیکن آپ نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹالیا۔ میری ملاقات ابو دجلہ سے ہوئی تو میں نے انہیں کہا کہ مجھے تمہارے دوسرے جنگی کارنامے تو بہت پسند آئے لیکن ہند کو قابو میں کرنے کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے اچھا نہیں کیا اس کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔ آپ نے جواب دیا۔

**وَكِرِهْتُ اَنْ اَضْرِبَ بِسَيْفِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِمْرَاَةً لَا كَافِرَ لَهَا**

”مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ میں حضور کی تلوار سے ایک عورت کو قتل

کروں اور عورت بھی وہ جس کا اس وقت کوئی یار و مددگار نہ تھا۔“

ایک مشرک میدان میں نکلا اور ”هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ؟“ کا نعرہ لگانے لگا۔ لیکن اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی آگے نہ بڑھا۔ جب اس نے تیسری مرتبہ یہی چیلنج کیا ہے۔ کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔ حضرت زبیر سے نہ رہا گیا۔ وہ مشرک اونٹ پر سوار تھا۔ آپ نے چھلانگ لگائی اور اونٹ پر سوار ہو گئے اور اس سے جنگ آزما ہوئے۔ سرکلر دو عالم یہ منظر ملاحظہ فرما رہے تھے ارشاد فرمایا جو زمین پر نیچے گرے گا وہ مارا جائے گا۔ حضرت زبیر نے ایسی ضرب اسے رسید کی کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا اور لڑھک کر نیچے آ گیا۔ آپ نے اس کے اوپر چھلانگ لگادی اور اس کا سر کاٹ کر پرے پھینک دیا۔ اس بے مثال جرأت پر حضور نے زبیر کی بڑی تعریف فرمائی۔ فرمایا۔ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیر ہے۔ پھر فرمایا اگر زبیر اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں نہ نکلتے تو میں خود اس کی دعوت مبارزت کو قبول کرتا۔ گھمسان کارن پڑنے لگا۔ اسلام کے مجاہدین اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ مشرکین بھی جاں بازی کی نادر مثالیں قائم کر رہے تھے لیکن وہ لوگ زیادہ دیر تک اسلام کے شاہینوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ حضرت ابو دجنہ، طلحہ بن عبید اللہ، اسد اللہ و اسد رسولہ سیدنا حمزہ، اسد اللہ الغالب سیدنا علی بن ابی طالب، انس بن نضر، سعد بن ربیع رضی اللہ عنہم اجمعین جس بے جگری سے لڑے اس نے کفر کے سوراخوں کے چھکے چھڑا دیئے یہاں تک کہ ان کے قدم اکھڑنے لگے۔ ان کے سوار دستوں نے تین دفعہ لشکر اسلام پر عقب سے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ہر بار عینین کی پہاڑی پر حضور نے جو پچاس تیر انداز متعین فرمائے تھے ان کی بے پناہ تیراگنی کی تاب نہ لا کر انہیں ہر بار راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔ مجاہد تیر انداز بڑی بہادری سے لشکر اسلام کے عقب کی حفاظت کرتے رہے۔ جب بھی خالد بن ولید یا عکرمہ بن ابی جہل کی قیادت میں ان کے سوار دستے حملہ آور ہوتے تو مجاہد اپنی کمانوں سے تیروں کی وہ بارش برساتے کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو جاتے۔

لشکر اسلام کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ چٹان کی طرح اپنے مقام پر کھڑے دشمن کے حملوں کو روک رہے تھے اور شجاعت و جاں نثری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اچانک دشمن نے آپ کو اپنے حملوں کا ہدف بنا لیا وہ جانتے تھے کہ جب کسی قوم کا علمبردار موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے تو جھنڈا سرنگوں ہو جاتا ہے اور جب کسی فوج کا جھنڈا سرنگوں ہو جائے تو پھر ان کا میدان جنگ میں ٹھہرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کفار نے حملہ کر کے آپ کا دایاں ہاتھ جس میں اسلامی پرچم تھا کاٹ دیا۔ انہوں نے جھٹ اپنے بائیں ہاتھ میں جھنڈا اٹھام لیا اور

یہ آیت تلاوت فرمانے لگے مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ پھر دشمن نے وار کر کے آپ کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو آپ نے اپنے کٹے ہوئے بازوؤں سے اپنے جان سے پیارے جھنڈے کو سینے سے لگا لیا۔ یہاں تک کہ شمع رسالت کے اس پروانے نے اپنی جان۔ بارگاہِ جمال میں قربان کر دی۔ (۱)

ان کی شہادت کے بعد سرور عالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ وہ اسلام کے پرچم کو پکڑ لیں۔ جس مشرک نے حضرت مصعب کو شہید کیا تھا اس کا نام ابن قمیئہ تھا وہ مصعب کو نبی کریم خیال کر رہا تھا۔ ان کو قتل کرنے کے بعد وہ لوٹ کر لشکر قریش میں گیا اور وہاں اعلان کر دیا کہ قَتَلْتُ مُحَمَّدًا کہ میں نے حضور کو شہید کر دیا ہے۔ (۲)

جس وقت جنگ پورے شباب پر تھی سرکٹ کٹ کر گر رہے تھے سینے گھائل ہو رہے تھے اس وقت سرور کائنات علیہ الصلوٰات والتسلیمات انصار کے جھنڈے کے نیچے تشریف فرما تھے۔ حضور نے حضرت علی کو فرمایا کہ جھنڈا اٹھاؤ۔ جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نعرہ لگا رہے تھے۔ ”أَنَا أَبُو الْقَصَّةِ“ ”میں باطل کی پشت توڑنے والا ہوں۔“

اسی اثناء میں کفار کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ نے للکار کر کہا۔ ”هَلْ مِنْ مُبَارِرٍ“ ہے کوئی میرے ساتھ پنجہ آزمائی کرنے والا۔ کسی نے اس کی للکار کا جواب نہ دیا وہ کہنے لگا۔ اے محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے صحابہ تمہارا تو یہ خیال ہے کہ تمہارے مقتول جنت میں ہیں اور ہمارے مقتول دوزخ میں۔ لات کی قسم۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ اگر تم اسے سچ یقین کرتے تو تم میں سے کوئی میرے مقابلہ کے لئے نکلتا۔ شیر خدا علی مرتضیٰ کافر کی اس ڈینگ پر اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے میدان میں نکل آئے لشکر اسلام اور لشکر کفر کی صفوں کے درمیان ان کا مقابلہ ہوا۔ شیر خدا نے اس کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ دیا بجلی کی تیزی سے اس پر تلوار کا وار کیا وہ پیکرِ نخت، جو چند لمحے پیشتر شیخیاں بکھار رہا تھا۔ زمین پر پڑا رہا تھا آپ نے دوسرا وار نہ کیا۔ کیونکہ بے دھیانی میں اس کی شرم گاہ ننگی ہو گئی تھی اور اہل مروت کا یہ شیوہ نہیں کہ دشمن کو ایسی حالت میں موت کے گھاٹ اتارا جائے۔ لیکن وہ ایک وار کی تاب بھی نہ لاسکا اور کچھ دیر بعد دم توڑ گیا۔ (۳)

۱۔ سیرت نبوی زینی دحلان، جلد ۲، صفحہ ۴۴

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۲۲۳

۳۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۱۹ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۲۸۷ وغیرہا

طلحہ کے بعد اس کے بھائی ابو شیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا اٹھالیا۔ حضرت حمزہ نے آگے بڑھ کر اس پر اپنی تلوار کھوار کیا تلوار اس کے کندھوں کو کاٹتی ہوئی۔ سینے کو چیرتی ہوئی نیچے تک پار نکل گئی۔ اس کے جسم کے دو ٹکڑے الگ الگ جا گرے۔

اس کے بعد اس کے بھائی ابو سعد بن ابو طلحہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے کمن میں تیر رکھا اور تاک کر اس کے گلے کو نشانہ بنایا۔ اس کی زبان لٹک گئی اس نے بھی جان دے دی۔ اس کے بعد پہلے علمبردار طلحہ کے بیٹے اور باقی دو علمبرداروں کے بھتیجے مسافع بن طلحہ نے جھنڈے کو سہارا دیا۔ اسے حضرت عاصم بن ثابت بن ابی اقلح نے اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد مسافع کے بھائی حارث بن طلحہ نے اپنا قومی پرچم بلند کیا۔ حضرت عاصم نے اسے بھی اپنے تیر کا ہدف بنایا اور چشم زدن میں واصل بجہنم کر دیا۔ اس کی ماں سلافہ بنت سعد کو پتہ چلا کہ اس کے دوسرے بیٹے کو بھی عاصم نے گھائل کر دیا ہے تو دوڑی ہوئی آئی۔ جاں بلب بیٹے کا سراپنی گود میں رکھا اور پوچھا بیٹے! تمہیں کس نے نشانہ بنایا ہے اس نے کہا مجھے اتنا یاد ہے کہ جس نے مجھے تیر مارا اس وقت اس کی زبان سے یہ فقرہ نکلا جو میں نے سنا۔ **خُذْهَا وَآتَا ابْنُ أَقْلَحَ** ”اس تیر کو سنبھالو اور یاد رکھو میں ابن اقلح ہوں۔“ سلافہ نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے عاصم کا سر میرے قبضہ میں دیا تو میں اس میں شراب بھر کر پیوں گی۔

اور جو شخص عاصم کو پکڑ کر میرے پاس لے آئے گا میں سوا نوٹ بطور انعام اسے دوں گی۔ اس کے بعد طلحہ کا تیسرا بیٹا کلاب آگے بڑھا اس نے جھنڈا اٹھالیا۔ حضرت زبیر بن عوام نے اس کو آن واحد میں قتل کر دیا۔ پھر طلحہ کے چوتھے بیٹے جلاس بن طلحہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا اٹھایا اور لہرا دیا۔ اسے حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کے بعد ارطاة بن شرجیل، جسے سیدنا علی مرتضیٰ نے تہ تیغ کر دیا۔ ابن ہشام کے نزدیک اس کو کیفر کردار تک پہنچانے والے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر شریح بن قہظ نے جھنڈے کو تھام لیا لیکن بہت جلد یہ بھی قتل کر دیا گیا۔ اس کے قاتل کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ پھر ابو زید بن عمیر بن عبد مناف بن ہاشم بن عبد الدار نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا۔ اس کو قزمان نے قتل کر دیا۔ (قزمان کا ذکر آگے آئے گا)۔ پھر قاسط بن شرجیل بن ہاشم بن عبد الدار نے جھنڈا پکڑ لیا۔ اسے بھی قزمان نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آخر میں صواب نامی ایک حبشی غلام نے آگے بڑھ کر اس جھنڈے کو اٹھالیا۔ اور فضائیں لہرا دیا لوگوں نے اسے کہا دیکھنا تمہاری

وجہ سے ہمیں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ چنانچہ اس نے بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا جھنڈا اس کے دائیں ہاتھ میں تھا وہ کٹ کر گر پڑا۔ فوراً اس نے جھنڈا اپنے بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ کر دور جاگرا تو اس نے جھنڈے کو اپنے سینے اور گردن سے دبوچ لیا تاکہ گرنے نہ پائے۔ آخر میں اس کی زبان سے نکلا۔ ”اَللّٰهُمَّ هَلْ اَعَزَّزْتُ“ ”اے اللہ کیا میں نے اپنی قوم کی لاج رکھ لی ہے۔“ سب لوگوں نے کہلیٹک۔ پھر قرمان نے اس کو تیر مارا اور اس کو موت کی نیند سلا دیا۔ جب گیارہ علمبردار یکے بعد دیگرے موت کے نیند سلا دیئے گئے۔ (۱) تو کفار کے حوصلے پست ہو گئے ان کے قدم اکھڑنے لگے۔ انہوں نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ حواس باختہ تھے۔ انہیں کسی چیز کی ہوش نہ تھی ان کی عورتیں چیخ و پکار کر رہی تھیں۔ لیکن کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ تھا ہر کسی کو اپنی جان بچانے کی فکر دامن گیر تھی۔ مسلمان مجاہدین اپنی تنگی تلواریں سے ان پر تابو توڑ حملے کر رہے تھے اور ان کے کشتوں کے پٹے لگا رہے تھے۔

حضرت زبیر بن عوام اور براء بن عازب رضی اللہ عنہما کفار قریش کی خواتین کے فرار کی تصویر کشی کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ہم نے ہند اور اس کی بھولی عورتوں کو دیکھا کہ ان کی پنڈلیاں نکلی تھیں۔ انہوں نے پانچے چڑھائے ہوئے تھے وہ بھاگی جا رہی تھیں ان کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھیں اور مکہ کے سورما سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے جا رہے تھے۔ کسی کو اپنی عورتوں کے بچانے کی ذرا فکر نہ تھی۔ مسلمان مجاہدین کفار کے تعاقب میں دور تک چلے گئے۔ آپ نے اہل مکہ کی استقامت کی ایک جھلک دیکھ لی۔ کہ کس طرح ان کے گیارہ بارہ بہادر سپوت اپنے جھنڈے کو سر بلند رکھنے کے لئے جانیں قربان کرتے رہے اور جب بھی کوئی ان میں سے کٹ کر گر اتو فوراً دوسرا آگے بڑھا اور جھنڈا اٹھام لیا۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہتے مجاہدوں کو کس قسم کی قوم سے پالا پڑا تھا۔ جان کی بازی لگا دینا ان کے نزدیک بڑی معمولی بات تھی۔ ایسے ہٹ دھرم، متعصب اور بہادر لوگوں سے مقابلہ کرنا اور ان کو ہر میدان میں شکست فاش سے دوچار کرنا غلامانِ مصطفیٰ کے جذبہ جاں نثری اور شوق شہادت کا پتہ دیتا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول نے اللہ کے ان بندوں کو سرشار کیا تھا۔ جو کفار کے لشکرِ جرار سے ٹکرا رہے تھے۔ یہ کفار نہ تو وہ عزم و حوصلہ میں کسی سے میٹھے تھے اور نہ فنِ حرب میں ان کو کوئی شکست دے سکتا تھا۔ یہ مسلمانوں کا جذبہ ایمان تھا

جس نے فولاد کی ان چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور بغض و عناد کے ان آتش کدوں کو گلزار خلیل میں بدل کر رکھ دیا۔

کونستانس جیور جیو، سابق وزیر خارجہ رومانیہ نے اپنی سیرت کی کتاب ”نظرۃ جدیدہ“ میں عمرہ بنت علقمہ کے کردار پر روشنی ڈالی ہے اس کا مطالعہ بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

عمرہ بنت علقمہ قریش کی ایک خاتون تھی بڑی قد آور، بھرے ہوئے جسم والی، خوبصورت نقش و نگار والی۔ یہ بھی لشکر کفار کے ساتھ دوسری عورتوں کے ہمراہ اپنے مردوں کے جذبہ انتقام کو بھڑکانے کے لئے آئی تھی۔ اس نے جب دیکھا کہ مرد بھی میدان جنگ سے بھاگ رہے ہیں عورتوں کے دستہ کی کمان دار ہند، جو شیخیاں بگھارنے اور بڑیس مارنے میں پیش پیش تھی۔ وہ بھی اپنے پانچے چڑھائے بھاگی جا رہی ہے۔ تو یہ فرط غضب سے لرز اٹھی۔ چند عورتوں کو ساتھ لیا اور آگے بڑھی سب نے سروں کے بال کھولے ہوئے تھے اور غصہ و غم سے اپنا لباس تار تار کر دیا تھا۔ عمرہ مردوں کو لعن طعن کر رہی تھی۔ بلند قامت اور بھاری بھر کم عمرہ، زخمی شیرنی کی طرح گر جتی ہوئی بولی! اے بے غیر تو! تمہاری حمیت کہاں گئی۔ اگر تم مسلمانوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے تھے تو کم از کم میدان جنگ میں اپنی جانیں تو دے دیتے جو لڑائی میں مارا جاتا ہے اس پر کسی کو گلہ نہیں ہوتا۔ لیکن میدان جنگ سے بھاگ جانے والوں کو تو ڈوب مرنا چاہئے۔ بے غیر تو! بزدلو! تم سے جنگ نہیں ہو سکتی تو خیموں میں جا کر بچوں کو سنبھالو۔ کھانا پکاو! ہم لڑیں گی ہم اپنے بتوں کے لئے جانیں دیں گی ہم اپنے سر کٹائیں گی۔ اہل مکہ کے آخری علمبردار صُواب کے قتل ہو جانے کے بعد جھنڈا زمین پر پڑا ہوا تھا اسے اٹھانے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ یہ عمرہ آگے بڑھی اس جھنڈے کو اٹھایا۔ اور فضا میں لہرا دیا۔ اس کی اس شجاعت نے کفار کو ایک نئے جوش و خروش سے لبریز کر دیا۔ کفار قریش پلٹ پلٹ کر واپس آنے لگے اور مسلمانوں پر حملے کرنے لگے۔

مسلمانوں کو گمان بھی نہ تھا کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے والے واپس بھی آئیں گے۔ مسلمانوں کی صفوں میں نظم و ضبط باقی نہ رہا تھا۔ اس وقت عینین کی پہاڑی کو تیر اندازوں سے خالی پا کر خالد نے جبل احد کا چکر کاٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ تیر اندازوں کے دستہ کے امیر حضرت عبداللہ اپنے باقی ماندہ نودس ساتھیوں کے ساتھ خالد کے تند و تیز سیلاب کو روکنے کے لئے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ سب نے اپنی جانیں دے دیں۔ لیکن وہ اس طوفان کو روک نہ سکے۔ خالد بلائے بے درماں کی طرح مجاہدین پر ٹوٹے۔ اور اس کا نتیجہ وہ

نکلا جس کا مفصل حال ابھی آپ پڑھیں گے۔ (۱)

شہادت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ اور اس کے رسول کے شیر سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت یوم احد کے اہم ترین اور الم انگیز واقعات میں سے ایک ہے۔ یہ واقعہ جنگ کے کس مرحلہ میں پیش آیا۔ اس کے بدلے میں وثوق سے کچھ کہنا میرے لئے مشکل ہے۔ البتہ یہ بات ثابت ہے کہ جب اسلام کے مجاہدین اہل مکہ کے علمبرداروں سے یکے بعد دیگرے نبرد آزما تھے۔ اس وقت آپ خیر و عافیت سے تھے اور ان میں سے ابو شیبہ عثمان بن ابی طلحہ اور ارطاط بن عبد شرمیل کو آپ کی شمشیر خد اشکاف نے لقمہ اجل بنایا تھا۔ البتہ امام حسین بن محمد بن حسن الدیار بکری نے اپنی تصنیف لطیف ”تاریخ النخیس“ میں صراحت سے یہ لکھا ہے کہ جب حضرت حمزہ لشکر کفار کے ایک علمبردار ارطاط بن عبد شرمیل کو تہ تیغ کر چکے تو ان کا سامنا ایک اور مشرک سباع بن عبد العزیٰ العنشیانی سے ہوا تو آپ نے اس کو للکارا اور فرمایا ”هَلُمَّ اِلَیَّ يَا ابْنَ مَقْطَعَةِ الْبُظُورِ“ اے لڑکیوں کا ختنہ کرنے والی کے بیٹے آ اور حمزہ کا مقابلہ کر۔ جب سباع سامنے آیا تو آپ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ وحشی اس وقت آپ کی تارڑ میں تھا۔ حضرت حمزہ مست اونٹ کی طرح جس طرف بڑھتے جو سامنے آتا اس کو لتاڑتے ہوئے آگے نکل جاتے، اس وقت جب آپ ہمہ تن کفار کو تہ تیغ کرنے میں مصروف تھے۔ پیچھے سے وحشی نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ علامہ مذکور کی اس تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ کی شہادت جنگ کے ابتدائی مرحلہ میں ہوئی۔ (۲)

امام بخاری، ابو داؤد الطیالسی اور ابن اسحاق اور دیگر اہل تحقیق نے آپ کی شہادت کا واقعہ آپ کے قاتل وحشی کی زبان سے یوں نقل کیا ہے وحشی کا بیان ہے۔

جنگ بدر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے طعیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا۔ جب قریش مکہ جنگ احد کے لئے روانہ ہوئے تو میرے مالک جبیر بن مطعم (جو بعد میں مشرف باسلام ہو گئے) نے مجھے کہا کہ اگر تم میرے چچا طعیمہ کے عوض حضور کے چچا حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ چنانچہ میں بھی لشکر کفار میں شامل ہو کر روانہ ہوا۔ میں حبشی الاصل تھا اور حربہ (چھوٹا نیزہ) مارنے

۱۔ نظرۃ جدیدۃ، صفحہ ۲۵۸

۲۔ تاریخ النخیس، جلد اول، صفحہ ۳۲۵-۳۲۶

میں مکمل مہارت رکھتا تھا۔ شاذ و نادر ہی میرا وار کبھی خطا جاتا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے مصروف پیکار ہو گئے تو میں صرف حضرت حمزہ کی سرگرمیوں کو تاڑتا رہا۔ آپ ایک مست خاکستری اونٹ کی طرح دندناتے پھرتے تھے۔ جدھر سے گزرتے اپنی تلوار آبدار سے صفوں کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیتے۔ آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ جو جدھر رخ کرتا ہے لوگ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں لوگوں نے مجھے بتایا یہی حمزہ ہیں۔ میں نے دل میں کہا۔ میرے مطلوب تو یہی ہیں۔ میں نے ان کو اب پہچان لیا تھا۔ اب میں ان پر ضرب لگانے کی تیاری کرنے لگا۔ کبھی کسی درخت اور کبھی کسی چٹان کی اوٹ میں چھپتا چھپاتا میں ان کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اثناء میں سباع بن عبدالعزیٰ الغبشانی سامنے آ نکلا جب حضرت حمزہ نے اسے دیکھا تو اسے للکارتے ہوئے کہا **هَلُمَّ اِلَيَّ يَا ابْنِ مَقْطَعَةِ الْبَطْوَرِ** ”اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ میری طرف دو دو ہاتھ ہو جائیں۔“ **تَحَاذُ اللّٰهُ دَرَسُوْلَهٗ** صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ”تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتا ہے۔“

یہ کہہ کر آپ نے اس پر حملہ کر دیا۔ اور آن واحد میں اسے موت کی آغوش میں سلا دیا اور اس کے بے جان لاشہ سے زرہ اتارنے کے لئے اس پر جھکے۔ میں ایک چٹان کی اوٹ میں تاڑ لگائے چھپ کر بیٹھا تھا۔ حضرت حمزہ کا پاؤں پھسلا تو زرہ سرکنے سے آپ کا پیٹ نکلا ہو گیا۔ میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو پوری قوت سے اپنی گرفت میں لے کر لہرایا جب مجھے تسلی ہو گئی تو میں نے ٹاک کر وہ نیزا آپ کے شکم پر دے مارا جو ناف کے نیچے سے اندر گھسلا اور پار نکل گیا۔ آپ نے غضب ناک شیر کی طرح مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاہری تھا آپ اٹھ نہ سکے۔ میں وہاں سے چلا آیا جب آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی تو میں پھر وہاں گیا اور اپنا نیزا اٹھا لایا۔ (۱)

صاحبِ امتلَع نے مزید لکھا ہے کہ وحشی نے آپ کو شہید کرنے کے بعد آپ کا پیٹ چاک کیا آپ کا کلیجہ نکلا اور ہند کے پاس لے آیا۔ اور کہتا ہے حمزہ کا کلیجہ ہے۔ اس نے اسے چبایا۔ اس نے لگھنا چاہا لیکن تھوک دیا شاید نگل نہ سکی۔ ہند نے اپنے کپڑے اور زیور اتار کر وحشی کو بطور انعام دیئے اور وعدہ کیا کہ مکہ جا کر وہ اسے مزید دس دینار بطور انعام دے گی۔ پھر اسے کما چلو میرے ساتھ اور مجھے حمزہ کی لاش دکھاؤ وہاں پہنچ کر اس سنگدل عورت نے آپ کے اور دیگر

شہداء کے کان ناک کاٹے۔ پھر انہیں پرویا ان کے کڑے بازو بند اور پازیب ہٹائے اور مکہ میں جب داخل ہوئی تو یہ زیور پہن کر داخل ہوئی۔ (۱)

وحشی کہتا ہے مجھے اس سے زیادہ جنگ سے کوئی دلچسپی نہ تھی میں نے اپنی آزادی کا راستہ ہموار کر لیا تھا واپس آ کر ایک کونے میں بیٹھ گیا اور لوگوں کی جنگ کا تماشا دیکھنے لگا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو میں اپنے مالک کے ہمراہ مکہ واپس آیا اس نے حسب وعدہ مجھے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد میں مکہ میں ہی رہائش پذیر رہا۔ جب مکہ فتح ہوا تو میں بھاگ کر طائف آ گیا۔ لیکن جب اہل طائف کا وفد اسلام قبول کرنے کے لئے جانے لگا تو مجھ پر دنیا تاریک ہو گئی اور میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں کیوں، یمن یا شام نہ چلا جاؤں اور زندگی کے بقیہ ایام آرام سے گزاروں۔ میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا کہ نبی کریم کسی ایسے شخص کو ہرگز قتل نہیں کرتے جو دین اسلام کو قبول کر لے۔ (۲)

اس کی یہ بات سن کر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ مدینہ طیبہ جا کر اپنے آپ کو حضور کی خدمت اقدس میں پیش کر دوں۔ چنانچہ میں طائف سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچا۔ لوگوں نے جب مجھے دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری آمد کی اطلاع دی۔ اس داعی حق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بہادر اور از حد عزیز چچا کے قاتل کو اپنے قابو میں پانے کے بعد فرط غضب سے اس کے پرچے اڑانے کا حکم نہیں دیا بلکہ حضور پر نور کی زبان اقدس سے وہی بات نکلی جو ہادی برحق کی شان رفیع کے شایاں تھی۔ فرمایا دُعُوہ۔ اسے رہنے دوا سے کچھ نہ کہو ایک آدمی کا مشرف باسلام ہونا مجھے اس بات سے بہت عزیز ہے کہ میں ایک ہزار کفار کو بے تیغ کر دوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مجھے اپنے بالکل قریب کھڑے ہوئے کلمہ شہادت پڑھتے دیکھا تو حضور کو بڑی حیرت ہوئی۔ پوچھا کہ کیا تم وحشی ہو۔ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے سناؤ کہ تم نے حمزہ کو کیسے قتل کیا۔ میں نے بالتفصیل سارا واقعہ سنایا۔ سن کر فرمایا۔ ”وَمَيْحَكَ، غَيْبٌ وَجَهَكَ عَنِّي فَلَا أَرَاكَ“ ”تمہری خیر ہوا اپنے چہرہ کو مجھ سے چھپائے رکھنا مجھے نظر نہ آتا۔“

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں جب انکار ختم نبوت کی فتنہ کی آگ سارے جزیرہ عرب میں بھڑک اٹھی۔ تو جو لشکر اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں کی سرکوبی کے لئے نجد بھیجا گیا اس میں یہ وحشی بھی تھا۔ یہ خود اس واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔ کہ اس جھوٹے نبی کی بیخ کنی کے لئے جو لشکر خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اس میں شریک تھا اور میرے ہاتھ میں وہی حربہ (چھوٹا نیزہ) تھا۔ جس سے میں نے اللہ اور اس کے رسول کے شیر کو شہید کیا تھا۔ جنگ میں گھمسان کارن پڑا۔ میں نے دیکھا کہ مسلمان ہاتھ میں تلوار لئے اپنی فوجوں کی راہنمائی کر رہا ہے۔ میں نے دل میں ٹھان لی کہ اسے اپنے حربہ کا نشانہ بنائوں گا۔ میں اس پر حملہ کرنے کے لئے تیاری کرنے لگا میں اس نیزہ کو ہاتھوں میں لے کر قتل رہا تھا اور اس کی پشت باندھ رہا تھا کہ میں نے ایک انصاری کو دیکھا وہ بھی اس پر تازہ لگائے ہوئے ہے۔ اور اسے اپنی تلوار کی ضربت قاہرہ کا نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ جب میں مطمئن ہو گیا۔ تو میں نے اپنا حربہ کھینچ مارا۔ اس لمحہ میرے بھائی انصاری نے بھی اپنی تلوار کا وار اس پر کیا وہ اب خاک و خون میں ترپ رہا تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کے وار نے اسے جہنم رسید کیا وحشی کہا کرتا۔ کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر آدمی کو شہید کیا تو میں نے سب سے شریر آدمی کو قتل کرنے کا بھی شرف حاصل کیا ہے۔

زندہ جاوید سرفروشیوں

سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوش لطف و عنایت میں پروردہ سرفروشیوں نے اس قتل گاہ عشق و وفا میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جان بازی اور سرفروشی کی جو تانبہ مثالیں قائم کیں قیامت تک آنے والے راہ روان جادہ منزل جاناں کی راہ کو منور کرتی رہیں گی۔ کیف و مستی کے یہ چشمے تشنگان صحرائے طلب کی پیاس کو بجھاتے رہیں گے۔ انہیں کی یاد اس راہ کے مسافروں کا سب سے قیمتی زاد راہ ہے۔ ان کا تذکرہ اس منزل کے شائقین کے لئے گراں بہا ممتع ہے۔ اس لئے اپنے لئے سرمایہ سعادت اور اپنے قلمین کے جذبہ عشق و محبت کی نشوونما کے لئے ان کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ درس گاہ محمدی کے طلبہ کس قماش کے لوگ تھے ان کا عقیدہ کتنا پختہ تھا۔ اور عمل کے میدان میں وہ اپنے عقیدہ کی پختگی کی لاج کس طرح جان کی بازی لگا کر رکھا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احد کے دن عبداللہ بن جحش نے مجھے کہا کہ آؤ ایک کونہ میں جا کر دعا مانگیں۔ میں دعا مانگوں گا اس پر آپ آمین کہیں۔ پھر آپ دعا مانگیں اس پر میں آمین کہوں گا۔

اس قبولیت کی گھڑی میں ہماری التجائیں قبول ہوں گی۔ چنانچہ ہم الگ ایک گوشہ میں چلے گئے پہلے میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی اے میرے رب! کل جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو میرے مقابلہ میں ایک طاقتور اور ماہر جنگ جو کو بھیج تاکہ میں تیری رضا کے لئے اس سے جنگ لڑوں اور وہ مجھ سے جنگ کرے پھر مجھے اس پر غلبہ دے تاکہ میں اس کو قتل کر دوں۔ اور اس کے لباس، زرہ اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لوں۔ حضرت عبداللہ نے میری دعا پر کہا آمین۔۔۔۔۔ پھر حضرت عبداللہ بن جحش نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی۔ اے میرے مقابلہ میں ایک ایسا کافر بھیج جو بڑا قوی اور ثومند ہو۔ اور فن حرب کا ماہر ہو۔ میں تیری رضا کیلئے اس سے جنگ کروں اور وہ مجھ سے جنگ کرے آخر کار وہ مجھے قتل کر دے۔ پھر وہ مجھے پکڑ لے۔ میری ناک اور میرے کان کاٹ دے اور جب میں روز قیامت تجھ سے اس حالت میں ملاقات کروں تو تو فرمائے یَا عَبْدِی فِیْہِ جُودٌ اَنْفَکَ وَاَذُنُکَ اے میرے بندے کس جرم میں تیری ناک اور تیرے کان کاٹے گئے۔ تو میں جواب میں عرض کروں۔ فِیْکَ وَفِیْ رَسُوْلَکَ کہ تیری محبت اور تیرے محبوب کے عشق کے جرم میں۔ تو تو فرمائے اے میرے بندے: تم سچ کہہ رہے ہو۔

حضرت سعد یہ بیان کرنے کے بعد فرماتے۔ کہ حضرت عبداللہ کی دعا میری دعا سے بدرجہا بہتر تھی۔ چنانچہ دونوں کی دعائیں قبول ہوئیں اور حضرت عبداللہ کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔

حضرت عبداللہ اور آپ کے ماموں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا، دیکھو اللہ عَنْہُمَا دَعَا اَقْرَبَہُمَا (۱)

حضرت عبداللہ بن جحش جب مصروف پیکار تھے تو ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کے پاس اسلحہ کے ذخائر تو تھے نہیں کہ وہاں سے ایک اور تلوار اٹھا لیتے۔ بڑی پریشانی لاحق ہوئی کہ

اب کیا کروں۔ اپنے آقا کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی۔ رحمت عالم نے کھجور کی ایک شاخ پکڑادی مومن صادق نے ذرا تامل نہ کیا۔ بے جھجک پکڑ لی اسے لہرایا تو وہ شمشیر جو ہر دار تھی اس سے ہی آخر دم تک وہ دشمنان اسلام کو واصل جہنم کرتے رہے ان کی شہادت کے بعد ان کی یہ تلوار بطور تبرک نسل بعد نسل منتقل ہوتی آئی۔ یہاں تک خلیفہ معتمد بن ہارون الرشید کے ایک امیر سلطنت جن کا نام بغاء ترکی تھا اس نے دو سو دینار میں خرید لی جنگ بدر میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تھا۔

حضرت عکاشہ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی سرکارِ دو عالم نے انہیں بھی کھجور کی ایک شاخ پکڑادی تھی جو تابدار تلوار کی طرح دشمنوں کے سر کاٹتی رہی۔ حضرت عکاشہ کی تلوار ”العون“ کے نام سے مشہور ہوئی اور حضرت عبداللہ کی تلوار ”العرجون“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ (۱)

ابو سعد خیمہ بن ابو خیمہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت خیمہ احد کے روز اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے یا رسول اللہ! میں غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا۔ بخدا مجھے حاضر ہونے کا از حد شوق تھا میں نے اور میرے بیٹے نے قرعہ اندازی کی اس کے نام کا قرعہ نکلا اس لئے وہ شریک ہوا اور نعمت شہادت سے سرفراز کیا گیا۔ کل رات میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا اس کی حالت بہت عمدہ تھی وہ جنت کے باغات اور نہروں میں سیر کر رہا ہے۔ اس نے مجھے کہا اَلْحَقُّ بِنَا نُرَافِقُنَا فِي الْجَنَّةِ وَقَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا اَبَا جَانْ آجَاؤْ! جنت میں ایک ساتھ رہیں گے۔ میں نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا ہے۔ یا رسول اللہ! اب میں سخت بے چین ہوں میں چاہتا ہوں کہ جلدی اس کے پاس جاؤں۔ حضور دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے شرف شہادت سے نوازے۔ اور جنت میں اس کی معیت نصیب فرمائے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام کے لئے دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور احد کی جنگ میں اسے خلعت شہادت ارزانی ہوئی۔ (۲)

حضرت عمرو بن جموح کی شہادت

آپ چار بیٹوں کے باپ تھے اور آپ کے چاروں فرزند شیر کی طرح بہادر، ہر جنگ میں حضور انور کے ہمراہ رہا کرتے۔ ان کے نام یہ تھے خَلَاد، معوذ، معاذ اور ابوالحسن۔ خود عمرو بہت زیادہ لنگڑے تھے جب غزوہ احد کا موقع آیا تو انہوں نے جہاد میں شرکت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ان کے بیٹوں نے کہا آپ معذور ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔ اس لئے آپ جہاد میں شرکت نہ کریں۔ یہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میرے آقا! میرے بیٹے اس جہاد میں مجھے حضور کے ساتھ جانے سے روک رہے ہیں۔ اور میری تمنا یہ ہے کہ میں جنت کی سرزمین کو اپنے اس لنگڑے پاؤں سے روندوں۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے معذور قرار دیا ہے جہاد میں شمولیت تم پر لازمی نہیں اس نے اپنے بیٹوں کو کہا اگر تم مجھے نہ روکو تو تمہیں کیا تکلیف ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی نعمت سے نواز دے۔ چنانچہ اجازت مل گئی جب وہ اس سفر جہاد پر روانہ ہونے لگے تو قبلہ رو ہو کر یہ التجا کی۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنِيْ اِلٰی اَهْلِيْ خَائِبًا ”اے اللہ! مجھے نامراد کر کے اپنے گھر والوں کی طرف نہ لوٹاتا۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور وہ اس جنگ میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس جنگ میں ان کے علاوہ ان کے فرزند حضرت خَلَاد، حضرت جابر کے والد ماجد عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کو بھی شرف شہادت بخشا گیا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ان میں سب سے پہلے راہ حق میں سرکٹانے کی سعادت میرے والد کو نصیب ہوئی۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

نیرنگی قدرت کے کرشمے بڑے حیرت انگیز ہوتے ہیں جس کو چاہا پھٹکار دیا اور جس کو چاہا اپنا بنالیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

اَللّٰهُ يَجْعَلِيْ لِكُلِّ شَيْءٍ وَّيْهْدِيْ اِلَيْهِ مَن يَّشَاءُ

”اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی

طرف (جو اس کی طرف) رجوع کرتا ہے۔“ (شوری: ۱۳)

یہ حضرت حنظلہ جن کا دلوں کو گرمادینے والا ذکر خیر ابھی آپ پڑھیں گے۔ ابو عامر فاسق کے بیٹے تھے جس کا تذکرہ ابھی آپ پڑھ آئے ہیں اسلام کا یہ فخر روزِ گلر سپوت، بد طینت ابو عامر

کی گود میں پروان چڑھ کر صدق و وفا کا پیکر جمیل کیسے بنا۔ ان اسرار کا جاننے والا رب العالمین ہے۔ ایسی بدبودار مٹی میں ایسا پھول کیسے کھلا۔ جو عالم رنگ و بو کی لطافتوں کا امین بنا۔ ان اسرار کا جاننے والا رب العالمین يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اس کی شان ہے۔ جس کے سامنے عقل دقیقہ شناس حیران ہے۔ آئیے حنظلہ کی شان جان ثنری کا مشاہدہ کریں۔

جب اسلام کے عقابوں کے مسلسل حملوں کی تاب نہ لا کر مشرکین قریش کی صفیں بکھرنے لگیں اور ان کے سو رماؤں کے قدم اکھڑنے لگے تو حضرت حنظلہ نے لشکر کفار کے سپاہ سالار ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ اپنی تلوار لہراتے ہوئے اس پر جھپٹے۔ اپنی تلوار کا پہلا وار کیا جو اس کے گھوڑے کو لگا۔ گھوڑا اس کی تاب نہ لا کر لڑکھڑایا اور زمین پر گر پڑا۔ ساتھ ہی ابوسفیان بھی زمین پر آئے۔ وہ چلایا اور مدد کے لئے پکارا۔ اس کی پکار سن کر ایک کافر اسود بن شداد اس کی مدد کے لئے بھاگا ہوا آیا۔ اور اپنے نیزہ سے حضرت حنظلہ پر حملہ کر دیا۔ نیزہ ان کے جسم کو چیرتا ہوا پار نکل گیا۔ حنظلہ زخمی شیر کی طرح غراتے ہوئے اس پر حملہ آور ہوئے۔ اسود نے دوسرا وار کیا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضور کی در سگاہ کے طالب علم کی جان بازی کا جب تذکرہ کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے دیکھا زمین و آسمان کے درمیان بارش کے تازہ پانی سے چاندی کے تھالوں میں فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔ حضرت ابواسید الساعدی کہتے ہیں جب ہم ان کے پاس گئے تو ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے شہیدوں کو غسل دیئے بغیر دفن کیا جاتا ہے۔ حضرت حنظلہ کو غسل کیوں دیا گیا اور فرشتوں نے یہ فریضہ کیوں انجام دیا یہ سدا معاملہ ہی عجیب و غریب تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے اہل خانہ سے ان کے بارے میں پوچھو۔ لوگوں نے جب اس شہید محبت کی بیوہ سے اس بارے میں دریافت کیا تو اس عفت شعار نے بتایا کہ گذشتہ رات ہی ان کی شب زفاف تھی۔ اس رات انہوں نے ان سے ہم بستری کی تھی صبح ہوئی تو حضور کی طرف سے جہاد کا اعلان ہو رہا تھا یہ لبیک لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو گئے تعمیل ارشاد میں اتنی تاخیر گوارا نہ ہوئی کہ وہ غسل جنابت کر سکیں ان کی زوجہ کا نام جمیلہ تھا۔ یہ عبد اللہ بن ابی کی بہن تھی جب حضرت حنظلہ جہاد پر چلے گئے تو انہوں نے اپنے خاندان کے چار آدمیوں کو بلا کر اس بات کا گواہ بنالیا کہ ان کے خاوند نے آج رات ان سے ہم بستری کی ہے تاکہ کل کوئی افسانہ نہ گھڑ لیا جائے۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ تکلف تم نے کیوں کیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا آسمان کھل گیا ہے اور حنظلہ اس میں داخل ہو گئے ہیں اور پھر آسمان کا دروازہ بند کر دیا گیا میں سمجھ گئی کہ حنظلہ اس جنگ میں ضرور شہید ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں فرزند عطا فرمایا جن کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اہل مدینہ نے جب یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو یہی عبداللہ بن حنظلہ اہل مدینہ کے لشکر کے کماندار تھے۔ (۱)

حسین اور ثابت بن وقش کا شوق شہادت

یہ دونوں حضرات کافی عمر رسیدہ تھے سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنگ کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو مسلم خواتین اور بچوں کو حفاظت کے خیال سے چند گڑھیوں میں منتقل کر دیا تھا اور کبر سنی کی وجہ سے ان دو کو ہی ان کے پاس چھوڑ آئے۔

ایک روز دونوں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا بھائی! ہماری زندگی کے گنتی کے چند دن باقی رہ گئے ہیں کیوں نہ ہم اپنی تلواریں بے نیام کر کے لٹکیں اور میدان جنگ میں حضور کے قدموں میں حاضر ہو جائیں ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں نعمت شہادت سے بہرہ ور کر دے اور دوسرے نے اس تجویز کی تائید کر دی۔ دونوں تلواریں لہراتے ہوئے سوئے اُحد روانہ ہو گئے۔ ان کے راستہ میں پہلے مشرکین کا لشکر آیا اس میں گھس گئے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچانا شروع کر دیا۔ لشکر اسلام کو ان کی آمد کا قطعاً علم نہ ہوا حضرت ثابت کو مشرکوں نے قتل کیا لیکن حضرت حسین کو دشمن کا سپاہی سمجھ کر اپنی تلواروں کا لقمہ بٹالیا۔ بعض نے کہا ہے کہ انہیں عقبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ کے یہ باپ تھے انہیں پتہ چلا تو چیخے میرا باپ۔ میرا باپ۔ مسلمانوں نے کہا ہم نے نہیں پہچانا۔ غلطی میں یہ سب کچھ ہو گیا۔ مسلمان سچ کہہ رہے تھے۔ حضرت حذیفہ نے فوراً اپنے مسلمان بھائیوں کے جواب کو تسلیم کر لیا اور فرمایا یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ دَهْوًا رَحِمًا الزَّاجِعِينَ ”اللہ تعالیٰ تمہاری اس غلطی کو معاف کر دے جو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔“

حضور نے ان کی دیت و ناجہلی حضرت حذیفہ نے اپنے باپ کی دیت بھی مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دی۔ ان کی اس سیر چشتی سے ان کی قدرو منزلت حضور کی نگاہ میں بہت بلند ہو گئی۔

جب قوم کے افراد کو ایک دوسرے پر اعتماد ہوتا ہے تو اس قسم کے معجزات صدور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ اگر باہمی اعتماد نہ ہوتا تو حضرت حذیفہ بات کا بٹکڑ بنا کر مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیتے اور سارے باہمی خلفشار کا شکار ہو کر دشمن کی دیسہ کاریوں سے غافل ہو جاتے۔ (۱)

اصیرم عمرو بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ

یہ انصار کے ایک قبیلہ کافر تھا۔ لیکن اسلام کا سخت مخالف تھا اس کے قبیلہ کے دوسرے لوگوں نے تو اسلام قبول کر لیا تھا لیکن یہ بدستور کفر پر اڑا ہوا تھا۔ ایک روز باہر سے مدینہ طیبہ میں آیا یہ وہ دن تھے جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سمیت غزوہ احد کے لئے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اس نے پوچھا! سعد بن معاذ کہاں ہے؟ اسے بتایا گیا میدان احد میں۔ پھر پوچھا! میرے بھتیجے کہاں ہیں؟ بتایا گیا میدان احد میں۔ اپنی قوم کے بارے میں دریافت کیا پتہ چلا سب میدان احد میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو اسلام قبول کرنے کے لئے کشادہ کر دیا اس کی آنکھوں سے تعصب کی پٹیلیں اتر گئیں اور اس نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس نے اپنی تلواریں، نیزہ پکڑا زہ پستی، خود اپنے سر پر سجایا پوری طرح مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے سرپٹ دوڑا کر میدان احد کی طرف گیا۔ وہاں جہاں دوسرے مجاہدین کھڑے تھے وہ بھی کھڑا ہو گیا مسلمانوں نے جب اسے دیکھا تو اسے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ تم یہاں ہمارے ساتھ نہیں ٹھہر سکتے۔ اس نے کہا بھائیو! تم مجھ پر برہم نہ ہو میں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور تمہاری طرح اللہ کے دین کی سرپندی کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے آیا ہوں۔

چنانچہ جب کفار سے جنگ شروع ہوئی اس نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا۔ بنی عبدالمطلب کے چند آدمی میدان جنگ میں جب اپنے مقتولوں کی تلاش میں آئے تو انہوں نے اصیرم کو ایک جگہ گرا ہوا پایا۔ وہ کہنے لگے بخدا یہ تو اصیرم ہے۔ یہ یہاں کیسے آیا یہ تو منکر اسلام تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے آئے۔ کیا اپنی قومی غیرت تمہیں یہاں لے آئی ہے یا اسلام کی محبت کے باعث تم یہاں آئے ہو۔ اس نے کہا محض اسلام کی محبت کے باعث یہاں آیا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم پر ایمان لایا ہوں۔ یہی جذبہ ایمان مجھے میدان جنگ میں لے آیا ہے۔ میری

زخموں سے یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو میں مرجلوں تو میرے سارے اموال و املاک حضور کی خدمت اقدس میں پیش کر دینا حضور جس طرح چاہیں انہیں خرچ فرمائیں۔

اتنے میں سعد بن معاذ تشریف لے آئے انہوں نے ان کے بھائی کو کہا کہ ان سے پوچھو۔

حَمِيَّةٌ لِّقَوْمِهِ أَوْ غَضَبًا لِلَّهِ وَاللَّزْزُورِ قَالَ بَلْ غَضَبًا لِلَّهِ
وَاللَّزْزُورِ۔

”یعنی کیا تم اپنی قوم کی حمیت کے جذبہ سے یہاں آئے ہو یا اللہ اور اس کے

رسول کی ناموس کے لئے غضبناک ہو کر آئے ہو۔ کہا۔ میں تو اللہ اور اس

کے رسول کی عزت و ناموس کے لئے آیا ہوں۔“

کچھ دیر بعد انہوں نے انتقال فرمایا۔ حضور کی خدمت میں اطلاع دی گئی تو فرمایا إِنَّهُ مِنْ

أَهْلِ الْجَنَّةِ ”کہ اصیرم اللہ جنت سے ہے۔“ (۱)

ایک دن حضرت ابو ہریرہ نے لوگوں سے پوچھا ایسے جنتی کا نام بتاؤ جس نے ایک نماز بھی

نہیں پڑھی اور پھر بھی وہ جنت میں ہے۔ لوگوں نے کہا آپ ہی فرمائیے کہا هُوَ أَصْبَرُ مَرِيْنُ

عَبْدُ الْأَشْهَلِ ”وہ اصیرم ہے جو بنی عبد الاشمل کا فرد ہے۔“

مخیرق النصری الاسرائیلی

یہ یہود کے بنو نصیر قبیلہ کا فرد تھا اور ان کا بہت بڑا عالم تھا۔ یہ حضور پر نور کو ان نشانیوں کے

باعث خوب پہچانتا تھا جو تورات میں مذکور تھیں۔ لیکن اپنے آبائی دین سے اس کی دلی محبت نے

اس کو اجازت نہ دی کہ حضور پر کھل کر ایمان لائے۔ یہاں تک کہ ہفتہ کا وہ دن طلوع ہوا

جس روز معرکہ احد وقوع پذیر ہوا۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی خصوصی رحمت فرمائی تصب

اور تقلید کے قفس کو اس نے توڑ دیا اور اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

اے گروہ یہود! بخدا تم جانتے ہو کہ محمد مصطفیٰ کی امداد تم پر فرض ہے۔ چلو اس فرض کو ادا

کریں۔ وہ کہنے لگے آج تو یوم السبت ہے یعنی ہفتہ کا دن ہے ہمارے لئے آج جنگ ممنوع

ہے۔ اس نے کہا یہ سب تمہاری من گھڑت باتیں ہیں میں تو یہ جلد ہا ہوں۔ اس نے اپنے

وارثوں کو بلایا اور وصیت کی۔ کہ اگر میں اس لڑائی میں مارا جاؤں تو میرے سارے اموال

حضور کی خدمت میں پیش کر دینا حضور جیسے چاہیں انہیں خرچ کریں۔

پھر ہتھیار سجا کر میدان جنگ کا رخ کیا اور جہاں گھمسان کارن پڑ رہا تھا وہاں گھس گیا۔ آخر دم تک لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جان دے دی۔ سرور عالمیان نے ان کے بارے میں فرمایا **مُخَيَّرْتُ خَيْرَ رُحُوْدٍ** ”کہ تمام یہودیوں سے بہتر مخیرق ہے۔“ (۱)

قرمان

میدان احد میں جب اسلام کے نامور سپوت، کفر کے لشکر پر بجلی بن کر ٹوٹ رہے تھے اور ان کے چوٹی کے سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے اور خود جام شہادت نوش کر رہے تھے۔ وہاں ایک اور شخص بھی سب کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کی شجاعت اور جنگی کارناموں کو دیکھ کر سب عیش عیش کر رہے تھے اس شخص کا نام قرمان تھا۔ یہ مدینہ طیبہ کے ایک انصار قبیلہ بنی ظفر کا حلیف تھا۔ لیکن اس کی اصلیت کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا۔ کہ وہ کون ہے کس قبیلہ کا فرد ہے۔ لیکن اپنی بہادری اور فنون حرب میں مہارت کی وجہ سے پہلے سے مشہور و معروف تھا۔ اس کی بہادری کا تذکرہ جب بارگاہ رسالت میں کیا جاتا تو حضور فرمایا کرتے **”إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ“** ”یہ جہنمی ہے۔“ (۲)

جب لشکر اسلام مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا تو اس وقت وہ اس میں شریک نہ تھا۔ بنی ظفر کی عورتوں نے اسے عار دلائی کہ قرمان تمہیں اپنی قوت اور جنگی مہارت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ آج موقع آیا تو تم بزدلوں کی طرح گھر بیٹھ گئے۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ چنانچہ عورتوں کے عار دلانے پر وہ میدان احد کی طرف روانہ ہوا۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کی صف بندی کر رہے تھے تو یہ بھی وہاں پہنچا۔ اور پہلی صف میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کی طرف سے پہلا تیرا اس نے چلایا۔ جو تیر یہ اپنی مکمل کے چلہ پر رکھ کر چلاتا وہ اتنے بڑے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ تیر نہیں بلکہ نیزہ ہیں۔ جب وہ تیر چلاتا تو اس کے سینے سے ایسی آواز نکلتی جیسے ہانڈی ابل رہی ہو۔ تیر انگنی کے بعد اس نے اپنی شمشیر زنی کے جوہر دکھا کر لوگوں کو حیران و ششدر کر دیا۔ چند لمحوں میں اس نے سات گبر کا فرما گرائے۔ اس اثناء میں وہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا۔ حضرت قتادہ بن نعمان اس کی جان بازی پر اس کو آفرین کہنے کے لئے آگے بڑھے اور اسے کہا **أَبَا الْغَيْدَاتِي! هَيْنَا لَكَ الشَّهَادَةُ** ”اے ابو

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۱۷، سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۳۸

۲۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۷۱

لغیذاق (اس کی کنیت) تمہیں شرف شہادت مبارک ہو۔ ” اس نے کہا اے ابا عمر! میں دین اسلام کے لئے جان نہیں دے رہا میں نے تو قومی غیرت و حمیت کے باعث یہ جنگ لڑی ہے اور جان دے رہا ہوں۔

مَا قَاتَلْتُ إِلَّا عَلَى الْحِفَاظِ أَنْ تَصِيرَ إِلَيْنَا قُرَيْشٌ حَتَّى تَطْأَ
ضَعْفَنَا

”یعنی میں نے تو اس غیرت قومی کے جذبہ سے جنگ کی ہے کہ قریش اتنی دور سے آئیں اور ہمارے کھیتوں اور باغات کو روندتے ہوئے چلے جائیں میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔“

اس کی بہادری اور شجاعت کا تذکرہ بارگاہ رسالت میں کیا گیا تو اسرار باطن کو جاننے والے نبی نے بتا دیا ”إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ“ ”یہ تو دوزخی ہے۔“ صحابہ کرام اس کی بہادری کے کارناموں کو دیکھتے پھر حضور کے اس ارشاد کو سنتے تو حیران رہ جاتے۔ اس زخمی حالت میں اسے بنی ظفر قبیلہ میں واپس لے جایا گیا جب درد کی تکلیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی۔ تو اس نے اپنی تلوار کو زمین میں گاڑا اور اس کا پھل جو اوپر اٹھا ہوا تھا اس کے اوپر اپنا سینہ رکھا اور زور سے دبایا حتیٰ کہ تلوار کا پھل اس کے سینے سے پار نکل گیا اور وہ بے جان ہو کر گر پڑا۔ تب صحابہ کرام کو اپنے نبی مکرم کے اس ارشاد کی حقیقت کا علم ہوا۔ حضور نبی مکرم نے اس کی خود کشی کے بارے میں سنا تو فرمایا۔

إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

”یہ اہل دوزخ میں سے ہے اللہ تعالیٰ بسا اوقات دین کی امداد کسی فاسق آدمی سے بھی کر دیتا ہے۔“ (۱)

ایک خطرناک لغزش

تیرا فگن دستہ کا اپنے مورچہ کو خالی چھوڑ دینا

میخانہ توحید کے سلق کریم کے دست مبارک سے شراب طہور کے جام پر جام پینے والے، سرخوش و سرشار ہو کر اپنے معبود حق کے نام کو بلند کرنے کے شوق میں شجاعت و جان فروشی کے میدان میں اپنے خون ناب سے ایسے پائندہ و تابندہ نقوش ثبت کر رہے تھے۔ جن کی

جنگ دمک جاودانی تھی۔ گردش لیل و نہار جن کی تابانیوں کو بچلانے سے قاصر تھی۔ کفر و طاغوت کی اکڑی ہوئی گردن کو اپنے فولادی پنجوں سے مروڑ رہے تھے۔ باطل کے علمبرداروں کے چھکے چھوٹ چکے تھے۔ ان کے لشکر میں افراتفری کے آثار نمایاں نظر آنے لگے تھے۔ ان کے رئیسوں اور سرداروں کی بیویاں اور بیٹیاں اپنی شلواریوں کے پائچے چڑھائے۔ پنڈلیاں نگی کئے ہوئے بدحواسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں اور چند لمحوں کی بات تھی کہ کفر کے قشون قاہرہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوتے اور مسلمان مجاہدین کو کفر و باطل پر دوسری فتح عظیم نصیب ہوتی۔ لیکن تیراقلن دستہ کے چند افراد کی جلد بازی نے جنگ کا سدا نقشہ پلٹ کر رکھ دیا۔

ان لوگوں نے جب دیکھا کہ قریش مکہ کے لشکر کی صفیں بکھر گئی ہیں۔ ہر شخص کو اپنی جان بچانے کی فکر لاحق ہے وہ راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ لشکر اسلام کے دستے ان کو ان کے مورچوں سے نکل دینے کے بعد ان کے مال و اسباب پر قبضہ کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔ انہیں یقین ہو گیا کہ کفار کے یہ اکھڑے ہوئے قدم پھر نہیں جم سکیں گے۔ اس بات کا بظاہر کوئی امکان نہ تھا کہ وہ مڑ کر پھر مسلمان مجاہدین پر حملہ کریں۔ جب میدان سر ہو چکا ہے جنگ جیتی جا چکی ہے اور دشمن نے بگشت دوڑنا شروع کر دیا ہے تو انہوں نے سوچا کہ اب ان کا یہاں کھڑے رہنا محض بے سود ہے۔ کیوں نہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے ان مجاہد ساتھیوں کا ہاتھ بٹائیں جو اموال غنیمت کو اکٹھا کر رہے ہیں۔

انہوں نے اپنے دستہ کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ سے جب اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو انہوں نے شدید مد سے اس کی مخالفت کی اور فرمایا کیا تمہیں یاد نہیں رہا۔ کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سلسلہ میں کتنے واضح اور حتمی احکام دیئے ہیں۔ حضور نے صاف الفاظ میں تمہیں فرمایا ہے۔

إِحْمُوا ظُهُورَنَا. وَلَا تَبْرَحُوا مِنْ مَكَانِكُمْ. وَلَا ذَارَايَتُنَا نَقْتُلُ
فَلَا تَنْصُرُونَا وَلَا تَنْصُرْنَا فَلَا تُشْرِكُونَا إِحْمُوا ظُهُورَنَا.

”ہماری پشتوں کی نگہبانی کرنا۔ اپنی اس جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہمیں قتل کیا جا رہا ہے تو ہماری مدد کے لئے ہرگز نہ آنا اور اگر دیکھو کہ ہم مال غنیمت جمع کر رہے ہیں تو اس کام میں ہمارا ہاتھ نہ بٹانا۔ تم ہر حالت میں ہماری پشتوں کی نگہبانی کرنا۔“

دوسرے لوگوں نے کہا۔ کہ حضور کا مدعا یہ نہ تھا کہ اتنی واضح فتح و کامرانی کے بعد بھی ہم یہاں بے مقصد کھڑے رہیں۔ پچاس میں سے تقریباً دس تیر انداز امیر کے جھنڈے کے نیچے ڈٹے رہے اور باقی ماندہ افراد اموال غنیمت جمع کرنے کے لئے لشکر کفار میں گھس گئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان کی خلاف ورزی اور اس سے سرتابی ایسی سنگین غلطی تھی جس نے فتح کو شکست میں بدل دیا۔ اور لشکر اسلام کے ایسے نادرہ روزگار مجاہدین کثیر تعداد میں لقمہ اجل بن گئے جو تہا ایک ایک اقلیم کو فتح کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ خود ذات پاک محمد مصطفیٰ علیہ الطیبہ والتحیۃ واجمل النماء کو انتہائی تکلیف دہ اور صبر آزمائیاں کا سامنا کرنا پڑا۔ کوئی قوم اپنے نبی کی حکم عدولی کر کے فوز و فلاح نہیں پاسکتی۔ خواہ ان لوگوں کا تعلق السابقون الاولون کی مقدس جماعت سے ہی کیوں نہ ہو۔

کفلہ کے سوار دستوں نے متعدد بار لشکر اسلام پر عقب سے حملہ کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ ہر بار تیر اندازوں کے اس دستہ نے ان پر تیروں کی موسلا دھار بارش برسا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب جب خالد بن ولید نے دیکھا کہ وہ عینین کی پہاڑی تیر افگنوں سے تقریباً خالی ہو چکی ہے تو اس نے اور عکرمہ نے اپنے گھڑ سوار دستوں کو لے کر جبل احد کا چکر کاٹا۔ اور مسلمانوں پر ان کی پشت کی طرف سے بلہ بول دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں نے آڑے آنے کی کوشش کی۔ وہ ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کر گئے لیکن اس ریلے کو آگے بڑھنے سے نہ روک سکے۔ ان بھیڑیوں نے حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کی لاشوں کو نیزوں کے چرے کے دے دے کر خستہ حال کر دیا۔ ان کے لباس اتار کر انہیں برہنہ کر دیا ان کی آنکھیں نکال دیں ناک اور کان کاٹ لئے۔ سینے چاک کر دیئے۔ ان کی آنتیں باہر لٹکنے لگیں سب سے زیادہ انہوں نے حضرت عبداللہ کی نعش مبارک کی توہین کرنے کی کوشش کی اور اسے پرزہ پرزہ کر ڈالا۔ لیکن ان کے بندہ نواز اور قدر دان رب نے یہ فرما کر ان کی ایسی عزت افزائی فرمائی کہ رہتی دنیا تک سدا جہاں ان پر رشک کرتا رہے گا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرَوُّونَ ۚ فَجِئْنَا بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
وَيَسْتَبِشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ

”اور ہرگز خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کئے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیئے جاتے ہیں شاد ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنایت فرمائی ہیں انہیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آئے ان سے۔ ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے۔“ (آل عمران: ۱۶۹-۱۷۰)

مسلمانوں کی صفوں کی ترتیب درہم برہم ہو چکی تھی۔ عسکری تنظیم سے وہ بے بہرہ ہو چکے تھے وہ تو چاروں طرف سے بے خبر اموال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔ کہ اچانک خالد اور عکرمہ نے اپنے سواروں سمیت **يَا لِّلْعَزَازِ يَا لِّلْهَبِ** کے فلک شکاف نعرے لگاتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔ وہ پہلے ہی بکھرے ہوئے تھے مزید منتشر ہو گئے۔ وہ ذہنی طور پر جنگ جیت چکے تھے انہیں سان گمان بھی نہ تھا کہ انہیں اپنے دشمن کی تند و تیز یلغار کو روکنے کیلئے ایک مرتبہ پھر عسکری نظم و ضبط سے ان کا مقابلہ کرنا ہو گا۔

جب میدان جنگ سے بھاگ جانے والے کفار نے **يَا لِّلْعَزَازِ** کے نعرے سنے اور پلٹ کر دیکھا تو یہاں منظر ہی یکسر بدلا ہوا تھا۔ وہ بھی پلٹ کر آنے لگے اور ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا قتل عام کرنے لگے۔ مال غنیمت جو مسلمانوں نے اکٹھا کیا تھا وہ سب ہاتھوں سے گر پڑا۔ جن کفار کو قیدی بنایا تھا۔ انہوں نے اپنی راہ لی۔ چکی الٹی چلنا شروع ہو گئی وہ مسلمان جنہوں نے چند لمحہ پیشتر کفر کے قشون قاہرہ کو میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب خود شکست خور وہ ہو کر سرا سیمہ پھر رہے تھے۔ قرآن کریم نے اس ہولناک منظر کی بڑی حقیقت پسندانہ تصویر کشی کی ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتَّىٰ إِذَا
فَتَلْتُمُ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأُمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرْسَلْنَا
مُحَمَّدًا مِّنكُمْ مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ
لَهُمْ صَرَفَكُمُ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ
عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

”اور بیشک سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ۔ جبکہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے۔ یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے رسول کے حکم کے بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے

بعد کہ اللہ نے دکھایا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے۔ بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے۔ پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمہیں اور بیشک اس نے معاف فرما دیا تم کو اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر۔“ (آل عمران: ۱۵۲)

صحیح تصویر کشی کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب و علل سے بھی پردہ اٹھایا نیز اس میں جو حکمتیں اور عبرتیں پنہاں تھیں ان سے بھی اپنے محبوب کے غلاموں کو آگاہ اور متنبہ کیا تاکہ وہ قیامت تک اس فرمان الہی کی روشنی سے زندگی کی کٹھن راہوں کو منور کرتے رہیں اور منزل مقصود کی طرف ذوق و شوق سے مستانہ وار بڑھتے چلے جائیں۔

جزع فزع کے اس عالم میں کسی شیطان نے تین بار یہ اعلان کر دیا کہ جان عالم کو قتل کر دیا گیا۔ مسلمان مزید حواس باختہ ہو گئے۔ اس خبر وحشت اثر کو سن کر لشکر بالکل پر اکندہ ہو گیا۔ ایک گروہ تو بھاگ کر مدینہ طیبہ میں جاد داخل ہوا۔ سامنے سے ام ایمن آرہی تھیں انہوں نے جب ان بھگڑوں کو دیکھا تو زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر ان کے چہروں پر پھینکنی شروع کر دی اور انہیں کہنے لگیں یہ لوچر خہ تم سوت کا تو۔ ہمیں اپنی تلواریں دے دو ہم دشمنان اسلام سے جا کر لڑتی ہیں۔ لیکن جانبازوں کی ایک جماعت نے اپنے پریشان حال ساتھیوں کو لٹکارا۔ اور کہا آؤ ہم بھی اس دین کی بقا کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دیں جس کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جام شہادت نوش کیا ہے۔ تاکہ بارگاہ الہی میں شہید بن کر حاضر ہوں۔

ان سنگین حالات میں جب کہ بڑے بڑے شیر دل صحابہ امتیاز کی زد میں آگئے تھے اور کفار کی تلواریں مسلمانوں کو بے دریغ کاٹی چلی جا رہی تھیں۔ آئیے ایک جھلک اس محبوب رب العالمین کی بھی دیکھیں جو رحمت للعالمین کی خلعت فاخرہ زیب تن کئے اور ختم نبوت کا تاج سجائے عالم انسانیت کی شب و بجور کو سحر آشنا کرنے کے لئے تشریف لایا تھا کہ وہ کس عالم میں ہے۔ امام بیہقی حضرت مقداد بن عمرو کی ایک روایت میں اس پیکر جمیل کی حسین جھلک دکھاتے ہیں۔ جس کو دیکھنے کے لئے ہم سب کی تجسس آنکھیں بیتاب ہیں۔ حضرت مقداد فرماتے ہیں۔

فَاَوْجَعُوا وَاللّٰهُ فَبِنَا قَتَلًا ذَرْيَعًا وَنَا لَوْ اَمِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَا لَوْ اِلَّا وَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ اَنْتَ نَزَالَ
رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبْرًا وَّاحِدًا اِنَّهُ لَفِيْ وَجْهِ
الْعَدُوِّ وَتَتَوَبُّ اِلَيْهِ طَائِفَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ مَرَّةً وَتُفَرِّقُ عَنْهُ

مَرَّةً قَرِيبًا رَأَيْتُهُ قَائِمًا يَرْمِي عَلَى قَوْسِيهِ وَيَرْمِي بِالْحَجَرِ
حَتَّى تَحَاجِرُوا وَتَبَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا
هُوَ فِي عَصَابَةٍ صَبْرًا مَعَهُ.

”کفر نے ہمارا قتل عام کر کے ہمیں بڑا دکھ پہنچایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اذیت پہنچائی۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا حضور ایک باشت بھی اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہوئے۔ حضور دشمن کے سامنے کھڑے تھے صحابہ کا ایک گروہ حضور کی طرف لوٹ کر آتا تھا اور دوسرا دشمن پر حملہ کرنے کے لئے میدان میں پھیل جاتا ہے۔ میں بسا اوقات حضور کو دیکھتا کہ حضور کھڑے ہو کر اپنی دو کمانوں سے تیر چلا رہے ہیں کبھی پتھر پھینک رہے ہیں۔ یہاں تک کہ دشمن آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ حضور اس طرح اس مقام پر ثابت قدم رہے گویا حضور اکیلے نہیں بلکہ حضور کے آس پاس طاقتور جوانوں کا ایک دستہ ہے۔“ (۱)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمان سے دشمن پر تیر چلاتے رہے یہاں تک کہ کمان کا چلہ ٹوٹ گیا۔ حضرت عکاشہ نے ایک بار اس کی مرمت کی حضور پھر تیر برسانے لگے۔ حتیٰ کہ وہ چلہ کئی جگہ سے ٹوٹ گیا۔ اس اثناء میں حضرت ابو طلحہ حضور کے سامنے ڈھال بن کر جھکے رہے تاکہ دشمن کا کوئی تیر حضور کو نہ لگے۔ یہاں تک کہ وہ کمان ٹوٹ گئی حضرت قتادہ بن نعمان نے اسے حضور سے ہٹک لیا۔ اور اپنے پاس بطور تیرک حفاظت سے رکھ لیا۔ کمان کے ٹوٹنے کے بعد پھر حضور نے کفار پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ اس روز حضور کے ارد گرد پندرہ جان نثار حلقہ باندھے کھڑے رہے۔ ان میں سے آٹھ مہاجر اور سات انصار تھے۔ ان وفاشعدوں کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرات ابو بکر، عمر، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن جراح اور سات انصاری تھے۔ حباب بن منذر، ابو دجلہ، عاصم بن ثابت، حارث بن الصمہ، سل بن حنیف، سعد بن معاذ، وکیل سعد بن عبادہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان میں سے ہر ایک یہ نعرہ لگا رہا تھا۔

میرا چرا حضور کے چہرہ پر قربان

وَجِيئَ دُونَ وَجْهِكَ

وَلَفِئَتِي دُونَ نَفْسِكَ
وَتَحْيِي دُونَ مَحْيِكَ
عَلَيْكَ السَّلَامُ عَزَّ وَجَدَّ
میری جان حضور کی جان پر نذر
میری گردن حضور کی گردن پر تصدق
آپ پر سلامتی ہو۔ آپ ہمیشہ ہم میں بخیریت
رہیں۔ (۱)

کفار چاروں طرف سے حضور پر تیر برساتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب بندے کی حفاظت فرما رہا تھا کوئی تیر حضور کو چھو کر نہیں گزرتا تھا۔
سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں جب حضور کے آس پاس سے لوگ منتشر ہو گئے تو میں نے مقتولوں میں حضور کو تلاش کیا تو مجھے نظر نہ آئے۔ میں نے دل میں کہا کہ بخدا حضور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے والے ہرگز نہیں تھے۔ ویسے بھی نظر نہیں آ رہا ہے اور مقتولوں میں بھی نہیں۔ شاید ہماری اس غلطی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم پر نڈا ض ہو گیا ہے اور اس نے اپنے رسول کو پاس اٹھالیا ہے۔ اب میرے لئے زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ میں لڑتے لڑتے جان دے دوں۔ پس میں نے اپنی تلوار کی نیام توڑ ڈالی اور کفار کی صفوں میں گھس کر حملہ کر دیا وہ ادھر ادھر ہو گئے۔ پس میں نے دیکھا کہ حضور اس جم غفیر میں تھے اور ان سے مصروف پیکر تھے۔

مشرکین کا محبوب رب العالمین پر فیصلہ کن حملہ

مشرکین نے پر اباندہ کر جان عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہلہ بول دیا۔ اس عزم کے ساتھ کہ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے چار پتھر مارے ایک پتھر لگنے سے سامنے والے دو اوپر کے اور دو نیچے کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ جڑ سے نہیں اکھڑے ان کا اوپر کا حصہ الگ ہو گیا اور نیچے والا ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا۔ حاکم، حاطب بن بلتعہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور کے دندان مبارک جب شہید ہوئے تو میں حاضر ہوا پوچھا یہ کس نے حرکت کی ہے۔ فرمایا عتبہ بن ابی وقاص نے۔ پوچھا وہ کدھر گیا ہے حضور نے اشارہ سے بتایا کہ ادھر۔ چنانچہ میں اس کے تعاقب میں نکلا جلد ہی مجھے مل گیا میں نے تلوار سے اس پر حملہ کیا اور اس کا سر کاٹ کر پرے پھینک دیا۔ پھر میں نے اس کا سر اٹھایا اس کے گھوڑے کو پکڑا

اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا یہ دیکھ کر حضور نے مجھے دعا دیتے ہوئے دوبار فرمایا۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ

”اللہ آپ سے راضی ہو۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔“

علامہ سیلی کہتے ہیں کہ عتبہ کی اولاد سے ہر بچہ کے سامنے والے چار دانت ناپید ہوتے ہیں اور

اس کے منہ سے سخت بدبو آتی ہے۔ (۱)

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر عبد اللہ بن الشہاب الزہری کی ضرب سے زخم آیا اور ریش مبارک خون پاک سے رنگین ہو گئی۔ یہ بعد میں مشرف باسلام ہو گیا۔ عبد اللہ بن قمنہ جو بنو ہذیل قبیلہ کا ایک فرد تھا، نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار گللوں کو زخمی کر دیا خود کی دو کڑیاں رخسار میں گھس گئیں۔ پھر وہ تلواریں کا وار کرنے لگا۔ حضور اس کے حملہ کو روکنے کے لئے آگے بڑھے کہ سامنے ایک گڑھا تھا اس میں گر پڑے۔ یہ گڑھا ان گڑھوں میں سے ایک تھا جو ابو عامر فاسق نے میدان جنگ میں جگہ جگہ کھدوا دیئے تھے تاکہ مسلمان بے خبری میں ان میں گریں۔ حضرت علی مرتضیٰ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت طلحہ نے نیچے اتر کر سہارا دیا حضور باہر تشریف فرما ہوئے۔ حضور کے گھٹنوں پر خراشیں آگئی تھیں۔

طبرانی ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابن قمنہ نے تیر مارا تو کہا: خُذْهَا وَأَنَا ابْنُ

قَمْنَةَ ”یہ لو تیر آیا۔ اور میں قمنہ کا بیٹا ہوں۔“

سرکارِ دو عالم نے فرمایا۔ ”أَقَمَّكَ اللَّهُ“ ”تمہیں اللہ ذلیل و خوار کرے۔“

چنانچہ کچھ عرصہ بعد ایک جنگلی مینڈھے نے اس پر حملہ کر دیا اور اپنے تیز سینگوں سے اسے چھلنی کر کے پہاڑ کی بلندی سے اپنے سر سے اسے دھکا مارا۔ یہ لڑھکتا لڑھکتا نیچے آ رہا۔ اس کا

گوشت ریزہ ریزہ ہو گیا اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ (۲)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب یوم احد کا ذکر کرتے تو فرماتے۔

ذَلِكَ الْيَوْمُ كُلُّهُ لِبَطْلِحَةٍ

”یہ دن سارے کا سارا طلحہ کے حصہ میں آیا۔“

پھر اس روز کے حالات یوں بیان فرماتے۔

کہ میں ان لوگوں میں سے تھا۔ جو حضور کے پاس لوٹ کر آ گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضور کے ساتھ کھڑا حضور کا دفاع کر رہا ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ طلحہ ہی ہو سکتا ہے۔ میرے درمیان اور حضور کے درمیان ایک شخص تھا۔ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیادہ قریب تھا میں نے غور سے دیکھا تو وہ ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ میں جب حضور کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضور کے سامنے والے چار دانت ٹوٹے ہوئے ہیں اور چہرہ انور میں خود کے دو حلقے گھس گئے ہیں۔ میں نے رخسار مبارک سے وہ حلقہ نکالنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابو عبیدہ نے میری منت کی کہ یہ سعادت انہیں حاصل کرنے دو۔ انہوں نے ہاتھوں سے کھینچنا مناسب نہ سمجھا مبادا تکلیف ہو بلکہ اپنے دانتوں سے نکالنے لگے۔ ایک حلقہ تو نکل آیا۔ لیکن اس کوشش میں آپ کے اپنے سامنے والے دو دانت گر گئے۔ پھر دوسرا حلقہ بھی اپنے دانتوں سے نکلا۔ لیکن آپ کے سامنے والے دو اور دانت بھی اکٹڑ گئے۔ اگرچہ ابو عبیدہ کے سامنے والے چاروں دانت اس کوشش کی نذر ہو گئے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے حسن و جمال کو چار چاند لگ گئے۔

حضرت طلحہ کا سدا جسم زخموں سے چھلنی تھا۔ ہم نے ان کے زخموں کو شمار کیا تو وہ ستر سے بھی زیادہ تھے جن میں سے کچھ تلواروں کے کچھ نیزوں کے اور کچھ تیروں کے زخم تھے۔ ان کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی پھر ہم نے ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی حضرت طلحہ کے سر پر تیروں کے بہت زخم لگے تھے جس سے بہت خون بہا اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت صدیق نے ان کے منہ پر پانی چھڑکا۔ تو انہیں ہوش آیا۔ تو سب سے پہلے یہ سوال کیا۔ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”کہ حضور کا کیا حال ہے۔“ ہم نے بتایا کہ الحمد للہ حضور بخیر و عافیت ہیں۔ یہ سن کر اس جانباز صادق نے بے ساختہ کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَ مَا جَلَّلَ اللَّهُ شَاكِرٌ بے حضور سلامت ہیں۔ ہر مصیبت آپ کے ہوتے ہوئے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔“ (۱) چہرہ اقدس سے جب خود کی دو کڑیاں نکلی گئیں تو خون کا فوارہ بننے لگا۔ حضرت مالک بن سنان نے آگے بڑھ کر زخم پر اپنا منہ رکھ دیا اور اسے چوسنا شروع کر دیا۔ حضور نے پوچھا کیا تم خون چوس رہے ہو عرض کی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا۔

مَنْ مَسَّ دَمِي دَمَهُ لَكَ تَصَبُّهُ النَّارُ

”جس کا خون میرے خون کو چھوئے گا اسے آگ نہیں چھو سکے گی۔“

جان نثاری کے دل افروز مظاہر

حضرت ابو دجلہ میدان جنگ میں مختلف مقلات پر داد شجاعت دیتے رہے لیکن جب دشمنوں نے ان کے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اکٹھے ہو کر حملہ کر دیا تو آپ دوڑے ہوئے آئے۔ اور اس وقت وہاں پہنچے جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چاروں طرف سے مشرکین تیروں کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ یہ ڈھال بن کر اپنے آقا کے سامنے کھڑے ہو گئے اور آنے والے سارے تیروں کو اپنی پشت پر لیتے رہے۔ ساری پیٹھ تیروں سے بھر گئی لیکن محبوب خدا کا یہ جاں نثار عاشق سرمو آگے پیچھے نہ سرکا۔

اس موقع پر حضرت عبدالرحمن بن عوف حضور کے قدموں میں کھڑے ہو کر حملہ آور کفار سے چوکھا لڑائی لڑتے ہوئے آپ کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے آپ کو ہیس سے زیادہ کاری زخم لگے۔ لیکن پایہ ثبات میں ذرا الغرض نہ آئی۔ ہلک زخمی ہونے کی وجہ سے لنگڑے ہو گئے اور ساری عمر لنگڑا کر چلتے رہے۔ (۱)

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص نے سرور عالم کو مشرکین کے حملوں سے بچانے کے لئے جان لڑادی۔ اور کسی دشمن کی مجاہد نہ ہوئی کہ پھر قریب پہنچ سکے۔ آپ کی صاحبزادی عائشہ بنت سعد اس دن کے بارے میں آپ سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا۔

اس روز جب لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی تو میں ایک طرف ہو کر سوچنے لگا اور آخر فیصلہ کیا کہ نہ میں ہتھیار ڈالوں گا اور نہ بھاگوں گا۔ میں ان سے لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ میں ان سے نجات پا جاؤں یا شہید ہو جاؤں۔ اچانک ایک آدمی میرے قریب آگیا اس کا چہرہ بہت سرخ تھا۔ کفار نے ہر طرف سے اس پر گھیرا تنگ کر لیا تھا۔ اس نے اپنی مٹھی میں مٹی لی اور ان کی طرف پھینکی میں نے مقدار کو پہچان لیا۔ میں نے چاہا کہ میں ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھوں۔ اتنے میں وہ بولے۔ اے سعد! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور تمہیں یاد فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ مجھے نئی زندگی مل گئی ہے اور کوئی گزند مجھے پہنچای نہیں۔ میں فوراً حاضر خدمت ہوا حضور نے مجھے اپنے سامنے بٹھالیا۔ اور میں دشمن پر تیر چلانے لگا جب میں کوئی تیر چلاتا تو کہتا اَللّٰهُمَّ سَهْمُكَ فَاَذْهَبْ بِهٖ عَدُوْكَ ”اے اللہ! یہ تیرا تیر ہے اسے اپنے دشمن کے سینہ میں پیوست کر۔“

میں جب یہ کہتا تو سر کار فرماتے۔

اللَّهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ - اللَّهُمَّ سَدِّدْ لِسَعْدٍ رَمِيَّتَ رَائِدَهَا سَعْدٌ
فَذَاكَ آتَى دَارِيَّ

”اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما۔ اے اللہ! سعد کا تیرا نشانہ پر لگے واہ وا

سعد میرا باپ اور میری ماں تجھ پر فدا ہوں۔“

میں جب بھی تیر چلاتا حضور مجھے اس دعا سے سرفراز فرماتے۔ جب میرے ترکش کے تیر ختم ہو گئے تو سرکارِ دو عالم نے اپنی ترکش کے تیر نکال کر میرے سامنے بکھیر دئے۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ اس روز حضرت سعد نے ایک ہزار تیر لشکر کفار پر برسائے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا۔ جز سعد بن ابی وقاص کے۔ جیسے جیسے حالات کی قربانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اتنی ہی سلطانِ عشق کے جذبہ سرفروشی کی آب و تاب بڑھتی جا رہی ہے۔ آج حضور اپنے وفا شعار غلاموں میں ایک زالی شان سے رونق افروز ہیں سامنے کے دندان مبارک ٹوٹے ہوئے ہیں۔ رخصدانوں سے خون بہ بہ کر ریش مبارک کو گلگلوں بنا رہا ہے۔ لشکر اسلام کا ماہر تیر انداز اپنے آقا کی دعاؤں کے سایہ میں کفار کے سینوں کو اپنے تیروں کے پیکانوں سے گھائل کر رہا ہے۔ لشکر قریش کے دو مشہور نشانہ باز حبان بن عرقہ اور ابی سلمہ الجشمی تیر چلا رہے ہیں۔ حضور کی ایک جان نثار خادمہ ام ایمن مشکیزہ کندھوں پر اٹھائے مجاہدین کو پانی پلا رہی ہے۔ اچانک حبان کا تیرام ایمن کے دامن میں آکر لگتا ہے اور اس کا پردہ اٹھ جاتا ہے۔ وہ بد باطن ایک خاتون کی ہنک کر کے خوشی کے مارے قہقہے لگاتا ہے اور زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگتا ہے۔ سرورِ عالم کو اپنی خادمہ کی یہ توجہیں بڑی شاق گزرتی ہے۔ حضور حضرت سعد کو ایسا تیر دیتے ہیں جس پر پھل نہیں ہے اور اسے چلانے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ تیر سیدھا حبان کے گلے میں جا کر لگتا ہے وہ بے تاب ہو کر زمین پر گر جاتا ہے گرتے ہوئے اس کے سترے بھی پردہ اٹھ جاتا ہے۔ اسی قدم پر اپنی خادمہ کی ہنک کا بدلہ چکا کر غیور نبی ہنس پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔

اسْتَعَادَ لَهَا سَعْدٌ اَجَابَ اللَّهُ دَعْوَتَكَ وَسَدَّدَ رَمِيَّتَكَ

”سعد نے ام ایمن کا انتقام لے لیا۔ اللہ تیری دعا کو قبول کرے اور تیرا ہر

تیر نشانہ پر بیٹھے۔“

مالک بن زہیر جو الجشمی مذکور کا بھائی تھا۔ اور حبان نے بے شمار مسلمانوں کو اپنے تیروں

کا نشانہ بنایا۔ حضرت سعد نے تاک کر اس کی آنکھ پر تیر مارا جو پار نکل گیا اور اس کو موت کی نیند سلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہونے کے بعد جبل احد کی ایک گھاٹی میں تشریف لے گئے۔ اس وقت دو عجیب و غریب واقعات رو پڑے ہوئے۔ آپ ان کا مطالعہ فرمائیے اور اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت و بہادری کی بلائیں لیجئے۔

عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ المخزومی کا حملہ اور اس کا قتل

قریش کا ایک بہادر سوار جس کو اپنی قوت اور فن سپاہ گری پر بڑا ناز تھا۔ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق اپنے اہل قتل گھوڑے پر سوار ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرنے کے ارادہ سے گرجتا ہوا آ رہا تھا۔ اور حضور کو مخاطب کر کے نعرہ لگا رہا تھا۔ ”لَا نَجُوتُ اِنْ كُنْجُوتُ“ ”اگر آپ بچ گئے تو میں کبھی نہ بچ سکوں گا۔“ جب وہ قریب پہنچا تو حضور زخمی ہونے اور نقاہت کے باوجود اس کا مقابلہ کرنے کے لئے خود کھڑے ہو گئے۔ اچانک گھوڑے کا پاؤں پھسلا اور وہ جھٹ زمین پر آگرا۔ اس کا گھوڑا منہ اٹھا کر بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا حضرت حارث بن صمہ نے جب اسے اپنے آقا کی طرف بڑھتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا کچھ وقت ایک دوسرے پر اپنی تلوار سے وار کرتے رہے اچانک حارث نے وار کر کے اس کی ٹانگ کاٹ کر پرے پھینک دی۔ وہ دھڑام سے زمین پر گرا آپ اس کی چھاتی پر چڑھ گئے اور اسے واصل بسقر کر دیا۔ حارث نے اس کا کام تمام کر دینے کے بعد اس کی زرہ اور خود اتار لیا۔ احد کی جنگ میں صرف اس مقتول کا لباس اور اسلحہ اس کے قاتل کو دیا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی ہلاکت پر اپنے رب قدیر کی حمد و ثنا کی۔ یہ عثمان، فحلہ کے مقام پر پہلے بھی ایک مرتبہ گرفتار ہوا تھا۔ عبد اللہ بن محمش نے اسے قیدی بنایا تھا۔ لیکن حضور نے فدیہ لے کر اس کو رہا کر دیا تھا۔ آخر کار اس کی بد بختی کشاں کشاں اسے یہاں لے آئی اور اس انجام سے دو چار ہوا جس کا وہ مستحق تھا۔ (۱)

ابی بن خلف کی ہلاکت

جنگ بدر میں خلف کے دونوں بیٹے امیہ اور ابی بڑے کروفر سے شریک ہوئے تھے۔ امیہ کو تو حضرت بلال نے واصل جہنم کر دیا لیکن ابی جنگی قیدی بنا۔ اس نے فدیہ ادا کیا اور اسے رہا کر

دیا گیا۔ اس احسان کا بدلہ اس نے یہ دیا کہ اس کے پاس ایک قیمتی گھوڑا تھا جس کا نام العود تھا۔ اس نے قسم کھا کر کہا۔ کہ میں اس گھوڑے کو روزانہ اتنے سیر مکئی کا دانہ کھلایا کروں گا۔ پھر میں اس پر سوار ہو کر (حضور کا اسم مبارک لے کر) کو قتل کر دوں گا۔ اس کی یہ بڑبڑ ہادی برحق نے سنی۔ تو فرمایا

بَلْ أَنَا أَقْتُلُهُ إِنِ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

”وہ نہیں بلکہ میں اسے موت کے گھاٹ اتاروں گا انشاء اللہ۔“

یوم احد وہ بھی اپنے اس گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ میں شرکت کے لئے آیا تھا۔ حضور نے اپنے صحابہ کو فرمایا خیال رکھنا مبادا ابی بن خلف مجھ پر پیچھے سے حملہ کر دے۔ جب تم اسے دیکھو تو مجھے اطلاع دے دینا کیونکہ حضور لڑائی کے درمیان پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ جب حضور گھائی میں تشریف فرما ہوئے تو اچانک یہ آدمی اس نے سر پر خود اور اپنے چہرے پر آہنی نقاب ڈالا ہوا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے کو رقص کراتا ہوا آ رہا تھا۔ اس نے حضور کو دیکھ لیا تھا وہ کہہ رہا تھا۔ اَيْنَ مُحَمَّدٌ لَا نَجُوتُ اِنْ نَجَا ”یعنی (جان عالم) محمد کہاں ہے اگر وہ بچ گیا تو میرا بچنا محل ہے۔“

بہت سے مسلمان مجاہدین نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکنا چاہا۔ بہادروں اور شجاعوں کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے حکم دیا۔ دَعُوهُ وَخَلُّوْا طَرِيقَهُ ”اسے چھوڑ دو۔ اس کا راستہ خالی کر دو“

یعنی اسے آگے آنے دو۔ جلال الہی کے پیکر، قہر خداوندی کے مظہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا۔ ”يَا كَذَّابُ اَيْنَ تَفِرُّ“ ”اے کذاب اب بھاگ کر کدھر جاتے ہو۔“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حادث بن صمٹہ کے ہاتھ سے چھوٹا نیزہ پکڑا اور بڑے جوش سے جھرجھری لی۔ صحابہ کرام بھی اس کی تاب نہ لا سکے پھر حضور نے اکیلے اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس نیزے سے اس کی گردن کے اس حصہ میں ضرب لگائی جو خود اور زرہ کے درمیان نگارہ گیا تھا۔ پھر کیا تھا اس کے حواس باختہ ہو گئے۔ سر چکرا گیا۔ گھوڑے کی پشت سے غش کھا کر نیچے لڑھکنے لگا۔ جس طرح تیل ڈکھلتا ہے اس طرح اس نے ڈکارنا شروع کر دیا اس ضرب سے بظاہر اس کی گردن پر ایک معمولی سی خراش آئی۔ لیکن بظاہر معمولی چوٹ نے اس کے سینے کی پسلیاں اور جسم کی ہڈیاں چور چور کر دیں۔ سر پیٹتا ہوا چلاتا ہوا واپس بھاگا قوم کے پاس پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا۔ قَتَلَنِي وَاللّٰهُ مُحَمَّدٌ ”بخدا مجھے محمد نے قتل

کر دیا۔“

جب لوگوں نے اس کی خراش دیکھی تو کہنے لگے تمہاری بزدلی کی بھی کوئی حد ہے۔ کوئی زخم نہیں ہے معمولی سی یہ خراش ہے اور تم نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیا ہے۔ اگر اس قسم کی خراش ہم میں سے کسی کی آنکھ میں لگتی تو قطعاً نقصان دہ نہ ہوتی۔

ان نادانوں کو کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی چوٹ کا اثر کیا ہوتا ہے اور کہاں تک ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگالات و عڑی کی قسم! جو چوٹ مجھے لگی ہے وہ چوٹ اگر ربیعہ اور معز قبائل کو بھی لگتی تو سداے کے سداے ہلاک ہو جاتے۔

جب کفہ قریش کا لشکر مکہ واپس آ رہا تھا تو سرف کے مقام پر اس نے داعی اجل کو لبیک کہی۔ (۱)

ابو سفیان حضور کی تلاش میں

جب یہ افواہ پھیلی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں تو مسلمانوں کے لشکریوں میں افراتفری پھیل گئی۔ سب سے پہلے جس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانا وہ حضرت کعب بن مالک تھے۔ انہوں نے بلند آواز سے چیخ چیخ کر اعلان کرنا شروع کر دیا اے فرزندِ ان اسلام! یہ ہیں ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بالکل بخیر و عافیت ہیں۔ جہاں جہاں آواز پہنچتی صحابہ کرام ٹوٹ ٹوٹ کر اپنے آقا کے قدموں میں حاضر ہونے لگے۔ جب کعب اعلان کر رہے تھے تو حضور انہیں انگلی کا اشارہ کر کے چپ رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔ پھر کعب کا خود جو زرد رنگ کا تھا وہ خود پشنا اور اپنا خود انہیں پسنایا۔ کفار نے اس غلط فہمی میں کہ یہ نبی کریم ہیں آپ پر پے در پے حملے شروع کر دیئے آپ کو سترہ گہرے زخم لگے۔ ابو سفیان حضور کی شہادت کے بارے میں پورا اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ وہ قریش سے پوچھتا کہ بتاؤ تم میں سے کس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کیا ہے۔ ابن قثمیہ نے کہا! میں نے۔ ابو سفیان نے کہا! جس طرح عجم کے بادشاہ اپنے بہادروں کی عزت افزائی کے لئے سونے کے کڑے پہناتے ہیں تمہارے اس کلامہ کے اعتراف کے لئے ہم بھی تمہیں سونے کے کڑے پہنائیں گے۔

ابو سفیان، ابو عامر فاسق کو ہمراہ لے کر میدان کدو میں چکر لگانے لگا اور محتولین میں حضور کو تلاش کرنے لگا۔ لیکن جب حضور نہ ملے تو اس نے کہا! ابن قمنیہ جھوٹ بولا ہے کہ اس نے حضور کو شہید کر دیا۔ پھر اس کی ملاقات خالد بن ولید سے ہوئی اس سے پوچھا کہ اس بارے میں اس کو کچھ خبر ہے۔ اس نے کہا! ابھی کچھ دیر پہلے میں نے انہیں اپنے صحابہ کی معیت میں پہاڑ کے اوپر چڑھتے دیکھا ہے۔ ابو سفیان نے کہا! خالد تمہاری بات درست ہے۔ ابن قمنیہ نے کذب بیلانی کی ہے کہ اس نے حضور کو قتل کر دیا۔ (۱)

مسلم خواتین

وہ مسلم خواتین جنہوں نے غزوہ احد میں بنفس نفیس دشمن سے جنگ کی اور انہیں قتل کیا ان میں ام عملہ کا نام نامی سرفہرست ہے۔ جب لشکر اسلام میں افراتفری پھیل گئی اور لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو یہ سیدھی حضور کی خدمت عالیہ میں پہنچی اور شمشیر بکف دشمنان اسلام سے مصروف پیکار ہو گئیں۔ جو کافر حضور پر حملہ کرنے کے لئے بڑھنا چاہتا۔ آپ دھکیل کر اسے پیچھے ہٹا دیتیں۔ اور جب موقع ملتا تو کفار پر تیروں کا مینہ برساتیں۔ جب ابن قمنیہ سرور عالم پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا تو اس شیر دل خاتون نے اور مصعب بن عمیر نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکا۔ آپ نے اس بد بخت پر پے در پے کئی وار کئے لیکن اس نے دوزر ہیں پنی ہوئی تھیں۔ اس لئے ان کے وار مؤثر ثابت نہ ہوئے۔ اس نے ام عملہ پر تگوار سے حملہ کیا جس سے انہیں گہرا زخم آیا۔ زخم درست ہو گیا لیکن اس کا گڑھا باقی رہا۔ ام عملہ کی اس شان جہاں شہدی کو دیکھ کر حضور ارشاد فرمایا کرتے کہ ام عملہ نیبہ بنت کعب کا مقام فلاں فلاں کے مقام سے بہت بلند ہے۔ میں جدھر بھی دیکھتا تھا مجھے ام عملہ کفار سے جنگ کرتی دکھائی دیتی تھی۔ ام عملہ نے ایک دن حضور کو مریں پایا عرض کی اُذِعْ اللہَ تَعَالٰی اَنْ یُّرَافِقَنَّکَ فِی الْجَنَّةِ ”یا رسول اللہ! دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ جنت میں ہمیں حضور کی رفاقت عطا فرمائے۔“ قَالَ اللہُمَّ اجْعَلْہُمْ رُفَقَآئِی فِی الْجَنَّةِ ”اے الہی! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔“

ام عملہ نے اپنے حق میں جب یہ دعا سنی تو پکار اٹھیں۔ مَا اُبَالِی مَا اَصَابَنِی مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا ”مجھے کوئی پروا نہیں اب دنیا میں مجھے کیسی مصیبت ہی آئے۔“ (۲)

بلاذری لکھتے ہیں کہ یوم احد، جنگ میں نسیبہ، ان کے شوہر اور ان کے دو بیٹوں نے جہاد میں شرکت کی۔ ابتدا میں پانی کا مشکیزہ لے کر زخمیوں کو پانی پلاتی رہیں لیکن جب حالات دگرگوں ہو گئے تو انہوں نے مشک رکھ دی اور تلوار پکڑی اور کفار سے جنگ میں مصروف ہو گئیں۔ اس جنگ میں آپ کو تلواروں اور تیروں کے بارہ زخم آئے۔ مسلمان کذاب کے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر نے جو لشکر بھیجا تھا اس میں آپ شریک ہوئے۔ یہ مسلمان کو قتل کرنے کا عزم کر رہی تھیں کہ انہوں نے اس کی لاش کو خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا آپ فرماتی ہیں اچانک میرا بیٹا عبداللہ بن زید مجھے نظر آیا وہ اپنی خون آلود تلوار کو اپنے کپڑے سے پونچھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا بیٹا! کیا تم نے اس کو قتل کیا ہے اس نے کہا ہاں اماں جان۔ "فَسَجَدْتُ لِلَّهِ شُكْرًا" میں یہ سن کر فوراً سجدہ میں گر گئی تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کروں۔ (۱)

خلافت فاروقی میں کچھ گرم چادریں آئیں ان میں سے ایک چادر کافی بڑی اور اعلیٰ قسم کی تھی۔ کسی نے کہا کہ اگر یہ چادر آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اہلیہ صفیہ بنت ابی عبید کو عنایت کریں تو بہت مناسب ہوگا۔ حضرت فاروق نے فرمایا۔

إِبْعَثُوا بِهِ إِلَى مَنْ أَحَبَّ بِهِ مِنْهَا إِلَى أُمِّ عَمَّارَةَ نَسِيبَةَ بِنْتِ كَعْبٍ
فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا لِنَفْسٍ
يَمِينًا وَلَا شِمَالًا يَوْمَ أَحَدٍ إِلَّا رَأَيْتُهَا تَقَاتِلُ دُونِي.

”یہ چادر اس خاتون کی طرف بھیجو جو صفیہ سے بھی زیادہ اس کی حقدار ہے یعنی ام عمارہ۔ نسیبہ بنت کعب کی طرف۔ کیونکہ میں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یوم احد دائیں بائیں میں جدھر دیکھتا مجھے ام عمارہ میرا دفاع کرتے ہوئے مشرکوں سے لڑائی کرتی ہوئی نظر آتی۔“ (۲)

اس مقام پر حضور کا دفاع کرتے ہوئے مصعب بن عمیر نے جام شہادت نوش کیا۔ آپ کو ابن قتیہ نے قتل کیا تھا۔

اسی اثناء میں ایک اور مشرک شہسوار عبداللہ بن حمید بن زہیر گھوڑا کداتا ہوا حضور پر حملہ

کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ وہ سر تا پا لوہے میں غرق تھا۔ آگے بڑھا اور کہنے لگا۔
 اِنَّا بِنُزْهِيرٍ دَلُوْنِيْ عَلٰی مُحَمَّدٍ فَوَاللّٰهِ لَا فُتْنَتَهُ اَوْ لَا مُوْتَنَ
 دُوْنَهُ۔

”میں زہیر کا بیٹا ہوں۔ مجھے بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہاں
 ہیں۔ بخدا یا میں ان کو قتل کر دوں گا یا خود مارا جاؤں گا۔“

یہ بات جب حضرت ابو دجلہ نے سنی تو فرمایا اے احمق! انہیں رہنے دو پہلے ان کے جاں
 نثار سے دود و ہاتھ کر لو آپ نے اپنی تلوار سے اس کے گھوڑے کی کوئی نچیں کاٹ دیں دوسرا وار
 اس کے سر پر کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ منظر دیکھ رہے تھے فرمایا اَللّٰهُمَّ اَرْضِ عَنِ ابْنِ خَرِشَةَ
 كَمَا اَنَا عَنِ رَاضٍ ”اے اللہ! تو بھی ابو خرشہ یعنی ابو دجلہ سے راضی ہو جا جس طرح میں اس
 سے راضی ہوں۔“

ابو دجلہ کی اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا محبوب اسے اپنی رضامندی
 کا یقین دلادے اور اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کی اے میرے پروردگار تو بھی اپنے محبوب
 بندے کے جاں نثار غلام سے راضی ہو جا۔ حضرت ابو دجلہ اس جنگ میں اس نازک مرحلہ پر
 ڈھال بن کر حضور پر جھکے رہے اور دشمن کی طرف سے آنے والے ہر تیر کو اپنی پشت پر
 برداشت کرتے رہے۔ آپ کی پشت پر تیر لگتے تھے لیکن کیا مجال کہ ذرا جنبش تک بھی
 کریں۔ (۱)

مسلم خواتین میدان احد میں

ام عمارہ کا ذکر آگیا ہے تو یہاں دوسری مسلم خواتین کا ذکر خیر بھی ہو جائے جنہوں نے
 تیروں کی برسات میں تلواروں کی جھنکار میں جان ہمتی پر رکھ کر میدان احد میں زخمیوں کی مرہم
 پٹی کی اور اپنی پشتوں پر مشکیزے اٹھا کر پیاسے اور زخمی مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں جب ضرورت
 پڑتی تو شمشیر بکف دشمن سے مصروف پیکار ہو جاتیں۔

ان میں دیگر خواتین کے علاوہ خانوادہ نبوت کی جلیل القدر مستورات بھی تھیں۔ ان کی
 تعداد چودہ تھی۔ اور انہیں مجاہدات میں خاتون جنت سیدۃ النساء العالمین سیدۃ فاطمہ الزہراء

رضی اللہ عنہا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔
 حمزہ بنت محض۔ ام ایمن۔ بھی زخمیوں کی مرہم پٹی اور تہار داری میں اور پیاسے مجاہدین
 کو پانی پلانے میں پیش پیش تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین۔ (۱)

پہاڑ کی چوٹی پر جانے کی سعی

اسلام کے مجاہدین میدان جنگ میں مختلف مقامات پر داد شجاعت دے رہے تھے اور
 دشمنوں کے حملوں کو پسپا کرنے میں مصروف تھے۔ حضور نے چاہا کہ نشیب سے پہاڑ کی چوٹی پر
 جا کر ڈیرا جمائیں تاکہ مجاہدین کی کادو آبیوں کا جائزہ بھی لیا جاسکے۔ اس کے علاوہ مقصد یہ بھی
 تھا کہ پہاڑ کی بلندی پر جب تشریف فرما ہوں گے تو سارے جاں نثار حضور کو دیکھ لینے کے بعد
 وہاں اکٹھے ہو جائیں گے اور پھر اجتماعی قوت سے لشکر کفار پر حملہ کیا جاسکے گا لیکن کفار نے جب
 حضور کو پہاڑی کے اوپر جاتے ہوئے دیکھا تو فیصلہ کن حملہ کرنے کے لئے ادھر بھاگے۔ ان کی
 نیت یہ تھی کہ وہ حضور کی شمع حیات کو گل کر دیں اس مقصد میں تو انہیں منہ کی کھانی پڑی بعض
 بد بختوں نے دور سے پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ
 جب حضور پہاڑی کے اوپر چڑھ رہے تھے تو حضور کی معیت میں صرف گیارہ انصاری اور ایک
 مہاجر طلحہ بن عبید اللہ تھے۔ مشرکین نے پیچھے سے آیا۔ حضور پر نور نے فرمایا۔ **أَلَا أَحَدٌ**
يَهْدِي لَنَا سَبِيلَهُ ”کیا تم میں سے کوئی ہے جو ان کا راستہ روکے۔“ طلحہ نے عرض کی میں یا رسول
 اللہ! فرمایا تم جہاں ہو ٹھیک ہو۔ کوئی اور۔ ایک انصاری نے عرض کی **”فَأَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ“**
”اے اللہ کے پیارے رسول! یہ غلام حاضر ہے۔“ وہ انصاری ان حملہ آوروں سے برسر
 پیکار ہو گیا۔ اتنے میں حضور اوپر چڑھتے گئے۔ کچھ دیر بعد اس انصاری کو شہید کر دیا گیا۔
 حضور نے پھر وہی سوال دہرایا۔ حضرت طلحہ نے عرض کی میں حاضر ہوں۔ حضور نے انہیں
 دوبارہ صبر کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور ایک دوسرے صحابی نے ان سے لڑنا شروع کر دیا اور
 حضور نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

پھر یہ انصاری بھی شہید کر دیا گیا یہاں تک کہ گیارہ کے گیارہ انصاری اپنے آقا کے
 دشمنوں کے سامنے آڑے آتے رہے اور جانیں قربان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کفار کے
 اس ریلے کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف دو شخص رہ گئے ایک رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ

و سلم اور ایک حضور کے جانباز صحابی حضرت طلحہ۔ پھر حضرت طلحہ ان کفار کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے اور جتنی مزاحمت ان گیارہ جاں نثاروں نے کی تھی اتنی دیر تک ایک طلحہ نے کی اور ان کو ایک انچ آگے نہ بڑھنے دیا یہاں تک کہ ان کی انگلیاں کٹ گئیں اور ہاتھ شل ہو گیا ان سب کو نبی کریم نے جنت میں اپنا رفیق ہونے کے عہدہ سے خورسند فرمایا۔ (۱)
ایک دوسرے موقع پر کفار نے حضور کو اپنے گھیرے میں لے لیا حضور نے فرمایا هَجَّ رَجُلٌ يَشْتَرِي لَنَا "کون مرد ہے جو ہمارے لئے اپنی جان کا سودا کرے۔" تو زیاد بن شکن یا ان کے بھتیجے عمار بن یزید بن شکن اٹھ کھڑے ہوئے اور دشمن کے زخموں کو توڑنا شروع کیا وہ دشمن کو بھگانے میں تو کامیاب ہو گئے لیکن زخموں سے چور چور ہو گئے انہیں چودہ گہرے زخم لگے تھے۔ جب دشمن بھاگ گئے تو حضور نے فرمایا اَذْنُوْهُ هَيْتِ "میرے محبت و لطفگار کو میرے قریب لے آؤ۔" انہیں اپنے آقا کے قریب لایا تو انہوں نے حضور کے قدموں پر اپنے رخسار رکھ دیئے اور اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔

فَبَاتَ دَخْدًا عَلَى قَدَمِهِ الشَّرِيفَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سہ پتیر یکدم و گردند زیب فتراکش خوشا نصیب غرالے کہ زخم او کاریست
ایک موقع پر ایک ایمان افروز منظر دیکھنے میں آیا محبوب رب العالمین تشریف فرما ہیں مشرکین نے چاروں طرف سے یلغار کر دی ہے۔ ایک جانب سے شیر خدا علی مرتضیٰ اپنی شمشیر حیدری لہراتے ہوئے شیر کی طرح گرجتے ہوئے کفر کی صفوں کو الٹ رہے ہیں پھر اسی طرح عکرمسین ابی جمل کے دستہ پر حملہ کر کے انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیتے ہیں دوسری طرف سے ابو دجانہ، موت کا سرخ دوپٹہ سر پر باندھے رسالت مآب کی عطا فرمودہ تلوار سے کفر و شرک کے سرخونوں کو خاک و خون میں تڑپاتے جا رہے ہیں تیسری طرف سے عسکر رسالت کا بے مثل اور بے عدیل تیراقلن حضرت سعد، لشکر کفار پر بجلیاں گرا رہے ہیں اور چوتھی سمت سے حباب بن منذر، کفر و طاغوت کی فوجوں پر قہر الہی بن کر گر رہے ہیں۔ کفار نے ایک بار حضرت حباب پر یکبارگی حملہ کر دیا افواہ اڑ گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے لیکن تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ آپ اپنی تلوار لہراتے ہوئے دشمن کا زخہ توڑ کر باہر نکل آئے اور انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت طلحہ بڑے زبردست اور ماہر تیراقلن تھے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ ان کے ترکش میں جتنے تیر تھے سب نکال کر سامنے رکھ دیئے اور دشمن

کو خوب ٹاک ٹاک کر اپنے تیروں کا نشانہ بناتے رہے جب کوئی شخص ترکش میں تیر لئے ہوئے وہاں سے گزرتا تو سرکارِ دو عالم اسے فرماتے کہ اپنے تیر طلحہ کے سامنے بکھیر دو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سر مبارک اٹھا اٹھا کر جنگ کا نظارہ فرماتے تو آپ عرض کرتے۔

”يَا بَنِيَّ اللَّهُ! يَا بَنِيَّ أَنْتَ وَأَنَا لَا تُشْرِفُ يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ
سَهْمِ الْقَوْمِ نَحْنُ دُونَ نَحْرِكَ“

”اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان! سر مبارک اوپر نہ اٹھائیں۔ مبادا دشمن کا کوئی تیر آگے میری گردن حضور کی گردن پر ٹکرائے ہو۔“ (۱)

خوف و دہشت کے عالم میں نعمتِ اطمینان

یومِ احد، اہل اسلام کو جس خوف و دہشت کا سامنا کرنا پڑا وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مجاہدین کو اطمینان و سکون سے معمور کر دیا تھا۔ اس وقت بھی انہیں اونگھ آ جاتی تھی۔ بسا اوقات بعض مجاہدین کے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرزند ان اسلام پر یہ خصوصی انعام تھا اور نہ اس دہشت انگیز ماحول میں اگر دل بھی ہراساں اور خوفزدہ ہو جاتے تو معلوم نہیں اس معرکہ کا انجام کس قدر ہولناک ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس نعمت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مَرًّٔ بَعْدَ الْغَمِّ أَمْنَةً نُّعَاسًا يَغْشَى طَآئِفَةً
مِّنْكُمْ ۚ

”پھر اتاری اللہ تعالیٰ نے تم پر غم و اندوہ کے بعد راحت (یعنی) غنودگی جو
چھار ہی تھی ایک گروہ پر تم میں سے۔“ (آل عمران: ۱۵۴)

ہراس و سراسیمگی کے عالم میں جانفروشی کے زندہ جاوید نقوش

لشکر اپنے قائد کی کمان میں دشمن سے برسریکا رہا۔ جنگ طے شدہ منصوبے کے مطابق لڑی جا رہی ہو۔ عمومی حالات تسلی بخش ہوں۔ تو کئی کمزور دلوں سے بھی بڑی بڑی جرأت کے

کارنامے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اثنائے جنگ طاقت کا توازن بگڑ رہا ہو۔ صفیں درہم برہم ہو رہی ہوں۔ قائد لشکر لاپتہ ہو۔ اور اس کے قتل کی افواہیں زور و شور سے پھیل رہی ہوں۔ تو ان حالات میں بڑے بڑے شیر دل بھی حوصلہ ہاریٹھتے ہیں ایسے میں شاذ و نادر ہی جوہر شجاعت کی کوئی کرن کہیں چمکتی ہے۔ تاکیدی احکام کے باوجود تیر انداز دستے کی اکثریت کا اپنے مورچہ سے غائب ہو جانے کے بعد جنگ کے حالات نے جو پلٹا کھایا۔ ان کی تفصیلات آپ پڑھ رہے ہیں۔ خالد بن ولید کے گھڑ سواروں نے پشت کی طرف سے بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کر کے کھرام مچا دیا۔ ذات پاک مصطفیٰ علیہ النبیۃ والسلام کی شمع حیات کو گل کرنے کے لئے انہوں نے اپنی جملہ ناپاک مساعی وقف کر دیں اور حضور کو شہید کر دینے کا اعلان کر دیا۔ حضور کی شہادت کا صدمہ جان نثاروں کے لئے قیامت سے کم نہ تھا۔ ان کے حواس باختہ ہو گئے۔ عقل نے سوچنے سے معذوری ظاہر کر دی لیکن آغوش نبوت کے فیض تربیت سے فیض یاب ہونے والوں میں چند ایسی بے مثل و بے عدیل ہستیاں بھی تھیں جنہوں نے یاس و ہراس کے ان اذیت ناک لمحوں میں ایثار و قربانی کی ایسی شمعیں روشن کیں جو آج بھی منزل جانوں کے سرشار راہ نور دوں کے لئے نور بکھیر رہی ہیں اور تاقیامت ضیاء پاشیاں کرتی رہیں گی۔ آپ بھی ان پاکباز اہل ایمان کے چند واقعات کا مطالعہ فرمائیں تاکہ آپ کے دل کی دنیا کے در و بام بھی چمکنے لگیں۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ

مشہور صحابی، خادم بارگاہ رسالت حضرت انس کے چچا ہیں۔ انہیں کے نام پر ان کے اس بھتیجے کا نام انس رکھا گیا۔ یہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس غیر حاضری کا انہیں بہت دکھ تھا۔ کہا کرتے حق و باطل کے درمیان یہ پہلا معرکہ تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکت فرمائی اور میں اس سعادت سے محروم رہا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے پھر ایسا موقع ارزانی فرمایا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ دین حق کو سربلند کرنے کے لئے میں کیا کلام انجام دیتا ہوں۔ جب احد کا معرکہ پیش آیا تو یہ اس میں شریک ہوئے۔ اس جنگ میں وہ سانحہ رونما ہوا کہ مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی آپ فرماتے ہیں میں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ لِنَبِيِّكَ مِمَّا صَنَعْتُ هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا فَعَلْتُ هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

”اٹھی جو کچھ مسلمانوں سے سرزد ہوا میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں اور جو کچھ مشرکین نے کیا ہے اس سے میں لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں۔“

پھر اچانک میرا گزرا ایسی جگہ سے ہوا جہاں چند مہاجر اور انصار مایوسی کے عالم میں بیٹھے تھے میں نے پوچھا اس طرح کیوں بیٹھے ہو۔ انہوں نے بڑی بے بسی سے کہا حضور شہید ہو گئے ہیں اب ہم کیا کریں۔ میں نے ان کو جھڑکتے ہوئے کہا۔ ”مَا تَصْنَعُونَ بِالْحَيَاةِ بَعْدَهَا“ کہ حضور کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے۔ قَوْمًا وَمُوتُوا عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٹھو اور اس مقصد کے لئے جان دے دو جس مقصد کے لئے ہمارے آقا نے جان دی۔

انہیں یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے۔ جبل احد کے پاس سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا۔ انس۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ وہ کفار کی صفوں میں گھس گئے وہ بار بار کہتے تھے۔

وَاَهْلُ الْبَيْتِ الْجَنَّةِ وَرَبِّ النَّصْرِ۔ اِنِّي لَكَا جِدُ رِيحَهَا مِنْ دُونِ اُحُدٍ

”واہ! مجھے جنت کی خوشبو آرہی ہے نصر کے پروردگار کی قسم! میں جنت کی مہک جبل احد کی طرف سے محسوس کر رہا ہوں۔“

پھر وہ دشمن سے مصروف پیکار رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔ ان کے بھتیجے حضرت انس کہتے ہیں کہ تلواروں، نیزوں اور تیروں کی اسی سے زیادہ ضربیں ان کے جسم پر لگی ہوئی تھیں۔

مشرکین نے ان کو زخموں سے چور چور کر کے قتل کرنے پر ہی اتفانہ کی بلکہ بڑی بے دردی سے ان کی لاش کا مسئلہ کیا ان کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ان کی آنکھیں نکال دیں ناک اور کان کاٹ دیئے ان کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی بہن نے ان کی انگلی کے ایک پورے یا تل کے نشان سے ان کو بمشکل پہچانا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (۱)

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ۔

”اہل ایمان میں ایسے جو انہر د ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔“

(الاحزاب: ۲۳)

عباس بن عبادہ، خارجہ بن زید۔ اور اوس بن ارقم رضی اللہ عنہم
 شیعہ اسلام کے یہ پروانے نعرے لگاتے ہوئے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو پکارتے ہوئے
 میدان جہاد میں نکلے حضرت عباس فرما رہے تھے۔

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ. اَللّٰهُ وَبَيْتُكُمْ هَذَا الَّذِيْ اَصَابَكُمْ
 بِمَعْصِيَةِ بَيْتِكُمْ فَوَعَدَكُمْ النَّصْرَ مَا صَبَرْتُمْ۔

”اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ اور اپنے نبی کی اطاعت کرو۔ یہ مصیبت جو
 تمہیں پہنچی ہے اپنے نبی کی نافرمانی کے باعث پہنچی ہے انہوں نے تم سے
 نصرت کا وعدہ کیا تھا۔ جب تم صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔“

پھر انہوں نے اپنا خود اور اپنی زرہ اتاری اور حضرت خارجہ کو کہا، کیا تمہیں ان کی ضرورت
 ہے انہوں نے کہا نہیں میں بھی اس چیز کا متشی ہوں جس کے تم امیدوار ہو۔ پس وہ تینوں
 دشمن کے اندر گھس گئے۔ حضرت عباس کہنے لگے۔

مَا عَذْرُنَا عِنْدَ رَبِّنَا۔ اِنْ اُصِيبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَمِنَّا عَيْنٌ نَّظَرْتُ۔

”اگر ہم میں سے کوئی آنکھ جھپک رہی ہو اور پھر حضور کو کوئی تکلیف پہنچے تو
 ہم اپنے رب کی بدگاہ میں کوئی عذر پیش نہ کر سکیں گے۔“

حضرت خارجہ نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے کہا بیشک۔ ہمارے پاس کوئی عذر نہ ہو گا۔
 اور کوئی حجت نہیں ہوگی چنانچہ اسلام کے تینوں شیر کفر کے زرہ پوشوں سے ٹکرائے۔ سفیان
 بن عبد شمس نے حضرت عباس کو شہید کر دیا پھر کفار نے حضرت خارجہ کو اپنے نیزوں سے
 گھائل کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ غش کھا کر گر پڑے صفوان بن امیہ نے آگے بڑھ کر اس
 عاشق صادق کا سرتن سے جدا کر دیا۔ ان کے بعد سب نے ہلہ بول کر حضرت اوس کو بھی اپنی
 منزل گہ شہادت پر فائز کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حضرت خارجہ پر نزع کی حالت طاری تھی ان کی آنتیں پیٹ سے باہر نکلی ہوئی تھیں ان کو تیرہ
 گہرے زخم لگے تھے اور ہرزخم جان لیوا تھا۔ اس حالت میں ان کے پاس سے حضرت مالک بن
 دحسّم رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ انہوں نے حضرت خارجہ کو کہا۔ اب اپنے آپ کو ہلکان کرنے
 سے کیا فائدہ۔ آپ نے سنا نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کر دیا گیا ہے اس جاں
 بلب متوالے نے یہ ایمان افروز جواب دے کر اہل محبت کی لاج رکھی لی۔ آپ نے کہا۔

إِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قُتِلَ
فَرَأَى اللَّهُ حَقِّي لَا يَمُوتُ قَدْ بَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَاتِلْ عِنْدَ دِينِكَ -

”یعنی اگر ہمارے آقا اور اللہ کے رسول کو شہید کر دیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ تو
زندہ جاوید ہے اسے تو موت نہیں آتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے اللہ کا دین پہنچا دیا اب آؤ اس کے دین پر جہاد کرو۔“

اسی مالک بن دُحْشَم کی ایک دوسرے بے مل محبت سے آنکھیں چار ہوئیں۔ زخموں سے چور
حضرت سعد بن ربیع خاک و خون میں غلطاں و پچاں ہیں۔ انہیں بھی جسم کے مختلف حصوں میں
بارہ کاری زخم لگے ہوئے ہیں۔ ان کا ہر زخم بھی انہیں قتل کرنے کے لئے کافی ہے انہیں اس
حالت میں دیکھ کر مالک نے پوچھا اے سعد! تمہیں علم ہے کہ حضور شہید کر دیئے گئے آپ نے
نیم وا آنکھیں کھولیں اور قیامت تک آنے والے مدعیان محبت کے سامنے عشق و محبت کی گراں
بار ذمہ داریوں کو واشگاف الفاظ میں بیان کر دیا۔ فرمایا

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَلَغَ رَسُولًا
رَبِّهِ فَقَاتِلْ عَنْ دِينِكَ فَإِنَّ اللَّهَ حَقِّي لَا يَمُوتُ -

”میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے
رب کا پیغام پہنچا دیا ہے اب تم اپنے دین کی حفاظت کے لئے جہاد کرو
بیشک اللہ تعالیٰ زندہ جاوید ہے۔ اسے موت نہیں آ سکتی۔“ (۱)

مردہ باد! جانِ عالم بخیریت ہیں

کافی دیر تک مسلمان گوگو کی حالت میں رہے۔ کفار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت
کی افواہ کو زور شور سے پھیلا رہے تھے مسلمانوں کی صفوں کا منتشر ہو جانا اور اس جیسے کئی اور قرآن
تھے جو اس افواہ کی بظاہر تصدیق کر رہے تھے۔ اس اثناء میں کئی کمزور دل اور کمزور ایمان
میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور مدینہ طیبہ جا پہنچے۔ جب یہ ٹولی مدینہ میں داخل ہو
رہی تھی تو ان کا سامنا مجاہدہ غازیہ ام ایمن سے ہو گیا۔ اس باغیرت خاتون نے زمین سے خاک
اٹھا اٹھا کر ان کے منہ پر پھینکی شروع کر دی اور اسے کما حاکِ الْمَغْزَلِ فَأَغْزَلَ بِهِ وَأَعْطَانِي

سَيِّفَكَ“ ”یہ لوچر خہ جاؤ سوت کا تو۔ مجھے دوا اپنی تلوار میں جا کر دشمن سے جنگ کرتی ہوں۔“ بعض لوگ حیران و ششدر تھے کہ وہ ان حالات میں کریں تو کیا کریں لیکن بعض شیردل لوگوں کا حوصلہ بڑھا رہا ہے تھے۔ حالت یاس میں بیٹھ جانے والوں سے کہہ رہے تھے۔ اٹھو جس دین کی سربلندی کے لئے ہمارے آقا نے جان دی اس کے پرچم کو اونچا لہرانے کے لئے ہم بھی اپنے سر قربان کر دیں۔ حضور کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔

ان حیات آفریں جملوں نے جذبات میں ایک طوفان برپا کر دیا بکھرے ہوئے مجاہد اپنے طور پر باطل سے نکلوا کر اسے پاش پاش کرنے لگے۔ یا خود نکلے نکلے ہو کر زمین پر گر گئے۔ سعد بن ربیع۔ انس بن نضر۔ خارجہ بن زید۔ اس سرفروش گروہ کے سرخیل تھے۔ ان کے علاوہ قتلص جانبازوں کا ایک گروہ تو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے محبوب نبی سے جدا نہ ہوا تھا۔ کوئی خود ڈھال بن کر جان عالم پر جھکا ہوا ہے۔ کوئی قدموں میں بیٹھ کر اپنے ہادی کے دشمنوں پر تیروں کی موسلا دھار بارش کر رہا ہے اور اپنے آقا سے دعائیں لے رہا ہے کوئی دشمن کی صفوں میں گھس کر ان کے زرخے کو توڑ رہا ہے۔ ہر شخص مختلف نوعیت کی کیفیات سے دوچار ہے لیکن سراسیمگی اور ہراس نے سب کا قلبی سکون درہم برہم کر دیا ہے۔

اس اثناء میں کعب بن مالک کی نگاہ دوچمکتی ہوئی آنکھوں پر پڑتی ہے، جو محل مازغ سے سرگمیں ہیں، جو انوار الہی کی تجلی گاہ ہیں، جن میں رحمت، ایثار اور ہمدردی کے سمندر سمٹے ہوئے ہیں۔ کعب فوراً پہچان لیتے ہیں۔ کہ یہ تو وہ چشم نیم باز ہے جس کے تیر مژگان کا میں صید زیوں ہوں۔ جس کی پہلی نظر نے مجھے اپنا متوالا بنا لیا تھا۔ فوراً بلند آواز سے اعلان کرتے ہیں۔

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ ابْشِرُوا هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اے مشاقل جمال احمدی! مبارک باد۔ یہ ہیں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔“

سرکار دو عالم نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ان کا خود جو زرد رنگ کا تھا اپنے سر اقدس پر پہن لیا اور اپنا خود اتار کر کعب کے سر پر رکھ دیا حضرت کعب کہتے ہیں کہ جب دشمن نے میرے سر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خود دیکھا تو مجھے ہی رسول اللہ سمجھ لیا اور مجھے اپنے حملوں کا ہدف بنا لیا۔ مجھے بیس سے زیادہ ضربیں لگیں، جو بھی مجھے ضرب لگاتا تھا۔ یہی خیال کر کے لگاتا تھا کہ میں رسول اللہ ہوں۔ لیکن اہل ایمان نے جب میرا اعلان سنا تو پروانوں کی طرح اڑتے چلے آئے جب اپنے آقا کو بخیریت اور صحیح و سالم دیکھا تو ان کی خوشی کی حد نہ رہی انہیں اپنے سارے دکھ اور درد بھول گئے جن مجاہدوں کے جسم زخموں سے چور تھے انہیں یوں محسوس

ہونے لگا جیسے انہیں کوئی خراش تک نہیں آئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو لے کر گھاٹی کی بلندی کی طرف تشریف لے گئے اس وقت حضور کے ہمراہ درج ذیل حضرات تھے۔ ابو بکر صدیق، عمر فاروق اعظم، سیدنا علی مرتضیٰ، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام، حارث بن العسمرہ اور مسلمانوں کی ایک اور جماعت۔ (۱)

زخموں پر مرہم پٹی

مرشدانس و جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب احد کی گھاٹی میں پہنچے تو کفار کے حملوں سے قدرے سکون ملا۔ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے زخموں کی مرہم پٹی کی طرف توجہ کی جن سے اس وقت بھی خون بہ رہا تھا پہلے اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے۔ تاکہ حضور نوش فرمائیں۔ لیکن اس پانی سے ایک قسم کی بو آرہی تھی حضور نے اسے پینا گوار نہ کیا۔ رخ انور پر جو خون لگا ہوا تھا۔ اس کو صاف کیا گیا اور سرمہ لک پر پانی ڈالا گیا۔ محمد بن مسلمہ نے محسوس کیا کہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیاس لگی ہوئی ہے پانی کی تلاش میں پہلے ان مسلم خواتین کے پاس آئے۔ جو مشکیں بھر بھر کر اپنے کندھوں پر اٹھا کر زخموں کو پانی پلاتی رہی تھیں شاید ان کے پاس حضور کے پینے کے لئے پانی ہو۔ لیکن ان سب کے مشکینزے خالی تھے پھر قاتل کے نالے پر گئے وہ صاف پانی سے بھرا ہوا بہ رہا تھا۔ وہاں سے برتن بھرا یہ پانی بہت ٹھنڈا اور میٹھا تھا سرکلہ دو عالم نے اسے نوش فرمایا۔ اور اپنے خلوام کے لئے دعا خیر فرمائی۔ (۲)

شیخین امام بخاری اور امام مسلم۔ نیز بیہقی اور طبرانی نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور جگ احد میں زخمی ہو گیا تھا۔ سامنے والے چار دانت شہید ہو گئے تھے اور خود کے دو حلقے رخسار گلکوں میں پیوست ہو گئے تھے۔ جب جگہ رکی۔ تو سیدہ نسیم العالمین رضی اللہ عنہا جو پہلے مجاہدین کو پانی پلا رہی تھیں تشریف لے آئیں۔ اور حضور کے گلے لپٹ گئیں اور زخم دھونے لگیں سیدنا علی پانی ڈالتے جا رہے تھے اور حضرت سیدہ زخم دھورہ تھیں خون صاف کر رہی تھیں لیکن خون رکنے میں نہیں آ رہا تھا بلکہ تیزی سے بہنے لگا تھا۔ حضرت سیدہ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اس کو جلایا جب اس کی

راکھ بن گئی تو اسے زخموں پر چھڑکا وہ راکھ زخموں پر چپک گئی۔ اور خون رستا بند ہو گیا۔ مرہم پٹی کے بعد نبی کریم اٹھے۔ تاکہ اس وادی کے ٹیلے پر چڑھ کر بلندی سے میدان جنگ کا مشاہدہ فرمائیں جسہ الطہر زخمی حالت میں تھا۔ چوٹی کافی اونچی تھی اوپر چڑھنے میں دشواری ہو رہی تھی حضرت طلحہ بن عبید اللہ آگے بڑھے۔ اور اکڑوں ہو کر بیٹھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک ان کی پیٹھ پر رکھا اور انہیں جنت کی خوشخبری دیتے ہوئے بلندی پر چڑھ گئے فرمایا۔ ”أَوْجَبَ طَلْحَةُ“ ”طلحہ نے یہ خدمت بجا کر اپنے آپ کو جنت کا مستحق قرار دے دیا ہے۔“

بارگاہِ خداوندی میں دُعا

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند جان نثار صحابہ کی معیت میں جب گھاتی میں تشریف فرما تھے تو مشرکین کی فوج کا ایک سوار دستہ سامنے والی اونچی چوٹی پر چڑھ آیا اس دستہ میں خالد بن ولید اور کئی دوسرے بہادر شامل تھے۔ حضور نے جب انہیں دیکھا تو اپنے رب قدر کی بدگاہ بے کس پناہ میں دست دعا پھیلا کر بڑی دردمندی سے التجا کی۔

اللَّهُمَّ لَا قُوَّةَ لَنَا إِلَّا بِكَ. وَلَيْسَ أَحَدٌ يَعْبُدُكَ بِهَذِهِ الْبَلَدَةِ
فَاتَّخَذُوا لَكَ الشُّفْعَةَ وَلَا تُهْلِكْهُمْ اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ
يَعْلُونَا.

”اے اللہ! حیرے بغیر ہمارے پاس کوئی قوت نہیں اور ان لوگوں کے بغیر

اس شہر میں کوئی اور تیری عبادت نہیں کرتا۔ پس تو انہیں ہلاک نہ کرنا یا

اللہ! مشرکین کے اس دستہ کو اوپر چڑھنے کی ہمت نہ دے۔“

مسلمانوں کے حیر اندازوں نے جن میں حضرت فداوق اعظم پیش پیش تھے ان پر تیروں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ وہ اس بلند جگہ کو خالی کرنے پر مجبور ہو گئے اور مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس چوٹی پر قبضہ کر لیا۔ (۱)

زخموں کی وجہ سے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز بیٹھ کر پڑھی۔ صحابہ کرام نے بھی حضور کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ اس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام بھی اس جنگ میں شدید زخمی ہوئے تھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی ان میں سکت نہ تھی۔

کینہ توزی۔ سنگدلی اور کمینگی کی انتہا

ہند زوجہ ابو سفیان اور اس کے ساتھ آنے والی مکہ کی دوسری عورتوں کی آتش انتقام ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔ جب جنگ کی شدت کم ہوئی اور اس کے اختتام کے آئندہ نظر آنے لگے تو ہند اپنی ان سہیلیوں کو ہمراہ لے کر مسلمان شہداء کی نعشوں پر گئی۔ اور ان کا بڑی بے دردی سے مثلہ کیا۔ ان کی ٹاک اور کان کاٹ لئے ان کی آنکھیں نکال لیں سید الشہداء اسد اللہ واسد رسولہ حضرت حمزہ کے بارے میں تو ان کے بغض و عناد نے انہیں مجبور کر دیا کہ ان کا شکم چاک کریں۔ ان کا دل اور جگر نکالیں۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کریں اور انہیں کچا چبالیں انہوں نے فی الواقعہ آپ کے جگر کو کچا چبانے کی مذموم کوشش بھی کی۔ لیکن اندر نگل نہ سکیں اور انہیں لاچار ہو کر باہر تھوکنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ کے جن مقبول بندوں کے انہوں نے ٹاک اور کان کاٹے تھے انہیں زمین میں دفن نہیں کیا۔ انہیں کیس پھینک نہیں دیا بلکہ ان کے ہار پروئے، ان کے گجرے بتائے۔ ان کے بازو بند اور چوڑیاں پروئیں پھر انہیں گلوں میں ہاروں کی طرح پہنا۔ بازوؤں پر باندھا۔ اور کلائیوں کو ان کے کنگٹوں سے آراستہ کیا۔ یہ سب کچھ اس ہندہ نے کیا اور کرایا جس کو ابھی چند لمحے پیشتر حضرت ابو دجنہ نے اپنی تلوار کی زد میں لا کر معاف کر دیا تھا۔ کہ مبادا سرور عالم کی تلوار ایک عورت کے خون سے رنگین ہو۔ کفر، انسان کو جوہر انسانیت سے محروم کر دیتا ہے اس کی سوچ کو عقیم بنا دیتا ہے۔

لشکر کفار کی مکہ واپسی سے پہلے نعرہ بازی

جب جنگ بند ہو گئی اور دونوں لشکر الگ الگ ہو گئے تو ابو سفیان اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں آیا جہاں فرزند ان اسلام اکٹھے تھے اور بلند آواز سے پکارا اِنِّی الْقَوْمُ مُحَمَّدٌ دُفِئَا اَیُّی دُفِئَا) ”کیا تم میں محمد ہیں؟“ یہ سوال اس نے تین بار دہرایا نبی کریم نے جواب دینے سے منع فرما دیا دوسرا سوال اس نے یہ پوچھا۔ اَفَیْکُمْ اِبْنُ اَیُّی مُخَافَۃٌ ”کیا تم میں ابو خفافہ کے بیٹے ابو بکر ہیں۔“ حضور نے اس کا جواب دینے سے بھی روک دیا تیسرا سوال اس نے یہ پوچھا۔ ”اَفَی الْقَوْمِ اِبْنُ الْخَطَّابِ“ ”کیا قوم میں خطاب کے بیٹے عمر موجود ہیں۔“ اس کا جواب دینے کی اجازت بھی نہ ملی۔ ابو سفیان کے صرف ان حضرات کے بارے میں سوال کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے نزدیک بھی اسلام کی ترقی اور ملت اسلامیہ کی بقا کا

تعلق ان تین حضرات کی بقا سے وابستہ تھا۔ جب ان تینوں سوالات کے جواب میں خاموشی اختیار کی گئی تو ابو سفیان خوشی خوشی اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے لشکریوں کے پاس گیا اور انہیں جا کر یہ خوشخبری سنائی کہ یہ تینوں قتل ہو گئے ہیں۔ اس کی یہ بات سن کر حضرت فروع کو یارائے ضبط نہ رہا۔ عرض کی ”يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَلَا أُحْيِيهِ“ یا رسول اللہ! کیا میں اس کا جواب نہ دوں۔ ”قَالَ بَلَى“ ”فرمایا بیشک دو۔“ حضرت عمر گرج کر بولے۔ اے اللہ کے دشمن! تم جھوٹ بک رہے ہو۔ تجھے ذلیل و رسوا کرنے کے لئے ہم تینوں کو اللہ تعالیٰ زندہ رکھے ہوئے ہے۔

ابو سفیان نے اپنی خفت مٹاتے ہوئے نعرہ لگایا۔ ”أَعْلُ هُبَلٍ وَأَظْهَرُ دِينِكَ“ ”اے ہبل تیری شان اونچی ہو۔ اپنے دین کو غالب کر۔“ رحمت عالم نے حضرت عمر کو فرمایا نعرہ کا جواب نعرہ سے دو آپ اٹھے اور نعرہ لگایا۔ ”اللَّهُ أَعْلَى وَأَجَلُ“ ”اللہ سب سے اعلیٰ اور بزرگ ہے۔“

ابو سفیان پھر چیخا۔ ”أَعْلُ هُبَلٍ وَأَظْهَرُ دِينِكَ“ ”پھر کہنے لگا یہ دن بدر کے دن کے بدلے میں ہے۔“

فَقَالَ أَبُو سَفْيَانَ يَوْمَ يَوْمٍ بَدِيْلًا إِنَّ الْيَوْمَ دَدَلٌ وَلَاتُ
الْحَرْبُ بِمَجَالٍ - فَيَوْمٌ عَلَيْنَا وَيَوْمٌ لَنَا - وَيَوْمٌ لَنَا وَيَوْمٌ لَنَا
وَحَنَظْلَهُ بِحَنَظْلِهِ وَفُلَانٌ بِفُلَانٍ

”یہ دن بدر کے دن کے بدلہ میں ہے۔ ایام پھرتے رہتے ہیں اور جنگ کنوئیں کے ڈول کی طرح کبھی اوپر کبھی نیچے کسی روز ہمیں شکست ہوتی ہے اور کسی روز ہم فتح حاصل کرتے ہیں کسی روز ہمیں دکھ پہنچایا جاتا ہے اور کبھی ہمیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ حنظلہ کے بدلہ میں حنظلہ (ابو سفیان کے ایک بیٹے کا نام ہے جو بدر میں مارا گیا تھا) فلاں کے بدلے میں فلاں۔ معاملہ برابر۔“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر کو فرمایا کہ معاملہ برابر نہیں۔ ہمارے مقتول جنت میں اور تمہارے جہنم کا ایندھن برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔

پھر ابو سفیان نے کہا۔ ”لَنَا عُذْرِي وَلَا عُذْرِي لَكُمْ“ ”ہمارے پاس عزی جیسا خدا ہے تمہارے پاس کوئی عزی نہیں۔“

حضور کے حکم سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكَھَا ”اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔“

ابو سفیان نے اس نوک جھونک کے بعد حضرت عمرؓ کو کہا کہ ذرا آئیے! میری ایک بات سنئے حضورؐ نے فرمایا عمرؓ، جلو سنو کیا کہتا ہے۔ اس نے پوچھا۔ اَقْتَلْنَا مُحَمَّدًا ”کیا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے۔“

آپؐ نے فرمایا بخدا ہرگز نہیں۔ حضور اب بھی تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ ابن قتیئہ نے تو انہیں بتایا ہے کہ اس نے آپؐ کو قتل کر دیا ہے لیکن میرے نزدیک آپؐ لوگ اس سے سچے ہیں اور حق گو ہیں۔

آخر میں ابو سفیان نے کہا کہ تم ہم پر خشمناک ہو کہ ہم نے تمہارے مقتولوں کا مسئلہ کیا ہے بخدا نہ میں اس حرکت پر خوش ہوں اور نہ میں نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور نہ حکم دیا ہے۔ آئندہ ہمارا تمہارا مقابلہ پورے ایک سال بعد بدر الصغریٰ کے مقام پر ہو گا۔ جو بیسٹ کے قریب ایک گاؤں ہے جہاں نخلستان اور کھیت بہت سرسبز و شاداب ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمیں تمہارا یہ چیلنج منظور ہے۔ (۱)

مدینہ منورہ پر کفار کی یلغار کا امکان اور اس کا سد باب

ابو سفیان نے واپس آ کر اپنے لشکر کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدشہ ہوا کہ کہیں ابو سفیان مدینہ پر چڑھائی نہ کر دے اس طرح بچوں اور خواتین کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ چنانچہ حضورؐ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو لشکر کفار کی نقل و حرکت کی نگرانی کا حکم دیا۔ (۲)

فرمایا اگر وہ اونٹوں پر سوار ہوئے اور گھوڑوں کو قتل میں لے کر چلے تو اس سے معلوم ہو گا کہ وہ واپس مکہ جا رہے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اونٹوں کو یونہی ساتھ لے لیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ۖ وَلَإِنْ سَادُوا إِلَيْهَا لَا أَسِيرَنَّ إِلَيْهِمْ شَتًّا

لَا تَاْخُذْهُمْ

”اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اگر انہوں نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی تو میں فوراً ان کے تعاقب میں جاؤں گا اور انہیں جنگ کا چیلنج دوں گا۔“

سیدنا علی مرتضیٰ وادی عقیق تک ان کی نقل و حرکت دیکھنے کے بعد واپس آئے اور آکر عرض کی۔ کہ وہ اونٹوں پر سوار ہوئے ہیں اور گھوڑوں کو کوتل میں لے کر جا رہے ہیں ان میں سے چند سر پھروں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینہ خالی ہے اسے لوٹے چلیں۔ لیکن صفوان بن امیہ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اس نے کہا کہ اپنی بنی بنی بات کیوں بگاڑتے ہو چپ کر کے نکل جاؤ اس کو غنیمت جاؤ۔

ابوسفیان، جب مکہ واپس پہنچا تو گھر جانے سے پہلے ہبل کی استھان پر گیا اور بڑے نیاز مندانہ لہجہ میں کہا

اَلْعَمَّتْ وَنَصَّرَتْنِي وَشَفَيْتْ نَفْسِي مِنْ مُحَمَّدٍ وَاصْحَابِهِ
حَلَقَ رَاسَهُ

”اے ہبل تو نے ہم پر بڑا انعام کیا۔ میری مدد کی۔ اور میرے دل میں انتقام کا جو روگ تھا اسے شفا بخشی پھر اس نے اظہار عقیدت کے لئے اپنا سر منڈوا دیا۔ (۱)

شہیدانِ حُسنِ ازل کی خبر گیری

جب لشکر کفار میدان احد سے کوچ کر گیا۔ تو اب مسلمان اپنے شہداء کی خبر گیری کے لئے ان کی تلاش میں نکلے۔ جس شہید کی نعش ملی وہ مثلہ شدہ تھی۔ اس کی ناک اور کان کٹے ہوئے تھے۔ حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ البتہ حنظلہ کی لاش صحیح و سلامت تھی۔ شاید اس لئے کہ ان کا باپ ابو عامر فاسق تھا۔ جو لشکر کفار میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے شرب سے چل کر آیا تھا۔ حاکم اور بیہقی، حضرت زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون سعد بن ربیع کی خبر لے آئے گا وہ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں کیونکہ میں نے دیکھا کہ بیک وقت بارہ نیزے ان میں گھونپے جا رہے تھے محمد بن مسلمہ یا ابی

بن کعب نے کہا میں حاضر ہوں۔ محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ میں ان کی تلاش میں پھرتا رہا آخر میں نے انہیں ڈھونڈ لیا۔ وہ نزع کی کیفیت میں تھے۔ ان کے جسم پر نیزوں تلواروں اور تیروں کے سترے زیادہ زخم تھے میں نے انہیں حضور کا سلام پہنچایا نیز پوچھا کیا حل ہے؟ کہا آخری سانس لے رہا ہوں میری طرف سے میرے آقا کی خدمت میں ہدیہ سلام پیش کرنا پھر کہنا سعد عرض کرتا تھا۔

جَزَاكَ اللهُ عَنَّا خَيْرًا جَزَىٰ نَبِيًّا عَنْ أُمَّتِهِ

”اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا دے جو جزا اس نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہے۔“

نیز یہ بھی عرض کرنا۔ کہ احد کے دامن سے میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ اپنے جان جاناں کو پیغامات نیاز و محبت پیش کرنے کے بعد اپنے بھائی محمد بن مسلمہ کے ذریعہ ایک اہم پیغام اپنی قوم کی طرف بھیجتے ہیں۔ فرمایا

أَبْلَغُ قَوْمَكَ عَنِّي السَّلَامَ وَقُلْ لَهَاؤُنَ سَعْدَ بْنَ رِبْعٍ يَقُولُ
لَكُمْ إِنَّهُ لَا عَذْرَ لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنْ يُخْلَصَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْكُمْ عَيْنٌ تَنْظُرُ

”اپنی قوم کو میری طرف سے سلام پہنچانا پھر انہیں کہنا کہ سعد بن ربیع تمہیں یہ کہتا تھا کہ اگر کوئی دشمن سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی حاصل کر لے اور تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہو آنکھیں جھپکدہ ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں کوئی عذر پیش نہیں کر سکو گے۔“

یہ الفاظ کہنے کے بعد انہوں نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔
چہ خوش رے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را (۱)

سید الشہداء حضرت حمزہ کی لاش پاک کی تلاش

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار پوچھتے۔ مَا فَعَلَ عُمَى۔ میرے چچا نے کیا کیا۔ یعنی ان کی کوئی خبر نہ تھی۔ حادثہ بن الحنظلہ ان کی تلاش میں نکلے دیر تک ڈھونڈتے رہے۔ کوئی سراغ

نہ ملا۔ پھر سیدنا علی مرتضیٰ تلاش کے لئے تشریف لے گئے تلاش بسیار کے بعد وادی کے وسط میں آپ کا جسد اطہر خون میں نہایا ہوا دیکھا۔ واپس آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اطلاع دی۔ حضور خود تشریف لے گئے سرفروشی اور جانبازی کی اقلیم کا سلطان، جس تخت خاک پر جلوہ فرما تھا وہاں پہنچے۔ تو عاشق صادق کی قتل رشک حالت دیکھ کر حضور دم بخود کھڑے ہو گئے پیٹ چاک ہے۔ وہ دل جو اللہ اور اس کے محبوب رسول کی محبت کی جلوہ گاہ تھا کاٹ کر نکل لیا گیا ہے اور اسے پُرزہ پُرزہ کر دیا گیا ہے روئے تاباں کی ساری آرائشیں ناک، آنکھیں کان سب توڑ پھوڑ دی گئی ہیں اتنا غم انگیز منظر حضور پر نور نے کبھی نہ دیکھا تھا چشمان مبارک سے آنسوؤں کے گوہر ہائے تابدار ٹپ ٹپ کرنے لگے جب لشکر اسلام میں بھگدڑ مچی تو حضور نے پوچھا حمزہ کہاں ہیں۔ ایک شخص نے عرض کی اس وقت میں نے انہیں ان چٹانوں کے پاس دیکھا وہ کہہ رہے تھے۔

اَنَا اسَدُ اللَّهِ وَاسَدُ رَسُولِهِ - اللَّهُمَّ ابْدِ الْيَوْمَ لِي مَا جَاءَ بِهِ
هَؤُلَاءِ - يَعْنِي آبَا سُفْيَانَ وَأَصْحَابَهُ - وَاعْتَذِرْ لِي لِيَوْمَ مَا
صَنَعَ هَؤُلَاءِ بِأَنْبِيَائِهِمْ

”میں اللہ کا شیر ہوں اس کے رسول کا شیر ہوں۔ اے اللہ! میں ان کفار کی کلاستانوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں اور ان مسلمانوں نے جو راہ فرار اختیار کی ہے اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔“

حضور ان چٹانوں کے پاس پہنچے وہاں آپ کی مثلہ شدہ لاش دیکھ کر آنکھیں اشکبار ہو گئیں یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی پھر آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْكَ فَإِنَّكَ كُنْتَ كَمَا عَلِمْتُكَ فَعَوْلًا لِلْخَيْرَاتِ
دُصُولًا لِلرَّحِمَةِ لَوْلَا أَنْ تَحْزَنَ صَفِيَّةُ (أَوْ نِسَاءُ نَا) لَكُنْتُ
حَتَّى يُحْشَرَ مِنْ بَطُونِ السَّبَاعِ وَحَوَاطِلِ الطَّيْرِ

”آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔ آپ جس طرح کہ میں جانتا تھا بھلائیوں کرنے والے تھے صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اور اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ آپ کی بہن یا ہمارے خاندان کی عورتیں غمزدہ ہوں گی تو میں ان کی لاش کو یوں ہی چھوڑ دیتا مگر قیامت کے دن ان کا حشر درندوں کے شکموں اور پرندوں کی پوٹوں سے ہوتا۔“

پھر فرمایا مبارکباد۔ ابھی جبرئیل آئے ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ساتوں آسمانوں میں یہ شہید راہ حق کے نام سے مشہور ہے۔

حَمَزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَسَدُ اللَّهِ وَأَسَدُ رَسُولِهِ

”یعنی حمزہ بن عبدالمطلب اللہ کا شیر ہے اور اس کے رسول کا شیر ہے۔“

پھر فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین پر غلبہ دیا تو میں ان میں سے ستر مقتولوں کا اس سے بھی بدتر مسئلہ کروں گا۔ فوراً جبرئیل امین بدگاہ رب العزت سے یہ پیغام لے کر نازل ہوئے۔

وَلَا تَعَاذِبْنَهُمْ فَكَانُوا بِمِثْلِ مَا عُوذْتُمْ بِهِ وَلَكِنَّ صَبَرْتُمْ

لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ

”اور اگر تم انہیں سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں

تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم ان کی ستم رانیوں پر صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر

ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔“ (سورۃ النحل: ۱۲۶)

چنانچہ حضور نے صبر کو اختیار فرمایا اور کسی لاش کو مسئلہ کرنے سے اپنے سارے امتیوں کو روک دیا۔

حضرت صفیہ خواہر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہم

حضرت صفیہ آپ کی سگی بہن تھیں جب انہیں آپ کی شہادت کی خبر ملی تو بھائی کی نعش دیکھنے کے لئے میدان جنگ میں پہنچیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں دور سے آتے دیکھا تو پہچان لیا۔ حضور نے حضرت زبیر بن عوام کو حکم دیا کہ اٹھو اور اپنی ماں کو آگے آنے سے منع کر دو ایسا نہ ہو کہ اپنے بھائی کی پھٹی کٹی نعش دیکھ کر وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھیں۔ زبیر اس تعمیل ارشاد کے لئے دوڑتے ہوئے گئے۔ وہاں پہنچنے سے پہلے اپنی والدہ کو جالیا اور انہیں آگے جانے سے روکنا چاہا تو ماں نے بیٹے کے سینے پر گھونسا دے مارا اور گرج کر کہا ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔ انہوں نے ادب سے گزارش کی امی جان! حضور نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ واپس چلی جائیں وہ بولیں مجھے علم ہے کہ میرے بھائی کا مسئلہ کیا گیا ہے لیکن یہ سب کچھ راہ خدا میں ہوا ہے مَلَا صِدْرَتِي وَاحْتَسِبَنَّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ”میں اس مصیبت پر صبر کروں گی اور اس کے ثواب کی امید رکھوں گی انشاء اللہ۔“

حضرت زبیر نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا جواب پیش کیا حضور نے فرمایا انہیں کچھ نہ کہو انہیں جانے دو۔ صبر و استقامت کی پیکر یہ خاتون آئیں ان کی پارہ پارہ شدہ نعش کو

دیکھا اللہ پڑھا۔ اور ان کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگیں۔

حضرت صفیہ کا یہ بے مثل صبر دیکھ کر حضور کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کے دماغ پر اثر نہ پڑ جائے اس لئے اپنا دست مبارک ان کے سینہ پر رکھا چنانچہ آنسو ٹپکنے لگے اور غم کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔

حضرت صفیہ کفن کے لئے دو چادریں لے آئی تھیں۔ ایک میں آپ کو کفن دیا گیا اور دوسری میں ایک انصاری شہید کو کفنایا گیا جن کی لاش مبارک کے ساتھ کفار نے اسی بے دردی کا برتاؤ کیا تھا جیسے حضرت حمزہ کے ساتھ اور ان کی لاش آپ کے قریب پڑی تھی۔ حضور کو یہ گوارا نہ ہوا کہ حضرت حمزہ کو دو چادروں میں کفن دیا جائے اور ایک دوسرا شہید راہ حق بے گور و کفن رہے۔

جس چادر میں آپ کو کفن دیا گیا وہ چھوٹی تھی سر پر ڈال دی جاتی تو پاؤں ننگے ہو جاتے اگر پاؤں پر ڈالی جاتی تو سر ننگا ہو جاتا چنانچہ سر ڈھانپ دیا گیا اور مبارک قدموں پر ازخر گھاس ڈال دی گئی۔

شہداء احد کی تدفین

شہداء کرام کے جسموں پر جو اسلحہ اور زرہیں وغیرہ تھیں وہ اتار لی گئیں پھر خون آلود جسم خون میں تر ہتر کپڑوں میں یونہی دفن کر دیئے گئے۔ بعض قبروں میں دو دو تین تین شہیدوں کو ایک ساتھ دفن کیا گیا جس شہید کو قرآن کی زیادہ سورتیں یاد تھیں اس کو سب سے آگے رکھا جاتا اور دوسروں کو ترتیب وار بسا اوقات ایک کفن میں دو شہیدوں کو کفنایا گیا (۱)

بعض شہداء کے وارثوں نے ان کی میتوں کو مدینہ طیبہ میں لا کر دفن کرنا چاہا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ انہیں وہاں دفن کیا جائے جہاں انہوں نے جام شہادت نوش کیا ہے۔

احد سے واپسی کے وقت دعائے نبوت

امام احمد، امام نسائی اور حاکم نے اپنی اپنی کتب میں یہ روایت نقل کی ہے اور امام ذہبی اور محمد بن عمرو الاسلمی نے اس کی توثیق کی ہے۔

رفاعہ بن رافع الرقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے شہید صحابہ کو دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مسلمان حضور کے ارد گرد حلقہ بنائے ہوئے لکھے ان میں سے اکثریت زخمی تھی۔ حضور کے ساتھ چودہ خواتین بھی تھیں۔ جب یہ قافلہ دامن کوہ احد پر پہنچا تو رحمت عالم نے حکم دیا کہ سب صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی حمد و ثنا کروں۔ چنانچہ سارے مرد حضور کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے مردوں کے پیچھے خواتین کھڑی ہو گئیں اور حضور نے اپنے پروردگار کی یوں حمد و ثنا کی۔

”اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں۔
اے اللہ! جس کو تو کشادہ کر دے اس کو کوئی قبض کرنے والا نہیں۔

وَلَا يَبْسُطُ يَمًا قَبَضَتْ
اور جس کو تو تنگ کر دے اسے کشادہ کرنے والا کوئی نہیں۔

وَلَا هَادِيَ لِمَنْ أَضَلَّتْ
جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ
اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔

وَلَا مُعْطِيَّ لِمَا مَنَعْتَ
اور جو تو عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ
جسے تو دور کر دے اسے کوئی قریب کرنے والا نہیں۔

وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ
اور جسے تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔

وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا اقْرَبْتَ
یا اللہ! اپنی رحمتیں، اپنی برکتیں اپنا فضل اور اپنا رزق ہم پر کشادہ فرما دے۔

اللَّهُمَّ اَبْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ
اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں ایسی نعمت کا جو ہمیشہ رہنے والی ہو۔ اور جو پھرے نہیں اور زائل نہ ہو۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ النَّعِيمَ
يَوْمَ الْعَيْلَةِ
اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْآمَنَ يَوْمَ
الْخَوْفِ الْغِنَاءَ يَوْمَ الْفَقَاةِ
اللَّهُمَّ إِنِّي عَائِدُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا
أَعْطَيْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا
اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيمَانَ
وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوبِنَا
وَكِّرْهُ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَ
الْعُصْيَانَ
وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ
اللَّهُمَّ تَوَقَّنَا مُسْلِمِينَ
وَأَخِيذْنَا مُسْلِمِينَ
وَالْحَقِّقْنَا بِالصَّالِحِينَ غَيْرَ خَزَايَا
وَلَا مَفْتُونِينَ
اللَّهُمَّ قَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِينَ
يَكْذِبُونَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّونَ
عَنْ سَبِيلِكَ
وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ
اللَّهُمَّ قَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِينَ
أَدْتُوا الْكِتَابَ
إِلَهُ الْحَقِّ آمِينَ
اے اللہ! ہم تیری نعمت کا سوال کرتے ہیں فخر کے
دن۔
اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں امن کا خوف کے
دن اور غنا کا فاقہ کے دن۔
اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس چیز کے شر سے جو
تو نے ہمیں عطا کی ہے اور اس چیز کے شر سے جو تو نے ہم
سے روک لی ہے۔
اے اللہ ایمان کو ہمارے نزدیک محبوب بنا دے اور اس
کو ہمارے دلوں میں مہین کر دے۔
اور کفر، فسوق اور نافرمانی کو ہمارے لئے مکروہ بنا
دے۔
اور ہم کو ہدایت یافتہ لوگوں سے کر دے۔
اے اللہ! ہمیں موت دے جبکہ ہم مسلمان ہوں۔
اور ہمیں زندہ رکھ مسلمان بنا کر۔
اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے رسوا کئے بغیر اور
فتنہ میں مبتلا کئے بغیر۔
اے اللہ! ان کافروں کے ساتھ جنگ کر۔ جو تیرے
رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستے سے روکتے
ہیں۔
اور ان پر اپنا غضب اور عذاب بھیج۔
اے اللہ ان کافروں سے قتال کر جنہیں کتاب دی
گئی۔
اے سچے خدا ہماری اس دعا کو قبول فرما۔ " (۱)

فیضانِ نگاہِ نبوت کا دوسرا تابناک گوشہ

رنج و غم۔ درد و الم کے طوفانوں میں عزیمت و استقامت کے روح پرور مناظر میدانِ احد میں چند حضرات کی غلطی کی وجہ سے جنگ کا سارا نقشہ بدل گیا ہے۔ وہ مسلمان، جو تند موجوں کی طرح کفار کو خس و خاشاک کی مانند بہا کر لے جا رہے تھے۔ اب خود اہل مکہ کی تلواروں سے گاجر مولیٰ کی طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ کشتوں کے پٹے لگ رہے ہیں۔ گھروں کے گھر موت کے عفریت نے نگل لئے ہیں۔ کینہ فطرت دشمن نے ان شہداء کی لاشوں کی ایسی قطع و برید کی ہے کہ خود اہل خانہ کے لئے ان کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔ اس غیر متوقع افتاد کے باوجود مدینہ طیبہ کے اسلامی معاشرہ میں اسلام سے بیزاری یا مایوسی کی کوئی لہر نہیں اٹھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک حبیب اور اس کے دین حنیف سے ان کی قلبی عقیدت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ راہ حق میں جان سپاری سرفروشی کے جذبات میں تلاطم رونما ہو گیا ہے۔ کسی دین، کسی نظریہ حیات سے لوگوں کی دل بستگی کا اندازہ لگانا ہو تو ان تاثرات اور اس ردِ عمل کا جائزہ لیجئے جو رنج و محن کے لمحات میں بے ساختہ لوگوں کی زبان پر آ جاتے ہیں اس سلسلہ کی چند روح پرور ایمان افروز جھلکیاں مطالعہ کے لئے پیش خدمت ہیں۔

لشکرِ اسلام اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں میدانِ احد سے مدینہ طیبہ لوٹ رہا ہے۔ ستر سے زیادہ اسلام کے ان سپہوتوں کو سپردِ خاک کر کے، جن کے حسن و جمال۔ شجاعت و عزیمت، خلوص و بللیّت کی جزیرہ عرب میں کوئی مثال ہی پیش نہیں کی جاسکتی تھی اور جو مجاہد فیج گئے ہیں ان کے جسم بھی گہرے زخموں سے چور چور ہیں ان کی واپسی پر مدینہ طیبہ کی خواتین، بوڑھوں، بچوں نے اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا وہ تعلیمات احمدی کی اعجاز آفرینیوں کی ایسی دلکش مثالیں ہیں جن کی نظیر انسانیت کی ساری تاریخ میں جتنوئے بسیار کے باوجود نایاب ہے۔

لشکرِ اسلام کی سب سے پہلے راستہ میں ایک مسلم خاتون سے ملاقات ہوتی ہے جن کا نام حمنہ بنت جحش ہے۔ مرشد کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں یاد فرماتے ہیں۔ **يَا حَمْنَةُ احْتَبِي**۔ ”اے حمنہ! اپنی مصیبت کا اجر اپنے رب سے طلب کرو۔“ وہ پریشان ہو کر پوچھتی ہے۔ **مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ!** ”کس کی موت پر صبر کا اجر اپنے رب سے طلب

کروں۔ ” فرمایا۔ خَالِكَ حَمَزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ” تیرے ماموں حمزہ بن عبدالمطلب شہید ہو چکے ہیں۔ “

یہ اندوہناک خبر سن کر اس خاتون نے پڑھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَ هَيِّئْ لَہُ الشَّہَادَةَ اللّٰہ تعالیٰ انہیں بخشے اور یہ شہادت انہیں خوشگوار ہو۔ “

حضور نے دوبارہ فرمایا۔ ” اِحْتَسِبِي “ ” اپنی مصیبت کا اجر اپنے اللہ کے پاس طلب کرو۔ “ ” قَالَتْ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰہ “ ” کس کی موت پر صبر کا اجر اپنے رب سے طلب کروں۔ “

فرمایا۔ اَخُوْكَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَحْشٍ ” تمہارا بھائی عبد اللہ بن جحش شہید ہو چکے ہیں۔ “ اس خاتون نے کہا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ هَيِّئْ لَہُ الشَّہَادَةَ

تیسری مرتبہ حضور نے فرمایا ” اِحْتَسِبِي “ حمزہ اپنی مصیبت کا اجر اپنے رب سے طلب کرو۔ قَالَتْ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰہ کس کی موت پر صبر کا اجر اپنے رب سے طلب کروں فرمایا۔ ذُوْجِکَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ ” تیرے خاوند مصعب بن عمیر شہید ہو چکے ہیں۔

فَقَالَتْ وَاَحْزُنًا وَّصَاحَتٍ وَذَلُوْلَتٍ کہنے لگی صد افسوس! پھر ان کی چیخ نکل گئی اور حضور نے مصعب کی شہادت پر اس خاتون کا یہ کہنا سن کر فرمایا۔ اِنَّ ذُوْجَ الْمَرْءِ لَا مَنَہَا لِمَقَامِہِ

عورت کے دل میں اس کے شوہر کا ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ پھر حضور نے پوچھا تم نے ایسا

کیوں کہا ہے عرض کرنے لگی يَا رَسُوْلَ اللّٰہ ذَکَرْتُ یُثَمَّ بَیْنِہِ فَرَاعِنِیْ مجھے ان کے بیٹوں کا

یتیم ہونا یاد آیا تو میں خوفزدہ ہو گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ کے

لئے اور ان کے بچوں کے لئے دعا مانگی کہ ان پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل و احسان فرمائے۔ (۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اپنے لشکر کے آگے بڑھے یہ مؤکب بنی عبدالاشئل کی بستی

تک پہنچا اس قبیلہ کے بہت سے بہادر شہید ہوئے تھے لوگ اپنے اپنے شہیدوں پر رو رہے تھے

سرکار دو عالم کی چشمان مبارک سے آنسو بہنے لگے۔ پھر فرمایا لَکِنْ حَمَزَةً لَا بُدَّ اِیَّیْکَ لَہُ لَکِنْ

میرے چچا حمزہ پر کوئی دو آنسو بہانے والا بھی نہیں اس قبیلہ کی مستورات کو حضور کی آمد کا علم

ہوا تو سلام عرض کرنے کے لئے ساری باہر نکل آئیں حضور کو بخیر و عافیت دیکھ کر انہیں اپنے

سارے دکھ بھول گئے اور بیساختہ حضرت ام عمار اشہلیہ کی زبان سے نکلا۔ کُلُّ مُصِیْبَةٍ

بَعْدَكَ جَلَّكَ حضور سلامت ہیں تو پھر ہر مصیبت پہنچ ہے۔ (۱)

حضور کے صحابہ کا یہ قافلہ بنی و بنار قبیلہ کی اس خاتون کے پاس سے گزرا جس کا احد کی لڑائی میں باپ، خلوٰند اور بھائی تینوں نے جام شہادت نوش کیا تھا۔ جب اس اللہ کی بندی کو ان کی شہادت کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے کہا انہیں رہنے دو۔ مجھے بتاؤ کہ میرے آقا اور میرے سرور کا کیا حال ہے۔ اس کو بتایا گیا خَيْرًا يَا اُمَّةَ فُلَاَن۔ هُوَ بِحَمْدِ اللّٰهِ كَمَا تَحْسِبِينَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حضور بالکل بخیر و عافیت ہیں۔ کہنے لگی مجھے دکھاؤ میرے آقا کہاں ہیں تاکہ میں روئے زیبا دیکھ کر تسلی کر لوں۔ اشارہ کر کے بتایا گیا۔ کہ دیکھو حضور وہ کھڑے ہیں۔ حضور کو بخیریت دیکھ کر اس مومنہ صادقہ کی زبان سے نکلا۔ كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَّكَ حضور سلامت ہیں تو پھر ہر مصیبت پہنچ ہے۔ (۲)

حضرت انس سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور کی شہادت کی افواہ پھیل گئی تلاش حقیقت کے لئے انصار کی ایک خاتون کمر باندھ کر مدینہ طیبہ سے نکلی۔ راستہ میں اس کی ملاقات اپنے باپ، اپنے خلوٰند، اپنے بھائی اور اپنے بیٹے سے ہوئی لیکن اس نے کسی کی طرف توجہ نہ کی جب چاروں کے پاس سے گزر گئی تو لوگوں نے اسے متوجہ کرنے کے لئے کہا کہ یہ تیرا باپ ہے یہ تیرا خلوٰند ہے یہ تیرا بیٹا ہے یہ تیرا بھائی ہے۔ اس نے ادھر ذرا التفات نہ کیا کہتی رہی۔ انہیں رہنے دو۔ مجھے یہ بتاؤ میرے آقا کا کیا حال ہے بتایا گیا حضور وہ سامنے تشریف فرما ہیں۔ جب حضور کے پاس پہنچی تو اس نے حضور کے کپڑے کا دامن پکڑ لیا اور عرض کرنے لگی۔

يَا بَنِيَّ اَنْتَ وَاُخِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اُبَالِيْ اِذَا سَلِمْتَ مَنْ عَطَبَ

”اے اللہ کے پیارے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

جب آپ سلامت ہیں تو مجھے ذرا پروا نہیں کہ کون ملا گیا۔“ (۲)

ابن ابی حاتم، عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں حضور کی خیریت کی خبر پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو مدینہ کی خواتین حضور کی خیریت دریافت کرنے کے لئے مدینہ سے باہر نکل آئیں سامنے سے ایک اونٹ آرہا تھا جس پر دو شہیدوں کی لاشیں تھیں۔ انصار کی ایک خاتون نے پوچھا کہ دو لاشیں کن کی ہیں انہیں بتایا گیا فلاں فلاں کی ہیں ان دونوں میں سے ایک اس کا خلوٰند

۱۔ سل الہدی، جلد ۴، صفحہ ۳۳۴

۲۔ سل الہدی، جلد ۴، صفحہ ۳۳۵

۳۔ سل الہدی، جلد ۴، صفحہ ۳۳۵

تھا اور ایک اس کا بیٹا۔ اس نے کہا انہیں چھوڑو مجھے یہ بتاؤ میرے آقا کا کیا حال ہے بتایا گیا کہ حضور بخیریت ہیں۔ کہنے لگی۔ لَا أَبَايَ۔ يَتَّخِذُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ شُهَدَاءَ ”مجھے کسی کی پروا نہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بعض کو شہادت کے مرتبہ پر فائز فرمایا کرتا ہے۔“ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ

”اور یہ اس لئے کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ ان کو جو ایمان لائے اور بنالے تم

میں سے کچھ شہید۔“ (آل عمران: ۱۴۰)

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہیں حضرت سعد بن معاذ لگام پکڑے ہوئے ہیں۔ اسی اثناء میں حبشہ بنت رافع حضرت سعد کی ماں، حاضر خدمت ہوتی ہیں۔ سعد عرض کرتے ہیں میرے آقا، یہ میری ماں ہے فرمایا امر حباً خوش آمدید۔ وہ قریب آگئیں اور حضور کو بڑے غور سے دیکھنے لگیں پھر عرض پیرا ہوئیں۔ حضور کی زیارت کے بعد ہر مصیبت ہیچ نظر آنے لگی ہے۔ ان کے بیٹے عمرو بن معاذ نے اس معرکہ حق و باطل میں شہادت پائی تھی حضور نے ان کی والدہ سے تعزیت کی۔ پھر فرمایا اے سعد کی ماں! تمہیں خوشخبری ہو اور اپنے گھر والوں کو بھی خوشخبری سنا دو کہ جنگ میں تمہارے شہید جنت میں سب اکٹھے ہو گئے ہیں انہوں نے اپنے اہل و عیال کے بارے میں شفاعت کی ہے جو قبول کر لی گئی ہے۔ اس خاتون نے عرض کی!

رَضِينَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَنْ يَنْبِكِي عَلَيْهِمْ بَعْدَ هَذَا

”اے اللہ کے رسول! ہم اپنے رب کی اس مہربانی پر بہت خوش ہیں اور

اب ان مقتولوں پر کون روئے گا۔“

پھر خیال آیا دریائے رحمت آج جوش پر ہے۔ ”ہے آج وہ مائل بے طا اور بھی کچھ مانگ“ کے مصداق سے عرض پیرا ہوئیں يَا رَسُولَ اللَّهِ! اُدْعُ لِمَنْ خَلَفُوا ”پسماندگان کے لئے دعا فرمائیے۔“

اللہ کریم کے کریم محبوب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی۔

اللَّهُمَّ اذْهَبْ حُزْنَ قُلُوبِهِمْ وَاجْبُرْ مُصِيبَتَهُمْ وَاحْسِنِ الْخُلَفَ
عَلَى مَنْ خَلَفُوا

”اے اللہ! ان کے دلوں کے غم کو دور کر دے۔ ان کی مصیبت کی تلافی

کر دے اور پیچھے آنے والوں کو اپنے پیٹروں کے لئے بہتر فرما دے۔“

پھر فرمایا سعد، میرے گھوڑے کی باگ چھوڑ دو انہوں نے باگ چھوڑ دی سارے لوگ ساتھ ساتھ تھے حضور نے فرمایا اے سعد! تمہارے قبیلہ کے بہت سے لوگ زخمی ہیں قیامت کے روز جب یہ لوگ حاضر ہوں گے تو ان کے زخموں سے خون جوش مار کر بہ رہا ہوگا۔ اس کی رنگت خون کی سی ہوگی لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی۔ میرا یہ حکم سب کو سنا دو کہ سارے زخمی اپنے اپنے گھروں کو جائیں۔ کوئی بھی میرے ساتھ نہ آئے۔ حسب حکم سارے رک گئے رات بھر گھروں میں آگ جلتی رہی۔ زخموں کی مرہم پٹی ہوتی رہی۔ سعد خود حضور کے ہمراہ کاشانہ اقدس تک گئے زخموں کے باعث حضور کو اٹھا کر گھوڑے سے اتارا گیا۔ حضرت سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ کے کندھوں پر ٹیک لگا کر حضور اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے کاشانہ اقدس میں پہنچ کر حضور پر نور نے اپنی تلوار سیدۃ النساء کو دی کہ اس پر خون لگا ہے اسے دھو ڈالیں۔ پھر فرمایا۔ **وَاللّٰهُ لَقَدْ صَدَّقَنِي الْيَوْمَ** ”بھدا آج اس نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔“

پھر سیدنا علی نے بھی اپنی تلوار حضرت خاتونِ جنت کو صاف کرنے کے لئے دی آپ نے بھی اپنی شمشیرِ خدا شکاف کے بارے میں اظہارِ رائے کرتے ہوئے فرمایا۔

فَوَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَّقَنِي الْيَوْمَ

بھدا آج اس نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔

رحمتِ عالیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَئِنْ كُنْتُ صَدَقْتُ الْقِتَالَ لَقَدْ صَدَّقَهُ مَعَكَ سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ

وَأَبُو دُجَانَةَ۔

”اے علی! اگر آج آپ نے دشمن سے جنگ کرنے کا حق ادا کیا ہے تو آپ کے ساتھ سل بن حنیف اور ابو دجانہ نے بھی دشمن سے لڑنے کا حق ادا کر دیا ہے۔“

دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔

لَئِنْ أَجَدْتَ الصَّرَبَ بِسَيْفِكَ لَقَدْ أَجَادَ سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ وَ

أَبُو دُجَانَةَ وَعَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ وَالْحَارِثُ بْنُ الصِّمَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

”اگر آپ نے اپنی تلوار کے ساتھ دشمن پر وار کرنے میں اپنی مکمل مہارت کا ثبوت دیا ہے تو سل بن حنیف، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن

رحمۃ (رضی اللہ عنہم) نے بھی اپنی تلواروں کے ساتھ اپنی شجاعت کے
خوب جوہر دکھائے ہیں۔ ” (۱)

نماز مغرب کے لئے حضور سعدین کے کندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف لائے۔ نماز
کے بعد حجرہ شریف میں واپسی ہوئی پھر سعد بن معاذ اپنے قبیلہ میں گئے اور قبیلہ کی ساری عورتوں
کو ہمراہ لے آئے تاکہ حضور سے حضرت حمزہ کی دلگداز شہادت پر اظہار تعزیت کریں۔ مغرب
سے عشاء تک یہ مستورات روتی رہیں نماز عشاء تک حضور نے آرام فرمایا۔ طبیعت میں کافی
افاقہ محسوس ہونے لگا بغیر سہارے کے چل کر حضور نماز عشاء کے لئے تشریف لے آئے اور
انصار کی عورتوں کو دعاؤں سے رخصت فرمایا، ایک روایت میں ان کے لئے یہ دعا مرقوم ہے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْكُنَّ وَ عَنْ أَوْلَادِكُنَّ

”اللہ تعالیٰ تم پر بھی راضی ہو اور تمہاری اولاد پر بھی راضی ہو۔“

حضور نے ان کے مردوں کو فرمایا

مُرُوهُنَّ فَلَا يَزِجَعَنَّ وَلَا يَبْكِيَنَّ عَلَى هَٰذَا لَيْتَ بَعْدَ الْيَوْمِ

”انہیں حکم دو کہ اپنے گھروں کو واپس چلی جائیں اور آج کے بعد کسی
مرنے والے پر نہ رومیں۔“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز عشاء کے بعد جب اپنے حجرہ مبارکہ کی طرف جانے لگے تو
مردوں نے محراب مبارک سے حجرہ مقدسہ تک دو رو یہ صفیں بنالیں۔ حضور خود چلتے ہوئے
ان کے درمیان سے گزرے اور گھر تشریف لے گئے مسجد کے دروازہ پر اوس و خزرج کے
اکابر صحابہ نے رات بھر پہرہ دیا۔ اس اندیشہ سے کہ کفار مکہ کہیں مدینہ طیبہ پر اچانک حملہ نہ
کر دیں۔

یہاں ایک امر کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

ان تمام روایات میں سید الشہداء حضرت حمزہ اور دیگر شہداء رضوان اللہ علیہم پر رونے
کا ذکر ہو رہا ہے۔ سینہ کو پی۔ بال نوچنے، پیٹنے، نوحہ کرنے، وغیرہ کا کہیں ذکر نہیں شریعت
اسلامیہ میں یہی چیزیں ممنوع اور حرام ہیں۔ رہا، رونا، آنسو بہانا اس کی ممانعت نہیں یہ صرف
جائز ہی نہیں بلکہ دل کی نرمی اور رحمت الہی کے نزول کی علامتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق اور
باطل میں امتیاز کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور شیطانی وسوسوں سے بچا کر راہ مستقیم پر چلنے کی

ہمیں ہمت عطا فرمائے۔ آمین بجاو طہ و نیس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہودیوں اور منافقین کے گھروں میں گھی کے چراغ جلنے لگے

لشکر اسلام کی اس پریشانی کو دیکھ کر منافقوں اور یہودیوں کی مسرت کی حد نہ رہی اس افسوسناک سانحہ کا سہارا لے کر وہ دین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو چیلنج کرنا چاہتے تھے۔ لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کے لئے انہوں نے بھانت بھانت کی بولیاں بولنی شروع کر دی تھیں۔ عبداللہ بن ابی، رئیس المنافقین کا بیٹا اس کا نام بھی عبداللہ تھا۔ وہ اس جنگ میں شدید زخمی ہوا۔ رات بھر اس کے گھر والے آگ جلا کر اس کے زخموں کو سینکتے رہتے تھے۔ ابن ابی جب بھی ان کے پاس آتا تو انہیں کچھ کے دیتا کہ تابیئے! تم نے ان کے ساتھ جنگ میں شرکت کر کے عین غلبہ کا ثبوت نہیں دیا۔ مجھے تو اس لڑائی کا یہ انجام پہلے ہی نظر آنے لگا تھا۔ انہوں نے نادان بچوں کی بات مان لی اور میرے مشورہ کو مسترد کر دیا۔ مومن صادق عبداللہ اپنے باپ کی اس ہرزہ سرائی سے قطعاً متاثر نہ ہوتے فرمایا کرتے۔

الَّذِي صَنَعَ اللَّهُ لِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ خَيْرٌ

”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کے لئے جو کیا ہے اس میں بہتری

ہے۔“

یہود کہا کرتے یہ نبی نہیں ہیں۔ یہ تو تاج و تخت کے طلب گار ہیں کبھی کسی نبی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا گیا خود زخمی ہوئے۔ ان کے صحابہ قتل ہوئے اگر یہ اللہ کے رسول ہوتے تو کیا اللہ تعالیٰ مشرکین کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا۔ منافقوں کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کریں۔ انہیں اسلام سے اور اسلام کے مستقبل سے بدظن کریں۔ وہ کہتے یہ نادان جو اندھے جوش میں بہ گئے اور بیدردی سے قتل کر دیئے گئے اگر ہمارے پاس ہوتے تو انہیں خراش تک نہ آتی ہم انہیں اپنی قوت سے بچا لیتے۔

حضرت عمر فاروق نے ان کی یہ خرافات سنیں تو بیدار گلوں رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ان نابکاروں کو توبہ کی اجازت دی جائے۔ رحمتِ عالم نے اپنے پُراز حکمت ارشاد سے اپنے فاروق کو بہرہ مند فرمایا اور فرمایا اے عمر!

”اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائے گا اور اپنے نبی کو

عزت بخشے گا۔ یہود کے ساتھ ہمارا معاملہ ہے۔ پس میں ان کو قتل نہیں کروں گا۔“

حضرت عمرؓ نے عرض کی مگر ان منافقین کے ساتھ تو کوئی معاملہ نہیں انہیں قتل کرنے کا اذن تو مرحمت فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا یہ زبان سے کلمہ شہادت نہیں پڑھتے عرض کی وہ کلمہ شہادت تو پڑھتے ہیں لیکن دل سے نہیں نکوار کے خوف سے پڑھتے ہیں اب ان کی حقیقت کھل گئی ہے اور ان کے دلوں میں چھپا ہوا بغض ظاہر ہو گیا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا عمر! مجھے ایسے لوگوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتے ہیں اے فرزند خطاب! آج کے بعد یہ کفار ہمیں اس قسم کا نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ (۱)

چند توجہ طلب اہم امور

- ۱۔ غزوہ احد کے حالات کا مفصل تذکرہ ہو چکا۔ اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے میں قدس کرام کی توجہ چند امور کی طرف مبذول کراؤں گا جو میرے نزدیک از حد اہم اور مفید ہیں۔
- ۱۔ وہ فقہی مسائل جو ان واقعات سے باسنادی مستنبط کئے جاسکتے ہیں جو اس غزوہ کے دوران وقوع پذیر ہوئے۔
- ۲۔ لشکر اسلام کو جن زہرہ گداز حالات سے دوچار ہونا پڑا ان میں اللہ تعالیٰ کی کون کون سی حکمتیں مضمحل تھیں۔
- ۳۔ وہ پاک طینت لوگ جنہوں نے اللہ کے نام کو بلند کرنے کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے بارگاہ رب العزت میں پیش کئے انہیں پروردگار عالم نے کن کن انعامات سے سرفراز فرمایا۔
- بڑے اختصار کے ساتھ ان ضروری امور پر روشنی ڈالنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

۱۔ فقہی احکام

غزوہ احد میں پیش آنے والے واقعات سے فقہائے کرام نے بہت سے دینی مسائل کا

استنباط کیا ہے جن میں سے چند اہم پیش خدمت ہیں۔

۱۔ اسلامی مملکت کا سربراہ، جب ایک مرتبہ اعلان جہاد کر دے تو پھر میدان جہاد میں داد شجاعت دیئے بغیر اس اعلان کو واپس لے لینا درست نہیں۔ ورنہ دشمن کی نگاہوں میں مسلمانوں کی قوت و شوکت کا رعب باقی نہیں رہے گا۔ خود ملت اسلامیہ کا اپنے قائد کی قوت فیصلہ پر اعتماد اٹھ جائے گا۔

۲۔ سربراہ مملکت کا فرض ہے کہ اعلان جہاد سے پہلے ایک بار نہیں ہزار بار سوچے اور پھر اعلان کرے لیکن اعلان جہاد کے بعد کسی قسم کی کمزوری دکھانا اس کی قوت فیصلہ کا بھرم کھول دے گا۔

۳۔ جب دشمن حملہ آور ہو تو اپنے لئے میدان جنگ کا انتخاب کرنا باب حکومت کی صوابدید پر موقوف ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو کھلے میدان میں نکل کر دشمن کو دعوت مبارزت دیں اور اگر مناسب سمجھیں تو شہر میں قلعہ بند ہو کر دشمن کے حملوں کو پسپا کریں۔

۴۔ میدان جنگ کی طرف جاتے ہوئے وہ ہر راستہ کو استعمال کر سکتا ہے کسی علاقہ کا مالک اگر لشکر اسلام کو اپنے علاقہ سے گزرنے کی اجازت نہ دے تب بھی وہ گزر سکتا ہے۔

۵۔ نابالغ لڑکے جوش جہاد سے سرشار ہو کر اپنے آپ کو جہاد کے لئے پیش کریں تو جو جنگ کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے قابل ہیں انہیں اجازت دے دے ورنہ انہیں واپس بھیج دے۔

۶۔ مسلم خواتین ضرورت کے وقت جہاد میں حصہ لے سکتی ہیں وہ زخمیوں کی مرہم پٹی، ان کی تہذیبی اور مجاہدین کو پانی پلانے کے فرائض انجام دے سکتی ہیں۔

۷۔ جہاں گھمسان کارن پڑ رہا ہو۔ کوئی مجاہد اس میں گھس کر داد شجاعت دے سکتا ہے۔

۸۔ میدان جہاد میں جانے سے پہلے انسان اپنے لئے شہادت کی دعا مانگ سکتا ہے۔

۹۔ مسلم مجاہد خود کشی کرے گا تو وہ جہنم کا مستحق ہو گا۔

۱۰۔ شہداء کو وہاں ہی دفن کیا جائے جہاں انہوں نے شہادت پائی ہو۔

۱۱۔ ایک قبر میں دو دو تین تین شہداء کو دفن کیا جاسکتا ہے۔ جو قرآن کریم کے زیادہ

حصہ کا حفظ ہو گا اس کو سب سے آگے رکھا جائے گا۔
دیگر مسائل کے لئے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۔ زہرہ گداز حالات میں مضر حکمتیں

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہ علیم ہے اس کا علم ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ اس کے ہر فیصلہ میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔

آئیے غور کریں کہ فرزند ان اسلام کو میدان احد میں جن قیامت خیز حالات سے دوچار ہوتا پڑا اس میں اس قادر، علیم اور حکیم خداوند ذوالجلال کی کون کون سی حکمتیں پنہاں تھیں تاکہ ہم ان پر آگاہی حاصل کر کے اپنے سفر حیات میں ان سے استفادہ کر سکیں اور ان کی روشنی میں زندگی کی پر خلد اور کشن راہ کو طے کر کے اپنی منزل پر کامیابی کے جھنڈے گاڑ سکیں۔
در حقیقت ان حکمتوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں دیگر طوماروں کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں سورہ آل عمران کی ساٹھ آیتیں جو اس سورت کی آیت نمبر ۱۲۱ سے شروع ہو کر آیت نمبر ۱۸۰ پر ختم ہوتی ہیں ان کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو گوہر مقصود مل جاتا ہے۔
یہ فقیر پر تفصیر زاد المعاد سے استفادہ کرتے ہوئے ان اہم امور کو پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے

۱۔ فاتحہ پیش قدمی، پسائی میں کیوں تبدیل ہو گئی اس کا جواب آیت نمبر ۱۵۲ میں بڑے حقیقت پسندانہ اور دلنشین انداز سے دے دیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ
وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأُمُورِ وَعَصَيْتُمْ مَنۢ بَعْدَ مَا أَرْسَلَكُمْ مَّا يُحِبُّونَ ۖ
مِنْكُمْ مَّنۢ يُّرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنۢ يُّرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَّفَكُمْ
عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۚ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

”اور بیشک سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ۔ جب تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے۔ یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول کے) حکم کے بارے میں۔ اور نافرمانی کی تم نے

اس کے بعد کہ اللہ نے دکھا دیا تھا ہمیں جو تم پسند کرتے تھے بعض تم میں سے طلب مگر ہیں دنیا کے۔ اور بعض تم میں سے طلب مگر ہیں آخرت کے۔ پھر پیچھے ہٹا دیا ہمیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے ہمیں اور بیشک اس نے معاف فرما دیا تم کو۔ اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر۔“ (جمل القرآن)

اس آیت سے اور اس واقعہ نے اس حقیقت کو امت مصطفویہ کے لئے قیامت تک کے لئے آشکار کر دیا کہ جو آگے بڑھ کر دامن مصطفیٰ پکڑے گا رحمت الہی کے دامن تک اسی کا ہاتھ پہنچے گا جو اس کی غلامی کے طوق کو زیب گلو بنائے گا نصرت خداوندی کا صاحب رحمت اسی پر سایہ قلم ہو گا۔ ملت پاکستان اور اس کے قائدین بھی اس روشن حقیقت کو جتنا جلدی سمجھیں گے اتنا جلدی انہیں اپنی حقیقی منزل کا سراغ مل جائے گا۔ چالیس سال سے زیادہ عرصہ اس کاروان کو وقت کے لق و دق صحرا میں خاک چھانٹتے گزر گیا ہے اور ابھی تک نہ منزل کا پتہ اور نہ راہ کا نشان ملا ہے صحابہ کرام کے چند افراد سے ایک انفرادی حکم عدولی ہوئی تو اس کا انہیں یہ خمیازہ بھگتنا پڑا ہم کس بلوغ کی مولیٰ ہیں کہ نافرمانیوں پر نافرمانیاں کرتے چلے جائیں انفرادی بھی اور اجتماعی بھی اور ہم سے کوئی باز پرس نہ ہو۔ قدرت بڑی کریم اور فیاض ہے لیکن اس کے بلو جود اس معاملہ میں بہت حساس بھی ہے۔

۲۔ اس میں دوسری اہم حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنے مقبولانِ بارگاہِ عظمت بلکہ اولوالعزم انبیاء و رسل اور ان کے متبعین کو مختلف قسم کے حالات سے دوچار کر کے انہیں آزماتا ہے کبھی انہیں فتح و ظفر سے شاد کام کرتا ہے اور کبھی انہیں ہزیمت اور پسپائی کے دکھ سے دوچار کر دیتا ہے وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ اس کی نعمتوں کا شکر کیسے ادا کرتے ہیں اور وہ اس کی بھیجی ہوئی مصیبتوں اور آلام پر صبر کا دامن کس خوشدلی سے پکڑے رہتے ہیں البتہ انجام کار کامیابی اور کامرانی کا سہرا یقیناً ان کے سر باندھا جاتا ہے۔ اگر ہر قدم پر اور ہر میدان میں ان سے فتح و کامرانی کا وعدہ کیا جاتا تو منافقین غول در غول ان کے گرد جمع ہٹا بنائے رکھتے اور اپنی چرب زبانی اور عیاری سے مخلصین کو پھلی صفوں میں دھکیل دیتے اس لئے فتح و ظفر کے پہلو بہ پہلو شکست و ہزیمت سے بھی گاہے گاہے انہیں دوچار کر لیا جاتا ہے تاکہ کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہوتی رہے۔

ہر قل شاہ روم کی جب ابو سفیان سے گفتگو ہوئی تھی تو اس نے بھی جنگ میں کبھی فتح اور کبھی

فلکست کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی اور صداقت کی ایک قوی دلیل قرار دیا تھا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ
مِنَ الطَّيِّبِ.

”نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے۔“

(آل عمران: ۱۷۹)

۳۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو بھی آزماتا ہے کہ وہ خوشی اور غم، فتح اور شکست دونوں حالتوں میں اپنے جذبہ بندگی کا یکساں مظاہرہ کرتے ہیں یا خوشی اور فتح مندی کے وقت ان کی حالت کچھ ہوتی ہے اور غم و شکست کے وقت وہ دل برداشتہ اور مایوس ہو جاتے ہیں۔ اگر دونوں حالتوں میں وہ اپنے بندگی کے جذبہ میں پختہ اور ثابت قدم رہتے ہیں اور بدلے ہوئے حالات میں بھی ان کا تعلق اپنے پروردگار سے مزید پختہ ہو جاتا ہے تو پھر گویا انہوں نے بندگی کا حق ادا کر دیا اور اگر وہ ایسا یکساں مظاہرہ نہیں کر سکے تو پھر انہیں اپنی بندگی کے دعویٰ اور عشق الہی کے ادعا پر نظر ملنی کرنی پڑے گی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دار کرامت میں اپنے بندوں کے لئے اعلیٰ منازل اور ارفع درجات مقرر کر رکھے ہیں وہ منزلیں اور درجے اتنے اونچے ہیں کہ کوئی شخص محض اپنے اعمال کے ذریعہ ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو ایسے آلام و مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے ایسے امتحانوں اور آزمائشوں سے انہیں گزارتا ہے جن کے باعث وہ ان درجات رفیعہ اور منازل عالیہ کے حقدار بن جاتے ہیں۔

صحابہ کرام کو ابتلاء و آزمائش کی اس پر خار اور کٹھن وادی سے گزارنے میں یہ حکمت بھی کارفرما ہو سکتی ہے ستر کے قریب وہ بلند اقبال صحابہ جنہیں اس میدان جہاد میں شہادت کی خلعت فاخرہ سے نوازا گیا، جن کے جسموں پر ستر ستر گہرے زخم لگے تھے۔ دشمنان حق نے جن کو صرف قتل کرنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کا اس بے دردی سے مشلہ کیا کہ انہیں دیکھ کر چٹانوں کے جگر بھی شق ہو گئے اگر یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی تو شاید اتنی بڑی تعداد کے سر پر شہادت فی سبیل اللہ کا مرصع تاج نہ سجایا جاتا اگر شہادت کا شرف انہیں مل بھی جاتا تو شکم چاک کرنے کا، قلب و جگر پارہ کر دینے کا، ان کی آنکھیں ان کی ناکیں اور ان کے کان کاٹنے اور ان

کے ہار بنا کر گلے میں پہنے جانے سے جو عرش آسا رفعتیں انہیں نصیب ہوئیں وہ انہیں کیسے میسر آئیں۔ شاید حق کے عشق میں جانبازی۔ سرفروشی کے جو جذبات حضرت حمزہ، عبد اللہ بن جحش، سعد بن ربیع، عمرو بن جموح و امثالہم کے دلوں میں طوفان بن کر موجزن تھے انہیں اپنے ظہور کا موقع کیسے ملا۔ حضرت صفیہ خواہر سیدنا حمزہ کو زبان رسالت سے اپنے بھائی کے بارے میں یہ مژدہ کیسے سنایا جاتا کہ ساتوں آسمانوں میں تیرا بھائی اسد اللہ و اسد رسولہ حمزہ بن عبدالمطلب کے طور پر معروف و مشہور ہے۔ ارشاد الہی ہے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا
مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّادِقِينَ

”کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں آزمائش میں صبر کرنے والوں کو۔“

(آل عمران: پارہ ۴ آیت ۱۴۲)

اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش کو اپنے محبوب کی امت کے گناہوں، قصوروں اور خطاؤں کی بخشش کا سبب بنا دیا۔ ان کو بدنی آلام کے عوض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنے گناہوں کی عفو کا مژدہ مل جائے تو اس سے زیادہ نفع والا سودا اور کیا ہو سکتا ہے۔

وَلَهُ عِزٌّ وَجَلَّ جِجْكُهُ بِاللَّغَةِ وَأَسْرَارٌ بَدِيعَةٌ لَطِيفَةٌ لَا تُدْرِكُ وَلَا تُحْصَى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى

۳۔ شان شہداء

متعدد آیات قرآنی اور بے شمار احادیث نبوی میں ان خوش نصیب اور فرخندہ بخت اہل ایمان کے فضائل و درجات اور وہ انعامات جو انہیں ہر گاہ رب العزت سے عطا فرمائے جاتے ہیں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے جن کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک عام مسلمان کے دل میں بھی جذبہ جہاد اور شوق شہادت پیدا ہو جاتا ہے۔ چند احادیث طیبہ پیش کی جاتی ہیں خدا کرے کہ ان کا مطالعہ کرنے کے بعد قارئین کے دل میں بھی شوق شہادت انگزایاں لینے لگے اور اپنے اسلاف کی طرح ہم بھی جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر کفر و طاغوت کے چیلنج کو قبول کر سکیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللَّهِ خِصَالًا أَنْ يُغْفَرَ لَهُ مِنْ أَوَّلِ دَفْعَةٍ مِنْ
دَمِهِ، وَيُرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُحَلَّى حُلِيَّةَ الْإِيمَانِ وَيُزَوَّجُ
مِنَ الْخُورِ الْعَيْنِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَرَقِ
الْأَكْبَرِ، وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ الْيَاقُوتَةُ مِنْهُ خَيْرُ قِن
الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِنَ الْخُورِ الْعَيْنِ
وَيُشْفَعُ فِي سَبْعِينَ إِنْسَانًا مِنْ أَقَارِبِهِ -

ذَكَرَهُ أَحْمَدُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيثِ الْمُقَدِّمِ
بْنِ مَعْدِيكَرَبَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ

شہید کے لئے ہر گاہ الہی میں یہ فضیلتیں ہیں۔

۱۔ جب اس کے خون کا پہلا چھینٹا زمین پر گرتا ہے تو اس کے سرے گناہ معاف کر
دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ اس وقت جنت میں اس کو اپنی جگہ دکھادی جاتی ہے۔

۳۔ اسے ایمان کا زیور پہنا دیا جاتا ہے۔

۴۔ خور عین کے ساتھ اس کا بیاہ کر دیا جاتا ہے۔

۵۔ اسے عذاب قبر سے نجات دے دی جاتی ہے۔

۶۔ روز قیامت کی بڑی گھبراہٹ سے اسے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

۷۔ اس کے سر پر وہ تاج کا تاج سجا دیا جاتا ہے اس تاج کا ایک یا قوت دنیا و مافیہا سے
زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

۸۔ اس کا نکاح بہتر حوروں سے کر دیا جاتا ہے۔

۹۔ اسے اپنے ستر قرعی رشتہ داروں کی شفاعت کرنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔

امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث مقدم بن معدیکرب سے روایت کی ہے اور
یہ صحیح الاسناد ہے۔ (۱)

نبی رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر کو ان کے والد حضرت عبداللہ جو احد
میں شہید ہوئے تھے، کے بارے میں فرمایا

أَلَا أُخْبِرُكَ مَا قَالَ اللَّهُ لِأَبْنِكَ؟ قَالَ: بَلَى. قَالَ: مَا كَلَّمَ
اللَّهُ أَحَدًا إِلَّا مِنْ دَرَاءٍ حِجَابٍ، وَكَلَّمَ أَبَاكَ كِفْلًا. فَقَالَ:

يَا عَبْدِي تَمَنَّ عَلَىٰ أُعْطِكَ قَالَ يَا رَبِّ تُخَيِّبُنِي فَأَتَمَّلُ فِيكَ
ثَانِيَةً. قَالَ: إِنَّهُ سَبَقَ مِثْقَى (أَنَّهُمُ إِلَيْهَا لَا يُرْجَعُونَ) قَالَ
يَا رَبِّ فَأَبْلِغْ مَنْ وَرَأَيْتُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَىٰ هَذِهِ الْآيَةَ :
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرَرِّقُونَ (۳ : ۱۶۹)

”اے جابر! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تیرے باپ کو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟

عرض کی آقا، ضرور ارشاد فرمائیے! حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی سے ہم کلام ہوتا ہے تو خود پس پر وہ رہ کر کلام کرتا ہے۔ لیکن تیرے باپ سے اللہ تعالیٰ نے رو برو گفتگو فرمائی ہے۔ اے کہا اے میرے بندے! میرے سامنے اپنی تمنا بیان کر تاکہ میں تمہیں عطا کروں۔ انہوں نے عرض کی میری تمنا یہ ہے کہ تو مجھے پھر زندہ کر تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس بارے میں میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ جو اس دنیا سے ایک بار چلے جائیں گے انہیں دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا عرض کی اگر ایسا نہیں تو پھر ہمارے بچپلوں کو ہمارے حالات سے آگاہ فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ”وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا“ (آلایہ) اور ہر گز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کئے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ شاد ہیں ان نعمتوں سے جو عنایت فرمائی ہیں انہیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آئے ان سے ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے۔ کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“ (۱)

رواہ الترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن خزمہ فی صحیحہ

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأَحَدٍ جَعَلَ
اللَّهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي أَجْوَافِ طَيْرٍ خَضِرٍ تَرُدُّ أُنْهَارَ الْجَنَّةِ وَتَأْكُلُ

مِنْ ثَمَارِهَا وَنَادَوْنِي إِلَىٰ قَتَادِيلٍ مِنْ ذَهَبٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ
فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَا كَلِمُهُمْ وَمَشَرِبَهُمْ وَحُسْنَ مَقِيلِهِمْ قَالُوا
يَا لَيْتَ إِخْوَانَنَا يَعْلَمُونَ مَا صَنَعَ اللَّهُ لَنَا. لَيْثًا يَزْهَدُوا فِي
الْجَهَادِ وَلَا يَنْكَلُوا عَنِ الْحَرْبِ فَقَالَ اللَّهُ أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ
وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ هَذِهِ الْآيَاتِ. وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ

الْآيَةِ

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بھائیوں نے
میدان احد میں شہادت پائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں
کے اندر رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر سیاحت کے لئے آتے ہیں اور جنت
کے باغات سے پھل کھاتے ہیں پھر سونے کی ان قدیلوں میں چلے جاتے
ہیں جو عرش الہی کے ساتھ آویزاں ہیں۔ جب وہ اپنے کھانے پینے کی
لطافت محسوس کرتے ہیں اور اپنی خوابگاہوں کی راحت اور نرم و گداز
ہونے سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کاش! ہمارے بھائی بھی
جاننے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کن نعمتوں سے ملامل کر دیا ہے تاکہ وہ جہاد
سے دست بردار نہ ہوں اور راہ حق میں جہاد کرنے سے پہلو خمی نہ کرنے
لگیں ان کی اس آرزو کو سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے
انہیں یہ پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل
فرمائیں۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ (الایہ) رواہ مسلم و ابو داؤد

ترمذی شریف میں ہے۔ حضرت ابو امامہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے کوئی چیز زیادہ پیاری نہیں۔ دو قطرے۔
آنسو کا وہ قطرہ جو خوف خدا سے ہے، خون کا وہ قطرہ جو جہاد فی سبیل اللہ میں جسم سے ہے
دو نشان۔ ایک اس زخم کا نشان جو جہاد میں جسم پر لگے اور دوسرا اس زخم کا نشان جو کسی فرض کی
ادائیگی کرتے وقت انسان کو لگے۔ (۱)

زیارت مزارات شہداء

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہیدان اسلام کی مزارات کی زیارت کے لئے خود بھی قدم رنجہ فرمایا کرتے اور حضور کے بعد خلفاء راشدین کا بھی یہ معمول تھا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي الشُّهَدَاءَ فَإِذَا أَتَى قُرْصَةَ الشَّعْبِ يَقُولُ السَّلَامَ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ثُمَّ كَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ ثُمَّ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ يَفْعَلُهُ وَكَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ عُمَرَ يَفْعَلُ ذَلِكَ۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداء کرام کے ہاں تشریف لے آیا کرتے جب گھاٹی کے نچلے دہانے پر پہنچتے تو فرماتے۔ تم پر سلامتی ہو۔ اس صبر کی وجہ سے جو تم نے کیا۔ پس تمہارا آنے والا گھر بہت بہترین ہے۔ حضرت ابو بکر بھی حضور کے بعد ایسا ہی کرتے۔ حضرت عمر بھی حضرت ابو بکر کے بعد ایسا ہی کرتے پھر حضرت عثمان بھی حضرت عمر کے بعد ایسا ہی کرتے۔“ (۱)

سیدنا علی مرتضیٰ کلو کر اس لئے نہیں کہ آپ نے مرکز خلافت کوفہ کو بنایا تھا اور آپ وہاں ہی تشریف فرما رہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَوَتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ عَلَى الْمَيِّتِ فَقَالَ إِنِّي قَرِطُكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ فَأَيُّيَ وَاللَّهِ أَنْظِرُوا لِي حَوْضِي الْأَنْ وَلِيَّيْ قَدْ أُعْطِيتُ فَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ وَإِيَّيَ وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الصَّحِيحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ خَالِدٍ عَنِ اللَّيْثِ)

”حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل احد کے پاس تشریف لے آئے اور ان کے لئے نماز جنازہ جیسی نماز پڑھی۔ پھر واپس اپنے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میں تمہارا پیشرو ہوں۔ میں تم پر گواہ ہوں بخدا میں یہاں بیٹھے ہوئے اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں مجھے سارے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ مجھے اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگ جاؤ گے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرنے لگو گے۔“

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیے۔

عبدالاعلیٰ بن عبد اللہ بن ابن فروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَارَ قُبُورَ شُهَدَاءِ أَحَدٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ يَشْهَدُ أَنَّ هَؤُلَاءِ شُهَدَاءُ وَأَنْتَ مَنْ زَارَهُمْ أَدَسَلَهُ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ رِذْوًا عَلَيْهِ.

”حضور نبی کریم شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لے آئے اور فرمایا اے اللہ! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہداء ہیں اور جو لوگ قیامت تک ان کی زیارت کے لئے آئیں گے یا انہیں سلام عرض کریں گے یہ انہیں اس کا جواب دیتے رہیں گے۔“

امام بیہقی نے بہت سے صحابہ کرام کے اسماء گرامی منوائے ہیں جو شہداء احد کی قبور کی زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان میں تین خلفاء راشدین کے علاوہ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ۔ سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت عبد اللہ بن عمر۔ حضرت ابو ہریرہ۔ ابو سعید خدری اور دیگر حضرات کے اسماء گرامی ہیں۔ حضرت سیدۃ النساء جب تشریف لے آئیں تو پردہ فرمالتیں حضرت سعد بن ابی وقاص خود سلام عرض کرتے پھر اپنے ہمراہیوں کی طرف متوجہ ہو کر انہیں کہتے۔ اَلَا تَسَلِّمُوْنَ عَلٰی قَوْمِ يَرْزُقُوْنَ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ ”کیا تم اس قوم کو سلام عرض نہیں کرتے جو تمہیں سلام کا جواب دیتے ہیں۔“

امام بیہقی نے متعدد ایسے واقعات لکھے ہیں کہ کئی لوگوں نے شہداء احد خصوصاً سید

الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور لوگوں نے سنا۔ (۱)

شہداء کے اجسام کا صحیح و سلامت رہنا

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح المعانی میں سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۵۴ کی تفسیر کرتے ہوئے شہداء کی زندگی پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے۔

فَذَهَبَ كَثِيرٌ مِّنَ السَّلَفِ إِلَى أَنَّهَا حَقِيقَةٌ بِالزُّوْجِ وَالْجَسَدِ
ذَهَبَ الْبَعْضُ إِلَى أَنَّهَا دُخَانِيَّةُ الشَّهْوَى تَرْجِيحُ الْأَوَّلِ.

”یعنی سلف صالحین کی اکثریت کا یہی مذہب ہے کہ شہداء کی زندگی روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی زندگی ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ صرف روحانی زندگی ہوتی ہے لیکن سہل قول ہی زیادہ صحیح ہے۔“

صاحب تفسیر مظہری بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُعْطِي بِأَذْوَابِهِمْ قُوَّةَ الْجَسَادِ فَيَذْهَبُونَ
مِنَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاءُونَ وَيَنْصَرُّونَ
أَوَّلِيَاءَهُمْ وَيَذْهَبُونَ أَعْدَاءَهُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

”اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے۔ وہ زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور وہ شہداء اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔“

جب شہداء کی زندگی کا یہ حال ہے تو انبیاء اور صدیقین امت جو شہیدوں سے مرتبہ و شان میں بالاتفاق اعلیٰ و برتر ہیں ان کی زندگی میں کیونکر شبہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی زندگی کی وجہ سے ان کے جسم خلک بھی صحیح و سلامت رہتے ہیں۔ چنانچہ امام مالک نے روایت فرمایا ہے کہ جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن جبیر کی قبر (دونوں ایک ہی قبر میں مدفون تھے) سیلاب کی وجہ سے جب کھل گئی تو ان کے اجساد طاہرہ یوں تروتازہ اور شکفتہ و شاداب پائے گئے جیسے انہیں کل ہی دفن کیا گیا ہو۔ (منوطا)

اس بیسویں صدی کا واقعہ ہے، کہ جب دریائے دجلہ حضرت عبداللہ بن جابر اور دیگر شہداء کی قبروں کے بالکل نزدیک پہنچ گیا تو حکومت عراق نے ان شہداء کرام کی لاشوں کو

حضرت سلمان فلہی کے مزار پر انوار کے جوار میں نخل کرنا چاہا تو ان حضرات کی قبریں کھودیں گئیں تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان کے پاک جسم صحیح و سلامت پائے گئے۔ ہزار ہا مخلوق نے اسلام کا یہ معجزہ اور قرآن کی اس آیت کی صداقت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ (۱)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہید باپ کو دیکھا یوں معلوم ہوا جیسے وہ آرام کی نیند سو رہے ہیں ہم نے ان کو ایک کبل میں کفن دیا تھا۔ وہ کیونکہ چھوٹا تھا اس لئے سر کو ڈھانپ دیا اور قدموں پر حائل گھاس ڈال دیا تھا وہ کبل بھی ٹھیک ٹھاک تھا اور گھاس بھی جوں کی توں، آپ کی شہادت کے واقعہ کے چھیالیس سال بعد آپ کی قبر کھودی گئی لہذا آپ کو صحیح و سلامت پایا گیا۔ حضرت عبداللہ کو ایک زخم لگا تھا ان کا ہاتھ اس زخم پر تھا جب وہ ہاتھ ہٹایا گیا تو اس زخم سے خون بننے لگا پھر ہاتھ زخم پر رکھا گیا تو خون بند ہو گیا۔

جن کی زندگی کے بارے میں خالق الموت والْحیَاۃ نے یہ شہادت دی ہو ”بل احياء“ کہ وہ زندہ ہیں ان کی زندگی کے بارے میں کوئی کلمہ گو شبہ نہیں کر سکتا۔ جن کے بارے میں اللہ کا محبوب گواہی دے کہ وہ اپنے زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں ان کی زندگی کے بارے میں بھی کسی مسلمان کو حق نہیں پہنچتا کہ انکار کرے۔ سینکڑوں سال بعد بھی جن کے اجساد طاہرہ صحیح و سلامت پائے گئے ہیں۔ اور ہاتھ اٹھانے سے پرانے زخموں سے خون بننے لگے ان کی زندگی کا انکار تو زندگی اور موت کے مفہوم سے جہالت کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ ان زندہ جاوید عاشقان رب العالمین اور جاں نثارانِ رحمت للعالمین کے نقوش پا کو ہمیں خضر راہ بنانے کی توفیق مرحمت فرمائے ان کے خلوص اور جذبہ لہبیت کے صدقہ ہم ناکاروں کو شہادت کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور فرمائے۔

فَاِطْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ رَبِّیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّیْیْ
مُسْلِمًا وَّالْحَقِّیْ بِالصَّالِحِیْنَ۔

”اے بنانے والے آسمانوں اور زمین کے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا و آخرت میں۔ مجھے وفات دے در آں حالیکہ میں مسلمان ہوں۔ اور ملا دے مجھے نیک بندوں کے ساتھ۔“

غزوہ حمراء الاسد

میدان احد سے روانہ ہوتے وقت ابو سفیان نے حضور کو چیلنج دیا تھا کہ آئندہ سال پھر بدر کے میدان میں جنگ ہوگی۔ سرور عالم نے اس کے چیلنج کو قبول فرمایا تھا۔ لشکر کفار شاداں و فرحان واپس مکہ جا رہا تھا کہ انہوں نے بدر کے اپنے مقتولوں کا انتقام لے لیا ہے جب کچھ دور آگے نکل گئے اور مزعومہ فتح کا خمار آہستہ آہستہ اترنے لگا اور اصل حقائق بے نقاب ہو کر سامنے آنے لگے تو انہوں نے برہم ہو کر ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کر دی وہ کہنے لگے کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ ان کے چند طاقتور اور ذی اثر افراد کو تو تم نے قتل کر دیا۔ لیکن مسلمانوں کی اہم اور کلیدی شخصیتوں کو تم زندہ چھوڑ کر چلے آئے تم نے اپنی فتح کو مکمل نہیں کیا۔ بلکہ ادھورا چھوڑا ہے۔ اگر تم ہمت کر کے ان لوگوں کو بھی ختم کر دیتے تو آئندہ تمہیں کوئی خطرہ نہ ہوتا۔ اب وہ کلیدی شخصیتیں مسلمانوں کو اپنے ارد گرد پھر اکٹھا کر لیں گی اور ان میں جان شہری کا ایسا جذبہ پھونکیں گی کہ وہ تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ فوراً اٹھو واپس چلو انہیں سنبھلنے کا موقع نہ دو۔ پہلے ہی ان پر حملہ کر کے ان کی جڑیں کاٹ کر رکھ دو تاکہ آئندہ وہ تمہیں کبھی للکار نہ سکیں۔

چنانچہ سب لشکر واپس پلٹ کر حملہ کرنے کے لئے تیاری کرنے لگا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ خود شدید زخمی تھے۔ مجاہدین اسلام کی کثیر تعداد زخموں سے چور چور تھی بمشکل ایک رات انہوں نے اپنے گھر گزاری تھی صبح سویرے سرکار دو عالم نے حکم دیا کہ کفار مکہ پر حملہ کرنے کے لئے سب تیار ہو جاؤ اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ اس مہم میں صرف ان لوگوں کو شرکت کی اجازت ہے جو کل کی جنگ میں ہمدے ساتھ شریک تھے خواہ کوئی کتنا زخمی ہے اسے ہی جانا پڑے گا کسی تازہ دم اور صحت مند مجاہد کو اس لشکر عشق و وفا میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

عبداللہ بن ابی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اس نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو اب میری اور میرے ساتھیوں کی پہلے سے بھی اشد ضرورت ہے میں پیشکش کروں گا تو فوراً منظور کر لی جائے گی اور اس طرح میں اپنے دامن سے بآسانی منافقت کے داغوں کو دھولوں گا وہ حاضر ہوا اور عرض پیرا ہوا یا رسول اللہ! اس غلام کو بھی ہر کابی کا شرف ارزانی فرمائیے۔ پھر دیکھئے یہ غلام جانفروشی اور جانبازی کا کیسے ثبوت فراہم کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ لا۔ ہرگز نہیں

اسلام کو تمہاری اعانت کی ضرورت نہیں۔ جاؤ۔ عورتوں کے ساتھ جا کر اپنے گھر آرام کرو۔ حضرت عبداللہ شہید کے بیٹے جابر حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! میں جنگ احد میں شرکت کے لئے تیار تھا۔ میرے باپ نے مجھے مجبور کیا کہ میں خواتین کی حفاظت کے لئے گھر پر رہوں۔ میرا باپ شہید ہو گیا اب میں نہیں چاہتا کہ حضور کسی سفر جہاد پر روانہ ہوں اور یہ غلام ہر کاب نہ ہو۔ اس لئے ازراہ کرم مجھے حاضری کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ انہیں اجازت دے دی گئی کیونکہ اس کا عذر معقول تھا۔

صحابہ کرام اگرچہ زخموں سے نڈھال تھے۔ کسی کا بازو ٹوٹا ہوا۔ کسی کی ٹانگ کٹی ہوئی۔ کسی کا سر پھٹا ہوا۔ کسی کا سینہ چھلنی تھا۔ کسی کے پشت پر تیروں اور نیزوں کی باڑھوں کے زخم تھے اپنے آقا کا حکم سنتے ہی سب کے سب اقبال و خیزاں اپنے محبوب کریم کی ہر گاہ جمال میں حاضر ہو گئے اور کشمکش خنجر تسلیم و رضا کا یہ عظیم الشان لشکر اپنے آقا کی قیادت میں کفر و باطل کے سر غرور کو پامال کرنے کے لئے شیروں کی سی جرأت و ہمت کے ساتھ ابو سفیان کے لشکر جرار کے تعاقب میں مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا۔ جب سرور عالم ”حراء الاسد“ جو مدینہ طیبہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے۔ وہاں پہنچے تو قیام فرمایا اسی جگہ بنی خزاعہ قبیلہ کا معبد بن ابی معبد نامی ایک شخص حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ بعض نے معنی الخزاعی کا نام لکھا ہے حضور نے اسے حکم دیا کہ واپس جائے اور ابو سفیان سے ملاقات کرے اور اسے اتنا خوفزدہ کرے کہ وہ اپنے لشکر سمیت دم دبا کر مکہ بھاگ جانے پر مجبور ہو جائے۔

معبد، جب ”الروحاء“ کے مقام پر پہنچا تو ابو سفیان سے اس کی ملاقات ہو گئی اسے معبد کے مسلمان ہونے کا علم نہ تھا۔ اس نے پوچھا۔ ”هَذَا رَأَيْتَ يَا مَعْبَدُ“ ”معبد! سناؤ کیا خبر لائے ہو۔“ ”معبد نے کہا ابو سفیان! کچھ مت پوچھ۔ محمد (فداہ الہی و امی) اور اس کے صحابہ غصہ سے دانت پیس رہے ہیں اور اتنا بڑا لشکر لے کر تمہارے تعاقب میں دوڑے چلے آ رہے ہیں کہ ایسا لشکر آج تک نہیں دیکھا گیا جو مسلمان جنگ میں پہلے شریک نہیں ہو سکے تھے وہ سخت نادم ہیں اب وہ سب اکٹھے ہو گئے ہیں ابو سفیان نے پوچھا۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ معبد نے کہا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اس سے پیشتر کہ ان کے لشکر کا پہلا دستہ اس ٹیلا سے سر نکالے۔ تم کوچ کر جاؤ۔ ابو سفیان نے کہا ہمارا ارادہ تو یہ ہے کہ ہم پلٹ کر ان پر حملہ کریں۔ اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ معبد نے کہا یہ غلطی ہرگز نہ کرنا۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

اس کی بات سے متاثر ہو کر ابو سفیان اپنے لشکر سمیت تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابو سفیان کو راستہ میں چند ایک ہم مشرب مشرک ملے جو مدینہ جا رہے تھے ان میں سے ایک معتبر مشرک کو اس نے کہا کیا تم محمد کو یہ پیغام دو گے کہ ہم دوبارہ حملہ کر رہے ہیں اور ان کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں گے۔ اگر تم ایسا کرو تو زبیب (کشمش) کالدا ہوا ایک اونٹ میں تمہیں دوں گا۔ وہ گیا، مسلمانوں سے اس کی ملاقات ہوئی اس نے ابو سفیان کے ارادوں اور اس کی فوجی قوت کو بتاتے ہوئے بڑی مبالغہ آرائی سے کام لیا اور مسلمانوں کو خوب ہراساں کرنے کی کوشش کی۔ لیکن غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے اپنے آقا سے جو سبق پڑھا تھا اس میں کسی طاغوتی قوت سے ہراساں ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

جب اس کی لاف زبیاں بند گان خدا نے سینس تو بڑے پر یقین لہجہ میں جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ **حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ** ”ہم تمہاری گیند بھکیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ ہمارا بہترین کمر سار ہے۔“

سرکارِ دو عالم کئی روز حمراء الاسد کے مقام پر ٹھہرے رہے لیکن ابو سفیان اور اس کے حواریوں کو لشکرِ جرار کے باوجود ہمت نہ ہوئی۔ کہ اسلام کے شیروں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں وہاں سے دوڑتے بھاگتے مکہ پہنچے۔ چند روز ان کا انتظار کرنے کے بعد اسلام کی فتح و ظفر کے پرچم لہراتے ہوئے بند گان خدا کا سپہ سالار بخیر و عافیت مدینہ طیبہ مراجعت فرما ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس احسانِ عظیم کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا اَمَّا بِهِمُ الْقَرْصَةُ
لِلَّذِينَ احْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا اَجْرًا عَظِيمًا ۝ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ
النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا
وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ اِلَى
دِفْئِهِمْ لَمْ يَسْسَخِرْ لَهُمْ لِسَانَ مَنْ هُوَ سَوَاءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَهُ وَاللَّهُ
ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝

”جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور رسول کی دعوت پر۔ اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انہیں گمراہ غم ان کے لئے جنہوں نے نیکی کی۔ ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجرِ عظیم ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انہیں لوگوں نے بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا

ہے تمہارے لئے (بڑا سامان اور لشکر) سوڈروان سے۔ (تو اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے جوش ایمان کو اور انہوں نے کہا کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کار ساز ہے

(ان کے عزم و توکل کا نتیجہ یہ نکلا) واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ نہ چھو ان کو کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الہی کی اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔“

(آل عمران: ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴) (جمل القرآن)

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرض کی گئی کہ لشکر کفار نے لوٹ کر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا ہے تو حضور نے پر جلال انداز میں فرمایا۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ سَوَّمْتُ لَهُمْ حِجَارَةً لَوْ صَبَعُوا بِهَا لَكَائُوا
كَأَمْسِ الدَّاهِيَةِ

”اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے ان کے لئے پتھروں کو نشان زدہ کر دیا ہے اگر انہوں نے لوٹ کر ہم پر حملہ کا قصد کیا تو وہ پتھران پر برسائے جائیں گے اور صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے گا۔“

حمراء الاسد سے واپسی پر لشکر کفار کے دو آدمی گرفتار کر لئے گئے (۱) معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص (۲) ابو عزة الجهمی

ابو عزة جنگ بدر میں بھی قید کر لیا گیا تھا اس نے اپنی پانچ کسین بچیوں کا واسطہ دے کر رحمہ کی بھیک مانگی تھی حضور نے اس کو معاف کر دیا تھا اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ آئندہ لشکر کفار میں شریک ہو کر حملہ آور نہ ہو گا۔ لیکن اس نے وعدہ شکنی کرتے ہوئے پھر لشکر کفار میں شرکت کر کے مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا۔ اس نے دوبارہ معافی کی درخواست کی لیکن سرکارِ دو عالم نے یہ فرما کر اس کی درخواست مسترد کر دی۔

لَا وَاللَّهِ لَا تَمْسَحُ عَارِضِيكَ بِمَكَّةَ بَعْدَهَا وَتَقُولُ خَدَعْتُ
مُحَمَّدًا أَمْرَتَيْنِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يُلْدَغُ مِنْ بَحْوَ مَرَّتَيْنِ -
إِصْرِبْ عُنُقَهُ يَا زُبَيْرُ

”اب تمہیں معافی نہیں مل سکتی تاکہ مکہ جا کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ازراہ تعلی تم یہ کہو کہ میں نے محمد (فداہ ابی وائی) کو دوبار دھوکا دیا ہے۔ مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ اے زیر اٹھو اس ٹانہ بجل کی گردن اڑادو۔“

نبی کریم نے امت کے جرنیلوں اور حکمرانوں کو تعلیم دی کہ دھوکا بازوں اور عیاروں کے دام فریب میں بار بار پھنسا مومن کو زیب نہیں دیتا۔
دوسرے جنگی قیدی معاویہ بن مغیرہ کے بارے میں حضرت زید بن حارثہ اور عمار بن یاسر کو حکم دیا کہ وہ فلاں جگہ چھپا ہوا ہے جاؤ اور اس کا سر قلم کر دو (۱)

يَتَوْفِيهِمُ تَعَالَى قَدْ فَرَعْتُ مِنْ ذِكْرِ غَزْوِهِ أَحَدٍ فِي يَوْمِ الْحَمِيسِ
فِي ثَلَاثِينَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ الْمُبَارِكِ فِي عَامِ ۱۳۱۰ مِنَ الْهِجْرَةِ
الْقُبُورِيَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا أَزْكَى الصَّلَوَاتِ وَأَطْيَبِ السَّلَامَاتِ وَأَجْمَلَ
الْمَحَبَّاتِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ أَحَبَّهُ وَاتَّبَعَهُ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ
رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ
وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ
وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ - رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ
يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ -

العبد المسكين: محمد کرم شاہ

جاں نثاران اسلام پر فرار کا الزام اور اس کا رد

۳۰ / رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ کو یہ عاجز، غروہ احد کے واقعات و حالات لکھنے سے فدرغ ہوا۔ میرا یہ خیال تھا کہ اس عظیم غروہ کے اہم مشاہد کو میں نے اپنی محدود صلاحیت کے مطابق بیان کر دیا ہے اس پر مزید کسی اضافہ کی چنداں ضرورت نہیں ہوگی۔

لیکن اس کے بعد مجھے ایک ایسے سیرت نگار کی کتاب کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ جن کا تعلق اثنا عشریہ فرقہ سے ہے مجھے اس میں چند چیزیں پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ مصنف موصوف نے ان تاریخی حقائق کو مسخ کرنے اور جہاں مسخ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی وہاں ان پر پردہ ڈالنے کی دانتہ کوشش کی جن کے مطالعہ سے صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین کی، اللہ تعالیٰ کے حبیب کے دین کے ساتھ بینظیر وابستگی اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے، برگزیدہ رسول اور اپنے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے بے پناہ محبت، ان کے جذبہ عشق کی وسعت گہرائی اور گیرائی کا پتہ چلتا ہے۔

انہوں نے بغیر کسی دلیل کے ان قدسی صفات شاگردان بارگاہ نبوت پر میدان جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے والے، آزمائش کی اس گھڑی میں اپنے آقا کو تنہا چھوڑ دینے والے، کے الزامات لگائے ہیں۔

اس لئے میں اپنا یہ فرض سمجھتا ہوں کہ ان الزامات کی تردید کروں اور مستند حوالہ جات سے ان گرامی مرتبت حضرات کے جذبہ ایثار و قربانی کا ذکر کروں تاکہ جو قلوب حق کے متلاشی ہیں انہیں گوہر مقصود تک رسائی حاصل ہو جائے و ما توفیقی الا باللہ۔

غروہ احد، دیگر غزوات سے کئی لحاظ سے مختلف ہے۔ اس غروہ میں فریقین کو متعدد مدد و جزر کا سامنا کرنا پڑا ہے کبھی ایک فریق کا پلڑا بھاری ہوا، پھر ہوا کا رخ یک لخت بدل گیا اور دوسرے فریق کا پلڑا بھاری دکھائی دینے لگا کبھی ایک فریق کی صفیں پر اگندہ ہوئیں اور اس کی فوجیں میدان جنگ میں انتشار کا شکار ہوئیں اور کبھی دوسرا فریق جو چند لمحہ بیشتر کامیابی کا پرچم لہرا رہا تھا اس کے لشکر میں افراتفری مچ گئی اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اس لئے تمام حالات کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ان مرحلوں کا ذکر ضروری ہے جن کے نشیب و فراز سے فریقین کو گزرنا پڑا نیز ہر مرحلہ میں ہر فریق کے نامور افراد نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کا بیان ضروری ہے تاکہ حقیقت اپنی جملہ دلفریبیوں کے ساتھ آشکارا ہو جائے۔

ہم اس جنگ کو تین مرحلوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا مرحلہ: جنگ کے آغاز سے لے کر کفار کے گیارہویں یا بارہویں علمبردار صو آب کے قتل کے بعد، کفار کے جھنڈے کے سرنگوں ہونے تک۔

دوسرا مرحلہ: تیر اندازوں کی اکثریت کے اپنے مورچہ کو چھوڑ دینے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی خبر مشہور ہونے تک۔

تیسرا مرحلہ: خبر شہادت کی تکذیب کے بعد سے آخر تک۔

۱۔ ہم ذرا تفصیل سے جنگ کے ہر مرحلہ کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلا مرحلہ

بالکل سادہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی پیچیدگی نہیں دونوں فریق آنے سامنے صف بستہ ہیں کفار مکہ کے لشکر کی تعداد تین ہزار سے متجاوز ہے ان میں سے سات سوزرہ پوش، دو سو گھوڑے ہیں۔ ہر ایک دستہ سو شہسواروں پر مشتمل ہے ایک دستے کا سالار خالد بن ولید ہے اور دوسرے کا عمرہ بن ابی جہل۔ سب کے دلوں میں مسلمانوں کی عداوت اور ان سے اپنے مقتولوں کا انتقام لینے کی آگ بھڑک رہی ہے۔

اسلامی لشکر سے ان کا لشکر چار گنا سے بھی زیادہ ہے۔ اسلحہ میں مسلمانوں کو ان سے کوئی نسبت ہی نہیں ان کے پاس صرف دو گھوڑے ہیں لیکن ایمان کی قوت نے ان کو ناقابل تسخیر بنا دیا ہے۔ یہ محض اعلاء کلمۃ الحق کے لئے اپنے سردھڑکی بازی لگا کر کفر کا مقابلہ کرنے کی خاطر میدان جنگ میں تشریف لائے ہیں۔

جنگ کے ابتدائی چند گھنٹوں میں اسلام کے جاں بازوں نے کفار کے سر غرور کو خاک آلود کر کے رکھ دیا اسلام کے شیروں نے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ان کے گیارہ بارہ چوٹی کے بہادر اور جنگ جو علمبرداروں کو خاک و خون میں تڑپا دیا ہے اب ان کا جھنڈا زمین پر گرا پڑا ہے اور ان میں سے کسی کی جرأت نہیں کہ اسے اٹھا سکے۔ حضرت حمزہ، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابو دجنہ اور دیگر بہادر، کفار کے سوراخوں پر عقابوں کی طرح جھپٹتے ہیں اور چوزوں کی طرح ان کو دبوچ کر لے جاتے ہیں۔ ہند اور اس کی ہجولیاں جو اپنے لشکر کے جذبہ حمیت و غیرت کو دھیس بجا بجا کر رزمیہ اشعار گا گا کر بھڑکاری تھیں ان کا جوش و خروش ماند پڑتا جا رہا ہے اور ان

کی وہ شوخیاں دم توڑ رہی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے شیر جس طرف حملہ کرتے ہیں صفوں کی صفیں الٹ دیتے ہیں چند ہی گھنٹوں میں کارن پڑا ہو گا کہ کفار کے لشکر میں شکست کے آثار نمایاں ہونے لگے اور یکے بعد دیگرے انہوں نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کیا مسلمان ہیں کہ ان کے تعاقب میں ننگی تلواریں لئے دوڑے چلے جا رہے ہیں تقریباً میدان خالی ہو جاتا ہے اگر کچھ لمحے مسلمان اس گر بجوشی سے ان کا تعاقب جاری رکھتے تو جنگ کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو جاتا اور بدر کی فتح مبین کے بعد شاید آج اس سے بھی عظیم تر فتح اور کامرانی انہیں نصیب ہوتی اور کفار عرب کے ساتھ ان کی یہ جنگ آخری اور فیصلہ کن جنگ ثابت ہوتی۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا جنگ کے اس مرحلہ میں اسلامی لشکر کے ہر مجاہد نے جان فروشی اور اولو العزمی کے ایسے حسین اور دلکش نقوش جریدہ عالم پر ثبت کئے کہ رہتی دنیا تک ان کی نظیر پیش نہیں کی جاسکے گی۔

دوسرا مرحلہ

مسلمانوں نے جب دشمن کی واپسی سے بے فکر ہو کر اموال غنیمت کو سمیٹنا شروع کر دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح اور حتمی ارشادات کے باوجود پچاس میں سے چالیس تیر اندازوں نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا اور اموال غنیمت کو اکٹھا کرنے میں مصروف ہو گئے۔ تو خالد کی عقاب نگاہوں نے ذرا توقف کئے بغیر احد کا چکر کاٹ کر عقب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور مسلمان جو دشمن سے بالکل بے خوف ہو کر ادھر ادھر اموال غنیمت اکٹھا کرنے میں منہمک تھے اس اچانک افتاد کی تاب نہ لاسکے اور حواس باختہ ہو کر ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ اس پر مزید ایک آفت ٹوٹی کہ ابن قیس نے اعلان کر دیا کہ اس نے فِدَاہُ اَبْنِ دَاوُدَ وَنَفْسِی کو قتل کر دیا ہے یہ خبر سن کر مسلمانوں پر تو ایک قیامت ٹوٹ پڑی ان کی عقل و ہوش کے چراغ بجھ گئے گویا کسی نے ان کی ساری توانائیوں کو چوس لیا ہو۔

یہاں ہم علامہ حافظ ابن حجر کا ایک اقتباس پیش خدمت کرتے ہیں جو یقیناً بصیرت افروز ثابت ہو گا۔

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ إِنَّهُمْ سَادُوا ثَلَاثَ فَرَقٍ - فَرَقًا اسْتَمَرَّ فِي الْهَزِيمَةِ إِلَى قُرْبِ الْمَدِينَةِ كَمَا رَجَعُوا حَتَّى انْقَضَ الْقِتَالُ وَهُمْ قَلِيلٌ. هُمُ الَّذِينَ نَزَلَ فِيهِمْ إِنْ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ النَّعْيِ الْجَمْعَيْنِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ (آل عمران: ۱۵۵)

وَفَرَّقَ سَارُوحًا يَرَى - لَمَّا سَمِعُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَدْ قُتِلَ، فَصَارَتْ غَايَةُ الْوَاحِدِ مِنْهُمْ أَنْ يَذَابَ عَنْ نَفْسِهِ
أَوْ يَسْتَمِرَّ عَلَى بَصِيرَتِهِ فِي الْقِتَالِ إِلَى أَنْ يُقْتَلَ وَهُمْ أَكْثَرُ الْقَصَابَةِ
وَفَرَّقَ ثَبَّتَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَرَجَّعَ إِلَى
الْفِرْقَةِ الثَّانِيَةِ شَيْئًا فَشِيئًا لَمَّا عَرَفُوا أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ

”حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ مسلمان اس وقت تین گروہوں میں بٹ گئے
ایک گروہ جو میدان جہاد سے بھاگتا تھا وہ مدینہ کے قرب وجوار میں پہنچ گیا
اور ان کی تعداد بہت قلیل تھی اور انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ
آیات نازل فرمائیں۔

بے شک وہ لوگ جو پیٹھ پھیر گئے تھے تم میں سے اس روز جب مقابلہ میں
نکلے تھے دونوں لشکر تو پھسلا دیا تھا انہیں شیطان نے بوجہ ان کے کسی عمل
کے اور بے شک اب معاف فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں یقیناً اللہ تعالیٰ
بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے۔ (گو یا اللہ تعالیٰ نے لَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ فرما
کر ان کو عفو کا مرثدہ سنا دیا) جب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا تو اب
کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ان پر زبان طعن دراز کرے۔

اور ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جب انہوں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی شہادت کی خبر سنی تو وہ حیران و سراپیمہ ہو کر رہ گئے اب انہیں
سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں کیا وہ صرف اپنی جان کا بچاؤ کریں یا اپنی
سمجھ کے مطابق مصروف پیکار رہیں یہاں تک کہ وہ شہید ہو جائیں۔

تیسرا گروہ ان جان نثاروں کا تھا جو ان از حد سنگین اور خطرناک حالات
میں بھی اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں حاضر رہے۔
دوسرا گروہ بھی آہستہ آہستہ اس تیسرے گروہ میں
آکر شامل ہو گیا اور اپنے آقا کے قدموں میں حاضر ہو کر اپنی جان کے
نذرانے پیش کرنے لگا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس نازک وقت میں حضرت صدیق اکبر، حضرت فدوق اعظم سیدنا علی
مرتضی رضی اللہ عنہم ان تین گروہوں میں سے کس گروہ میں شامل تھے۔

آئیے! یہ فقیرِ فقیر مستند حوالوں سے آپ کو بتاتا ہے کہ یہ تینوں حضرات تیسرے گروہ میں شامل تھے اور نازک ترین حالات میں بھی یہ اپنے محبوب کریم سے لمحہ بھر کے لئے بھی جدا نہیں ہوئے۔

علامہ المقریزی۔ اپنی مشہور کتاب الامتاع میں لکھتے ہیں۔

جب ابن قمنیہ نے حضرت مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا اور اسلام کا پرچم ان کے کٹے ہوئے ہاتھوں سے گر پڑا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھا کر یہ علم حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ پھر دونوں فریقوں میں دست بدست جنگ شروع ہو گئی اور کفار نے ”يَا لَلْعَرَبِ يَا لَلْهَيْبِ“ کے نعرے لگانے شروع کر دیئے اور مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی زخمی کر دیا۔

لَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبْرًا وَاحِدًا بَلَّ
وَقَفَّ فِي وَجْهِ الْعَدُوِّ وَهُوَ يَرْمِي عَنْ قَوْسِهِ أَوْ يَجْرَحُ حَتَّى تَحْجُزُوا

”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باشت بھی اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہوئے بلکہ دشمن کے سامنے کھڑے رہے اور اپنی کمان سے دشمن پر تیروں کی بارش کرتے رہے اور پتھر پھینکتے رہے یہاں تک کہ دشمنوں کا منہ پھیر دیا۔“ (۱)

ان حالات میں صحابہ کرام میں سے کون کون حضرات حضور کی خدمت اقدس میں حاضر تھے اس کے بارے میں علامہ موصوف رقمطراز ہیں۔

وَتَبَّتْ مَعَهُ خَمْسَةٌ عَشَرَ رَجُلًا ثَمَانِيَةً مِنْ الْمُهَاجِرِينَ هُمْ
أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَعَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَطَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ
جَرَّاحٍ وَزُبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَمِنْ الْأَنْصَارِ سَبْعَةٌ حَبَابُ بْنُ
الْمُنْذِرِ وَأَبُو دُجَانَةَ وَعَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ وَخَالِثُ بْنُ صَمَّةَ وَ
أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَسَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ وَسَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَلَمْ
يُقْتَلْ مِنْهُمْ أَحَدٌ

”اس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پندرہ حضرات ثابت قدم رہے جن میں سے آٹھ مہاجر تھے ان کے نام یہ ہیں

ابو بکر۔ عمر۔ عبدالرحمن بن عوف۔ علی بن ابی طالب۔ سعد بن ابی وقاص۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ ابو عبیدہ بن جراح۔ زبیر بن العوام۔ انصار سات تھے۔ حباب بن منذر۔ ابو دجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ حارث بن صمہ۔ اسید بن حنظلہ۔ سعد بن معاذ۔ سہل بن حنیف اور ان میں سے کوئی آدمی مقتول نہیں ہوا۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ یہ جلیل القدر صحابہ جن میں حضرت صدیق اکبر۔ حضرت فدوق اعظم اور علی مرتضیٰ بھی ہیں اس نازک وقت میں اپنے آقا کے پاس موجود تھے۔ علامہ ابن سید الناس اپنی سیرت کی کتاب ”عیون الاثر“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَبَيَّنَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزُولُ يَرْحَمُ عَنْ قَوْمِهِ حَتَّى صَادَتْ شَطَايَا وَيَزِيحُ بِالْحَجَرِ وَبَيَّنَتْ مَعَ عَصَابَةٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ أَدْبَعَةَ عَشْرٍ رَّجُلًا سَبْعَةً مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَالصِّدِّيقُ وَسَبْعَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ حَتَّى تَحَاجُّوا.

”ان عظیم حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے اور دشمن پر اپنی کمان سے تیر برساتے رہے اور پتھر پھینکتے رہے اور اس حالت میں صحابہ کا ایک گروہ جو چودہ اصحاب پر مشتمل تھا وہ بھی حضور کے ساتھ ثابت قدم رہا۔ ان میں سے سات مہاجر تھے اور ان میں حضرت صدیق اکبر بھی تھے اور سات انصار میں سے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے دشمنوں کے حملے کو روک دیا۔“ (۲)

اسی واقعہ کے بارے میں رومانیہ کے سابق وزیر خارجہ جونستانس اپنی تالیف ”نظرة جديدة“ میں لکھتے ہیں۔

فَرَّقَ فُرْسَانُ خَالِدِ جَيْشِ الْمُسْلِمِينَ كُلَّهُ مُقَدَّمَاتَهُ وَمُؤَخَّرَتَهُ غَيْرَ أَنَّ عَدَدًا مِّنَ الرِّجَالِ حَافِظُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّقْوَا حَوْلَهُ وَهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ وَأَبُو دُجَانَةَ وَغَيْرُهُمْ حَيْثُ أَلْفُوا صَفًّا صَغِيرًا حَالُوا بِسُيُوفِهِمْ دُونَ تَقَدُّمِ فُرْسَانِ الْعَدُوِّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”خالد کے شہسواروں نے مسلمانوں کے سارے لشکر کو منتشر کر دیا سوائے ان جوانمردوں کے جو اس وقت بھی اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کے لئے حضور کے ارد گرد گھیرا بنا کر کھڑے ہو گئے تھے اور وہ خوش نصیب حضرت ابو بکر - عمر - علی - ابو دجانہ وغیرہ تھے۔

انہوں نے ایک چھوٹی سی ایسی سیسر پلائی ہوئی دیوار قائم کر دی تھی جنہوں نے اپنی تلواروں سے دشمن کے شہسواروں کی پیش قدمی کو روک دیا اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب نہ پہنچ سکے۔“ (۱)

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے۔

سب سے پہلے کعب بن مالک نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چمکتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر حضور کو پہچانا اور فرط مسرت سے بے قابو ہو کر بلند آواز سے کہا۔ ”يَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِينَ اَبَشِرُوا هَذَا رَسُولُ اللَّهِ“ اے مسلمانوں کے گروہ! مرثدہ باد! یہ اللہ کے رسول موجود ہیں۔ ”مسلمان نے سنا تو پروانوں کی طرح ٹوٹ کر وہاں پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور حضور کے ساتھ جو حضرات موجود تھے ان کو شعب کی طرف لے گئے وہ لوگ جو پہلے موجود تھے وہ کون کون تھے ان کے نام ڈاکٹر موصوف کی زبانی سنئے۔

وَنَهَضُوا بِالنَّبِيِّ وَمَنْ حَوْلَهُ اَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ ابْنُ اَبِي طَالِبٍ
وَزُبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَرَهْطٌ غَيْرُهُمْ۔

”جو حضور کے ارد گرد پہلے موجود تھے ان میں ابو بکر - عمر - علی - زبیر بن

عوام اور جان باز عشاق کا ایک گروہ موجود تھا۔“ (۲)

یہی ڈاکٹر محمد حسین ہیکل چند سطر آگے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔

جب حضور وہاں پہنچے تو خالد بن ولید نے اپنے شہسواروں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ کر حملہ کرنے کا قصد کیا تو خالد کو منہ توڑ جواب دے کر وہاں سے بھاگنے پر مجبور کرنے والا کون تھا۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر موصوف کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

وَلَمَّا هَمَّ لِكَذِّبِ الْكَافِرِ اَذَّعَلَ خَالِدُ بْنُ وَلِيدٍ عَلَى رَأْسِ قَوْمٍ مَعَهُ

الْجَبَلِ فَقَاتَلَهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَرَهْطًا مِّنْ أَصْحَابِ الرَّسُولِ
قَرَدُودَهُمْ۔

”یہ حضرت عمر تھے جنہوں نے اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ خلد کو پسا
ہونے پر مجبور کر دیا۔“

علامہ ابن خلدون اس واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وَنَهَضُوا مَعَهُ فَنَحَوَ الشَّعْبُ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٌ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ بْنُ أَبِي
طَالِبٍ وَزُبَيْرٌ وَالْحَارِثُ بْنُ صَمَّةٍ الْأَنْصَارِيُّ وَغَيْرُهُمْ۔

”اور حضور کی موجودگی کے بارے میں جان کر جمع ہونے والوں کے
ساتھ حضور اور حضور کے ساتھی شعب کی طرف روانہ ہوئے جن کے نام
یہ ہیں ابو بکر۔ عمر۔ علی۔ زبیر۔ حارث بن صمہ الانصاری۔“ (۱)

ابن سید الناس اپنی کتاب عیون الاثر میں اس واقعہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔

فَلَمَّا عَرَفَ الْمُسْلِمُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَهَضُوا بِهِ وَنَهَضَ مَعَهُمُ فَنَحَوَ الشَّعْبُ مَعَهُ أَبُو بَكْرٌ وَعُمَرُ
عَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَزُبَيْرٌ وَالْحَارِثُ بْنُ صَمَّةٍ الْأَنْصَارِيُّ وَرَهْطًا
مِّنَ الْمُسْلِمِينَ۔

بعض ایسے نازک مرحلے بھی آئے جہاں تھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دشمن کو
راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کے اوپر تشریف فرما
تھے ابو سفیان اپنے چند سپاہیوں کو ہمراہ لے کر پہاڑ پر چڑھنے لگا سرکارِ دو عالم نے فرمایا۔
”لیس لہم ان یعلوئا۔“ انہیں مہلت ملنی چاہئے کہ وہ ہم سے بلندی پر چڑھ جائیں۔

فَقَاتَلَهُمْ عُمَرُ وَمَعَهُ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ حَتَّى أَهْبَطَهُمْ۔

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کے ایک دستہ کے ساتھ
ابو سفیان اور اس کے لشکر کے ساتھ جنگ کی اور ان کو نیچے اترنے پر مجبور
کر دیا۔“ (۲)

اثنائے جنگ آپ کے عمومی کارناموں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رومانیہ کے سابق وزیر خدجہ نظریہ جدیدہ میں لکھتے ہیں۔

أَمَّا عَمْرُوْ كَانَ يُصَادِلُ الْمُشْرِكِيْنَ بِقَامَتِهِ الْمُهِيبَةِ الطَّوِيلَةِ
الْعَرِيضَةِ وَيُوَسِّلُ أَصْوَاتًا مُّزْجِيَةً يَهْلَعُ لَهَا الْمُشْرِكُونَ وَكَانَ
يَنْشُدُ الشَّعْرَ تَحْمِيْسًا لِلْمُسْلِمِيْنَ الْمُحَارِبِيْنَ۔

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بلند وبالا اور طویل و عریض قد و قامت کے ساتھ مشرکین پر حملہ آور ہوتے تھے۔ اور آپ کی گرجدار آواز سے مشرکین کے کلیجے پھٹتے تھے آپ وقتاً فوقتاً اپنی بلند آواز سے ایسے شعر پڑھتے تھے جو مسلمانوں کے جوش و خروش میں اضافہ کر دیتے تھے۔“ (۱)

ابو سفیان کے نعروں کے جواب میں لشکر اسلام کی طرف سے نعرے لگانے والا کون تھا۔ وہ حضرت فلروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات تھی۔ جو ذات جنگ کے ہر مرحلہ میں، ہر کٹھن وقت پر اپنے آقا کے پاس رہی اور جس کی شہادت میں چند مستند حوالے قارئین کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں کیا اس کے بعد بھی کوئی شخص یہ الزام لگا سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بھاگ گئے تھے۔

اس سے زیادہ بہتان تراشی اور کذب بیانی اور کیا ہو سکتی ہے۔

آخر میں دو مختصر واقعات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جس سے آپ ان جلیل القدر ہستیوں کے ایمان اور جذبہ جاں نثاری کا بآسانی اندازہ لگا سکیں گے۔

حضرت صدیق اکبر کا ایک لڑکا جس کا نام عبدالرحمن تھا۔ وہ ابھی تک مشرف باسلام نہیں ہوا تھا۔ وہ جنگ احد میں کفار کے لشکر میں شامل ہو کر جنگ کرنے کے لئے گیا تھا۔ وہاں میدان میں اتر کر مسلمانوں کو مقابلہ کا چیلنج دیا۔ حضرت صدیق اکبر نے سنا تو آپ اٹھے۔ کہ اس کو اس چیلنج کا مزہ چکھائیں اور خود اس کا مقابلہ کر کے اسے کیفر کردار تک پہنچائیں۔ اللہ کے پیارے حبیب نے اپنے یار غار کو اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے دیکھا اور فرمایا۔

شَعْرَ سَيْفِكَ دَأْمَتْنَا بِكَ

”اے ابو بکر! اپنی تلوار کو نیام میں ڈال لو اور ہمیں اپنے وجود سے متمتع ہونے دو۔“

معلوم ہوا صدیق اکبر اپنے آقا کے دین کو سر بلند کرنے کے لئے اپنے لخت جگر کو بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن اس کے آقا کو یہ یار غدا اتنا عزیز ہے کہ اس کو منع فرمایا جا رہا ہے تاکہ وہ تادیر زندہ رہے اور اس کے وجود مسعود سے حضور کی امت اور حضور کا دین مستفید ہوتا رہے۔

علامہ ابن سید الناس اپنی کتاب عیون الاثر میں لکھتے ہیں
میدان احد میں حضرت فاروق اعظم اور ان کے بڑے بھائی زید بن خطاب رضی اللہ عنہما دونوں شریک تھے حضرت عمر نے اپنی زرہ اتار کر اپنے بھائی کو دی اور کہا آپ یہ زرہ پہن لیں چنانچہ حضرت زید نے جواب دیا۔ ”اِنِّیْ اُرِیدُ مِنَ الشَّہَادَةِ مِثْلَ مَا تُرِیدُ“ جس طرح راہ حق میں جام شہادت نوش کرنے کا تجھے شوق ہے مجھے بھی شوق ہے۔ ”چنانچہ دونوں نے زرہ کو پرے پھینک دیا اور اس آرزو میں کہ انہیں میدان میں شہادت نصیب ہو زرہ پہنے بغیر اس جنگ میں شرکت کی۔

یہ اللہ کی مشیت تھی کہ اس نے ان دونوں بھائیوں کو دین اسلام کی عظیم خدمات انجام دینے کے لئے مزید مہلت دی حضرت زید کو میلہ کذاب کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شرف شہادت نصیب ہوا اور حضرت فاروق اعظم کو مسجد نبوی کے محراب میں صبح کی نماز ادا کرتے ہوئے اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ ور فرمایا گیا۔

سال سوم میں وقوع پذیر ہونے والے دیگر واقعات

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا۔ کاشانہ نبوت میں

حضرت حفصہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں ان کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ القرشی السہمی سے ہوئی تھی۔ یہ ان خوش بختوں میں سے تھے جنہوں نے بالکل ابتدائی زمانہ میں حضور کی دعوت کو قبول کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ کو دوبار ہجرت کرنا پڑی پہلے یہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے وہاں سے واپس آئے تو پھر اپنے وطن مکہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں اپنے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں جا کر سکونت اختیار کی۔ حق اور باطل کی پہلی جنگ بدر میں شریک ہوئے اور داد شجاعت دی۔ پھر

میدان احد میں پہنچے وہاں خوب اپنی جاں نثاری کے جوہر دکھائے۔ زخمی ہو کر مدینہ واپس آئے وہ زخم اتنے گہرے تھے کہ ان سے جانبر نہ ہو سکے اور انہی زخموں کی وجہ سے عرصہ بعد وفات پا گئے۔ ان کی وفات سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ ابھی ان کا عقوان شباب تھا عمر مبارک صرف اٹھارہ سال تھی والدین کے لئے اس عمر میں بچی کا بیوہ ہونا بڑا المناک سانحہ تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے بڑے مہربان سے اس صدمہ کو برداشت کیا چھ سات ماہ کا عرصہ گزر گیا تو آپ کو خیال ہوا کہ کسی موزوں شخص کے ساتھ ان کا نکاح کر دینا ضروری ہے آپ نے اس مسئلہ پر بڑا غور و خوض کیا۔ آخر یہ سوچ کر قدرے سکون محسوس کیا کہ حضرت ابو بکر کو میں یہ رشتہ پیش کرتا ہوں اور وہ یہ پیشکش قبول کر لیں تو ان سے بہتر ان کی لخت جگر کے لئے وجہ تسکین کون ہو سکتا ہے۔ یہ سوچ کر آپ حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور اپنی جواں سال بیٹی کے بیوہ ہونے کا تذکرہ کیا آپ نے ان کی بات کو بڑی توجہ سے سنا۔ پھر حضرت فاروق اعظم نے کہا اگر آپ اس کو اپنی زوجیت میں قبول کر لیں تو ہم سب کے لئے باعث تسکین ہو گا۔ انہیں یقین تھا کہ ایسی پاک نہاد اور عبادت گزار بچی کا رشتہ حضرت ابو بکر فوراً قبول کر لیں گے لیکن صدیق اکبر نے مکمل سکوت اختیار کر لیا آپ کو اس سکوت سے بہت دکھ ہوا۔ معاً خیال آیا کہ حضرت عثمان کی اہلیہ حضرت رقیہ کا انتقال ہو چکا ہے انہیں کیوں نہ یہ رشتہ پیش کیا جائے یہ سوچ کر آپ سیدھے ان کے گھر گئے اپنی آمد کا مدعا بیان کیا آپ نے سوچنے کے لئے کچھ روز کی مہلت طلب کی اس مہلت کے اختتام پر آپ پھر گئے حضرت عثمان نے صاف الفاظ میں معذرت کر دی اور کہا میں ابھی شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

اپنے دو قریبی دوستوں کا جواب سن کر آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ دونوں کی شکایت کرنے کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے سارا ماجرا عرض کیا آخر میں کہا یا رسول اللہ! کیا حفصہ جیسی جواں سال، متقی، عبادت گزار کے رشتہ کی پیشکش کو یوں مسترد کرنا مناسب ہے۔ سرور عالم اپنے عزیز دوست کی پریشانی میں مسکرا دیئے فرمایا کہ حفصہ کے ساتھ وہ شادی کرے گا۔ جو عثمان سے بہتر اور اعلیٰ ہے اور عثمان اس سے شادی کرے جو حفصہ سے برتر اور افضل ہے۔

يَنْزِلُ جُحْفَصَةَ مَنِ هُوَ خَيْرٌ مِّنْ عُثْمَانَ وَيَنْزِلُ جُحْفَصَةَ مَنِ هُوَ خَيْرٌ مِّنْ حَفْصَةَ۔

یہ مژدہ جانفزا سن کر آپ جلدی سے اٹھے تاکہ اپنی سوگوار بچی اور اپنے دونوں دوستوں

ابو بکر اور عثمان کو یہ مسرت آگئیں خبر سنائیں۔ سب سے پہلے آپ کی ملاقات حضرت صدیق اکبر سے ہوئی فرط مسرت سے حضرت عمر کے چہرے کو چمکتے ہوئے دیکھ کر حضرت صدیق کبھ گئے اور مبارک دی اور فرمایا۔

لَا تَحْجِدْ عَلَيَّ يَا عُمَرُ - فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ
حَفْصَةَ فَلَمْ أَكُنْ لِإِفْشَى سِتْرٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَوْ تَزَوَّجَهَا لَتَزَوَّجْتُهَا -

”اے عمر! مجھ پر ناراض نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی بیوی کا ذکر کیا تھا۔ میں حضور کے راز کو افشا نہیں کر سکتا تھا، اگر حضور اس کے ساتھ شادی نہ کرتے تو میں ضرور شادی کرتا۔“

آپ آٹھ سال تک حضور کی زوجیت میں رہ کر شرف خدمت حاصل کرتی رہیں سرور عالم کے وصال پر ملال کے بعد اسی حجرہ مبارکہ میں اپنی ساری عمر درویشانہ طریقہ پر عبادت الہی اور کتاب الہی کی تلاوت میں گزار دی۔

واقعی کے قول کے مطابق آپ نے ماہ شعبان ۴۵ ہجری میں دارقطنی سے رختِ سربانہ ہا اور اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ علی میں باریاب ہوئیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ (۱)

عقد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا گیا تھا۔ غزوہ بدر کے موقع پر ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عثمان کے اخلاق حسنہ اور حضور کی لخت جگر کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے حضور نے اپنی دوسری نور نظر حضرت سیدہ ام کلثوم کا رشتہ بھی آپ کو عنایت فرمایا۔ چنانچہ ماہ جمادی الثانی ۳ ہجری میں یہ شادی خانہ آبادی پایہ تکمیل کو پہنچی۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ نکاح ربیع الاول ۳ ہجری میں ہوا اور رخصتی تین ماہ بعد جمادی الثانی میں ہوئی۔ (۲)

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد ۱، صفحہ ۳۱۶ تراجم سیدات بیت نبوت، صفحہ ۳۰۰-۳۰۳

۲۔ تاریخ الخمیس، جلد ۱، صفحہ ۳۱۴ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۲۰ تراجم سیدات بیت نبوت، صفحہ ۳۱۸

حضرت زینب بنت خزیمہ کا شرف زوجیت

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے تیسرے سال میں حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو شرف زوجیت سے نوازا۔ یہ بھی بیوہ تھیں یہ پہلے کس کے عقد میں تھیں اس میں دو مشہور قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ ان کا پہلا نکاح طفیل بن حلدث بن عبدالمطلب بن ہاشم سے ہوا تھا انہوں نے طلاق دے دی۔ ان کے بھائی حضرت عبیدہ بن الحارث نے ان سے نکاح کیا حضرت عبیدہ نے غزوہ بدر میں شرف شہادت حاصل کیا یہ بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھیں شکل و صورت بھی اتنی دلکش نہ تھی اس بندہ نواز آقا نے کرم فرماتے ہوئے انہیں اپنی زوجیت کی سعادت سے بہرہ اندوز کر کے ان کے غمزہ دل کو شاداں و فرحاں کر دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ حضرت عبداللہ بن جحش کی رفیقہ حیات تھیں وہ عبداللہ بن جحش جنہوں نے مقبولیت کی گھڑی میں اپنے لئے شہادت کی دعا مانگی تھی اور ساتھ ہی یہ التجا بھی کی تھی کہ نہ صرف یہ کہ کفلاں کو قتل کر دیں بلکہ ان کی ناک، ان کے کان کاٹ دیئے جائیں ان کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں روز محشر اسی حالت میں وہ اپنے پروردگار کی جناب میں پیش ہوں تو وہ پوچھے کہ اے عبداللہ! تیرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا تو وہ کہے۔ رَفِیْکَ دَرِفِیْ رَسُوْلَکَ تیری محبت اور تیرے رسول کے عشق کے جرم میں مجھے یہ سزا دی گئی یہ اس عبداللہ کی منکوحہ تھیں۔ اور ان کی شہادت کے بعد بیوہ ہوئیں۔

حضور کے بیت زوجیت میں یہ صرف آٹھ ماہ گزار سکیں پھر راحتی ملک بقاء ہو گئیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ ادا کی جنت البقیع میں سپرد خدا کیا۔ آپ بڑی فیاض اور کریم النفس خاتون تھیں غریبوں مسکینوں قیموں اور بے سہاروں کے ساتھ حد درجہ محبت کرتی تھیں یہاں تک ام المساکین کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ (۱)

حضرت امام حسن علیہ السلام کا میلاد مبارک

پندرہ رمضان المبارک ۳ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کو حضرت سیدۃ نساء العالمین البتول الزہراء رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے ایک مولود مسعود عطا فرمایا۔ ان کی ظاہری صورت اور باطنی سیرت مظہر جمال و کمال محمد مصطفیٰ تھی علیہ وعلی آلہ واصحابہ اطیب

التحیۃ والثناء۔ آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں اور اقوال بھی ہیں لیکن علامہ ابن حجر نے مندرجہ بالا قول کی توثیق کی ہے فرماتے ہیں الاول الاثبت۔ (۱)

جب آپ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس اور ام ایمن کو حضرت خاتون جنت کی خدمت گزاری کیلئے بھیجا۔ ان دونوں نے آیۃ الکرسی اور معوذتین پڑھ کر آپ کو دم کیا بچے کی ولادت ہوئی تو اس کا جسم پاک صاف تھا۔ خون یا کسی دوسری نجاست کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت امت کے لئے بھی گونا گوں برکتوں کا باعث بنی۔ اسلام میں بچے کی پیدائش پر جو تقریبات منائی جاتی ہیں یا جو اعمال بجالائے جاتے ہیں ان سب کا آغاز آپ ہی کی پیدائش کا مہولہ منت ہے۔ آپ کی برکت سے ساری امت کو یہ طریقے نصیب ہوئے سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن دود بنے آپ کے لئے بطور عقیقہ ذبح کئے۔ اور اپنی لخت جگر کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کے سر کے بال منڈوائیں اور انہیں چاندی کے ساتھ تول کر صدقہ کر دیں آپ کا سر منڈایا گیا۔ بال تولے گئے اس کا وزن ایک درہم کے برابر تھا۔ اسی قدر چاندی صدقہ کی گئی۔ دائی کو حضرت سیدہ نے دہنے کی ایک ران اور ایک دینار عطا فرمایا۔ سر منڈانے کے بعد سرکار دو عالم نے اپنے نور نظر کے سر پر دست پاک سے خوشبو ملی۔ ساتویں روز ہی حضور کے حکم سے حضرت حسن کا ختنہ کیا گیا ساتویں روز ہی نام مبارک بھی تجویز فرمایا اس روز سرور عالم حضرت سیدہ کے کاشنہ میں تشریف لے آئے فرمایا اَدُوْنِیْ اِبْنِیْ مَا سَتَیْتُمُوْهُ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ اور بتاؤ۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے۔

سیدنا علی فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم نے تو اس کا نام حرب تجویز کیا ہے۔ حضور نے فرمایا، حرب، نہیں اس کا نام حسن ہے۔ اسد الغابہ میں علامہ ابن اثیر روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا اور ابو محمد کنیت تجویز فرمائی۔ زمانہ جاہلیت میں یہ نام معروف اور مروج نہ تھا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ان ناموں کو لوگوں کی نگاہوں سے پنہاں رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے محبوب نے اپنے ان فرزندوں کو ان اسماء مبارکہ سے موسوم کیا حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ حضرت سیدہ کے ہاں جب یہ فرزند دلبند پیدا ہوا تو نبی الانبیاء تشریف لائے اور فرمایا یَا اَسْمَاءُ هَلِیْتِیْ اِبْنِیْ اے اسماء! میرا بیٹا میرے پاس لے آؤ۔

میں نے ایک سفید چادر میں لپیٹ کر بارگاہِ اقدس میں پیش کیا حضور نے مجھ سے لے لیا پھر ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر فرمائی۔

پھر سیدنا علی سے فرمایا میرے بیٹے کا تم نے کیا نام رکھا ہے آپ نے عرض کیا۔ میری کیا مجال تھی کہ میں حضور سے پہلے اس کا نام رکھنے کی جرأت کرتا حضور نے فرمایا میری طاقت بھی نہیں کہ اس بچے کا نام رکھنے میں میں اپنے رب سے سبقت کروں۔ اس وقت جبریل حاضر ہوئے عرض کی۔

إِنَّ رَبَّكَ يَقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ عَلَىٰ مِنْكَ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ
مِنْ مُوسَىٰ وَلَكِنَّ لَا نَبِيَّ بَعْدَكَ فَسَمِّ ابْنَكَ هَذَا بِاسْمِهِ وَلَدِ
هَارُونَ قَالَ وَمَا كَانَ اسْمُ ابْنِ هَارُونَ يَا جِبْرِئِيلُ قَالَ شَبَّرُ
قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ لِسَانِي عَرَبِيٌّ فَقَالَ سَمِّهِ الْحَسَنَ
فَفَعَلَ.

”یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں علی کا تعلق آپ سے ایسے ہے جیسے ہارون کا تعلق موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے آپ اپنے بیٹے کا نام وہ رکھیں جو حضرت ہارون کے بیٹے کا نام تھا حضور نے پوچھا، ان کے بیٹے کا نام کیا تھا جبریل نے عرض کیا شبر“ حضور نے فرمایا میری زبان تو عربی ہے تو جبریل نے عرض کی ان کا نام حسن رکھئے۔ چنانچہ حضور نے اس صاحبزادے کا نام حسن تجویز فرمایا۔“ (۱)

آپ کی ولادت سے پہلے حضرت ام الفضل، حضرت عباس کی زوجہ محترمہ، حضور کی خدمت میں آئیں اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضور کے اعضاء میں سے ایک عضو میرے گھر میں ہے سرکار نے فرمایا تم نے ٹھیک دیکھا ہے فاطمہ بچہ جنے گی اور تم اس کو اپنے بیٹے قثم کے ساتھ دودھ پلاؤ گی۔

چنانچہ حضرت حسن پیدا ہوئے اور آپ نے انہیں دودھ پلایا۔

حضرت امام حسن نے ایک دفعہ فرمایا مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ میں اس سے ملاقات کروں اور میں چل کر اس کے گھر کی زیارت کیلئے نہ گیا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے بیس

مرتبہ مدینہ طیبہ سے پیدل چل کر کعبہ مقدسہ کی زیارت کی اور پندرہ حج آپ نے پایادہ کئے اس حالت میں کہ بہترین اونٹنیں آپ کے ہمراہ ہوتی تھیں اور دو مرتبہ اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

آپ کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں، توفیقہ تعالیٰ اپنے اپنے مقام پر انہیں ذکر کیا جائے گا۔ آپ کے حلیہ مبارکہ کے بارے میں علماء لکھتے ہیں۔

آپ کی رنگت سفید سرخی مائل تھی۔ آپ کی آنکھیں بڑی بڑی اور سرمیں تھیں، آپ کے رخسار پھول کی طرح گلفتہ تھے، ڈاڑھی گھنی تھی سر کے بال کانوں تک تھے گردن ایسے چمکتی تھی جیسے چاندی سے ڈھالی گئی ہو۔ ہڈیوں کے جوڑ بڑے مضبوط تھے۔ سینہ کشادہ تھا، قد درمیانہ تھا، چہرہ مبارک از حد دلکش تھا، بال گھنگھریالے تھے۔ (۱)

۳ ہجری میں شریعت کے جن احکام کا نفاذ ہوا ان کے بارے میں علامہ شبلی رقمطراز ہیں۔ وراثت کا قانون بھی اسی سال نازل ہوا اب تک وراثت میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہ تھا ان کے حقوق کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔

نیز اب تک مسلمان مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کر لیا کرتے تھے اس کی ممانعت نہیں تھی اس سال اس کی بھی تحریم نازل ہوئی اور ایک مسلمان کو کسی مشرک عورت کے ساتھ شادی کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ (۲)

۴ھ ہجری

اس سال میں وقوع پذیر ہونے والے اہم واقعات کی اجمالی فہرست

۱۔ سریہ ابی سلمہ الی قطن۔

۲۔ سریہ عبداللہ بن انیس، عرنہ کی طرف

۳۔ بئر معونہ کا واقعہ

۴۔ رجیع کا واقعہ

۵۔ سریہ عمرو بن امیہ الضمری

۱۔ تاریخ الخبیس، جلد ۱، صفحہ ۴۱۹

۲۔ سیرت نبوی علامہ شبلی، جلد ۱، صفحہ ۳۵۶

- ۶۔ غزوہ بنی النضیر
- ۷۔ وفات ام المؤمنین زینب بنت خرمہ
- ۸۔ غزوہ ذات الرقاع
- ۹۔ صلوۃ الخوف
- ۱۰۔ وفات عبداللہ بن عثمان
- ۱۱۔ ولادت حضرت حسین بن علی
- ۱۲۔ زید بن ثابت کا سریانی زبان سیکھنا
- ۱۳۔ غزوہ بدر الصغریٰ
- ۱۴۔ حضرت ام سلمہ کو شرف زوجیت
- ۱۵۔ دو سو دیوں کا رجم
- ۱۶۔ سیدنا علی مرتضیٰ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کی وفات
- ۱۷۔ شراب کی حرمت کا حکم

سریہ ابی سلمہ

۳ ہجری میں میدان بدر میں اسلام کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی تھی۔ اور مشرکین مکہ کو شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اسلام کی اس فتح مبین کا نتیجہ یہ ہوا کہ جزیرہ عرب میں دور و نزدیک بننے والے مشرک قبائل پر مروجیت اور خوف کی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کیلئے کوشاں نظر آنے لگے۔ لیکن احد میں مسلمانوں کی کثیر تعداد کے شہید ہو جانے سے اہل مکہ کو اپنی کھوکھلی کامیابی کا ڈھنڈورا پیٹنے کا موقع مل گیا اس پاس کے قبائل میں بھی یہ حوصلہ پیدا ہونے لگا کہ وہ مسلمانوں کو جب موقع ملے زک پہنچانے سے باز نہ آئیں۔

ماہ شوال میں جنگ احد ہوئی تھی ذی قعد اور ذی الحجہ دو ماہ گزرے محرم کا مہینہ آیا تو یہ اطلاعیں ملنی شروع ہوئیں کہ بنی اسد کے سردار خویلد کے دونوں بیٹے طلحہ اور سلمہ اپنی قوم بنو اسد کو مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے مشتعل کر رہے ہیں۔ وہاں سے ایک آدمی آیا اور ان کے ارادوں اور تیاریوں کے بارے میں بارگاہ نبوت میں تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں مہلت نہ دی کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کریں بلکہ اپنے ایک جان نثار

صحابی حضرت ابو سلمہ کو ایک سو پچاس مجاہدین کا سالار بنا کر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ اسلام کے یہ بہادر جب ان کے قرب و جوار میں پہنچے تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے بھاگ کر اپنی جانیں بچانے میں ہی خیریت سمجھی۔ حضرت ابو سلمہ وہاں پہنچے تو ان کی آبادیاں خالی پڑی تھیں ان کے کثیر التعداد اونٹ اور بیشمار بھیڑ بکریاں ادھر ادھر گھوم پھر رہی تھیں آپ نے ان پر قبضہ کر لیا انہیں ہانک کر بارگاہ رسالت میں لے آئے۔ جس شخص نے بنو اسد کے منصوبوں سے حضور کو مطلع کیا تھا پھر لشکر اسلام کی راہنمائی کی تھی اس کو حضور نے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا اور بقیہ مال غنیمت احکام الہی کے مطابق تقسیم کیا گیا۔ (۱)

حضرت ابو سلمہ جنگ احد میں زخمی ہوئے تھے، مرہم پٹی کرنے سے وہ زخم مندمل ہو گئے اس مہم کو سر کرنے کیلئے دور دراز کا سفر طے کرنا پڑا پندرہ بیس روز اسی جدوجہد میں گزر گئے جب واپس آئے تو پہلے زخم پھر ہرے ہو گئے از سر نو تکلیف شروع ہو گئی۔ اس تکلیف سے جمادی الاول کی ۲۶ تاریخ کو وہ راہی ملک بقاء ہوئے رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین۔

رجیع کا المیہ

غزوہ احد کے بعد ایک اور دردناک سانحہ پیش آیا جس سے اگر ایک طرف مشرکین کی غداری، دھوکا بازی اور سنگدلی کا پردہ چاک ہوتا ہے تو دوسری طرف غلامان حبیب کبریا علیہ افضل الصلوٰۃ و اجمل الثناء کی جرأت و استقامت اور جذبہ جانفروشی پر روشنی پڑتی ہے۔

عضل اور قارہ، جو بنی حون بن خزیمہ بن مدرکہ قبیلہ کی دو شاخیں ہیں ان کے چند آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ کہ ہمارے قبیلوں میں اسلام کو رفتہ رفتہ پذیرائی حاصل ہو رہی ہے لوگ بت پرستی سے دل برداشتہ ہو کر دین توحید کو قبول کرنے میں دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر حضور اپنے چند مبلغ ہمارے ساتھ بھیجیں تو ہم ان کو اپنے ہمراہ لے جائیں گے وہ لوگوں کو دین اسلام کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں گے۔ اور آیات قرآنی پڑھ کر انہیں سنائیں گے ہمیں امید ہے کہ ہمارے قبائل کے بیشتر لوگ اس دین حق کو قبول کر لیں گے۔

دین حق کے داعی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ ذیل افراد کو تبلیغ اسلام کے لئے ان کے ساتھ روانہ کیا۔ مرثد بن ابی مرثد الحنقی - خالد بن البکیر - عامر بن مہبت بن ابی اقلح ،

نجیب بن عدی، زید بن الدثنیہ، عبد اللہ بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت مرثد کو ان کا امیر مقرر کیا۔

اسلام کے مبلغین کا یہ طائفہ ان لوگوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا حجاز کے اطراف میں ہذیل قبیلہ آباد تھا۔ ان کا ایک چشمہ تھا جو رجیع کے نام سے مشہور تھا۔ جب وہاں پہنچے تو عضل اور قادہ کے جو افراد ان حضرات کو تبلیغ اسلام کے بہانہ سے اپنے علاقہ میں لے جا رہے تھے انہوں نے بنی ہذیل سے خفیہ بات چیت کی کہ اگر تم ہماری مدد کرو تو ہم ان چند مسلمانوں کو گرفتار کر کے مکہ لے جائیں گے وہاں ان کو منہ مانگی قیمت پر فروخت کر دیں گے۔ اس طرح جو دولت ہاتھ آئے گی اس میں تمہارا بھی حصہ ہو گا چنانچہ وہ لوگ اس پر آمادہ ہو گئے۔

مسلمان اپنے خیموں میں بے فکر بیٹھے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں غور و فکر کر رہے تھے اور پروگرام بن رہے تھے اچانک سینکڑوں آدمی شمشیر بکف۔ ان پر حملہ کرنے کے لئے ان کی طرف بڑھنے لگے انہوں نے بھی تلواروں کو بے نیام کر لیا اور ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

جب انہوں نے اللہ کے شیروں کو یوں شمشیر بکف دیکھا تو سہم گئے۔ کہنے لگے بخدا! ہم تم کو قتل کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے ہم تو چاہتے ہیں کہ تمہیں اہل مکہ کے حوالے کر کے ان سے کچھ رقم بنوئیں ہم تمہیں اللہ تعالیٰ ضامن دیتے ہیں کہ ہم تمہیں ہرگز قتل نہیں کریں گے۔

حضرات مرثد، خالد اور عاصم نے تو انہیں دو ٹوک جواب دیا **وَاللّٰهُ لَا تَقْبَلُ مِنْ مُّشْرِكٍ عَقْدًا وَلَا عَقْدًا اَبَدًا**۔ بخدا ہم تو کسی مشرک کے عہد و پیمان کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں حضرت عاصم نے فی البدیہہ یہ شعر کہے۔

مَا عَلَتْنِيْ وَ اَنَا جَلْدٌ نَّابِلٌ وَالْقَوْسُ فِيْهَا وَ تَرَعَتْنَابِلُ
وَكُلُّ مَا حَقَّ اِلٰهَهُ نَازِلٌ بِالْمَرْءِ وَالْمَرْءُ اِلَيْهِ اَسِيْلُ
اِنْ لَخَوَاقِا يَتْلُوْهُ فَاَفِيْ هَابِلُ

”میرے لئے کیا عذر ہے جب میں طاقتور ہوں اور میرا ترکش تیروں سے چڑھ کر کمان مضبوط اور اس کا چلہ صحیح و سلامت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کر دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ہر ایک کو اس کی طرف لوٹنا ہے۔

اے مشرک! اگر میں تم سے جنگ نہ کروں تو میری ماں کا پُت مرے۔“
چنانچہ ان تینوں نے ان کثیر التعداد مشرکوں کا مقابلہ کیا اور راہ حق میں جان کا نذرانہ پیش کر کے شرف شہادت سے مشرف ہو گئے۔

یہ عاصم، اسلام کا وہ بہادر سپوت ہے جس نے میدانِ احد میں سلافہ بنت سعد کے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ جب انہوں نے باری باری اپنے قوم کے پرچم کو اٹھایا تھا اور ان کی ماں سلافہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ عاصم کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی جب یہ شیردل مجاہد شہید ہو گیا تو ہذیل نے چاہا کہ اس کا سر کاٹ کر لے جائیں اور گراں قیمت پر سلافہ کے ہاتھ فروخت کر دیں تاکہ وہ اپنی قسم پوری کرے۔ جب ہذیل کے لوگ بُری نیت سے ان کی نخس کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ شہد کی ٹھکیوں نے اس مجاہد اسلام کی لاش کا محاصرہ کر رکھا ہے تاکہ کوئی ناپاک ہاتھ ان کی طرف بڑھنے نہ پائے اور جو آگے آنے کی کوشش کرتا تو وہ سارا خدائی لشکر اس پر ہلہ بول دیتا اور اسے اپنی جان کے لالے پڑ جاتے۔ انہوں نے سوچا شام کے وقت یہ کھیاں اپنے اپنے چھتوں کو چلی جائیں گی اس وقت ہم یہ حسرت پوری کر لیں گے لیکن شام کے وقت وادی میں سیلاب کا ایک تندو تیز ریل آیا جو آپ کے جسدِ اطہر کو بہا کر لے گیا انہوں نے بڑی تلاش کی مگر ان کا سراغ نہ مل سکا۔ حضرت عاصم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ کسی کافر کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ اور ساتھ ہی یہ التجا کی تھی کہ الہی! کوئی کافر میرے جسم کو بھی اپنا ناپاک ہاتھ نہ لگانے پائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جانبازی التجا کو قبول فرمایا باقی تین حضرات زید بن الدثنہ، خبیب بن عدی اور عبد اللہ بن طارق کو انہوں نے گرفتار کر لیا اور لے کر مکہ چلے تاکہ انہیں فروخت کریں جب ظہران کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبد اللہ بن طارق نے اس رسی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا جس کے ساتھ وہ بندھے ہوئے تھے اور تلوار بے نیام کر کے للکارا۔

آؤ بزدلو! اللہ کے شیر کا مقابلہ کرو سینکڑوں لومڑیوں میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ ان کے اس چیلنج کو قبول کر سکے البتہ پیچھے ہٹ کر انہوں نے آپ پر پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ آپ کا حزار پُر انوار ظہران میں ہے اور آج بھی منزلِ عشق و وفا کے مسافروں کی راہنمائی اور حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔

وہ لوگ حضرت خبیب اور حضرت زید کو مکہ لے آئے آپ نے جنگِ بدر میں حادثہ بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا اس کے بیٹے عقبہ نے حضرت خبیب کو خرید لیا کہ انہیں قتل کر کے اپنے مقتول باپ کا انتقام لے۔ اور زید بن دثنہ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا تاکہ ان کو شہید کر کے

اپنے باپ امیہ کا بدلہ چکا سکے۔ انہیں حدود حرم سے باہر تنعیم کے مقام پر لے گئے تاکہ انہیں قتل کریں وہاں بہت سے مشرکین ایک مومن کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے ان تماشا بینوں میں ابو سفیان بھی تھا جب حضرت زید کو تیغ کرنے کے لئے سامنے لایا گیا تو ابو سفیان نے بستہ فزاک شہسوار نبوت سے ایک سوال کیا۔ یہ سوال اس نے تو بطور مذاق کیا تھا۔ لیکن تاقیامت عاشقانِ جملِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس میں ایک عظیم درس ہے۔ اور دولت و ثروت اور جاہ و حشت کے پرستاروں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے اگر ابو سفیان یہ سوال نہ کرتا تو عاشق جگر سوختہ کے دل میں اپنے محبوب کے لئے محبت و جاں نثاری کے جو جذبات طوفان کی مانند ٹھاٹھیں مارتے ہیں شاید دنیا والوں کو اس کی خبر تک نہ ہوتی ابو سفیان نے پوچھا۔

أَلَيْسَ لَكَ اللَّهُ يَا زَيْدُ! أَحَبُّ أَنْ تُعْتَدَّ الْإِذْنَ عِنْدَنَا مَكَانَكَ
تَضْرِبُ عَنْقَهُ ذَلِكَ فِي أَهْلِكَ۔

”اے زید! اللہ کے واسطے مجھے صحیح صحیح بتاؤ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اس وقت تیری جگہ محمد (فداہ روحی الف الف مرۃ) ہوتے ان کی گردن ماری جاتی اور تم بعافیت اپنے اہل و عیال میں ہوتے۔“

اے عشق و محبت کا دم بھرنے والو! اللہ کے محبوب کے عاشق و لفظگار کا جواب سنو۔ جس نے عقل و خرد کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا اس محبوب کے، جس کے حسن و جمل کو خالقِ حُسن و جمل نے بے مثل رعنائیوں بے مثال دلربائیوں سے آراستہ فرما کر نوعِ انسانی کے بختِ خفہ کو بیدار کرنے کے لئے مبعوث فرمایا اس کے عاشق و لفظگار کا جواب، کان کھول کر سنو، فرمایا۔

وَاللَّهُ مَا أَحَبُّ أَنْ مُحَمَّدًا الْإِذْنَ فِي مَكَانِهِ الَّذِي هُوَ فِيهِ تُصِيبُ
شَوْكَةُ تَوْذِيهِ ذَلِكَ فِي جَالِسٍ فِي أَهْلِي۔

”بخدا میں نے آج تک کسی آدمی کو اپنے آقا سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی حضور نبی کریم کے صحابہ کو حضور سے محبت کرتے دیکھا ہے۔“

اے ابو سفیان! بخدا میرے لئے تو یہ امر بھی ناقابلِ برداشت ہے کہ میرا آقا عزت و آرام سے جہاں اس وقت تشریف فرما ہیں میرے آقا کی پاؤں کے تلووں میں کانٹا چبھے اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں۔

عاشق دل باختہ کا ان کر بناک حالات میں یہ جواب سن کر ابوسفیان پر سناٹا طاری ہو گیا
 طوعاً و کرہاً اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ۔ مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ أَحَدًا أَيْحِبُّ أَحَدًا أَحَبَّ
 أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ رَحُّنَہُ وَجَمَالَہُ)۔

پھر صفوان کے غلام نسطاس نے آگے بڑھ کر آپ کو شہید کر دیا۔ (۱)
 ابن عقبہ مشہور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ آپ کو تلوار کے وار سے شہید نہیں کیا گیا بلکہ ان پر
 مسلسل تیروں کی بارش کی گئی تاکہ وہ درد سے بے تاب ہو کر اسلام کو ترک کرنے کا اعلان
 کریں لیکن اس بندہ عشق پر مشق جو روستم کا جوں جوں اضافہ ہوتا ان کے، عشق و وفا کے
 سمندر میں اور بھی بلند و بالا موجیں اٹھتیں۔ حُسن محمدی کی دل آویزیوں اور عشق صحابہ کی جان
 نثریوں کا کوئی ایسا ہی روح پرور منظر دیکھ کر تر جمان حقیقت نے یہ کہا ہو گا۔

حسن میگفت کہ شامے ہنریر دسحرم عشق میگفت تب و تاب دواے دارم
 اب ایک دوسرے کشتہ چشم مازاغ کے رقص بسل کی حسین اداؤں کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کو اپنے
 آقا کے حسن لازوال کی دلفریبیوں اور اس کے عشق کے جذبہ عشق و مستی کی گہرائیوں اور
 بکراں وسعتوں کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

حضرت خبیب نے جنگ بدر میں حادث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا۔ بنی ہذیل، جب
 انہیں دھوکا سے گرفتار کر کے مکہ میں بیچنے کے لئے لائے تو حادث مقتول کے بیٹوں کو پتہ چلا تو
 انہوں نے اپنے باپ کے قاتل کو گراں قیمت ادا کر کے خرید لیا تاکہ انہیں قتل کر کے، اپنی آتش
 انتقام کو ٹھنڈا کریں انہوں نے خبیب کو خرید کر عجیر بن ابی رحاب کی آزاد کردہ کنیز ماویہ کے
 گھر میں محبوس کر دیا۔ شہادت سے پہلے انہوں نے اپنے اسیری کے دن اسی گھر میں
 گزارے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ماویہ کو نعمت ایمان سے مشرف فرمایا وہ ان دنوں کے چشم دید
 حالات بیان کرتی ہیں۔

وہ کہتی ہیں۔

”میں نے خبیب جیسا سراپائمن و برکت قیدی کبھی نہیں دیکھا وہ میرے گھر میں محبوس
 تھے۔ میں نے ایک دن ان کے کمرے میں جھانکا کیا دیکھتی ہوں ان کے ہاتھوں میں انگوروں
 کا ایک بست بڑا اچھا ہے وہ اس کو کھا رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ انگوروں کے
 پکنے کا موسم ابھی نہیں آیا تھا اور بھرے بازار میں انگوروں کا نام و نشان تک نہ تھا۔“

حادث کے بیٹوں نے آپ کو قتل کرنے کی تارخ مقرر کر دی۔ جب وہ دن آیا تو آپ نے حادث کی ایک بیٹی سے اُسترا مانگا تاکہ موئے زیر ناف کی صفائی کر کے اور نہادھو کر راہ حق میں اپنے سر کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس نے اُسترا بھجوا دیا مایہ کہتی ہیں کہ میری بے خبری میں میرا ایک بیٹا ان کے پاس چلا گیا، انہوں نے اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا میں نے جب دیکھا کہ میرا لخت جگر اس شخص کی گود میں ہے جسے کچھ دیر بعد ہم موت کی سزا دینے والے ہیں تو میں تڑپ اٹھی مجھے اس خیال نے بے چین کر دیا کہ یہ میرے بچے کو اسی اُسترا سے ذبح کر کے اپنا بدلہ چکالے گا۔ حضرت خبیب نے میری پریشانی کو بھانپ لیا اور مجھے مخاطب کر کے کہا۔

”اَتَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتَلَ؟“ کیا تمہیں یہ دھڑکا لگا ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔
مَا كُنْتُ اَفْعَلُ ذٰلِكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا انشاء اللہ۔ جس کے استاد کامل نے عورتوں اور بچوں پر ہاتھ اٹھانے سے سختی سے منع فرمایا ہو۔ اس سے بھلا کب یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایک معصوم بچے کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

پھانسی دینے کے ارادہ سے حادث کے بیٹے حضرت خبیب کو سر زمین حرم سے نکال کر تنعیم کے مقام پر لے آئے جو حدود حرم سے باہر ہے اس وقت آپ نے انہیں فرمایا۔ اگر تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں صلیب پر قدم رکھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ لوں تو تمہاری مہربانی ہوگی۔ انہوں نے اجازت دے دی آپ نے دو رکعت نماز نفل بڑی خوبصورتی اور اطمینان سے ادا کی۔ جب پڑھ چکے تو آپ نے ارد گرد کھڑے ہوئے مشرکین کو کہا کہ نماز میں جو لطف و سرور مجھے آج نصیب ہوا ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ لمبی لمبی رکعتیں اور لمبے لمبے سجدے کرتا اور اپنے رب کریم کی حمد و ثناء کے ارمان پورے کرتا لیکن میں نے اس لئے ان رکعتوں کو طول نہیں دیا کہ تم اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاؤ کہ محمد عربی کا غلام موت سے ڈر کر لمبی لمبی رکعتیں اور لمبے لمبے سجدے کر رہا ہے۔ سزائے موت سے پہلے دو نفل پڑھنا آج بھی مروج ہے اس کا آغاز اسی عاشق صادق نے کیا تھا اہل ایمان اسی کی پیروی کرتے ہوئے تختہ دار پر قدم رکھنے سے پہلے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سر بسجود ہونے کا شرف حاصل کیا کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے آپ کو پھانسی کے تخت پر کھڑا کیا آپ کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ دیئے اور اس وقت آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ قَدْ بَلَّغْنَا رِسَالَاتَكَ رَسُوْلًا. فَبَلِّغْ الْغَدَاةَ مَا يُصْنَعُ بِنَا

”یا اللہ! ہم نے تیرے رسول مکرم کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا ہے لے اللہ جو کچھ یہ لوگ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں اس کی اطلاع اپنے حبیب کو پہنچا دے۔“

پھر آپ نے ان ناہنجلوں کیلئے بددعا کرتے ہوئے عرض کی۔
 اللَّهُمَّ احْصِهِمْ عَدَدًا وَاَقْتُلْهُمْ بَدَادًا وَلَا تَغَادِرْهُمْ أَحَدًا
 ”یا اللہ ان کی تعداد کو کم کر دے ان کو منتشر کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ۔“
 پھر ان لوگوں نے آپ کو نیزوں کے وار کر کے شہید کر دیا۔

موسیٰ بن عقبہ اپنے مغازی میں لکھتے ہیں کہ حضرات زید اور حبیب رضی اللہ عنہما کو ایک روز ہی شہید کیا گیا۔ اس روز رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے یہ فرماتے ہوئے سنا۔
 وَعَلَيْكُمَا أَوْ عَلَيْنَا السَّلَامُ حُبَيْبٌ قَتَلْتَهُ قُرَيْشٌ
 ”کہ تم دونوں پر یا اے حبیب تجھ پر سلام ہو۔ حبیب کو قریش نے قتل کر دیا۔“

آپ کو شہید کرنے کے بعد انہوں نے آپ کو ایک لکڑی پر لٹکادیا آپ کافی عرصہ اس لکڑی کے ساتھ لٹکتے رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ الغضریٰ کو روانہ فرمایا کہ وہاں جائیں اور آپ کو اس لکڑی سے نیچے اتاریں۔ جب یہ وہاں پہنچے اور انہیں نیچے اتار اتارتا عرصہ آویزاں رہنے کے باوجود آپ کے جسم میں کسی قسم کا کوئی تغیر و نمونہ ہوا تھا بلکہ آپ کا جسد اطہر اسی طرح تروتازہ اور گلغفتہ تھا گویا ابھی طائر روح نے نفسِ عصری سے پرواز کی ہے۔
 ان تماشہ بینوں کے گروہ میں سعید بن عامر بھی موجود تھے جو ابھی تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے ان کا واقعہ اسد الغابۃ کے حوالہ سے پیش خدمت ہے۔

خالد بن معدان سے مروی ہے کہ حضرت فلروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہمارے شہر حصہ پر سعید بن عامر الجحمی کو حاکم مقرر کیا جب حضرت فلروق حصہ تشریف لائے تو آپ نے اہل حصہ سے پوچھا بتاؤ تم نے اپنے حاکم کو کیسے پایا۔ تو انہوں نے عرض کی ہمیں ان سے چار شکایتیں ہیں۔

(۱) وہ ہمارے پاس صبح اس وقت آتے ہیں جب سورج کافی بلندی پر آجاتا ہے۔
 حضرت عمرؓ نے فرمایا! یہ بہت بُری بات ہے اس کے علاوہ اور چھبیس کون سی شکایت ہے۔

(۲) وہ رات کو ہمدی دعوت کو قبول نہیں کرتے اور نہ کسی آدمی کو رات کو ملاقات کا شرف بخشے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا! یہ بھی بڑی بُری بات ہے تمہیں اور کیا شکایت ہے۔
 (۳) مہینہ میں ایک روز سارا دن گھر میں ہی رہتے ہیں ہمارے پاس نہیں آتے۔
 آپؓ نے فرمایا! یہ بھی بڑی ناپسندیدہ بات ہے بتاؤ کوئی اور شکوہ۔
 (۴) کہنے لگے کبھی کبھی ان پر غشی کا دورہ طاری ہو جاتا ہے۔ اہل حص کی یہ شکایتیں سننے کے بعد آپؓ نے انہیں بھی بلایا۔ اور دعا کی۔ 'اَللّٰهُمَّ تَغَيِّرْ رَاٰی فِیْہِ الْیَوْمَ' الہی! ان کے بارے میں جو میری رائے ہے اس کو غلط ثابت نہ کرنا۔

یہ دعا کرنے کے بعد انہوں نے لوگوں سے پوچھا اب بتاؤ جو تمہیں ان سے شکایت ہے۔
 انہوں نے عرض کی ہے کافی دن طلوع ہونے کے بعد وہ گھر سے نکل کر ہمارے پاس آتے ہیں۔

حضرت فلروق اعظمؓ نے ان سے پوچھا سعید بتاؤ اس کی کیا وجہ ہے۔
 آپؓ نے عرض کی۔ بخدا اگرچہ میں اس بات کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا لیکن اب میں مجبور اس کی وجہ عرض کرتا ہوں کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے میں خود آٹا گوند ہٹا ہوں پھر انتظار کرتا ہوں تاکہ وہ خیرہ ہو جائے۔ پھر میں روٹی پکاتا ہوں پھر وضو کرتا ہوں تب ان کے پاس باہر آتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے پھر اہل حص سے پوچھا تمہیں اور کیا شکایت ہے۔
 انہوں نے کہا۔ وہ رات کو کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے۔
 امیر المؤمنینؓ نے پھر ان سے پوچھا کہ آپؓ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔
 حضرت سعیدؓ نے عرض کی اگرچہ میں اس راز کو افشا کرنا پسند نہیں کرتا لیکن اب مجبوراً میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنا دن ان لوگوں کی خدمت کیلئے وقف کیا ہوا ہے اور میں نے اپنی رات اپنے خداوند کریم کی یاد اور عبادت کیلئے مختص کی ہوئی ہے۔
 امیر المؤمنینؓ نے اہل حص سے پوچھا اور تمہاری کیا شکایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مہینہ میں پورا ایک دن ہمارے پاس نہیں آتے۔

فلروق اعظمؓ نے اس کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی میرے پاس کوئی خادم نہیں کہ میرے کپڑے دھوئے اور نہ میرے پاس کوئی دوسرا جوڑا ہے جو میں پہن لوں

میرا ایک ہی جوڑا ہے اسے دھوتا ہوں پھر اسے سوکھنے کیلئے دھوپ میں ڈال دیتا ہوں جب تیار ہوتا ہے تو دن کے آخری حصہ میں باہر آتا ہوں۔

حضرت فداوق نے پوچھا اور کوئی شکایت۔
اہل حص نے کہا کہ انہیں کبھی غشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔
اس کے بارے میں حضرت فداوق اعظم نے وضاحت طلب کی تو حضرت سعید نے کہا کہ۔

میں اس روز مکہ میں تھا جب حضرت خبیب کو پھانسی دی گئی قریش نے ان کے گوشت کے پرزے اڑادیئے پھر انہیں لکڑی پر لٹکادیا اور ان سے پوچھا۔ ”أَحْبَبُ أَنْ مُحَمَّدًا مَكَانَكَ“ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو لٹکایا جاتا تو آپ نے فرمایا بخدا! میں تو اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہوں اور میرے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاؤں میں کانٹا بھی چبے۔

اس وقت حضرت خبیب نے نعرہ لگایا یا محمد۔ جب بھی وہ دن مجھے یاد آتا ہے اور وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے پھر لگتا ہے اور میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس دن اس مظلوم اور شہید حق کی میں کوئی مدد نہ کر سکا۔ کیونکہ میں اس وقت مشرک تھا۔ پھر مجھے خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا یہ گناہ ہرگز نہیں بخشے گا۔ اس وقت مجھے غشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔

یہ سوال و جواب سن کر سیدنا فداوق اعظم نے فرمایا ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَوْ يُفْقِلُ فِرَاسَتِي“ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی لئے جس نے میری فراست کو ناکام نہیں کیا۔

عروہ اور موسیٰ بن عقبہ، مشہور سیرت نگار رقمطراز ہیں۔
کہ جب آپ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو کفار نے ان سے بھی وہی مذاق کیا جو ابو سفیان نے حضرت زید سے کیا تھا۔ کفار نے حضرت خبیب کو کہا، ”أَحْبَبُ أَنْ مُحَمَّدًا مَكَانَكَ“ اے خبیب! کیا یہ بات تم پسند کرتے ہو کہ آج تمہارے بجائے محمد (فداہ روجی الف الف مرۃ) تیری جگہ ہوتے آپ یہ سن کر لرزائے رموز عشق و محبت سے جو لوگ بے خبر تھے انہیں جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا۔

لَا وَاللَّهِ الْعَظِيمِ وَمَا أَحَبُّ أَنْ يَغْدِيَنِي بِشَوْكَةِ يَشَاكُهَا فِي
قَدَمِهِ۔

”ہرگز نہیں خدائے بزرگ کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بخشی کے بدلے میں میرے آقا کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔“ (۱)

عاشق صادق کا یہ جواب ان کی عقل و فہم کی رسائی سے بالاتر تھا وہ سن کر قہقہے لگانے لگے کہ یہ دیوانہ ہے ہوش و خرد سے بے بہرہ ہے تبھی تو ایسی ہلکی ہلکی باتیں کر رہا ہے۔ جب آپ کو سولی پر چڑھانے کے لئے تماشہ بینوں کا جم غفیر اکٹھا ہو گیا تیر اندازوں اور نیزہ برداروں نے اپنے نیزوں اور تیروں کے رخ ان کے جسد اطہر کو گھائل کرنے کے لئے سیدھے کر لئے تو اس وقت اس پیکر عشق و وفا کے چہرہ پر خوف و ہراس کا کوئی اثر نہ تھا۔ البتہ جذبات جان ٹھری اور سرفروشی میں ایک تلاطم برپا تھا۔

جوان اشعار کی صورت میں ان کے لبوں سے ادا ہو کر کفر و عناد کے مجتہدوں کو خاک میں ملاتا گیا اور راہ حق کے مسافروں کے لئے چراغ بن کر اجالے بکھیرا گیا۔ اور ان پر خدار اور کٹھن راہوں کو درخشاں و تاباں کرنا گیا آپ بھی ان حالات میں کہے ہوئے اس عاشق و لقا کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے اور کوشش کیجئے کہ ان کی نو سے آپ کے دلوں کے بجھے ہوئے چراغ روشن ہو جائیں۔

لَقَدْ جَمَعَهُ الْآخْزَابُ بِحَوْلِي وَالْبُعَا قَبَائِلُهُمْ وَاسْتَجْمَعُوا كُلُّ مَجْمَعٍ

”کفار کے سردے گرد میرے ارد گرد جمع ہو گئے ہیں انہوں نے اپنے سردے قبائل کو یہاں اکٹھا کر لیا ہے۔“

وَقَدْ جَمَعُوا أَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ وَقَرَّبْتُ مِنْ ذُرِّيِّهِمْ مِمَّنْ

”انہوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی یہاں جمع کر لیا ہے اور پھانسی دینے کے لئے انہوں نے ایک لمبے مضبوط ٹڈھ کے قریب لاکھڑا کیا ہے۔“

إِلَى اللَّهِ أَشْكُوا غُرْبَتِي ثُمَّ كُرْبَتِي وَمَا أَوَدُّ الْآخْزَابُ لِي مِنْهُ مَضِي

”میں اپنی غریب الوطنی اور مصیبت کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا ہوں۔ اور صلیب سے جب میری نعش نیچے گر پڑے گی تو اس کے ساتھ یہ جتنے جو سلوک کریں گے اس کا معاملہ میں اپنے رب کے سپرد کرتا ہوں۔“

فَإِنَّ الْعَرْشَ صَدَّقَنِي عَلَى مَا يَرَاؤُنِي فَقَدْ بَضَعُوا الْحَيَى وَقَدْ يَأْسُ كَهْظَتُنِي

”اے عرش کے مالک! ان لڑکیوں پر تو مجھے مبر عطا فرما۔ انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور میری امید یاس میں بدل گئی ہے۔“

وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ قَلَنْ يَكْثُرُ يُبَارِكُ عَلَى أَوْصَالِ شَلْوَمَمَاحٍ
”یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے اعضاء پر اپنی برکتیں نازل فرمادے۔“

وَلَسْتُ أَبَالِي حِينَ أَهْلُ مُلِمًا عَلَى آتِي جَنْبِ كَانَ فِي اللَّهِ مَفْجَعِي
”اگر مجھے مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کیا گیا تو مجھے اس کی ذرا پروا نہیں کہ جب میری لاش صلیب سے گرے تو وہ کس پہلو پر گرے“

فَلَسْتُ بِسَبِيلِ الْعَدُوِّ تَخْشَعًا وَلَا جَزَعًا إِنِّي إِلَى اللَّهِ مَرْجِعِي

”میں دشمن کے سامنے جزع و فزع کا ہر گز اظہار نہیں کروں گا۔ مجھے

گھبراہٹ کیوں ہو میں تو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جا رہا ہوں۔“ (۱)

محبت میں یہ بانگین، جانفروشی میں یہ دلکشی، مبر و استقامت میں یہ جمل، غلامانِ مصطفیٰ علیہ الطیب النقیۃ و اجمل الثنا کے بغیر آپ کو کہاں ملے گا۔ عشق کی ان محشر سلالتوں اور خلوص کی ان رعنائیوں کا مشاہدہ کر کے ہی حضرت اقبالؒ یہ کہہ اٹھے تھے۔

عاشقان اوز خوباں خوب تر خوشتر و زیبا تر و محبوب تر

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَارْضَاهُمْ عَنَّا. وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى

عَبْدِهِ وَنَبِيِّهِ وَصَفِيَّتِهِ وَمَظْهَرِ جَمَالِهِ وَمِرَاةِ صِفَاتِ كَمَالِهِ

وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَوْلِيَّيَاهُ أَمَّتِ الْأَخْيَارُ وَعُلَمَاءُ وَلَتَبِ الْأَبْرَارُ

وَبَارَكَ وَسَلَّم.

ابو سفیان کی ایک اور سازش

ایک روز ابو سفیان کے پاس اس کے چند ہم شرب قریشی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگا کہ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) عام لوگوں کی طرح بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ کوئی محافظ دستہ ان کی حفاظت پر مامور نہیں ہوتا اگر تم میں سے کوئی شخص ہمت کرے چپکے سے وہاں جائے

اور اچھلک ان پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دے۔ تو سداے انتقام پورے ہو جائیں گے اور یہ فتنہ جس نے ہماری رات کی نیند اور دن کا چین حرام کر دیا ہے دم توڑ دے گا۔ سامعین میں سے کسی نے اس کی ہائی نہ بھری۔ ابو سفیان جب اپنے گھرواپس لوٹ آیا تو ایک اعرابی نے تھلی میں اس سے ملاقات کی اور اسے کہا تم مجھے انعام دینے کا وعدہ کرو۔ اور مجھے یقین دلاؤ کہ تم اس وعدہ کو پورا کرو گے تو میں یہ کارنامہ سرانجام دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں صحرائی راستوں کا ماہر ہوں میرے پاس چیل کے پر کے برابر ایک خنجر ہے جسے آسانی سے چھپایا جاسکتا ہے میں یہ کام بآسانی اور بڑی رازداری سے کر سکتا ہوں۔ ابو سفیان نے اس کے ساتھ انعام واکرام کا وعدہ کیا اسے سواری کے لئے اونٹ اور سفر خرچ بھی دیا اور اسے تاکید کی کہ اس منصوبہ سے کسی کو آگاہ نہ کرنا ایسا نہ ہو کوئی شخص قبل از وقت انہیں خبردار کر دے اور تم ناکام ہو جاؤ۔ اس اعرابی نے ابو سفیان کو یقین دلایا کہ فکر نہ کرو اس بات کی کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہونے پائے گی۔

چنانچہ رات کی تاریکی میں وہ اونٹ پر سوار ہو کر اپنے اس مذموم ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مکہ سے روانہ ہوا۔ پانچ رات مسلسل سفر کرتا رہا آخر چھٹے روز وہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ لوگوں سے سرکارِ دو عالم کے بارے میں دریافت کرنے لگا کہ حضور کہاں تشریف فرما ہیں پوچھتے پوچھتے وہ عید گاہ تک آیا۔ وہاں کسی نے اسے بتایا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبد المطلب کے پاس تشریف فرما ہیں وہاں پہنچا اپنے اونٹ کے گھٹنے باندھنے کے بعد وہ مسجد میں چلا گیا جہاں حضور پُر نور، صحابہ کرام سے مصروف گفتگو تھے۔ حضور کی نظر اس کے چہرے پر پڑی۔ تو اپنے صحابہ کو فرمایا یہ شخص غدار کی کرنے آیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ اتنے میں وہ آدمی اور نزدیک آگیا پوچھنے لگا کہ تم میں سے عبد المطلب کا فرزند کون ہے۔ رحمت عالم نے فرمایا ”أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ“ عبد المطلب کا بیٹا میں ہوں۔ وہ حضور پر جھک گیا گویا کوئی سرگوشی کرنے لگا ہو۔ حضرت اُسید بن خفیر نے اسے گلے سے پکڑا۔ پکڑ کر ادھر کھینچ لیا اور فرمایا سرکار سے دور ہو جا۔ اور اس کی تہ بند میں ہاتھ ڈال کر اسے ادھر کھینچا تو اس میں چھپا ہوا خنجر مل گیا۔ حضرت اُسید نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ دھوکا باز غدار ہے کسی بری نیت سے آیا ہے۔ اعرابی کے تو حواس باختہ ہو گئے اور چلایا دَرِّی دَرِّی یَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ حضور علیہ السلام نے اسے فرمایا بیچ بیچ متلاو۔ تم کون ہو اور کس نیت سے یہاں آئے ہو۔ بیچ بولنے میں ہی تمہارا فائدہ ہے اگر جھوٹ بولو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ تم

جس مقصد کے لئے آئے ہو ہم اس سے باخبر ہیں۔ اس بدو نے کہا کہ کیا مجھے جان کی امان ہے۔ فرمایا تمہیں جان کی امان ہے پھر اس نے اس ساری سازش کے بارے میں عرض کر دی جو اس کے درمیان اور ابو سفیان کے درمیان طے پائی تھی۔ حضور نے حضرت اُسید کو حکم دیا کہ اسے لے جائیں اور اپنے پاس محبوس رکھیں۔

دوسرے روز اسے اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا تم آزاد ہو۔ جدھر چاہو جاسکتے ہو تمہارے لئے ایک اور تجویز ہے تمہاری مرضی ہو تو اس کو قبول کر لو۔ اس نے پوچھا کیا تجویز ہے۔ فرمایا۔ مسلمان ہو جاؤ اور کہو ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔“ اس نے خوشی سے اسلام قبول کر لیا اور کہا ”اشھدان لا الہ الا اللہ واشھد وانک انت رسول اللہ۔“ پھر عرض کرنے لگا۔ آج سے پہلے میں کبھی کسی شخص سے خوفزدہ نہیں ہوا لیکن آج جو نبی میں نے آپ کو دیکھا میرا دل کانپ اٹھا اور میں خوف سے لرزنے لگا۔ اور مجھے اس پر بھی سخت تعجب ہوا کہ میرا وہ راز جس پر میں نے کسی کو آگاہ نہیں کیا تھا۔ حضور اس کو بھی جانتے ہیں میں دل سے مانتا ہوں کہ آپ سچے نبی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا تکلبان ہے اور ابو سفیان کا گروہ حزب شیطان ہے۔

وہ یہ باتیں کر رہا تھا حضور سن کر مسکرا رہے تھے کچھ عرصہ وہ حضور کے پاس رہا پھر رخصت ہو کر چلا گیا۔ (۱)

غداروں اور دھوکا بازی کا ایک اور خونچکاں حادثہ

”بیر معونہ“

غزوہ احد کے چار ماہ بعد صفر کے مہینہ میں ابو براء جو ملاعب الاسنہ (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا۔ مدینہ طیبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا سرکارِ دو عالم نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس نے نہ تو یہ دعوت قبول کی اور نہ اس پر اپنی برہمی اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضور پر نور کے ارشادات سننے کے بعد اس نے عرض کی کہ اگر آپ اپنے صحابہ کی ایک جماعت اہل نجد کی طرف روانہ کریں جو انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دے۔ مجھے امید ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے۔

نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اِنِّیْ اَخْتَنِّیْ عَلَیْہِمُ اَہْلَ النَّجْدِ ”مجھے اندیشہ ہے

کہ اہل نجد ان کو نقصان پہنچائیں گے۔ اس نے کہا میں آپ کے صحابہ کو اپنی پہناہ دیتا ہوں۔ کسی کی مجال نہیں کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچائے۔ چنانچہ پیغام حق پہنچانے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جلیل القدر صحابہ میں سے چالیس افراد کا انتخاب فرمایا۔ صحیح بخاری میں ان کی تعداد ستر بتائی گئی ہے علامہ ابن قیم نے اسی تعداد کو صحیح تعداد کہا ہے۔ (۱)

مبلغین اسلام کی اس جماعت کی قیادت کے لئے سرور کائنات نے حضرت منذر بن عمرو انصاری کو نامزد فرمایا اس جماعت کے چند ممتاز افراد کے نام یہ ہیں۔

حارث بن الصتمہ۔ (جن کی جانبازی کے کارنامے غزوہ احد میں آپ ابھی پڑھ آئے ہیں)۔ ”حرام بن ملحان، عروہ بن اسماء بن الصلت السلی، نافع بن بدیل، عامر بن فہیرہ (حضرت صدیق اکبر کے چھوٹے چچا) رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَ عَنْ سَائِرِ رَفَقَائِہِمْ الشُّعَدَاءِ الشُّہَدَاءِ اَجْمَعِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کا یہ گروہ اہل نجد کے تاریک دلوں کو نور توحید سے منور کرنے کی نیت کر کے ابو براء کی معیت میں روانہ ہوا۔ آخر یہ قافلہ معونہ نامی کنوئیں کے پاس جا اتر۔ یہ کنواں بنی عامر قبیلہ کے علاقہ اور بنی سلیم کے حرہ کے درمیان واقع ہے۔ (۲)

یہاں فروکش ہو کر انہوں نے حضرت حرام بن ملحان کو اس قبیلہ کے رئیس عامر بن طفیل کے پاس بھیجا تاکہ سرور عالم کا مکتوب گرامی اسے پہنچائیں۔ جب آپ نے وہ گرامی نامہ اس کو پیش کیا تو اس بد بخت نے اس کو پڑھنا بھی گوارا نہ کیا اور اپنے ایک آدمی کو اشلہہ کیا اس نے چپکے سے ان کی پشت کی طرف سے آکر ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا نیزہ گھونپ دیا جو ان کی چھاتی کو چھیدتا ہوا باہر نکل گیا آپ تیور آکر زمین پر گرے آپ کی زبان سے نکلا۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ فَوُتُ وَدَبَّ الْكَعْبَةُ ” اللہ سب سے بڑا ہے کعبہ کے رب کی قسم! میں نے زندگی کی بازی جیت لی۔ خون کا جو فوارہ پھوٹا اس کو انہوں نے جلدی جلدی اپنے چہرہ اور سر پر مل لیا۔ (۳)

یہ حرام بن ملحان، ام سلیم کے بھائی اور حضرت انس کے ماموں تھے۔

۱۔ زاد المعاد، جلد ۳، صفحہ ۲۴

۲۔ حرہ: اس پتھر پلے میدان کو کہتے ہیں جہاں سیاہ پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بکھرے ہوئے پڑے ہوتے ہیں۔

۳۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۳۹-۱۴۲

پھر اس عامر بن طفیل نے اپنے قبیلہ کو لکارا کہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں۔ لیکن انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ابو براء نے ان کو پناہ دی ہے ہم اس کے معاہدہ کو نہیں توڑ سکتے نہ اس کی دی ہوئی پناہ کو مسترد کر سکتے ہیں۔ بد بخت عامر بن طفیل نے بنی سلیم قبیلہ کی مندرجہ ذیل شاخوں عُصَیْبَہ - رِغْل اور ذِکْوَان کو لکارا۔ وہ اس کی لکار پر مسلح ہو کر آگئے اور مٹی بھر مسلمانوں پر ہلہ بول دیا مسلمان اطمینان سے اپنے خیموں میں فروکش تھے انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہاں کے لوگ ان کے ساتھ ایسی غداری کریں گے۔ انہوں نے جب ان قبائل کو ننگی تلواریں لہراتے، نیزے تانے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو مسلمانوں نے بھی اپنی تلواریں بے نیام کر لیں اور ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن ان سینکڑوں حملہ آوروں نے ان مبلغین میں سے کسی کو معاف نہ کیا۔ سب کو بے تیغ کر دیا۔ ان سترچیدہ افراد میں سے صرف ایک فرد حضرت کعب بن زید التجاری جو زخموں سے چور پڑے رہ گئے تھے زندہ بچے انہیں زخمی حالت میں اس قتل سے واپس لایا گیا ان کے یہ زخم تو مندمل ہو گئے لیکن ایک دو سال بعد وقوع پذیر ہونے والی جنگ غزوہ خندق میں انہیں شرف شہادت نصیب ہوا۔

اَللّٰهُمَّ اَرْضْ عَنْ اَصْحَابِ نَبِيِّكَ وَعَنْ جَمِيعِ اَنْصَارِ وَبَيْنِكَ
الَّذِيْنَ تَصَنَّحُوا بِحَيَاتِهِمْ وَشَبَابِهِمْ فِيْ سَبِيلِكَ لَوْفِعَ كَلِمَتِكَ
اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْهُمْ۔ اَللّٰهُمَّ وَفَّقْنَا اَنْ تَتَّبِعَ اَثَارَهُمُ الْمُضِيَّتَ النَّبِيَّةَ

عامر بن نبیرہ بھی اسی مقام پر شہید ہوئے۔ عامر بن طفیل کہا کرتا تھا کہ وہ کون شخص تھا جس کو جب قتل کیا گیا تو اسے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے یہاں تک کہ وہ آسمان سے بھی بلند ہو گیا لوگوں نے اسے کہا کہ وہ عامر بن نبیرہ تھے۔

ابن عبّہ مشہور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ شہداء کی میتوں میں حضرت عامر بن نبیرہ کی میت نہیں ملی۔ جبار بن سلمیٰ انہیں لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے عامر بن طفیل کی شہ پر ان مبلغین کو شہید کیا بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا وہ اپنے اسلام قبول کرنے کی وجہ یہ بتایا کرتا تھا۔

کہ میں نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو نیزہ مارا۔ اور میرے نیزے کی آئی اس کے سینہ

سے پار نکل گئی اس وقت میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ ”خزت واللہ“ خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے دل میں کہا، یہ کیسے کامیاب ہوا میں نے تو اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد میں میں نے لوگوں سے اس کے اس قول کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں نعمت شہادت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے کہا بے شک اس نے سچ کہا اس سے متاثر ہو کر میں نے اسلام قبول کر لیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس المناک سانحہ کی اطلاع ملی تو حضور کو انتہائی دکھ ہوا اور ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں رُحْل - ذکوان اور عَصِیَّہ قبائل کے لئے بد دعا فرمائی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ یہاں تک کہ ان شہداء نے ہر گاہ الہی میں عرض کی۔

يٰلَعُوْا عَنَّا قَوْمًا اَنْ لَّيْقِنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ۔

”الہی! ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچادے کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی

ہے وہ ہم سے راضی ہو گیا ہے اور ہم اس سے راضی ہو گئے ہیں۔“ (۱)

عمرو بن امیہ الضمری اور بنی عوف قبیلہ کا ایک انصاری اس وفد کے اونٹ دور جنگل میں چرا رہے تھے ان کے ساتھیوں پر جو گزری انہیں اس کا کوئی علم نہ تھا۔ اچانک انہوں نے چند پرندوں کو ایک جگہ کا ہر ہر چکر لگاتے دیکھا۔ انہیں شک گزرا وہ آپس میں کہنے لگے کہ ان پرندوں کا اس طرح چھٹنا اور چکر لگانا بلا وجہ نہیں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سرے ساتھی خون میں لت پت بے جان پڑے ہیں۔

دونوں نے مشورہ کیا کہ اب انہیں کیا کرنا چاہئے ضمری نے کہا کہ ہمیں فوراً حضور کو اطلاع دینی چاہئے۔ انصاری نے کہا کہ میں تو اپنے سردار منذر کو اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ وہ تگوار لہراتا ہوا ان کے سامنے آکھڑا ہوا ان ظالموں نے اسے بھی شہید کر دیا اور عمرو بن امیہ کو اسیر بنالیا سے عامر بن طفیل کے سامنے پیش کیا گیا اس نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا میں قبیلہ معز کا فرد ہوں۔ اس نے اس کی پیشانی کے بال کاٹ دیئے اور اسے آزاد کر دیا اور کہا میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی۔ میں اس کی نذر کو پورا کرنے کے لئے تجھے آزاد کرتا ہوں۔ (۲)

غزوہ بنی النضیر

مدینہ طیبہ میں یہود اور منافقین دو ایسے گروہ تھے جن میں باہمی اگرچہ بیشمار اختلافات اور عداوتیں تھیں لیکن اسلام سے بغض و عناد میں وہ سب متفق تھے۔ اسلام کی ہر فتح و کامیابی سے ان کے گھروں میں صف ماتم بچھ جاتی اور اگر مسلمانوں کو کوئی زک پہنچتی تو ان دونوں گروہوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلنے لگتے۔ احد میں مسلمانوں کا جو جانی نقصان ہوا اس نے یہودیوں اور منافقوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں میں حیران کن اضافہ کر دیا حتیٰ کہ وہ معہدے جو انہوں نے سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کئے تھے۔ ان کی خلاف ورزی ان کا آئے دن کا معمول بن گیا۔ شیطان نے ان کے دل میں غلط فہمی ڈال دی تھی کہ مسلمان اب اتنے کمزور ہو گئے ہیں کہ وہ ان کی عمد شکنیوں پر ان سے کوئی محاسبہ نہیں کر سکتے۔ احد کے بعد رجیع اور بئر معونہ کے خونچکاں واقعات نے انہیں مزید جری کر دیا تھا۔ اب وہ اپنی من مانی کرنے لگے تھے۔ اور ان معہدوں کا انہیں ذرا پاس نہ رہا تھا۔ ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں سے مشرکین مکہ بھی بے خبر نہ تھے۔ چنانچہ ان کو مسلمانوں کے خلاف راست اقدام کرنے کے لئے انہوں نے یہودیوں کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ اہل مکہ نے جنگ بدر سے پہلے عبداللہ بن ابی کے ذریعہ اوس و خزرج کے مشرکین کو دھمکی آمیز خط لکھا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم تم پر چڑھائی کر دیں گے اور تمہارے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

سرکارِ دو عالم کی بروقت مداخلت پر یہ منصوبہ ناکام ہو گیا تھا۔ اب قریش مکہ نے یہودیوں کی اسلام دشمنی سے فائدہ اٹھانے کیلئے انہیں یہ خط لکھا کہ۔

إِنَّكُمْ أَهْلَ الْخُلُقَةِ وَالْحُصُونِ وَأَنْتُمْ لَتَقَاتِلُنَّ صَاحِبَنَا أَوْ
لَتَنْفَعَلَنَّ كَذَا أَوْ كَذَا أَوْ لَا يَحُولُ بَيْنَ خَدَمِ نِسَاءِكُمْ شَيْءٌ۔

”اے یہود! تمہارے پاس اسلحہ کے وافر ذخائر ہیں اور تم مستحکم قلعوں کے مالک ہو۔ ہمارا آدمی جو تمہارے شہر میں آکر سکونت پذیر ہو گیا ہے اس کے ساتھ جنگ کرو اور اس کو وہاں سے نکال دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم تمہیں تیس تیس کر کے رکھ دیں گے تمہاری عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنانے سے ہمیں کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔“ (۱)

اہل مکہ کا یہ خط جب انہیں ملا تو مسلمانوں کے ساتھ طے شدہ معاہدہ کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنی شروع کر دیں۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو جھگڑا ہے اس کے تصفیہ کے لئے آپ اپنے تئیں آدمیوں کے ساتھ ہمارے ہاں آئیں ہمارے تئیں علماء آپ سے تبادلہ خیال کریں گے اگر وہ لوگ آپ پر ایمان لے آئے تو ہم سب لوگ بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضور اکرم نے ان کی اس دعوت کو قبول فرمایا اور دوسرے روز اپنے تئیں صحابہ کی معیت میں ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ ان کے تئیں علماء بھی آگئے یہود نے جب یہ منظر دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ ان کے ساتھ تئیں آدمی ہیں ان میں سے ہر ایک ان پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے ایسے جان نثروں کی موجودگی میں تم اپنے منصوبہ کو عملی جامہ نہیں پہنا سکو گے۔ اس لئے انہیں کہو کہ فریقین کے صرف تین تین آدمی آئیں اور باہمی بحث و مباحثہ کریں۔ اگر ہمارے ان تین نمائندوں نے آپ کا دین قبول کر لیا تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ تین یہودی جنہوں نے اپنے پہلوؤں میں خنجر چھپائے ہوئے تھے آگے بڑھے تاکہ موقع ملے ہی جان عالم پر حملہ کر دیں اور کام تمام کر دیں۔ بنو نضیر میں سے دو بہن بھائی بچے مسلمان تھے۔ بہن کو اس سازش کا علم ہوا تو اس نے فوراً اپنے بھائی کو بتایا اور کہا کہ سرکار دو عالم کو فوراً خبردار کر دو۔ چنانچہ اس نے حضور کو مطلع کیا۔ حضور مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے اس واقعہ کو عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابو داؤد اور البیہقی نے اسناد صحیحہ سے بیان کیا ہے اور اسے غزوہ بنی نضیر کا سبب قرار دیا ہے۔ (۱)

لیکن ابن اسحاق، ابن عمرو، ابن سعد اور دیگر اصحاب مغازی نے اس غزوہ کا سبب مندرجہ ذیل واقعہ کو قرار دیا ہے۔

بمرعونہ کے سانحہ سے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ واپس آتے ہوئے جب قناتہ (کوہستانی نسر) پر پہنچے تو وہاں ان کی ملاقات بنی عامر بن صعصعہ قبیلہ کے دو آدمیوں سے ہوئی۔ عمرو بن امیہ نے ان سے پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو۔ انہوں نے بتایا کہ ہم بنی عامر قبیلہ کے فرد ہیں۔ دوپہر کا وقت تھا سب قیلولہ کرنے کے لئے لیٹ گئے جب وہ دونوں سو گئے تو عمرو نے ان دونوں کا کام تمام کر دیا کیونکہ ان کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا جنہوں نے بنی مرعونہ کے موقع پر ستر بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔ اس کے بعد عمرو حضور کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ بڑے معونہ کے المناک حادثہ کے بدلے میں عرض کیا اور یہ بھی بتایا کہ میں نے اس قبیلہ کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا تم نے بہت برا کیا ہے ہم نے تو ان کو امان دے دی تھی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے حضور کی امان دینے کا علم نہ تھا میں تو انہیں مشرک خیال کرتا تھا ان کی قوم نے ہمارے مہلین کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا تھا۔

میں نے اس کا بدلہ لینے کے لئے یہ قدم اٹھایا۔ حضور نے فرمایا جو ہتھیار یا لباس تم نے ان سے چھینا ہے وہ یہاں رکھ دو ہم ان کے اہل و عیال کی طرف ان کی دیت (خون بہا) بھیجیں گے اور اس کے ساتھ یہ سامان بھی ان کے وارثوں کو بھیجا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان ہے۔ وَدِيَّةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ (البقرہ)۔ ”یہود کے ساتھ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو معاملہ طے کیا تھا اس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر فریقین میں سے کسی کو کسی مقتول کی دیت ادا کرنا پڑے تو دو سرافریق اس کی امداد کرے گا۔ سرکارِ دو عالم ہفتہ کے روز مسجدِ قبا میں تشریف لے آئے وہاں نماز ادا فرمائی حضور کے ہمراہ مہاجرین اور انصار کا ایک گروہ بھی تھا۔ نبی مکرم آٹھ نو صحابہ کے ہمراہ بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ لوگ اپنی حویلی میں اکٹھے بیٹھے تھے حضور انور وہاں تشریف فرما ہوئے اور انہیں کہا کہ ان دو مقتولوں کی دیت ادا کرنے میں حسبِ معاملہ وہ تعاون کریں۔ انہوں نے کہا یا ابالقامس! آپ نے تشریف لا کر ہماری عزت افزائی کی ہے ہم ضرور تعاون کریں گے آپ تشریف رکھیے کچھ ماہِ حضرت تلول فرمائیے پھر تعمیل ارشاد ہو گی۔ بڑے ادب سے گفتگو کی عزت سے بٹھایا اور خود ادا ہر ادا ہو کر سرگوشیاں کرنے لگے۔

تحتی بن اخطب جو ان کا رئیس تھا وہ کہنے لگا۔ اے یہودی بھائیو! آج محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آئے ہیں۔ ان کے ساتھی دس سے بھی کم ہیں۔ ان میں ابو بکر، عمر، عثمان اور علی جیسی سربراہ آورہ ہستیاں ہیں۔ چھت کے اوپر چکی کا پاٹ رکھا ہے اگر اسے ان پر گرا دو تو ان کا خاتمہ ہو جائے گا اور یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے فرو ہو جائے گا۔ کان کھول کر سن لو۔ ایسا زریں موقع پھر تمہیں قیامت تک نہ ملے گا۔ عمرو بن حجاب بولا۔ یہ خدمت میں بجالاؤں گا میں چھپ کر چھت پر چڑھ جاتا ہوں اور ان پر پتھر لڑھکا دوں گا۔ ان میں ایک ہوشمند شخص تھا جس کا نام سلام بن مشکم تھا وہ بولا۔

يَا قَوْمِ اطِيعُوْنِي فِيْ هٰذِهِ السَّرِيَّةِ وَخَالِفُوْنِي الدَّهْرَ وَاللّٰهَ لَئِنْ
فَعَلْتُمْ لَيُخَيِّرَنَّ بَيْنَنَا قَدْ عَدَرْنَا بِكُمْ وَاِنَّ هٰذَا النِّقْضُ بِالْعَهْدِ
الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ فَلَا تَفْعَلُوْا

”اے میری قوم میری یہ بات ضرور مانو پھر عمر بھر میری کوئی بات نہ ماننا۔
 بخدا اگر تم نے یہ حرکت کی تو انہیں پتہ چل جائے گا کہ تم نے آپ کے
 ساتھ غدْر کیا ہے اور وہ عہد جو ہمارے درمیان اور ان کے درمیان طے
 پاچکا ہے یہ فعل اس عہد کو توڑنے کے برابر ہو گا پس ایسی حرکت سے باز
 آ جاؤ۔“

لیکن یہودی ایسی بات ماننے والے کب تھے عمرو بن جہاش اپنے منصوبہ پر عمل کرنے کے
 لئے چھت پر چڑھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم کو اس سازش سے آگاہ فرمادیا۔
 حضور جلدی وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے حاضرین نے یہی سمجھا کہ رفع حاجت کے لئے تشریف
 لے جا رہے ہیں اور ابھی واپس آجائیں گے سارے صحابہ بھی وہیں بیٹھے رہے اور گفتگو کرتے
 رہے۔ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اٹھ کر مدینہ طیبہ پہنچ گئے اتنے میں
 ایک یہودی مدینہ طیبہ سے بنو نضیر کے پاس آیا اس نے پوچھا کیا ہو رہا ہے انہوں نے بتایا کہ ہم
 نے یہ منصوبہ بنایا ہے پوچھا وہ کہاں ہیں وہ بولے یہیں ہیں ابھی آرہے ہیں اس نے جب انہیں
 بتایا کہ احمقو! تم انہیں یہاں ڈھونڈ رہے ہو۔ میں تو ان کو مدینہ شہر میں دیکھ کر آرہا ہوں۔ یہ
 سن کر ان کے حواس باختہ ہو گئے اور ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

صحابہ کرام ابھی تک بیٹھے حضور کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے جب زیادہ وقت گزر گیا تو
 حضرت صدیق نے فرمایا حضور کسی اہم کام کے لئے تشریف لے گئے ہیں تم یہاں کیا کر رہے
 ہو۔ سب حضور کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے۔

یہودیوں نے جب صحابہ کرام کو جاتے ہوئے دیکھا تو حُجّی بن اخطب کہنے لگا کہ ابو القاسم
 نے بہت جلدی کی ہے ہم تو ان کے حکم کی تعمیل کرنے میں لگے ہوئے تھے لیکن دل ہی دل میں
 یہود کو اپنی اس ناکامی پر شدید ندامت کا احساس تھا۔

ایک یہودی کنانہ بن صویرہ نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ اٹھ کر کیوں چلے گئے،
 دوسرے نے کہا بخدا! ہمیں کوئی علم نہیں اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے انہیں ہماری دھوکا بازی پر
 مطلع فرمادیا ہے۔ بخدا! وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آخر الانبیاء ہیں تمہاری آرزو یہ تھی کہ
 آخری نبی اولاد ہارون سے ہو۔ اور یہ اولاد اسماعیل سے ہیں اس لئے ازراہ حسد تم ان پر
 ایمان نہیں لائے حالانکہ ان میں وہ تمام نشانیاں موجود ہیں جو اس نبی خطر کی تورات میں بیان کی
 گئی ہیں۔ تمہاری غداری کی یہی کیفیت رہی تو مجھے نظر آ رہا ہے کہ تمہیں یہاں سے جلا وطن کر دیا

جائے گا تم اونٹوں پر سوار ہو گے تمہارے بچے چیخ رہے ہوں گے تم اپنے شاندار مکانات اور حویلیاں یونہی چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤ گے تمہارے اموال بھی پیچھے رہ جائیں گے۔ (۱)

ابن صویرہ نے آخر میں انہیں کہا، میری قوم تمہاری سلامتی ان دو باتوں میں سے ایک بات ماننے میں ہے ان کے علاوہ ہر بات تمہارے لئے جہنمی و بربادی کا باعث بنے گی۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون سی دو باتیں ہیں جن میں ہماری سلامتی ہے۔ اس نے کہا، مگر تو یہ ہے کہ ناروا ضد ترک کر دو۔ اور جب تم سب جانتے ہو کہ وہ اللہ کے بچے نہیں ہیں تو ان پر ایمان لے آؤ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارے اموال تمہاری جائیدادیں، تمہارے بچے سب محفوظ ہو جائیں گے تمہارا شمار ان کے اکابر صحابہ میں ہونے لگے گا اور تمہیں اپنے شہر سے جلا وطن بھی نہیں ہونا پڑے گا۔ انہوں نے جواب دیا۔ ”لَا نَفَارِقُ التَّوْرَةَ وَعَهْدَ مُوسَى“ ”یہ بات ناممکن ہے ہم تو تورات اور حضرت موسیٰ کو کسی قیمت پر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔“

اس نے کہا۔ پھر دوسری تجویز یہ ہے کہ اگر وہ تمہیں شہر سے نکل جانے کا حکم دیں تو سر تسلیم خم کر دو۔ اس طرح تمہاری جانیں، تمہاری اولاد اور تمہارے اموال سب محفوظ رہیں گے چاہے انہیں پتہ چاہے اپنے پاس رکھو۔ انہوں نے کہا ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ سلام بن مشکم نے کہا کہ ابھی ان کی طرف سے تمہیں یہاں سے نکل جانے کا حکم ملے گا۔ اے حُجّی بن اخطب! اب تک تو نے میری کوئی بات نہیں مانی اب دوبارہ غلطی نہ کرنا۔ ان کا حکم آئے تو فوراً تعمیل کرنا۔ حُجّی بولا میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایسا ہی کروں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ پہنچ کر محمد بن مسلمہ کو یاد فرمایا۔ اسی اثناء میں صحابہ کرام بھی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔ صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور تشریف لے آئے اور ہمیں پتہ ہی نہ چلا۔ حضور نے فرمایا یہود نے مجھے قتل کرنے کی سازش کی تھی میرے اللہ نے مجھے بتلوا اور میں اٹھ کر چلا آیا ابن عتبہ کہتے ہیں۔ یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ ثَاغٍ
يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ
عَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (المائدہ: ۱۱)

”اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے

ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے ایمان والوں کو۔ ” (المائدہ: ۱۱)
 محمد بن مسلمہ کو حضور کا پیغام پہنچا۔ تو فوراً حاضر خدمت ہوئے حضور نے انہیں فرمایا کہ نبی کفر کے پاس جاؤ اور انہیں جا کر میرا یہ حکم سناؤ۔

اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكُمْ اَنْ اُخْرِجُوْا مِنْ بَلَدِيْ ۔

”کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ تمہیں حضور کا یہ حکم سناؤں کہ حضور نے فرمایا ہے میرے شہر سے نکل جاؤ۔“

تفصیل ارشاد کے لئے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فی نفسہ کے پاس آئے اور انہیں کہا۔ کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری طرف ایک پیغام دے کر بھیجا ہے لیکن وہ پیغام سنانے سے پہلے میں تمہیں ایک بات یاد دلانا چاہتا ہوں جس کا تم سب کو علم ہے انہوں نے پوچھا وہ کون سی بات ہے آپ نے کہا میں تمہیں اس تورات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر نازل فرمایا تمہیں یاد ہے کہ ایک روز حضور کی بعثت سے پہلے میں تمہارے پاس آیا تھا اور تمہارے سامنے تورات رکھی ہوئی تھی۔ تم نے مجھے کہا تھا۔ اگر کھانا کھانا چاہتے ہو تو وہ پیش کرتے ہیں اور اگر یہودی مذہب اختیار کرنے کے لئے آئے ہو تو ہم تمہیں یہودی بناتے ہیں میں نے تمہیں کہا تھا کہ کھانا کھلاؤ تو کھالوں گا یہودی بننے کے لئے کو تو یہ ناممکن ہے۔ تم نے مجھے ایک طشت میں کھانا کھلایا تھا تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں تمہارا دین کیوں قبول نہیں کرتا کیا تم دین ابراہیمی کے متلاشی ہو۔ ابو عامر راہب، دین ابراہیمی کا پیرو کار نہیں ہے اس دین والا نبی ہمارے پاس آ گیا ہے جس کی یہ نشانیاں ہیں وہ ہنسنے والا ہے۔ دشمنان حق کو قتل کرنے والا ہے اس کی آنکھوں میں سرخی ہے وہ یمن کی طرف سے آئے گا اونٹ پر سوار ہو گا۔ علمہ باندھا ہو گا اور روٹی کے سوکھے ٹکڑے پر اکتفا کرے گا اس کی تلوار اس کی گردن پر ہو گی۔ وہ دانتوں کی باتیں کرے گا انہوں نے کہا بے شک تم نے درست کہا ہے ہم نے یہ باتیں تمہیں بتائی تھیں۔ لیکن یہ علامتیں ان کی نہیں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا جو بات میں پیغام رسائی سے پہلے کرنا چاہتا تھا وہ میں نے کر دی۔

اب سنو۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ جو معاملہ میں

نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔ تم نے یہ دھوکا بازی کر کے اسے توڑ دیا ہے۔ عمرو بن حجاز چھت پر چڑھ گیا تھا تاکہ چکی کا پاٹ مجھ پر گرائے۔ اس کے بارے میں میرے رب نے مجھ کو آگاہ کر دیا یہ سن کر ان پر سناٹا طاری ہو گیا اور ان کی زبان سے ایک حرف بھی نہ نکل سکا۔ پھر محمد بن مسلمہ نے کہا کہ حضور نے تمہیں حکم دیا ہے۔

أَخْرَجُوا مِنْ بَلَدِي وَقَدْ أَجَلْتُكُمْ عَشْرًا فَمَنْ رُؤِيَ بَعْدَ ذَلِكَ
ضَرَبَتْ عُقُقُهُ

”میرے شہر سے نکل جاؤ۔ تمہیں دس دن کی مہلت ہے اس کے بعد تم

میں سے اگر کوئی آدمی یہاں نظر آیا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔“

محمد بن مسلمہ کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ اور قبیلہ اوس کے تعلقات بنی نضیر سے بہت پرانے تھے انہوں نے کہا ہمیں تعجب ہے کہ یہ پیغام ہم اوس قبیلہ کے ایک فرد کی زبان سے سن رہے ہیں آپ نے جواب دیا۔ ”تغیرت القلوب۔“ اب دل بدل گئے پہلے دلوں میں تمہاری محبت تھی اب یہاں اللہ کے محبوب کی محبت کا چراغ روشن ہو گیا ہے۔

اس کے بعد وہ لوگ کوچ کی تیاری میں لگ گئے مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلہ پر زوجہدر، نامی چراگاہ تھی جس میں ان کی سواری اور بدر برداری کے جانور چرا کرتے تھے ان کو منگوانا شروع کیا اشجع قبیلہ کے اونٹ کرایہ پر لینے کا بھی بندوبست کیا۔

عبداللہ بن ابی کا پیغام

بنو نضیر کوچ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اسی اثناء میں سوید اور داعس، عبداللہ بن ابی کا پیغام لے کر ان کے پاس پہنچے۔ اس نے کہلا بھیجا۔ اے بنی نضیر! اپنے گھروں اور اپنے اموال کو چھوڑ کر نکلنے کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔ اپنے قلعوں میں مورچے سنبھال لو۔ میرے ساتھ میری قوم کے دو ہزار شمشیر زن ہیں ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں ہم سب قلعوں میں تمہارے شانہ بشانہ مورچوں میں بیٹھیں گے اور جب تک ہم میں ایک شخص بھی زندہ ہے تمہارے نزدیک کوئی نہیں آ سکے گا۔ بنی قرظہ بھی اس مشکل گھڑی میں تمہیں تھما نہیں چھوڑیں گے اور قبیلہ غطفان کے لوگوں سے بھی بات چیت ہو چکی ہے وہ بھی تمہاری مدد کریں گے ابن ابی نے بنو قرظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی کی طرف بھی پیغام بھیجا۔ کہ آزمائش کی اس گھڑی میں وہ اپنے ہم مذہبوں کی امداد کریں۔ لیکن اس نے دو ٹوک جواب دیا ”لَنْ يَنْقُضَ رَجُلٌ ذَا حِدٍّ مَعَنَا“

الحمد۔ ”جب تک میں زندہ ہوں میرے قبیلہ کا ایک فرد بھی حمد شکنی نہیں کرے گا۔ سلام بن مشکم نے یہ سنا تو اس نے جی کو کہا۔ اے جی! تجھے ابن ابی کے جھوٹے وعدوں نے گمراہ کر دیا ہے۔ ایسا مت کرو۔

فَوَاللّٰهِ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ وَتَعْلَمُ مَعَكَ اِنَّهُ لَرَسُولُ اللّٰهِ وَاَنْتَ صِفْتُهُ
عِنْدَنَا وَاَتَا لَمْ نَتَّبِعْهُ وَحَسَدًا كَا فَتَعَالٰ فَلْنَقْبِلْ مَا اَعْطَانَا
مِنَ الْاٰمِنِ وَنَخْرُجْ مِنْ بِلَادِهِ

”بخدا! تو بھی جانتا ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں ان کی صفات ہلری کتاب میں موجود ہیں ہم حسد کی وجہ سے ان کی پیروی نہیں کر رہے آؤ! ہم ان کی امن و سلامتی کی پیکش کو قبول کر لیں اور ان کے شر سے چلے جائیں۔“

اے جی! اگر ایک دن بھی انہوں نے ہلرے قلعوں کا محاصرہ کر لیا تو پھر ان شرائط پر صلح ممکن نہ ہوگی۔ جی نے کہا تم کس غلط فہمی میں مبتلا ہو ان کی مجال نہیں کہ ہم پر حملہ کر سکیں۔ عبداللہ بن ابی اپنے دو ہزار بہادروں اور دوسرے حلیفوں کے ساتھ ہلری مدد کو آجائے گا۔ پھر کون ہے جو ہمارے مقابلہ کی جرأت کر سکے۔ سلام نے کہا ابن ابی کا وعدہ لغو اور بے معنی ہے وہ تمہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ تمہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں صف آرا کر کے خود گھر میں بیٹھ رہے گا۔ اس نے بنو قینقاع کے ساتھ بھی ایسا ہی وعدہ کیا تھا کیا اس نے وہ وعدہ ایفا کیا وہ قبیلہ نو ابن ابی کا حلیف تھا اور ہم تو اس کے دیرینہ حریف ہیں ہلری مدد کے لئے وہ کب آئے گا اس غلط فہمی کو اپنے دل سے نکال دو۔

جی بولا۔

تَابٰی نَفْسِيْ الْاَعْدَاوَةَ مُحْتَمِلًا وَلَا اِقْتَالَ

”میرا نفس تو انکار کرتا ہے کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے صلح کروں میں تو ان کے ساتھ عداوت کرتا رہوں گا اور ان سے جنگ کروں گا۔“

سلام بن مشکم نے جی کی یہ بات سن کر کہا۔

فَهُوَ وَاللّٰهُ جَلَاءُ نَا مِنْ اَرْضِنَا وَفِيْهَا بْ اَمْوَالِنَا وَشَرَفِنَا۔ وَسَبِيْ
ذَرَارِنَا مَعَ قَتْلِ مُّقَاتِلِنَا

”بخدا تمہاری یہی روش اپنے شہر سے ہماری جلا وطنی کا باعث بنے گی
ہمارے اموال اور ہماری عزت و شرف کے برباد ہونے کا باعث بنے گی
ہماری اولاد کو قید کر لیا جائے گا ہمارے نوجوانوں کو قتل کر دیا جائے گا۔“

سلام کی اتنی کوششوں کے باوجود جی پر ذرا اثر نہ ہوا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے جنگ کرنے پر کمر بستہ ہو گیا۔ بنی نضیر کا ایک دوسرا سردار ابن ابی الحقیق تھا اس کا ایک لڑکا
ساموک نامی تھا۔ جسے عام طور پر نادان اور بھولا بھالا سمجھا جاتا تھا وہ بولا۔ اے جی؟ تم بڑے
منحوس ہو۔ تم بنی نضیر کا ستیاناس کر کے رہو گے۔ اس کی اس بات سے جی غصہ سے لال پیلا ہو
گیا کہنے لگا اب قبیلہ کا ہر شخص مجھ پر اعتراض کرنے لگ گیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ پاگل بھی مجھے منحوس
کہتا ہے۔ ساموک کے بھائیوں نے اسے تھپڑ رسید کئے اور جی کو اپنی امداد کا یقین دلایا۔
جی نے اپنے بھائی جدی بن اخطب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تاکہ
حضور کو جی کا یہ فیصلہ پہنچائے۔

إِنَّا لَا نَبْرَحُ مِنْ دِيَارِنَا وَأَمْوَالِنَا فَاصْنَعْ مَا أَنْتَ صَانِعٌ

”کہ ہم اپنے گھروں اور اپنے اموال کو چھوڑ کر کسی قیمت پر نہیں نکلیں
گے آپ جو کرنا چاہتے ہیں کر لیں۔“ (۱)

جی نے بھائی کو کہا یہ پیغام دینے کے بعد وہ عبد اللہ بن ابی کے پاس جائے اور اسے بتائے کہ
ہم نے تمہارے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہ چیلنج دے دیا ہے اب تم اپنے دو
ہزار نوجوانوں اور دیگر حلیفوں کو لے کر ہماری امداد کے لئے فوراً پہنچو۔ جدی نے
پہلے اپنے بھائی کا فیصلہ حضور کو جا کر بتایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت اپنے صحابہ کے
ساتھ تشریف فرما تھے اس کی یہ بات سن کر حضور نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہا صحابہ نے بھی
زور سے جوابی نعرہ لگایا فرمایا اب یہود سے جنگ ہوگی۔ اس کے بعد جدی، عبد اللہ بن ابی کے
پاس پہنچا۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا اس کے چند حواری بھی وہاں موجود تھے اسی اثناء میں
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ اعلان کیا جانے لگا کہ مسلمانو! اٹھو اور بنی
نضیر کے قلعوں کا چل کر محاصرہ کر لو۔ یہ اعلان سن کر عبد اللہ بن ابی کا بیٹا جس کا نام بھی
عبد اللہ تھا وہ اپنے باپ کے پاس آیا اس نے زرہ پہنی ہوئی تھی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ
حضور کی دعوت پر لبیک کہتا ہوا گھر سے نکلا۔

جدی کہتا ہے جب میں نے یہ منظر دیکھا کہ عبداللہ بن ابی اطمینان سے اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کا بیٹا ہتھیار سجا کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے بھاگا ہوا جارہا ہے تو میں اس سے مایوس ہو گیا میں دوڑ کر اپنے بھائی کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا۔ خیر تو ہے۔ میں نے کہا خیر نہیں شرعی شر ہے۔ میں نے کہا جب تیرا پیغام محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچایا تو آپ نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہا اور یہود کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اور پھر میں عبداللہ بن ابی کے پاس آیا اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا مٹی نے پوچھا اس نے کیا جواب دیا جدی نے کہا مجھے تو اس کے پاس کوئی خیر نظر نہیں آئی۔ اس نے صرف اتنا کہا کہ میں بنو غطفان میں اپنے حلیفوں کو پیغام بھیجتا ہوں وہ تمہارے ساتھ قلعوں میں داخل ہو جائیں گے۔

سرور عالم کی بنو نضیر کی طرف روانگی

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو ہمراہ لے کر بنی نضیر کی طرف روانہ ہوئے۔ روانگی سے پہلے مسجد نبوی میں امامت کے لئے ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا۔ حضور نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ایک قبہ نما خیمہ دے کر بھیجا جو بعض کے نزدیک غرب نامی درخت کی لکڑی کا بنا ہوا تھا لیکن علامہ مقریزی کہتے ہیں کہ وہ چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ (۱) اور اس پر بالوں سے بنی ہوئی کبل نما چادریں بچھادی گئی تھیں۔ عصر کی نماز رحمت عالم نے بنی نضیر کے کھلے میدان میں ادا کی جب ان لوگوں نے حضور کو مع صحابہ دیکھا تو اپنے قلعوں کی دیواروں پر پرے باندھ کر کھڑے ہو گئے انہوں نے تیر اور پتھر جمع کر رکھے تھے۔ پہلے دن صرف تیر برساتے رہے اور سنگ باری کرتے رہے۔ عشا کی نماز آپ نے اپنے صحابہ کی معیت میں اس کھلے میدان میں ادا کی اس کے بعد اپنے دس صحابہ کی معیت میں حضور اپنے کاشانہ قدس میں واپس تشریف لائے واپسی کے وقت حضور گھوڑے پر سوار تھے اور زرہ پہنی ہوئی تھی۔ سیدنا علی مرتضیٰ کو لشکر کی قیادت تفویض کی گئی رات بھر مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کئے رکھا وقتاً فوقتاً نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے یہاں تک کہ سپیدہ صبح طلوع ہوا حضرت بلال نے فجر کی اذان دی۔ صبح سویرے حضور اپنے صحابہ کے ہمراہ بنی خطبہ کے کھلے میدان میں پہنچے اور صبح کی نماز وہاں ادا فرمائی حضرت بلال کو وہ قبہ نما خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا جب خیمہ نصب ہو گیا تو حضور اس میں تشریف لے گئے۔

یہودیوں میں ایک ماہر تیر انداز تھا جس کا نام عَزْرُؤک تھا۔ اس کا نشانہ خطا نہیں جاتا تھا اس نے قبۃ شریف پر تیر برسانے شروع کئے۔ اگرچہ وہ قبۃ کا فی دور تھا۔ لیکن عَزْرُؤک کے تیر وہاں تک پہنچ رہے تھے۔ نبی کریم نے حکم دیا کہ خیمہ ذرا دور نصب کیا جائے جہاں یہود کے تیر نہ پہنچ سکیں۔

آج کا سردار دن بھی گزر گیا لیکن ابن ابی، بنی نضیر کی مدد کے لئے نہ آیا اور نہ اس کے کسی حلیف نے ادھر کارخ کیا۔ وہ آرام سے اپنے گھر میں سر جھپا کر بیٹھا رہا۔ اب سلام بن مشکم، کنانہ بن صویرہ نے حتیٰ سے پوچھا۔ بتاؤ بھائی، کہاں ہے ابن ابی اور کہاں ہیں اس کی فوجیں اور اس کے حلیف۔ حتیٰ نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے بڑی بے چلرگی کے عالم میں کہا۔ ہماری تقدیر میں یہ جنگ اور بربادی لکھی تھی اب اس سے کوئی مفر نہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کا محاصرہ جاری رکھا رات **عشاء** کے وقت سیدنا علی مرتضیٰ کی تلاش کی گئی لیکن آپ کا کہیں سراغ نہ ملا لشکر اسلام میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ آخر اس بے چینی کا تذکرہ بدر گاہ رسالت پناہ میں کیا گیا حضور نے اپنے صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ علی، تمہاری ہی کسی مہم کو سر کرنے کے لئے گئے ہوں گے تمہوڑا وقفہ گزر اتو علی مرتضیٰ آتے ہوئے دکھائی دیئے ان کے ہاتھ میں یہودیوں کے مایہ ناز تیر انداز عَزْرُؤک کا بریدہ سر لٹک رہا تھا وہ رات کو اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک کین گاہ میں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا کہ جس وقت موقع ملے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے انہیں نقصان پہنچائے وہ ایک بہادر اور ماہر تیر انداز تھا۔ شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو پتہ چلا تو آپ نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے ساتھی اسے تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے سرور عالم نے علی مرتضیٰ کے ساتھ دس صحابہ کو بھیجا ان میں ابو دجانہ اور سل بن حنیف جیسے بہادر اور تجربہ کار سپہی تھے۔ انہوں نے ان بھگوروں کو جا پکڑا اور ان سب کو تہ تیغ کر دیا۔ ان کے سر کاٹ کر بنی حطہ کے ایک کنوئیں میں پھینک دیئے گئے۔

بنی نضیر کے نخلستان کاٹنے کا حکم

جب محاصرہ نے طول کھینچا تو حضور انور نے ان کے نخلستان کاٹ دینے کا حکم دیا انہیں کاٹنے کے لئے ابو یعلیٰ ملازنی اور عبداللہ بن سلام کو مقرر کیا۔ ابو یعلیٰ تو عجمہ کھجور کے درختوں کو کاٹنے لگے کیونکہ ان قیمتی کھجوروں کے کاٹنے سے بنی نضیر کو زیادہ دکھ پہنچنے کا

امکان تھا۔ اور عبداللہ بن سلام عام کس قسم کی کجیوروں کو کاٹتے۔ تو فرماتے مجھے یقین ہے کہ یہ سب نکلستان اللہ تعالیٰ بطور غنیمت ہمیں عطا فرمائے گا ہم عمدہ قسم کی کجیوروں کو کیوں ضائع کریں۔ جب ابو یعلیٰ، عجمہ کجیور کے درختوں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے یہودی عورتیں فرط غم سے اپنے گریبان چاک کر رہی تھیں اپنے رخساروں پر تھپڑ مار رہی تھیں اور واویلا کرنا شروع کر دیا تھا۔ نوحی بن اخطب نے حضور پر نور کو کھلا بھیجا کہ آپ تو زمین میں فساد برپا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اب ان پھلدار درختوں کو کیوں کٹوا رہے ہیں۔ فرمایا تاکہ تمہاری آنکھیں کھلیں اور تم جنگ کے آتش کدے کو بھڑکا بھڑکا کر اپنی قوم کو اس میں بھسم کرنے سے باز آ جاؤ۔ کجیور کے جتنے درخت کاٹے گئے ان کی کل تعداد دس ہتائی گئی ہے۔ نیز وہ ان گنجان کجیوروں میں چھپ کر مسلمانوں پر حملہ کر سکتے تھے اس لئے جنگی نقطہ نظر سے ایسی کمین گاہوں کا قلع قمع بھی ضروری تھا۔

یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی اور نوحی کی اکثری ہوئی گردن جھک گئی عرض کی۔ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور آپ کے شہر سے کوچ کرنے پر آمادہ ہیں۔ نبی مکرم نے فرمایا کہ اب پہلے کی طرح کوچ کرنے کی آزادی نہیں اب اگر تم یہاں سے نکلو گے تو کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہیں لے جاؤ گے اور جتنا سامان اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہو اسی قدر سامان لے جانے کی اجازت ہوگی۔

سلام بن مشکم نے نوحی کو کہا۔ فوراً قبول کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی بدتر شرائط پر ہمیں یہاں سے نکلنا پڑے۔ نوحی بولا۔ اس سے بدتر کیا ہو سکتا ہے سلام نے کہا۔ کیوں نہیں۔ وہ تمہاری اولاد کو قید کرنے، تمہارے جوانوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیں تو کیسا تمہارے لئے تکلیف دہ امر نہ ہو گا۔ پھر تم کیا کر سکو گے۔ صرف مال و متاع کے بدلے جانیں بیچ جائیں تو یہ سودا نفع بخش ہے۔ جی نے اس کے باوجود سرکار دو عالم کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

یامین بن عمیر اور ابو سعد بن وہب نے جب یہ منظر دیکھا تو ایک دوسرے کو کہا بخدا! تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اب ہمیں کس کا نظارہ ہے آج بھی ہم اسلام قبول کر لیں تو ہماری جانیں بھی بیچ جائیں گی اور ہمارے اموال بھی ہمارے پاس رہیں گے چنانچہ ان دونوں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دونوں قلعہ سے نیچے اترے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور دست اقدس پر اسلام قبول کرنے کی بیعت کر لی۔ اس طرح انہوں نے اپنی جانیں بھی بچالیں اپنے اموال بھی محفوظ کر لئے اور اپنی عاقبت بھی سنوار لی۔

یہ محاصرہ جاری رہا۔ علامہ ابن سعد اور بلاذری کے نزدیک پندرہ دن اور ابن کرع کے نزدیک تیس دن اور حضرت صدیقہ نے اس کی مدت پچیس دن بتائی ہے۔ آخر کلریہود کو اپنی شکست تسلیم کرنا پڑی اور حضور کی شرائط پر مدینہ طیبہ سے جلا وطن ہونا منظور کر لیا۔

آنچه دانا کند کند نادان

لیک بعد از ہزار رسوائی

مدینہ طیبہ سے ان کو جلا وطن کرنے کی ذمہ داری حضرت محمد بن مسلمہ کے سپرد کر دی گئی اس وقت یہودیوں نے ایک اور عذر کیا کہ یہاں کے بہت سے لوگ ہمارے مقروض ہیں وہ قرض انہوں نے مقررہ مدت کے بعد ادا کرنے ہیں ان کا کیا بنے گا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہمیں مدینہ طیبہ میں ٹھہرنے کی مزید مہلت دی جائے تاکہ ہم اپنے قرضے وصول کر سکیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

وَتَعَجَّلُوا وَدَعُّوْا

”کہ قرضہ کی رقم کم کر دو (سود معاف کر دو) اور بقیہ رقم جلدی وصول

کر لو۔“

چنانچہ ابو رافع، اور سلام بن ابی الحقیق کے ایک سو بیس سونے کے دینار، حضرت اُسید بن خضیر کے ذمہ واجب الاداء تھے جو ایک سال بعد انہوں نے ادا کرنا تھے اس نے اصل زراستی دینار لے کر صلح کر لی اور چالیس دینار سود چھوڑ دیا۔ لشکر اسلام کا محاصرہ جیسے جیسے طویل ہوتا جا رہا تھا یہود مایوس ہوتے جا رہے تھے فرط یاس میں انہوں نے اپنے شاندار مکانات اور حویلیاں پیوند خاک کرنا شروع کر دیں تاکہ ان میں مسلمان آکر تو آباد نہ ہوں اس طرح ان کے جو مکانات مسلمانوں کی آبادی کے قریب تھے انہیں مسلمانوں نے گرائنا شروع کر دیا تاکہ یہودی جلد از جلد ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں اس طرح ان کے محلوں کے محلے کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے۔

بنو نضیر کی جلا وطنی کا منظر

یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو سواری کے اونٹوں پر سوار کیا دیگر اونٹوں پر جو قیمتی سامان لاد جا سکتا تھا وہ لاد ایساں تک کہ انہوں نے دیواریں گرا کر دروازے کھڑکیاں بھی

نکال کر لاد لیں۔ جب ان کا قبیلہ روانہ ہوا تو ان پر کسی قسم کی افسردگی، پریشانی یا ندامت کے آثار نمایاں نہ تھے انہوں نے ہر طرح یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ انہیں اس جلاوطنی پر کوئی رنج نہیں۔ وہ پہلے بلخارث بن خزرج کے علاقہ سے گزرے پھر جلیہ سے گزرتے ہوئے جسر کو عبور کیا یہاں تک کہ عید گاہ تک پہنچے پھر ان کا گزر مدینہ منورہ کے بازار کے درمیان سے ہوا لوگ دور وہ کھڑے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے ان کی عورتیں ہودجوں میں بیٹھی تھیں انہوں نے مخمل۔ زربفت، دیباچ اور ریشم کے لباس زیب تن کئے ہوئے تھے سبز اور سرخ ریشمی چادریں انہوں نے اپنے اوپر ڈالی ہوئی تھیں سونے اور چاندی کے زیورات اور جواہرات سے وہ لدی ہوئی تھیں۔ لوگوں کے سامنے اپنی دولت و ثروت کا یہ مظاہرہ کر کے ابورافع نے بلند آواز سے کہا یہ قیمتی ملبوسات، یہ بیش بہا زیورات اور جواہرات، ہم نے انہیں زندگی کے انہی نشیب و فراز کا مقابلہ کرنے کے لئے اکٹھا کر رکھا ہے۔ باقی رہے ہمارے نخلستان، جن کو ہم یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں ان کی ہمیں ذرا پروا نہیں۔ خیبر میں ان سے بھی بڑے نخلستان ہمارا انتظار کر رہے ہیں اگر کسی اور قوم سے ان لوگوں کا پالا پڑا ہوتا تو زیب و زینت کے سارے سامان ان سے چھین لئے گئے ہوتے۔ شاید انہیں اور ان کی عورتوں کو تن ڈھانپنے کے لئے چھتہ بھی نصیب نہ ہوتا لیکن ان کا معاملہ غلامان حبیب کبریاء سے تھا جو سیر چشمی اور استغنا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے یہودی عورتوں کی اس ساری سچ دھج کو دیکھا دولت و ثروت کی اس خیرہ کن نمائش کو دیکھا لیکن ان کی نیتوں میں ذرا فتور نہیں آیا۔ وہ خدامت اور خود آگاہ درویش اس انقلاب میں قدرت و حکمت الہی کے گونا گوں جلوے دیکھنے میں منہمک رہے۔

سرکار مدینہ کے شہر کے کوچہ و بازار سے عمدہ شکلوں، وعدہ خلافی کرنے والوں، اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والوں، رحمت عالم کی حیات طیبہ کے خلاف مکر و فریب کے جال بننے والوں کا قافلہ عجیب شان سے گزر رہا تھا۔ شہنائیاں بجائی جا رہی تھیں، آلات موسیقی پر نغمے الاپے جا رہے تھے۔ ان کی لونڈیاں اشتعال انگیز اشعار گارہی تھیں اور رقص کر رہی تھیں یہ ساری باتیں ان کی شجاعت یا عالی ظرفی کی علامتیں نہ تھیں بلکہ ان کی کم ظرفی اور شہدے پن کی نشانیاں تھیں۔ اسلام کو زک پہنچانے کے لئے ان کے سارے منصوبے ایک ایک کر کے ناکام ہو چکے تھے وہ شکست خوردہ تھے۔ ان کے قلعے، ان کی حویلیاں ان کے شاندار مکانات، ان کے زرعی رقبے، ان کے انگوروں اور اناروں کے باغات، ان کے نخلستان ان سے چھین لئے گئے تھے۔ وہ اتنے بزدل تھے کہ ایک دن بھی وہ میدان میں نکل کر مسلمانوں کو دعوت مبارزت نہ

دے سکے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ آج وہ رنجیدہ و سوگوار ہو کر اپنی نادانیوں اور غلط اندیشیوں پر اشکِ ندامت بہاتے ہوئے وہاں سے نکلتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا گویا وہ قلعہ و کھنڈر ہو کر یہاں سے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں نے ان کی اشتعل انگیزیوں سے ذرا اثر قبول نہیں کیا وہ طوفانِ بد تمیزی مچاتے گئے لیکن کسی نے انگلی اٹھا کر ان کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کی حسنِ تربیت کا فیضان تھا جس نے مسلمانوں کو ان رُفلی جذبات سے ارفع و اعلیٰ کر دیا تھا ان کا ساز و سامان چھ سواونٹوں پر لد ا ہوا تھا۔ ان لوگوں کی اکثریت یہاں سے نکل کر خیبر میں جا کر رہائش پذیر ہوئی۔ حُئی بن اخطب۔ سلام بن ابی الہتقی، کنانہ بن صُورہ، سب خیبر گئے ان میں سے چند لوگ شام چلے گئے۔

اس طرح اسلام کا یہ مقدس مرکز ایک ایسے عنصر سے پاک ہو گیا جس کی فطرت میں اسلام کی عداوت، عہد شکنی، وعدہ خلافی اور منصوبہ سازی جیسی کمینہ خصلتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد ان کے اموال اور ان کے اسلحہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قبضہ میں لے لیا انہوں نے پچاس زرہیں، پچاس خود، تین سو چالیس تلواریں پیچھے چھوڑی تھیں۔

بنی نضیر کے اموال کی تقسیم

اس عنوان پر تفصیلی بحث کرنے سے پہلے ایک دو چیزیں قدرِ کم کر ام کے ذہن نشین کرانا ضروری سمجھتا ہوں مسلمانوں کو کفار سے جو اموال ملتے ہیں ان کی دو صورتیں ہیں۔
۱۔ یا تو مسلمانوں نے میدانِ جنگ میں انہیں شکست دی ہوگی اور ان کے اموال پر قبضہ کیا ہو گا۔ اس کو قرآنی اصطلاح میں مالِ غنیمت کہا جاتا ہے اور اس کی تقسیم کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۴۱ میں بیان فرمایا ہے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَ

لِلذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ

”اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ کے لئے

ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے اور رشتہ داروں اور یتیموں

اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے۔“

اور باقی چار حصے، بفرموائے سنتِ نبوی مجاہدین کا حصہ ہیں ان میں تقسیم کئے جائیں گے۔

۲۔ دوسری قسم ان اموال کی ہے جو کفہ نے جنگ کے بغیر فکست تسلیم کر لی اور وہ اموال (منقولہ وغیرہ منقولہ) مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ ان کا حکم قرآن کریم کی سورۃ المحشر کی اس آیت میں مذکور ہے۔

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِللرَّسُولِ وَلِلسَّيِّدِ
لِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ

”جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گھوڑوں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں۔ قییموں۔ مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔“

اموال فنی میں کوئی حصہ بطور حق مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے کا سارا مال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقسیم فرمائیں گے۔ فنی سے حاصل ہونے والے منقولہ اور غیر منقولہ سب اموال کا حکم یکساں ہے۔ لیکن غنیمت سے حاصل ہونے والے املاک میں فرق ہے۔ وہ منقولہ اموال جو میدان جنگ اور حالت جنگ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں وہ اموال غنیمت ہیں۔ اور ان کے احکام مندرجہ بالا ”وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ“ آیت میں بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن غیر منقولہ املاک مثلاً مکانات، زمین، باغات قلعے وغیرہ یہ سب فنی ہوں گے۔ اسی طرح اگر جنگ ختم ہو جائے اور اس کے بعد وہ منقولہ اموال مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں ان کا حکم بھی فنی کا ہو گا۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ضیاء القرآن جلد دوم ص ۱۵۰ سورۃ الانفال آیت ۴۱

اور سورۃ المحشر آیت نمبر ۷ ضیاء القرآن ج ۵ ص ۱۶۸ تا ۱۷۱

یہاں تفسیر ضیاء القرآن کا ایک اقتباس متعلقہ صورت حال کی تشریح کے لئے پیش کیا جا رہا ہے امید ہے قارئین کے لئے اس میں سہولت بصیرت ہو گا۔

جب بنی نضیر کے اموال، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبضہ و تصرف میں آ گئے تو حضور نے ثابت بن قیس بن شرماس کو یاد فرمایا۔ انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم کو بلا لائیں انہوں نے عرض کی اپنے قبیلہ خزرج کے لوگوں کو بلا لاؤں یا سب انصار کو۔ فرمایا سب کو۔ جب اوس و خزرج حاضر ہو گئے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر انصار کی ان قربانیوں کا ذکر فرمایا جو انہوں نے مہاجرین کے لئے دیں۔ پھر فرمایا اگر تم چاہو تو تمہارے اموال اور فنی کے اموال سب یکجا کر دیئے جائیں۔ پھر ان سب کو مہاجرین و انصار میں تقسیم کر

دیا جائے اور اگر تمہاری مرضی ہو تو تمہارے مکانات اور زمینیں جو تم نے مہاجرین کو دے رکھی ہیں وہ تمہیں واپس کر دی جائیں اور بنی نضیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیئے جائیں۔
 اللہ۔ اللہ۔ کیا روح پرور منظر ہو گا؟ کیا نور برس رہا ہو گا اس محفل پر، حضور کا ارشاد سن کر سعد بن زرارہ (بعض نے سعد بن عبادہ کا نام لیا ہے) اور سعد بن معاذ نے عرض کیا۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ بَلْ تَقْسِمُهُ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَيَكُونُوا فِي دُورِنَا
 كَمَا كَانُوا

”یا رسول اللہ! ہمارے مال ان کے پاس ہی رہنے دیجئے اور بنی نضیر کے سب اموال بھی ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیجئے۔“
 سب انصار نے ان کی تائید کرتے ہوئے عرض کی۔

دُضِينَا وَسَلَّمْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ!

”اے اللہ کے پیارے رسول! ہمیں یہ تجویز منظور ہے ہم اس پر خوش ہیں۔“

اس ایثار کو دیکھ کر اللہ کے محبوب کا دل خوش ہو گیا زبان اقدس سے دعا فرمائی۔
 اللَّهُمَّ اَرْحِهِمُ الْاَنْصَارَ!

”الہی! دین کے ان بے لوث مددگاروں پر اپنی خصوصی رحمت فرما۔“

چنانچہ انصار کے مشورہ سے یہ تمام اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیئے گئے۔ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو جو بہت نادار تھے، حصہ ملا۔ ابو دجانہ اور سہیل بن حنیف، ان کے علاوہ مشہور یہودی سردار ابن ابی الحقیق کی تلوار حضرت سعد بن معاذ کو عطا فرمائی گئی یہ کمال استغناء، یہ شان بے نیازی، غلامان حبیب کبریا، علیہ افضل الصلوٰۃ و الطیب الثناء کا ہی حصہ ہے۔ جمل یار نے جن کے دلوں اور آنکھوں سب کو سیراب کر دیا تھا۔

(ضیاء القرآن ج ۵ ص ۱۷۴-۱۷۵)

غختیں بادہ کاندہ جام کردند
 ز چشم مست ساقی وام کردند

یہ غزوہ بنی نضیر ماہ ربیع الاول ۴ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

غزوہ ذات الرقاع

رقاع جمع ہے اس کا واحد رقعۃ۔ کپڑے کا وہ ٹکڑا جس سے پیوند لگایا جاتا ہے اس کو رقعۃ کہتے ہیں۔ اس غزوہ کو ذات الرقاع کہنے کی متعدد وجوہات علامہ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں یکجا لکھ دی ہیں۔

۱۔ مسلمانوں نے اپنے پھٹے ہوئے جھنڈوں کو پیوند لگائے ہوئے تھے اس لئے اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع سے موسوم کیا گیا۔

۲۔ جس وادی میں یہ غزوہ ہوا اس میں ایک درخت تھا جس کا نام ذات الرقاع تھا۔

۳۔ سنگلاخ اور ریتی زمین میں چلنے سے مجاہدین کے پاؤں میں زخم ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ لئے تھے اس لئے اس غزوہ کو اس نام سے شرت ملی۔

۴۔ اس وادی کے پہاڑ میں سفید۔ سیاہ اور سرخ رنگوں کی دھاریاں تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ مختلف رنگوں کے کپڑوں کے ٹکڑے یکجا جوڑ دیئے گئے ہیں۔

یہ غزوہ بنی نضیر کے غزوہ کے چند ماہ بعد جماد الثانی ۴ ہجری میں پیش آیا۔

نجد کے علاقہ سے آنے والے قافلوں نے بتایا کہ بنو محلب اور بنو ثعلبہ کے قبائل نے مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کر رکھی ہیں اور وہ کسی وقت بھی حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ نیز عامر بن طفیل، جس نے غداری کر کے ستر جلیل القدر صحابہ کرام کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیا تھا حالانکہ اس قبیلہ کے ایک سردار ابو براء کی دعوت پر وہ محض تبلیغ اسلام کے لئے اس علاقہ میں آئے تھے۔ اور ابو براء نے اپنی پناہ دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ اس کے باوجود ان کی یہ سفاکانہ حرکت اس بات کی کھلی دلیل تھی کہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کا نہ کوئی پاس رہا ہے اور نہ کوئی خوف۔ ان کی اس حرکت سے اس سارے علاقہ میں مسلمانوں کے وقار کو بڑا دھچکا لگا تھا۔ ان کے خلاف اگر بروقت اور مناسب فوجی کارروائی نہ کی جاتی تو اندیشہ تھا کہ آئے روز وہ ایسی حرکتیں کرتے رہیں گے اور نئے مسلمانوں پر جہاں ان کا بس چلے گا ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔

ان امور کے سدباب کے لئے سرور عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چار سو مجاہدین کے ہمراہ ان سرکشوں کی گوشلی کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ ان قبائل کو جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے نوجوانوں اور اگر دگر دینے والے قبائل کے لڑاکوں کا ایک جم غفیر جمع کر لیا۔ فریقین نے ایک دوسرے کی عددی قوت کا اندازہ لگایا اور

جنگ کا بازار گرم کرنے میں تامل کو مناسب سمجھا۔ لشکر اسلام نے بھی جنگ شروع کرنے میں پہل نہ کی۔ ان کی تعداد ان قبائل کی تعداد کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ نیز ان کا مرکز مدینہ طیبہ وہاں سے بہت دور تھا کم وقت میں وہاں سے کمک کا پہنچنا مشکل تھا۔ اور ان قبائل نے بھی حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ مسلمان اگرچہ تعداد میں ان سے کم تھے لیکن ان کی قوت ایمانی کا مشرکین کے پاس کوئی توڑ نہ تھا۔ چند روز فریقین کے لشکر آمنے سامنے رہے لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مجاہد صحابہ سمیت بخیریت واپس تشریف لے آئے۔ (۱)

اس اثناء میں دو ایمان افروز واقعات رونما ہوئے جن کا ذکر قارئین کی قوت ایمانی اور جذبہ ایثار کی تقویت کا باعث ہو گا۔

بنی مہلب قبیلہ کا غوث نامی ایک شخص اپنی قوم کے سرداروں کے پاس گیا اور انہیں کہا اگر تمہاری مرضی ہو تو میں محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی زندگی کا خاتمہ کر سکتا ہوں۔ انہوں نے اس تجویز پر بڑی خوشنودی کا اظہار کیا پوچھا تم یہ کیونکر کر سکتے ہو۔ اس نے کہا میں اچانک بے خبری میں ان پر حملہ کر دوں گا۔ چنانچہ اپنی قوم کے رئیسوں کی اشیر یاد حاصل کر کے وہ اس مہم کو سر کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جب وہ مسلمانوں کی قید گاہ میں گیا تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں تلوار حضور کی گود میں رکھی ہوئی ہے۔ وہ بڑے مؤدب طریقے سے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اور بڑے ادب سے کہنے لگا کیا میں آپ کی یہ تلوار دیکھ سکتا ہوں۔ حضور نے فرمایا بڑی خوشی سے۔ چنانچہ اس نے تلوار اٹھائی اسے نیام سے نکالا۔ اور اسے لہرانے لگا۔ دل ہی دل میں حضور پر حملہ کرنے کا ارادہ کرنے لگا۔ اس اثناء میں اس نے پوچھا۔ **يَا مُحَمَّدُ أَمَا تَخَافُنِي** ”اے محمد! آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگ رہا۔“ حضور نے فرمایا ہرگز نہیں میں تجھ سے قطعاً خائف نہیں۔ اس نے پھر پوچھا۔ **أَمَا تَخَافُنِي وَفِي يَدَيَّ السَّيْفُ** ”کیا اب بھی آپ خوفزدہ نہیں حالانکہ میرے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔“ حضور انور نے بڑے وثوق سے فرمایا۔ **بَلْ يَنْتَعِزْنِي اللَّهُ مِنْكَ** ”بلکہ میرا اللہ مجھے تیرے شر سے بچائے گا۔“ حضور کے اس پریقین جواب سے وہ اس قدر مرعوب ہوا کہ چپکے سے تلوار آپ کے سامنے رکھ دی اور خود چلا گیا۔ (۲)

اس سفر میں واپسی کے وقت ایک جگہ رات بسر کرنے کے لئے قیام فرمایا۔ حضور نے پوچھا آج رات کون پہرہ دے گا۔ مہاجرین میں سے عمار بن یاسر اور انصل میں سے عباد بن بشر نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ جب وہ گھاٹی کے اس دہانے پر پہنچے جہاں انہوں نے پہرہ دینا تھا تو حضرت عباد نے حضرت عمار کو کہا کہ میں رات کے کس حصہ میں پہرہ دوں۔ پہلے حصہ میں یا آخری حصہ میں۔ حضرت عمار نے کہا آپ نصف شب تک پہرہ دیں اس کے بعد میں پہرہ دوں گا یہ طے کرنے کے بعد حضرت عمار لیٹ گئے اور حضرت عباد نے وضو کیا اور نفل پڑھنے شروع کر دیئے۔ دشمن کا ایک آدمی آیا اس نے ناک کر حضرت عباد کو تیر مارا جو ان کے جسم میں پیوست ہو گیا آپ نے نماز کی حالت میں ہی وہ تیر نکال کر باہر رکھ دیا اور اپنی نماز جلدی رکھی۔ دشمن نے پھر دوسرا تیر مارا وہ بھی نشانہ پر لگا لیکن اس بندہ خدا نے کھڑے کھڑے وہ تیر نکال دیا اور نماز نہ توڑی۔ قرأت جلدی رکھی تیسری مرتبہ پھر اس نے تیر مارا جو انہیں آکر لگا۔ اب آپ نے رکوع اور سجدہ کر کے نماز مکمل کر لی۔ سلام پھیر دیا پھر اپنے ساتھی حضرت عمار کو جگایا۔ جب انہوں نے انہیں خون میں لت پت دیکھا تو کہا آپ نے پہلی ہلکے کیوں نہ جگادیا آپ نے فرمایا میں نماز میں قرآن کریم کی ایک سورت کی تلاوت کر رہا تھا اور اس کی تلاوت سے مجھ پر کیف و سرور کی کیفیت طاری تھی۔ میں کسی قیمت پر اس کی تلاوت کا سلسلہ منقطع نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اب مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ خون کے بکثرت بہ جانے سے کہیں میری موت واقع نہ ہو جائے۔ حضور نے مجھے اس گھاٹی کی حفاظت کے لئے متعین کیا تھا۔ مبادا آپ کے سوتے ہوئے میں اچانک انتقال کر جاؤں اور یہ مورچہ خلی رہ جائے اس لئے اب میں نے نماز مختصر کر کے مکمل کی اور آپ کو جگادیا کہ اب آپ مورچہ سنبھال لیں۔ یہ رنگ دیکھ کر حملہ آور وہاں سے بھاگ گیا۔ لذت ذکر، جذبہ سرفروشی اور احساس فرض شناسی، کی ایسی تابندہ مثالیں غلامانِ مصطفیٰ کی سیرت مبارکہ کے علاوہ آپ کو اور کہاں ملیں گی؟ (۱)

حضرت جابر کے اونٹ کا واقعہ

دلنوازی اور دلربائی کی ادائیں اگر کسی نے سیکھنی ہوں تو وہ محبوب رب العالمین کی شانِ دلبری سے سکھے۔ آئیے اپنے آکلِ شانِ دلنوازی کا ایک واقعہ سنئے جو اس سفر میں ظہور پذیر ہوا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع میں شمولیت کے لئے میں ایک

کمزور اور لاغر اونٹ پر سوار ہو کر نکلا۔ جب ہم واپس لوٹے تو میرا اونٹ لاغری اور تھکاوٹ کے باعث بمشکل قدم اٹھا کر چل رہا تھا۔ میرے ساتھی اپنے تیز رفتار اونٹوں پر آگے بڑھتے گئے اور میں پیچھے رہتا گیا یہاں تک کہ حضور انور علیہ السلام پیچھے سے تشریف لے آئے فرمایا۔ مَا لَكَ يَا حَبَابُ ”اے جابر! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ پیچھے رہے جا رہے ہو۔“ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا اونٹ تھکا ماندہ ہے۔ یہ قدم ہی نہیں اٹھا سکتا۔ حضور نے فرمایا اسے بٹھاؤ۔ میں نے بٹھایا حضور نے اپنا اونٹ بھی بٹھا دیا اور میرے ہاتھ میں جو چھڑی تھی وہ مجھ سے لے لی اور دو تین مرتبہ اس چھڑی سے میرے اونٹ کو کچوکے دیئے۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہو گیا اب وہی اونٹ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ تیز رفتاری میں کوئی اونٹ اب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اب وہ حضور کے سبک رفتار اونٹ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور ہم آپس میں باتیں کرنے لگے۔

انشاء گفتگو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے پوچھا جابر! یہ اونٹ بیچنے کا ارادہ ہے میں نے عرض کی۔ حضور کی خدمت میں بطور ہدیہ نذر کرتا ہوں فرمایا نہیں۔ میں تو قیمتوں کا چنانچہ ایک لوقیہ سونے کے وزن پر سودا طے ہو گیا۔

پھر نبی مکرم نے مجھ سے پوچھا جابر۔ کیا تم نے شادی کر لی ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ! میں نے شادی کر لی ہے۔ فرمایا کسی کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا شیبہ (۱) عرض کی شیبہ سے۔ فرمایا کسی کنواری سے شادی کی ہوتی عرض کی۔ جنگ احد میں میرے والد شہید ہو گئے اور میری سات بہنیں چھوڑ گئے۔ میں ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا جو میری ان بہنوں کو بھی سنبھال سکے اور ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ حضور نے فرمایا۔ ”أصبحت انشاء اللہ“ ”تم نے درست فیصلہ کیا ہے انشاء اللہ۔“

پھر فرمایا۔ جب ہم صرار (ایک گلوں) پہنچیں گے تو وہاں اونٹ ذبح کریں گے مجاہدین کی ضیافت کریں گے دن بھر وہاں ٹھہریں گے۔ اس انشاء میں تمہاری بیوی کو تمہاری آمد کا علم ہو جائے گا۔ پردے، بستر کی چادریں، تکیوں کے غلاف دھو کر وہ صاف کر دے گی اور تمہارا استقبال کرنے کے لئے تیار ہو جائے گی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اس غریب کے پاس پردے وغیرہ کہاں سے آئے۔ فرمایا انہا استکون ”گھبراؤ نہیں جلدی وہ وقت آئے گا تمہارے پاس یہ سب چیزیں ہوں گی۔“

لشکر اسلام صرار کے گلوں میں پہنچا۔ حسب ارشاد اونٹ ذبح کئے گئے مجاہدین کی ضیافت کی گئی دن وہاں گزارا شام کو مدینہ طیبہ پہنچے میں نے اپنی رفیقہ حیات کو حضور کے ارشادات سے محفوظ کیا وہ بہت خوش ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ ”فَذُوْكَ فَسَمِعَ وَطَاعَةً“ ”تجھ پر یہی لازم تھا کہ تو سر تسلیم خم کر دیتا۔“

صبح سویرے میں نے اونٹ کی تکمیل پکڑی اور سرکارِ دو عالم کے در اقدس پر اسے لا کر بٹھا دیا۔ پھر اس کے نزدیک مسجد میں بیٹھ کر حضور کا انتظار کرنے لگا۔ حضور تشریف لائے تو اونٹ بندھا دیکھا۔ دریافت فرمایا کہ یہ کس کا اونٹ ہے۔ عرض کی گئی یہ اونٹ جابر لے آئے ہیں۔ پوچھا جابر کہاں ہے۔ مجھے بلایا گیا، میں حاضر ہوا۔ تو ارشاد فرمایا میرے بھتیجے! یہ اپنا اونٹ لے لو میں نے یہ تمہیں دے دیا۔ اور بلال جاؤ اس اونٹ کی قیمت ایک اوقیہ، جابر کو دے دو۔ حضرت بلال مجھے ساتھ لے گئے۔ ارشاد نبوی کے مطابق ایک اوقیہ سے کچھ زیادہ سونا بھی مجھے دیا میں اونٹ اور اس کی قیمت بھی جھولی میں ڈالے شاداں و فرحان اپنے گھر لوٹ آیا۔ جب تک حضور کا یہ عطیہ بطور تمرک میرے پاس رہا۔ رزق میں برکتیں ہی برکتیں رہیں۔ (۱)

غزوہ بدر الصغریٰ

غزوہ احد سے ابو سفیان جب اپنے لشکر سمیت مکہ واپس آنے لگا تو اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج دیتے ہوئے کہا تھا۔

اَلْمَوْعِدُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ بَدْرٌ مِّنَ الْعَاوِلِ الْقَابِلِ

”ایک سال بعد ہمارا تمہارا مقابلہ بدر کے میدان میں ہوگا۔“

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اس چیلنج کو قبول کر لیا اور حضرت عمر کو فرمایا ”قُلْ نَعْمَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ“ ”کوہمیں تمہارا چیلنج قبول ہے۔“

غزوہ ذات الرقاع سے واپسی کے بعد سرکارِ دو عالم نے جماد الاول، جماد الثانی اور رجب کے تین ماہ مدینہ منورہ میں بسر کئے اور ماہ شعبان میں میدان بدر کی طرف روانہ ہوئے تاکہ عملی طور پر باطل کے متکبرانہ چیلنج کا جواب دیں۔

جوں جوں مقابلہ کی تاریخ قریب آتی جا رہی تھی۔ ابو سفیان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ ایسا عذر تلاش کرنے میں غور فکر کر رہا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے جھوٹے پراپیگنڈے سے

انجام مرحوب کر دے کہ وہ بدر میں آنے کی جرأت ہی نہ کریں۔ ابو سفیان مظاہرہ تو اس بات کا کر رہا تھا کہ وہ لشکر جرار لے کر میدان بدر میں جائے گا اور مسلمانوں کو شکست قاش سے دوچار کر کے واپس آئے گا اس پر اپیگنڈے کو تیزی سے پھیلانے کے لئے اس نے اپنے جاسوس یثرب کے گرد و نواح میں بھیج دیئے تھے تاکہ اس کے کھوکھلے عزائم کا وہ خوب ڈھنڈورا پیٹیں لوگوں کو بتائیں کہ ابو سفیان نے مکہ کے بہادروں اور ہمسایہ قبائل کے جوانوں کا ایک عظیم الشان لشکر اکٹھا کر لیا ہے تیاریاں کھل ہو چکی ہیں دو چار روز میں وہ مکہ سے کوچ کرنے والے ہیں۔ اس سارے پر اپیگنڈے کا مقصد لوگوں پر اپنی ہیبت جملہ اور مسلمانوں کو مرحوب کرنا تھا۔

اسی اثناء میں نعیم بن مسعود الاشجعی مکہ آیا اس نے ابو سفیان اور دیگر قریش کو بتایا کہ مسلمان اس جنگ کے لئے پوری طرح تیاری کر چکے ہیں۔ وہ میعاد مقررہ پر بدر کے میدان میں ضرور پہنچیں گے۔ ابو سفیان نے اسے دل کی بات بتائی کہ اس کا قطعاً ارادہ نہیں کہ وہ بدر میں مسلمانوں سے جنگ کرے کیونکہ ملک میں خشک سالی ہے۔ عرصہ سے بارش نہیں ہوئی پانی کے تالاب خشک ہوتے جا رہے ہیں چراگاہوں میں مویشیوں اور سواری کے جانوروں کے لئے گھاس کا تنکا تک نہیں ایسے حالات میں حملہ کرنا قرین دانشمندی نہیں۔ اس نے رشوت کے طور پر نعیم کو بیس اونٹ پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ اسے کہا اگر وہ اپنی چرب زبانی سے مسلمانوں کو اتنا خوفزدہ کر دے کہ وہ بدر میں آنے کا ارادہ ترک کر دیں تو وہ اسے بیس اونٹ دے گا۔ نعیم کے اطمینان کے لئے وہ بیس اونٹ سہیل بن عمرو کی تحویل میں دے دیئے گئے۔ ان کے علاوہ ابو سفیان نے نعیم کو مدینہ جانے کے لئے ایک حیزر قتلہ اونٹ بھی دیا۔ نعیم، جھوٹی افواہیں پھیلانے میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ مدینہ پہنچنے ہی اس نے باتوں کا جھگڑا بتانا شروع کر دیا۔ کبھی ابو سفیان کی تیار کردہ افواج کی عددی کثرت کا تذکرہ۔ کبھی ان کے اسلحہ کے ذخائر کا بیان، کبھی روماء قریش کے جوش و خروش کی حکایت طولانی، کبھی ان کی خطرناک جنگی چالوں کی مدح سرائی، الغرض اس نے ایسی مہارت سے اپنی مہم چلائی کہ چند روز میں مدینہ کی فضا خوف و ہراس سے مسموم ہو گئی۔ ان حالات کو دیکھ کر اور سن کر منافقین اور یہود کی مسرت کی کوئی حد نہ رہی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ خوفزدہ مسلمان اب کسی قیمت پر لشکر قریش سے بچہ آزمائی کے لئے میدان بدر کا رخ نہیں کریں گے۔

یہ ساری اطلاعات رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچتی رہتی تھیں۔ ایک روز نبی اکرم تشریف فرما تھے اور موجودہ حالات پر غور و غوض فرما رہے تھے کہ حضرت صدیق اکبر اور

حضرت فداوق اعظم اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے بھی یہ ساری افواہیں سنی تھیں۔ عرض کی

يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى مُظَاهِرٌ دِينَهُ وَمُؤَيِّدٌ نَبِيَّهٖ قَدْ
وَعَدَنَا الْعَوْدَ مَوْعِدًا لَا يُخْبِتُ أَنْ تَتَخَلَّفَ عَنْهُ قَيَرُونَ أَتَى
هَذَا جَبْنَ قَسِيرٍ لِمَوْعِدِهِمْ فَوَاللَّهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَخَيْرَةً -

”یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے اور اپنے نبی کو عزت دینے والا ہے۔ ہم نے قوم کے ساتھ بدر میں جنگ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم وہاں نہ پہنچیں اس طرح وہ ہمیں بزدل خیال کریں گے آپ اس تاریخ مقررہ پر تشریف لے چلیے اللہ کی قسم! اسی میں خیر و برکت ہے۔“

اپنے دو وزیروں کی یہ تجویز سن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسرت و شادمانی کی کوئی حد نہ رہی ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَخْرُجَنَّ دَارًا لَّكَ يَخْرُجُ مَعِيَ أَحَدٌ

”کہ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ میں ضرور ان کے مقابلہ کے لئے نکلوں گا خواہ میرے ساتھ ایک آدمی بھی نہ جائے۔“

حضور کے اس فیصلہ کن ارشاد نے حالاتِ کارِ خِ موڑ دیا۔ خوف و ہراس کے بادل چھٹ گئے ہر مسلمان جوشِ ایمان سے سرشار ہو کر کفنِ بدوش، سرکبف میدانِ جہاد میں اپنے آقا کے ہمراہ جانے کے لئے بے قرار ہو گیا۔ شیاطینِ الانس و الجن کی ساری فسوں کاریوں کا ظلم ٹوٹ گیا۔ مدینہ طیبہ سے روانگی سے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیسِ منافقین کے بیٹے عبداللہ کو اپنی مسجدِ مبارک میں امامت کے فرائض تفویض فرمائے۔ تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ اجبِ الناس کے گھر میں پیدا ہونے والے کو نگاہِ مصطفیٰ کے فیضان نے ان تمام آلودگیوں سے پاک کر کے ان مراتبِ رفیعہ پر فائز کر دیا ہے جن کے لئے فرشتے بھی ترستے ہیں۔ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اس شانِ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ - تُخْرِجُ النَّحْيَ مِنَ الْمَيِّتِ توجب چاہتا ہے تو مردہ سے زندہ کو پیدا کرتا ہے۔ اس سفر میں حضور پر نور کے ہمرکاب، پندرہ سو صحابہ کرام کا نورانی لشکر تھا۔ گھڑ سواروں کی تعداد بھی پہلے سے کئی گنا

زیادہ تھی۔ اس لشکر میں مندرجہ ذیل افراد گھوڑوں پر سوار تھے۔

خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر، حضرت فلوق اعظم، ابو قتادہ، سعید بن زید، مقداد بن اسود، حباب بن منذر، زبیر بن عوام، عباد بن بشر رضی اللہ عنہم اجمعین وَاَرْضَانَهُمْ عَنَّا وَفَقَّنَا بِآيَاتِنَا إِنَّ الْكَافِرِينَ۔

اس فوج ظفر موج کا علم سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو تفویض فرمایا گیا۔ (۱)
انہی ایام میں بدر کے مقام پر تجارتی میلہ بھی لگا کر تھا۔ دور دراز علاقوں کے لوگ خرید و فروخت کے لئے یہاں جمع ہوتے تھے۔ صحابہ کرام جنگی ہتھیاروں کے علاوہ سلمان تجارت بھی ساتھ لے گئے تھے تاکہ اگر لشکر کفار مقررہ میعاد پر نہ آئے تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کاروبار کر لیں گے۔ کفار مکہ کے نہ آنے کی وجہ سے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اس لئے صحابہ کرام نے خوب کاروبار کیا بڑا نفع کمایا۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں۔

”رَبِحَتْ لِلدِّيْنَارِ دِيْنَارًا“

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابو سفیان اور اس کے لشکر کا آٹھ روز تک انتظار کیا۔ اسی اثناء میں مخشی بن عمرو الضمیری، جس کے ساتھ غزوہ ودان کے موقع پر حضور نے دوستی کا معاہدہ کیا تھا وہ آیا اور گفتگو کی اس کے لب و لہجہ سے پتہ چلتا تھا کہ اب اس کا میلان قریش مکہ کی طرف ہے۔ حضور انور نے اسے ارشاد فرمایا۔ اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم باہمی دوستی کے معاہدہ کو کالعدم قرار دے دیتے ہیں۔ تم اپنی زور آزمائی کے ارمان پورے کر لو۔ اس نے جب حضور کے عزم محکم کو دیکھا تو عرض پیرا ہوا۔ بخدا ہم دوستی کے اس معاہدہ کو ختم نہیں کرنا چاہتے ہم آپ پر کبھی دست درازی نہیں کریں گے اور ہر حالت میں اس معاہدہ کو برقرار رکھیں گے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو حسب وعدہ وقت مقررہ اور تاریخ مقررہ پر میدان بدر میں پہنچ گئے اور اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ ادھر ابو سفیان اہل مکہ کو یہ کہہ کر دلاسا دے رہا تھا کہ میں نے نعیم بن مسعود الاشجعی کو ایک مہم پر بھیجا ہے اس کی چال ایسی موثر ہوگی کہ مسلمان میدان بدر میں آنے کی جلدت نہیں کریں گے۔ ہم محض لوگوں کو دکھانے کے لئے مکہ کے باہر جائیں گے۔ دو تین رات گزارنے کے بعد واپس آجائیں گے لوگ سمجھیں گے کہ کیونکہ مسلمان ڈر کے مارے بدر میں نہیں آئے اس لئے اہل مکہ کا آگے جانے بے سود تھا۔ وہ بھی واپس آ گئے۔ اور

اگر ہمیں پتہ چلا کہ مسلمان بدر میں پہنچ گئے ہیں تو پھر بھی ہم واپس آجائیں گے ہماری واپسی کے لئے یہ عذر کافی ہو گا کہ آج کل قحط سالی ہے۔ یہ سال جنگ کے لئے موزوں نہیں ہم کسی ایسے سال میں ان پر حملہ کریں گے۔ جبکہ ہر طرف سرسبزی و شادابی ہوگی۔

چنانچہ دو ہزار کالشکر لے کر ابو سفیان مکہ سے نکلا لشکر کے ساتھ پچاس سواروں کا دستہ بھی تھا۔ ظہران کے نواح میں مجنہ کے مقام پر پہنچے تو ابو سفیان نے اپنے لشکر کو کہا کہ قحط سالی کا زمانہ ہے۔ پینے کا پانی اور مویشیوں کے لئے چارہ تک نایاب ہے ان حالات میں جنگ کرنے کے لئے جانا قرین دانشمندی نہیں۔ میں نے نعیم بن مسعود کو میثرب بھیجا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہماری قوت و طاقت سے اس طرح خوفزدہ کرے گا کہ وہ بدر میں آنے کا نام تک نہیں لیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم واپس چلے جائیں جب خشک سالی خوشحالی میں بدل جائے گی اس وقت ہم ان کو جنگ کے لئے لکھائیں گے۔ سب نے اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ اور مکہ لوٹ آئے۔

اہل مکہ نے اپنے لشکر کو جب بے نیل مرام چند کوس کی مسافت سے واپس آتے دیکھا تو کہا کہ یہ لوگ جنگ کرنے نہیں گئے تھے بلکہ ستوپینے گئے تھے۔ اس لئے یہ لشکر جیش السویق کے لقب سے مشہور ہوا۔

معبد بن ابی معبد خزاعی، بدر میں منعقد ہونے والے تجلّاتی میلہ میں شریک تھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر وہ بڑی تیزی سے مکہ آیا اور انہیں بتایا کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد اپنے وعدہ کے مطابق بدر میں پہنچ گئی تھی۔ سارے میلہ میں ان کی غالب اکثریت تھی ان کی تعداد دو ہزار تھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری کوجود ہمکی دی تھی اس کے بارے میں بھی بتایا۔ صفوان بن امیہ نے یہ حالات سن کر ابو سفیان کو کہا۔

وَاللّٰهُ نَهَيْتُكَ يَوْمَئِذٍ اَنْ تَعُدَّ الْقَوْمَ

”میں نے اس دن تجھے چیلنج دینے سے منع کیا تھا آج تو نے ہمیں شرمسار

کیا۔ اور انہیں اپنے طاقتور ہونے کا یقین دلایا۔“

آٹھ روز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں لشکر کفار کا انتظار فرمایا پھر بحفاظت الہی بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے۔ اس غزوہ کو غزوہ بدر الصغری (چھوٹا بدر) بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں جنگ نہیں ہوئی تھی۔ نیز بدر الموعود اور بدر الثالثہ کے ناموں سے بھی یہ

کتاب تاریخ میں معروف ہے۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن رواحہ کے چند اشعار جو آپ نے اس غزوہ کے بارے میں موزوں فرمائے تھے بڑے ایمان افروز ہیں آپ بھی سماعت فرمائے:

وَعَدْنَا أَبَا سُفْيَانَ بَدْرًا وَلَكِنْ جَدُّ لِي يَعَادُهُ صَدَقًا وَمَا كَانَ وَافِيًا
”ہم نے ابوسفیان کے ساتھ بدر میں آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ہم نے اس کو اپنے وعدہ میں سچانہ پایا اور وہ وعدہ وفا کرنے والا تھا ہی نہیں۔“

وَأَقْسَمُوا دَاقِيَّتَنَا فَلَقِيَّتَنَا لَا بَتَ ذِمِّمًا وَافْتَقَدَتِ الْمَوَالِيَا
”اور بخدا اگر اس دن تو ہمارے سامنے آتا اور ہمارے ساتھ جنگ کرتا تو تو اپنے وطن کو اس حالت میں لوٹا کہ ہماری مذمت کی جلتی اور اپنے چچا زاد بھائیوں کو گم کر بیٹھتا۔“

عَصَيْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ أَفِي لِيَدِيكُمْ وَأَمْرِكُمُ النَّبِيَّ الَّذِي كَانَ غَاوِيًا
”تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی نافرمانی کی۔ تف ہے تمہارے دین پر اور تمہارے اس برے طریقہ پر جو گمراہی اور سرکشی ہے۔“

فَإِنِّي فَإِنْ عَنَّفْتُكُمْ فَنِي لِقَائِلُ فَنَدَى لِرَسُولِ اللَّهِ أَهْلِي وَمَالِيَا
”اور میں خواہ تم مجھے کتنا برا بھلا کہو ضرور یہ کہوں گا کہ میرا اہل و عیال اور میرا مال سب اللہ کے رسول پر قربان ہو جائیں۔“

أَطَعْنَاهُ لَمْ نَعِدْ لَهُ فِينَا بَخِيرٍ شَهَابًا لَنَا فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ هَلِدِيَا

”ہم نے آپ کی اطاعت قبول کر لی ہے ہم اپنے میں سے کسی دوسرے کو آپ کا ہم پایہ خیال نہیں کرتے آپ تو اندھیری رات میں ہمارے لئے روشن ستارہ ہیں جو سیدھی راہ دکھاتا ہے۔“ (۱)

اس سال میں وقوع پذیر ہونے والے دیگر اہم واقعات

۱۔ ماہ ربیع الثانی ۳ ہجری میں ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ بن الحارث السملیہ رضی اللہ عنہا نے وقت پائی۔ اپنی کریم النفسی اور غرباء پروری کی وجہ سے آپ ام المساکین، کے محترم لقب سے معروف تھیں۔ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ آپ کا نکاح ۳ ہجری میں ہوا۔ کاشانہ نبوی میں آپ صرف آٹھ ماہ اقامت گزیرے ہیں۔ آپ کی مرقہ مبارک جنت البقیع میں ہے۔

۲۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت رقیہ کی شادی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی تھی۔ حضرت عثمان نے جب حبش کی طرف ہجرت کی تو آپ بھی ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ وہیں آپ کے بہن طاہرہ سے حضرت عثمان کا فرزند پیدا ہوا جن کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ انہی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہوئی۔ ۴ ہجری میں جب آپ کی عمر چھ سال تھی کسی مرغ نے آنکھ میں چوچ مددی آنکھ زخمی ہو گئی یہ تکلیف بڑھتی گئی یہاں تک کہ آپ نے اسی مرض سے انتقال فرمایا۔

۳۔ حضور نبی اکرم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین صاحبزادی خاتون جنت سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ الزہراء علیہا وعلیہا وعلیہا افضل الصلوات واطیب التسلیمات کو اللہ تعالیٰ نے اس سال ۵ ماہ شعبان کو دوسرا فرزند ارجمند ارزانی فرمایا۔ نبی مکرم کو اس فرزند کی ولادت کا مژدہ سنایا گیا تو حضور کو انتہائی مسرت ہوئی۔ گھر تشریف لائے بچے کو اپنی گود میں لیا کھجور کا ایک دانہ منہ میں ڈال کر چبایا۔ اسے گداز کیا اور بطور گھٹی، اس مولود مسعود کے منہ میں ڈالا۔

کتنا بلند اقبال اور ارجمند طلعت ہے وہ نفس ذکیہ جس کے منہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم کا لعاب دہن داخل ہوا۔ حضور نے ان کے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت۔ ساتویں دن حقیقہ کیا گیا سر کے بال منڈائے گئے ان بالوں کے ساتھ چاندی تول کر صدقہ کی گئی اور نام مبارک تجویز ہوا۔

ساتویں دن ہی ختنہ کیا گیا۔ جد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لخت جگر کو حسین کے حسین نام سے موسوم فرمایا۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور ریحانۃ الرسول ہے۔ سرور کائنات نے ہی اپنی زبان فیض تر جملن سے آپ کے برادر معظم کی طرح آپ کو جنتی جوانوں کا سردار ہونے کی بشارت دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں شہزادوں کے ساتھ کمال رافت و محبت تھی۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رحمت عالم نے فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي

”جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے ان دونوں سے بغض کیا مجھ سے بغض کیا۔“

ام الفضل حضور کی چچی فرماتی ہیں ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دیا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان یہ کیا حال ہے۔ فرمایا جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر فرمائی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کر دے گی میں نے کہا کیا اس کو۔ فرمایا ہاں اور میرے پاس اس کے مقتل کی سرخ مٹی بھی لائے۔ (۱)

آپ کے فضائل و کمالات کا احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ آپ نے میدانِ کربلا میں اپنے خونِ ناب سے جو تابندہ نقوش ثبت کئے وہ تاقیامت امت مسلمہ کو طاغوت و جبروت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے اور نظامِ مصطفیٰ کا پرچم بلند لانے کا حوصلہ اور عزمِ ارزانی فرماتے رہیں گے۔ (۲)

حضرت اقبال نے کتنا چ کہا ہے۔

نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت سطرِ عنوانِ نجات ما نوشت
رحر قرآں از حسین آموختیم ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

۴۔ چونکہ یہود مدینہ طیبہ میں صدیوں سے سکونت پذیر تھے حضور جب ہجرت کر کے یہاں تشریف لائے۔ کئی معاملات میں یہود سے خط و کتابت کی ضرورت پڑتی تھی۔ وہ اپنی سریانی زبان میں خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ ضروری تھا کہ مسلمانوں میں بھی کوئی ایسا شخص ہو جو سریانی زبان کو پڑھ سکے اس کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔ اور اس زبان میں اپنا مدعا بیان کر سکے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضرورت کو محسوس کیا حضور ایک ایسے مسلم نوجوان کی تلاش میں تھے جو ذہین بھی ہو۔ زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ اس مقصد کے لئے بارگاہِ رسالت میں مجھے پیش کیا گیا اور عرض کی گئی یا رسول اللہ یہ بنی نجار قبیلہ کا نوجوان ہے اس نے قرآن کریم کی دس پندرہ سورتیں حفظ کر لی ہیں۔ حضور نے مجھے فرمایا سناؤ۔ میں نے ان سورتوں کی تلاوت کی میری ذہانت اور قوتِ حافظہ کے بارے میں مطمئن ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا یہودیوں کی زبان سیکھو اور اس کے لکھنے میں بھی مہارت حاصل کرو۔ چونکہ میرے پاس یہود کے خطوط وغیرہ آتے ہیں ان کے جوابات لکھنے ہوتے ہیں مجھے ان پر

اطمینان نہیں ہوتا جو میرے عربی خط کا صحیح مفہوم سریانی زبان میں لوگوں کو سمجھاتے ہیں۔ حضور کے حکم کی تعمیل میں میں نے سریانی سیکھنا شروع کی۔ اور نصف ماہ میں اتنی قابلیت حاصل کر لی کہ میں ان کی طرف خط لکھنے کے قابل ہو گیا۔ اور ان کا اگر کوئی خط آتا تو میں اسے پڑھ کر حضور کو سنایا کرتا۔ (۱)

۵۔ اسی سال حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد نے وفات پائی۔ ان کی والدہ ماجدہ برہ بنت عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں انہوں نے بھی بچپن میں ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ یہ مومنین سابقین میں سے تھے۔ آپ نے اور حضرات ابو عبیدہ، عثمان بن عفان، ارقم بن ابی ارقم نے دعوت اسلام کے ابتدائی دور میں ایک ہی دن اسلام قبول کیا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ نے اپنی رفیقہ حیات حضرت ام سلمیٰ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ واپس آئے اور مکہ سے پھر مدینہ ہجرت کی۔ آپ کی ہجرت کا واقعہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ بدر اور احد کی جنگوں میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ احد کی جنگ میں زخمی ہوئے لیکن صحت یاب ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہی زخم پھر برے ہو گئے اور انہی زخموں کی وجہ سے آپ نے انتقال فرمایا۔

۶۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو شرف زوجیت

حضرت ام سلمیٰ کی پہلی شادی حضرت ابو سلمہ سے ہوئی تھی۔ دونوں نے دعوت اسلامی کے آغاز میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس جوڑے نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جب وہاں سے واپس آئے تو دونوں مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کے ارادہ سے نکلے۔ ام سلمیٰ کے میکہ والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے انہیں اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کرنے سے جبراً روک دیا۔ ان کے لئے تو شوہر سے جدائی کا صدمہ ہی بڑا جانکا تھا۔ اس پر مزید یہ ہوا کہ ابو سلمیٰ کے رشتہ داروں نے ام سلمہ سے ان کا شیر خوار بچہ یہ کہہ کر چھین لیا کہ اگر ام سلمیٰ کے رشتہ دار اس کو ابو سلمہ کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دیتے تو ہم بھی اپنے بیٹے کو ام سلمیٰ کے پاس نہیں رہنے دیں گے۔ خلوہ بھی جدا ہو گیا۔ بیٹا بھی چھین لیا گیا۔ اس دوہرے صدمہ سے ام سلمیٰ کے دل پر جو گزری ہوگی اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ آپ صبح سویرے گھر سے نکل کر اس جگہ جاتیں جہاں ان کا

خاندان الگ الگ ہو گیا تھا۔ اپنے خلود اور اپنے بچے کو یاد کر کے روتی رہتیں۔ دوپہر کے وقت جب دھوپ تیز ہو جاتی گھر واپس چلی آئیں۔ تقریباً ایک سال آپ کا یہی معمول رہا۔ حضرت ابو سلمہ کے ہجرت کے واقعہ میں آپ یہ تفصیلات پڑھ چکے ہیں یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ اپنے بیٹے کو لے کر اپنے خلود کے پاس مدینہ طیبہ پہنچ گئیں۔ ام سلمیٰ فرماتی ہیں کہ ایک روز ابو سلمہ گھر آئے اور آکر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جو مجھے فلاں فلاں چیز سے بھی زیادہ محبوب ہے حضور انور کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا۔

لَا يُصِيبُ أَحَدًا مُصِيبَةٌ فَيَسْتَرْجِعُ عِنْدَ ذَلِكَ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ
عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي هَذِهِ - اللَّهُمَّ اخْلُفْنِي فِيهَا خَيْرًا
مِنْهَا إِلَّا أَعْطَاكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكَ

”یعنی جس آدمی کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اٹالہ پڑھے اور یہ عرض کرے کہ اے اللہ! میں اس مصیبت کا اجر تجھ سے طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! اس کے بدلے مجھے وہ چیز عطا فرما جو اس سے بہتر ہو۔ حضور نے فرمایا جو شخص ایسا کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی التجا کو قبول کرتا ہے۔“

حضرت ابو سلمہ نے بدر اور احد کی جنگوں میں شرکت کی احد میں وہ زخمی ہوئے لیکن ان کے زخم مندمل ہو گئے کچھ عرصہ بعد وہ زخم پھر برے ہو گئے اور ۴ ہجری میں آپ نے انتقال فرمایا۔

ام سلمیٰ کہتی ہیں کہ جب ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے اٹالہ الایہ بھی پڑھی اور یہ بھی عرض کی۔ اللَّهُمَّ عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي هَذِهِ لیکن میرے دل نے پسند نہ کیا کہ میں اس دعا کا دوسرا جملہ اپنی زبان پر لے آؤں۔ اور کہوں۔ اللَّهُمَّ اخْلُفْنِي فِيهَا خَيْرًا مِنْهَا کیونکہ میں یہ خیال کرتی تھی کہ ابو سلمہ سے بہتر جب کوئی ہے نہیں تو پھر اس کا مانگنا عبث ہے لیکن حضور کا فرمان تھا طوعاً و کرہاً وہ جملہ بھی میں نے اپنی زبان سے کہہ دیا۔ جب میری عدت ختم ہوئی تو پہلے حضرت صدیق اکبر نے مجھے شادی کا پیغام بھیجا۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر حضرت فدوق اعظم نے پیغام بھیجا۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ پیشکش ہوئی تو میں نے کہا۔ مَرْحَبًا بِرَسُولِ اللَّهِ کہ میں رسول اللہ کو مرجبا کہتی ہوں۔ لیکن

مجھ میں تین ایسی خصلتیں ہیں جن کی بنا پر میں اپنے آپ کو حضور کی زوجیت کے قاتل نہیں سمجھتی۔

۱۔ مجھ میں غیرت کا جذبہ بہت شدید ہے (دوسری امہات المؤمنین سے میرا کیسے گزر ہو گا)۔

۲۔ میں بال بچے دار ہوں۔ (میں ان کی دیکھ بھال کروں گی یا حضور کی خدمت)۔

۳۔ یہاں میرا کوئی ولی نہیں ہے جو میری طرف سے ایجاب و قبول کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان کا یہ جواب سنا تو فرمایا۔

کہ تمہاری غیرت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اور وہ غیرت کا جذبہ تم سے دور کرے گا۔ بقی رہے بچے۔ **قَالَ اللَّهُ فَسَيَكْفِيكَهُمُ** تو اللہ تعالیٰ ان کا خود نگہبان ہے۔

انہوں نے اپنے بیٹے سلمہ کو کہا۔ اس نے بطور ولی یہ فریضہ انجام دیا۔

حضرت ام سلمہ، جب ام المؤمنین کے شرف سے مشرف ہو کر کاشانہ نبوت میں بدایاب ہوئیں تو غیرت نام کی کوئی چیز ان میں موجود نہ تھی۔ امہات المؤمنین کے ساتھ ان کا سلوک بہنوں سے بھی زیادہ محبت آمیز تھا۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حضرت ام سلمہ کو بطور مہر جو ساز و سامان دیا گیا اس کی قیمت دس درہم تھی انہیں رہائش کے لئے وہ حجرہ ملا۔ جس میں ام المؤمنین زینب بنت خرمہ رہائش پذیر تھیں جن کا بھی کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوا تھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب میں کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئی۔ تو میرے حجرہ میں ایک گھڑا پڑا تھا جس میں کچھ جو تھے۔ ایک چکی ایک ہانڈی تھی۔ میں نے جو پیسے انہیں ہانڈی میں ڈال کر پکایا اور زیتون کا تیل بطور سامان تھا۔ حضور کی شادی خانہ آبادی کی رات کو یہ کھانا تھا جو حضور نے اور حضور کی دلہن نے تناول فرمایا۔ سات سال تک انہیں بدرگاہ نبوت میں حاضری کی سعادت حاصل رہی۔ سرور عالم کے انتقال پر ملال کے بعد آپ اڑتالیس سال تک بقید حیات رہیں۔ ۶۰ھ میں چوراسی سال کی عمر میں راہی ملک بقاء ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسب وصیت نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں دیگر امہات المؤمنین کے ساتھ استراحت فرما ہیں۔ (۱)

سیدنا علی کی والدہ ماجدہ کی وفات

اسی سال سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم نے انتقال فرمایا۔ یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے ہاشمی بچہ جنا۔ یعنی یہ خود بھی اور ان کے خلوئے حضرت ابو طالب دونوں خاندان بنو ہاشم سے تھے۔ آپ نے آغاز میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ حضور کی راحت و آرام کا از حد خیال رکھتی تھیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جدِ کریم حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضرت ابو طالب کی آغوشِ تربیت میں آگئے تھے۔ تو حضرت فاطمہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سگی ماں کی طرح محبت کرتی تھیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضور نے اپنی قیص اتار کر انہیں پہنائی اور ان کی لحد میں کچھ دیر کے لئے خود لیٹے رہے جب ان کو دفن کر چکے تو فرمایا۔

جَزَاكَ اللهُ مِنْ اَمْرِ خَيْرًا لَقَدْ كُنْتَ خَيْرًا

”اے میری ماں! اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ بیشک تو بہترین ماں تھی۔“

حضور نے فرمایا میں نے اپنی قیص انہیں اس لئے پہنائی ہے کہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور لحد میں اس لئے لیٹا ہوں کہ یہ قبران پر کشادہ ہو جائے۔ (۱)

وہ شرعی احکام جن کا نفاذ اس سال ہوا

صلوۃ خوف

امام محمد ابو زہرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب سیرت خاتم النبیین میں تحریر فرماتے ہیں کہ صلوۃ خوف کے بارے میں آیات غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر نازل ہوئیں لکھتے ہیں۔

وَنَزَلَتْ آيَةُ شَرَعِيَّتِهَا فِي هَذِهِ الْغَزْوَةِ (۲)

دشمن نے لشکر اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے بے شمار جنگجو اکٹھے کر لئے تھے۔

۱۔ تاریخ الخلیس، جلد ۱، صفحہ ۴۶

۲۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۷۳

مسلمانوں کی تعداد اگرچہ چار سو اور دوسری روایت کے مطابق سات سو تھی لیکن مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے وہ اس قدر مرعوب اور خوفزدہ تھے کہ وہ کئی گنا عددی قوت کے باوجود مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ وہ ایسے موقع کی تلاش میں تھے کہ مسلمان ذرا غافل ہوں اور وہ ان پر ہلہ بول دیں اور اس سے پیشتر کہ مسلمان سنبھل سکیں وہ ان کا کام تمام کر دیں۔ کسی نے ان کو بتایا کہ تھوڑی دیر انتظار کرو ان کی نماز کا وقت قریب آپہنچا ہے اور نماز انہیں اپنی جانوں اور اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہے جب اس کا وقت آئے گا تو وہ تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر معروف عبادت ہو جائیں گے اس وقت ان پر حملہ کر کے ان کا قتل عام کرنے میں تم کامیاب ہو گے۔ یہ تجویز انہیں بہت پسند آئی۔ وہ ان لمحوں کا بے تابی سے انتظار کرنے لگے جب مسلمان نماز ادا کرنے میں معروف ہو جائیں جس رب کی عبادت کی خاطر وہ سب خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے بعد مسرت تیار تھے وہ سمیع بصیر رب اپنے بندوں کے دشمنوں کی سازش سے بے خبر نہ تھا فوراً جبرئیل بارگاہ رب جلیل سے وہ آیت لے کر حاضر ہوا جس میں دشمن کی فریب کاریوں سے چوکندر رہنے کا خصوصی حکم تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخْذُوا حِذْرَكُمْ (الآیۃ) (۷۱: ۴)

”اے ایمان والو! ہوشیار ہو جاؤ۔“

اور اس کے ساتھ ہی نماز پڑھنے کا ایسا طریقہ بتا دیا کہ وہ بارگاہ الہی میں حاضر ہونے کی سعادت سے بھی محروم نہ ہوں اور دشمن بھی ان کو بے خبر پا کر ان پر حملہ نہ کر دے۔

(النساء: آیات ۱۰۱-۱۰۲)

فرمایا کہ جب میرا محبوب امامت کرانے کے لئے کھڑا ہو تو آدھا لشکر پوری طرح مسلح ہو کر دشمن کے سامنے صف آرا ہو جائے اور ہوشیار رہے۔ باقی نصف حضور کی اقتدا میں نماز شروع کر دے ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ لشکر دشمن کے سامنے جا کر صفیں باندھ کر کھڑا ہو جائے اور لشکر کا وہ نصف جو دشمن کے سامنے صف آرا تھا وہ آجائے اور اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا میں ایک رکعت ادا کرے دو رکعتیں پڑھ کر حضور سلام پھیر دیں۔ پھر دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ ایک ایک رکعت پڑھ لیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری بھی نصیب رہے اور دشمن بھی لشکر اسلام کو معروف عبادت پا کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

نماز خوف کا حکم کب نازل ہوا۔ اس کا طریقہ کیا ہے۔ نیز غزوہ ذات الرقاع کب ہو غزوہ احد کے بعد یا غزوہ خندق کے بعد۔ ان امور کے بارے میں کتب سیرت میں متعدد اقوال موجود

ہیں جن کا ذکر کر کے میں قارئین کے ذہنوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔
مجھے جو قول زیادہ پسند آیا میں نے امام محمد ابو زہرہ جیسے فرید العصر عالم کی تالیف لطیف سے
نقل کر کے پیش کر دیا ہے۔ امید ہے قارئین کی طمانیت قلب کا باعث ہوگا

حُرمتِ خمر کا قطعی حکم

۵۴ میں غزوہ بنی نضیر کے بعد وہ آیت نازل ہوئی جس میں فرزند ان اسلام کو شراب سے
اجتناب کرنے کا قطعی حکم الہی سنا دیا گیا۔

جَاءَ تَحْوِيلُ الْخَمْرِ فِيْ اَعْقَابِ غَزْوَةِ بَنِي النَّضِيرِ كَمَا جَاءَ فِيْ

سِيَرَةِ ابْنِ اسْحَاقَ وَصِيْحَاحِ التَّنْذِيْرِ (۱)

عرب کے جہل معاشرہ میں شراب پانی کی طرح پی جاتی تھی۔ اپنے ڈیروں پر شراب نوشی
کی علانیہ محفلیں برپا کرنا قطعاً معیوب نہ تھا۔ بلکہ اسے امارت اور ریاست کے لوازمات میں
شمار کیا جاتا تھا۔

جو قوم صدیوں سے اس ام الحبابت کی دلدادہ تھی۔ یکبلرگی اس کو اس کے ترک کرنے کا
حکم دے اس حکمت الہی سے مناسبت نہ رکھتا تھا جو شریعت اسلامیہ کے نفل میں ہمیشہ ملحوظ رکھی گئی
ہے۔ چنانچہ حرمت شراب کا قطعی حکم نازل کرنے سے پہلے تدریجاً کئی اقدامات کئے گئے۔
پہلے اس کے نقصان دہ پہلوؤں کی طرف توجہ مبذول کر لی گئی تاکہ سلیم الطبع لوگ از خود
ہی اس مضر اور نقصان دہ چیز سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اس سلسلے میں پہلا فرمان الہی یہ نازل ہوا۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِنَّكُمْ كَبِیْرٌ وَّ مِّنْ اَفْعُرٍ

لِّلنَّاسِ وَاِنَّهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرة: ۲۱۹)

”وہ پوچھتے ہیں آپ سے شراب اور جوئے کی بابت، آپ فرمائیے ان دونوں
میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لئے اور ان کا گناہ بہت
بڑا ہے ان کے فائدہ سے۔“

جب بار بار اس آیت کو تلاوت کرنے اور سننے سے یہ بات راسخ ہو گئی کہ۔ ”اِنَّهُمَا اَكْبَرُ
مِنْ نَّفْعِهِمَا“ تو اس سلسلہ میں دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ اوقات نماز میں بے نوشی سے باز رہیں۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَاَنْتُمْ سُكَرَىٰ - حَتَّىٰ

تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ۔

”اے ایمان والو! نہ قریب جلو نماز کے جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو۔
یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو (زبان سے) کہتے ہو۔“ (التلاوہ: ۴۳)
جب ان اوقات میں وہ عے خواری سے اجتناب کرنے لگے تو پھر اس سلسلہ کا آخری اور
قطعی حکم نازل فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَسْرَارُ
رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ۔ إِنَّمَا
يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ
وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ
مُنْتَهُونَ۔ (المائدہ: ۹۰-۹۱)

”اے ایمان والو! یہ شراب اور جو اور بت اور جوئے کے تیس سب ناپاک
ہیں۔ شیطان کی کارستانیوں ہیں سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔ یہی تو
چاہتا ہے شیطان کہ ڈال دے تمہارے درمیان عداوت اور بغض۔
شراب اور جوئے کے ذریعہ اور روک دے تمہیں یاد الہی سے اور نماز
سے تو کیا تم باز آنے والے ہو۔“ (المائدہ: ۹۰-۹۱)

آپ غور فرمائیں کہ جہاد اصغر اور جہاد اکبر کا سلسلہ کس طرح پہلو بہ پہلو جلدی ہے۔ بنی نضیر
کے ساتھ جنگ ہوتی ہے۔ شریک قبیلہ کو گھسنے ٹکسنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے اور وہ اپنا قیمتی سہانہ،
اپنے اونٹوں پر لاد کر مدینہ سے چلے جانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو
شراب خوری، جوا بازی اور دیگر لغویات سے روکنے کے احکام مانگنے جلدی ہے۔ تاکہ
ظاہری کامیابیوں کے ساتھ ساتھ ان کے قلوب کا بھی تزکیہ ہوتا جائے۔ ان کے بیمار اذہان کا
بھی درماں ہوتا جائے تاکہ جب وہ ظاہری فتح و کامرانی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں تو ان کا سلجھا ہوا
ذہن اور تربیت یافتہ سوچ اپنوں اور بیگانوں کے لئے آبیہ رحمت ثابت ہو اور جہاں جائیں سحاب
کرم بن کر برسیں۔ دوسرے فاتحین کی طرح تباہیوں، بربادیاں، خواریاں اور رسوائیاں ان
کے ہمرکاب نہ ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ رافت و رحمت کا مظہر بن کر وہ خزاں زدہ گلشن
انسانیت کی آبیاری اور اسے بہار آشنا کرنے کا فریضہ انجام دیں۔

ہجرت کا پانچواں سال

پانچویں ہجری سال میں وقوع پذیر ہونے والے اہم واقعات

(۱) حضرت سلمان فارسی کی آزادی

(۲) غزوہ دومتہ الجندل

(۳) وفات ام سعد

(۴) چاند گرہن

(۵) وفد بلال بن حارث المزنی کی آمد

(۶) ضمام بن ثعلبہ کی آمد

(۷) غزوہ الریسع

(۸) تنازع جھجھہ

(۹) تزویج جویریہ رضی اللہ عنہا

(۱۰) واقعہ اُکب

(۱۱) غزوہ خندق

(۱۲) غزوہ بنو قریظہ

(۱۳) تزویج زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

(۱۴) مدینہ طیبہ میں زلزلہ

(۱۵) گھڑ دوڑ

(۱۶) حج کی فرضیت کا حکم اور دیگر امور

ہجرت کا پانچواں سال

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے اور آزاد ہونے کا مفصل واقعہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ آپ ۵ ہجری میں زمر مکاتبت ادا کرنے کے بعد آزاد ہوئے۔ دنیا کی غلامی سے آزاد ہو کر ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول کی غلامی میں بسر کر دی اس بندہ نواز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرما کر اس غلام کو تاجداران عالم کا آقا بنادیا

کہ۔ ”سَلَمَانٌ مِنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ“ سلمان ہماری اہل بیت میں سے ہے۔

غزوہ دومتہ الجندل

ابھی تک نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عسکری سرگرمیوں اور فوجی مہمات کا رخ مکہ کے گرد و نواح کے علاقے اور نجد کی طرف تھا۔ پہلی دفعہ مجاہدین اسلام نے مملکت روم کے ایک اہم صوبے شام کے ایک سرحدی شہر دومتہ الجندل کا قصد کیا۔ اس کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ شاہ روم کو پیغمبر اسلام اور دین اسلام کی اہمیت اور طاقت سے متعارف کرایا جائے۔ قیصر روم اتنی وسیع و عریض مملکت کا فرمانروا تھا۔ کہ جزیرہ عرب کی ریگستانی علاقہ اور اس میں آباد غیر متمدن باشندوں کو درخور اعتنائی نہیں سمجھتا تھا اور نہ اسے اس علاقہ میں روپذیر ہونے والے واقعات سے کوئی دلچسپی تھی۔ اس لشکر کشی سے قیصر کو جزیرہ عرب میں نشوونما پانے والے اس دین الہی کی طرف متوجہ کرنا مقصود تھا۔

دوسری فوری وجہ یہ تھی کہ دومتہ الجندل اور اس کے مضافات میں راہزنوں اور قزاقوں نے ڈیرا جمایا ہوا تھا۔ جب بھی انہیں موقع ملتا وہ مسافروں کو لوٹ لیتے تجارتی قافلوں پر حملہ کر کے ان کے اموال ان سے چھین لیتے اب ان کے حوصلے اتنے بڑھ گئے تھے کہ وہ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ اس سے پیشتر کہ انہیں کافی مہلت مل جائے اور وہ حقیقی خطرے کا روپ اختیار کر کے اسلامی قلمرو پر حملہ کرنے کی جسارت کریں یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس سے پہلے ہی اس فتنہ کی سرکوبی کر دی جائے۔ چنانچہ پانچ ہجری کے ماہ ربیع الاول میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار مجاہدین کی معیت میں دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور نے سباء بن عرفطہ الغفاری کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ دومتہ الجندل، مدینہ طیبہ سے پندرہ رات کی مسافت پر تھا۔ اور دمشق سے اس کا سفر پانچ رات میں طے ہو سکتا تھا۔ (۱)

علامہ ابن قیم نے لکھا کہ دُؤمتہ الجندل اور دُؤمتہ الجندل دو الگ الگ شہر ہیں دیگر حضرات کی رائے میں یہ ایک ہی شہر کے دو نام ہیں۔ اس سفر میں بنو عذرہ قبیلہ کا ایک تجربہ کار اور ماہر راہبر لشکر اسلام کی راہنمائی کر رہا تھا۔ اس کا نام مذکور تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت کسی محفوظ جگہ پر آرام فرماتے رات کو سفر کرنے کی ایک وجہ تو یہ تھی

کہ گرمی کا موسم تھا۔ دن کے وقت دھوپ کی تپش اور گرم لو میں سفر کرنا بہت تکلیف دہ تھا۔ اس لئے رات میں سفر کرتے۔

صحرائی علاقوں میں رات ویسے بھی ٹھنڈی ہوتی ہے۔ نیز جنگلی مہموں میں رازداری کو جتنا پیش نظر رکھا جائے اپنی نقل و حرکت سے جس قدر دشمن کو بے خبر رکھا جائے۔ فتح و کامیابی کے امکانات اتنے ہی روشن ہوا کرتے ہیں۔ لشکر اسلام جب اس علاقہ کے قریب پہنچا تو راہبر نے عرض کی یا رسول اللہ حضور کچھ دیر یہاں ٹھہریں میں آگے جاتا ہوں وہاں کے حالات معلوم کر کے واپس آتا ہوں وہ تھا آگے گیا ہر طرف اونٹوں کے گلے اور بکریوں کے ریوڑ چر رہے تھے۔ لیکن ان کی بستیوں میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ واپس آیا تو حضور کو ہمراہ لے کر آگے بڑھا جتنے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو قبضے میں لیا جاسکتا تھا انہیں قبضہ میں لیا۔ چند روز وہاں قیام فرمایا۔ اس اثنا میں مختلف اطراف میں اپنے فوجی دستے بھیجے لیکن وہاں کے باشندوں میں سے کسی کا سراغ نہ ملا۔ مجز محمد بن مسلمہ کے۔ کہ وہ ان کے ایک مرد کو گرفتار کر کے لے آئے اسے کئی دن تک اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جاتی رہی آخر کار اس نے اسلام قبول کر لیا بہت سے اونٹ اور بکریوں کے ریوڑ بطور مال غنیمت ملے۔ واپسی کے وقت عیینہ بن حصن فزاری سے معاملہ ہوا اسے حضور نے اجازت دی کہ وہ تغلبین سے مراض تک کے علاقہ میں اپنے اونٹوں اور مویشیوں کو چرا سکتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ربیع الثانی کو مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے۔

غزوہ مْرِیسَیْن

مریسع، بنو خزاعہ قبیلہ کے ایک چشمہ کا نام ہے الفُرع اور اس چشمہ کے درمیان دو دن کی مسافت ہے۔ الفُرع، مدینہ منورہ سے آٹھ برید کے فاصلہ پر ہے۔ اس غزوہ کو غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں۔ یہ مجز محمد بن سعد بن عمر کا لقب تھا۔ یہ بھی بنو خزاعہ قبیلہ کی ایک شاخ تھی۔ یہ کس سال میں وقوع پذیر ہوا۔ سیرت نگاروں کا اس میں اختلاف ہے۔ لیکن یہاں امام بیہقی کی کتاب دلائل التبوۃ سے استفادہ کرتے ہوئے اس کے بارے میں چند سطور پیش کرتا ہوں۔

عَنْ عُرْوَةَ قَالَ : وَبَنُو الْمُصْطَلِقِ وَلِحَيَّانُ فِي شَعْبَانَ مِنْ سَنَةِ حَمِيسٍ۔

”یعنی عروہ بن زبیر کے نزدیک غزوہ بنو مصطلق اور لحیان ماہ شعبان ۵

ہجری میں وقوع پذیر ہوئے۔“

عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ بْنِ ابْنِ شَهَابٍ فِي ذِكْرِ مَعَاذِي رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ قَاتَلَ بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَ
بَنِي لُحْيَانَ فِي شَعْبَانَ مِنْ سَنَةِ خَمْسٍ۔

”موسیٰ بن عقبہ، ابن شہاب سے اپنی مغازی میں روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنو مصطلق اور بنو لحيان کے ساتھ، ماہ
شعبان ۵ھ ہجری میں جنگ کی۔“

وَرَوَيْنَا عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ قَالَ كَانَتْ الْمَرْيَسِيُّ سَنَةَ خَمْسٍ مِنْ
هَجْرَتِهِ۔

”حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ غزوہ مریسج ہجرت کے پانچویں سال
وقوع پذیر ہوا۔“

حَدَّثَنَا الْوَقْدِيُّ قَالَ وَغَزَوْهُ مَرْيَسِيَّ فِي سَنَةِ خَمْسٍ خَرَجَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِلْيَلَّتَيْنِ خَلَّتَا
مِنْ شَعْبَانَ وَقَدِمَ الْمَدِينَةَ لَهْلَالٍ رَمَضَانَ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى
الْمَدِينَةِ زَيْدُ بْنُ حَارِثٍ۔

”واقدی کہتے ہیں کہ غزوہ مریسج پانچ ہجری میں ہوا۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بروز سوموار دو شعبان مدینہ طیبہ سے تشریف لے گئے اور
پہلی ماہ رمضان کو واپس تشریف لائے اور اپنی غیر موجودگی میں زید بن
حارثہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔“

واقدی کہتے ہیں کہ حضور کے ساتھ سات سو مجاہدین کا لشکر تھا۔
امام بیہقی، امام ابن اسحاق کی رائے نقل کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ ثُمَّ غَزَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ فِي شَعْبَانَ سَنَةِ سِتٍّ۔

”امام ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان
چھ ہجری میں بنی مصطلق کے ساتھ جنگ کی۔“

ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ غزوہ سن چار ہجری میں ہوا لیکن اہل تحقیق نے اس قول کو سو قلم شکر کیا ہے۔ صاحب المواہب اللدنیہ نے پہلے قول کی توثیق کی ہے۔

لَكِنَّ الْأَصَحَّ أَنَّ الْمُرْسِيَةَ وَالْمُصْطَلِقَ وَاحِدَةً فِي سَنَةِ خَمْسٍ
بَعْدَ غَزْوَةِ دَوْمَةِ الْجَنْدَلِ بِخَمْسَةِ أَشْهُدٍ وَثَلَاثَةِ آيَاتٍ۔

لیکن صحیح قول یہ ہے کہ غزوہ مرسیع اور مصطلق دونوں ایک ہیں اور غزوہ دومتہ الجندل کے پانچ ماہ تین دن بعد سن پانچ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ (۱)

ضیاء القرآن میں سورۃ النور کے تعارف میں، میں نے اگرچہ غزوہ بنی مصطلق کے وقوع کا سال ۶ چھ ہجری لکھا ہے لیکن امام بیہقی کی اس تشریح کے بعد میں اپنے اس قول پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔ اس غزوہ کا محرک یہ اطلاع ہوئی کہ بنو مصطلق کے رئیس حادث بن ابی ضرار نے اپنی قوم کے جوانوں کو اور گرد و نواح میں آباد دیگر قبائل کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے براہِ نیکیغختہ کیا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں بدو لوگ اس کی دعوت پر اکٹھے ہو گئے ہیں اپنی جنگی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد چند روز میں وہ حملہ کرنے کیلئے روانہ ہو جائیں گے۔ اس اطلاع کی تصدیق کرنے کے لئے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بَریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے واپس آکر ان کی جنگی تیاریوں کی تصدیق کر دی۔

سرکارِ دو عالم نے مجاہدین اسلام کو دعوتِ جمادِ دی چشم زدن میں سینکڑوں کی تعداد میں اسلام کے سرفروش پوری طرح تیار ہو کر حاضر ہو گئے اس سفر کے لئے ازواجِ مطہرات میں حسبِ معمول قرعہ اندازی کی گئی اس مرتبہ حضرت عائشہ کے نام کا قرعہ نکلا اس لئے انہیں اس سفر میں معیت کا شرف اِزانی ہوا۔ کیونکہ جس منزل کا قصد تھا وہ زیادہ دور نہ تھی دشمن بھی زیادہ طاقتور نہ تھا اموالِ غنیمت بکثرت ہاتھ آنے کی توقع تھی اس لئے خلافِ معمول منافقین کی ایک کثیر تعداد اس جماد میں شرکت کے لئے آمادہ ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں حضرت زید بن حارثہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور شعبان کی دو تاریخ بروز سوموار مجاہدین کا یہ لشکر بنو مصطلق کے سرکشوں کے دماغ درست کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے محبوب

بندے کی قیادت میں روانہ ہوا۔

مقدمہ الجیش کی کمان حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔

حادثہ کو جب اطلاع ملی کہ سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سرفروشنوں کا لشکر لے کر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے ہیں اور اس کا ایک جاسوس بھی مسلمانوں نے پکڑ لیا ہے اور اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا ہے۔ تو اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ہوش اڑ گئے۔ ارد گرد کے قبائل کے جو بدو اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے وہ روفچکر ہو گئے۔ حادثہ اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کے ساتھ اپنی حماقت کی سزا بھگتنے کے لئے وہاں اکیلا رہ گیا۔ (۱)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش قدمی جاری رہی یہاں تک کہ حضور مر یسیع کے چشمہ پر پہنچ گئے اور وہاں حضور کا خیمہ نصب کر دیا گیا۔ جنگ کے لئے مجاہدین کی صفیں آراستہ کر دی گئیں مہاجرین کا علم حضرت صدیق اکبر، انصار کا سعد بن عبادہ کو مرحمت ہوا اس روز مسلمانوں کا جنگی شعلہ ”يَا مَنْصُورُ اِهْتِ اِهْتِ“ تھا پہلے ایک پہر تک فریقین ایک دوسرے پر تیرا فگنی کرتے رہے پھر سرکار دو عالم نے حکم دیا کہ سب یکجا ہو کر کفار پر ٹوٹ پڑو۔ قلیل وقت میں ان کے دس آدمی قتل کر دیئے گئے۔ اور باقی سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ مرد، عورتیں اور بچے سارے جنگی قیدی بنائے گئے۔ دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت کے طور پر ہاتھ آئیں۔ نبی رحمت نے ابو نضلہ کو فتحی بشارت دینے کے لئے مدینہ طیبہ روانہ کیا۔ دشمن نے شکست تسلیم کر لی۔ ہتھیار ڈال دیئے اور جنگ ختم ہو گئی اس وقت منافقین کی شرانگیزی سے ایک فتنہ کھڑا ہوا لیکن محبوب رب العالمین نے حسن تدبیر سے اس کی چنگاریوں کو فوراً بجھا دیا۔ ورنہ یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ مسلمان آپس میں نہ لڑ پڑیں اور ایک دوسرے کے خون کی ندیاں نہ بہا دیں۔

ہوا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک ملازم جو آپ کے گھوڑے کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس کا نام جہاہ مسعود الغفاری تھا۔ سان بن وبرا الجہنی، بنی خزرج کا حلیف تھا۔ جہاہ اور سان دونوں نے اپنے اپنے ڈول کنویں میں ڈالے دونوں ڈول ٹکرا گئے اس پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ جہاہ نے سان کو ضرب لگائی جس سے خون بہنے لگا سان نے جاہلیت کے پرانے طریقہ کے مطابق مدد کے لئے انصار کو پکارتے ہوئے یا لانا انصار کا نعرہ بلند کیا۔ اس کے جواب میں جہاہ نے یا للمہاجرین، یا للقریش کی صدا لگائی۔ یہ صدا سنیں سنتے ہی انصار اور مہاجر اپنے اپنے ساتھی کی

امداد کیلئے دوڑ پڑے دونوں نے کموار بس بے نیام کر لیں تھیں اور نیزے لہراتے ہوئے بھاگتے چلے آ رہے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو فوراً تشریف لائے اور فرمایا مَا بَابُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ زَمَنَهُ جَاهِلِيَّتُكَ اس نعرہ کا کیا مقصد ہے۔

صورت حال عرض کی گئی تو فرمایا ان بدبودار باتوں کو چھوڑ دو ہر آدمی کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر اس کا بھائی ظالم ہے تو اس کے ظلم کے ہاتھ کو پکڑ کر اس کی امداد کرے اور اگر اس کا بھائی مظلوم ہے تو ویسے اس کی اعانت کرے۔

حضور کی بروقت مداخلت سے فتنہ و فساد کے بھڑکتے ہوئے شعلے سرد پڑ گئے فریقین کے سلیم الطبع لوگوں نے ججہ اور سنن کے درمیان مصالحت کرادی۔ بعض انصار کے کہنے پر سنن نے اپنا حق معاف کر دیا اور اس طرح یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا اور باہمی خونریزی کا خطرہ ٹل گیا۔

لیکن رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کو فتنہ کا یوں فرو ہو جانا قطعاً پسند نہ آیا۔ وہ اپنے چند حواریوں میں بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنے نتھنے پھلائے ہوئے ٹھٹھے اس کے نہاں خانہ دل میں حسد و عناد کی بھڑکنے والی آگ اسے بے چین کر رہی تھی۔ وہ فرط غضب سے بے قابو ہو کر اپنے معتقدین کو کہنے لگا۔ کہ میں نے اس دن جیسا زلت آمیز دن نہیں دیکھا یہ لوگ بے یار و مددگار ہو کر ہمارے پاس آئے ہم نے اپنے گھروں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے۔ اپنے مل و منال میں ان کو حصہ دیا اب یہ ہمیں ہی گھور رہے ہیں۔ ہلری اور ان بھک منگے قریش کی مثل ایسی ہے جیسے کسی نے کہا تھا سَتَيْنَ كَلْبِكَ يَا كَلْبُكُ اپنے کتے کو موٹا کرو تا کہ وہ تمہیں کاٹ کھائے۔ کاش میں ججہ کا یہ نعرہ سننے سے پہلے ہی مر گیا ہوتا لیکن صد افسوس یہ منحوس دن دیکھنے کو ملا پھر وہ غصہ سے لال پیلا ہو کر کہنے لگا۔

وَاللّٰهُ لَيَنْ رَجَعَنَّآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيَخْرُجَنَّ مِنَّا الْاَعْزَمُ مِنْهَا
الْاَذَلَّ

”بخدا! اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ اس کو وہاں سے باہر نکال دے گا جو ذلیل ہے۔“

پھر حاضرین کی طرف منہ کر کے کہنے لگا یہ سب کچھ تم نے خود اپنے ساتھ کیا ہے تم نے ان کو اپنے گھروں میں اتار اپنے مل و منال میں ان کو حصہ دار بنایا اب یہ غنی ہو گئے ہیں تو ایسی باتیں کرنے لگے ہیں۔ اب بھی اگر تم اپنا پس خوردہ انہیں دینے سے ہاتھ روک لو تو یہ لوگ

بھوک سے مرتے ہوئے یہاں سے چلے جائیں۔ تم نے ان کی جنگوں میں شرکت کی اپنی جانیں قربان کیں تمہاری تعداد ان سے کم ہو گئی اور ان کی تعداد بڑھ گئی تم نے اپنے سر کٹائے اپنے بچوں کو یتیم کیا۔ عبد اللہ بن ابی کا خیال تھا کہ صرف اس کے حواری ہی اس کی اس ہرزہ سرائی کو سن رہے ہیں اس لئے جو بغض اس کے دل میں برسوں سے چھپا ہوا تھا اس کو بڑی بے حیائی سے وہ اظہار کیا۔ اتفاق سے اس محفل میں زید بن ارقم بھی موجود تھے انہوں نے اس کی ہر بات کو ذہن نشین کر لیا انہیں یارائے ضبط نہ رہا جب اس نے کہا کہ میں عزت والا ہوں۔ آپ نے کہا۔

أَنْتَ وَاللَّهُ الذَّلِيلُ وَالْقَلِيلُ الْمُبْغِضُ فِي قَوْمِكَ. وَمُحَمَّدًا
فِي عِزِّهِمْنَ الرَّحْمَنُ وَقُوَّةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

بخدا! تو ذلیل ہے تیرے ساتھیوں کی تعداد قلیل ہے۔ تو اپنی قوم میں سخت ناپسندیدہ ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خداوند رحمن کی طرف سے عزت میں ہیں۔ اور مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے وہ قوت میں ہیں۔

اب وہ چو نکا۔ اور زید کو کہنے لگا اُسْکُنْتَ فَإِنَّهَا كُنْتُ الْعَبُّ خَمُوشٌ هُوَ جَائِسٌ تَوَدُّاقُ كَرَّهَا
تھا۔ (۱)

حضرت زید نے اس کی باتیں ذہن نشین کر لیں وہاں سے اٹھے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ خدمت اقدس میں مہاجرین اور انصار بھی موجود تھے۔ انہوں نے اس کی ساری باتیں سن و عن بارگاہ رسالت میں عرض کر دیں۔ سن کر حضور کا چہرہ مہلک کارنگ متغیر ہو گیا۔ حضور نے مزید اطمینان اور تسلی کے لئے اس سے پوچھا يَا غُلَامُ لَعَلَّكَ غَضِبْتَ عَلَيْهِ اے نوجوان شاید تم اس پر ناراض ہو اس لئے تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔

اس نے کہا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ، میں نے اپنے کانوں سے یہ باتیں سنی ہیں پھر حضور نے فرمایا بات شاید تیرے کانوں نے سننے میں غلطی کی ہو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ خدا کی قسم میرے کانوں نے صحیح سنا ہے پھر آپ نے فرمایا یا اس کی بات تجھ پر مشتبہ ہو گئی ہو اس نے کہا بخدا ایسا نہیں یا رسول اللہ جو کچھ ابن ابی نے کہا تھا اس کی باتیں لشکر میں پھیل گئیں۔

بعض انصار نے حضرت زید کو جھڑکا۔ کہ خواہ مخواہ تو نے اپنی قوم کے رئیس کو بدنام کیا ہے جو باتیں اس نے نہیں کیں وہ تم نے اس کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ حضرت زید نے بڑی جرأت سے اپنے بزرگوں کی سرزنش کا جواب دیا بخدا۔ جو کچھ اس نے کہا میں نے وہ سنا۔ قبیلہ

خزرج میں میرے نزدیک کوئی شخص اس سے زیادہ محبوب نہ تھا اگر یہ باتیں میرے باپ نے بھی کہی ہوتیں تو میں بارگاہ رسالت میں عرض کر دیتا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر وحی کر کے میری بات کی تصدیق فرمادے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ۔ عباد بن بشر کو حکم دیجئے کہ اس کا سر کاٹ کر لے آئے حضور نے اس تجویز کو پسند نہ کیا اور فرمایا ایسا کروں تو لوگ کہیں گے لو دیکھو اب محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنے دوستوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ ایسی باتیں کریں۔

انصار کے ایک گروہ نے جب یہ باتیں سنیں تو وہ ابن ابی کے پاس آئے اوس بن خولی نے اسے کہا کہ تمہارے بارے میں بارگاہ نبوت میں ایسی ایسی اطلاعات دی گئی ہیں۔ اگر واقعی تم نے ایسی باتیں کی ہیں تو فوراً حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگو اور عرض کرو کہ حضور ہماری مغفرت کے لئے دعا مانگیں اور اگر تم نے ایسی باتیں نہیں کہیں تو جا کر اپنی صفائی پیش کرو اور قسم کھا کر یقین دلاؤ کہ تم نے ایسی کوئی بات نہیں کی تم پر یہ جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔ قسمیں کھا کھا کر وہ کہنے لگا کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ وہاں سے اٹھ کر حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا اے ابن ابی! اگر ایسی کوئی بات تم نے کی ہے تو فوراً توبہ کر لو اس نے پھر قسمیں کھا کھا کر اپنی صفائی پیش کی۔ یہ سراسر جھوٹ پرستان ہے میں نے ہرگز ایسی کوئی بات نہیں کی۔

اس رد و قدح نے جب طول پکڑا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے کوچ کا اعلان کر دیا۔ اور اسی وقت اپنی ناقہ پر سوار ہو گئے حضور کو یوں قصویٰ پر سوار دیکھ کر لوگوں کو سب باتیں فراموش ہو گئیں ہر شخص اپنا سامان سمیٹنے لگا۔ اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر حضور کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ حضور کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگوں کو گفتگو کا مزید موقع نہ دیا جائے تاکہ مزید کوئی بد مزگی رونما نہ ہو۔ اگرچہ اس وقت سخت دھوپ تھی۔ شدید گرمی تھی۔ سرکارِ دو عالم کا ایسے وقت سفر کرنے کا عام معمول بھی نہ تھا لیکن اس فتنہ کی سرکوبی کا یہی زود اثر طریقہ تھا جو حکمت نبوت نے اختیار فرمایا۔

عبداللہ بن ابی کے صادق الایمان لڑکے عبداللہ کو حضرت فلروق اعظم کی یہ رائے جب معلوم ہوئی تو خود بد گاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے۔ میرے آقا! اگر آپ میرے باپ کو قتل کرنا مناسب سمجھتے ہیں تو اپنے اس غلام کو حکم دیجئے وہ بلا تامل تعمیل ارشاد کرے گا

ابھی اس کا سر کاٹ کر حضور کے قدموں میں لا کر ڈال دوں گا۔ اس کام کے لئے اگر کسی اور کو حکم دیں گے اور وہ میرے باپ کو قتل کرے گا تو جب بھی وہ شخص مجھے نظر آئے گا تو میری آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ ایسا نہ ہو کہ میں مشتعل ہو کر کافر کے بدلے ایک مسلمان کو قتل کر بیٹھوں اور خود دوزخ کا ایندھن بن جاؤں۔
لیکن میرے آقا

عَفْوُكَ أَفْضَلُ وَمَنْكَ أَعْظَمُ

”آپ کی شان عفو بہت افضل اور آپ کا احسان بہت بڑا ہے۔“
مقصد یہ تھا کہ اگر میرے باپ کی اس گستاخی کو معاف فرمادیں تو بعید از کرم نہ ہو گا۔
رحمت عالم نے اپنے جاں نثار غلام کی عرضداشت سن کر فرمایا۔

يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا أَرَدْتُ قَتْلَهُ وَلَا أَمَرْتُ بِهِ وَلَكُنْ سَنَنْ صُحْبَتَهُ
مَا كَانَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا۔

”اے عبد اللہ! نہ میں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا ہے اور نہ کسی کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے جب تک وہ ہمارے درمیان رہے گا ہم اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے۔“

حضور سدا دن سفر کرتے رہے آنے والی رات بھی سفر جاری رہا دوسرے روز دوپہر ہونے تک قافلہ رواں دواں رہا کسی کو سستانے، آرام کرنے کی اجازت نہ تھی دوپہر کے وقت جب لوگوں کو آرام کرنے کی اجازت ملی تو زمین پر لیٹتے ہی ٹھکن کی وجہ سے خیند فوراً مسلط ہو گئی۔ اس لگاتار سفر میں مصروف رکھنے کا مدعا یہ تھا کہ مرہب کے چشمہ پر جو ناگوار واقعہ پیش آیا اور عبد اللہ بن ابی نے جو دل آزار باتیں کیں ان کی تلخ یاد محو ہو جائے۔ (۱)

جب حضور انور روانہ ہوئے تو اسید بن خنیر رضی اللہ عنہ سلام عرض کرتے ہوئے بولے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

نبی رحمت نے جواب میں فرمایا۔ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ
انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! آج ایسے وقت میں آپ آمادہ سفر ہیں کہ ایسے وقت میں سفر کرنا پہلے آپ کا معمول نہ تھا۔ حضور نے فرمایا عبد اللہ بن ابی نے جو باتیں کی ہیں کیا تم نے وہ سنی ہیں اس نے یہ کہا ہے إِنَّ دَجَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ أَخْرَجَ الْأَعْزَمَ مِنْهَا الْأَذَلَّ اسید نے عرض کی

یا رسول اللہ! اعز آپ ہیں وہ ذلیل ہے۔ اس لئے حضور سے مدینے سے باہر نکالیں گے۔

وَهُوَ الْآذَلُ وَأَنْتَ الْأَعَزُّ وَالْعَزَّةُ لِلَّهِ وَكَذَلِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

پھر انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! اس سے نرمی فرمائیے حضور کی یہاں تشریف آوری سے پہلے اس کے لئے تاج شملی تیار ہو رہا تھا اس کی بادشاہی کا اعلان ہونے والا تھا۔ حضور کے تشریف لانے سے سارا ماحول بدل گیا اس بچارے کو اس بات کا سخت صدمہ ہے۔ (۱)

جب تیسرے دن لشکر کو آرام کرنے کی اجازت ملی تو سوار یوں سے اتر کر زمین پر لیٹتے ہی نیند نے ایسا غلبہ کیا کہ دنیا و مافیہا کی ہوش نہ رہی سب سو گئے۔ جب جاگے تو ابن ابی کی گفتگو بھولی بسر کی کہانی بن گئی تھی پر اگندہ ازبان اور پریشان قلوب کو سکون و اطمینان نصیب ہوا عصر تک سب نے آرام کیا پھر روانہ ہوئے اور حجاز کے علاقہ میں فویق النقیع نامی چشمہ پر آکر رات بسر کی۔

شدید آندھی

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے لشکر اسلام جب مدینہ طیبہ کے نزدیک پہنچا تو شدید آندھی آئی یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے تیز جھونکے سواروں کو بھی زمین میں دفن کر دیں گے حضور انور نے فرمایا ایک منافق مر گیا ہے اس لئے یہ سخت آندھی آئی ہے۔ محمد بن عمر لکھتے ہیں کہ گرد و غبار کا یہ حیران کن طوفان جب آیا تو لوگ کہنے لگے مدینہ میں کوئی حادثہ رونما ہوا ہے اس لئے یہ آندھی آئی ہے۔ حضور کے درمیان اور عیینہ بن حصین کے درمیان معاہدہ کی مدت ختم ہونے والی تھی مسلمانوں کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں عیینہ نے مدینہ طیبہ پر حملہ کر کے بچوں اور عورتوں کو گزند نہ پہنچائی ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مطمئن کرنے کے لئے فرمایا۔

کہ مدینہ کی ساری گلیوں کے نکوں پر فرشتے مقرر ہیں جو اہل شہر کی حفاظت کر رہے ہیں جب تک تم وہاں نہیں پہنچو گے وہ حفاظت کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ اس لئے یہ خدشہ دل سے نکال دو کہ عیینہ نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر دی ہے۔

اس آندھی کی وجہ یہ ہے کہ منافقوں کا بڑا رئیس زید بن رفلہ ابن تابوت آج لقمہ اجل ہو گیا ہے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زید بن رفلہ کی موت کی خبر سن کر حضرت عبادہ بن

صامت، عبد اللہ بن ابی کے پاس گئے۔ اور اسے کہا۔ اے ابو لحباب! تیرا غلیل (جانی دوست) مر گیا۔ اس نے پوچھا کون سا۔ آپ نے بتایا زید بن رقلہ۔ عبد اللہ صد حیف! تو نے ایک کٹی ہوئی دم کا سہارا لیا ہوا ہے اس نے پوچھا آپ کو کس نے بتایا اس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا۔ تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ غمزہ اور پریشان ہو کر وہاں سے چلا گیا (۱)

ناقہ کی گمشدگی

اس آندھی میں حضور انور کی ایک اونٹنی گم ہو گئی بہت تلاش کی گئی کہیں نہ ملی۔ زید بن نصیبت نامی ایک منافق انصار کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ اس نے کہا یہ لوگ کس چیز کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ اسے بتایا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ گم ہو گئی ہے اس کو تلاش کر رہے ہیں وہ کہنے لگا۔

أَلَا يُخْبِرُهُ اللَّهُ بِمَكَانِهَا

”کیا اللہ تعالیٰ اس جگہ سے آپ کو خبردار نہیں کر دیتا؟“

اس کلیہ جواب سن کر انصار نے کہا اے خدا کے دشمن! خدا تمہیں ہلاک کرے تم منافق ہو۔ حضرت اسید نے اسے جھڑکتے ہوئے فرمایا اگر مجھے حضور انور کی نذر انگلی کا خوف نہ ہوتا تو میں تیرے خصلوں سے نیزہ پار کر دیتا۔ اگر تمہارے دل میں ایسی باتیں ہیں تو پھر تم ہمارے ساتھ آئے کیوں تھے میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ اب ہم تمہارے ساتھ ایک درخت کے سایہ میں بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ یہ وہاں سے بھاگ کر حضور کے پاس پناہ لینے کے لئے آگیا حضور نے اس کو سناتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ دَجُلًا مِّنَ الْمُنَافِقِينَ شَمِتَ أَنْ ضَلَّتْ نَاقَةُ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَلَا يُخْبِرُهُ اللَّهُ بِمَكَانِهَا۔

”ایک منافق نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ رسول اللہ کی اونٹنی گم

ہو گئی ہے اور کہا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی جگہ سے آگاہ نہیں کرتا۔“

سن لو۔ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَخْبَرَنِي بِمَكَانِهَا ”اللہ نے مجھے اس کی جگہ سے باخبر کر دیا ہے۔“ وہ اس گھائی میں تمہارے سامنے ہے اس کی ٹکیل اس درخت کے ساتھ اڑی ہوئی ہے سیدھے وہاں چلے جاؤ۔

لوگ حضور کے ارشاد کے مطابق وہاں گئے اور ناقہ کو وہاں سے پکڑ کر لے آئے۔ (۱)
 وہ منافق حضور کے علم کی اس وسعت کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔
 اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت علم پر اعتراض
 کرنا منافقین کا شیوہ ہے۔ کوئی اہل ایمان اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔
 جب یہ لشکر وادی عقیق میں پہنچا تو عبد اللہ اپنے باپ عبد اللہ بن ابی کی انتظار میں کھڑا ہو
 گیا۔ جب وہ آیا تو اس نے اپنے باپ کو اونٹنی بٹھانے کو کہا جب وہ اونٹنی بیٹھ گئی تو اس نے اپنا
 پاؤں اونٹنی کے گھٹنے پر رکھا۔ اس نے کہا بخدا! تم یہاں سے نہیں جاسکتے جب تک یہ نہ کہو۔
 لَا تَا آذَلُّ مِنَ الصَّبِيَّانِ لَا تَا آذَلُّ مِنَ النِّسَاءِ

”کہ میں بچوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں اور میں عورتوں سے بھی زیادہ
 ذلیل ہوں۔“

حضور نے اسے حکم دیا اسے جانے دو۔ تب وہ آگے جاسکا۔

حارث بن ضرار کی آمد اور اس کا اسلام

اس غزوہ میں اونٹ بھیڑ بکریاں بطور غنیمت مسلمانوں کو ملی تھیں ان کے علاوہ بہت سے
 مرد و زن جنگی قیدیوں کی حیثیت سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان قیدیوں میں قبیلہ بنو مصطلق
 کے سردار حارث کی بیٹی جو یہ بھی تھی کچھ روز بعد وہ اپنی بیٹی کا فدیہ ادا کرنے کے لئے اونٹوں
 کا ایک گلہ اپنے ہمراہ لے آیا جب وادی عقیق میں پہنچا تو اس نے ایک نظر اپنے اونٹوں کے گلہ پر
 ڈالی ان میں سے دو اونٹ بہت اعلیٰ نسل کے تھے اسے بہت پسند آئے اس نے ان کو ایک گھائی
 میں چھپا دیا کہ واپسی کے وقت لیتا جائے گا۔

پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنی بیٹی کا فدیہ ادا کرنے کے
 لئے یہ اونٹ لایا ہوں یہ قبول فرما لیجئے اور میری بیٹی کو آزاد فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے اونٹوں کو دیکھ کر فرمایا لیکن وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو تو عقیق کی وادی میں چھپا کر آیا ہے وہ یہ
 سن کر حیران و ششدر ہو گیا بسیاختہ کہہ اٹھا۔ ”اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ“ ”میں گواہی دیتا
 ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“

ان اونٹوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا ہے چنانچہ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے دل کے قلعہ کو سات سو مجاہدین کا لشکر فتح نہ کر سکا۔ لیکن مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ادا نے اس کو مسخر کر دیا۔

واقعہ افک

غزوہ بنی مصطلق کے تفصیلی حالات کا آپ نے مطالعہ فرمایا۔ اس غزوہ کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں منافقین کے ایک گروہ نے مع اپنے رئیس عبداللہ بن ابی کے شرکت کی تھی۔ یہ لوگ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابیوں اور اسلام کی روز افزوں ترقی سے جلتے رہتے تھے۔ اس غزوہ میں انہوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ کس طرح بنو مصطلق قبیلہ کا سردار حادث اپنے قبیلہ کے تمام نوجوانوں اور مضائقہ میں آباد مشرک قبائل کے لڑاکے افراد کا جم غفیر اکٹھا کر کے لشکر اسلام کے چھ سات سو مجاہدین کے ساتھ اپنے ہی علاقہ میں نبرد آزما ہوا۔ پھر دوپہر کی جنگ کے بعد اس نے اور اس کے سردے لشکر نے ہتھیر ڈال دیئے اور شکست تسلیم کر لی۔ مسلمانوں کو دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں بطور مال غنیمت ملیں اس کے علاوہ ان کے تمام مرد و زن کو جنگی قیدی بنالیا گیا۔ اس جنگ میں دشمن کے دس آدمی قتل ہوئے اور مسلمانوں کا صرف ایک آدمی کام آیا اتنی بڑی فتح اتنے قلیل وقت میں بغیر کسی قاتل ذکر جانی نقصان کے، اس کا مشاہدہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے کر لیا تھا۔ اور اس پر مزید یہ کہ جب اس قبیلہ کے سردار حادث نے اپنی بیٹی حضرت جویریہ کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واطیب التسلیمات کی زوجیت میں دے دیا تو سردے مجاہدین نے اپنے اپنے حصہ کے جنگی قیدی فدیہ لئے بغیر یہ کہہ کر خود بخود آزاد کر دیئے کہ یہ لوگ اب ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرال بن گئے ہیں اب ہم انہیں اپنا غلام بنا کر کیسے رکھ سکتے ہیں۔

طاقتور اور اجڈ دشمن کی شکست اور انہوں کا یہ جذبہ ایثار دیکھ کر منافقین کی آتش حسد بھڑک اٹھی۔ وہ ایسے موقع کی تلاش میں مصروف ہو گئے جب وہ مسلمانوں کو زک پہنچا کر ان کی اس فتح مبین کو غم و اندوہ سے آلودہ کر دیں۔ اچانک کنوئیں پر چہجہاہ اور سنان کا واقعہ پیش آیا۔ انہوں نے چاہا کہ اس واقعہ کے ذریعہ انصار و مہاجرین کے درمیان عصبیت کی آگ بھڑکا کر وہ انہیں ایک دوسرے سے لڑا دیں۔ لیکن رحمت کائنات کے حکیمانہ طرز عمل سے ان کی یہ تدبیر

ناکام ہو گئی۔ اب یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قافلہ سے پیچھے رہ گئیں اور حضرت صفوان بن معطل انہیں اپنے اونٹ پر سوار کر کے لشکر اسلام میں لے آئے۔ عبد اللہ بن اُبی اور اس کے حواریوں کی ابلیسی جس نے بات کا ہتکڑ بنا کر کھرام مچا دیا۔ سادہ سے واقعہ کو انہوں نے بڑی عیاری اور چرب زبانی سے ایسا رنگ دیا کہ صرف منافقین کا گروہ ہی ان کا ہم نوا نہ تھا بلکہ چند سادہ دل مسلمان بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔

ضیاء القرآن کا ایک اقتباس ہدیہ قارئین ہے جس کے مطالعہ سے اس واقعہ کی تفصیلات پر قارئین کو کھل آگئی حاصل ہو جائے گی۔

یہاں سے اس سازش کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو دشمنان اسلام نے اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت اور ہادی اسلام کی روز افزوں عزت و شوکت کو دیکھ کر کی اور جس میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی عزت پر حملہ کر کے کینگی اور دنائت کی حد کر دی۔ ان آیات میں جس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلے صحیحین کی روایت کے مطابق اسے تفصیلاً پیش کرتا ہوں اس کے بعد حسب ضرورت تشریحات کی جائیں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ خود روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ جس کے نام کا قرعہ نکلتا اس کو ہر کابی کا شرف بخشتے۔ جب حضور غزوہ بنی مصطلق پر روانہ ہوئے تو حسب معمول قرعہ ڈالا گیا تو میرا نام نکلا۔ چنانچہ میں حضور کے ہمراہ گئی۔ اس وقت پردہ کے احکام نازل ہو چکے تھے۔ میں ہودج میں بیٹھی تھی۔ اور جب لشکر روانہ ہوتا تو میرا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جاتا اور جہاں قیام کیا جاتا وہاں ہودج اتار دیا جاتا۔ جب جماد سے فراغت ہوئی تو حضور نے واپسی کا قصد فرمایا۔ ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور رات بسر کی۔ رات کے پچھلے حصہ میں کوچ کی تیاری شروع ہو گئی۔ میں قضائے حاجت کے لئے باہر گئی۔ جب واپس آئی تو میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا۔ میں اس کی تلاش میں پھر لوٹ گئی۔ ہار تو مجھے مل گیا۔ لیکن جب واپس آئی تو لشکر وہاں سے کوچ کر چکا تھا۔ جو لوگ میرے ہودج کو رکھنے اور پھر اتارنے پر مامور تھے انہوں نے حسب عادت میرا ہودج اٹھایا اور اونٹ پر کس دیا۔ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں۔ کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں کیونکہ غذا مرغین نہیں ہوتی تھی اور میں تو کم عمر تھی اس لئے ہودج میں میرے نہ ہونے کا انہیں احساس تک نہ ہوا۔ جب میں واپس آئی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ یہ خیال

کر کے کہ جب وہ مجھے نہیں پائیں گے تو میری تلاش میں یہاں آئیں گے میں وہیں ٹھہر گئی۔ صفوان بن معطل کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے۔ جب لشکر کوچ کرتا تو وہاں پہنچتے، اگر کسی کی کوئی چیز پڑی ہوئی ملتی تو اسے اٹھا کر اس کے مالک تک پہنچا دیتے۔ میں چادر لپیٹ کر لیٹ گئی۔ اتنے میں صفوان آ پہنچے۔ ابھی صبح کا اندھیرا تھا۔ انہوں نے کسی کو دور سے سویا ہوا دیکھا تو قریب آئے۔ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا اس لئے مجھے پہچان گئے اور بلند آواز سے اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ انہوں نے اپنا اونٹ میرے قریب لا کر بٹھایا اور مجھے سوار کر کے چل دیئے۔ ہم دوپہر کے وقت لشکر سے آ ملے۔ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین نے جب یہ دیکھا تو اس نے ایک طوفان برپا کر دیا۔ جب میں مدینہ پہنچی تو بیمار ہو گئی اور ایک ماہ تک بیمار پڑی رہی۔ لوگوں میں اس بات کا خوب چرچا ہوتا رہا لیکن مجھے قطعاً اس کا کوئی علم نہ تھا البتہ ایک بات مجھے کھٹک رہی تھی کہ میری علالت کے وقت جو لطف و عنایت حضور پہلے مجھ پر فرمایا کرتے تھے وہ مفقود تھی۔ حضور جب حراج پر سی کے لئے تشریف لاتے تو صرف اتنا دریافت کرتے ”کیفَ تَبْتَکُھُ“ کہ تمہارا کیا حال ہے۔ اس سے مجھے شک گزرتا تاہم مجھے اس شراغیز پر وہی گندے کی خبر تک نہ تھی۔ بیماری کے بعد میں بہت نقاہت اور کمزوری محسوس کرنے لگی۔ ایک رات میں ام مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے مدینہ سے باہر گئی کیونکہ اس وقت تک گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا اور ہم عرب کے دستور کے مطابق جنگل میں ہی جایا کرتی تھیں۔ ام مسطح حضرت ابو بکر کی خالہ زاد بہن تھیں۔ ہم دونوں جب فدرغ ہو کر واپس آ رہی تھیں تو ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھا اور وہ گر پڑیں۔ ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا ”نص مسطح“ کہ مسطح ہلاک ہو۔ یہ اس کا بیٹا تھا۔ میں نے کہا تم ایک بدری کے لئے ایسے الفاظ استعمال کر رہی ہو یہ بہت بُری بات ہے۔ اس نے کہا کیا تم نے نہیں سنا جو طوفان اس نے برپا کر رکھا ہے۔ میرے استفسار پر اس نے سارا واقعہ مجھے سنا دیا۔ یہ سن کر میرا مرض پھر عود کر آیا۔ حضور تشریف لائے تو پوچھا ”کیفَ تَبْتَکُھُ“ میں نے عرض کی مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ مقصد یہ تھا کہ میں والدین سے اس خبر کے متعلق تفصیلی حالات دریافت کروں۔ حضور نے اجازت دے دی۔ میں میکہ چلی آئی۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا ”یَا امَتَاکَ اللہ ذَا یَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِہِ“ امی جان! لوگ یہ کیا باتیں بنا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا بیٹی زیادہ غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب کوئی بیوی

پاکیزہ صورت ہو اور اس کا شوہر اسے محبوب رکھے اور اس کی سونکس بھی ہوں تو اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! لوگ میرے متعلق ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں رات بھر جاگتی رہی اور روتی رہی۔ صبح ہوئی تب بھی آنسو جاری تھے اور نیند کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جب نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور اسامہ بن زید کو بلایا۔ اسامہ نے تو میری براءت کی، ان کے دل میں حضور کے اہل کی جو محبت تھی اس کو ظاہر کیا۔ حضرت علی نے عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک و آلک وسلم) حضور اتنے رنجیدہ خاطر کیوں ہیں، اس کے علاوہ عورتوں کی کیا کمی ہے۔ اگر حضور تصدیق فرمانا چاہتے ہیں تو بریرہ لونڈی کو بلا کر دریافت فرمائیے وہ حقیقت حال سے آگاہ کر دے گی۔ چنانچہ بریرہ سے حضور نے پوچھا اے بریرہ "هَلْ رَأَيْتَ مِنْ شَيْءٍ يَرْبِيكَ مِنْ عَائِشَةَ" کیا تو نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تمہیں عائشہ کے بارے میں کوئی شک ہو؟ اس نے عرض کی مجھے اس خدا کی قسم جس نے حضور کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے اس کے سوا میں نے عائشہ میں کوئی عیب نہیں دیکھا کہ آٹا گوندھا ہوا رکھا ہوتا ہے۔ یہ اپنی کسنی کی وجہ سے سو جلتی ہیں اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔ کسی نے بریرہ کو جھڑکا کہ تو سچ کیوں نہیں بتاتی تو اس نے کہا "سُبْحَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلَى تَبْرِ الذَّهَبِ لَا أَحَدٌ" خدا کی قسم میں ان کے متعلق اس کے بغیر اور کچھ نہیں جانتی جس طرح ایک زرگر خالص سرخ سونے کے متعلق جانتا ہے۔ پھر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي إِذَا هُوَ فِي
أَهْلِي فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا وَمَا عَلِمْتُ عَلَى
أَهْلِي مِنْ سُوءٍ -

”اے گروہ مسلمان! اس شخص کے بارے میں مجھے کون معذور رکھتا ہے جس کی ازیت رسانی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے۔ بخدا میں اپنے اہل کے لئے خیر کے بغیر کچھ نہیں جانتا اور مجھے ان سے کسی غلطی کا کوئی علم نہیں ہے۔“

سعد بن معاذ انصاری کھڑے ہو گئے۔ عرض کی میں حاضر ہوں۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے۔ ”ضَرْبًا عُنُقًا“ ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔ اور اگر وہ بنی خزرج سے ہے اور حضور ہمیں حکم دیں تو تعمیل ارشاد کی جائے گی۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ سعد بن عبادہ اٹھے

جو خزانج کے سردار تھے اور بڑے صلح آدمی تھے۔ لیکن ان کی قبائلی مصیبت بیدار ہو گئی۔ انہوں نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ کیونکہ تمہیں علم ہے وہ شخص خزانجی ہے اس لئے تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ اگر وہ اس قبیلے کا فرد ہوتا تو تم ایسا نہ کہتے۔ غرضیکہ تلخ کلامی یہاں تک بڑھی کہ قریب تھا دونوں قبیلوں میں لڑائی چھڑ جائے۔ حضور نے دونوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ میرے شب و روز گریہ و زاری میں گزرتے لمحہ بھر کے لئے بھی نیند نہ آتی۔ میرے والدین کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ اس طرح رونے سے اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ایک دن میں روروی تھی۔ میرے والدین بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک انصاری عورت ملنے کے لئے آئی وہ بھی بیٹھ کر رونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ سلام فرمایا اور بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے کبھی بیٹھے نہ تھے۔ ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ میرے بارے میں کوئی وحی نہیں اتری تھی۔ حضور نے تشہد کے بعد فرمایا اے عائشہ تیرے بارے میں مجھے ایسی ایسی اطلاع ملی ہے۔ اگر تو پاکدامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری براءت کر دے گا۔ اگر تجھ سے قصور سرزد ہو گیا ہے تو توبہ کر لے۔ کیونکہ بندہ اگر اپنے قصور کا اعتراف کر لے اور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ میرے آنسو یکدم خشک ہو گئے۔ میں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ حضور کو اس بات کا جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا میں کچھ جواب نہیں دے سکتا۔ پھر میں نے والدہ سے کہا، انہوں نے بھی محذوری ظاہر کی۔ میں اگرچہ نو عمر تھی۔ زیادہ قرآن بھی پڑھا ہوا نہ تھا لیکن میں نے عرض کی بخدا آپ لوگوں نے ایک بات سنی اور وہ تمہارے دلوں میں جم گئی۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگ میری بات نہیں مانیں گے اور اگر میں ایک ایسی بات کا اعتراف کروں جس سے خدا جانتا ہے کہ میں بری ہوئی تو آپ فوراً مان لیں گے۔ اب میرے لئے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ میں وہ بات کہوں جو یوسف کے باپ نے کہی تھی ”فَصَبِّرْ بِجَمِيلٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ اَلْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ“ پھر میں منہ پھیر کر بستر لیٹ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ ضرور میری براءت فرمائے گا لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میرے بارے میں آیات قرآنی نازل ہوں گی۔ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھتی تھی۔ حضور ابھی وہیں تشریف فرما تھے کہ نزول وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ سردی کے موسم میں بھی نزول وحی کے وقت پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو حضور ہنس رہے تھے اور پہلی بات جو حضور نے فرمائی وہ یہ تھی: اَبَشِرْ بِیَا عَائِشَةُ

أَمَّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ بَرَّكَ "اے عائشہ خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تیری براءت فرمادی ہے۔ میری والدہ نے مجھے کہا اے عائشہ اٹھ اور حضور کا شکریہ ادا کر۔ میں نے کہا بخدا میں نہیں اٹھوں گی اور نہ کسی کا شکریہ ادا کروں گی۔ صرف اللہ تعالیٰ کا شکر کروں گی جس نے میری براءت فرمائی۔

اس وقت یہ دس آیات ان الذین جاء وابلا لک..... نازل ہوئیں۔ اس طرح منافقین کا اٹھایا ہوا یہ طوفان تھا۔ اگرچہ اس کا سرغنہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی تھا لیکن اس نے اس شد و مد سے بات کا بٹکڑ بنایا کہ کئی سادہ لوح مسلمان اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ چنانچہ حضرت حسان، حضرت مسطح اور حمند بنت محش کا نام اسی زمرہ میں لیا جاتا ہے۔ انہیں حد قذف لگائی گئی اور عبد اللہ مذکور کو بعض اقوال کے مطابق حد لگائی گئی لیکن اکثر کا یہ خیال ہے کہ اس سے تعرض نہیں کیا گیا۔ اسے خدا کی آتش انتقام میں ہمیشہ جلتے رہنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

کذب بیانی اور بہتان تراشی کی انتہا کوا لک کہتے ہیں۔ "إِلَّا فَكْ أَبْلَغَ مَا يَكُونُ مِنَ الْكُذِبِ وَالْإِفْتِرَاءِ"

اس ایک لفظ سے ہی منافقین کی سازش کو بے نقاب کر دیا کہ اس کا صداقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ سراسر جھوٹ، افتراء اور بہتان ہے۔ جس واقعہ کو زبان قدرت جھوٹ کا پلندا کہہ دے اس کی مزید تردید کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن واقعہ کی سنگینی کے پیش نظر اور مسلمانوں کی تربیت کے لئے اس کو مزید وضاحت سے بیان فرمایا۔

خطاب تمام مسلمانوں کو ہے۔ خصوصاً حضرت صدیق اور ان کے خانوادہ کو یعنی اس بہتان تراشی سے جو قلبی اور روحانی تکلیف تمہیں پہنچی ہے اسے شر خیال نہ کرو، اس میں تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے۔ اس جھوٹے الزام سے تمہیں دکھ ہوا۔ رضاء الہی کے لئے تم نے صبر کیا اس پر تمہیں اجر عظیم ملے گا۔ اے صدیق! تمہیں چند دن تکلیف ضرور ہوئی لیکن اب قیامت تک تیری نور نظر کی پاک دامن کی شہادت قرآن دیتا رہے گا۔ تیری لخت جگر کی عفت اور پاک دامن کو ماننا ایمان اور اسلام ہو گا۔ جو اس کا انکار کرے گا بلکہ جو اس میں ذرا شک کرے گا وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج اور نعمت ایمان سے محروم کر دیا جائے گا۔

جس نے اس جھوٹ گھڑنے اور اس کی تشہیر میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس سے مراد عبد

اللہ بن ابی ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:-

”هَذَا عِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ“
 ”یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو عتاب اور سرزنش فرما رہے ہیں کہ تم نے سنتے
 ہی اس بہتان کی تردید کیوں نہ کر دی۔ اس میں تردید کی غلطی کیوں کی۔
 تمہیں تو فوراً کہہ دینا چاہئے تھا هَذَا آفَاكٌ مُّبِينٌ یہ کھلا ہوا جھوٹ
 ہے۔“

اگر ان کے اس دعویٰ میں رائی کے برابر بھی صداقت ہوتی تو وہ گواہ پیش کرتے
 لیکن ان کا گواہ پیش کرنے سے قاصر رہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ الزام بالکل من
 گھڑت ہے اور محض حسد کا نتیجہ ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و احسان اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہیں فوراً
 عذاب میں مبتلا نہیں کر دیا ورنہ بے پرکی اڑا لے والوں نے تو قہر الہی کو دعوت دینے میں کوئی کسر
 اٹھانہ رکھی۔ انہوں نے تو یہ خیال کیا کہ یہ ایک معمولی سی بات ہے۔ انہیں کیا خبر کہ جس بات
 سے اللہ تعالیٰ کے محبوب کا دل رنجیدہ ہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی آتش غضب بھڑک اٹھتی ہے
 جس ذات پاک کو پاک دامنی و پاک بازی کا درس دینے کے لئے منتخب فرمایا گیا ہو اس کے
 دامن تقدس کو داغ دار کرنے کی کوشش اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہی مذموم اور ناپاک
 ہے۔

مزید مطالعہ سے جن حقائق پر رسائی ہوئی وہ ہدیہ قارئین ہیں۔
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس واقعہ کے بارے میں اپنے مقرب صحابہ سے استفادہ
 فرماتے رہتے تھے۔ ایک دن حضرت فدروق اعظم رضی اللہ عنہ در اقدس پر حاضر ہوئے حضور
 نے شرف باریابی بخشا۔ اسی اثناء میں حضور نے حضرت فدروق سے اس واقعہ کے بارے میں
 پوچھا۔ آپ نے عرض کی۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَحْبَبْتُ سَمْعِي وَبَصَرِي وَاللَّهِ أَنَا قَاطِعٌ بِكَذِبِ
 الْمُنَافِقِينَ. لِأَنَّ اللَّهَ عَصَمَكَ عَنْ وُقُوعِ الذُّبَابِ عَلَى جِلْدِكَ
 لِأَنَّا يَقَعُ عَلَى النَّجَاسَاتِ وَيَتَلَطَّخُ بِهَا. فَلَمَّا عَصَمَكَ اللَّهُ
 تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ الْقَدَرِ مِنَ الْقَدَرِ وَكَيْفَ لَا يَعُودُكَ عَنْ
 مُتَحَبِّةٍ مِّنْ تَكُونُ مُتَلَطِّخَةً بِمِثْلِ هَذِهِ الْفَاحِشَةِ فَاسْتَحْسَنَ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامَهُ.

”یا رسول اللہ! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتا ہوں جو میرے کان سنیں جو میری آنکھیں دیکھیں وہی بیان کرتا ہوں اس میں کوئی ملاوٹ نہیں کرتا۔ بخدا! مجھے یقین ہے کہ منافق جھوٹ جانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بھی محفوظ رکھا ہے کہ مکھی آپ کے جسد اطہر پر بیٹھے کیونکہ وہ نجاستوں پر گرتی ہے اور ان سے آلودہ ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی آلائش سے محفوظ رکھا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی ایسی بیوی ہو جو اس فحش حرکت سے ملوث ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فداؤق کے اس جواب کو بہت پسند فرمایا۔“

ایک روز یہی استفادہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان سے کیا تو آپ نے عرض کی۔ کہ اللہ تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرتا کہ آپ کا سایہ زمین پر پڑے مبادا کوئی شخص اپنا پاؤں اس پر رکھ دے یا وہ کسی پلید زمین پر پڑے۔ جب اللہ تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرتا کہ آپ کے سائے پر کسی کا پاؤں پڑے تو اس کی غیرت یہ کب گوارا کر سکتی ہے کہ کوئی شخص حضور کی ردائے عصمت کو آلودہ کرے۔ (۱)

یہی سوال ایک روز نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ سے پوچھا۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم ایک دن حضور کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو حضور نے نماز پڑھتے ہوئے اپنے عظیم مبارک اتار دیئے تو ہم نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں جب حضور نماز پڑھ چکے تو حضور نے پوچھا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے ہم نے عرض کی حضور کی اجازت میں۔ تو آپ نے فرمایا تھا۔ مجھے تو جبریل نے جوتے اتارنے کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ پاک نہیں تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس نجاست سے آپ کو مطلع کیا جو آپ کے عظیم مبارک پر تھی اور اس کو اتارنے کا حکم دیا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ ایسی بیوی سے قطع تعلق کا آپ کو حکم نہ دے جو اس گناہ سے ملوث ہے۔ (۲)

یہ حضرات جو اپنی ایمانی قوت، دینی حمیت اور ذات مصطفویٰ سے اپنی قلبی محبت کے لحاظ سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے ان کی متفقہ یہ رائے تھی تو کسی دوسرے کو انہشت نمائی کی جرأت کیونکر

ہو سکتی ہے۔ ان سے بھی زیادہ خانگی معاملات کے بارے میں حضور کی ازواج مطہرات ایک دوسرے کے حالات سے زیادہ واقف تھیں۔ چنانچہ حضور اپنی ازواج مطہرات سے بھی اس قسم کا استفسار فرمایا کرتے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

ایک دن نبی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے میرے بارے میں پوچھا۔

اے زینب! تیری کیا رائے ہے۔ تیری معلومات کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ!

أَتَحْيَى سَمْعِي وَبَصَرِي وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا خَيْرًا.

”میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں (یعنی وہی کہتی

ہوں جو میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا ہو)۔ خدا

کی قسم! میں تو عائشہ کے بارے میں خیر ہی خبر جانتی ہوں۔“ (۱)

یہ بات کوئی معمولی بات نہ تھی اس بہتان تراشی سے عرش الہی پر بھی لرزہ طاری ہو رہا تھا۔ صحابہ کرام اپنی نجی محفلوں میں بھی اس بات کے بارے میں تبصرے کیا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ پھر ایک روز ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ ام ایوب سے کہا۔ کہ تم دیکھ رہی ہو جو کہا جا رہا ہے۔ تو اس زیرک بیوی نے جواب دیا۔

لَوْ كُنْتُ بِدَلِّ صَفْوَانَ وَكُنْتُ تَنْظُرُ بِحَرَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُوءًا.

”اے ابو ایوب! اگر صفوان کی جگہ آپ ہوتے تو کیا آپ رسول کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم کے ساتھ اس برائی کا ارادہ کرتے۔“

انہوں نے کہا۔ ”حَاشَا دَكَلَا“ ”ہرگز نہیں۔“

پھر ام ایوب نے کہا۔

وَلَوْ كُنْتُ أَنَا بِدَلِّ عَائِشَةَ مَا خَذْتُ رَسُولَ اللَّهِ

”اگر عائشہ کی جگہ میں ہوتی تو میں اللہ کے رسول کے ساتھ خیانت کی ہرگز

جسدت نہ کرتی اور عائشہ کا مقام مجھ سے بلند ہے اور صفوان کا مرتبہ آپ

سے بہت اونچا ہے ان کے بارے میں یہ خیال کیسے کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

اس تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی اکثریت اس بہتان کو سراسر کذب و افتراء سمجھتی تھی اور ان کے ذہن میں کبھی یہ خیال آ ہی نہیں سکتا تھا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے کی زبان سے آپ کی براءت کی جب حضرت مریم پر الزام لگایا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے انہوں نے آپ کی براءت کی۔ لیکن جب حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں بد بخت، بد باطن اور خبیث الفطرت منافقین نے ہرزہ سرائی کی جسارت کی تو خود رب العرش العظیم نے حضرت صدیقہ کی پاکیزگی اور طہارت کی شہادت دی اور قرآن کریم کی سولہ آیتیں نازل فرمائیں تاکہ جب تک یہ عالم رنگ و بو آباد رہے اس کے محبوب کی رفیقہ حیات کی شان رفیع اور درجات عالیہ کا ذکر خیر ہوتا رہے۔

وہ لوگ جو شان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والہ کو سمجھنے اور پہچاننے سے قاصر ہیں وہ اگر ان آیات کے آئینہ میں نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عند اللہ عظمت و شوکت کے عکس جمیل کا مشاہدہ کریں تو انہیں پتہ چل جائے کہ اس بندہ سراپا نیاز کا مقام اپنے بندہ نواز پروردگار کے نزدیک کتنا رفیع و اعلیٰ ہے۔ سورہ النور کی دس آیات جن کا براہ راست تعلق واقعہ افک سے ہے وہ آپ کے مطالعے کے لئے مع ترجمہ پیش کی جاتی ہیں آپ ان کا غور سے اور محسن نیت سے مطالعہ فرمائیے حقیقت کھروئے زبا خود بخود بے نقاب ہو کر آپ کے دلوں کو موہنے لگے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

بیشک جنہوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ ایک گروہ ہے تم میں سے۔ تم اسے اپنے لئے برا خیال نہ کرو۔ بلکہ یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ

ہر شخص کے لئے اس گروہ میں سے اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا ان میں سے تو ان کے لئے عذاب عظیم ہو گا۔

وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ

لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْنَ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرٌ ۖ

ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ افواہ سنی کہ
گمان کیا ہوتا مومن مردوں اور مومن
عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان،
اور کہہ دیا ہوتا کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے۔

وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ
لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ

(اگر وہ سچے تھے تو) کیوں نہ پیش کر سکے اس
پر چار گواہ۔

فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُذِّنْكَ
عِنْدَ اللَّهِ هُمْ الْكَاذِبُونَ

پس جب وہ پیش نہیں کر سکے گواہ تو (معلوم
ہو گیا کہ) وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک
جھوٹے ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ
عَذَابٌ عَظِيمٌ

اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی
رحمت دنیا اور آخرت میں تو پہنچتا تمہیں اس
خشن سزا کی وجہ سے سخت عذاب۔

إِذْ تَلْقَوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا
لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّئًا ۚ وَهُوَ
عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ

(جب تم ایک دوسرے سے) نقل کرتے
تھے اس (بہتان) کو اپنی زبانوں سے اور کہا
کرتے تھے اپنے مونہوں سے ایسی بات جس
کا تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا نیز تم خیال کرتے کہ
یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ
کے نزدیک بہت بڑی ہے۔

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ
نَشْكُرَهُ بِهَذَا

اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ افواہ سنی تو
تم نے کہہ دیا ہوتا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم
مکنتگو کریں اس کے متعلق۔

سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ

اے اللہ تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان
ہے۔

يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ

نصیحت کرتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کہ دوبارہ اس
قسم کی بات ہرگز نہ کرنا اگر تم ایماندار ہو۔

وَيَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

اور کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے

لئے اپنی آیتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور
بڑا دانا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي
الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ
بیشک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے
بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں۔
تو ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا و
آخرت میں اور اللہ تعالیٰ (حقیقت کو) جانتا
ہے اور تم نہیں جانتے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ
رَءُوفٌ رَحِيمٌ
اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی
رحمت، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان اور
رحیم ہے (تو تم بھی نہ بچ سکتے)

ان آیات کی تلاوت کا لطف آپ نے اٹھالیا اور اس کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمایا۔
ان آیات کی تفسیر اگر اس مقام پر کی جائے تو بحث بہت طویل ہو جائے گی اور یہ مقام اتنی
طوالت کا تحمل نہیں جن حضرات کو مزید تحقیق کا شوق ہو وہ ضیاء القرآن جلد سوم صفحات ۲۹۵ تا
۳۰۸ کا مطالعہ فرمائیں یہ مطالعہ بفضلہ تعالیٰ ان کے لئے سودمند ثابت ہو گا۔
لیکن ہم یہاں آیت نمبر ۱۶ کے آخری جملہ سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ کے بارے میں بڑے
اختصار سے ضیاء القرآن کے حوالہ سے چند امور پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

یہاں ”سبحانک“ ذکر کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک
اور منزہ ہے کہ اس کے رسول کی زوجہ محترمہ کا دامن ایسے الزام سے آلودہ ہو (محر) گویا نبی
مکرم کی رفیقہ حیات پر الزام لگانا نبی مکرم پر الزام لگانا ہے۔ اور نبی مکرم پر ایسا الزام آپ پر نہیں
بلکہ رب کریم پر ہے جس نے ایسا نبی بنایا۔ یاد رہے کہ حضرت صدیقہ کی پاکدامنی کو ثابت
کرنے کے لئے زبان قدرت نے وہی اسلوب اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے
والوں کی تردید کے وقت اختیار کیا جاتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تصریح فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول سے پہلے بھی حضور کریم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا علم تھا۔ کیونکہ نبی کا ایسے امور سے پاک ہونا
جو لوگوں کو اس سے متنفر کر دیں ضروریات عقلیہ میں سے ہے۔ امام موصوف نے اپنے کلام
پر ایک شبہ پیش کیا ہے اور خود ہی اس کا جواب دیا ہے۔

شبہ یہ ہے کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو حضور اتنا عرصہ پریشان کیوں رہتے۔
اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ حضور کا پریشان ہونا عدم علم کی دلیل نہیں۔ کفار کی ایسی باتیں جن کا بطلان اظہر من الشمس ہے وہ سن کر بھی حضور پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ

نیز حضرت عائشہ کی پاکدامنی ایک مسلمہ حقیقت تھی جس کے متعلق کسی کو ادنیٰ شبہ بھی نہ تھا۔ الزام لگانے والے سارے منافق تھے۔ ان کے پاس اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل نہ تھی ان قرآن کے ہوتے ہوئے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ نزول وحی سے پہلے بھی اس الزام کا جھوٹا ہونا حضور کو بخوبی معلوم تھا۔ وَلِجَمْعِهِ هَذِهِ الْقُرْآنَ كَانَ ذَلِكَ الْقَوْلُ مَعْلُومًا فَسَادَ قَبْلَ نَزُولِ الْوَحْيِ (دکبیر)

اس کے علاوہ جو خطبہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا اس کا یہ جملہ سارے شکوک کو دور کر دینے کے لئے کافی ہے۔

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي إِذَا هُ
فِي أَهْلِ بَيْتِي فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا

”اے گروہ مسلمانان! مجھے اس شخص کے معاملہ میں کون معذور تصور کرے گا جس نے میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھے اذیت پہنچائی۔
میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے اہل کے متعلق خیر کے بغیر اور کچھ نہیں جانتا۔

بلا اتفاق حضور کا یہ خطبہ نزول آیات سے پہلے کا تھا آپ نے اہل بیت کی برأت حلف اٹھا کر بیان فرمائی اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلف اٹھانا اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دینا اسی وقت تصور کیا جاسکتا ہے جب حضور کو حضرت عائشہ کی پاکیزگی اور الزام لگانے والوں کے جھوٹے ہونے کا یقینی علم ہو۔ اگر حضور کو ذرا بھی تردد ہوتا تو حضور قطعاً نہ حلف اٹھاتے اور نہ مفتری کو سزا دینے کی ترغیب دیتے۔

آج کل بھی بعض لوگ جو اپنے آپ کو زمرہ علماء میں شمار کرتے ہیں بڑے سوقیانہ انداز میں اس واقعہ کو عام جلسوں میں بیان کرتے ہیں اپنے نبی پاک کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے عجیب و غریب موشگافیاں کرتے ہیں۔ کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے۔ اگر علم ہوتا تو صاف الفاظ میں حضرت عائشہ کی براءت کا اعلان کیوں نہ کر دیتے وغیرہ وغیرہ۔ یہ

من کر دل در دے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے۔ یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ صاحب جو اپنا سارا زور بیان اور قوت استدلال اپنے نبی کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے صرف کر رہے ہیں ان کا اس نبی سے قلبی تعلق نہ سہی رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ آپ خود سوچیں کہ اگر ان کی بہو بیٹی، جن کے با عصمت ہونے کا انہیں پکا یقین ہے پر ایسا بہتان لگایا جائے یا خود ان کی اپنی ذات کو ہدف بنایا جائے۔ اگرچہ انہیں اپنی پاکدامنی کا حق الیقین بھی ہو، تو کیا ان کا جگر چھلنی نہیں ہو جائے گا؟۔ نزول وحی میں تاخیر کی جو حکمتیں ہیں ان کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ابتلاء میں شدت، اس کی مدت میں طوالت، بایں ہمہ صبر و استقامت کا مظاہرہ ان تمام امور میں جو لطف ہے اس کی قدر و منزلت اہل محبت ہی جانتے ہیں۔

دشمنان خدا اور سول نے یہ بہتان تراشی محض حضور کے قلب نازک کو دکھانے کے لئے کی تھی اس لئے اپنی صفائی میں خود لب کشائی **شان مصطفوی** کے شایان نہ تھی۔ حضور کو اپنے رب کریم کے فضل و احسان پر کامل یقین تھا۔ کہ وہ خود اس تمصت کی تردید فرمائے گا۔ اس لئے حضور منتظر رہے اور یہ آیات نازل ہوئیں اگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی صدیقہ کی صفائی کے لئے ایک جملہ بھی ارشاد فرما دیتے تو شکوک و شبہات کی گرد چھٹ جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان قدرت سے حضرت صدیقہ کی عصمت و پارسائی کی جو زندہ جاوید دلیل پیش فرمائی۔ اس سے محبوب رب العالمین کی جو عزت افزائی ہوئی ہے وہ انہیں کیسے میسر آتی۔ برأت دونوں صورتوں میں ہو جاتی لیکن دوسری صورت کی شان ہی زالی ہے۔

کتابیات

| نام کتاب | نام مصنف | مطبوعہ | سال طباعت |
|------------------------------|---------------------------|-----------------------------|-----------|
| القرآن الکریم | | | |
| کتب سیرۃ | | | |
| وفاء الوفا | السید ہودی | بیروت | ۱۹۸۱ |
| عیون الاثر | ابن سید الناس | دار المعرفہ بیروت | ۱۹۵۷ |
| الروض الانف | ابو القاسم سیلی | دار الفکر بیروت | |
| سیرت النبی (اردو) | علامہ شبلی | نامی پریس کانپور | ۱۹۱۸ |
| نظرۃ جدیدہ فی سیرۃ رسول اللہ | ڈاکٹر کونستانس | دار العربیہ للموسوعات بیروت | ۱۹۸۳ |
| | (وزیر خارجہ رومانیہ) | | |
| السیرۃ النبویہ | ابو الحسن علی | لبنان | ۱۹۷۹ |
| السیرۃ الحلبیہ | برحان الدین الحلبی | مصطفیٰ البابی مصر | ۱۳۳۹ھ |
| اشفا بتعریف حقوق | قاضی عیاض | دار الکتاب العربی بیروت | |
| المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم | | | |
| رسول رحمت (اردو) | مولانا ابوالکلام آزاد | شیخ غلام علی لاہور | ۱۹۸۱ |
| خاتم النبیین | و غلام رسول مہر | دار الفکر العربی قاہرہ | |
| السیرۃ النبویہ | امام محمد ابو زہرہ | | |
| محمد رسول اللہ | احمد بن زینی دحلان | بیروت | ۱۹۸۳ |
| زاد المعاد | ابراہیم العرجون | دار القلم دمشق | ۱۹۸۵ |
| السیرۃ النبویہ | ابن قیم | بیروت | ۱۹۸۵ |
| سبل الہدی والرشاد | ابن کثیر | دار الفکر بیروت | ۱۹۷۸ |
| سیرۃ ابن ہشام | امام یوسف الصالحی الشافعی | قاہرہ | ۱۹۷۵ |
| محمد رسول اللہ | ابن ہشام | تجازی القاہرہ | ۱۹۳۸ |
| رحمۃ اللعالمین (اردو) | محمد رضا | بیروت | ۱۹۷۵ |
| | قاضی محمد سلیمان | شیخ غلام علی لاہور | |